المَجمُوعَةُ

فِي

الأحَادِيث الضَّعِيفَة والمَوْضُوعَة

ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

المجموعة في الأحاديث الضعيفة والموضوعة

مرتب

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف

آنرز اِن عربیک، فاضل وفاق المدارس الاسلامیہ، پی ایچ ڈی

[علوم اسلامیہ]

طبع اول: ۲۰۱۰ء

طبع دوم: ۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه قال: قال النبي ﷺ :

مَن يَّقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم مَن کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث:۱۰۹]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی، جو میں نے نہیں کی ہو، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

(۱) سلمة بن عمرو بن سنان الاکوع، الاسلمی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ بیعتِ رضوان میں حاضر رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی معیت میں سات غزوات میں حصہ لیا۔ نڈر، شجاع اور تیرانداز تھے۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں افریقہ کی جنگ لڑی۔ اُن سے ۷۷ اَحادیث مروی ہیں۔ ۷۴ھ=۶۹۳ء کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ [الاستیعاب: ۳۳۰-۳۳۱، ترجمہ: ۱۰۱۷، دول الاسلام ۱:۶۶، الاعلام ۳:۱۱۳]

ترتیب

المجموعة في الأحاديث الضعيفة والموضوعة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة

[۱]

إنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ‘نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ‘وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهٗ ‘ وَ اَشْهَدُ (۱) اَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّااللّٰہُ وَحْدَهٗ لاشَرِيْكَ لَهٗ‘وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوااللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[سورۃ آل عمران ۳:۱۰۲]

يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوارَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَازَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَاءً وَّ اتَّقُوااللّٰہَ الَّذِىْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً۞[سورۃ النساء ۴:۱]

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوااتَّقُوااللّٰہَ وَقُوْلُوْاقَوْلاً سَدِيْداً۞ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزاً عَظِيْماً۞ [سورۃ الاحزاب ۳۳:۷۰-۷۱]

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰہِ‘وَخَيْرَالْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الأُمُوْرِمُحْدَثَاتُها‘وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ‘وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ.

احادیث کی کتابوں میں یہ کلام خُطْبَةُ الحَاجَةِ کے نام سے مشہور ہے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی با قاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے اور انہیں تلقین کیا کرتے تھے کہ اپنے ہر

---

(۱) حافظ ابن قیم، امام ابن تیمیہ ؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اس حدیث کے تمام طُرُق میں: نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِهٖ، نون [جمع متکلم] کے ساتھ آئے ہیں، جب کہ کلمہ شہادت میں اِفراد [واحد متکلم] کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے‘ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت میں کوئی کسی کی نیابت نہیں کر سکتا اور نہ کوئی کسی کے دل پر گواہی دے سکتا ہے اسی وجہ سے اس کے لیے مفرد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جب کہ استعانت‘ استعاذہ اور استغفار میں لوگ ایک دوسرے کی نیابت کر سکتے ہیں‘ اس واسطے ان کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ [تہذیب السنن ۲:۱۹۷]

کچھ لوگوں نے اس مسنون خطبہ کا شکل ہی بگاڑ دیا ہے‘ اس میں ”أَشْهَدُ“ کے بجائے ”نَشْهَدُ“ پڑھتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے بابرکت الفاظ کو ناکافی جان کر اس میں ”وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ“ کا اضافہ کر کے سنت میں تحریف کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

کلام کی ابتدا اسی سے کریں، خواہ وہ دینی بات چیت ہو یا دنیاوی۔
ناظرین کرام! اس حدیث کے راوی اور حوالے ملاحظہ ہوں۔

[۱] **سیدنا عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ عنہ (۱)

اُن سے یہ روایت چار طرق سے مروی ہے:

[الف] **ابواسحاق از ابوعبیدۃ بن عبداللہ بن مسعود از سیدنا ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **مرفوعاً.**

[سنن ابی داوٗد، کتاب النکاح [٦] باب فی خطبۃ النکاح [۳۳] حدیث: ۲۱۱۸، سنن نَسائی، کتاب الجمعۃ [۱۴] باب کیفیۃ الخطبۃ [۲۴] حدیث: ۱۴۰۴، السنن الکبریٰ نسائی، کتاب الجمعۃ [۱۷] باب کیف الخطبۃ [۲۰] حدیث: ۱۷۰۹، کتاب النکاح [۴۳] باب مایُستحب من الکلام عندالنکاح [۴۷] حدیث: ۵۵۲۸، مسند ابی یعلی ۹: ۱۵۰، حدیث: ۵۲۳۳، ۹: ۱٦۸، حدیث: ۵۲۵۷، مسند ابی داوٗد طیالسی: ۴۵، حدیث: ۳۳۸، مستدرک حاکم ۲: ۱۸۲-۱۸۳ معجم کبیر طبرانی ۱۰: ۹۹، حدیث: ۱۰۰۸۰، السنن الکبری بیہقی ۷: ۱۴٦، مصنف عبد الرزاق ٦: ۱۸۷، حدیث: ۱۰۴۴۹]

امام نَسائی (۲) فرماتے ہیں: اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ راویت منقطع ہے کیونکہ ابوعبیدۃ کی سماع اپنے والد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ [سنن نَسائی ۳: ۱۰۵]

[ب] **ابواسحاق از ابوالاحوص از سیدنا ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **مرفوعاً:**

[سنن ترمذی، کتاب النکاح [۹] باب ماجاء فی خطبۃ النکاح [۱٦] حدیث: ۱۱۰۵، سنن نَسائی صُغریٰ، کتاب النکاح [۲٦] باب مایستحب من الکلام عندالنکاح [۳۹] حدیث: ۳۲۷۷، سنن کبری نسائی، کتاب النکاح [۴۳]

---

(۱) عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ میں سے تھے۔ فاضل و عاقل تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ قریب۔ سابقون اولون میں سے تھے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے حرم مکہ میں جہر سے قرآن سنایا۔ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جہاں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں واپس آ گئے۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ = ٦۵۳ء کو تقریباً ٦۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [غایۃ النہایۃ ۱: ۴۵۸، الاعلام ۴: ۱۳۷]

(۲) احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحرین بن دینار، ابوعبدالرحمٰن نسائی، قاضی اور حافظِ حدیث تھے۔ خراسان کے نَسَاء نامی گاؤں میں ۲۱۵ھ = ۸۳۰ میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ مصر میں رہائش پذیر ہوئے۔ ۳۰۳ھ = ۹۱۵ء کو وفات پائی۔ بیت المَقدِس میں دفن کیے گئے۔
[وفیات الاعیان ۱: ۷۷-۷۸، تذکرۃ الحفاظ ۲: ٦۲۸]

باب مایُستحب من الکلام عندالنکاح[۴۷] حدیث:۵۵۲۸'سنن ابن ماجۃ' کتاب النکاح[۹]باب فی خطبۃ النکاح[۱۹] حدیث۱۸۹۲' مصنف ابن ابی شیبۃ۴:۳۸۱' معجم کبیر طبرانی ۱۰:۶۹۸' حدیث:۱۰۰۷۹' مشکل الآثار ۱:۱۴' السنن الکبریٰ بیہقی ۳:۲۱۴]

امام ترمذی (۱) فرماتے ہیں: یہ روایت حسن ہے۔[سنن ترمذی ۳:۴۱۴]

[ج]عمران القطان از قتادۃ از عبدربہ از ابوعیاض از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

[سنن ابی داوٗد کتاب الصلاۃ[۲] باب الرجل یخطب علیٰ قوس[۲۲۹] حدیث:۱۰۹۷]

اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی ابوعیاض مدنی ''مجہول'' ہے۔

[تقریب التہذیب:۶۸۷' ترجمہ:۸۲۹۳]

اس روایت کے کمزور ہونے کا سبب یہی راوی ہے' لیکن امام منذری (۲) تسامح سے عمران ابن داود القطان کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف بتاتے ہیں۔[مختصر سنن ابی داوٗد' المنذری ۲:۱۸]

حالانکہ اس کے ضعف کی وجہ ابوعیاض کا مجہول ہونا ہے۔ امام منذریؒ کی اس نادانستہ غلطی میں حافظ ابن قیمؒ (۳) اور امام شوکانیؒ (۴) نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔

[مختصر سنن ابی داوٗد' المنذریؒ ۲:۱۸' تہذیب السنن' ابن قیمؒ ۳:۵۵' نیل الاوطار' شوکانیؒ ۳:۲۶۴]

---

(۱) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ' بوغی' ترمذی' ابوعیسیٰ' علماء وحفاظِ حدیث میں تھے۔ دریائے جیحون کے قریب ترمذ میں رہائش پذیر تھے۔ ۲۰۹ھ = ۸۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ خراسان' عراق اور حجاز کے سفر کیے۔ ترمذ میں ۲۷۹ھ = ۸۹۲ء کو وفات پائی۔[الانساب ۱:۴۵۹' تذکرۃ الحفاظ ۲:۴۳۳]

(۲) عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ ابومحمد' زکی الدین المنذِری' حدیث اور عربیت کے بڑے عالم تھے۔ حافظ اور مؤرخ تھے۔ بنیادی طور پر شام سے تعلق تھا۔ مصر میں ۵۸۱ھ = ۱۱۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں دارالحدیث الکاملیۃ میں ۲۰ سال تک شیخ الحدیث کے مرتبہ پر فائز رہے۔ ۶۵۶ھ = ۱۲۵۸ء کو مصر میں وفات پائی۔

[فوات الوفیات ۱:۶۹۶' ترجمہ:۲۹۱' الاعلام ۴:۳۰]

(۳) محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد زُرَعی' دمشقی' ابوعبداللہ' شمس الدین' اکثر و بیشتر علوم اسلامیہ پر ان کو دسترس تھی' ۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے بہت بڑے محدّث' مفسر' فقیہ اور متکلم تھے۔ امام ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا اور ان کے علوم پر امام ابن تیمیہ ہی کا رنگ غالب رہا۔ ۷۵۱ھ = ۱۳۵۰ء کو وفات پائی۔

[البدایۃ والنہایۃ ۱۴:۲۲۱' البدر الطالع ۲:۱۴۳-۱۴۶' الاعلام ۶:۵۶]

(۴) محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی' فقیہ و مجتہد تھے' اُن کا شمار یمن کے کبار علماء میں ہوتا ہے' ان کا تعلق صنعاء یمن سے ہے۔ ۱۱۷۳ھ = ۱۷۶۰ء کو یمن کے علاقے خولان کے گاؤں شوکان میں پیدا ہوئے۔ صنعاء میں پلے بڑھے۔ بے شمار علمی کتابیں لکھی ہیں۔ ۱۲۵۰ھ = ۱۸۳۴ء کو وفات پائی۔[البدر الطالع ۲:۲۱۴' الاعلام ۶:۲۹۸]

جب کہ امام نوویؒ (۱) غلطی سے اسی روایت کے بارے میں إسنادُهٗ صَحِيحٌ لکھتے ہیں۔
[شرح صحیح مسلم۶:۱۶۰]

نیز اس کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں وَمَنْ يَّعْصِهِمَا کے الفاظ وارد ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی نے ایسا کہا تھا، جس پر آپ نے ناراضگی ظاہر فرمائی تھی اور اس آدمی سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: بِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ.
[صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ [۷] باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ [۱۳] حدیث:۴۸-[۸۷۰]
''تو بہت برا خطیب ہے''۔

[د] حُرَیث از واصل احدب از شقیق از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [السنن الکبریٰ بیہقی ۷:۱۴۶]
اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی حریث بن ابی مطر فزاری ابو عمرو بن عمرو کوفی الحناط ضعیف ہے۔ [الکاشف ۱:۲۱۴، تقریب التہذیب:۱۹۴، ترجمہ:۱۱۸۲، تہذیب التہذیب ۲:۲۰۶]

[۲] سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۲)

اُن کی روایت ابو یعلیٰؒ (۳) نے اپنی مسند [۱۳:۱۸۵-۱۸۶، حدیث:۷۲۲۱] میں بواسطہ ابو عبیدۃ روایت کی ہے جس کی سند صحیح ہے۔

---

(۱) یحییٰ بن شَرَف بن مُرِی بن حسن، نووی، شافعی، ابو زکریا، سوریا کے علاقے حوران کے گاؤں [نَوا] میں ۶۳۱ھ =۱۲۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے دمشق گئے اور طویل مدت تک وہاں اقامت پذیر رہے۔ اپنے ہی گاؤں میں ۶۷۶ھ=۱۲۷۷ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۴۷۰، ۱۴۷۰، الاعلام ۸:۱۴۹]

(۲) عبداللہ بن قیس بن سُلَیم بن حَضَّار، قحطان قبیلہ کی شاخ بنو اشعر سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲۱ قبل ہجری کو زبید [یمن] میں پیدا ہوئے۔ ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔ حبشہ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں زبید، عدن اور ساحل یمن کا عامل مقرر کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں ۱۷ ہجری کو کوفہ و بصرہ کا والی مقرر کیا۔ اصبہان اور اہواز آپ نے فتح کیے ہیں۔ ۴۴ھ = ۶۶۵م کو مکہ میں وفات پائی۔ آپ سے ۳۵۵، احادیث روایت کی گئی ہیں۔ [الاصابہ ۲:۳۵۹، الاعلام ۴:۱۱۴]

(۳) احمد بن علی بن المُثَنّٰی التَّمِيمِي الموصلي، ابو يَعلیٰ، علماءِ حدیث میں سے تھے۔ حافظ تھے۔ حافظ ذہبی نے انہیں محدث موصل کہا ہے۔ ثقہ اور مشہور تھے۔ ۹۷ سال کی طویل عمر پائی۔ اُن کے پاس ہر وقت مستفیدین کا تانتا بندھا رہتا۔ ۳۰۷ھ = ۹۱۹ء کو موصل میں وفات پائی۔
[سیر اعلام النبلاء ۱۴:۱۷۴، ترجمہ:۱۰۰، دول الاسلام ۱:۱۷۷، الاعلام ۱:۱۷۱]

[۳]سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۱)

[صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ [۷] باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ [۱۳] حدیث:۴۶-[۸۶۸]، السنن الکبری نسائی، کتاب النکاح [۴۳] باب ما یُستحب من الکلام عند النکاح [۴۷] حدیث:۵۵۲۹، سنن ابن ماجۃ، کتاب النکاح [۹] باب فی خطبۃ النکاح [۱۹] حدیث:۱۸۹۳، المعجم الکبیر طبرانی ۸:۳۰۴، احادیث:۸۱۴۷، ۸۱۴۸]

[۴]سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما (۲)

[صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ [۷] باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ [۱۳] حدیث:۴۳-[۸۶۷]، سنن نَسائی صغری کتاب صلاۃ العیدین [۱۹] باب کیف الخطبۃ [۲۲] حدیث:۱۵۷۸، مسند احمد ۳:۳۷۱، المستدرک ۴:۵۲۳]

[۵]سیدنا نُبیط بن شُرَیط رضی اللہ عنہ (۳) [السنن الکبریٰ، بیہقی ۳:۲۱۵]

[۲]

رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرنا اور جھوٹی حدیث بیان کرنا بدترین گناہ ہے، اس لیے کہ موضوع روایت بیان کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرَیٰ أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِیْن.

[صحیح مسلم، مقدمہ ۱:۹، مسند احمد ۴:۲۵۰، ۲۵۵، ۵:۱۴، ۲۰، مشکل الآثار ۱:۱۷۵]

"جس نے میری طرف نسبت کر کے کوئی موضوع حدیث بیان کی تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔"

---

(۱) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب، قرشی، ہاشمی، ۳ قبل ہجری = ۶۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، جلیل القدر صحابی ہیں، حبر الامۃ [امت کے عالم] اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۶۸ھ = ۶۸۷ء کو وفات پائی۔

[اسد الغابۃ ۳:۹۶، ترجمہ:۳۰۳۸، الاعلام ۴:۹۵]

(۲) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بن عمرو بن حرام، خزرجی، انصاری، سُلمی، ۱۶ق ھ = ۶۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ ۱۹ غزوات میں حصہ لیا۔ صحیحین میں ان کی "۱۵۴۰" روایتیں ہیں۔ ۷۸ھ = ۶۹۷ء کو وفات پائی۔ [الاصابہ ۱:۲۱۳، الاعلام ۲:۱۰۴]

(۳) نُبَیط بن شَرِیط بن انس بن مالک بن ہلال اشجعی رضی اللہ عنہ، اُنھوں نے رسول اللہ کو دیکھا اور حجۃ الوداع میں اُن کا خطبہ سنا۔ اُس روز آپ اپنے والد کے ردیف تھے۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ صغار صحابہ میں سے ہیں۔ [الاستیعاب ۱:۱۲، ترجمہ:۱۶۰۴، تہذیب الکمال ۲۹:۳۱۶، ترجمہ:۶۳۸۱]

ایک اور موقع پر فرمایا: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۷]

''جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم جان لے۔''

یہ حدیث متواتر ہے۔

[النظم المتناثر فی الحدیث المتواتر: ۲۰، قطف الازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ: ۲۳، حدیث: ۱]

حافظ ابن جوزیؒ (۱) لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو اکسٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

[الموضوعات ۱: ۵۶]

ان میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پیش کیے جاتے ہیں۔

[۱] سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲)

[المعجم الأوسط، طبرانی ۲: ۱۴۹، حدیث: ۲۸۳۸، مسند ابی یعلی ۱: ۵۷، حدیث: ۷۳]

اس روایت کی اِسنادی حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی سند اِس طرح ہے:

عمرو بن مالک، از جاریۃ بن ہرم فُقَیمی، از عبداللہ بن دارم، از عبداللہ بن بُسر حُبرانی، از ابوکبشہ انماری رضی اللہ عنہ از ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

-۱: عمرو بن مالک راسبی کے متعلق حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: منکر الحدیث ہے اور احادیث کی چوری کرتا ہے (۳)۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۲۵۸، میزان الاعتدال ۳: ۲۸۵، ترجمہ: ۶۴۳۵]

---

(۱) عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی، قرشی، بغدادی، ابوالفرج، بغداد میں ۵۰۸ھ = ۱۱۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ حدیث، تفسیر، تاریخ اور مواعظ کے کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ تین سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ مقام جوز پر پانی کے ایک گھاٹ کی طرف ان کے آباء و اَجداد میں سے کوئی ایک منسوب تھے، اسی لیے ابن جوزی کہلائے۔ ۵۹۷ھ = ۱۲۰۱ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۱۴۰، تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۳۴۲، الاعلام ۳: ۳۱۶]

(۲) سیدنا ابوبکر صدیق [عبداللہ] بن ابی قحافہ [عثمان] رضی اللہ عنہما بن عامر، تیمی، قرشی، بالغ مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ ۵۱ ق ھ = ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ بت پرستی کی اور نہ شراب کو منہ لگایا۔ ۱۱ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۳ھ = ۶۳۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی، ان کی مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ اور ۱۵ دن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات ''۱۴۲'' ہیں۔ آپ کے والد، والدہ، بیوی اور اولاد سب صحابہ ہیں۔ [صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۱۰۳، ترجمہ: ۲، منہاج السنۃ النبویۃ ۳: ۱۱۸، الاعلام ۴: ۱۰۲]

(۳) جب کوئی راوی قصداً عمداً کسی متن حدیث کے لیے اپنی طرف سے کوئی سند گھڑ لے جو دراصل اس کی......

-۲: عمرو بن مالک راسبی کا استاذ: جاریۃ بن ہرم ابوشیخ فُقَیمی ہے' جومتروک اور واہی [کمزور] ہے۔[المغنی فی الضعفاء ۱:۱۲۶]

امام دارقطنی (۱) فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۱۴۹]

حافظ ذہبی (۲) اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ منکر ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۳۸۶' ترجمہ:۱۴۳۰]

حافظ ابن حجر (۳) نے اُن کی تصویب فرمائی ہے۔[لسان المیزان ۲:۹۲' ترجمہ:۳۷۳]

-۳: عبداللہ بن دارم کے بارے میں مجھے کتب جرح وتعدیل میں کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

-۴: عبداللہ بن بُسر بھی ضعیف ہیں۔[المغنی فی الضعفاء ۱:۳۳۳' ترجمہ:۳۱۱۳]

[۲] سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ (۴)

[صحیح مسلم' کتاب الزہد والرقائق [۵۳] باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم [۱۶] حدیث:۳۰۰۴]

...... سند نہ ہو تو ایسے راوی کو سَارِقُ الحدیث [حدیث کا چور] کہا جاتا ہے' کبھی کبھی اُس کے حق میں یَسْرِقُ الْحَدِیث کہا جاتا ہے یعنی احادیث کی چوری کرتا ہے' چنانچہ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ومن تَعمَّدَ' و رکِبَ متناً علی اسنادٍ لیس له' فهو سارق الحديث' وهو الذي يُقال في حقه: فلانٌ يسرق الحديث.

[الموقظۃ' حافظ ذہبی:۶۰]

(۱) علی بن عمر بن احمد بن مہدی' ابوالحسن' دارقطنی' شافعی' اپنے دور کے إمام في الحديث والعِلَل تھے' آپ نے قراءت پر کتاب لکھی اور اس کے ابواب مقرر کیے۔ دارقطن [جو بغداد کا ایک قصبہ ہے] میں ۳۰۶ھ=۹۱۹ء کو پیدا ہوئے' اور بغداد میں ۳۸۵ھ=۹۹۵ء کو وفات پائی۔[وفیات الاعیان ۳:۲۹۷' تاریخ بغداد ۱۲:۳۴]

(۲) محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز' شمس الدین' ابوعبداللہ' حافظ' علامہ' محقق اور مؤرخ تھے۔ ترکمانی الاصل ہیں۔ ۶۷۳ھ=۱۲۷۴ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ حافظ مِزّی اور امام ابن تیمیہ کے فیض یافتہ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ دمشق ہی میں ۷۴۸ھ=۱۳۴۸ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۳:۳۳۶' الاعلام ۵:۳۲۶]

(۳) احمد بن علی بن محمد' کِنانی' عسقلانی' ابوالفضل' شہاب الدین' ابن حجر' قاہرہ میں ۷۷۳ھ=۱۳۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ شعر وادب کے رسیا تھے۔ پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ حدیث' رجال اور تاریخ کے بے نظیر عالم ہیں۔ ۸۵۲ھ=۱۴۴۹ء کو قاہرہ ہی میں وفات پائی۔[البدر الطالع ۱:۸۷' الاعلام ۱:۱۷۸]

(۴) سعد بن مالک بن سنان' ابوسعید' خدری' انصاری' خزرجی رضی اللہ عنہ' جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۰ق ھ=۶۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں اکثر وبیشتر حاضر رہتے۔ بارہ غزوات میں حصہ لیا۔ ۷۴ھ=۶۹۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۱۱۰' الاعلام ۳:۸۷]

[۳]سیدنا ابوقتادة رضی اللہ عنہ (۱)

[مسند احمد ۵: ۲۹۷، سنن ابن ماجہ، مقدمۃ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۵ سنن دارمی ۱: ۸۹، مقدمۃ، باب اتقاء الحدیث عن النبی ﷺ والتثبت فیہ [۲۵] حدیث: ۲۳۷]

[۴]سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ (۲)

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۱۰، کتاب الادب [۷۸] باب من سمی باسماء الانبیاء [۱۰۹] حدیث: ۶۱۹۷، صحیح مسلم ۱: ۱۰، مقدمہ، حدیث: ۳- [۳]، سنن ابن ماجۃ، مقدمۃ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۴، السنن الکبریٰ نسائی کتاب العلم [۵۰] باب من کذب علی رسول اللہ ﷺ [۴۴] حدیث ۵۹۱۵]

[۵]سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۳)

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۸، صحیح مسلم ۱: ۱۰، مقدمۃ، حدیث: ۲، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۸] حدیث: ۲۶۶۱، السنن الکبریٰ نسائی کتاب العلم [۵۰] باب من کذب علی رسول اللہ ﷺ [۴۴] حدیث: ۵۹۱۴، سنن ابن ماجۃ، مقدمۃ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۲]

---

(۱) حارث [نعمان/عمرو] بن ربعی، انصاری، خزرجی، سُلَّمی، 'ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' بہادر اور نڈر وشجاع صحابی ہیں۔ کنیت سے مشہور ہیں۔ فارِسُ رسولِ اللہ ﷺ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۸ قبل ہجری = ۶۱۴ء کو پیدا ہوئے۔ جنگ احد اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مکہ معظّمہ کے والی تھے۔ ۵۴ھ = ۶۷۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [الاستیعاب: ۱۸۳۳، ترجمہ: ۲۹۹، الاعلام ۲: ۱۵۴]

(۲) سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کے نام کے سلسلے میں محدثین ومؤرخین کے مابین اختلاف موجود ہے اس بارے میں ان کے اٹھارہ اقوال ملتے ہیں۔ ایک جم غفیر کے نزدیک ان کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے، اُن کے مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ ۸۰۰ کے لگ بھگ ان کیشاگرد تھے۔ ۵۹ھ = ۶۷۹ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [تلقیح فهوم اهل الاثر: ۳۶۳، الاعلام ۳: ۳۰۸]

(۳) سیدنا انس بن مالک بن نضر بن ضمضم رضی اللہ عنہ نجاری، خزرجی، انصاری، ابوثمامہ یا ابوحمزہ، بلند رُتبہ صحابی اور خادمِ رسول اللہ ﷺ تھے۔ مرویات کی تعداد '۲۲۸۶' ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۰ ق ھ = ۶۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ کی وفات تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ دمشق اور بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ بصرہ میں ۹۳ھ = ۷۱۲ء کو وفات پائی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آپ سب سے آخری صحابی ہیں۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۳: ۱۴۲، تلقیح فهوم اهل الاثر: ۳۶۳، الاعلام ۲: ۲۴]

[٦] سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

[مسند احمد ۳:۳۰۳، سنن ابن ماجۃ، مقدمہ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ حدیث: ۳۳، سنن دارمی ۱:۶٦، حدیث: ۲۳۷]

[۷] سیدنا خالد بن عُرفُطہ رضی اللہ عنہ (۱)

[مسند احمد ۵:۲۹۲، مسند ابی یعلی ۱۲:۲۹۳، حدیث: ٦۸٦۸]

[۸] سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۲)

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۷، سنن ابی داوٗد، کتاب العلم [۱۹] باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳٦۵۱، السنن الکبریٰ نسائی، کتاب العلم [۵۰] باب من کذب علی رسول اللہ ﷺ [۴۴] حدیث ۵۹۱۲، مسند ابی یعلی ۲:۳٦، حدیث: حدیث: ٦۷۴]

[۹] سیدنا زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ (۳)

[مسند احمد ۴:۳٦٦، ۳٦۷]

[۱۰] سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہ (۴)

[مسند ابی یَعلَی ۲:۲۵۷، حدیث: ۹٦٦]

[۱۱] سیدنا سَلمَۃ بن اَکوع رضی اللہ عنہ

[وفات: ۷۴ھ=۶۹۳ء]

[صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۹]

---

(۱) خالد بن عُرفُطۃ بن ابرہہ بن سِنان اللیثی [البِکری] رضی اللہ عنہ، بنولیث بن بکر فن عبد مناۃ سے تعلق تھا۔ کوفہ کے نزیل اور امیر رہے ہیں۔ ٦۰ یا ٦۱ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ [اسد الغابۃ ۲:۲۴، ترجمہ: ۱۳۷۸]

(۲) زبیر بن عوّام بن خویلد اسدی قرشی ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ، دلیر و شجاع صحابی تھے۔ اسلام میں اللہ کی راہ میں سب سے آپ ہی نے تلوار اُٹھائی۔ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد تھے۔ ۲۸ قبل ہجری = ۵۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۲ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ بدر و اُحد اور بعد کی غزوات میں شریک رہے ہیں۔ ۳٦ھ = ٦۵٦ء کو جنگ جمل میں ابن جرموز کے ہاتھوں شہادت پائی۔ [اسد الغابۃ ۲:۱۵۵، ترجمہ: ۱۷۳۲، الاعلام ۳:۴۳]

(۳) زید بن اَرقَم بن زید بن قیس بن النعمان بن مالک خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ، سترہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں شریک ہوئے۔ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔ کوفہ میں ٦۸ھ = ٦۸۷ء کو فوت ہوئے۔

[اسد الغابۃ ۲:۱۸۲، ترجمہ: ۱۸۱۹، الاعلام ۳:۵٦]

(۴) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی القرشی ابو الاعور رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ۲۲ قبل ہجری = ٦۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ بدر کے علاوہ سارے غزوات و مشاہد میں حاضر رہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سیدنا ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ نے انہیں دمشق کی ولایت پر مقرر کیا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۵۱ھ = ٦۷۱ء کو فوت ہوئے۔

[اسد الغابۃ ۲:۲۸۴، ترجمہ: ۲۰۷۷، الاعلام ۳:۹۴]

[۱۲]سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (۱)

[مسند ابی یعلی ۲: ۷ حدیث: ۶۳۱ معجم کبیر طبرانی ۱: ۱۱۴ حدیث: ۲۰۴]

[۱۳]سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما (۲)

[صحیح بخاری کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۷ سنن ابی داؤد کتاب العلم [۱۹] باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۶۵۱]

[۱۴]سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۳) [مسند احمد ۲: ۲۲، ۱۰۳، ۱۴۴]

[۱۵]سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص اموی رضی اللہ عنہما (۴)

[صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب ما ذکر عن بنی اسرائیل [۵۰] حدیث: ۳۴۶۱ سنن ترمذی کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل [۱۳] حدیث: ۳۶۶۹]

---

(۱) طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان تیمی قرشی مدنی ابو محمد رضی اللہ عنہ شجاع صحابی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ۲۸ قبل ہجری = ۵۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آٹھویں نمبر پر ہیں۔ مجلس شوریٰ کے ارکانِ ستہ میں سے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ انہیں طَلْحَۃُ الْجُوْدِ اور طَلْحَۃُ الْخَیْرِ سے پکارتے تھے۔ غزوہ اُحد میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور ۲۴ زخمیں کھائیں۔ ۳۶ھ = ۶۵۶ء کو واقعہ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے لڑتے ہوئے شہادت پائی اور بصرہ میں دفن ہوئے۔

[اسد الغابۃ ۲: ۴۶۹ ترجمہ: ۲۶۲۷ الاعلام ۳: ۲۲۹]

(۲) عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما قرشی اسدی ابوبکر ہجرت کے بعد مسلمانوں میں پہلے مولود ہیں۔ یکم ہجری = ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح افریقہ میں شریک تھے۔ ۶۴ ہجری کو یزید کی موت کے بعد ان کے لیے خلافت کی بیعت لی گئی۔ مصر، حجاز، یمن، خراسان، عراق اور شام پر حکومت کی۔ آپ کی مدتِ خلافت نو سال ہے۔ آپ کے عہد خلافت میں گول سکّوں کا اِجراء ہوا آپ سے ۳۳ حدیث مروی ہیں۔ ۷۳ھ = ۶۹۲ء میں شہادت پائی۔ [الاصابۃ ۲: ۳۰۹ الاعلام ۴: ۸۷]

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بن خطاب عدوی قرشی ابو عبدالرحمٰن جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۰۔ قبل ہجری = ۶۱۳ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام ہی میں ہوش سنبھالا۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں ہجرت کی۔ بدر اور اُحُد سوا سارے غزوات میں شریک رہے اُن کی مرویات ۲۶۳۰ ہیں۔ مکہ معظّمہ میں ۷۳ھ = ۶۹۲ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۳: ۲۰۳ الاعلام ۴: ۱۰۸]

(۴) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قرشی زاہد و عابد صحابی تھے۔ ۷ ق ھ = ۶۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔ مکہ کے باشندے تھے۔ دورِ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سریانی زبان پر عبور حاصل تھا۔ ۶۵ھ = ۶۸۴ء کو وفات پائی۔ [صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۳۱۴ ترجمہ: ۸۲ الاعلام ۴: ۱۱۱]

[۱۶]سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [وفات:۶۵ھ=۶۸۵ء]

[مسند احمد ۱:۳۸۹' سنن ترمذی' کتاب العلم[۴۲]' باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ[۸]' حدیث: ۲۶۵۹]

[۱۷]سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۱) [مسند احمد ۱:۵۶]

[۱۸]سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ (۲)

[مسند احمد ۱:۱۵۶' ۳۳۴' مسند ابی یعلی موصلی ۳:۲۸۹' حدیث ۱:۵۷۱' مستدرک حاکم ۱:۱۱۳]

[۱۹]سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب (۳)

[صحیح بخاری' کتاب العلم[۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ[۳۹] حدیث:۱۰۶' صحیح مسلم ۱:۹' مقدمہ باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ ا-[۱] سنن ترمذی' کتاب العلم[۴۲] باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۸] حدیث:۲۶۶۰' السنن الکبریٰ نسائی کتاب العلم[۵۰] باب من کذب علی النبی ﷺ [۴۴] حدیث ۵۹۱۱]

[۲۰]سیدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ (۴)

[مسند احمد ۱:۴۷' مسند ابی یعلی موصلی ۱:۲۲۲-۲۲۳ حدیث:۲۵۹' ۲۶۰]

---

(۱) عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ رضی اللہ عنہ' امیر المؤمنین' ذوالنورین' تیسرے خلیفہ راشد۔ مکہ مکرمہ میں ۴۷ قبل ہجری=۵۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ بعثت سے تھوڑا عرصہ بعد اسلام قبول کیا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی بڑے امیر تھے۔ ۳۵ھ=۶۵۶ء کو شہادت پائی۔ [اسد الغابۃ ۳:۳۱۷' ترجمہ:۳۵۸۹' الاعلام ۴:۲۱۰]

(۲) عقبہ بن عامر بن عبس بن مالک رضی اللہ عنہ جہنی قاری۔ قرآن' میراث اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ شاعر اور کاتب تھے' اُن کے پاس قرآن مجید کا ایک نسخہ یک جا جمع شدہ موجود تھا۔ آپ سے ۵۵ روایات مروی ہیں۔ فتح مصر میں شریک تھے۔ مصر میں ۵۸ھ=۶۷۸ء کو وفات پائی۔ [الاصابۃ ۲:۴۸۹' الاعلام ۴:۲۴۰]

(۳) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب' ہاشمی' قرشی' نبی ﷺ کے چچازاد اور داماد تھے۔ چوتھے خلیفہ راشد' سابقون اولون اور عشرۃ مبشرۃ میں سے ہیں۔ مکہ معظّمہ میں ۲۳ق ھ=۶۰۰ء کو پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سایہ عاطفت میں پلے بڑھے۔ ۳۵ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ=۶۶۱ء کو شہادت پائی۔

[الاستیعاب:۵۲۷' ترجمہ:۱۸۶۶' الاعلام ۴:۲۹۵]

(۴) عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ قرشی' عدوی' کنیت ابوحفص تھی اور لقب فاروق۔ مکہ معظّمہ میں ۴۰ قبل ہجری=۵۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ ۱۳ھ کو خلیفہ چنے گئے ان کی عدالت ضرب المثل ہے' ان کے دور خلافت میں شام' عراق' بیت المقدس' مدائن' مصر اور جزیرہ فتح ہوئے۔......

[۲۱]سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (۱)

[مسند احمد ۳:۴۲۲، مسند ابی یعلی ۳:۲۶، حدیث:۱۴۳۶]

[۲۲]سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (۲) [مسند احمد ۴:۱۰۰]

[۲۳]سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۳)

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز [۲۳] باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت [۳۳] حدیث:۱۲۹۱، صحیح مسلم ۱:۱۰، مقدمہ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ حدیث:۴-[۴]، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی من روی حدیثاً وہو یری انہ کذب [۹] حدیث:۲۶۶۲]

[۳]

ان روایات کے پیش نظر محدثین کرام نے موضوع روایات کے متعلق نہایت سخت رویہ رکھا۔ آپ پہلے موضوع کی تعریف پڑھیے اور پھر اس سلسلے میں محدثین کرام کے اقوال

...... بارہ ہزار مسجدیں بنوائیں۔ سن ہجری کی ابتداء آپ کے عہد زرین میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ۵۳۷ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ۲۳ھ=۶۴۴م کو رحلت کر گئے۔ نماز جنازہ سیدنا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ رومی نے پڑھائی۔

[صفۃ الصفوۃ ۱-۲:۱۱۸، ترجمہ:۳، تہذیب الکمال ۲۱:۳۱۷، الاعلام ۵:۴۵]

(۱) قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری خزرجی مدنی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ بڑے شجاع تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی معیت میں جب چلتے تو اَنصار کا علم ان کے پاس ہوا کرتا تھا۔ ۶۰ھ=۶۸۰ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اُن کے چہرے پر بال نہیں تھے۔ [اسد الغابۃ ۴:۶۹، ترجمہ:۴۳۵۶، الاعلام ۵:۲۰۶]

(۲) معاویہ بن ابی سفیان [صخر] رضی اللہ عنہما بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی ۲۰ قبل ہجری=۶۰۳ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ فصیح وحلیم اور باوقار تھے۔ عمرۃ القضاء کے سال اسلام قبول کیا۔ شام میں دولت اموی کے بانی ہیں۔ اُنہیں پہلا بحری اسلامی جنگ لڑنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کاتب وحی تھے۔ ۶۰ھ=۶۸۰ء کو دمشق میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۴:۳۰۵، ترجمہ:۴۹۸۶، الاعلام ۷:۲۶۱]

(۳) مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن مسعود ثقفی، ابو عبداللہ، طائف میں ۲۰ قبل ہجری، مطابق ۶۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۵ ہجری کو مشرف باسلام ہوئے۔ صلح حدیبیہ، جنگ یمامہ اور فتوحاتِ شام میں شریک رہے۔ جنگ یرموک میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ جنگ قادسیہ، نہاوند اور ہمدان میں بھرپور حصہ لیا۔ ان کی مرویات ۱۳۶ ہیں۔ ۵۰ھ=۶۷۰ء کو کوفہ میں وفات پائی۔

[الاصابہ ۳:۴۵۲-۴۵۳، الاعلام ۷:۲۷۷]

ملاحظہ کیجئے۔

اصولِ حدیث کا مشہور قاعدہ ہے :المَوضُوعُ هُوَ:المُختَلَقُ المَصنُوعُ.

[مقدمۃ ابن الصّلاح:۱۳۰؛ النکت علی کتاب ابن الصّلاح ۲:۲۳۸]

’’موضوع وہ ہے، جس کو کوئی گھڑ کر جھوٹ موٹ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دے۔‘‘

قاضی عیاض (۱) موضوع حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

فأمَّا مَا لَايصحُّ من هذه الأحاديث فواجبٌ أن لايذكرمنهاشيئ في حق اللّٰه، ولا في حق أنبيائه، ولا يُتَحَدَّثُ بهاولايُتكلَّفُ الكلامُ على معانيهاوالصوابُ طرحُها وتركُ الشُّغلِ بها إلَّا أن تُذكَرَعلى وجه التعريف بأنها ضعيفةُ المقادِ، واهيةُ الإسنادوقد أنكرالأشياخُ على أبي بكرِبن فوركٍ تكلُّفَهُ في مشكله الكلام على أحاديث ضعيفةٍ موضوعةٍ لاأصل لها، أومنقولةٍ عن أهل الكتابِ الذين يُلَبِّسونَ الحقَّ بالباطلِ كان يكفيه طرحها، ويُغنيه عن الكلامِ عليهاالتنبيهُ على ضعفها.

[الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ ۲:۲۲۰]

’’ان احادیث میں سے جو صحیح نہ ہوں، اُن کا اللہ تعالیٰ یا اُن کے انبیاء کے حق میں تذکرہ نہ کیا جائے اور نہ انہیں بیان کیا جائے اور نہ ہی اُن کے معانی کو صحیح محمل پر حمل کرنے کا تکلف کیا جائے اور صحیح طریقہ ایسی روایات کے بارے میں یہی ہے کہ اُن کو طاقِ نسیان میں رکھ چھوڑا جائے اور اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے، البتہ اُن کا ذکر اُن کا ضعف بتانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ بڑے بڑے شیوخ واساتذہ نے ابن فورک (۲) پر یہی عیب لگایا ہے کہ وہ اپنی

---

(۱) عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو یَحصَبی، سبتی، ابوالفضل، سبتہ [مغرب/ مراکش] میں ۴۷۶ھ=۱۰۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں علمائے حدیث کے سرخیل تھے۔ سبتہ کے قاضی [judge] رہے ہیں۔ ۵۴۴ھ=۱۱۴۹ء کو مراکش میں زہر دے کر قتل کر دیے گئے۔ [وفیات الاعیان ۳:۴۸۳، الاعلام ۵:۹۹]

(۲) محمد بن حسن بن فُورَک، ابوبکر، اصبہانی، شافعی۔ امام اور شیخ المتکلمین تھے۔ کثیر التصانیف اور اشعری العقیدۃ بزرگ تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: سلطان محمود بن سبکتگین نے ان سے نبی ﷺ کی نبوت کے متعلق......

کتاب مشکل الحدیث و بیانہ میں خواہ مخواہ اُن روایات میں بڑے تکلف سے کلام کرتے نظر آتے ہیں جو یا تو ضعیف، موضوع اور بے اصل ہیں اور یا اہل کتاب سے منقول ہیں جنہیں سچ اور جھوٹ کو خلط ملط کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، اسے تو ایسی روایات کو طاقِ نسیان میں رکھ دینا اور اُن کے ضعف کو واضح کر دینا چاہئے تھا۔''

امام نَوَوِی، شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: يُحرَم رواية الحديث الموضوع على مَن عرف كونه موضوعاً أو غلب على ظنه وضعه، فمن روى حديثاً علم أو ظنَّ وضعه ولم يبين حال وضع روايته فهو داخلٌ في هذا الوعيد الشديد، مُندَرَجٌ في جملة الكاذبين على رسول الله ﷺ. [شرح صحیح مسلم ۱:۷۱]

''جس کو کسی روایت کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کے ظن غالب میں وہ موضوع ہو تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ اس حدیث کو بیان کرے اور جو یہ علم رکھنے کے باوجود کہ فلاں روایت موضوع ہے، اس کو بیان کرتا پھرے، اور اس کا موضوع ہونا بیان نہ کرے، تو وہ اس شدید وعید میں داخل اور ان لوگوں میں شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ اور افترا کرتے ہیں۔''

...... پوچھا تھا جس کا جواب انہوں نے ان الفاظ میں دیا تھا کہ جب آپ زندہ تھے تو رسول اللہ تھے اور وفات پا جانے کے بعد رسول اللہ نہیں رہے، اس پر سلطان نے اُن کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔

حافظ ذہبی ہی نے امام ابن حزم کے حوالے سے لکھا: ابن فورک کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پُرفتوح جنت میں نہیں گئی ہے۔ لیکن امام تاج الدین السبکی لکھتے ہیں کہ یہ سارا کیا دھرا کرامیہ کا ہے، اس لیے جب اُنہیں سلطان محمود کے سامنے پیش کیا گیا تو اُنہوں نے صاف الفاظ میں جواب دیا کہ: أنَّ نبينا ﷺ حيٌّ في قبره، و رسولُ الله أبدَالآبادِ على الحقيقة لا المجاز، وأنه كان نبيًا وآدم بين الماء والطين، ولن تبرح نبوته باقية ولا تزال. [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴:۱۳۱]

''ہمارے نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ابدالآباد تک حقیقی معنوں میں، نہ کہ مجازی طور پر رسول اللہ ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت نبی تھے جب کہ سیدنا آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے مابین تھے اور آپ کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری و ساری ہے۔''

نیشاپور کے قریب ۴۰۶ھ = ۱۰۱۵ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۷:۲۱۴-۲۱۶، الاعلام ۶:۸۳]

حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی [۱] نے امام بخاری [۲] کے حوالہ سے لکھا ہے:

مَنْ حَدَّثَ بِهَذَا اِسْتَوْجَبَ الضَّرْبَ الشَّدِيْدَ وَالْحَبْسَ الطَّوِيْلَ.

[میزان الاعتدال ۴:۲۱، لسان المیز ان ۵:۳۲۴، النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲:۸۵۹]

''جو شخص موضوع حدیث بیان کرتا پھرے تو اسے سخت سزا دینی چاہیے اور اسے عرصہ دراز تک جیل میں ڈال دینا چاہیے۔''

خطیب بغدادی [۳] لکھتے ہیں: يجب عَلَى المُحَدِّثِ أن لايروِيَ شيئاً من الأخبار المصنوعة والأحاديث الباطلة الموضوعة ، فمن فعل ذلك بَآءَ بِالإثم المبين و دخل في جملة الكذابين، كما أخبر الرسول ﷺ.

[الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع:۲۹۴]

''محدث پر لازم ہے کہ موضوع اور باطل اخبار واحادیث اور روایات کو قطعاً بیان نہ کرے اگر کوئی ایسا کام کر ڈالے گا تو وہ بہت بڑا گناہ گار اور کذابین کی جماعت میں داخل ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔''

امام ابن صلاح [۴] فرماتے ہیں: ولاتَحِلُّ روايتُه لأحدٍ عَلِمَ حاله في أيِّ مَعْنًى كان

---

(۱) محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، بخاری، ابوعبداللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث۔ ۱۹۴ھ=۸۱۰ء کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ طلب حدیث کے سلسلے میں مشقتیں اٹھائیں اور لگ بھگ ایک ہزار اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ ۲۵۶ھ=۸۷۰ء کو خرتنگ میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲:۵۵۵، الاعلام ۶:۳۴]

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد، شمس الدین، مصر کے ایک گاؤں سخا سے تعلق رکھنے کے باعث سخاوی کہلائے۔ قاہرہ میں ۸۳۱ھ=۱۴۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے طویل سفر کئے۔ حدیث، تفسیر، تاریخ اور ادب کے بڑے عالم تھے۔ تقریباً دوسو کتابیں یادگار چھوڑیں۔ مدینہ منورہ میں ۹۰۲ھ=۱۴۹۷ء کو وفات پائی۔

[شذرات الذہب ۸:۱۵، الاعلام ۶:۱۹۴]

(۳) احمد بن علی بن ثابت، بغدادی، ابوبکر، خطیب، حافظ حدیث اور مؤرخ اسلام تھے۔ ۳۹۲ھ=۱۰۰۲ء کو غُزَیہ میں پیدا ہوئے جو مکہ مکرمہ اور کوفہ کے بالکل درمیان میں مساوی مسافت پر واقع ہے۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہیں ۴۶۳ھ=۱۰۷۲ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۸:۲۷۰، الاعلام ۱:۱۷۲]

(۴) عثمان بن عبدالرحمٰن صلاح الدین بن عثمان بن موسیٰ بن ابی نصر، شہرزوری، کردی، ابوعمرو، تقی الدین ابن الصلاح، ۵۷۷ھ=۱۱۸۱ء کو شرخان میں پیدا ہوئے جو شہرزور کے قریب ہے۔ موصل، خراسان اور بیت ......

إلّا مقروناًببيان وضعه. [مقدمہ ابن الصَّلاح: ۱۳۰-۱۳۱]
''جس کو کسی روایت کا موضوع ہونا معلوم ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے موضوع کہے بغیر بیان کرے۔''
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:
واتفقوا على تحريم رواية الموضوع إلّا مقروناً ببيان وضعه. [شرح نخبۃ الفکر: ۸۱]
'' محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے۔ صرف اس وقت اس کی اجازت ہوگی کہ اس کا موضوع ہونا بیان کیا جائے۔''
چونکہ موضوع روایت کا بیان کرنا ہی حرام ہے اسی لیے اس سے کسی عقیدے' یا عمل اور اس کی فضیلت کا اثبات قطعاً غلط ہے' چنانچہ امام زید بن اسلم (۱) فرماتے ہیں:
مَنْ عَمِلَ بِخَبَرٍ صَحَّ أَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ مِنْ خَدَمِ الشَّيْطَانِ. [تذکرۃ الموضوعات' ہندی: ۷]
''جس نے ایسی حدیث پر عمل کیا جس کا موضوع ہونا ثابت ہو' تو وہ شیطان کے خُدام میں سے ہے۔''

[۴]

بعض گھڑنے والے راویوں کا خیال ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے لیے کوئی حدیث وضع کرنا مَن كَذَبَ عَلَيَّ کی وعید کے تحت نہیں آتا اس لیے کہ یہ جھوٹ ہم رسول اکرم ﷺ پر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے بولتے ہیں' اس جھوٹے استدلال کا جواب امام نووی نے اس طرح دیا ہے: أنه لافرق في تحريم الكذب عليه ﷺ بين ما كان في الأحكام ومالا حكم فيه كالترغيب والترهيب والمواعظ وغيرذلك' فكله حرام

......المقدس آتے جاتے رہے۔ بیت المقدس کے مدرسہ صلاحیہ میں مدرس تھے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' اصولِ حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔ تیرہ سال تک دمشق کے دار الحدیث کے مدرس رہے ہیں۔ دمشق ہی میں ۶۴۳ھ = ۱۲۴۵ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۲۴۳' الاعلام ۴: ۲۰۷]

(۱) زید بن اسلم' عدوی عمری' اُن کی کنیت ابو اسامۃ یا ابو عبداللہ تھی۔ فقیہ' مفسر اور ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ اہلِ مدینہ میں سے تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں اُن کے ساتھ تھے۔ مسجد نبوی میں اُن کا ایک بڑا حلقہ درس تھا۔ ۱۳۶ھ = ۷۵۳ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۳۲' الاعلام ۳: ۵۶]

من أكبرالكبائرو أقبح القبائح بإجماع المسلمين الذين يعتد بهم في الإجماع خلافاً للكرامية'الطائفة المبتدعة في زعمهم الباطل:أنه يجوزوضع الحديث في الترغيب و الترهيب'وتَابَعَهُم على هذا كثيرون من الجهلة الذين ينسبون أنفسهم إلى الزهد أو ينسبهم جهلة مثلهم 'وشبهة زعمهم الباطل أنه جاء في رواية:مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ متعمداً ليضل به فليتبو أمقعده من النار'وزعم بعضهم أن هذا كذب له ﷺ'لا كذبٌ عليه'وهذا الذي انتحلوه وفعلوه واستدلوا به غاية الجهالةو نهاية الغفلة و أدل الدلائل على بُعدهم من معرفة شيئٍ من قواعد الشرع.[شرح صحیح مسلم ۱:۷۰]

''جان لینا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا ہر حال میں حرام ہے۔خواہ وہ احکامی حدیث ہوں یا ترغیب وترہیب اور وعظ ونصیحت والی روایات' بہرحال آپ ﷺ پر جھوٹ بولنا حرام' گناہ کبیرہ اور بدترین جرم ہے'اس پر ان مسلمانوں کا اجماع ہے جن کی اجماع حجت ہے۔صرف ایک بدعتی فرقہ کرامیہ (۱) کا خیال ہے کہ ترغیب وترہیب کے سلسلے میں حدیث گھڑ لینا جائز ہے لیکن یہ ان کا زعم باطل ہے۔کرامیہ کی طرح بعض زاہدین اور منسوبین الی الزہد کا بھی خیال ہے کہ گناہ تو تب ہوگا جب ہم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولیں' یہ تو ہم ان کے لیے جھوٹ بولتے ہیں' جو قطعاً گناہ نہیں' لیکن ان کی یہ بات جہالت اور غفلت پر مبنی ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ شرعی قوانین وقواعد سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں۔''

[۵]

اس باطل نظریہ کے جواز کے لیے یہ طائفہ کچھ روایات پیش کرتی ہیں جن کا یہاں جائزہ لیا جاتا ہے۔

[۱]سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

---

(۱) محمد بن کَرَّام بن عراق بن حزابہ ابوعبداللہ سجستانی المعروف با بن کرام کے متبعین۔ابن کرام سجستان میں پیدا ہوئے۔مکہ مکرمہ میں پانچ سال تک رہائش اختیار کی تھی۔دو دفعہ نیسابور آئے جہاں کے حاکم طاہر بن عبداللہ نے انہیں دونوں دفعہ قید میں ڈالا۔۲۵۱ھ کو قدس چلے گئے جہاں ۲۵۵ھ=۸۶۹ء کو فوت ہوئے۔ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قرار کیے ہوئے ہے اور وہ جوہر ہے۔[الملل والنحل:۷۰۸۷'الاعلام ۷:۱۴]

مَنْ حَدَّثَ عني هُوَلِلّٰهِ رِضاً فأنا قُلتُهٗ و به أُرسِلتُ. [الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۲۳۹]

''جوکوئی میری طرف سے ایک ایسی حدیث گھڑ کر بیان کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو تو وہ بات میری ہی ہے اور مجھے اسی لیے بھیجا گیا ہے۔''

یہ روایت نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ اس کا راوی بختری بن عبید طانجي ہے جس کی سب روایات منکر ہوتی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۲۳۸]

حافظ ابن حبان (۱) لکھتے ہیں کہ اس کی وثاقت و عدالت کچھ بھی ثابت نہیں' اور اپنے باپ کی سند سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منسوب کر کے ایک ایسے نسخہ کو روایت کرنے میں منفرد ہے جس میں عجائب و غرائب ہیں۔ [المجروحین۱:۲۳۲' ترجمہ:۱۶۱]

حافظ ابن جوزی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: هذاحديث باطل. [الموضوعات۱:۹۸]

''یہ روایت باطل ہے۔''

[۲] سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ (۲) فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من كذب عَلَيَّ متعمداً فليتبوأمقعده بين عينَي جهنم ' فشَقَّ ذٰلك على أصحاب رسول اللّٰه ﷺ فقالوا : يارسول اللّٰه إنانحدث عنك بالحديث فنزيدُ و ننقص'فقال:ليس ذاأعنيكم إنما أعني الذي يكذب عَلَيَّ' يريد عيبي و شين الإسلام. [معجم کبیر۸:۱۳۱' حدیث:۷۵۹۹]

''جو مجھ پر قصداً جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم جان لے' آپ کی یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑی شاق گزری' انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کبھی کبھی ہم آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں تو [روایت بالمعنی کی صورت میں] اس میں ہم کچھ کمی اور اضافہ کرتے ہیں' کیا یہ بھی اس وعید میں داخل ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا یہ مطلب نہیں بلکہ اس سے مراد وہ آدمی ہے جو

---

(۱) ابو حاتم ابن حِبّان [بکسر الحاء وتشدید الباء] محمد بن حِبّان بن احمد بن حِبّان بن معاذ بن معبد' تیمی' ابو حاتم' بستی' سجستانی۔ تاریخ' جغرافیہ' رجال اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں خراسان' شام' مصر' عراق اور جزیرہ کے سفر کیے۔ ۳۵۴ھ = ۹۶۵ء کو وفات پائی۔
[معجم البلدان۲:۱۷۱' تذکرۃ الحفاظ۳:۲۹۰-۹۲۴' الاعلام۶:۷۸]

(۲) آپ کا نام صُدَیّ بن عَجلَان ہے۔ مشہور صحابی ہیں۔ شام میں رہائش پذیر تھے اور وہیں ۶۸ھ کو وفات ہوئے۔ [تقریب التہذیب:۳۱۰' ترجمہ:۲۹۲۳]

میرے دین میں عیب ڈالنے اور اسلام کو داغ دار کرنے کے لیے احادیث وضع کرتا ہے۔"

اس روایت کے آخری حصہ سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اسلامی اقدار کے عروج و ترقی کے لیے کوئی حدیث وضع کرنا اس وعید کے تحت نہیں آتا، لیکن یہ بات قطعاً غلط ہے کیونکہ یہ روایت موضوع ہے، اور قطعاً اس لائق نہیں کہ اس سے استدلال کیا جائے، اس لیے کہ:

اس کا ایک راوی اسید بن زید کذاب ہے۔ [التاریخ یحییٰ بن معین ۲:۳۹، ۳:۳۹۴]

صالح جزرۃ (۱) فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲:۸۵۴]

حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں۔ [الموضوعات ۱:۹۵]

[۳] سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا براء بن عازب (۲) سیدنا ابن مسعود، سیدنا جابر رضی اللہ عنہم اور یعلی ابن مرۃ مرفوعاً نقل کرتے ہیں: مَن كذب عَلَيَّ متعمداً لِيُحِلَّ حراماً أو يُحَرِّمَ حلالاً أو يُضِلَّ الناس بغيرعلم فليتبوأ مقعده من النار. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۸۳]

"جو شخص قصداً بغیر علم کے حلال کو حرام کرنے یا حرام کو حلال کرنے یا لوگوں کو گم راہ کرنے کے لیے مجھ پر جھوٹ بنا ڈالے تو اس کا مرجع جہنم ہے۔"

یہ روایات بھی قطعاً نا قابل التفات اور نا قابل استدلال ہیں اس لیے کہ:

— سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ابوالزعیزعۃ نامی راوی مجہول ہے۔

[الجرح والتعدیل ۹:۳۷۵، میزان الاعتدال ۴:۵۲۵]

---

(۱) صالح بن محمد بن عمرو بن حبیب، الاسدی بالولاء، ابو علی، المعروف بجزرۃ۔ حدیث: كانت له خزرة میں تصحیف کا شکار ہوئے اور كانت له جَزَرَة کہنے لگے تو جَزَرَة عرف پڑا۔ ائمہ حدیث میں سے تھے۔ ۲۱۰ھ = ۸۲۵ء کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ سکونت بغداد میں تھی۔ طلب حدیث میں شام، مصر، عراق اور خراسان کے سفر کیے۔ اپنے زمانے میں عراق اور خراسان سے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ ۲۶۶ھ کو بخاریٰ میں سکونت اختیار کی، جہاں ۲۹۳ھ = ۹۰۶ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۹:۳۲۲، ترجمہ: ۴۸۶۲، الاعلام ۳:۱۹۵]

(۲) براء بن عازِب بن حارث خزرجی ابو عمارہ رضی اللہ عنہ، جلیل القدر فاتح صحابی ہیں۔ بچپن میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پندرہ غزوات میں شرکت کی۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے انہیں "رے" کا امیر بنا کر فارس بھیجا تھا۔ ابہر، قزوین اور زنجان آپ نے فتح کیے ہیں۔ ۷۱ھ = ۶۹۰ء کو فوت ہوئے۔

[الاستیعاب: ۱۰۸، ترجمہ: ۱۷۰، الاعلام ۲:۴۶]

– سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں فزاری ہے جس کا نام محمد بن عبید اللہ عزرمی کوفی ہے۔[الکامل فی الضعفاء الرجال۱:۱۹]
جو امام احمد اور امام نَسائی کی تصریح کے مطابق متروک الحدیث ہے۔
[الضعفاء والمتروکین نسائی، ترجمہ:۱۵۲۱، الکاشف۳:۷۳]
– سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت دو اسناد سے مروی ہے جن کا مرکزی راوی محمد بن عبد الرحمٰن کوفی ہے جو مجہول تھا۔ جھوٹ بولنے سے متہم تھا۔ ثقہ نہیں تھا۔ امام ازدی اسے کذاب اور متروک کہتے ہیں۔[الکامل فی الضعفاء الرجال۱:۸۴، میزان الاعتدال۳:۶۲۴]
– سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں راوی یونس بن بکیر نے طلحہ اور عمرو بن شرحبیل کا درمیانی راوی ابوعمار چھوڑ دیا ہے۔[الموضوعات۱:۹۷، النکت علی کتاب ابن الصلاح۲:۸۵۶]
جس کا نام زیاد بن میمون ہے جو جھوٹا اور متروک الحدیث تھا۔[میزان الاعتدال۲:۹۴-۹۵]
– جب کہ یعلی بن مُرۃ والی روایت کا یہی راوی یعلی بن مرۃ متروک الحدیث تھا۔
[مجمع الزوائد۱:۱۴۷]

[۴] سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:
مَن كذب عَلَيَّ متعمداً ليضل به فليتبوأ مقعده من النار.
[مسند بزار۵:۲۶۲، حدیث:۱۸۷۶، مسند الشاشی۲:۲۱۲، حدیث:۷۷۹، مجمع الزوائد۱:۱۴۴]
''جس نے لوگوں کو گم رہ کرنے کے لیے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔''
محدث قرطبی (۱) لکھتے ہیں: وهذه جهالةٌ، لأن هذه الزيادة تُروى عن الأعمش، ولاتصح عنه، وليست معروفةٌ عند نقلة ذلك الحديث مع شهرته، وقد رواها أبو عبد الله الحاكم المعروف بإبن البيع من طرق كثيرةٍ، وقال: إنها واهيةٌ، لايصح منها شيئ.[المفهم۱:۱۱۵]

---

(۱) احمد بن عمر بن ابراہیم، ابوالعباس، انصاری، قرطبی، زین الدین، ۵۷۸ھ=۱۱۸۲ء کو قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ مالکی فقیہ اور محدث تھے۔ اسکندریہ میں مدرس تھے، اور وہیں ۶۵۶ھ=۱۲۵۸ء کو وفات پائی۔ صحیح مسلم کی تلخیص اور پھر اس کی توضیح ''المُفہِم'' کے نام سے لکھ دی۔[شذرات الذہب۷:۴۷۳، الاعلام۱:۱۸۶]

''اس روایت میں یہ اضافہ اعمش [سلیمان بن مہران] سے منقول ہے' لیکن غیر صحیح اور حدیث کے ناقلین کے ہاں غیر معروف ہے۔ امام حاکم نے اس کے بہت سے طرق کو جمع کرنے کے بعد لکھا ہے کہ سب کے سب واہی ہیں' ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔''

[۵] سیدنا ابو ہریرۃ سے رضی اللہ عنہ مرفوعاً منقول ہے: إذا حُدِّثتم عني حديثاًتعرفونه ولا تنكرونه فصدقوا به'قلته أولم أقله'فإني أقولُ مايُعرَفُ ولايُنكرُ.

[تاریخ بغداد ۱۱:۳۹۱' الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۸۹]

''جب تمہیں میری طرف منسوب کر کے کوئی حدیث سُنائی جائے' تو اگر اس کا مضمون معروف ہے اور تمہارے نزدیک اس میں کوئی نکارت نہیں ہو' تو اسے میری ہی حدیث جانو اور اگر اس میں کوئی نکارت ہو تو اسے جھوٹ جانو۔''

قاضی عیاض فرماتے ہیں: هو حديثٌ ضعفه الأصَيلي وغيره من الأئمة.

[اِكمال المُعلم ۱:۱۳٦]

''امام اصیلی اور ان جیسے دوسرے ائمہ حدیث اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔''

[٦]

حافظ ابن حجر' امام احمد بن حنبل (۱) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ثلاثة كتب ليس لهاأصول وهي المغازي والتفسير والملاحم' **قلت** : ينبغي أن يضاف إليها الفضائل' فهذهِ أودية الأحاديث الضعيفة و الموضوعة' إذ كانت العمدة في المغازي على مثل الواقدي'وفي التفسيرعلى مثل مقاتل والكلبي وفي

---

(۱) احمد بن محمد' ابوعبداللہ' شیبانی۔ ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مرو سے تھا۔ والد سرخس کے گورنر تھے۔ ۱۶۴ھ = ۷۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے حصولِ علم میں لگے رہے اور اس سلسلہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کیں' ان کے زمانے میں مامون الرشید نے خلقِ قرآن کا فتنہ اٹھایا۔ امام موصوف نے اس فتنہ کی خوب سرکوبی کی اور اس سلسلے میں انہیں ناقابلِ برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ صبر واستقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ ۲۸ مہینے جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ ۲۴۱ھ = ۸۵۵ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۴:۴۱۳-۴۲۳' الاعلام ۱:۲۰۳]

الملاحم على الإسرائيليات، وأما الفضائل فلا تُحصى، كم وضع الرافضة في فضل أهل البيت، وعارضهم جَهَلَةُ أهل السنة بفضائل معاوية و بفضائل الشيخين رضی اللہ عنہم وقد أغناهما الله وأعلى مرتبتهما عنها. [لسان المیزان ۱:۱۳]

''تین قسم کی کتابوں کی اصل نہیں ہے جو مغازی، تفسیر اور ملاحم ہیں۔ میں [حافظ ابن حجر] کہتا ہوں کہ ان میں فضائل کا اضافہ کرنا بھی مناسب ہے کیونکہ یہ ضعیف اور موضوع حدیثوں کی وادیاں ہیں اس لیے کہ مغازی میں واقدی جیسے شخص پر اعتماد ہے۔ تفسیر میں مقاتل اور کلبی پر، جب کہ ملاحم میں دارومدار اسرائیلیات پر ہے۔ رہے فضائل تو اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا کہ رافضیوں نے اہل بیت کی فضیلت میں کتنی حدیثیں وضع کی ہیں اور جاہل سنیوں نے ان سے مقابلے کے لیے معاویہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے فضائل میں حدیثیں وضع کی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے مستغنی کر دیا ہے اور ان کا رتبہ بلند و بالا رکھا ہے۔''

علامہ زرکشی (۱) حافظ سیوطی (۲) اور علامہ محمد طاہر ہندی (۳) امام احمد بن حنبل کے مذکورہ بالا قول کی حسب ذیل علت نقل کرتے ہیں:

---

(۱) محمد بن بہادر بن عبداللہ، زرکشی، ابوعبداللہ، بدرالدین۔ ۷۴۵ھ = ۱۳۴۴ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ترکی الاصل ہیں۔ شافعی فقیہ تھے۔ اصولی عالم تھے۔ کئی فنون میں مفید کتابیں تصنیف کیں۔ مصر ہی میں ۷۹۴ھ = ۱۳۹۲ء کو فوت ہوئے۔ [الدرر الکامنۃ ۳:۳۹۷، الاعلام ۶:۶۰]

(۲) عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین، خضیری، سیوطی، جلال الدین، ۸۴۹ھ = ۱۴۴۵ء کو پیدا ہوئے پانچ سال کے تھے کہ والد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ قاہرہ میں پلے بڑھے۔ چالیس سال کی عمر میں دریائے نیل کے روضۃ المقیاس میں عزلت نشین ہوئے اور وہیں اپنی اکثر کتابیں لکھیں۔ امراء اور شرفاء ان سے ملنے وہاں آتے اور وظائف و تحائف پیش کرتے مگر آپ کسی سے ملتے اور نہ وظیفہ یا تحفہ قبول کرتے۔ ۹۱۱ھ = ۱۵۰۵ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۸:۵۱، الاعلام ۳:۳۰۱]

(۳) جمال الدین محمد بن طاہر پٹنی ہندی، ۹۱۴ھ = ۱۵۰۸ء کو گجرات [ہند] کے شہر ''نہروالہ'' میں پیدا ہوئے۔ بڑے بڑے اَساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ ۹۴۴ھ میں حج کیا اور حجاز کے علماء سے بھرپور علمی فوائد حاصل کیے۔ بوہرہ قوم سے تھے جو مہدویہ یا اسماعیلیہ کی پیرو تھی۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ جب تک اپنی قوم سے بدعت وضلالت دور نہ کروں گا عمامہ سر پر نہ باندھوں گا۔ ۹۸۶ھ = ۱۵۷۸ء کو آپ نے شہادت پائی۔

[تذکرہ علمائے ہند: ۴۴۰، ترجمہ: ۵۱۱]

ليس لهاأصول بأن الغالب عليهاالمراسيل ‘وقال محققوأصحاب أحمد مراده أن الغالب ليس لها أسانيد صحاح متعلقة و إلَّا فقد صح من ذلك كثير كتفسير الظلم بالشرك‘والحساب اليسير بالعرض‘والقوة بالرمي. **قلت** : الذي صح من ذلك قليل جِدا ‘بل أصل المرفوع منه في غاية القلة‘قال:ومن المفسرين طوائف مبتدعة صَنَّفُوا التفاسيرعلى مذهبهم مثل عبد الرحمن بن كيسان الأصم و الجبائي والرماني والزمخشري‘ومنهم من يدس البدع في كلامه و أكثر الناس لا يعلمون ذلك كصاحب الكشاف حتى أنه يروج على خلق كثير من أهل السنة كثير من تفاسيرهم الباطلة.

[البرہان۲:۱۵۶‘الاتقان۲:۲۲۸‘نوع[۲۸]معرفۃشروط المفسر وآدابہ‘تذکرۃ الموضوعات:۸۳‘محمد طاہر پٹنی]

”ان کے اصول نہیں ہیں کیونکہ ان میں اکثر مرسل حدیثیں ہیں۔امام احمد کے محقق تلامذہ کا قول ہے کہ امام احمد کی اس سے مراد یہ ہے کہ اکثر روایتوں کی سندیں صحیح نہیں‘ وگرنہ ان میں سے بہت سی باتیں صحیح سند سے ثابت ہیں جیسے ظلم کی تفسیر شرک سے‘ حسابِ یسیر کی عرض سے اور قوت کی تفسیر تیر اندازی سے۔ میں [حافظ ابن حجر] کہتا ہوں ان میں سے صحیح بہت ہی کم ہیں‘ بلکہ مرفوع الاصل تو نہایت قلیل ہیں اور فرمایا کہ مفسرین کے بہت سے گروہ مبتدع ہیں جنہوں نے تفسیریں اپنے مسلک کے اعتبار سے لکھی ہیں جیسے کہ عبدالرحمٰن بن کیسان اصم (۱) جبائی (۲) رمانی (۳) اور

---

(۱) عبدالرحمٰن بن کیسان ابوبکر الاصم‘ معتزلی فقیہ اور مفسر تھے۔ فصاحت‘ فقہ اور ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۲۲۱ھ کو فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۹:۴۰۲]

(۲) محمد بن عبدالوہاب بن سلام الجُبائی‘ ابوعلی‘ معتزلہ کے امام تھے۔ اُن کی نسبت جبی [بصرے کا ایک گاؤں] کی طرف ہے۔ ۲۳۵ھ = ۸۴۹ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ میں علمائے کلام کے رئیس تھے۔ بصرہ میں شہرت پائی۔ ۳۰۳ھ = ۹۱۶ء کو فوت ہوئے اور جبی میں دفن ہوئے۔ [وفیات الاعیان ۴:۲۶۷‘ الاعلام ۶:۲۵۶]

(۳) علی بن عیسیٰ بن علی بن عبداللہ ابوالحسن الرمانی‘ باحث‘ نحوی اور معتزلی مفسر تھے۔ سامراء سے تعلق تھا۔ ۲۹۶ھ = ۹۰۸ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ سو کے لگ بھگ کتابیں لکھیں۔ ۳۸۴ھ = ۹۹۴ء کو بغداد میں فوت ہوئے۔ [وفیات الاعیان ۳:۲۹۹‘ الاعلام ۴:۲۱۷]

زمخشری [۱] ہیں اوران میں سے بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے کلام میں بدعت کی آمیزش اس طرح کی ہے کہ اکثر لوگوں کو پتا بھی نہیں چلتا جیسے صاحب کشاف ہیں تا آنکہ بہت سے اہل سنت کے ہاں ان کی باطل تفسیریں رواج پا گئی ہیں۔''

حافظ ابن تیمیہ [۲] لکھتے ہیں: و کماأن علی الحدیث أدلة یُعلم بھا أنه صدق و قد یقطع بذلك ' فعلیه أدلة یُعلم بھا أنه کذب ' و یقطع بذلك ' مثل ما یقطع بکذب ما یرویه الوضاعون من أھل البدع و الغلو في الفضائل 'مثل حدیث یوم عاشوراء و أمثاله مما فیه أن من صلی رکعتین کان له کأجر کذاو کذانبیاًو في التفسیر من ھذه الموضوعات قطعةٌ کبیرة ' مثل الحدیث الذي یرویه الثعلبي و الزمخشري و الواحدي في فضائل سور القرآن سورةً سورةً فإنه موضوع بإتفاق أھل العلم و الثعلبي ھوفي نفسه کان فیه خیرودین' و کان حاطب لیل ینقل ماوجد في کتب التفسیر من: صحیح وضعیف وموضوع ' و الواحدي صاحبه کان أبصر منه بالعربیة لکن ھو أبعد عن السلامة و إتباع السلف' و البغوي تفسیره مختصر من الثعلبي لکنه صان تفسیره عن الأحادیث الموضوعة والآراء المبتدعة' والموضوعات في کتب التفسیر کثیرة.

---

(۱) محمود بن عمر بن محمد بن احمد' خوارزمی' جار اللہ' ابو القاسم' خوارزم کے مضافاتی گاؤں زمخشر میں ۴۶۷ھ = ۱۰۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ عرصۂ دراز تک مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے جار اللہ کہلائے۔ خوارزم میں ۵۳۸ھ = ۱۱۴۴ء کو وفات پائی۔ لغوی' ادیب' حنفی اور معتزلی تھے۔

[الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۲۹۴' ترجمہ: ۱۵۷۴' الاعلام ۷: ۱۷۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صالحٌ' لکنه داعیةٌ إلی الإعتزال' أجارنا اللّٰه منه' فکن حَذِراً من کشّافه. [میزان الاعتدال ۴: ۷۸' ترجمہ: ۸۳۶۷' لسان المیزان ۶: ۴' ترجمہ: ۶]

''روایت حدیث کے سلسلے میں صالح اور داعی معتزلی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتزال سے اپنے حفظ وامان میں رکھے [آمین] لہٰذا اُن کی کشاف کے بارے میں محتاط رہیے۔''

(۲) احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم' حرانی' دمشقی' حنبلی' ابو العباس' تقی الدین ابن تیمیہ ۶۶۱ھ = ۱۲۶۳ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہو گئے۔ ۷۲۸ھ = ۱۳۲۸ء کو قلعہ دمشق میں حالتِ اسارت میں وفات پائی۔ بڑے فطین اور ذکی عالم دین تھے۔

[المعجم المختص بالمحدثین' ذہبی: ۲۵' البدایۃ والنہایۃ ۱۴: ۱۴۱' الاعلام ۱: ۱۴۴]

[مجموع الفتاوی۱۳:۱۵۸،مقدمۃ فی اصول التفسیر:۲۲]

''جس طرح احادیث کے صحیح ہونے کے دلائل ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح ایسی دلیلیں بھی ہوتی ہیں جن سے روایات کے جھوٹا ہونے کا یقین ہو جاتا ہے جیسے ان باتوں کا تذکرہ جن کو اہل بدعت واضعین روایت کرتے ہیں، جیسا کہ یوم عاشوراء اور اس کی نماز کی بابت حدیث ہے کہ جس نے اس دن ایسی ایسی نماز پڑھی تو اس کو فلاں فلان نبی کے اجر کے برابر اجر ملے گا۔ تفسیر میں اس قسم کی موضوع روایات بہت ہیں، جیسا کہ وہ باتیں جن کو ثعلبی [۱] زمخشری اور واحدی [۲] ہر ہر سورۃ کی فضیلت میں بیان کرتے ہیں، حالانکہ اہلِ علم کا ان احادیث کے موضوع ہونے پر اتفاق ہے، اور ثعلبی فی نفسہ باخبر اور دین دار عالم ہیں لیکن وہ حاطب لیل ہیں، جو کچھ تفاسیر میں صحیح وضعیف اور موضوع پاتے ہیں اس کو نقل کر دیتے ہیں اور ان کے شاگرد واحدی ہیں جو عربیت میں صاحب بصیرت ہیں لیکن وہ اُن کے مقابلہ میں اتباع سلف سے دور ہیں اور بغوی [۳] کی تفسیر اگرچہ ثعلبی کی تفسیر کا خلاصہ ہے، مگر انہوں نے اپنی تفسیر کو ان موضوعات اور بدعات سے محفوظ رکھا ہے اور تفسیری کتب میں موضوعات کثرت سے پائی جاتی ہیں۔''

اور الرد علی البکری میں لکھتے ہیں: ومن يجمع الموضوعات الكثيرة والأكاذيب العظيمة مثل مصنف كتاب وسيلة المتعبدين، التي صنفها الشيخ عمر الموصلي ومثل تنقل الأنوار للبَكري الذي فيه من الكذب مالايخفَى على فطنٍ لبيبٍ، مثل قاضي عياض بن موسَى اليحصبي مع علمه وفضله وتَدَيُّنِهِ، أنكر عليه العلماء كثيراً مماذكره في شفائه من الأحاديث والتفاسير، التي أعلمونا أنها من الموضوعات والمناكير، وإذا كان

---

(۱) احمد بن محمد بن ابراہیم، ثعلبی، اہل نیشاپور میں سے تھے۔ مفسر تھے۔ ۴۲۷ھ=۱۰۳۵ء کو وفات پائی۔
[طبقات المفسرین، داؤودی ۱:۶۶-۶۷، الاعلام ۱:۲۱۲]

(۲) علی بن احمد بن محمد بن علی، واحدی نیشاپوری شافعی، نیشاپور میں پیدا ہوئے اور وہیں ۴۶۸ھ=۱۰۷۶ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۸:۳۳۹، الاعلام ۴:۲۵۵]

(۳) حسین بن مسعود بن محمد فراء [یا ابن الفراء] ابو محمد، محیی السنۃ، فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ خراسان کے ایک گاؤں ''بغا'' کی طرف نسبت ہے جو مرو اور ہراۃ کے مابین واقع ہے۔ ۴۳۶ھ=۱۰۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ شافعی المسلک ہیں۔ ۵۱۰ھ=۱۱۱۷ء کو مرو الروذ میں فوت ہوئے۔ [وفیات الاعیان ۲:۱۳۶، الاعلام ۲:۲۵۹]

تفسيرالثعلبي وصاحبه الواحدي و نحوهما فيها من الغريب الموضوع في الفضائل والتفسيرمالايجوزالإعتماد على مجرد عزوه إليها فكيف بغيرها؟ كتفسير أبي القاسم القشيري، وتفسير أبي الليث السمرقندي وتفسيرأبي عبدالرحمن السُّلَّمي.

[الشریعۃ للآجری:۴۲۳[حاشیہ]

''کچھ مصنفین کا کثرت سے موضوع روایات جمع کرنے کی عادت ہے، جیسا کہ وسیلۃ المتعبدین کے مصنف عمر موصلی اور تنقل الانوار کے مصنف بکری ہیں، ان کتابوں میں جتنا کچھ جھوٹ ہے، وہ کسی دانش مند سے مخفی نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے بھی علم وفضل اور دین داری کے باوجود الشفاء میں بہت سی ایسی احادیث ذکر کی ہیں، جن کی صحت سے علماء نے انکار کیا ہے، ان کے علاوہ اُن تفاسیر میں بھی منکر اور موضوع روایات ہیں جن کے بارے میں ہم نے بتایا ہے، اسی طرح ثعلبی، واحدی، قُشیری (۱) ابواللیث سمرقندی (۲) اور ابوعبدالرحمٰن سُلَّمي (۳) کی تفاسیر میں تفسیر و فضائل کے سلسلے میں عجیب وغریب، نا قابل اعتماد اور موضوع روایات موجود ہیں، اس لیے ان پر تحقیق کیے بغیر اندھا دھند اعتماد جائز نہیں۔''

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: قد تَوَسَّعَ المؤرخون في ذكرالأحاديثِ الباطلةِ في فضائل البلدان و لا سيما بلدانهم فإنهم يتساهلون في ذلك غاية التَّساهُل ، و يذكرون الموضوع ولا يُنَبِّهُون عليه ، كما فعل الديبع في تاريخه الذي سماه قرة العيون

---

(۱) عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ نیسا بوری قشیری، بنوقشیر بن کعب سے تعلق کی وجہ سے قشیری کہلائے اپنے زمانے میں خراسان کے شیخ تھے۔ ۳۷۶ھ = ۹۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ نیسا بور میں رہائش تھی اور وہیں ۴۶۵ھ =۱۰۷۲ء کو فوت ہوئے۔ سلطان الب ارسلان اُن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

[وفیات الاعیان ۳: ۲۰۵، الاعلام ۴: ۵۷]

(۲) نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم سمرقندی، ابواللیث، امام الہدیٰ کے لقب سے مشہور تھے۔ علامہ، حنفی فقیہ، زاہد اور صوفی تھے۔ ۳۷۳ھ = ۹۸۳ء کو فوت ہوئے۔ [الجواہر المضیۃ: ۴۱۵، ترجمہ: ۱۶۹۰، الاعلام ۸: ۲۷]

(۳) محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ ازدی سلمی نیسا بوری ابوعبدالرحمٰن، ۳۲۵ھ = ۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ شیخ الصوفیہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ صوفیاء کے لیے احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ سو کے لگ بھگ اُن کی کتابیں ہیں۔ ۴۱۲ھ = ۱۰۲۱ء کو فوت ہوئے۔ محدثین نے اُن کے بارے میں کلام کیا ہے۔ روایتِ حدیث کے سلسلہ میں کھرے نہیں تھے۔ [تاریخ بغداد ۲: ۲۴۸، ترجمہ: ۷۱۷، میزان الاعتدال ۳: ۵۲۳، ترجمہ: ۷۴۱۹، الاعلام ۶: ۹۹]

بأخبار اليمن الميمون ' وتاريخه الآخر الذي سماه : بغية المستفيد بأخبار مدينة زبيد مع كونه من أهل الحديث و ممن لا يخفى عليه بطلان ذلك ' فليحذر المُتَدَيِّنُ من إعتقاد شيئٍ منها أو رِوايته' فإن الكذب في هذا قد كَثُرَ و جاوزَ الحدَّ' و سببه ما جُبلت القلوب من حُب الأوطان و الشغف بالمنشأ.

[الفوائد المجموعة: ۴۳۶-۴۳۷]

''مؤرخین نے شہروں کی فضیلت میں باطل احادیث کے ذکر کرنے میں بہت توسع سے کام لیا ہے خاص طور پر اپنے شہروں کے متعلق بڑے ہی تساہل سے کام لیتے ہیں' وہ اسی بارے میں موضوع احادیث ذکر کرتے ہیں اور اس پر تنبیہ بھی نہیں کرتے جیسا کہ دیبع (۱) نے اپنی تاریخ قرۃ العیون اور بغیۃ المستفید (۲) میں کیا ہے۔ باوجود یہ کہ اہل حدیث اور ان باخبر علماء میں سے تھے جن سے ان روایات کا بطلان مخفی نہیں ہوتا' اس لیے ہر دین دار شخص کو ایسی باتوں کی روایت اور اعتقاد سے بچنا چاہیئے کیونکہ اس میں جھوٹ بہت زیادہ اور حد سے متجاوز ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ وطن کی محبت ایک فطری اور جبِلّی امر ہے۔''

[۷]

ابو معصب الزہری (۳) امام مالک سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لا تُحمَلُ العلمُ عن أهل البِدَعِ كلهم ' و لا تُحمل العلم عمن لم يعرف بالطَّلب و مجالسة أهل

---

(۱) عبدالرحمٰن بن علی بن محمد شیبانی زبیدی شافعی' وجیہ الدین المعروف بابن الدیبع۔ یمن میں ۸۶۶ھ=۱۴۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ مؤرخ و محدث تھے۔ زَبِید [یمن] سے تعلق تھا۔ اُن کے والد ہند میں فوت ہو چکے تھے۔ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔ سوڈانی زبان میں الدیبع کے معنی سفید کے ہیں یہ اُن کے جد اعلیٰ کا لقب تھا یمن میں ۹۴۴ھ=۱۵۳۷ء کو فوت ہوئے۔ [البدر الطالع ۱: ۳۳۵' الاعلام ۳: ۳۱۸]

(۲) اُن کی کتاب: قرة العيون في أخبار اليمن الميمون امام خزرجی کی کتاب العسجد المسبوك کا اختصار ہے اور بغية المستفيد في أخبار مدينة زبيد اُن کی اپنی مستقل تصنیف ہے۔

(۳) احمد بن ابی بکر قاسم بن حارث بن زُرارۃ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری المدنی' فقیہ اور مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ۱۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔ امام مالک کے ہمہ وقت شاگرد رہے ہیں۔ علم فقہ اُن سے حاصل کیا اور اُن سے الموطأ سنی۔ ۱۲ رمضان ۲۴۲ھ کو فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۴۳۶' ترجمہ: ۱۰۰]

العلم، ولاتحمل العلم عمن يكذب في حديث النبي ﷺ ولا عن من يكذب في حديث الناس. [لسان المیزان ۱:۱۲]

''جملہ مبتدعین سے علم حاصل نہ کیا جائے، ایسے لوگوں سے بھی علم حاصل نہ کیا جائے جن کا طلب علم اور اہل علم کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا معلوم نہ ہو، جو لوگ نبی ﷺ کی حدیث میں جھوٹ بولتے ہیں یا لوگوں کو جھوٹ بولتے ہیں تو وہ بھی قطعاً اس کے اہل اور مستحق نہیں کہ ان سے روایت لی جائے۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: ومِنَ الطبيعي أن يحذرعبد الله بن مبارك من كتابة الحديث، أو سماعه عن غَلَّاطٍ لا يرجع وكذابٍ، وصاحب بدعةٍ، وهوىً يدعو إلى بدعته، ورجلٍ لايحفظ فيحدث من حفظه.

[الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۴۳، لسان المیزان ۱:۱۳]

''عبداللہ بن مبارَک (۱) کا یہ ارشاد ایک فطری امر ہے کہ ایک کثیر الغلط، جھوٹے اور بدعتی کی روایت نہ لی جائے اور ایسے شخص کی جو حافظہ کے نہ ہونے کے باوصف زبانی حدیثیں روایت کرتا ہو۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: إن البدعة على ضربين: فبدعةٌ صُغرَى كغلو التشيع، أو كالتشيع بلاغلو ولا تَحَرُّفٍ، فهذا كثيرفي التابعين وتابعهيم مع الدين والورع والصدق، فلو رُدَّ حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثارالنبوية وهذه مفسدة بيّنَةٌ، ثم بدعةٌ كُبرى كالرفض الكامل والغلوفيه والحطِّ على أبي بكروعمر رضي الله عنهما والدعاء إلى ذلك فهذاالنوع لايحتج بهم ولا كرامة. [میزان الاعتدال ۱:۵-۶]

''بدعت کی دو قسمیں ہیں: چھوٹی بدعت، مثلاً تشیع میں غلو یا بغیر غلو اور بغیر انحراف کے تشیع، یہ بدعتِ صغریٰ تابعین اور تبع تابعین میں بکثرت موجود ہے مگر دین داری، پرہیز گاری اور سچ کے

---

(۱) عبداللہ بن مبارَک بن واضح حنظلی، تمیمی، مروزی، ابوعبدالرحمٰن، خراسان سے تعلق تھا۔ ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ دریائے فرات کے ساحلی گاؤں ہیت میں ۱۸۱ھ = ۷۹۷ء کو وفات پائی۔ حافظ حدیث، شیخ الاسلام اور تاجر و مجاہد تھے۔ علم حدیث، فقہ، عربیت، تاریخ اور شجاعت وسخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔

[وفیات الاعیان ۳:۳۲، تاریخ بغداد ۱۰:۱۵۲، تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۷۴، الاعلام ۴:۱۱۵]

ساتھ‘ پس اگر ایسے راویوں کی روایات چھوڑ دی جائیں تو بہت سی احادیثِ نبویہ سے ہاتھ دھونے پڑیں گے جو بہت بڑی تباہی ہے۔ دوسری بڑی بدعت مثلاً رفض کامل اور رِفض میں غلو اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں گستاخی‘ اس قسم کے راویوں کی روایات قابلِ احتجاج نہیں اور ہمارے ہاں ایسے راویوں کی کوئی عزت وتوقیر بھی نہیں ہے۔‘‘

آگے لکھتے ہیں: وأيضاً فما أستحضر الآن في هذا الضرب رجلاً صادقاً ولا مأموناً‘ بل الكذب شِعارهم ‘ و التقية والنفاق دثارهم ‘ فكيف يُقبل نقل من هذا حاله؟ حاشا وكلاَّ فالشيعي الغالي في زمان السلف وعرفهم : هو مَن تَكَلَّمَ في عثمان و الزبير وطلحة ومعاوية و طائفة ممن حارب عليًّا وتَعَرَّضَ لِسَبِّهم ‘ والغالي في زماننا وعُرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة‘ ويتبرأ من الشيخين أيضاً ‘ فهذا ضالٌّ معثرٌ. [میزان الاعتدال ۱:۶]

’’دورِ حاضر میں مجھے کوئی ایسا رافضی معلوم نہیں جو سچا ہو اور جھوٹ سے محفوظ ہو بلکہ متاخرین شیعہ میں رفض آ چکا ہے اور جھوٹ ان کا اوڑھنا اور تقیہ اور نفاق ان کا بچھونا ہے‘ پس جن کی یہ حالت ہو‘ ان کی روایت کس طرح قبول کی جائے گی‘ ان کی روایت قطعاً قبول نہیں کی جائے گی۔ سلف کے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہوا کرتا تھا جو سیدنا عثمان‘ سیدنا زبیر‘ سیدنا طلحہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم اور اُن صحابہ کو تنقید کا نشانہ بناتے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں لڑے تھے اور ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے اور سیدنا صدیق اور سیدنا فاروق رضی اللہ عنہما سے براءت کا اظہار کرتے ہیں‘ یہی فرقہ گم راہ اور فتنہ پرداز ہے۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی ’’ابان بن تغلب‘‘ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: وأما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض فلا تُقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة.

[تہذیب التہذیب ۱:۸۲]

’’متاخرین کے نزدیک تشیع تو رِفضِ محض کا نام ہے اس لیے کسی غالی رافضی کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔‘‘

[۸]

ائمہ حدیث ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں سے احادیث کو نقل کیا کرتے تھے اور جب ان سے راویوں کے متعلق پوچھا جاتا تو کسی رِعایت کے بغیر بلا کم و کاست راویوں کی دینی حالت' وثاقت اور ضعف نہایت دیانت داری سے بیان کرتے' اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

امام علی ابن المدینی (۱) سے ان کے والد عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی کی وَثاقت کے متعلق پوچھا گیا' تو انہوں نے جواب میں فرمایا اسی سلسلے میں کسی اور سے پوچھیے گا۔ پوچھنے والوں نے کہا ہم آپ سے ہی سننا چاہتے ہیں' آپ تھوڑی دیر سر جھکائے رکھے' پھر فرمایا:

هٰذَا هُوَ الدِّيْنُ' أَبِيْ ضَعِيْفٌ. [المجروحین ۱:۵۰۷' ترجمہ:۵۳۳]

''یہ تو دین کا معاملہ ہے۔ میرا باپ ضعیف ہے۔''

امام مالک بن انس نے عبدالکریم ابو امیہ بصری سے روایتیں لیں' حالانکہ ان کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں: وہ متروک سا ہے' اس لیے میں نے اس کی روایات کو بیان کرنا چھوڑ دیا ہے۔ امام نسائی اور امام دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں' یہ شخص خوش نویسوں کا اتالیق تھا اور اس کی ظاہری ہیئت و حالت کچھ اچھی سی تھی' اس لیے بہت سے لوگ اس کے بارے میں خطا کے شکار ہو گئے' پھر یہ ان کے شہر کا رہائشی بھی نہیں تھا' اس لیے پوری طرح اسے پہچان نہ سکے۔ [میزان الاعتدال ۲:۶۴۶]

امام محمد بن ادریس شافعی (۲) نے ابراہیم ابن محمد بن ابی یحیٰی اسلمی ــ جو جھوٹا' منکرِ تقدیر اور رافضی تھا۔

---

(۱) علی بن عبداللہ بن جعفر سعدی ابن المدینی البصری' محدث و مؤرخ تھے۔ بصرہ میں ۱۶۱ھ = ۷۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے حافظ حدیث تھے۔ لگ بھگ دو سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ علم اختلاف حدیث میں امام احمد بن محمد بن حنبل کے پائے کے عالم تھے۔ ۲۳۴ھ = ۸۴۹ء کو سامراء میں وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۱۱:۴۵۸' تذکرۃ الحفاظ ۲:۴۲۸' الاعلام ۴:۳۰۳]

(۲) محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہاشمی' قُرَشی' ابوعبداللہ' ۱۵۰ھ = ۷۶۷ء کو غزہ [فلسطین] میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں مکہ معظّمہ لائے گئے۔ دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ کو مصر تشریف لے گئے اور اپنی وفات ۲۰۴ھ = ۸۲۰ء تک وہیں رہے۔ آپ شعر' لغت' ایام عرب' فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نہایت ذکی فطین' ذہین اور حاضر جواب تھے۔ پہلا فتویٰ بیس سال کی عمر میں دیا تھا۔ رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱:۳۶۱' الاعلام ۶:۲۶]

کامل ابن عدی ۱: ۳۵۳— اور ابو داؤد سلیمان بن عمر نخعی — جس کے بارے میں محدثین کا اجماع ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ کامل ابن عدی ۴: ۲۲۸— اور دیگر مجروحین سے حدیثیں روایت کر کے بیان کیں۔

اسی طرح امام ابوحنیفہ (۱) نے جابر بن یزید جعفی — جو جھوٹا تھا' اور اس کا عقیدہ تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ قیامت سے پہلے دوبارہ دنیا کو واپس تشریف لائیں گے۔ کامل ابن عدی ۲: ۳۲۹— اور ابو العطوف جراح بن منہال جزری — جو کثیر الحدیث راوی نہیں اور اس کی روایات کا ضعف ظاہر و باہر ہے۔ کامل ابن عدی ۲: ۴۰۸— وغیرہ مجروحین سے روایتیں لیں۔

پھر قاضی ابو یوسف (۲) اور امام محمد بن حسن شیبانی (۳) دونوں نے حسن بن عمارۃ — جس کے ضعیف ہونے پر تقریباً سب محدثین کا اجماع ہے۔ تاریخ بغداد ۷: ۳۴۵' تہذیب التہذیب ۲: ۲۶۳— اور عبداللہ بن محرر — جو متروک الحدیث تھا۔ کامل ابن عدی ۵: ۲۱۳— وغیرہ مجروحین سے روایتیں لیں' اسی طرح ائمہ

---

(۱) نعمان بن ثابت' تیمی' کوفہ میں ۸۰ھ = ۶۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش ہوئی۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ صغار صحابہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو اُن کی زیارت و دید کا شرف حاصل کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی سے آپ کی روایت ثابت نہیں ہے۔ ۱۵۰ھ = ۷۶۷ء کو وفات پائی۔
[سیر اعلام النبلاء ۶: ۳۹۰' الاعلام ۸: ۳۶]

(۲) یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری الکوفی البغدادی' ابو یوسف۔ امام ابوحنیفہؒ کے سب سے قریبی ساتھی ہیں۔ کوفہ میں ۱۱۳ھ = ۷۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ فقیہ' علامہ اور حافظ حدیث تھے۔ مہدی' ہادی اور ہارون الرشید کے عہد میں قاضی اور چیف جسٹس رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق سب سے پہلے اصولِ فقہ کی تدوین کی۔ تفسیر' مغازی اور ایامِ عرب کے بلا مدافعت امام ہیں۔ ۱۸۲ھ = ۷۹۸ء کو وفات پائی۔
[تاریخ بغداد ۱۴: ۲۴۲' الاعلام ۸: ۱۹۳]

(۳) محمد بن حسن بن فرقد — فرقد بنو شیبان کے موالی میں سے تھے — ابو عبداللہ' فقہ اور اصول کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم کو آپ نے پھیلایا اُن کی اصل غوطة دمشق کے گاؤں حرستة سے تھا۔ ۱۳۱ھ = ۷۴۸ء کو واسط میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں پلے بڑھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے قریبی ساتھی رہے ہیں' اُن سے حصول علم کے بعد بغداد تشریف لے گئے' وہاں ہارون الرشید نے اُنہیں قضاء کی ذمہ داری سونپ دی' پھر اُنہیں معزول کیا اور جب خراسان جانے کے لیے نکل پڑے تو اُنہیں اپنے ساتھ لے لیا اور اسی سفر کے دوران ۱۸۹ھ = ۸۰۴ء کو آپ نے رے میں وفات پائی۔ [الفوائد البہیة: ۲۶۸' ترجمہ: ۳۴۳' الاعلام ۶: ۸۰]

مسلمین قرناً بعد قرنٍ اور عصراً بعد عصرٍ کرتے چلے آئے' اس طرزِ عمل کے بارے میں امام حاکم (۱) فرماتے ہیں: للأئمة في ذلك غرضٌ ظاهرٌ' وهو أن يعرفوا الحديث من أين مخرجه و المنفرد به عدلٌ أو مجروح. [المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل:٦٩]

''ائمہ کا مقصد اس بارے میں ظاہر ہے وہ یہ معلوم کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ یہ حدیث کہاں سے آئی اور جو شخص اس کو روایت کرنے میں منفرد ہے وہ عادل ہے یا مجروح۔''

امام یحیٰی بن معین (۲) فرماتے ہیں: لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجهاً ما عقلناه.

[المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۷۰' تہذیب التہذیب ۱۱: ۲۴۸]

''اگر ہم حدیث کو تیس طریقوں سے نہ لکھیں تو ہم اس [کی صحت اور عدم صحت] کو نہ جانیں۔''

انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا: وأيُّ صاحب حديثٍ لم يكتب عن كذابٍ ألفَ حديث؟

[مقدمۃ التاریخ یحیٰی بن معین ۱: ۷۵' تاریخ بغداد ۱: ۴۳]

''وہ کون محدث ہے جس نے ایک ایک کذاب سے ہزار ہزار جھوٹی حدیثیں نہ لکھی ہوں؟''

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: إذا كَتَبْتَ فقَمِّشْ وَإذَا حَدَّثْتَ فَفَتِّشْ. [تاریخ بغداد ۱: ۴۳]

''لکھتے وقت ہر گری پڑی روایت لکھتے رہو لیکن جس وقت حدیث بیان کرنے بیٹھو تو تفتیش اور تحقیق کے بعد کھری حدیثیں بیان کیا کرو۔''

---

(۱) محمد بن عبداللہ بن حمدَویہ بن نعیم' ابوعبداللہ' حاکم نیشاپوری' نیشاپور میں ۳۲۱ھ = ۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ ۳۴۱ھ کو عراق گئے اور اسی سال فریضہ حج ادا کیا۔ ۳۵۹ھ کو نیشاپور کے قاضی مقرر ہوئے اور اسی وجہ سے حاکم لقب پڑ گیا' ان کی اکثر تصانیف حدیث اور علومِ حدیث سے متعلق ہیں۔ نیشاپور ہی میں ۴۰۵ھ = ۱۰۱۴ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۵: ۴۷۳' الاعلام ٦: ۲۲۷]

(۲) یحیٰی بن مَعین [بفتح الميم] بن عون بن زیاد' ابوزکریا' سیدالحفاظ' ناقد' مؤرخ اور بہت بڑے محدث ہیں۔ جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ اصلاً سرخس سے تعلق تھا۔ انبار کے قریب ۱۵۸ھ = ۷۷۵ء کو نقیا نامی گاؤں میں پیدا ہوئے' اُن کے والد محکمہ خراج میں عامل تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۳ھ = ۸۴۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے ہاتھوں سے لاکھوں احادیث لکھی ہیں۔

[تاریخ بغداد ۱۴: ۱۷۷' تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۲۹' الاعلام ۸: ۱۷۲]

امام ابوبکر اثرم(۱) کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امام یحییٰ بن معین کو صنعاء میں دیکھا کہ ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھے صحیفہ معمر کی نقل میں مشغول ہیں جو بروایت ابان سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی تھا اس اثناء میں جب کوئی شخص ادھر آنکلتا تو یہ اسے چھپا دیتے۔ امام احمد نے ان سے کہا: تعجب ہے یہ امر جاننے کے باوجود کہ یہ صحیفہ بروایتِ ابان عن انس رضی اللہ عنہ سرتاپا جعلی اور موضوع ہے پھر بھی آپ اس کو نقل کرنے میں مصروف ہیں؟ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابوعبداللہ! اللہ آپ پر رحم کرے، میں اس کو اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اسے اول تا آخر زبانی حفظ کرلوں جب کہ مجھے اس کے موضوع اور جعلی ہونے کا علم ہے تاکہ بعد میں کوئی شخص آکر ابان کو بدل کر ثابت کا نام نہ لے۔

[المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل:۷۰-۷۱، تہذیب الکمال ۳۱:۵۵۷]

امام یحییٰ بن مَعین ہی کا قول ہے: كَتَبْنَا عَنِ الْكَذَّابِيْنَ وَسَجَرْنَا بِهِ التَّنُّوْرَ وَأَخْرَجْنَا بِهِ خُبْزاً نَّضِيْجاً. [المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل:۷۲، تاریخ بغداد ۱۴:۱۸۴]

''ہم نے جھوٹوں سے روایتیں لکھیں، جن سے تنور کو گرم کیا اور پکی پکائی روٹی نکالی۔''

امام ابویوسفؒ سے پوچھا گیا: لِمَ حَفِظْتَ الأَحَادِيْثَ الْمَوْضُوْعَةَ؟ قَالَ: لأَعْرِفَهَا.

[مناقب الامام الاعظم للکردی ۱:۵۷]

''آپ نے موضوع اور جعلی روایات کو زبانی حفظ کیوں کیا' تو انہوں نے فرمایا صرف اس لیے کہ مجھے ان کے موضوع ہونے کا علم ہو جائے۔''

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے حافظ طبرانی(۲) کے ترجمہ کے تحت لکھا ہے کہ صرف اُن کی کتابوں میں کمزور روایات موجود نہیں: بل أكثرالمحدثين في الأعصارالماضية من سَنَةِ مائتينِ و هلمَّ جراًإذا ساقو االحديث بإسناده اعتقدو اأنهم برءُ وا من عهدته، **واللہ أعلم.**

---

(۱) احمد بن محمد بن ہانئ الطائی الاسکافی، ابوبکر الاثرم، حافظ حدیث تھے۔ امام احمد کے شاگرد رہے ہیں۔ ۲۶۱ھ = ۸۷۵ء کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۵:۱۱۰، ترجمہ: ۲۵۲۰، الاعلام ۱:۲۰۵]

(۲) سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، شامی، ابوالقاسم، بہت بڑے محدث تھے۔ طبریۃ الشام سے تعلق کے باعث طبرانی کہلاتے ہیں۔ ۲۶۰ھ = ۸۷۳ء کو عکا میں پیدا ہوئے۔ حجاز مقدس، یمن، مصر، عراق، فارس اور جزیرہ کے سفر کیے۔ ۳۶۰ھ = ۹۷۱ء کو اصبہان میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۲:۴۰۷، الاعلام ۳:۱۲۱]

[لسان المیزان ۳:۷۵، ترجمہ: ۲۷۵]

''بلکہ گزشتہ دوسو ہجری سے لے کر بعد کے زمانے تک کے محدثین یہ سمجھتے ہیں کہ جب اُنہوں نے باسند روایت بیان کی تو وہ اس کی مسئولیت سے بری الذمہ ہو گئے ہیں۔ واللہ أعلم۔''

[۹]

یہ عبارت زبان زدِ عام وخاص ہے کہ:

يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِالْحَدِيْثِ الضَّعِيْفِ فِي فَضَائِلِ الأَعْمَالِ.

''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔''

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ روایتِ حدیث میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں اور اُن روایات کو بھی بیان کرنے لگتے ہیں جو اُن کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہوتیں، اسی طرح دین اسلام میں اکثر ایسی تعلیمات، عقائد اور اعمال کا عمل دخل شروع ہو جاتا ہے جن کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتی۔

یہ عبارت اگر چہ زبان زدِ عوام وخواص ہے لیکن اس کی اصلیت اور حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ تین ائمہ کبار: امام سفیان ثوری (۱) امام عبدالرحمٰن بن مہدی (۲) اور امام احمد بن محمد بن حنبل کی طرف منسوب عبارت کا چربہ اور اس کی صدائے بازگشت ہے اور بس۔

امام سفیان ثوری کی طرف منسوب کر کے بیان کیا گیا ہے: لاتأخذوا هذا العلم في الحلال والحرام إلَّا من الرؤساء المشهورين بالعلم الذين يعرفون الزيادة والنقصان، فلا بأس بما سوى ذلك من المشائخ. [المحدث الفاصل بين الراوي والواعي: ۴۰۶، الکفایة

---

(۱) سفیان بن سعید بن مسروق ثوری، ابو عبداللہ، کوفہ میں ۹۷ھ = ۷۱۶ء کو پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے۔ بصرہ میں ۱۶۱ھ = ۷۷۸ء کو وفات پائی۔ مضر کے مشہور قبیلہ عبد مناۃ کی شاخ بنی ثور سے تعلق تھا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ علوم دینیہ اور تقویٰ میں بے مثال تھے۔ منصور نے انہیں قضاء کا عہدہ پیش کیا تھا مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ [وفیات الاعیان ۲:۳۸۶، تاریخ بغداد ۹:۱۵۱، تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۰۳، الاعلام ۳:۱۰۴]

(۲) عبدالرحمٰن بن مہدی بن حسان عنبری لؤلؤی ابو سعید۔ حافظ حدیث تھے۔ بصرہ میں ۱۳۵ھ = ۷۵۲ء کو پیدا ہوئے اور وہیں ۱۹۸ھ = ۸۱۴ء کو وفات پائی۔ بغداد جا کر درس دیا کرتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: بے مثل و بے نظیر محدث تھے۔ [تاریخ بغداد ۱۰: ۲۴۰ - ۲۴۸، الاعلام ۳: ۳۳۹]

فی علم الروایۃ، باب التشدد فی احادیث الاحکام: ۱۳۴، واللفظ لہ]

''حلال وحرام سے متعلق احادیث علم حدیث کے مشہور ومعروف ایسے علماء سے حاصل کرنا چاہیئے جو روایت میں کمی اور اضافہ سے باخبر ہوں، اور دیگر روایات جن راویوں سے بھی لیے جائیں، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی طرف منسوب کر کے کہا گیا ہے: إذا روينا عن النبي ﷺ في الحلال والحرام والأحكامِ شَدَدنا في الأسانيد، وانتقدنا الرجال، وإذا روينا في الفضائل والثواب والعقاب والمباحات والدعوات تَسَاهَلنا في الأسانيد.

[المستدرک ا: ۴۹۰، واللفظ لہ، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۲۹۰]

''ہم جب حلال وحرام، اور احکام سے متعلق احادیث نبویہ نقل کرتے ہیں تو اُس میں سختی اور تشدد سے کام لیتے ہیں اور جب ثواب، عقاب، مباحات اور ادعیہ میں کوئی حدیث نقل کرتے ہیں تو سہل انگاری برتتے ہیں۔''

اور امام احمد کی طرف منسوب کر کے کہا جاتا ہے کہ: إذا روينا في الحلال والحرام والسنن والأحكام تشَدَّدنا في الأسانيد، وإذا روينا عن النبي ﷺ في الفضائل وما لا يضع حكماً ولا يرفعه تَسَاهَلنا في الأسانيد. [الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۳۳]

''جب ہم حلال وحرام اور سنن واحکام کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو اس کی سند میں تشدد سے کام لیتے ہیں اور جب فضائل وغیرہ میں کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو اس میں سہل انگاری برتتے ہیں۔''

اس بارے میں دو باتیں پیش خدمت ہیں:

پہلی بات یہ کہ:

- امام سفیان ثوری کی طرف منسوب قول کو رَوَّاد بن جراح ابو عصام عسقلانی نے نقل کیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: أصله من خراسان، صدوق، اختلط بآخرة فتُرِكَ، وفي حديثه عن سفيان ضعف شديد. [تقریب التہذیب: ۲۴۶، ترجمہ: ۱۹۵۸]

''خراسانی الاصل اور صدوق تھے مگر مختلط ہو جانے کی وجہ سے متروک ہیں اور اُن کی وہ روایات بالخصوص شدید ضعیف ہیں جو انہوں نے سفیان ثوری کی سند سے نقل کئے ہیں۔''

– امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی طرف منسوب قول کی اِسناد صحیح ہے، لیکن اس کے ساتھ اُن کی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے :احفظ عني:الناس ثلاثة:رجلٌ حافظٌ مُتقنٌ،فهذا لا يُختلف فيه،وآخريَهِمُ،والغالبُ على حديثه الصحةُ،فهذالا يُترك حديثه،لو تُرِكَ حديثُ مثل هذالذهب حديث الناس،وآخريَهِمُ،والغالبُ على حديثه الوَهُمُ،فهذايُترك حديثه

[الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۲۹۰]

''میری بات یاد رکھیئے، لوگوں کی تین قسمیں ہیں، حافظ اور متقن شخص، اُس کی روایت کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرا وہ شخص جس کی اکثر روایات صحیح ہوتی ہیں مگر کبھی کبھار وہم کا شکار ہو جاتا ہے، ایسے شخص کی روایت بھی چھوڑ دینے کے لائق نہیں، اگر ایسے اشخاص کی روایات کو ترک کر دیا جائے تو احادیث کا معتد بہ حصہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ تیسرا ایسا شخص ہے جس کی احادیث پر وہم غالب آ چکا ہے، تو اُس کے روایت ترک کر دی جائے گی۔''

–امام احمد کی طرف منسوب قول کی سند اِس طرح ہے: ابوالعباس احمد بن محمد بن ازہر سجزی، از ابوعبداللہ نوفلی، از امام احمد۔

ابوالعباس سجزی کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: حفظِ حدیث کا مدعی تھا مگر جب بھی کوئی روایت بیان کرتا وہ منکر ہوتا۔ [المجروحین ۱: ۱۸۰، ترجمہ: ۹۳]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: امام اور حافظ ہونے کے باوصف شدید ضعیف تھے۔

[سیر أعلام النبلاء ۱۴: ۲۹۶، ترجمہ: ۱۹۲، میزان الاعتدال ۱: ۱۳۰-۱۳۲، ترجمہ: ۵۳۰]

ابوعبداللہ نوفلی کا نام احمد بن خلیل قومسی ہے، جو کذاب تھا۔ [الجرح والتعدیل ۲: ۵۰، ترجمہ: ۴۹]

حافظ ابوزرعۃ رازی (۱) بھی اسے کذاب ہی کہتے ہیں۔

[اجوبۃ ابی زرعۃ الرازی علی اسئلۃ البرذعی ۲: ۷۳۲-۷۳۵]

---

(۱) عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ المخزومی، ابوزرعۃ الرازی، امام اور حافظ حدیث تھے۔ رے سے تعلق تھا۔ ۲۰۰ھ = ۸۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ بغداد چلے گئے جہاں حدیث کے درس دیے۔ امام احمد کے پاس رہے ہیں۔ سو ہزار کے لگ بھگ احادیث ازبر تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جس حدیث کو ابوزرعۃ نہ جانے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ۲۶۴ھ = ۸۷۸ء کو رے میں وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۰: ۳۲۶، ترجمہ: ۵۴۶۹، الاعلام ۴: ۱۹۴]

پس امام احمد کی طرف منسوب اس قول کی سند بھی شدید کمزور اور نا قابل استدلال ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کی جانب منسوب اس عبارت کا مطلب صحیح طور سے نہیں سمجھا گیا انہوں نے جس تشدد کا ذکر کیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم فضائلِ اعمال میں احادیث ضعیفہ سے استدلال کریں۔ واقعہ یہ تھا کہ محدثین حلال وحرام سے متعلق مسائل میں بر بنائے احتیاط سختی برتنے کے خوگر تھے اور اس معاملہ میں صرف ان احادیث سے استدلال کرتے تھے جو صحت کے اعلی مرتبہ اور درجہ پر فائز ہوتیں اور جن کو بالاتفاق صحیح قرار دیا جاتا تھا' اس کے برخلاف جب حلال وحرام کے علاوہ فضائل اعمال کے بارے میں روایت کرنا مقصود ہوتا تو تشدد کی ضرورت نہ سمجھتے اور احادیث میں اعلی درجہ کی شرائط عائد کیے بغیر اُن روایات سے بھی استدلال کرتے جو صحیح کے اعلی درجہ سے فروتر ہوتیں' جن کو بعد میں حسن کہا جانے لگا' جو اُس دور میں اس نام سے معروف نہ تھیں۔حسن کو متقدمین کے عصر میں حدیثِ ضعیف ہی کی ایک قسم قرار دیا جاتا تھا' اگرچہ خود ان کے نزدیک بھی اس کا درجہ ان ضعف احادیث کے مقابلہ میں بڑھ کر تھا جن کو آگے چل کر ضعیف اصطلاحی قرار دیا گیا۔
[الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث:۷۶]

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: لكن كان في عرف أحمد بن حنبل ومن قبله من العلماء أن الحديث ينقسم إلى نوعين: صحيح وضعيف' والضعيف عندهم ينقسم إلى ضعيف متروك لايحتج به' وإلى ضعيف حسن' كماأن ضعف الإنسان بالمرض ينقسم إلى مرض مخوف يمنع التبرع من رأس المال' و إلى ضعف خفيف لا يمنع من ذلك' و أول من عرف أنه قسَّمَ الحديث ثلاثة أقسام: صحيح وحسن وضعيف هو أبوعيسى الترمذي في جامعه' والحسن عنده ماتعددت طرقه' ولم يكن في رُواته مُتَّهَمٌ' وليس بشاذ' فهذا الحديث وأمثاله يسميه أحمد ضعيفاً 'و يحتج به. [قاعدةٌ جليلةٌ في التوسل والوسيلة:۸۳]

''امام احمد اور اُن سے پیشتر علماء کے عرف میں حدیث کی دو قسمیں تھیں: صحیح اور ضعیف' پھر ضعیف بھی دو طرح کی تھیں: متروک اور نا قابل احتجاج ضعیف' اور ایسی ضعیف جو حسن کے درجے میں ہو' اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسا کہ کوئی انسان کسی ایسی شدید بیماری میں مبتلا

ہو جائے جس کی وجہ سے اُسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا جاتا ہے اور ایسی کم تر بیماری، جس میں اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے نہیں روکا جاتا۔ سب سے امام ترمذی نے حدیث کو اقسامِ ثلاثہ: صحیح، حسن اور ضعیف میں تقسیم کیا، اُن کے نزدیک بھی حسن ایسی روایت ہے جس کی سند میں جھوٹ بولنے سے بدنام کوئی راوی نہ ہو، اور وہ روایت شاذ بھی نہ ہو، اس قسم کی حسن روایت امام احمد کی اصطلاح میں ضعیف کہلاتی ہے اور یہی اُن کے نزدیک قابل استدلال و احتجاج ہوتی ہے۔''

حافظ سخاوی، قاضی ابن العربی مالکی (۱) سے نقل کرتے ہیں:

لا يعمل به مطلقا. [القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ: ۴۹۶]

''ضعیف حدیث پر ہرگز عمل نہیں کیا جائے گا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: و لا فرق في العمل بالحديث في الأحكام أو الفضائل إذِ الكل شرعٌ. [تبيين العجب بما ورد في فضل رجب: ۷]

''احکام اور فضائل اعمال کے حدیث میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں شریعت ہی ہیں۔''

علامۃ الشام محمد جمال الدین قاسمی (۲) فرماتے ہیں: اس سلسلے میں تین مسلک ہیں، ان میں سے پہلا مسلک یہ ہے کہ:

لا يعمل به مطلقاً، لا في الأحكام و لا في الفضائل، حكاه ابن سيد الناس في عيون الأثر عن يحيى بن مَعِين، و نسبه في فتح المغيث لأبي بكر بن العربي و الظاهر أن مذهب البخاري و مسلم و ذلك أيضاً، يدل عليه شرط البخاري في صحيحه و

---

(۱) محمد بن عبداللہ بن محمد معافری اِشبیلی مالکی، ابوبکر ابن العربی۔ قاضی اور حافظ حدیث تھے۔ ۴۶۸ھ = ۱۰۷۶ء کو اِشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔ علوم کے لیے مشرق کا سفر کیا۔ ادب میں نام پیدا کیا۔ حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور ادب و تاریخ میں کتابیں لکھیں۔ اِشبیلیہ کے قاضی رہے ہیں۔ ۵۴۳ھ = ۱۱۴۸ء کو فاس میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۴: ۲۹۶، الاعلام ۶: ۲۳۰]

(۲) محمد جمال الدین بن محمد سعید بن قاسم الحلاق، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ ۱۲۸۳ھ = ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں شام کے امام تھے۔ مفسر، محدث اور ادیب تھے۔ سلفی العقیدہ تھے اور تقلید کے قطعاً قائل نہ تھے۔ ۱۳۳۲ھ = ۱۹۱۴ء کو وفات پائی۔ [الاعلام ۲: ۱۳۵]

تشنيع الإمام مسلم على رواة الضعيف كما أسلفناه و عدم إخراجهما في صحيحيهما شيئاً منه. [قواعد التحديث:۱۱۳]

''ابن سید الناس (۱) نے عیون الاثر میں یحییٰ بن مَعین کی نسبت اور سخاوی نے فتح المغیث میں ابوبکر ابن العربی کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ضعیف حدیث پر عمل کو مطلقاً جائز نہیں سمجھتے تھے اور بظاہر امام بخاری اور امام مسلم (۲) کا مذہب بھی یہی ہے۔ الجامع الصحیح میں امام بخاری کی شرط اور امام مسلم کا ضعیف راویوں پر تنقید کرنا نیز صحیحین میں ان سے کسی روایت کی تخریج نہ کرنا اس کا واضح ثبوت ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی (۳) لکھتے ہیں: أما العمل بالضعيف في فضائل الأعمال فدعوى الإتفاق فيه باطلةٌ، نعم هو مذهب الجمهور لكنه مشروط بأن لا يكون الحديث ضعيفاً شديد الضعف، فإن كان كذلك لم يقبل في فضائل الأعمال أيضاً.

[الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، بتحقيقي: ۱۵۴]

''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کا دعوی باطل ہے، ہاں جمہور کا مذہب یہی ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو، ورنہ فضائل اعمال میں بھی قابل قبول نہیں۔''

---

(۱) محمد بن محمد بن محمد بن احمد ابن سید الناس الیعمری الربعی، ابوالفتح، فتح الدین، مؤرخ، ادیب، حافظ حدیث اور بلند پایہ شاعر تھے۔ اشبیلیہ سے تعلق تھا۔ ۶۷۱ھ = ۱۲۷۳ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ۷۳۴ھ = ۱۳۳۴ء کو قاہرہ ہی میں وفات پائی۔ [فوات الوفیات ۲: ۲۸۴، الاعلام ۷: ۳۴]

(۲) مسلم بن حجاج بن مسلم، قشیری، نیشاپوری، ابوالحسین، ۲۰۴ھ = ۸۲۰ء کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ کبار ائمہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ حجاز، شام اور عراق کے سفر کیے۔ نیشاپور ہی میں ۲۶۱ھ = ۸۷۵ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۵: ۱۹۴، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۸۸، الاعلام ۷: ۲۲۱]

(۳) ابوالحسنات محمد عبدالحی بن محمد عبدالحلیم انصاری لکھنوی ہندی، اُن کا نسب سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ ۱۲۶۴ھ = ۱۸۴۸ء کو انڈیا میں پیدا ہوئے۔ غیر متعصب حنفی محقق عالم اور صاحبِ تصانیف بزرگ ہیں۔ ۱۳۰۴ھ = ۱۸۸۷ء کو فوت ہوئے۔ ۱۰۷ کتابیں یادگار چھوڑیں۔

[نزہۃ الخواطر ۸: ۲۵۰، الاعلام ۶: ۱۸۷]

حافظ ابن حجر، حافظ سخاوی، حافظ سیوطی، علامہ حصکفی حنفی (۱) اور علامہ ابن عابدین شامی (۲) لکھتے ہیں: إن شرائط العمل بالضعيف ثلاثة: **الأول**: متفق عليه، وهو أن يكون الضعف غير شديد، فيخرج مَن انفَرد من الكذابين و المتهمين بالكذب ومَنْ فَحُش غلطه. **الثاني**: أن يكون مندرجاً تحت أصلٍ عامٍ فيخرج ما يُختَرَعُ بحيث لايكون له اصلٌ أصلاً. **الثالث**: أن لا يعتقد عند العمل به ثبوته لئلا ينسب إلى النبي ﷺ مالم يقله. [تبیین العجب: ۶-۷، القول البدیع: ۴۹۶ [واللفظ له]، تدریب الراوی ۱: ۲۹۸-۲۹۹، ردالمحتار ۱: ۹۵، ظفر الامانی: ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۴، ۲۳۷، ۲۳۸، الاجوبۃ الفاضلۃ: ۴۱-۴۴، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث: ۷۶]

''ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں: اول: جو تمام محدثین کے مابین متفق علیہ ہے وہ یہ کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو لہٰذا جس حدیث میں کوئی کذاب یا مُتَّهَم بالکذب [جھوٹ بولنے سے بدنام] یا ایسا راوی منفرد ہو جو کثرت سے غلطی کا شکار ہوتا ہو تو اس کی ضعیف حدیث قابلِ عمل نہ ہوگی۔ دوم: یہ کہ وہ عام قاعدے کے تحت درج ہو اس سے وہ روایت خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل وأساس نہ ہو اور وہ محض اختراع کی گئی ہو۔ سوم: عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کرلیا جائے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، تاکہ آپ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہوجائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔''

ان شروط کے باوصف عموماً اور شرط سوم کے باوصف خصوصاً ہم ضعیف حدیث پر عمل کرنے سے بالکل بے نیاز ہیں۔ ہمارے پاس احکام شرعیہ اور فضائل میں صحیح اور حسن احادیث کی اس

---

(۱) محمد بن علی بن محمد الحصني، عرف علاء الدين الحصكفي، منسوب بہ حصن کیفاد [کیفا دقلعہ] جو جزیرۂ ابن عمر اور میافارقین کے مابین واقع ہے۔ قیاس تو یہ ہے کہ اُنہیں الحصني کہا جاتا لیکن خلاف قیاس الحصكفي کہلائے۔ ۱۰۲۵ھ = ۱۶۱۶ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ عالی ہمت، فاضل اور احناف کے مفتی تھے۔ دمشق ہی میں ۱۰۸۸ھ = ۱۶۷۷ء کو فوت ہوئے۔ [طرب الاماثل، ترجمہ: ۳۸۳، الاعلام ۶: ۲۹۴]

(۲) محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن عابدین، فقیہ دَیارِ شامیہ، اپنے زمانے میں اَحناف کے امام تھے۔ دمشق میں ۱۱۹۸ھ = ۱۷۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابن عابدین سے شہرت پائی۔ دمشق ہی میں ۱۲۵۲ھ = ۱۸۳۶ء کو فوت ہوئے۔ [الاعلام ۶: ۴۲]

قدر کثرت ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوئی حاجت وضرورت نہیں رہتی‘ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ضعیف حدیث کا ثبوت ہمارے قلب وضمیر میں ہمیشہ کھٹکتا رہے گا اور ہمیں کبھی بھی اطمینانِ قلب حاصل نہ ہو سکے گا اور اسی شک وشبہ کی وجہ سے ہم اس کو ضعیف کہتے ہیں‘ حالانکہ دینی اُمور میں یقین و اِذعان کی ضرورت ہوتی ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ جمہور کے قول کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: كذلك ماعليه العلماء من العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال ليس معناه : اثبات الإستحباب بالحديث الذي لايحتج به ' فإن الإستحباب حكمٌ شرعيٌّ فلا يثبت إلّا بدليلٍ شرعيٍ ' ومن أخبرعن الله أنه يُحِبُّ عملاً من الأعمال من غيردليلٍ شرعي فقد شرع من الدين مالم يأذن به الله ' وإنما مُرادهُم بذلك : أن يكون العمل مما قد ثبت أنه ممايحبه اللهأو ممايكرهه الله بنص أو إجماعٍ' كتلاوة القرآن والتسبيح' والدعاء' والصدقة'والحق' والإحسان إلى الناس'وكراهةالكذب'والخيانةونحو ذلك'فإذاروي حديث في فضل بعض الأعمال المستحبة وثوابها وكراهة بعض الأعمال وعقابها'فمقاديرالثواب والعقاب وأنواعه إذا روي فيهاحديث لانعلم أنه موضوع جازت روايته والعمل به بمعنى: أن النفس ترجو ذلك الثواب ' أو تخاف ذلك العقاب'كرجل يعلم أن التجارة تربح'لكن بلغه أنهاتربح ربحاً كثيراً فهذاإن صدق نَفَعَه وإن كذب لم يضره. [مجموع الفتاویٰ ۱۸:۳۱]

”جمہور کے قول کہ ”فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی لگ سکتی ہے“ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کسی نا قابلِ استدلال روایت سے کسی عمل کا مستحب ہونا ثابت کیا جائے کیونکہ کسی کام کو مستحب کہنا شرعی حکم ہے جس کا استحباب دلیلِ شرعی سے ثابت کرنا ضروری ہے‘ جو کوئی بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ بات کہے کہ فلاں عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو اس نے دین میں ایک ایسی چیز کا اضافہ کیا جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے قطعاً نہیں دی۔ سَلَف کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال جن کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی نص اور اجماع جیسے دلائل سے ثابت ہو‘ مثلاً تلاوتِ قرآن‘ تسبیح‘ دعاء‘ صدقہ‘ غلاموں کو آزاد کرانا اور لوگوں سے احسان کرنا جیسے اعمال کے فضائل

اور استحباب وثواب کے سلسلے میں کوئی ایسی ضعیف روایت بیان کی جائے جس کا موضوع ہونا معلوم نہ ہو' تو اس کو بیان کرنا جائز ہے کیونکہ منصوص اعمال کی پسندیدگی اور ناپسندیدگی اور ان پر عمل پیرا ہونا تو صحیح روایات ہی سے ثابت ہے' اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے ایک تاجر کو معلوم ہو کہ فلاں جگہ تجارت میں منافع ہو گا لیکن اسے یہ اطلاع بھی پہنچے کہ فائدہ بہت زیادہ ہو گا' اب اگر یہ اپنا سامانِ تجارت وہاں لے جائے اور وہاں سے آمدہ اطلاع درست ثابت ہو جائے تو اسے بہت زیادہ فائدہ ہو گا اور اگر وہ اطلاع غلط ثابت ہو گئی تو اسے نقصان نہیں اٹھانا پڑے گا۔''

[۱۰]

علمائے حدیث نے واضعینِ حدیث کی درجِ ذیل کئی قسمیں شمار کی ہیں۔

[۱] زِندیقوں اور بے دینوں کا فرقہ: ان کے پیشِ نظر شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا تھا چنانچہ ابن راوندی زندیق (۱) نے یہ حدیث گھڑی تھی:

---

(۱) ابن راوندی کا نام احمد بن یحییٰ بن اسحٰق راوندی تھا' یہ شخص پہلے معتزلی تھا' پھر اور بھی آگے نکل گیا۔ عالَم کو قدیم کہنے لگا اور خالق کا قائل نہیں رہا آخر میں بالکل دہریہ ہو گیا تھا۔ شریعت پر بھی اعتراض کرتا تھا' اُس نے شریعت کے رد میں کتابیں لکھی تھی جن کا متکلمین نے منہ توڑ جواب لکھا تھا۔

حافظ ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں: كنت أسمع عنه بالعظائم حتى رأيت في كتبه مالم يخطرعلى قلب أن يقوله عاقل. [المنتظم ۱۳:۱۰۸]

''میں اس کے بارے میں بڑی بڑی باتیں سنتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس کی کتابوں میں وہ باتیں دیکھ لیں جن کے متعلق کسی عقل مند آدمی کے دل میں ان باتوں کو زبان سے نکالنے کا کبھی خیال بھی نہیں گزر سکتا۔''

اور امام ابن عقیل کے حوالے سے لکھتے ہیں: وَعَجَبِي كيف عاش وقد صنف الدامغ' يزعم أنه قد دمغ به القرآن' والزمرد يزري به على النُّبُوَّات ثم لايُقتَلُ. [المنتظم ۱۳:۱۱۰]

''تعجب ہے کہ وہ زندہ کیسے رہا' اسے [حکومت وقت کے حکم سے اسلام سے باغی ہونے کی وجہ سے] قتل کیوں نہیں کیا گیا' اس نے ''دامغ'' تصنیف کی جس سے بزعمِ خویش قرآن عزیز کا معارضہ اور مقابلہ کیا اور ''زمرّدۃ'' لکھی جس سے نبوت پر عیب چینی کی۔''

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: كان يُلازم الرَّفَضَة والزَّنادِقة. [العِبَرفي خَبَرِمَن غَبَرا:۴۳۹]

''رافضیوں اور زِندیقوں کی صحبت میں رہتا تھا۔''

اَلْبَاذِنْجَانُ لِمَا أُكِلَ لَهُ. [تفسیر القرطبی ۱:۱۱۳، عجالہ نافعہ: ۷، والمثال لہ]

''بینگن جس مرض کے لیے کھایا گیا تو اس سے شفاء ہوگی۔''

اس سے اس کی غرض محض شریعت کا مذاق اڑانا اور درج ذیل حدیث پر تعریض کرنا ہے:

ماءُ زَمزَمَ لما شُرِبَ له.

[سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک [۲۵] باب الشرب من زمزم [۷۸] حدیث: ۳۰۶۲، المستدرک ۱:۴۷۳]

''آب زمزم جس ارادے سے پیا جائے تو وہ پورا ہوگا۔''

رہی بینگن کھانے کی فضیلت والی روایت تو اس سلسلے میں حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: في الحديث الموضوع، المُختلَقِ على رسول اللّٰهﷺ: الباذنجان لما أكل له، وهذا كلام ممايُستقبح نسبته إلى آحادِ العقلاء، فضلاً عن الأنبياء. [زاد المعاد ۴:۲۹۱]

''یہ روایت موضوع ہے، یہ کسی عاقل آدمی کا کلام نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اس کی نسبت انبیاء کرام کی طرف کی جائے۔''

مزید فرماتے ہیں: قبح اللّٰه واضعه، فإن هذا لوقاله يوحنس أمهر الأطباء لسَخِرَ الناسُ منه ولا أُكِل الباذنجان للحُمّى والسوداءِ الغالبة وكثيرمن الأمراض لم يزدها إلّا شدةً، ولو أكله فقيرٌ ليستغنى لم يُفده الغنى، أو جاهلٌ ليتعلم لم يُفِدهُ العلم. [المنار المنیف: ۵۱]

''اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو غارت کرے، اگر یوحنس جو بہت بڑا ماہر طبیب تھا، اسے زبان سے نکالتا تو لوگ اس کا مذاق اڑاتے، اگر بخار اور سودا جیسے امراض کے لیے بینگن کو کھایا جائے تو وہ ان بیماریوں میں مزید شدت کا باعث بنے گا، اگر کوئی مفلس اسے غنی ہونے یا کوئی جاہل اسے عالم بن جانے کے ارادہ سے کھالے تو نہ انہیں مال داری ملے گی اور نہ علم حاصل ہوگا۔''

امام زرکشی فرماتے ہیں: حَدِيْثٌ بَاطِلٌ، لا أَصلَ لَهُ، وَقَدْ لَهِجَ الْعَوَامُ بِهِ.

[التذکرة فی الاحادیث المشتهرة: ۱۰۲، حدیث: ۱۳۱]

''باطل اور بے اصل حدیث ہے، مگر عوام اس پر فریفتہ ہیں۔''

ایک اور زندیق محمد بن سعید شامی تھا جسے زندقہ کے جرم میں پھانسی دی گئی تھی، اس نے ایک روایت وضع کی ہے: أناخاتم النبيين لا نبي بعدي إلا أن يشاء اللّٰه. [تفسیر القرطبی ۱:۱۱۳]

''میں انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جسے اللہ چاہے۔''

امام جورقانی (۱) لکھتے ہیں: هذاالاستثناء موضوع باطل' لاأصل له من حديث أنس رضي الله عنه ولا من حديث حُمَيد و إنما هو من موضوعات محمد بن سعيد الشامي المصلوب في الزندقة ' و كان لعنه الله وَضَّاعًا كَذَّابًا ' فوضع هذا الإستثناء في هذا الحديث و دَعَا الناس إليه وحدثهم به ليوقع في قلوبهم الشك' و هذا الإستثناء عند المسلمين كفرٌ و الحادٌ و زَنْدَقَةٌ. [الاباطیل والمناکیر ا:۱۲۰-۱۲۱' الموضوعات ا:۲۷۹]

''اس روایت میں یہ استثناء موضوع' باطل اور بے اصل ہے' اسے نہ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور نہ حُمَید نے' بلکہ یہ محمد بن سعید شامی کا گھڑا ہوا قول ہے جسے بے دینی کے جرم میں پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے غارت کرے۔ بہت بڑا جھوٹا اور احادیث گھڑنے والا تھا' اُس نے اِس روایت میں اپنی طرف سے اسی استثناء کا اضافہ کیا اور لوگوں کو اس کی روایت کرنے لگا تاکہ ان کے قلوب واذہان میں شکوک پیدا کرے حالانکہ یہ استثناء تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر' الحاد اور بے دینی ہے۔''

امام حماد بن زید (۲) فرماتے ہیں: وَضَعَتِ الزَّنَادِقَةُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اثْنَيْ أَلْفَ حَدِيْثٍ [الضعفاء الکبیر ا:۱۴' النکت علی کتاب ابن الصّلاح ۲:۸۵۱]

''زندیقوں اور بے دینوں نے رسول اللہ ﷺ پر بارہ ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔''

محمد بن سعید مصلوب شامی کہا کرتا تھا: لابأس إذا كان كلام حسن أن يضع له إسناداً.
[الضعفاء الکبیر ۴:۷۱' کتاب الجرح والتعدیل ۷:۲۶۳' تدریب الراوی ا:۲۸۴]

''کسی اچھے کلام کے لیے سندِ [حدیث] وضع کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔''

---

(۱) حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر' ابوعبداللہ ہمدانی' جُورَقاني ' حافظ حدیث تھے' اُن کی نسبت جُورَقان کی طرف ہے' جو کردوں میں سے ایک بڑا قبیلہ ہے اور عراق و ہمدان کے مابین رہائش پذیر تھے۔ ۵۴۳ھ = ۱۱۴۸ء کو فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۲۰:۱۱۴' الاعلام ۲:۲۲۹]

جُورَقاني کے علاوہ انہیں جَوْرَقاني' جَوزقاني اور خُوزياني بھی کہا گیا ہے۔

(۲) حماد بن زید بن درہم' ازدی' جهضمي ' بصري' ابو اسماعیل' بنیادی طور پر بحستان سے تعلق تھا۔ بصرہ میں ۹۸ھ = ۷۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں عراق کے شیخ تھے۔ بینائی سے محروم تھے۔ چار ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ازرق کے نام سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ صحاح میں اُن کی روایتیں لی گئی ہیں۔ ۱۷۹ھ = ۷۹۵ء کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۷:۴۵۶' الاعلام ۲:۲۷۱]

حافظ ابن عدی (۱) لکھتے ہیں: ''ابو مقاتل سمرقندی: حفص بن سلم، حسن بصری کے قول کے لیے سند وضع کیا کرتا تھا۔'' [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۲۴۹]

یہی ابو مقاتل، عون بن ابی شداد کی سند سے وصایا لقمان کی روایت کرتا تھا تو اس کے بھتیجے نے کہا: چچا جان! حَدَّثَنَا نہ کہئے کیونکہ آپ نے یہ چیزیں کسی سے سنی نہیں، اس پر وہ کہنے لگا: یہ عمدہ کلام ہے اس لیے میں اس کے لیے سند وضع کر لیتا ہوں۔'' [شرح علل الترمذی، حافظ ابن رجب ۱: ۷۸-۷۹]

ہارون الرشید (۲) نے ایک زندیق کو پکڑوا کر اُس کی گردن اڑانے کا حکم دیا، اس پر اُس نے وجہ پوچھی، جس کے جواب میں ہارون الرشید نے کہا: أُريحُ العبادَ منك، قال: فأين أنتَ مِن ألفِ حديثٍ وضعتُها على رسول اللهﷺ، كلها ما فيها حرفٌ نطق به رسول اللهﷺ. قال: فأين أنت ياعدو الله من أبي إسحاق الفَزَارِي و عبد الله بن المبارك؟ يُنَخِّلاَنِهَا فيُخرِجانها حرفاً حرفاً. [تاریخ مدینۃ دمشق ۷: ۱۲۷، ترجمہ: ۴۹۱، تہذیب تاریخ دمشق ۲: ۲۵۷، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۷۳، ترجمہ: ۲۵۹، تہذیب التہذیب ۱: ۱۳۷، ترجمہ: ۲۴۳، الاسرار المرفوعۃ: ۸۸-۹۰]

''میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تیرے شر سے بچانے کے لیے یہ اِقدام کرتا ہوں'، وہ زندیق اس کے جواب میں بولا: ''تم اُن چار ہزار موضوع روایات کا کیا کرو گے، جو میں نے حلال وحرام سے متعلق گھڑی ہیں، اور ان میں سے ایک حرف بھی نبی ﷺ کا اِرشاد کیا ہوا نہیں ہے''؟ ہارون نے اس سے کہا: ''اللہ کے دشمن! تم امام ابو اسحاق فَزاری (۳) اور امام عبد اللہ بن مبارک جیسے علماء سے

---

(۱) عبد اللہ بن عدی بن عبد اللہ بن محمد بن مبارک بن قطان جرجانی، ابو احمد، ۲۷۷ھ = ۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ حدیث اور رجال حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ عربیت میں کچھ کمزور تھے اس لیے لحن کا شکار ہوا کرتے تھے ایک ہزار اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ ۳۶۵ھ = ۹۷۶ء کو فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۶: ۱۵۴، الاعلام ۴: ۱۰۳]

(۲) ہارون الرشید بن محمد المہدی بن المنصور العباسی، ابو جعفر، عراق میں دولتِ عباسیہ کے پانچویں خلیفہ تھے۔ ۱۴۹ھ = ۷۶۶ء کو ''رے'' میں پیدا ہوئے۔ دار الخلافہ بغداد میں پلے بڑھے۔ شجاع، کریم اور متواضع تھے۔ ۱۹۳ھ = ۸۰۹ء کو طوس کے ایک قصبہ ''سناباذ'' میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ۲۳ سال ۲ مہینے اور کچھ روز حکومت کی۔ [البدایۃ والنہایۃ ۱۰: ۱۵۳، الاعلام ۸: ۶۲]

(۳) ابراہیم بن محمد بن ابی حصن الحارث بن اَسماء بن خارجۃ بن حصن بن حذیفۃ بن بدر ابو اسحاق فزاری کوفی، نزیل الشام، مصیصہ میں رہائش تھی۔ ثقۃ، مأمون، صاحب سنۃ اور امام ہیں۔ ۱۸۵ھ کو فوت ہوئے۔ [تہذیب الکمال ۲: ۱۶۷]

ناواقف ہو؟ جوتمہاری موضوع روایات کوصحیح روایات سے اس طرح حرفاً حرفاً نکال باہر پھینکیں گے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال کونکالا جاتا ہے۔

[۲]عابدوزاہد: اکثر عابدوزاہدلوگ علمِ حدیث سے بے بہرہ ہونے کے باعث احادیث گھڑ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام مسلم امام یحییٰ بن سعید القطان کا قول نقل کرتے ہیں:

لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْئٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ.

[مقدمہ صحیح مسلم ۱:۱۷-۱۸' المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۳۳' شرح علل الترمذی ۱:۹۳]

''ہم نے حدیث کے بیان کرنے میں نیک وصالح لوگوں سے زیادہ خطا کرنے والا کسی اور کونہیں دیکھا ہے۔''

امام مسلم اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: يقول: يجري الكذب على لسانهم ولا يتعمدون الكذب. [مقدمہ صحیح مسلم ۱:۱۸' الضعفاء الکبیر ا:۱۴' شرح علل الترمذی ۱:۹۳]

''مطلب یہ ہے کہ ان کی زبان پر غیرارادی طور پر کذب جاری ہوجاتا ہے۔''

قاضی عیاض اس کی توضیح ان الفاظ میں کرتے ہیں: يعني: أنهم يُحدِّثون بمالم يصح لقلة معرفتهم بالصحيح' والعلم بالحديث' وقلَّةِ حفظهم وضبطهم لماسمعوه' وشغلهم وعبادتهم وإضرابهم عن طريق العلم فكذبوا من حيث لم يعلموا وإن لم يتعمدوا.

[إكمال المُعلم ۱:۱۳۵]

''صحیح وضعیف کے مابین قلت معرفت' علمِ حدیث سے ناواقفیت اور عدم شناسائی' قلت حفظ وضبط' عبادات میں مشغولیت اور حصولِ علم سے اجتناب جیسے عوامل کے باعث وہ بلا ارادہ اور لاعلمی سے وہ غیر صحیح اور نادرست روایات نقل کرتے رہتے ہیں۔''

امام نووی اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لكونهم لايعانون صناعة أهل الحديث فيقع الخطأ في روايتهم ولا يعرفونه' ويروون الكذب ولا يعلمون أنه كذب.

[شرح صحیح مسلم ۱:۹۴]

''وجہ یہ ہے کہ علمِ حدیث ان لوگوں کا مشغلہ نہیں ہوتا اس لیے عدم واقفیت کی وجہ سے ان کی روایات میں خطاً واقع ہوجاتی ہے اور لاعلمی میں جھوٹی روایات کی روایت کرتے ہیں۔''

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں: و الواضعون للحديث أصنافٌ، وأعظمهم ضرراً: قومٌ من المنسوبين إلى الزهد وضعوا الحديث إحتساباً فيما زعموا فَتَقَبَّلَ الناس موضوعاتهم ثقةً منهم بهم و ركوناً اليهم، ثم نهضت جهابذة الحديث بكشف عوارها و محوِ عارِها والحمدلله. [مقدمة ابن الصلاح: ۱۳۱]

''واضعین حدیث کی چند قسمیں ہیں، اِن میں سے زیادہ ضرر رساں وہ لوگ ہیں جو زہد و تقویٰ کی طرف منسوب ہیں، جنہوں نے ثواب کے حصول کے لیے احادیث وضع کیں اور لوگوں نے ان کی ظاہری حالت اور اُن سے عقیدت کے بناء پر اُن کی موضوع روایتوں کو قبول کر لیا، پھر فنِ حدیث کے اعلیٰ ماہرین ان موضوعات کے عیب کے کھولنے اور ان کی عار مٹانے کے لیے اٹھے۔''

مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری (۱) کی املائی کتاب میں ہے:

إذا وقع في الإسناد صوفيٌّ فاغسل يديك منه، فإنهم يقولون: ظنوا بالمؤمنين خيراً، و لا يطلبون حقيقة الحال. [العرف الشذي شرح سنن الترمذي ۱: ۶۲، بذیل حدیث: ۱۷]

''جب کسی [حدیث کی] سند میں کوئی صوفی [راوی] آ جائے تو اُس [حدیث] سے اپنے ہاتھ دھو لو اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: ''مؤمنوں پر اچھا گمان رکھو'، اور حقیقتِ حال کو تلاش نہیں کرتے۔''

اس گروہ نے اَن گنت روایتیں وضع کی ہیں، مثلاً یہ روایت:

حَضَرَ رسول اللهﷺ سماعاً و رقص، حتىٰ شُقَّ قميصَه.

''رسول اللہﷺ مجلس سماع میں حاضر ہوئے اور رقص کیا یہاں تک کہ ان کی قمیص پھٹ گئی۔''

حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری اس کے بارے میں لکھتے ہیں: فلعن الله واضعه، ما أجرأه على

---

(۱) محمد انور شاہ بن محمد اعظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر۔ اُن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان آئے۔ لاہور منتقل ہوئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ ۲۷ شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ = ۱۸۷۵ء کو اپنے ننھیال دودھواں [علاقہ لولاب] کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اسباق اپنے والد محترم سے لیے پھر تین سال تک ہزارہ [سرحد] کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہے، ۱۳۰۷ یا ۱۳۰۸ھ کو سولہ سترہ سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند آ گئے جہاں چار سال تک علوم و فنون حاصل کرتے رہے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ کو سند فضیلت حاصل کیا۔ بہت بڑے محدث تھے۔ قادیانیوں کے خلاف تیغ برّاں تھے۔ ۱۳۵۲ھ = ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو دیوبند میں وفات پائی۔
[بیس بڑے مسلمان: ۳۶۹]

الكذب السّمَج. [المنار المنيف :۱۳۹ الاسرار المرفوعۃ:۴۷۴]

''اللہ تعالیٰ اس روایت کے گھڑنے والے کو غارت کرے۔ بدمزہ جھوٹ بولنے میں کتنا ماہر اور نڈر ہے۔''

[۳] بعض فقہاء: امام ابو العباس محدث قرطبی [وفات:۶۵۶ھ] فرماتے ہیں:

استجاز بعض فقهاء العراق نسبة الحكم الذي دلَّ عليه القياسُ إلى رسول الله ﷺ نسبة قولية و حكاية نقلية' فيقول في ذلك : قال رسول الله ﷺ كذا و كذا و لهذا ترى كتبَهم مشحونة بأحاديث مرفوعة تشهد متونها بأنها موضوعةٌ ' لأنها تشبه فتاوى الفقهاء' ولاتليق بجزالة كلام سيد الأنبياءﷺ' مع أنهم لايقيمون لهاصحيحَ سَندٍ ' ولا يستندونها من أئمة النقل إلى كبيرأحد .

[المُفهِم لماأشكل فی تلخیص کتاب مسلم۱:۱۱۵' فتح المغیث ۱:۲۴۵]

''بعض عراقی فقہاء کا قول ہے کہ قیاس جلی سے جو حکم مستفاد ہو' اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف ایسی احادیث سے بھری پڑی ہیں جن کی متون اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ احادیث کی نسبت اقوالِ فقہاء سے قریب تر ہیں اور اس پر طُرہ یہ کہ وہ ان کی کوئی صحیح سند بھی بیان نہیں کرتے اور نہ ائمہ نقل میں سے کسی بڑے امام کی طرف اسے منسوب کرتے ہیں۔''

اس کی مثال یہ روایت ہے:

إذاخرج الإمامُ فلا صلاةَ و لا كلامَ . [الہدایۃ ۱:۱۵۱]

''جب امام خطبہ دینے کے لیے باہر آجائے تو پھر نماز پڑھنا اور باتیں کرنا جائز نہیں۔''

صاحبِ ہدایہ اسے رسول اللہ ﷺ کے حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں' حالانکہ اس کو مرفوع کہنا وَہمِ فاحش ہے۔ [السنن الکبریٰ' بیہقی ۳:۱۹۳' ۲:۲۰۱' حدیث:۲۷۵۵]

یہ امام زہری کا قول ہے۔ [مؤطا امام مالِک ۱:۱۰۳]

امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن حسن نے بھی اسے زہری ہی کا قول قرار دیا ہے۔

[مؤطا امام مالک ۱:۶۰۴' حدیث:۲۲۸' نصب الرایۃ ۲:۲۰۱-۲۰۲]

یا یہ روایت کہ: من صلى خلف عالمٍ تقي فكأنما صلى خَلفَ نبي.

[بدائع الصنائع ۲:۲۰۲؛ الہدایہ ۱:۱۰۱]

''جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

– حافظ زیلعی (۱) فرماتے ہیں: یہ روایت غریب [ضعیف] ہے۔ [نصب الرایہ ۲:۲۶]

– حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مجھے یہ روایت نہیں ملی۔ [الدرایہ ۱:۱۶۸]

– حافظ سخاوی نے بھی یوں فرمایا ہے۔ [المقاصد الحسنۃ:۴۸۶]

– ملا علی قاری (۲) فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ [الاسرار المرفوعۃ:۳۴۴؛ المصنوع:۱۸۶]

[۴] **مذہبی متعصبین:** بعض جاہل و متعصب لوگ مذہبی تعصب کی بناء پر دوسرے مذاہب کو زک اور نقصان پہنچانے اور کمزور کرنے کے لیے احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ [شرح نخبۃ الفکر:۸۰]

مثلاً مامون بن احمد ہروی سے کسی نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے پیروکار خراسان میں کس قدر زیادہ ہو رہے ہیں، اس نے فوراً کہا: میں نے احمد بن عبداللہ سے سنا، اس نے عبداللہ بن معدان ازدی سے اور اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ

يكون في أمتي رجل يقال له محمد بن إدريس أضر على أمتي من إبليس، ويكون في أمتي رجل يقال له أبو حنيفة هو سراج أمتي.

[الموضوعات ۱:۴۳، ۲:۴۸؛ المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل:۱۲۹؛ میزان الاعتدال ۳:۴۳۰؛ لسان المیزان ۵:۷]

''میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس [شافعی] ہوگا جو میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہوگا جب کہ اس امت میں ایک دوسرا شخص ابوحنیفہ نامی ہوگا وہ میری

---

(۱) عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی، ابومحمد، جمال الدین، فقیہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے، صومال کے علاقے زیلع سے تعلق تھا۔ ۷۶۲ھ=۱۳۶۰ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ آپ شارح کنز زیلعی نہیں، اُن کا نام عثمان ہے۔ [البدر الطالع ۱:۴۰۲؛ الاعلام ۴:۱۴۷]

(۲) ملا علی قاری بن سلطان محمد، نور الدین، حنفی فقیہ تھے، ہرات میں پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۰۱۴ھ=۱۶۰۶ کو وفات پائی۔ سال میں ایک مصحف لکھ کر اسے فروخت کر کے اس پر گزر اوقات کیا کرتے تھے۔ [البدر الطالع ۱:۴۴۵؛ الفوائد البہیۃ:۸، من التعلیقات]

امت کا چراغ ہوگا۔‘‘

اس نے یہ روایت بھی وضع ہے کہ: مَنْ قَرَأَخَلْفَ الإمَامِ مُلِئَ فُوْهُ نَاراً. [میزان الاعتدال ۳:۴۲۹]

’’جس نے امام کے پیچھے قراءت کی تو اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔‘‘

اسی کذاب نے یہ روایت بھی وضع کی ہے: مَنْ رَفَعَ يَدَ يْهِ فِي الصَّلاةِ فَلا صَلاةَ له.

[المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۲۹، میزان الاعتدال ۳:۴۲۹]

’’جس نے نماز میں رفع یدین کیا تو اس کی نماز ادا نہیں ہوئی۔‘‘

[۵] بعض معاندین: کچھ لوگ ذاتی عناد کی خاطر احادیث گھڑ لیا کرتے ہیں، مثلاً: سیف بن عمر کہتے ہیں کہ میں سعد بن طَرِیف کے پاس بیٹھا تھا اس کا لڑکا مدرسہ سے روتے ہوئے آیا، اس نے لڑکے سے رونے کی بابت پوچھا، لڑکے نے کہا مجھے استاذ نے پیٹا ہے، اس نے کہا میں آج انہیں رسوا کر کے چھوڑوں گا مجھے عکرمہ [۱] نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سن کر مرفوعاً بتایا ہے:

شِرَارُكُمْ مِنْ مُّعَلِّمِيكُمْ: أَقَلُّهُمْ رَحْمَةً عَلَى الْيَتِيمِ وَأَغْلَظُهُمْ عَلَى الْمِسْكِينِ.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۳۸۷، ۷:۵۰۷، ۵۲، المجروحین ۱:۷٦]

’’تمہارے بچوں کے وہ استاد بدترین لوگ ہیں جو یتیم پر بہت کم رحم دل اور مسکین کے لیے بہت سنگ دل ہوتے ہیں۔‘‘

سعد بن طریف کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: فی البدیہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔

[المجروحین ۱:۳۵۳]

جب کہ سیف بن عمر الضبي کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں: زندیق تھا اور احادیث کے سلسلے میں ساقط الاعتبار تھا۔ [المدخل الی الصحیح ۱:۱۵۹، ترجمہ: ۷۷]

[٦] درباری مُلّا: موضوع روایات کی بدترین قسم وہ ہے جن کو علماءِ سُوء اور درباری مُلّا حکام اور برسرِ اقتدار طبقہ کی مدح وثناء میں حصول جاہ وتقرب کے لیے وضع کیا کرتے تھے، ان میں سے ایک

---

(۱) عکرمہ بن عبداللہ بربری، مدنی ابو عبداللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور تابعی تھے۔ ۲۵ھ = ٦۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ تفسیر اور مغازی کے بہت بڑے عالم تھے۔ تین سو اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ جن میں سے ستر تابعی ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۱۰۵ھ = ۷۲۳ء کو وفات پائی۔ [میزان الاعتدال ۳:۹۳، الاعلام ۴:۲۴۴]

غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی تھا' وہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ مہدی [1] کے دربار میں حاضر تھا۔ مہدی نے کبوتر پال رکھا تھا اور اس کے ساتھ تفریح طبع کیا کرتا تھا' وہ کبوتر اس کے سامنے موجود تھا۔ غیاث ابن ابراہیم سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین کو کوئی حدیث سنائیے تو اس نے یہ حدیث سنائی:

لاسَبُقَ إلَّافِيُ نَصُلٍ أَوُ خُفٍّ أَوُ حَافِرٍأَوُ جَنَاحٍ. [المجروحین ا:٦٦' الموضوعات ا:۴۳]

''مقابلہ صرف تیر' اُونٹ' گھوڑے' اور پرندے میں جائز ہے۔''

حالانکہ صحیح حدیث میں أَوُ جَنَاحٍ کا اضافہ موجود نہیں۔

[دیکھئے سنن ابی داؤد' کتاب الجہاد [۹] باب فی السّبق [٦٧] حدیث: ۲۵۷۴' سنن ترمذی' کتاب الجہاد [۲۴] باب ماجاء فی الرہان والسبق [۲۲] حدیث: ۱۷۰۰' سنن نسائی' کتاب الخیل [۲۸] باب السبق [۱۴] حدیث: ۳۵۸٦' سنن ابن ماجۃ' کتاب الجہاد [۲۴] باب السَّبَقِ والرہان [۴۴] حدیث: ۲۸۷۸]

مہدی نے غیاث کو اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا دے دیا' جب وہ اٹھا تو کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کی گردن ایک وضاع کی گردن ہے' پھر کہا میری ہی ذات اس کو حدیث وضع کرنے کی موجب بنی' چنانچہ اس کبوتر کو ذبح کر ڈالا۔ [المجروحین ا:٦٦' الموضوعات ا:۴۲' میزان الاعتدال ۳:۳۳۸]

اسی کذب بیانی کے باعث علماءِ اسماء الرجال نے غیاث بن ابراہیم کو معاف نہیں کیا' چنانچہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: کذاب ہے' ثقہ اور مامون نہیں۔ [التاریخ ۲:۴۷۰' ۳:۴٦۸]

ہیاج فرماتے ہیں: میں نے غیاث بن ابراہیم کو دیکھا ہے وہ اتنا جھوٹا تھا کہ اگر اس کے سر کے اوپر کوا اُڑ جائے تو اس کے بارے میں بھی حدیث وضع کرے گا۔ [الجرح والتعدیل ۷:۵۷]

[۷] علم کی نمائش کرنے والے واعظ:

[حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: اسلاف کے زمانے میں علماء اور فقہاء ہی وعظ کہا کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ عبید بن عمیر واعظ کے مجلسِ وعظ میں حاضر ہوا کرتے تھے' اور عمر بن عبدالعزیز بھی ایک واعظ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوتے تھے' پھر جب یہ فن بے وقعت ہو گیا تو جُہال کے پلّے پڑ گیا اسی وجہ سے علماء ان مجالس سے دور رہنے لگے' پھر مزید ترقی ہوتی گئی اور اس میں عوام اور عورتوں کی دلچسپی بڑھ گئی انہوں نے فن قصہ گوئی اور عجائبات کو سینے سے لگا دیا اور اسی طرح اس میں بدعات کا عمل دخل شروع ہو گیا اور ایک بڑی قوم نے ترغیب وترہیب

---

(۱) محمد بن عبداللہ المنصور بن محمد بن علی العباسی ابوعبداللہ المہدی باللہ۔ عراق میں دولتِ عباسیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ ایذج [اہواز] میں ۱۲۷ھ = ۷۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۵۸ھ کو ولی عہد بنے۔ ماسبذان میں شکار کھیلتے ہوئے ۱٦۹ھ = ۷۸۵ء کو وفات پائی۔ [فوات الوفیات ۲:۱۷۱' ۳' ترجمہ: ۴٦۸' الاعلام ٦:۲۲۱]

میں بے شمار احادیث وضع کیں اور شیطان نے انہیں یہی بات سمجھا دی ہے کہ ان جھوٹی احادیث کو بیان کرنے سے ہمارا مقصد وارادہ کچھ گناہ کا نہیں بلکہ ہم نیک ارادے سے ان کو وضع کر لیتے ہیں' یہ دراصل شریعت کے خلاف ایک بہت بڑی جسارت ہے' ان لوگوں کے ہاں شریعت ناقص ہے' اس لیے جھوٹ سے اس کی تکمیل کرتے ہیں' اور پھر یہ بھی ہے کہ انہوں نے حدیث: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً کو بالکل بھلا دیا ہے۔''

[تلبیس ابلیس: ۱۲۳' ۱۲۴]

بسا اوقات نمائشِ علم بھی وضع حدیث کا موجب بنتی ہے' یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی جاہل علماء کا لبادہ اوڑھ کر علم کی نمائش کرنا چاہے' وہ اپنی جہالت اور لاعلمی کو وضعی اور جعلی احادیث کو سنا کر ڈھانپ لیتا ہے اور اس طرح لوگوں کے دل موہ لیتا ہے۔

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ ابوجعفر بن محمد طیالسی سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد اور امام ابن مَعین نے رَصافہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد ایک واعظ کھڑا ہوا اور یوں وعظ کہنے لگا کہ: ''مجھے احمد بن محمد بن حنبل اور یحییٰ بن مَعین نے حدیث سنائی کہ جو کوئی ایک بار لا إلٰـــه إلَّا اللّٰه پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا فرما لیتا ہے جس کی چونچ سونے کی اور پَر مَرجان کے ہوتے ہیں' اور اس مضمون سے متعلق کچھ بیس ورق سنا دیئے۔ امام احمد اور امام ابن مَعین حیرت واستعجاب سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ حدیث تو ہم نے آج ہی سنی اور اس انوکھے شاگرد سے تو صرف آج ہی ملاقات ہوئی۔ وعظ سے فارغ ہو جانے کے بعد یہ دونوں علم کے پہاڑ اس واعظ سے کہنے لگے' یہ حدیث تم نے کس سے سنی؟ اس نے جواب میں کہا: امام احمد اور امام ابن معین سے' ان دونوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: ہم احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں اور اسے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ ہمارے نام سے جھوٹ کی اشاعت سے باز رہو' وہ دغاباز واعظ کہنے لگا: میں سنا کرتا تھا کہ احمد اور یحییٰ بن معین بڑے احمق و بے وقوف ہیں آج اس کی تصدیق ہوگئی' وہ دونوں پوچھنے لگے' وہ کیسے؟ اس عیار نے کہا' کیا ساری دنیا میں ایک ہی احمد اور ایک ہی یحییٰ ہے؟ میرے سترہ سترہ اساتذہ ایسے تھے جن کے نام احمد اور یحییٰ تھے۔''

[المجروحین ۱: ۸۰' ۸۱' المدخل الی معرفة کتاب الاکلیل: ۱۴۲-۱۴۳' الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۳۳۹ برقم: ۱۵۱۴' تفسیر قرطبی ۱: ۱۱۵' الموضوعات ۱: ۴۶' تہذیب الکمال ۳۱: ۵۵۸' لسان المیزان ۱: ۹' الاسرار المرفوعة: ۸۱' ۸۲]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: هذه حكايةٌ عجيبةٌ' وراويها البكري' لاأعرفه' فأخافُ أن يكون

وضعها. [سیراعلام النبلاء۱۱:۸٦]

''یہ عجیب حکایت ہے، جس کا راوی بکری ہے، جسے میں نہیں جانتا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے اُس نے وضع نہ کیا ہو۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: هذه الحكايةُ اشتهرت على ألسنةِ الجماعة، وهي باطلةٌ. أظُنُّ البلدي وضعها، ويُعرَفُ بالمعصوب. [سیراعلام النبلاء۱۱:۳۰۱]

''یہ حکایت [محدثین کی] جماعت کی زبانی مشہور ہوئی ہے، حالانکہ یہ باطل روایت ہے اور میرا [غالب] گمان یہ ہے کہ اسے ابراہیم بن عبدالواحد البلدی المعصوب نے وضع کیا ہے۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: إبراهيم بن عبدالواحد البكري. لاأدري مَن هوذَا؟ أتى بحكايةٍ منكرةٍ أخافُ ألَّا تكون من وَضْعه. [میزان الاعتدال ۱:۴۷]

''میں نہیں جانتا کہ ابراہیم بن عبدالواحد البکری کون ہے، اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے، مجھے ڈر ہے کہیں اس نے اسے وضع نہ کیا ہو۔''

امام ابن حبان نے اس قسم کے ایک واعظ کا واقعہ بیان کیا ہے جس نے بذات خود اپنی جہالت اور وضع احادیث کے جرم کا اعتراف کیا تھا۔ امام موصوف بیان کرتے ہیں: میں ایک مسجد میں گیا، نماز کے بعد ایک نوجوان کھڑا ہو کر کہنے لگا، مجھے ابوخلیفہ نے حدیث سنائی، اس نے ولید سے اس نے شعبہ سے، اس نے قتادہ سے اور اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً سنا ''جس نے اپنے مؤمن بھائی کی حاجت براری کی تو اللہ تعالیٰ اسے اتنی اجر دے گا'' اور ایک طویل حدیث بیان کی، جب وہ فارغ ہوا تو میں نے اسے بلا کر کہا، کہ آپ نے کب ابوخلیفہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا، میری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، میں نے کہا، پھر اس سے روایت کیوں کرتے ہیں؟ اس نے کہا ہمارے ساتھ جھگڑنا بے مروتی کی دلیل ہے، مجھے یہی ایک سند یاد ہے، جب کوئی حدیث سناتا ہوں اس کو اس سند کے ساتھ چپکا دیتا ہوں۔'' [المجروحین ۱:۸۱]

[۸] غلط فہمی: بعض دفعہ محدث حدیث سناتے وقت اِسناد ذکر کرتا ہے۔ درمیان میں کوئی عارضہ پیش آجاتا ہے اور وہ حدیث بیان کرنے کے بجائے کوئی اور گفتگو کرنے لگ جاتا ہے۔ سننے والا خیال کرتا ہے کہ جس حدیث کے لیے اس نے سند بیان کی تھی وہ یہی گفتگو ہے، چنانچہ وہ کلام جس کو وہ حدیث تصور کرتا ہے اس سے اخذ کر کے اس کی روایت کرنے لگتا ہے، اس کی مثال وہ روایت

ہے‘ جو ابن ماجہ نے اسماعیل بن محمد طلحي سے‘ اس نے ثابت بن موسی سے‘ اس نے شریک سے‘ اس نے اعمش سے‘ اس نے ابوسفیان سے اور اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے:

مَنْ كَثُرَتْ صَلاتُهُ بِاللَّيْلِ، حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ.

[سنن ابن ماجۃ‘ کتاب اقامۃ الصلاۃ [۵]‘ باب جاء فی قیام اللیل [۱۷۴]‘ حدیث: ۱۳۳۳]

’’جو شخص رات کو زیادہ نمازیں پڑھے گا‘ دن کے وقت اس کا چہرہ خوب صورت ہوگا۔‘‘

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں کہ ثابت‘ شریک نامی راوی کے یہاں آیا‘ شریک اس وقت حدیث املاء کراتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ہمیں یہ حدیث اعمش نے سنائی‘ اس نے ابوسفیان اور اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا‘ اس کے بعد شریک خاموش ہو گیا تا کہ طالبِ علم لکھ لے‘ جب ثابت کی طرف دیکھا تو کہا ’’جو رات کو زیادہ نمازیں پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ خوب صورت دکھائی دیتا ہے‘‘ یہ بات شریک نے ثابت کے زہد و تقوی کے پیش نظر کہی تھی‘ ثابت نے اس کو حدیث کا متن سمجھ لیا اور اس کی روایت کرنے لگا۔‘‘

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۳۰۴‘ ۳: ۲۰۱‘ التقیید والایضاح: ۱۳۲]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ شریک کا قول ہے۔ شریک نے اعمش کی روایت از ابوسفیان از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کی کہ شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدی پر گانٹھ دیتا ہے‘ اس کے بعد یہ بات کہی‘ اور ثابت نے اس کو حدیث میں شامل کر لیا‘ پھر ضعفاء کی ایک جماعت نے اُس سے یہ قول چرا کر اور شریک کے نام سے اس کو روایت کرنے لگے۔‘‘

[المجروحین ۱: ۲۳۹‘ فتح المغیث ۱: ۲۴۷]

[۹] کچھ تاجر اپنی تجارت چمکانے کی غرض سے احادیث وضع کیا کرتے تھے‘ مثلاً محمد بن حجاج جو فالودہ فروش تھا‘ اس نے فالودہ کے فضائل میں کئی روایات وضع کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

أطعَمَنِي جبريل الهريسة لأشُدَّ بها ظَهري لقيام الليل.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۳۲۴‘ الموضوعات ۳: ۱۷‘ میزان الاعتدال ۳: ۵۰۹‘ لسان المیزان ۵: ۱۱۶]

’’مجھے جبرئیل نے فالودہ کھلایا تا کہ میں قیام اللیل کے لیے اپنی کمر ٹھیک اور سیدھی رکھ سکوں‘‘

[۱۰] بعض بدباطن اپنے خصم و مقابل کو خاموش اور زچ کرنے کے لیے احادیث گھڑ لیا کرتے تھے

مثلاً عبدالعزیز بن الحارث سے پوچھا گیا کہ مکہ معظّمہ صلح سے فتح ہوگیا تھا' یا عَنوۃً [زبردستی]؟ اس نے جواب میں کہا: عَنوۃً حاصل کیا گیا تھا' جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے سند بنا کر حدیث سنائی' پھر پوچھا گیا' یہ کیسی حدیث ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ليس بشيئٍ' وإنما صنعته في الحال' أدفع به عني حجة الخصم.

[تاریخ بغداد ۱۰: ۴۶۲' میزان الاعتدال ۲: ۶۲۵' لسان المیزان ۴: ۲۷]

''حدیث وغیرہ کچھ نہیں' اسے میں نے فی الحال بنا دیا تا کہ اپنے مقابل کو خاموش کروں۔''

[۱۱] بعض گھڑنتو راوی ذاتی فائدہ اور مصلحت کی خاطر احادیث وضع کیا کرتے تھے' مثلاً محمد بن عبدالمالک انصاری کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ''نابینا تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا اور احادیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔'' [میزان الاعتدال ۳: ۶۳۱]

اس محمد بن عبدالمالک کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ درج ذیل روایت اس کی گھڑی ہوئی ہے: مَنْ قَادَ أَعْمٰى أَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.

[التاریخ الکبیر ۱: ۱۶۴' میزان الاعتدال ۳: ۶۳۱]

''جو کسی نابینا کا ہاتھ پکڑ کر اسے چالیس قدم تک لے چلے' اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

[۱۲] بعض ادعاءِ بزرگی و شرافت کی خاطر سند بنا بنا کر جعلی احادیث بنا لیا کرتے تھے مثلاً رتن ہندی جو چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوا تھا' وہ کہا کرتا تھا: كنتُ في زِفافِ فاطمة عَلَى علي رضي الله عنه في جماعةٍ من الصحابة و كان ثَمَّ من يغني فطارت قلوبنا و رقصنا ' فلما كان الغد سألنا رسول الله ﷺ فأخبرناه' فلم ينكر علينا' و دعالنا و قال: اخشو شنوا' و امشوا حُفاةً' تروا الله جهرةً. [الاصابۃ ۱: ۵۳۳' لسان المیزان ۲: ۴۵۱' تذکرۃ الموضوعات' پٹنی: ۱۰۳' ۱۰۴]

''میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (۱) کے شب عروسی میں دوسرے صحابہ کے ساتھ موجود تھا۔ رات

---

(۱) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ہاشمیہ قرشیہ' سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ نہایت قابل' لائق اور فصیح و بلیغ تھیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اُن کی شادی ہوئی۔ سیدنا حسن' سیدنا حسین' سیدہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہم کی والدہ محترمہ ہیں۔ اپنے والد محترم رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ٦ ماہ تک زندہ رہیں۔ ۱۱ھ = ۶۳۲ء کو وفات پائیں۔

[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۴: ۳۷۷' الاعلام ۵: ۱۳۲]

کسی نے مجلس سرود بپا کی، ہمارے دل ہمارے قبضے میں نہ رہے اور ہم نے ساری رات رقص میں گزاری۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے پوچھا، ہم نے انہیں رات کا سارا ماجرا سنایا تو انہوں نے ہم پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ ہمارے حق میں دعا کی اور فرمایا: موٹے، جھوٹے اور کھردرے کپڑے پہنا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو، تو اللہ کو ظاہر باہر دیکھو گے۔''

حالانکہ رتن ہندی صحابی نہ تھا، بلکہ کذاب ودجال تھا۔ دوسرے کذابین نے بھی اسی کے نام سے بہت جھوٹی اور محال باتیں پھیلائی ہیں۔ [میزان الاعتدال۲:۴۵]

[۱۳] بعض موضوع روایات، نیکی کی نیت سے گھڑ لیے جاتے ہیں، مثلاً میسرہ بن عبدربہ کے متعلق خطیب بغدادی لکھتے ہیں: قال محمد بن عيسى بن الطباع قلت لميسرة بن عبد ربه من أين جئت بهذه الأحاديث مَن قرأ كذا و كذا كان له كذا و كذا ؟ قال: وضعته أرغب الناس. [تاریخ بغداد۱۳:۲۲۳]

''محمد بن عیسی بن طباع کا بیان ہے کہ میں نے میسرہ بن عبدربہ سے کہا، تم یہ حدیثیں کہاں سے لائے، جس میں مذکور ہے کہ جس نے فلاں فلاں سورۃ پڑھی اس کے لیے اتنی اتنی جزا ہے؟ کہنے لگا میں نے لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے گھڑی ہیں۔''

امام ابن حِبان فرماتے ہیں: كان يروي الموضوعات عن الأثبات، وهو صاحب حديث فضائل القرآن الطويل: من قرأ كذا فله كذا. [المجروحین۲:۳۴۴-۳۴۵]

''میسرہ ثقہ وثبت راویوں کے نام لے کر موضوع روایات نقل کیا کرتا تھا۔ فضائل قرآن سے متعلق طویل حدیث اسی ہی کی وضع کردہ ہے۔''

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ فضائل قرآن سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ صاحب قاضی ''کس قسم کی احادیث ناقابل اعتبار ہیں'' کے تحت بارہ نمبر پر لکھتے ہیں: ''جو قرآن پاک کی سورتوں کے فضائل میں وارد ہوں، حالانکہ یہ احادیث تفسیر بیضاوی اور کشاف میں موجود ہیں۔'' [اصولِ تحقیق:۵۲]

قاضی صاحب نے اصول تحقیق میں غیر تحقیقی بات لکھی ہے، وہ اگر صحاح کی طرف مراجعت کرتے تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے، اکثر کتبِ احادیث میں فضائل قرآن کے تحت کئی احادیث سورتوں کے فضائل میں وارد ہیں، مثلاً:

– سورۃ الفاتحہ کی فضیلت کے لیے دیکھئے: صحیح بخاری' احادیث: ۴۴۷۴' ۴۶۴۷' ۴۷۰۳' ۵۰۰۶'
سنن ترمذی حدیث: ۳۱۲۵' سنن نسائی' حدیث: ۹۱۱۴' مسند احمد ۲: ۴۱۳
– سورۃ البقرۃ کے لیے: صحیح بخاری' احادیث: ۵۰۰۸' ۵۰۰۹' صحیح مسلم' احادیث: ۸۰۴' ۸۰۶
– سورۃ الکہف کے لیے: صحیح بخاری' حدیث: ۵۰۱۱' صحیح مسلم' حدیث: ۸۰۹
– سورۃ الاخلاص کے لیے: صحیح بخاری' احادیث: ۵۰۱۳' ۶۶۴۳' ۷۳۷۴
– معوذتین کے لیے: صحیح بخاری' احادیث: ۵۰۱۶' ۵۷۴۸' ۶۳۱۹

[۱۴] کچھ لوگوں نے قراءتِ قرآن کے سلسلے میں روایات وضع کی ہیں' مثلاً قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا. [سورۃ فاطر ۳۵:۲۸]

''اللہ کے نیک بندوں میں صرف علماء ہی [پوری طرح] اس سے ڈرتے ہیں۔''

سیدھی بات ہے کہ جو بندے جتنے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفاتِ جلیلہ' عجائبِ قدرت اور اللہ تعالیٰ کے اَفعالِ حمیدہ کا علم رکھتے ہوں ان کی خشیت الٰہیہ ان لوگوں کی بنسبت زیادہ ہوگی جو اِن اوصاف کے حامل نہ ہوں' اسی آیت میں علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن وحدیث کے عالم ہوں' صَرف ونحو کے علماء یہاں مراد نہیں' چنانچہ سید محمود آلوسی بغدادی [1] لکھتے ہیں:

والمراد بالعلماء: العالمون باللّٰه عزوجل' وبما يليق به من صفاته الجميلة' وأفعاله الحميدة' وسائر شؤونه الجميلة' لاالعارفون بالنحو والصرف مثلاً.

[روح المعانی ۲۲:۲۱۸]

''یہاں علماء سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے ہیں' وہ عالم جو اللہ تعالیٰ کے صفاتِ جمیلہ' اُس کے افعالِ حمیدہ اور اُس کی قدرتوں کا علم رکھتے ہوں۔ نحو وصَرف کے عالم یہاں مراد نہیں۔''

اس سیدھے سادھے مطلب کو بگاڑنے کے لیے یہ قراءت وضع کی گئی ہے:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہُ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤًا. [تفسیر الکشاف ۳:۶۱۱]

---

(۱) محمود بن عبداللہ حسینی الآلوسی' شہاب الدین' ابوالثناء' مفسر' محدث اور ادیب تھے' ۱۲۱۷ھ=۱۸۰۲ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ سلفی العقیدہ اور مجتہد تھے۔ حصول علم کے لیے بڑے سفر کیے۔ بغداد ہی میں ۱۲۷۰ھ=۱۸۵۴ء کو وفات پائی۔ [جلاء العینین: ۷-۸' الاعلام ۷:۱۷۶]

مفسر نسفی (۱) نے صاحبِ کشاف کے رعب میں آکر اس کی تفسیر مِن وعَن نقل کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: الخشية في هذه القراة استعارة، والمعنىَ: إنما يُجَلِّيهم و يُعَظِّمُهُم، كما يجلُّ المهيب المخشي من الرجال بين الناس من عباده.

[تفسیر مدارک ۴: ۲۲۶، دار القلم بیروت والے نسخہ کے [صفحہ: ۱۴۲۵] میں اسے ابوحنیفہ بن عبدالعزیز اور ابن سیرین کی قراءت کہا گیا ہے۔]

''خشیت یہاں استعارہ کے طور پر استعمال کی گئی ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ان لوگوں کی تکریم کرتے ہیں جو عالم ہوں۔''

پھر ان دونوں مفسرین نے اس قراءت کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف بھی کی ہے، حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے کیونکہ:

-۱: یہ بلا سند منقول ہے اور دین میں بلا سند بات ماننا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

-۲: یہ شاذ قراءت ہے جو قطعاً نا قابل قبول ہوتی ہے۔

-۳: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قراءت سے متعلق کوئی تصنیف نہیں اور نہ آپ سے قراءت کے بارے میں کچھ منقول ہے، ان ساری چیزوں کا وضع کرنے والا محمد بن جعفر بن عبدالکریم بن بدیل ابو الفضل خزرجی جرجانی ہے، چنانچہ خطیب بغدادی اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

وضع كتاباً في الحروف، نسبه إلى أبي حنيفة رحمةالله عليه، فأخذته الدار القطني و جماعة، وقالوا: أن الكتاب موضوع، لاأصل له.

[تاریخ بغداد ۲: ۱۵۸، میزان الاعتدال ۳: ۵۰۱، غایۃ النہایۃ: ۱۱۰]

''اس نے قراءت میں ایک کتاب لکھ دی اور اس کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر دی، یہی کتاب جب حافظ دارقطنی اور دیگر محدثین کی ایک جماعت کی نظر سے گزری تو سب نے متفقہ طور پر فرمایا: یہ کتاب بے اصل واساس اور موضوع ہے۔''

---

(۱) عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، ابوالبرکات، حنفی فقیہ اور مفسر قرآن تھے۔ ان کی نسبت نَسَف کی طرف ہے، جو دریائے جیحون اور سمرقند کے درمیان واقع ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل، کنز الدقائق، المنار، کشف الاسرار، الوافی اور الکافی جیسی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۷۱۰ھ = ۱۳۱۰ء کو وفات پائی۔

[تاج التراجم: ۴۷، ترجمہ: ۱۲۲، الفوائد البہیۃ: ۱۰۲، ترجمہ: ۲۱۸، الاعلام ۴: ۶۷]

۔۴: امام جزری (۱) لکھتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو قراءات منسوب ہیں ان کا واضع [گھڑنے والا] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی فقیہ ہیں جو روایات کے معاملے میں شدید ضعیف ہیں اور کئی علماء نے ان کی تکذیب کی ہے' یعنی انہیں جھوٹا کہا ہے۔ [غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱:۲۱۳]

[۱۱]

علمائے حدیث نے صحیح احادیث کو موضوعات سے الگ کرنے اور ان کے مابین تمییز وجدائی کرنے کے لیے اصول وضوابط اور بہت سخت مقیاس ومعیار وضع کیا ہے۔ یہ قواعد وضوابط بہت زیادہ ہیں مگر مندرجہ ذیل قواعد حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

[۱] واضع خود اعتراف کرے کہ اس نے فلاں فلاں حدیث وضع کی ہے۔

[مقدمہ ابن الصلاح: ۱۳۱' تدریب الراوی ۱:۲۳۴]

جیسا کہ نوح ابن ابی مریم سے پوچھا گیا تم عکرمہ سے بسند ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے سورتوں کے فضائل کیسے بیان کرتے ہو؟ اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ یہ فضائل میری خود ساختہ ہیں' جب اس سے ایسا کرنے کا سبب پوچھا گیا تو کہا: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن مجید سے دور ہٹتے جاتے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور ابن اسحاق کے مغازی میں منہمک ہو رہے ہیں' ان کا رخ کتاب اللہ کی طرف موڑنے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے۔" [تدریب الراوی ۱:۲۳۹]

[۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب روایت میں رکاکت یعنی سطحیت پائی جائے۔

[مقدمہ ابن الصلاح: ۱۳۱' تدریب الراوی ۱:۲۳۹]

جیسے یہ روایت: أربعٌ لاتشبع من أربعٍ' أنثی من ذکرٍ' وأرضٌ من مطرٍ' وعینٌ من نظرٍ و عالمٌ من علمٍ. [الموضوعات ۱:۲۳۵' المنار المنیف: ۹۹' الاسرار المرفوعۃ: ۴۴۱]

---

(۱) محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف ابوالخیر شمس الدین العمری الدمشقی ثم الشیرازی الشافعی' دمشق میں ۷۵۱ھ = ۱۳۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ شیخ القراء اور حافظ حدیث تھے۔ دمشق میں دار القرآن کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ شیراز کے والی بھی رہے ہیں اور شیراز ہی میں ۸۳۳ھ = ۱۴۲۹ء کو وفات پائی۔

[الضوء اللامع ۹:۲۵۵' الاعلام ۷:۴۵]

''چار چیزیں چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں: عورت مرد سے' زمین بارش سے' آنکھ دیکھنے سے اور عالم علم سے۔''

[٣] رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کلام' کلامِ انبیاء کے مشابہ نہ ہو' جیسے یہ کلام:

النظر إلى الوجه الحسن يجلوا البصر. [المنار المنیف: ٦٢' الاسرار المرفوعۃ: ٤١٦]

''خوب صورت چہرے کو دیکھنا نظر میں جِلاء پیدا کرتا ہے۔''

[٤] روایت میں بے ڈھنگی اور اُوٹ پٹانگ باتیں پائی جائیں' مثلاً یہ روایت:

مَن قال: لا إله إلّا الله خلق الله من تلك الكلمة طائرًا' له سبعون ألف لسان' لكل لسان سبعون ألف لغة يستغفرون الله لهُ. [المنار المنیف: ٥٠' الاسرار المرفوعۃ: ٤٠٦]

''جو ایک بار لا الہ الا اللہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کلمے سے ایک پرندہ پیدا کر دیتا ہے' جس کی ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں اور ہر زبان پر ستر ستر ہزار لغت' جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں۔''

[٥] روایت عقلِ سلیم یا حِس و مشاہدہ کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو۔

[تدریب الراوی ١: ٢٣٣]

مثلاً یہ روایت: إن الله خلق الفَرَس فأجراها فعرقت ثم خلق نفسه منها.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ٧: ٥٥١]

''اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کر کے اسے تیز تر دوڑایا' جب اسے پسینہ آ گیا تو اس سے اپنی نفس کو پیدا کیا۔''

[٦] روایت کو نقل کرنے والا کذاب و وضاع ہو مثلاً یہ روایت:

أوَّلُ الوقتِ: رضوانُ الله وآخره عَفوُ الله.

[سنن ترمذی' ابواب الصلاۃ' باب ماجاء فی الوقت الاول [١٢٧]' حدیث: ١٧٢' المستدرک ١: ١٨٩]

''اول وقت میں نماز پڑھنا اللہ کی رضا مندی اور آخر وقت میں نماز پڑھنا اس کی معافی ہے۔''

یہ روایت اس لیے شدید کمزور ہے کہ اس کا راوی یعقوب بن الولید المدینی احادیث وضع کرتا تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا' اس کی تمام روایات خود ساختہ ہوتی ہیں۔''

[الجرح والتعدیل ٩: ٢١٦' المجروحین ٢: ٤٩١' نصب الرایۃ ١: ٢٤٣]

[۷] روایت میں چھوٹے اور معمولی کام پر بڑے بھاری ثواب کی بشارت دی گئی ہو۔
[النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲:۸۴۳]

مثلاً یہ روایت: من اغتسل یوم الجمعة بِنِیةٍ و حِسبَةٍ کتبَ اللّٰہ له بکل شَعرة نوراً یوم القیامة و رفع اللّٰہ له بکل قطرةٍ درجةً فی الجنة من الدُر و الیاقوت و الزبرجد 'بین کل درجتین مسیرة مائة عامٍ. [الاسرار المرفوعة: ۴۰۵]

''جو ثواب کی نیت سے جمعہ کے روز غسل کرے تو اس کے ہر بال پر اللہ تعالیٰ نور ڈالے گا اور ہر قطرہ کے بدلے یاقوت اور زمرّد کے جنت میں اس کا ایک ایک درجہ بلند فرمائے گا' جب کہ دو درجات کے مابین سو سال کی دوری ہوگی۔''

[۸] روایت میں معمولی گناہ پر کڑی سزا اور وعید شدید ہو۔
[النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲:۸۴۳' تدریب الراوی ۱:۲۳۳]

مثلاً یہ روایت: من تَکَلَّمَ بکلامٍ الدنیا فی المسجد أحبط اللّٰہ أعماله أربعین سنة.
[الاسرار المرفوعة: ۳۲۵]

''جس نے مسجد کے اندر دنیا سے متعلق باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کے اعمال برباد کر دے گا۔''

[۹] روایت کے خلاف ایسے صحیح شواہد موجود ہوں جن سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہوتا ہو' مثلاً یہ کہ عوج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس گز تھا۔

أن یکون الحدیث مما تقوم الشواهدالصحیحة علی بطلانه کحدیث عوج بن عنق الطویل الذي قصَدَ واضعه الطعن في أخبارالأنبیاء فإن في هذاالحدیث أن طوله کان ثلاثة آلاف ذراع' وثلاثة مئة وثلا ثین وثلثاً. [المنار المنیف: ۷۷' الاسرار المرفوعة: ۴۲۵]

[۱۰] روایت تاریخی وقائع وشواہد کے خلاف ہو۔ [المنار المنیف: ۱۰۲]

مثلاً سیدنا انس رضی اللہ عنہ **کی طرف منسوب یہ روایت:** دخلتُ الحمام فرأیتُ رسول اللّٰہ ﷺ جالِساً في الوِزن وعلیه مئزر' فهممت أن أکلمه فقال: یا أنس إنما حَرَّمتُ دخول الحمام بغیر مئزر. [الموضوعات ۲:۸۱]

''میں حمام کے اندر چلا گیا تو نبی ﷺ کو دیکھا کہ تہبند باندھے ہوئے ٹب میں بیٹھے ہیں' میں نے

ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے فرمایا: انس! میں نے حمام کے اندر تہبند باندھے بغیر داخل ہونے سے منع کیا ہے۔‘‘

حالانکہ اس دور میں حمام نہ تھے اور نہ رسول اللہ ﷺ کبھی حمام کے اندر تشریف لے گئے ہیں۔

[۱۱] روایت شہوت وفساد کی رغبت دلاتی ہو جیسے : فُضِّلَت المرأة على الرَّجل بتسعة و تسعين من اللَّذَّة و لكن الله ألقى عليهن جلبابَ الحياء. [المقاصد الحسنۃ: ۴۱۰]

’’عورت کو مرد کے مقابلے میں ننانوے درجے زیادہ شہوت کی لذت دی گئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو حیا کی چادر اوڑھا دی ہے۔‘‘

یا یہ روایت: عقولهُنَّ في فروجهن. [المقاصد الحسنۃ: ۴۵۷]

’’اُن کی عقل ان کی شرم گاہوں کے اندر ہوتی ہے۔‘‘

[۱۲] روایت اطباء اور چٹکلہ بازوں کے بیان کے زیادہ مشابہ ہو۔ [المنار المنیف: ٦۴]

مثلاً: الباذنجان لما أُكل له. [المقاصد الحسنۃ: ۲۳۱]

’’بینگن ہر بیماری کا علاج ہے۔‘‘

[۱۳] روایت اصولِ اخلاق کے خلاف ہو مثلاً: مَن عَشِقَ فَعفَّ فمات فهو شهيد .

[زاد المعاد ۲: ۲۷۵، المنار المنیف: ۱۴۰]

’’جو عشق میں مبتلا ہوا۔ پاک دامن رہا اور اسی حالت میں اس نے وفات پائی تو وہ شہید کی موت مَرا۔‘‘

[۱۴] روایت صراحتِ قرآن کے خلاف ہو۔

[المنار المنیف: ۸۰، تدریب الراوی ۱: ۲۳۴، الاسرار المرفوعۃ: ۴۳۱]

مثلاً یہ روایت: لو حَسَّنَ أحدكم ظنه بحجر لنفعه. [الاسرار المرفوعۃ: ۲۸۲، ۳۲۲]

’’اگر تم میں کوئی کسی پتھر پر بھی حسن ظن رکھے تو وہ اسے ضرور نفع دے گا۔‘‘

[۱۵] روایت اصول قرآن وسنت کے خلاف ہو مثلاً: مَن قَضَى صلاةً من الفرائض في آخر جمعة من شهر رمضان كان ذلك جابراً لكل صلاةٍ فائتة في عمره إلى سبعين سَنَةٍ.

[الاسرار المرفوعۃ: ۳۴۲]

’’جس نے رمضان کے آخر جمعہ کو ایک قضا نماز پڑھی، تو یہی ایک نماز ستّر سال کے فوت شدہ

نمازوں کے لیے کافی ہے۔''

[۱۲]

دین اسلام کو موضوع اور بے اصل روایات کے ضرر سے بچانے کے لیے محدثینِ کرام نے علم اسماء الرجال کی بنیاد رکھی، اور جرح وتعدیل کے قوانین وضع کئے، اور بقول مولانا حالی [۱]:

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح وتعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا اَفسوں

اسی دُھن میں آسان کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سُنا خازنِ علمِ دیں جس بشر کو لیا اُس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اُس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو، خود مزہ اُس کا چکھ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رِجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر گواہ اُن کی آزادی کے ہیں یکسر
نہ تھا اُن کا اِحساں یہ اِک اہلِ دیں پر وہ تھے اِس میں ہر قوم وملت کے رہبر

---

(۱) خواجہ الطاف حسین حالی، ۱۲۳۵ھ = ۱۸۳۷ء کو پانی پت، ہند میں پیدا ہوئے، اُن کے آباء واجداد تقریباً سات سو سال [غیاث الدین بلبن کے عہد] سے پانی پت میں آباد تھے۔ نو سال کی عمر تھی کہ اُن کے والد فوت ہوئے۔ بڑے بھائی نے اُن کی پرورش کی۔ قیام دہلی کے زمانہ میں مرزا اسد اللہ خان غالب سے اکثر ملتے رہے۔ اردو ادب میں حالی کا بڑا مقام ہے۔ ۱۹۱۴ء کو وفات پائی۔ [اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۷: ۸۳۵]

لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

[مسدس حالی، مطبوعہ: فضلی سنز، کراچی: ۸۲-۸۳]

اسلام کو موضوع روایات کے ضرر سے بچانے کے لیے محدثینِ کرام نے رجال سے متعلق کتابیں بھی ترتیب دیں، جن میں سے صرف اُن کتابوں کی ایک فہرست پیش خدمت ہے جو ضعفاء اور کذابین، وضاعین اور متروکین سے متعلق لکھی گئی ہیں۔

[۱] التاریخ: ابوزکریا یحییٰ بن مَعین بن عون بن زیاد پیدائش: ۱۵۸ھ = ۷۷۵ء وفات: ۲۳۳ھ = ۸۴۸ء

آپ اولین شخصیت ہیں جنہوں نے باقاعدہ اسی فن میں کمال پیدا کیا، اور اس کے ذریعے کذابین کا خوب تعاقب کیا، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، آپ کی لاش کو رسول اللہ ﷺ کی چارپائی پر رکھ کر اٹھائی گئی اور یہ منادی کرائی گئی کہ:

یہ وہ شخصیت ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی احادیث سے موضوع اور ملاوٹی احادیث الگ کیا کرتے تھے۔ [تاریخ بغداد ۱۴: ۱۸۶]

ان کے حافظے اور کثرت علم کا حال یہ تھا کہ امام احمد ان کے بارے میں فرماتے ہیں: کل حدیث لایعرفه یحیی بن معین فلیس هو بحدیث. [تاریخ بغداد ۱۴: ۱۸۶]

''جس روایت کا علم یحییٰ بن معین کے پاس نہیں ہو، وہ سرے سے حدیث ہی نہیں ہے۔''

[۲] تاریخ عثمان بن سعید الدارمی عن یحییٰ بن معین پیدائش: ۲۰۰ھ = ۸۱۵ء وفات ۲۸۰ھ = ۸۹۴ء

[۳] الضعفاء: ابوالحسن علی بن عبداللہ ابن المدینی پیدائش: ۱۶۱ھ = ۷۷۷ء وفات: ۲۳۴ھ = ۸۴۹ء

[۴] التاریخ: ابوزکریا یحییٰ بن مَعین بن عون پیدائش: ۱۵۸ھ = ۷۷۵ء وفات: ۲۳۳ھ = ۸۴۸ء

[۵] العلل ومعرفة الرجال: احمد بن محمد بن حنبل پیدائش: ۱۶۴ھ = ۷۸۰ء وفات: ۲۴۱ھ = ۸۵۵ء

[۶] الضعفاء: محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم الزہری [وفات: ۲۴۹ھ = ۹۶۳ء]

[۷] الرُّواةُ الضعفاء: ابوحفص عمرو بن علی الفلاس [وفات: ۲۴۹ھ = ۸۶۳ء]

[۸] التاریخ الاوسط: محمد بن اسماعیل البخاری پیدائش: ۱۹۴ھ = ۸۱۰ء وفات: ۲۵۶ھ = ۸۷۰ء

[۹] التاریخ الصغیر: محمد بن اسماعیل البخاری

[۱۰] التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل البخاری

[۱۱] الضعفاء الصغیر: محمد بن اسماعیل البخاری

[۱۲] الضعفاء الکبیر:: محمد بن اسماعیل البخاری

[۱۳] احوال الرجال: ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی [وفات: ۲۵۹ھ=۸۷۳ء]

[۱۴] الضعفاء والکذابون والمتروکون: ابوعثمان سعید بن عمرو بن عمار البرذعی [وفات: ۲۹۲ھ=۹۰۵ء]

[۱۵] الضعفاء: ابوجعفر احمد بن علی ابن الجارود [وفات: ۲۹۹ھ=۹۱۱ء]

[۱۶] الضعفاء والمتروکین: ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب نَسائی

پیدائش: ۲۱۵ھ=۸۳۰ء وفات: ۳۰۳ھ=۹۱۵ء

[۱۷] الضعفاء: ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ عبدالرحمٰن الساجی پیدائش: ۲۲۰ھ=۸۳۵ء وفات: ۳۰۷ھ=۹۲۰ء

[۱۸] الضعفاء: ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی پیدائش: ۲۲۴ھ=۸۳۹ء وفات: ۳۱۰ھ=۹۲۳ء

[۱۹] الضعفاء الکبیر: ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ العقیلی [وفات: ۳۲۲ھ=۹۳۴ء]

[۲۰] الضعفاء: ابونعیم عبدالمالک بن محمد بن عدی الجرجانی

پیدائش: ۲۴۲ھ=۸۵۶ء وفات: ۳۲۳ھ=۹۳۵ء

[۲۱] الجرح والتعدیل: عبدالرحمٰن بن محمد ابی حاتم ابن ادریس الرازی

پیدائش: ۲۴۰ھ=۸۵۴ء وفات: ۳۲۷ھ=۹۳۸ء

[۲۲] الضعفاء: ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی

پیدائش: ۲۹۴ھ=۹۰۷ء وفات: ۳۵۳ھ=۹۶۴ء

[۲۳] المجروحین من المحدثین: محمد بن حِبَّان بن احمد البُستی [وفات: ۳۵۴ھ=۹۶۵ء]

[۲۴] الکامل فی ضعفاء الرجال: ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی

پیدائش: ۲۷۷ھ=۸۹۰ء وفات: ۳۶۵ھ=۹۷۶ء

[۲۵] الضعفاء: ابوالفتح محمد بن الحسین بن احمد الازدی [وفات: ۳۷۴ھ=۹۸۴ء]

[۲۶] الضعفاء والمتروکین: ابوالحسن علی بن محمد بن احمد الدارقطنی

پیدائش: ۳۰۶ھ=۹۰۹ء وفات: ۳۸۵ھ=۹۹۵ء

[۲۷] سؤالات حمزہ بن یوسف السہمی للدارقنی: ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم [وفات: ۴۲۸ھ]

[۲۸] سؤالات البرقانی للدارقطنی: ابوبکر احمد بن محمد بن احمد

پیدائش:۳۳۶ھ=۹۴۸ء وفات:۴۲۵ھ=۱۰۳۴ء

[۲۹] **الضعفاء: ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاہین**

پیدائش:۲۹۷ھ=۹۱۹ء وفات:۳۸۵ھ=۹۹۵ء

[۳۰] **الضعفاء: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری**

پیدائش:۳۲۱ھ=۹۳۳ء وفات:۴۰۵ھ=۱۰۱۴ء

[۳۱] المدخل الی الصحیح: **ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری**

[۳۲] **تاریخ بغداد: احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی**

پیدائش:۳۹۲ھ=۱۰۰۲ء وفات:۴۶۳ھ=۱۰۷۲ء

[۳۳] التحبیر في المعجم الکبیر: **ابوسعد عبدالکریم بن محمد السمعانی** [وفات:۵۶۲ھ]

[۳۴] **الضعفاء والمتروکین: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی**

پیدائش:۵۰۸ھ=۱۱۱۴ء وفات:۵۹۷ھ=۱۲۰۱ء

[۳۵] **الضعفاء: ابوبکر محمد بن موسی بن عثمان الحازمی** پیدائش:۵۴۸ھ=۱۱۵۳ء وفات:۵۸۴ھ=۱۱۸۸ء

[۳۶] **الضعفاء: ابویعقوب یوسف بن احمد بن ابراہیم الشیرازی**

پیدائش:۵۲۹ھ=۱۱۳۵ء وفات:۵۸۵ھ=۱۱۸۹ء

[۳۷] **تہذیب الکمال: ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف مِزّی**

پیدائش:۶۵۴ھ=۱۲۵۶ء وفات:۷۴۲ھ=۱۳۴۱ء

[۳۸] **تذکرۃ الحفاظ: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

پیدائش:۶۷۳ھ=۱۲۷۴ء وفات:۷۴۸ھ=۱۳۴۸ء

[۳۹] **دیوان الضعفاء والمتروکین: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

[۴۰] **سیر اَعلام النبلاء: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

[۴۱] **العِبر فی خبر مَن غبر: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

[۴۲] **الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

[۴۳] **المغنی فی الضعفاء: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

[۴۴] **میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی**

[۴۵] الضعفاء والمتروکین: علی بن عثمان بن الترکمانی حنفی

پیدائش: ۶۸۳ھ = ۱۲۸۴ء وفات: ۷۵۰ھ = ۱۳۴۹ء

[۴۶] جامع التحصیل فی احکام المراسیل: صلاح الدین ابوسعید بن خلیل بن کیکلدی العلائی

پیدائش: ۶۹۴ھ وفات: ۷۶۱ھ

[۴۷] تحفۃ التحصیل فی ذکر رُواۃ المراسیل: ولی الدین احمد بن عبدالرحیم ابوزرعۃ العراقی

[وفات: ۸۲۶ھ]

[۴۸] الاغتباط بمن رمی بالاختلاط: برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل سبط ابن العجمی

پیدائش: ۷۵۳ھ = ۱۳۵۲ء وفات: ۸۴۱ھ = ۱۴۳۸ء

[۴۹] الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث: برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل

سبط ابن العجمی

[۵۰] تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ: احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی

پیدائش: ۷۷۳ھ = ۱۳۷۲ء وفات: ۸۵۳ھ = ۱۴۴۹ء

[۵۱] تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی

[۵۲] تقریب التہذیب: احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی

[۵۳] تہذیب التہذیب: احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی

[۵۴] لسان المیزان: احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی

[۵۵] اللمع فی اسماء من وضع: ابوبکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی

پیدائش: ۸۴۹ھ = ۱۴۴۵ء وفات: ۹۱۱ھ = ۱۵۰۵ء

[۱۳]

دین اسلام کو موضوع روایات کے ضرر سے بچانے کے لیے محدثینِ کرام نے ضعیف، منکر اور موضوع روایات پر مشتمل کتابیں لکھیں تا کہ جعل سازی طشت از بام ہو، ان کتب کی ایک طویل فہرست ہے جس میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

[۱] الموضوعات: محمد بن عمرو بن مہدی، نقاش، اصبہانی، حنبلی ابوسعید [وفات: ۴۱۴ھ = ۱۰۲۳ء]

اس کتاب سے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے کافی فائدہ اٹھایا ہے، دیکھئے: میزان الاعتدال ا: ۱۱۸-۱۱۹ لسان المیزان ا:۲۲۰ ترجمہ: احمد بن عثمان نہروانی، ۳: ۱۲، ۴: ۳۵۹ ترجمہ: سِرّی بن عاصم بن سہل و ترجمہ: عمرو بن جمیع۔

[۲]تذکرة الموضوعات: محمد بن طاہر بن علی، مقدسی [وفات: ۵۰۷ھ= ۱۱۱۳ء]

[۳]الأباطيل والمناكير والصّحاح والمشاهير: حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر ہمدانی، جورقانی [وفات: ۵۴۳ھ= ۱۱۴۸ء]

[۴] الموضوعات: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی [وفات: ۵۹۷= ۱۲۰۱ء]

[۵] العلل المتناهية فی الأحاديث الواهية: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی

[۶] كتاب القصاص والمذكرين: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جوزی

[۷]العقيدة الصحيحة في الموضوعات الصريحة: عمر بن بدر سعید، وَرانی، موصلی، حنفی [وفات: ۶۲۲ھ= ۱۲۲۵ء]

[۸]المغني عن الحفظ والكتاب بقولهم: لم يصح شيئ فی هذاالباب: عمر بن بدر سعید وَرانی، موصلی، حنفی

[۹] الموضوعات: حسن بن محمد بن حیدر، حنفی، صاغانی (۱) [وفات: ۶۵۰ھ= ۱۲۵۲ء]

[۱۰]الدر الملتقط في تبيين الغلط و نفي اللغط: حسن بن محمد بن حیدر، حنفی، صاغانی

[۱۱]أحاديث القصاص: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، حرانی، دمشقی [وفات: ۷۲۸ھ= ۱۳۲۸ء]

یہ کتاب امام ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاوی جلد: ۱۱، اور جلد: ۱۸ سے ماخوذ ہے۔

[۱۲] رسالة في الأحاديث الضعيفة والموضوعة: محمد بن احمد بن عبدالہادی، ابن قدامہ حنبلی [وفات: ۷۴۴ھ= ۱۳۴۳ء]

---

(۱) حسن بن محمد بن حیدر، حنفی، صاغانی، صغانی، علامہ صاغانی، چاغان [مَرْو] لاہور میں پیدا ہوئے، بچپن غَزْنہ [سندھ] میں گزارا، حصول علم کے لیے یمن اور بغداد تشریف لے گئے ان کی وفات بغداد میں ہوئی اور ان کی وصیت کے مطابق ان کی تدفین مکة الکرمة میں ہوئی۔ لغت میں مجمع البحرین اور حدیث میں مشارق الانوار بھی لکھیں۔ ۶۵۰ھ= ۱۲۵۲ء کو فوت ہوئے۔ [نزہة الخواطر ا: ۱۵۶، الاعلام ۲: ۲۱۴]

[۱۳]ترتیب الموضوعات: **محمد بن احمد بن عثمان ذہبی** [وفات: ۷۴۷ھ = ۱۳۴۸ء]

[۱۴]تلخیص الأباطیل: **محمد بن احمد بن عثمان ذہبی**

[۱۵]تلخیص المستدرك: **محمد بن احمد بن عثمان ذہبی**

[۱۶]المنار المنیف فی الصحیح والضعیف: **محمد بن ابی بکر، ابن قیم، جوزی** [وفات: ۷۵۱ھ = ۱۳۵۰ء]

[۱۷]التذکرة في الأحادیث المشتهرة: **بدرالدین ابوعبداللہ زرکشی** [وفات: ۷۹۴ھ = ۱۳۹۲ء]

[۱۸]الباعِث علی الخلاص من حوادث القُصاص: **عبدالرحیم بن حسین، حافظ عراقی** [وفات: ۸۰۶ھ = ۱۴۰۴ء]

[۱۹]المقاصد الحسنة في بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الألسنة **محمد بن عبدالرحمٰن، سخاوی** [وفات: ۹۰۲ھ = ۱۴۹۷ء]

[۲۰]اللآلي المصنوعة في الأحادیث الموضوعة: **عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی** [وفات: ۹۱۱ھ = ۱۵۰۵ء]

[۲۱]النکت البدیعات علی الأحادیث الموضوعات، **عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی**

[۲۲]الزیادات علی الموضوعات: **عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی**

[۲۳]تحذیر الخواص من أکاذیب القصاص: **عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی**

[۲۴]الغُمّاز علی اللُّمّاز في الموضوعات المشهورات: **نورالدین علی بن احمد سمہودی** [وفات: ۹۱۱ھ = ۱۵۰۶ء]

[۲۵] الفوائد المجموعة في الأحادیث الموضوعة: **محمد بن یوسف بن علی، شامی** [وفات: ۹۴۲ھ = ۱۵۳۶ء]

[۲۶]تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی ألسنة الناس من الحدیث: **عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن دیبع** [وفات: ۹۶۳ھ = ۱۵۵۶ء]

[۲۷] تنزیة الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة الموضوعة: **علی بن محمد بن علی ابن عراق، کنانی** [وفات: ۹۶۳ھ = ۱۵۵۶ء]

[۲۸]تذکرة الموضوعات: **محمد طاہر بن علی صدیقی**، پٹنی، ہندی[وفات:۹۸۶ھ=۱۵۷۸ء]

[۲۹]الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: **علی بن سلطان محمد، قاری**، حنفی

[وفات:۱۰۱۴ھ=۱۶۰۶ء]

یہ کتاب **الموضوعات الکبیر** اور **الموضوعات الکبریٰ** کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔

[۳۰] المصنوع في معرفة الموضوع: **علی بن سلطان محمد، قاری**، حنفی

[۳۱] الهيئة السيئات في تبيين أحاديث الموضوعات: **علی بن سلطان محمد، قاری**، حنفی

[۳۲]مختصر المقاصد الحسنة: **محمد بن عبد الباقی، زرقانی** [وفات:۱۱۲۲ھ=۱۷۱۰ء]

[۳۳]مختصر اللآلي المصنوعة: **علی بن احمد، خُرشی، مالکی** [وفات:۱۱۴۳ھ=۱۷۳۰ء]

[۳۴] کشف الخَفاء و مزيل الألباس عمّا اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس:

اسماعیل بن محمد عَجلونی [وفات:۱۱۶۲ھ=۱۷۴۹ء]

[۳۵]الدرر المصنوعات في الأحاديث الموضوعات: **محمد بن احمد سفارینی**

[وفات:۱۱۸۸ھ=۱۷۷۴ء]

[۳۶]الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: **محمد بن علی بن محمد شوکانی**

[وفات:۱۲۵۰ھ =۱۸۳۴ء]

[۳۷]الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة: **محمد بن عبد الحی لکھنوی**

[وفات:۱۳۰۴ھ=۱۸۸۷ء]

یہ نہایت مفید اور جامع کتاب ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس پر حواشی اور تعلیقات لکھ کر شائع کی ہے۔

[۳۸]اللؤلؤ المرصوع فيما قيل: لاأصل له أو بأصله موضوع: **محمد بن خلیل**، قاوُقجي، حنفی

[وفات:۱۳۰۵ھ=۱۸۸۸ء]

[۳۹] تحذير المسلمين من الأحاديث الموضوعة على سيد المرسلين:

محمد بن بشیر ظافِر ازہری[وفات:۱۳۲۹ھ=۱۹۱۱ء]

[۴۰] سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة وَأثرها السيئ في الأمة:

محمد ناصر الدین البانی [وفات:۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء]

[۴۱]المجموعة في الأحاديث الضعيفة والموضوعة:
سراج الاسلام حنیف بن عبدالمعبود بن خیر محمد بن گل محمد۔
میں ضلع مردان کے مضافاتی قصبہ شہباز گڑھی کے ایک چھوٹے گاؤں ہوسئی میں ۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ستمبر ۱۹۵۵ء کو پیدا ہوا۔ ابتدائی اسباق اپنے عمِ محترم مولوی عبدالودود صاحب سے پڑھے۔ شیخ عبدالسلام صاحب رستمی، شیخ احسان اللہ صاحب زور آبادی، شیخ عبدالباقی صاحب ہزاروی، شیخ القرآن غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی، قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ، قاضی عصمۃ اللہ صاحب قلعہ دیدار سنگھ، شیخ الحدیث سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی اور شیخ الحدیث محمد ایوب صاحب تیلوسی سے کسب فیض کیا۔ باطنی تربیت واصلاح سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری گجراتی اور سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی سے لی۔
موقوف علیہ میں شیخ عبدالسلام صاحب رستمی نے تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین، سراجیۃ اور مشکاۃ المصابیح پڑھائے۔ شیخ احسان اللہ صاحب زور آبادی نے ہدایہ اول، اور شیخ عبدالباقی صاحب ہزاروی نے ہدایہ آخر کا درس دیا۔
دورہ حدیث تعلیم القرآن راولپنڈی میں کیا، جہاں شیخ غلام خان صاحب، شیخ الحدیث محمد ایوب صاحب تیلوسی اور شیخ نور محمد صاحب ہزاروی نے کتب احادیث پڑھائیں۔ وفاق المدارس الاسلامیہ سے سند فضیلت حاصل کی۔ پشاور یونیورسٹی سے علوم حدیث میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

[۱۴]

موضوع روایت پر حکم لگانے کے وقت محدثین کرام درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں، جن سے شناسائی اور واقفیت نہایت ضروری ہے۔
[۱]موضوع: یہ بہت عام لفظ ہے، جس کا استعمال اتنا زیادہ ہے کہ اس کی مثال پیش کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔
[۲]لایصح بمعنی موضوع: علامہ کوثری لکھتے ہیں: إن قول النقاد في الحديث:أنه لا يصح، بمعنى:أنه باطلٌ، في كتب الضعفاء و المتروكين لا بمعنى : أنه حسنٌ، و إن لم

يكن صحيحًا' كمانصَّ على ذلك أهل الشان بخلاف كتب الأحكام......ثم إن تعدد الطرق إنمايرفع الحديث إلى مرتبة الحسن لغيره إذاكان الضعف في الرُّواة من جهة الحفظ و الضبط فقط' لامِن ناحيةتهمة الكذب' فإن كثرة الطرق لاتُفيد شيئاإذ ذاك.

[مقالات الکوثری:۳۹]

''ناقدین حدیث کا ضعفاء اور متروکین کی کتابوں میں کسی روایت کے بارے میں لا یصحُّ کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے' اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ حسن کے درجہ میں ہے صحیح کی ایک قسم ہے' البتہ فقہی کتب میں لا یــصــحُّ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت صحت کے اعلیٰ درجہ میں نہیں ہے' ہاں حسن کے درجہ میں ہے' پھر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر کسی راوی کا صرف حافظہ خراب یا اُس کا ضبط کمزور ہے تو یہی روایت کثرت طرق کی بناء پر حسن لغیرہ کے درجہ پر فائز ہو جاتی ہے لیکن اگر راوی پر تہمتِ کذب [جھوٹ بولنے کا الزام] ہو تو اُس وقت کثرتِ طرق کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

مثلاً:

–۱: حافظ سخاوی اور امام شوکانی اذان سن کر انگوٹھے چومنے کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:
لا يصحُّ. [المقاصد الحسنة:۶۰۵' حدیث:۱۰۲۱' الفوائد المجموعة:۲۰]

–۲: ایک روایت میں ہے: لكل أمةٍ فرعون' وفرعون هذه الأمة: معاوية بن أبي سفيان.
''ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے' اور اِس امت کا فرعون [خاکم بدہن] معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہے۔''

امام محمد طاہر بن علی ہندی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ليس بصحيح. [تذکرة الموضوعات:۱۰۰]
صاف ظاہر ہے کہ یہاں صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

–۳: ایک رویت میں ہے: وردٌ خُلِق من عرق النبي ﷺ أو من عرق البراق.
''گلاب کا پودا رسول اللہ ﷺ یا براق کے پسینہ سے پیدا ہوا ہے''۔

امام محمد طاہر بن علی ہندی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: قال النووي: لايصح' و كذا قال شيخنا أنه موضوعٌ' سبقه لذلك ابن عساكر. [تذكرة الموضوعات:۱۶۱]

''امام نووی فرماتے ہیں: صحیح نہیں' اسی طرح ہمارے شیخ نے بھی فرمایا ہے کہ یہ روایت موضوع

ہے'اوران سے پہلے حافظ ابن عسا کرنے بھی اسے موضوع کہا ہے۔''

[۳]لا یثبت'یا:لیس بثابت'بمعنی:موضوع:

–۱:سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے:عليٌّ خیرالبشر'فمن امترى فقد كفر.

[تاریخ بغداد ۷:۴۲۱'میزان الاعتدال ۱:۵۲۱]

''[سیدنا]علی[رضی اللہ عنہ]خیرالبشر ہیں اور جواس میں شک کرے وہ کافر ہے۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:هذاحديث منكرٌ......وليس بثابت.[تاریخ بغداد ۷:۴۲۱]

اس کا یہ مطلب نہیں لیا جائے گا کہ یہ روایت منکر اصطلاحی ہے'یا اسی سند سے ثابت نہیں اور دوسری اسناد سے ثابت ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے'اس لیے کہ سید البشر تو رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حافظ ذہبی اس روایت کے ساتھ ایک اور روایت نقل کرکے لکھتے ہیں کہ:

فهذان دالّان على كذبه وعلى رِفضه.[میزان الاعتدال ۱:۵۲۱'ترجمہ:۱۹۴۳]

''یہ دونوں روایتیں اس راوی کے جھوٹا اور رافضی ہونے پر واضح دلیل ہیں۔''

–۲:یا یہ روایت:من عرف نفسه فقدعرف ربه.

''جس نے خود کو پہچانا تو اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔''

امام نووی فرماتے ہیں:ليس هو بثابت.[فتاوی الامام النووی:۱۴۷'سوال:۳۲۳]

امام زرکشی امام ابوالمظفر بن السمعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

هذالايثبت عن النبي ﷺ وإنماهولفظٌ محكيٌّ عن يحيى بن معاذ الرازي.

[التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ:۸۶'حدیث:۱۰۳]

''یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں' بلکہ یہ یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے۔''

–۳:یا یہ روایت:موتوا قبل أن تموتوا.

''مرنے سے پہلے خود کو مرا ہوا تصور کرو۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں:إنه غيرثابت.[المصنوع:۱۹۸'حدیث:۳۷۳]

''یہ ثابت نہیں ہے۔''

–۴:ملا علی قاری لکھتے ہیں:وأمّا ماروي في التختم بالعقيق من أنه يُنفي الفقر'وأنه مباركٌ'

وأن من تختَّم به لم يزل في خير،فكلهاغيرثابتة على ماذكره الحفاظ.

[مرقاۃ المفاتیح۸:۱۸۵،بذیل حدیث:۴۳۸۸]

''عقیق کی انگوٹھی پہننے،اس سے فقر وحاجت کے دور ہو جانے اوراس سے خیر وبرکت کے حصول کی سب روایتیں پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتیں۔''

[۴] مُنکَر/اَن جانی حدیث:بمعنی موضوع

''منکر''[کاف کے زَبَر کے ساتھ]''انکار'' سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جو''اقرار'' کا ضد ہے۔ اَن جانی روایت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے:

—۱:جس کی سند میں ایسا راوی ہو جو فسق یا فُحشِ غلط یا کثرتِ غفلت کا شکار ہو:

وهو ماانفرد الراوي الضعيف به،وقد يُعَدُّ مفرد الصَّدوق مُنكراً.[الموقظۃ:۴۲]

فمن فحش غلطه أو كثرت غفلته أو ظهر فسقه فحديثه منكرٌ.[شرح نخبۃ الفکر:۸۲]

—۲:کسی ضعیف راوی کی روایت جو ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو،ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں:وإن وقعت المخالفة له مع الضعف فالراجح يُقال له: المعروف،و مقابله يُقال له:المنكر.[شرح نخبۃ الفکر:۵۲]

''منکر'' روایت نا قابلِ استدلال ہوتی ہے:المنكر لا يُحتجُّ به.[شرح نخبۃ الفکر:۵۲]

مگر ناقدین حدیث''منکر'' کا اِطلاق کبھی کبھار''موضوع وباطل'' روایت پر کرتے ہیں،مثلاً:

—۱:حدیث:إنَّ من تمام إيمان العبد أن يستثني في كل حديثه کے بارے میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:یہ منکر ہے۔[المصنوع:۶۸،حدیث:۶۶]

اس رویت کے بارے میں حافظ ذہبی اپنی رائے کا اِظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

هذا الحديث الباطل قد يحتج به المَرَقَةُ ، الذين لو قيل لأحدهم : أنت المُسيلمة الكذاب؟ فقال:إن شاء الله.[میزان الاعتدال۴:۱۳۴،ترجمہ:مُعارِک بن عباد:۸۶۱۷]

''یہ روایت باطل ہے،اس سے وہ بے دین لوگ استدلال کرتے ہیں جنہیں اگر کہا جائے:کیا تو مسیلمہ کذاب ہے؟اور وہ جواب میں کہے:انشاءاللہ۔''

—۲: حدیث:لادين لمن لا عقل له کے بارے میں ملا علی قاری نے امام نَسائی کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:باطلٌ منكر.[المصنوع:۲۰۷،حدیث:۳۹۸]

–۳: محمد بن ابراہیم بن کثیر الصوری کے ترجمہ میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

رَوَی عن رَوَّاد بن الجراح خبراً باطلاً منکراً في ذِکر المهدي‘قال الجلاب:هذا باطلٌ.

[میزان الاعتدال۳:۴۴۹‘ترجمہ:۷۱۱۴]

[۵]لاأصل له‘لیس له أصلٌ بمعنی:موضوعٌ:

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:قولهم:هذاالحدیث لیس له أصلٌ‘أو لاأصل له‘قال ابن تیمیة:لیس له إسنادٌ. [تدریب الراوی۱:۲۵۲‘نوع:۲۲‘فائدہ:۳]

’’محدثین کے قول لاأصل لہاورلیس له أصلٌ کی توضیح حافظ ابن تیمیہ نے یوں کی ہے کہ اس کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔‘‘

اور یہ ظاہر ہے کہ دین کا سارا دارومدار اِسناد پر ہے‘جب کسی چیز کی اِسنادی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے تو وہ دین نہیں رہتا۔

–۱:اتخذوا عندالفقراء أیادي‘فإن لهم دولةً یوم القیامة.

’’فقراء[ملنگوں]کے ساتھ اچھا تعلق رکھو اس لیے کہ قیامت کے روز ان کی باشاہت ہو گی۔‘‘

حافظ سخاوی اور ملا علی قاری حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:لاأصلَ له.

[المقاصد الحسنۃ:۵۴‘حدیث:۱۷‘الاسرار المرفوعۃ:۱۰۳‘حدیث:۷]

’’اس کی کوئی اصل واَساس نہیں ہے۔‘‘

حافظ سخاوی اس جیسی مزید روایات نقل کر کے لکھتے ہیں:

و کل هذاباطلٌ. [المقاصد الحسنۃ:۵۴‘حدیث:۱۷] ’’یہ سب کے سب باطل ہیں۔‘‘

–۲:سلیمان بن احمد از محمد بن جعفرِ بن اعین وعبداللہ بن محمد بن جعفر از عبدالرحمٰن بن حسن از علی بن حرب از ابو ایوب یَعلی بن عمران بَجلی از مخزوم بن ہانی مخزومی از ہانی –جس کی ڈیڑھ سو برس عمر تھی– سے روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے‘اُس رات کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ گیا اور اُس کے چودہ کنگرے گر گئے‘فارِس کا آتش کدہ جو ہزار برس سے روشن تھا‘بجھ گیا اور موبذان نے خواب میں دیکھا کہ ایک سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے۔

[دلائل النبوۃ‘ابُونعیم:۱۳۸–۱۳۹‘حدیث:۸۲‘دلائل النبوۃ‘بیہقی۱:۱۲۶–۱۲۷]

بظاہر اس روایت کی سند موجود ہے، لیکن بایں ہمہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: أما هذا الحديث فلا أصل له في شيئ من كتب الإسلام المعهودة، ولم أره بإسناد أصلاً.

[البدایۃ والنہایۃ ۲: ۲۸۳]

''دین اسلام کی متداول کتابوں میں اس روایت کا نام ونشان تک نہیں، اور میں نے اسے کہیں بھی باسند نہیں دیکھا ہے۔''

یہ اس لیے موضوع اور بے اصل ہے کہ:

– ہانئ کے نام کا کوئی صحابی جو مخزومی، قریشی ہو اور جو ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو معلوم نہیں۔

امام ابن اثیر اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وليس في الحديث مايدلُّ على صحته.

[اسد الغابۃ ۴: ۴۳۴، ترجمہ: ۵۳۴۰، الاصابۃ ۳: ۵۹۷]

''کوئی حدیث ان کی صحابیت کا ثبوت فراہم نہیں کرتی۔''

– مخزوم بن ہانئ سے محدثین میں کوئی شناسا نہیں۔

تنبیہ: مولانا شبلی صاحب نعمانی (۱) لکھتے ہیں: ابو نُعَیم کی روایت میں محمد بن جعفر بن احین مشہور وضّاع ہے۔ [سیرت النبی ﷺ ۳: ۴۱۰]

مولانا شبلی تسامح کا شکار ہوئے ہیں، اس لیے کہ کتب اسماء الرجال میں کوئی ایسا راوی نہیں ملتا جس کا نام محمد بن جعفر بن احین ہو، اس راوی کا نام محمد بن جعفر بن اعین ہے، جسے محدثین المحدث الصادق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ [سیر اَعلام النبلاء ۱۳: ۵۶۶]

[٦] باطل بمعنی: موضوع:

–۱: حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: أحاديث الذكر على أعضاء الوضوء كلها باطلٌ، ليس فيها شيئ يصح. [المنار المنیف: ۱۲۰، حدیث: ۲۷۰]

---

(۱) مولانا شبلی نعمانی بن شیخ حبیب اللہ ۱۸۵۷ء کو بھارت کے صوبہ اتر پردیش کے ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے۔ وکالت کا امتحان پاس کیا، مگر اس پیشے میں جی نہ لگا۔ ۱۸۸۲ء میں علی گڑھ میں پروفیسر رکھ لیے گئے جہاں پروفیسر آرنلڈ سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ اُن سے فرانسیسی سیکھی اور اُنہیں عربی سکھائی۔ سر سید احمد خان کی وفات کے بعد دارالمصنفین کی بنیاد رکھی۔ ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو وفات پائی۔

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱: ٦٥٠]

''وضوء کرتے وقت ہر ہر عضو پر الگ الگ ذکر کی تمام روایتیں باطل ہیں' ان میں سے کوئی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔''

جو روایت اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہے' وہ امام ابن حِبان کی ہے جو قطعاً نا قابل عمل ہے کیونکہ اس کا مرکزی راوی عباد بن صہیب ہے' جو قدری تھا۔ مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا تھا' احادیث کا کوئی تجربہ کار مبتدی طالب علم اگر اس کی روایات سنے گا تو بِلا توقف انہیں موضوع کہے گا۔

[المجروحین۲:۱۶۴' ترجمہ:۷۸۵]

امام بخاری فرماتے ہیں: محدثین نے اس سے روایت لینی ترک کی ہے۔[تاریخ کبیر۲:۴۳]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۴۱۱]

اس لیے حافظ ابن قیم مسنون اذکار کے علاوہ دوسرے اذکار کے بارے میں فرماتے ہیں سب جھوٹے اور جعلی ہیں۔[زاد المعاد ۱:۱۹۵]

حافظ مغلطائی (۱) فرماتے ہیں: وأما الدعاء عند غسل کل عضو فمرويٌ عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم من طرق وفي كلها ضعفاء ومجاهيل' وفي بعضها مع ذلك انقطاع.

[شرح سنن ابن ماجہ ۱:۳۸۹]

''یہ دعا اگرچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے مگر اس کے سب طُرُق میں کمزور اور مجہول راوی ہیں اور بعض کی سند میں انقطاع بھی ہے۔''

امام نووی لکھتے ہیں: وأما الدعاء المذكور فلا أصل له.[المجموع شرح المہذب ۲:۵۰۴]

''مذکورہ دعاء بالکل بے اصل ہے۔''

حافظ ابن حجر ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: فالحاصل أن طرقه كلها لا تخلو من متهم بوضع الحديث.[نتائج الافکار ۱:۲۶۱]

''الحاصل اس روایت کے سب طرق وضع حدیث سے بدنام شخص سے خالی نہیں۔''

ان تصریحات کے مطابق مجھے مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کی یہ بات کچھ زیادہ وزنی معلوم نہیں

---

(۱) مغلطاي بن قليج بن عبدالله بكجري مصري حكري حنفي ابوعبداللہ' علاء الدین' مؤرخ اور حافظ حدیث اور ماہر اَنساب تھے۔ ترکی الاصل اور مستعرب تھے۔ ۶۸۹ھ=۱۲۹۰ء کو پیدا ہوئے اور ۷۶۲ھ=۱۳۶۱ء کو وفات پائی۔[لحظ الالحاظ' ابن فہد:۱۳۳' الاعلام ۷:۲۷۵]

ہوتی کہ: ''ان تین اذکار کے علاوہ وضوء کے دوران ہر عضو کو دھوتے وقت جو دعائیں مروج ہیں قرآن وحدیث میں اُن کا ثبوت نہیں ہے' اس لیے بعض اہلِ ظاہر نے انہیں کَـذِبٌ مُـخْتَلَقٌ کہہ دیا ہے اس کا منشاء یہی ہے کہ حدیث سے اس کا ثبوت نہیں' یہ مطلب نہیں کہ اِس کا پڑھنا ناجائز ہے چنانچہ علماء نے لکھا ہے: إنه من دأب الصالحين. [درس ترمذی ۱:۲۶۲]

اس بارے میں عرض ہے کہ: إنه من دأب الصالحين کا قول میری نظر سے کہیں نہیں گزرا' اگر کسی محدث کا یہ قول ہے تو پھر اِس سے اصطلاحی صالحین مراد ہوں گے' جن کے بارے میں امام مسلم نے امام یحییٰ بن سعید القطان کا قول نقل کیا ہے: لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْئٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ. [مقدمہ صحیح مسلم ۱:۱۷-۱۸' المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۳۳' شرح علل الترمذی ۱:۹۳]

''ہم نے حدیث کے بیان کرنے میں نیک وصالح لوگوں سے زیادہ أَكْذَبُ کوئی اور نہیں دیکھا ہے۔''

حافظ ابن مندہ (۱) فرماتے ہیں: إذا رأيتَ في حديث: حدثنا فلانٌ الزاهد فاغسل يدك منه. [شرح علل الترمذی' حافظ ابن رجب ۱:۹]

''جب تم کسی حدیث کی سند میں کسی زاہد راوی کو دیکھو تو اُس حدیث سے ہاتھ دھولو۔''

[۷] كذبٌ بمعنی: موضوع:

جن احادیث میں سیدنا خضر علیہ السلام کا ذکر ہے اُن کے بارے میں حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

الأحاديث التي يُذكرُ فيها الخضر و حياتُهُ كلها كذبٌ' و لا يصح في حياته حديثٌ واحدٌ. [المنار المنیف: ۶۷' حدیث: ۶۷]

''جن روایات میں سیدنا خضر علیہ السلام اور اُن کے زندہ رہنے کا تذکرہ ہے' وہ سب جھوٹی ہیں اور اُن میں سے ایک بھی روایت صحیح نہیں ہے۔''

---

(۱) محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ' ابن مندة' ابو عبداللہ العبدی' منسوب بعبد یالیل' اصبہانی' حافظ حدیث میں سے تھے۔ ۳۱۰ھ = ۹۲۲ء کو پیدا ہوا۔ سترہ سو اَساتذہ سے حدیث کا سماع کیا۔ بکثرت کتابیں لکھیں۔ ۳۹۵ھ = 1005ء کو وفات پائی۔ فرمایا کرتے تھے: میں دو بار مشرق اور مغرب گیا مگر میں کسی مذبذب عالم کے قریب بھی نہیں گیا اور نہ کسی مبتدع سے کوئی روایت سنی۔ [طبقات الحنابلہ ۲:۱۶۷' ترجمہ: ۶۳۰' الاعلام ۶:29]

[۱۵]

قارئین کرام! فی زمانناان وضعی، جعلی اور باطل روایات کے پھیلانے میں الیکٹرانک میڈیا اور اخبارات، جرائد اور رسائل کا بہت بڑا ہاتھ ہے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

[۱] دینی مدارس کے نصاب میں نَفْحَةُ الْعَرَبِ نامی کتاب داخل ہے، جس کے مؤلف، استاذِ ادب مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندی ہیں (۱)۔ اس میں قِلَّةُ الطَّعَامِ کے تحت انہوں نے ایک حدیث یوں نقل کی ہے: الحمية رأس الدواء، والمَعِدة بيت الداء، وعَوِّدُوا كل جسم مااعتاد.

[نفحة العرب: ۲۸]

''ساری دواؤں کی بنیاد پرہیز ہے، معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور ہر بدن کو اتنا ہی دے دو جتنا تم نے اس کو خوگر بنایا ہے۔''

حالانکہ یہ قطعاً حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ عرب کے مشہور طبیب حارث بن کَلَدَة کا قول ہے۔ [زاد المعاد ۴: ۱۰۴، المقاصد الحسنة: ۶۱۱، فتح المغیث ۱: ۲۴۶، الاسرار المرفوعة: ۳۰۹]

[۲] ۱۵- اپریل ۱۹۹۵ء کو شام کے وقت ریڈیو پاکستان پشاور سے دینی پروگرام ''روخانہ لار'' سُن رہا تھا، اس پروگرام میں پروفیسر ڈاکٹر عارف نسیم صاحب نے درسِ کلام پاک کے زیرِ عنوان تفکر کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

فكرةُ ساعةٍ خيرٌ من قيام ليلةٍ.

''ایک ساعت کا تفکر ایک رات کے قیام سے بہتر ہے۔''

ایک اور روایت کا ترجمہ یوں پیش کیا کہ:

''ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے (۲)۔''

---

(۱) مولانا اعزاز علی کا آبائی وطن امروہہ تھا۔ یکم محرم ۱۳۰۱ھ = ۱۸۸۲ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد صاحب کی ملازمت تھی۔ بچپن میں قرآن مجید ناظرہ اور حفظ کے ساتھ پڑا۔ مفتی کفایت اللہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا رسول خان ہزاروی کے شاگرد رہے ہیں۔ عربی اور فارسی ادب میں بڑا کمال حاصل تھا۔ بہت سی کتابوں پر حواشی لکھے۔ ۱۳ رجب ۱۳۷۴ھ = ۸ مارچ ۱۹۵۵ء کو وفات پائی۔ [اکابر علمائے دیوبند: ۱۳۷]

(۲) یہ موضوع روایت ماہ نامہ ترجمان القرآن جلد: ۱۲۱، شمارہ: ۶، ص: ۲۳، جون ۱۹۹۵ میں ڈاکٹر سعید اللہ قاضی کے مضمون ''شاہ ولی اللہ اور مقام احسان'' میں بغیر کسی رد کے بطورِ استدلال پیش کیا گیا ہے۔

حالانکہ یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کے دوراوی کذاب ہیں۔ ملاحظہ ہو علامہ ابن جوزی کی الموضوعات ۳:۱۴۴ اور علامہ محمد طاہر پٹنی کی تذکرۃ الموضوعات:۱۸۹.

[۳] ہفت روزہ حرمت اسلام آباد کا شمارہ:۲٦' جلد:۱۴' جون ۱۹۹۴م پیش نظر ہے جس کے صفحات ۲۳-۲۴ پر بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مولوی سید محمد عبدالقادر صاحب آزاد کا ایک مضمون ہے جس میں موصوف فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر انسان وہ ہے جو اس کے کنبے کی سب سے زیادہ خدمت کرے۔''

یہ دراصل: الخلق كلهم عيال الله 'فأحب الخق إلى الله من أحسن إلى عياله.

[مسند ابی یعلی ٦:٦٥؛ ١٠٦' ١٩٤' معجم اوسط ۴:۱۵۳[۱۵۴۱]' شعب الایمان ٦:۴۲-۴۳]

کا ترجمہ ہے' لیکن اس کا راوی یوسف بن عطیہ بن ثابت صفار متروک تھا۔

[تقریب التہذیب:۲۴۲' ترجمہ:۷۸۷۳]

اور دوسرا راوی عمیر ابو ہارون قرشی متروک تھا۔ [مجمع الزوائد ۸:۱۹۱' التذکرۃ:۱۹۵]

اس روایت کو خطیب نے [تاریخ بغداد ٦:۳۳۴ میں بھی] نقل کیا ہے جس کی سند میں موسیٰ بن عمر قرشی ابو ہارون کوفی نامی راوی ہے جو حکم بن عتیبہ کے استاد اور اسحاق بن کعب بغدادی کے شاگرد ہیں۔ [تہذیب الکمال ۲۹:۱۲۸]

امام ابن ابی حاتم (۱) فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث اور کذاب تھا۔ [الجرح والتعدیل ۸:۱۵۵]

[۴] ''غرباء اہل حدیث'' کا ''Organ'' پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی کے جلد:۷۷ شمارہ:۲۰' ۱٦-شوال ۱۴۱٦ھ = ۷ مارچ ۱۹۹٦ کے صفحہ:۲۳ پر صبا مجیب الرحمٰن صاحبہ کا مضمون ''علم کی اہمیت'' کے موضوع پر ہے جس میں موصوفہ صفحہ:۲۵ پر رقم طراز ہیں کہ ''اسی طرح ہر عورت کو اپنے بچوں کی صحت کے متعلق معلومات ہونی چاہیے' حدیث شریف میں آتا ہے:

---

(۱) عبدالرحمٰن بن محمد ابو حاتم بن ادریس بن منذر' تمیمی' حنظلی' رازی' ابو محمد۔ ''رے'' میں ۲۴۰ھ = ۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رجالِ حدیث کے ماہر عالم تھے۔ ۳۲۷ھ = ۹۳۸ء کو وفات پائی۔
[تذکرۃ الحفاظ ۳:۸۲۹' الاعلام ۳:۳۲۴]

العلم علمان علم الأديان وعلم الأبدان.

''علم حقیقت میں دو ہیں' دین کا علم اور طب کا علم۔''

جب کہ امام صغانی' علامہ طیبی (۱) علامہ شوکانی اور ملا علی قاری حنفی سب بیک زبان اسے موضوع کہتے ہیں۔[الخلاصۃ:۲۵' الفوائد المجموعۃ:۲۸۴' الاسرار المرفوعۃ:۲۴۷]

امام عجلونی (۲) کہتے ہیں: حافظ ابن حجر اسے موضوع قرار دیتے ہیں' جب کہ امام سیوطی نے الطب النبوی کے مقدمہ میں اسے امام شافعی کا قول قرار دیا ہے۔[کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲:۸۹]

[۵] ماہ نامہ محدث لاہور کے جولائی ۱۹۹۸ء کے شمارہ' صفحہ:۳۸ پر ڈاکٹر محمد اصغر صاحب اسد کا مضمون بعنوان عربی لغت نگاری آغاز وارتقاء درج ہے جس میں موصوف نے کنز العمال کے حوالہ سے ایک حدیث یوں پیش فرمائی ہے:

أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلاثٍ: لأَنِّي عَرَبِيٌّ' وَالْقُرآنُ عَرَبِيٌّ' وَكَلامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ.

''تین وُجوہ سے عربوں سے محبت رکھو' میں عربی ہوں' قرآن عربی ہے اور جنتیوں کی زبان عربی ہے۔''

کنز العمال تو ماخذ اصلی نہیں' البتہ یہ روایت درج ذیل کتب میں پائی جاتی ہے:

[معجم کبیر ۱۱:۱۴۸-۱۴۹' حدیث:۱۱۴۴۱' معجم اوسط ۴:۱۶۴' حدیث:۵۵۸۳' ۶:۳۸۵' حدیث:۱۹۴۷' المستدرک ۴:۸۷' معرفۃ علوم الحدیث:۱۶۱-۱۶۲' شعب الایمان ۲:۲۳۰' حدیث:۱۶۱۰]

لیکن اس کی سند میں دو کمزوریاں ہیں:

۱- ابن جریج کا عَنعَنہ' ابن جریج کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

عبدالملك بن عبدالعزيز بن جريج المكي' فقيه الحجاز' مشهورٌ بالعلم والثبت' كثير

---

(۱) حسین بن محمد بن عبداللہ' شرف الدین' طیبی' حدیث' تفسیر اور بیان کے بہت بڑے عالم تھے۔ عراقِ عجم کے توریز سے تعلق تھا۔ قرآن وسنت کے دقیق فوائد کے استخراج کے بہت بڑے ماہر عالم تھے۔ ۷۴۳ھ = ۱۳۴۲ء کو وفات پائی۔[الدرر الکامنۃ ۲:۶۸' البدر الطالع ۱:۲۲۹' الاعلام ۲:۲۵۶]

(۲) اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی الجراحی العجلونی الدمشقی ابوالفداء' ۱۰۸۷ھ = ۱۶۷۶ء کو عجلون میں پیدا ہوئے دمشق میں پلے' بڑھے۔ دمشق ہی میں ۱۱۶۲ھ = ۱۷۴۹ء کو وفات پائی۔ اپنے دور میں شام کے سب سے بڑے محدث تھے۔[ہدیۃ العارفین ۱:۲۲۰' الاعلام ۱:۳۲۵]

الحديث ' وصفه النسائي وغيره بالتدليس ' قال الدارقطني : شرالتدليس تدليس ابن جريج فإنه قبيح التدليس'لايُدلس إلّا فيما سمعه من مجروح.

[تعریف اہل التقدیس:۹۵'ترجمہ:۸۳-[۱۷]

-۲:اس کا ایک راوی علاء بن عمرو حنفی کوفی ہے جس کے بارے میں امام ابن حِبان فرماتے ہیں:

شيخٌ'يروي عن أبي إسحاق الفزاري العجائبَ'لا يجوزالإحتجاج به بحالٍ.

[المجروحین۲:۱۷۶'ترجمہ:۸۱۶]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: متروک ہے۔[لسان المیزان۴:۱۸۵'ترجمہ: ۴۸۶]

اس وجہ سے امام ابن ابی حاتم' حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اس روایت کو موضوع کہتے ہیں۔

[علل الحدیث۲:۳۷۶'حدیث:۲۶۴۱'میزان الاعتدال۳:۱۰۳'ترجمہ:۵۷۳۷'تلخیص مستدرک۴:۸۷'لسان المیزان۴:۱۸۵'ترجمہ:۴۸۶]

حافظ عقیلی (۱) اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں' بے اصل اور منکر ہے: مُنكرٌ'لا أصل له .

[الضعفاء الکبیر۳:۳۴۹'ترجمہ:۱۳۸۰]

حافظ سیوطی نے حافظ طبرانی کی معجم اوسط[۶:۳۸۵'حدیث:۹۱۴۷] کی روایت اس کے لیے شاہد و تابع کے طور پر پیش کی ہے اور ساتھ لکھا ہے:فيه شبل بن العلاء بن عبدالرحمٰن'قال الذهبي في المغني [۱:۲۹۴] : قال ابن عدي [في الكامل في ضعفاء الرجال۵:۲۳٤' ترجمة:۱۳۸۰] له مناكير. [اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة۱:۴۰۵]

نیز اس کا ایک راوی عبدالعزیز بن عمران ہے جو متروک ہے۔[مجمع الزوائد۱۰:۵۳]

ڈاکٹر صاحب نے ایک روایت اسی صفحہ پر یوں نقل کی ہے: أنا أفصح العرب' بَيْدَ أَنِّي من قريشٍ' ونشأتُ في بني سعد بن بكرٍ'لیکن اس کے متعلق امام عجلونی لکھتے ہیں:

أورده أصحابُ الغرائب'ولايُعلم من أين أخرجه.[کشف الخفاء۱:۲۳۲]

یہ دراصل حافظ سیوطی کا قول ہے جس کی تصریح ملا علی قاری نے الاسرار المرفوعۃ:۱۳۷'حدیث:۶۹ میں کی ہے۔[کشف الخفاء ومُزیل الالباس۱:۲۳۲حدیث:۶۰۹]

---

(۱) محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد العقیلی المکی'ابو جعفر' حافظ حدیث تھے۔حرمین میں مقیم تھے۔کئی مفید کتابیں لکھیں مکۃ المکرّمۃ میں ۳۲۲ھ=۹۳۴ء کو وفات پائی۔[تذکرۃ الحفاظ۳:۸۳۳'ترجمہ:۸۱۴'الاعلام۶:۳۱۹]

[٦] ماہ نامہ گلستان اسلام سرگودہا کے ستمبر ۱۹۹۹ء کے شمارہ میں محترم شیخ الحدیث مولانا محمد حسین شاہ صاحب نیلوی (۱) کا ایک جواب " اَلْغِیْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا" سے متعلق نظر سے گزرا' لیکن یہ حدیث محل نظر ہے' جسے خطیب تبریزی (۲) نے [مشکاۃ المصابیح:۴۷۸۴-۴۷۸۵ میں] سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما کی سند سے اور:۴۷۸۶ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے: صاحب الزنا يتوبُ و صاحب الغيبة ليس له توبة اور پھر لکھا ہے کہ: روى البيهقي الأحاديث الثلاثة في شعب الإيمان.

اول الذکر روایت امام بیہقی (۳) کی شعب الایمان ۵:۳۰۶' حدیث:۶۷۴۱' اور حافظ طبرانی کی

---

(۱) محمد حسین شاہ نیلوی بن گل محمد شاہ بن قاری محمد افضل بن بدرالدین بن سلطان احمد بن غازی لطف اللہ بن نور محمد' ۱۳۴۱ھ=۱۹۲۲ء کو نیلہ ضلع جہلم [اب ضلع چکوال] میں پیدا ہوئے۔ اُن کے چچا مولانا محمد شاہ جہلمی نے۔ جو شیخ حسین علی صاحب واں بھچراں کے شاگرد رشید و مرید اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کے شاگرد خاص تھے۔ آپ کی تربیت کی۔ آپ کو چکوال سے ملک وال اور وہاں سے ساہیوال ضلع سرگودہا لے گئے۔ ناظرہ قرآن مجید کے بجائے حفظ کروا کے یاد کرایا' پھر ابتدائی کتابیں خود پڑھائیں اور نہایت تیز رفتاری سے آپ کے سلسلہ تعلیم و تعلم کو جاری رکھا یہاں تک کہ ہدایہ آخرین پڑھتے وقت اُن کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔ فلسفہ' ریاضی' فلکیات' کتب تفسیر' منطق اور بعض دوسرے علوم کی تکمیل مولانا ولی اللہ صاحب سے اَنہی میں کیا۔ مفتی عبدالرشید صاحب لدھیانوی اس زمانہ میں اُن کے ہم سبق رہ چکے ہیں اسی زمانہ میں آپ شیخ حسین علی صاحب سے بیعت بھی ہوئے۔ دورہ حدیث کے لیے مدرسہ امینیہ دہلی چلے گئے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور مولانا خدا بخش نے حدیث کی کتابیں پڑھائیں اور ساڑھے سولہ کی عمر میں حصول علم کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ میں پڑھاتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد چوکیرہ' بھیرہ اور سرگودہا کے مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے ہیں۔ ۱۹ فروری ۲۰۰۶ء کو وفات پائی اور پنڈی میں دفن کیے گئے۔

(۲) محمد بن عبداللہ الخطیب العمری ابوعبداللہ ولی الدین التبریزی' حدیث کے عالم تھے۔ مشکاۃ المصابیح لکھ کر اس سے مصابیح السنۃ کی تکمیل کی۔ ۷۳۷ھ کو اس سے فارغ ہوئے۔ ۷۴۱ھ=۱۳۴۰ء کو وفات پائی۔

[کشف الظنون:۱۶۹۹' الاعلام ۶:۲۳۴]

(۳) احمد بن حسین بن علی ابوبکر' ائمہ حدیث میں سے تھے۔ نیشاپور کے کے شہر بیہق کے مضافاتی گاؤں خسروجرد میں ۳۸۴ھ=۹۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ بیہق میں پلے' بڑھے۔ حصول علم کے سلسلے میں بغداد' کوفہ اور مکہ معظّمہ کے سفر کیے۔ ۴۵۸ھ=۱۰۶۶ء کو نیشاپور میں وفات پائی۔ اُن کا جسد خاکی بیہق منتقل کیا گیا' جہاں اُن کی تدفین ہوئی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۳:۵۷۹' الاعلام ۱:۱۱۶]

معجم اوسط ۵:۶۳، حدیث: ۶۵۹۰ کی ہے جس کا سارا دارومدار عباد بن کثیر ثقفی بصری پر ہے جس کو امام بخاری اور امام نسائی متروک الحدیث کہتے ہیں۔
[التاریخ الکبیر ۶:۴۳: ترجمہ:۱۶۴۲، الضعفاء والمتروکین، نسائی، ترجمہ:۴۰۸، مجمع الزوائد ۸:۹۲]
حافظ ابن حِبان اور حافظ ذہبی نے اس کی مکذوب روایتوں میں زیر بحث روایت نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔[المجروحین ۲:۱۵۸، ترجمہ:۷۸۸، میزان الاعتدال ۲:۳۷۶، ترجمہ:۴۱۳۴]
سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ روایت امام ذہبی نے میزان الاعتدال ۱:۴۴۷، ترجمہ حامد بن آدم المروزی: ۱۶۷۱ میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ حافظ سلیمانی نے اس راوی کے متعلق لکھا ہے کہ احادیث وضع کرنے سے مشہور ہے، ابوداؤد سنجی کہتے ہیں: میں نے امام ابن مَعین سے پوچھا کہ حامد بن آدم حدیث بیان کرتے ہیں کہ: الغيبة أشد من الزنا اس کے متعلق آپ کچھ فرمائیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: هذا كذاب، لعنه الله.
[میزان الاعتدال ۱:۴۴۷، ترجمہ:۱۶۷۱]
امام جوزجانی (۱) اور حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: كان يَكذِبُ ويَحمِقُ في الكذب.
[احوال الرجال: ۲۰۶، ترجمہ:۲۸۱، الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۴۰۹، ترجمہ:۵۶۹]
''احمقانہ اور ناقابل یقین جھوٹ بولتا تھا۔''
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام بیہقی نے شعب الایمان [۵:۳۰۶، حدیث:۶۷۴۲] میں نقل کیا ہے لیکن اس کی سند کے دو راوی مجہول ہیں۔ امام صغانی زیر بحث روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [کشف الخفاء ومزیل الالباس ۲:۱۰۶، حدیث:۱۸۱۲]
امام ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔ [علل الحدیث ۲:۳۱۹، حدیث:۲۴۷۴]
محدثین نے زیر بحث روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سفیان بن عیینہ (۲) کا قول ہے،

---

(۱) ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق السعدی الجوزجانی ابواسحاق، محدثِ شام۔ حافظِ حدیث تھے۔ بلخ خراسان کے جوزجان کی طرف منسوب ہیں۔ جوزجان میں پیدا ہوئے۔ مکہ معظمہ، پھر بصرہ اور رملہ تشریف لے گئے وہاں کچھ مدت قیام کیا پھر دمشق میں رہائش اختیار کی اور وہاں ۲۵۹ھ = ۸۷۳ء کو فوت ہوئے۔
[تہذیب تاریخ دمشق ۲:۳۱، الاعلام ۱:۸۱]

(۲) سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی، ابومحمد، محدث حرم مکی، موالی میں سے تھے۔ ۱۰۷ھ = ۷۲۵ء کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۹۸ھ = ۸۱۴ء کو وفات پائی۔ وسیع علم رکھتے تھے۔......

مرفوع حدیث نہیں ہے اور یہی بات درست ہے۔ [شعب الایمان ۵: ۳۰۶؛ مرقاۃ المفاتیح ۸: ۶۱۰]

پھر درایۃً بھی یہ روایت نادرست ہے' اس لیے کہ زنا کا شرعی حد قرآن وسنت میں موجود ہے' اس لیے کہ جب غیبت زنا سے بھی بڑھ کر گناہ کا کام ہے تو اس کی شرعی سزا کیا ہوگی؟

یہ گزارشات ماہ نامہ گلستانِ اسلام سرگودھا کے جلد ۵' شمارہ ۶-۷ جمادی الثانیہ' رجب ۱۴۲۰ھ = اکتوبر ۱۹۹۹ کے صفحات: ۳۴-۳۶ میں نِعم الکلام' کلام سراج الإسلام کے عنوان سے شامل اشاعت ہے' جو استاذِ محترم شیخ الحدیث سیّد محمد حسین شاہ صاحب نیلوی (۱) کا تجویز کردہ ہے اللہ تعالیٰ استاذِ محترم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے' اُن کی بے نفسی بھی عجیب ہے۔ بغیر کسی لگی لپٹی کے میری تحقیق کی تصویب فرمائی اور تسلیم کیا کہ یہ روایت موضوع ہے' میں اُن کی عظمت کو سلام کرتا ہوں' اور اللہ رحمٰن ورحیم سے دعاء گو ہوں کہ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَلَهُ' أَللّٰهُم كَثِّرْ أُمْثَالَهُم فِيْنَا ' وَ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضىٰ' اس لیے کہ اپنی خطاً کو خطاً کہنا اور اُسے خطاً ماننا بہت بڑی عظمت اور جرأت و دلیری ہے۔

[۷] مولانا اشرف علی صاحب تھانوی (۱) ''ختنے کی رسموں کا بیان'' کا عنوان لگا کر لکھتے ہیں:

''اس میں بھی خرافات رسمیں لوگوں نے نکال لی ہیں جو بالکل خلاف عقل اور لغو ہیں۔ لوگوں کو آدمی اور خط بھیج کر بلانا اور جمع کرنا' یہ سنت کے بالکل خلاف ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابیؓ کو کسی نے ختنہ میں بلایا۔ آپ نے تشریف لے جانے سے انکار کردیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگ نہ تو کبھی ختنہ میں جاتے تھے اور نہ اُس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا مشہور کرنا ضروری نہ ہو اُس کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا سنت کے خلاف ہے۔'' [بہشتی زیور مکمل ومدلل ۶: ۱۴]

......حافظ حدیث اور ثقہ تھے۔ ۷۰ حج کیے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۶۲؛ الاعلام ۳: ۱۰۵]

(۱) اشرف علی بن عبدالحق فاروقی' ۱۲۸۰ھ = ۱۸۶۳ء کو ہندوستان میں تھانہ بھون [ضلع مظفر نگر] میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ اول اول قرآن مجید کو حفظ کیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں تھانہ بھون میں پڑھیں' دیوبند میں باقی درسیات کی تکمیل کی اور ۱۳۰۱ھ = ۱۸۸۴ء کو سند فضیلت حاصل کی۔ اسی سال حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کی۔ ۱۳۶۲ھ = ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔
[شاہ کار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۱: ۲۲۷]

حاشیہ میں مسند احمد کی روایت لکھی گئی ہے، جس پر تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔
شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر (۱) مسند احمد ۴: ۲۱۷ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:
''سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ [وفات: ۵۵ھ (۲)] کو کسی ختنہ میں دعوت دی گئی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا، جب اُن سے اِس انکار کی وجہ دریافت کی گئی تو صاف الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا:

إنا كُنَّا لا نأتي الختان على عهد رسول الله ﷺ ولا نُدعَى له.

[راہِ سنت: ۱۴۲، طباعت: ستمبر-۱۹۸۱]

مجھے کئی ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے جو مولانا کی اس عبارت کے بل بوتے پر ختنہ کے مجالس میں شرکت کرنے کو بدعت سیئہ اور وہاں کھانا تناول کرنے کو حرام کہتے ہیں، حالانکہ اس روایت سے یہ استدلال قطعاً غلط ہے، آپ اس کی سند پر نظر ڈالیے، جو اس طرح ہے:

حدثنا عبدالله، حدثني أبي، ثنا محمد بن سلمة الحراني عن ابن اسحاق، يعني محمداً، عن عبيدالله أو عبد الله بن طلحة بن كريز عن الحسن، قال: دُعِيَ عثمان ابن أبي العاص رضي الله عنه إلى ختان فأبَى أن يُّجيبَ، فقيل له، فقال......

اس روایت میں دو اِسنادی کمزوریاں ہیں:

-۱: محمد بن اسحاق بن یسار سچا ہونے کے باوجود مدلس تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۹۸، ترجمہ: ۵۷۲۵]
جب کہ اس کی سند معنعن ہے اور مدلس کی صحیحین سے باہر معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

---

(۱) محمد سرفراز خان صفدر بن نور احمد خان بن گل احمد خان، سواتی، مندراوی۔ ۱۹۱۴ء کو ڈھکی چیڑاں داخلی، کڑمنگ بالا، تحصیل مانسہرہ، ضلع ہزارہ، پاکستان میں پیدا ہوئے۔ دار العلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ گکھڑ اور گوجرانوالہ کو مرکز بنا کر دین کی خدمت کا آغاز کیا۔ کثیر التصانیف محقق بزرگ ہیں۔ ۷ اجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ = ۵ مئی ۲۰۰۹ء کو وفات پائی۔ [ماہنامہ الشریعۃ، گوجرانوالہ، امام اہل سنت نمبر، جولائی - اکتوبر ۲۰۰۹ء]

(۲) عثمان بن ابی العاص بن بشر بن عبد بن دہمان رضی اللہ عنہ۔ طائف کے بنو ثقیف سے تھے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کا عامل بنایا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک اس عہدے پر رہے۔ انہوں نے انہیں ۱۵ھ کو عمان اور بحرین کا عامل بنایا اور انہیں خط لکھا کہ اپنی مرضی کی شخصیت کو طائف کا عامل بنائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کیا تو آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۵۱ھ = ۶۷۱ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۳: ۳۱۴، ترجمہ: ۳۵۸۲، الاعلام ۴: ۲۰۷]

نیز مولانا صفدر صاحب نے اپنی دوسری کتاب ''احسن الکلام'' میں محمد بن اسحاق پر جس قسم کی جرح کی ہے اُس کے تناظر میں تو یہ روایت قطعاً ناقابل استدلال ہے' اس لیے کہ مولانا انہیں دجّالٌ من الدَّجاجلة کہتے ہیں۔

۔۲: حسن بن ابی الحسن یسار بصری اگرچہ سیّدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کرتے ہیں لیکن انہوں نے سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے احادیث نہیں سنیں۔

[تہذیب التہذیب ۲:۲۴۳]

اور آپ تدلیس بھی کیا کرتے تھے۔ [تہذیب التہذیب ۲:۲۴۸]

۔۳: نیز حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وقد ذكرت في أبواب الوليمة من كتاب النكاح مشروعية الدعوة في الختان' وماأخرجه أحمد من طريق الحسن عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه أنه دُعِيَ إلى ختانٍ فقال: إنَّا كنَّالانأتي الختان على عهدرسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نُدعى له ' وأخرجه أبو الشيخ من روايته ' فبَيّنَ أنه كان ختان جاريةٍ ' وقد نقل الشيخ أبوعبدالله بن الحاج في المَدْخَلُ [۲۹۶:۳] أن السنة: اظهار ختان الذَّكر وإخفاء ختان الأنثى. [فتح الباری ۱۰:۳۴۳' کتاب اللباس [۷۷] باب قص الشارب [۶۳] تحت حدیث: ۵۸۸۹]

''ہم نے کتاب النکاح' ابواب الولیمہ میں ختنہ کی دعوت کا مشروع ہونا ذکر کیا ہے' البتہ زیر بحث حدیث سے اس کی مشروعیت پر اعتراض ہوسکتا ہے' لیکن یاد رہے کہ صحابی نے جس دعوتِ ختنہ میں شمولیت سے انکار کیا تھا وہ لڑکی کا دعوتِ ختنہ تھا جس میں شمولیت بلاشبہ غیر مشروع ہے' جیسا کہ امام ابن الحاج نے المدخل ۳:۲۹۶ میں لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ لڑکے کے ختنے کا اظہار کیا جائے اور لڑکی کے ختنے کو خفیہ طور پر انجام دیا جائے۔''

[۸] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب (۱) اور شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر لکھتے ہیں کہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

---

(۱) مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر' ضلع صوابی' ۱۳۳۲ھ = ۱۹۱۶ء کو صوابی' ضلع مردان [اب ضلع صوابی] کے ایک گاؤں پنج پیر میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام آصف خان تھا۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ راہ توحید وسنت میں کافی سے زیادہ صعوبتیں برداشت کیں۔ ۲۹ رجب ۱۴۰۷ھ = ۲۹ مارچ ۱۹۸۷ء کو وفات پائی۔

أَبَى اللّٰهُ أن يقبل عمل صاحب بدعةٍ حتى يدَعَ بدعته.

''اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہے اس وقت تک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کردے۔'' [اصول السنۃ لرد البدعۃ: ۱۲ [۲۱]' راہ سنت: ۷۲]

یہ روایت سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب: ۷' حدیث: ۵۰' السنۃ' ابن ابی عاصم ۱: ۲۲' تاریخ بغداد ۱۳: ۱۸۶' الترغیب والترہیب ۱: ۸۶-۸۷ میں منقول ہے مگر اس کی اِسنادی حیثیت نہایت کمزور ہے اس لیے کہ:

- ۱: اس کا ایک راوی عبداللہ بن سعید مقبری مدنی واہی ہے۔ [الکاشف ۲: ۹۲' ترجمہ: ۲۷۷۸]
- ۲: ایک راوی بِشر بن منصور کے متعلق جرح وتعدیل کے علماء بالکل ساکت ہیں اور وہ صرف ان کا نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
- ۳: ایک راوی ابوزید مجہول ہے۔ [الکاشف ۳: ۳۳۸' ترجمہ: ۱۶۸]
- ۴: ایک اور راوی ابوالمغیرہ بھی مجہول ہے۔ [الکاشف ۳: ۳۸۰' ترجمہ: ۴۰۳]

بدعت قابل صد نفرین اور باعث لعنت ہے' لیکن اُس کی مذمت کے لیے إِیَّاکُم و البدعۃ اور اس جیسی دیگر صحیح احادیث کافی ہیں' رد بدعات کے سلسلے میں ہمیں کسی موضوع حدیث کی بیساکھی کی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ الحدیث صاحب نے ایک اور روایت یہ بھی لکھی ہے کہ: لايَقبَلُ اللّٰه لصاحب بدعةٍ صوماً ولا ولاصلاةً ولا صدقةً ولاحجًّا ولاعمرة ولا جِهاداً ولاصرفاً ولاعدلاً ' يخرج من الإسلام كما تخرج الشعرة من العجين. [راہ سنت: ۷۲]

شیخ الحدیث صاحب کی پیش کردہ یہ روایت سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب: ۷' حدیث: ۴۹ کی ہے جس کا مرکزی راوی محمد بن محصن [محمد بن اسحاق بن ابراہیم اسدی] ہے جن کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر احادیث بیان کرتا تھا۔ [التاریخ الکبیر ۱: ۴۰' ترجمہ: ۶۳]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: مجہول وکذاب تھا اور مکذوب وموضوع روایات نقل کرتا تھا۔

[الجرح والتعدیل ۷: ۱۹۴-۱۹۵' ترجمہ: ۱۰۸۹' ۱۰۹۳]

امام حاکم اور امام ابن حِبان فرماتے ہیں: اوزاعی اور دیگر ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع احادیث بیان کیا کرتا تھا۔ [المدخل الی الصحیح: ۲۰۰' ترجمہ: ۱۷۹' المجروحین ۲: ۲۸۹' ترجمہ: ۹۶۶]

امام ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی سب روایتیں منکر و موضوع ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۳۶۷، ترجمہ: ۱۶۵۳]

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بدعتی اسلام سے بالکل خارج ہو جاتا ہے، تو کیا ہم بھی مبتدعین کو خارِج از اسلام یعنی کافر و مرتد ہی جانیں؟

شیخ الحدیث صاحب مجمع الزوائد ۱۰: ۱۸۹ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ [وفات: ۹۳ھ] روایت کرتے ہیں: قال رسول الله ﷺ: إنّ الله حجَبَ التَّوبة عن صاحِب كل بدعةٍ رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح، غير هارون بن موسى الفروي وهو ثقةٌ. [راہ سنت: ۷۳]

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔''

شیخ الحدیث صاحب اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ...... [راہ سنت: ۷۳]

عرض ہے کہ اسے امام طبرانی نے [معجم اوسط ۳: ۱۶۵، حدیث: ۴۲۰۲] میں نقل کیا ہے، اور قطعاً صحیح نہیں بلکہ:

- ۱: امام ذہبی کی تصریح کے مطابق منکر ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۲۸۷، ترجمہ: ۹۱۷۵]
- ۲: اس کا ایک راوی محمد بن تیرویۃ الطّویل ہے جو مدلس ہے۔

[میزان الاعتدال ۱: ۶۱۰، ترجمہ: ۲۳۲۰]

اس کی یہ روایت معنعن ہے، جب کہ مدلس راوی کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

- ۳: نصِ قطعی: اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعاً [سورۃ الزمر ۳۹: ۵۳] کے خلاف ہے اس لیے قطعاً نادرست ہے۔ بدعت اپنی جگہ قابل صد نفرین و باعث لعنت ہے، لیکن یہ روایت قطعاً ناقابل استدلال ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں مشرک کو بھی توبہ کرنے کا موقع عنایت کرتے ہیں۔ بدعتی تو پھر بھی مسلمان ہوتا ہے اس سے یہ امتیازی سلوک آخر کیوں؟

[۱۶]

کیا اَحادیث وضع کی گئیں؟

یہ سوال کچھ عجیب سا لگ رہا ہے اور خصوصاً جب ہم موضوع احادیث کی کتابوں کے تناظُر میں اس دیکھیں تو اور بھی تعجب خیز معلوم ہوتا ہے' لیکن ہم نے یہ سوال اس لیے اٹھایا ہے کہ حافظ ابن کثیر (۱) نے کسی کا نام لیے بغیر لکھا ہے: و قد حُكِي عن بعض المتكلمين انكار وقوع الوضع بالكلية. [اختصار علوم الحدیث:۸۵]

''بعض متکلمین سے نقل کیا گیا ہے کہ احادیث میں قطعاً کوئی روایت وضع نہیں کی گئی ہے۔''

لیکن حافظ صاحب موصوف خود ہی اس کا جواب اِن الفاظ میں دیتے ہیں: و هذا القائل إمَّا أنه لاوُجود له أصلاً' أو أنه في غاية البعد عن ممارسة العلوم الشرعية.

[اختصار علوم الحدیث:۸۵]

''شاید اس قائل کا سرے سے وجود ہی نہیں اور یا اسے شرعی علوم میں کوئی مُمارَست اور تجربہ نہ ہو۔''

وضع احادیث کے فتنے سے انکار ایک امرِ محسوس کا انکار ہے' اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: سيكون في أمتي أناسٌ يُحدِّثونكم ما لم تسمعوا أنتم ولا آبائكم فإياكم وإياهم. [صحیح مسلم ۱:۱۲' المقدمۃ' باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء [۴] حدیث: [۶-۷]

''آخر زمانہ میں ایسے جھوٹے اور جعل ساز پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں [گھڑ گھڑ کر] بیان کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباء واَجداد نے' ان سے بچتے رہنا' کہیں تمھیں گمراہ نہ کر دیں اور مبتلائے فتنہ وفساد نہ بنا دیں۔''

نیز مسلمانوں کے جید علماء کے ایک جم غفیر نے ''موضوع اَحادیث'' پر مشتمل مجموعے لکھے ہیں تاکہ حق اور باطل اور سچ اور جھوٹ کے مابین امتیاز ہو سکے۔

(۱) اسماعیل بن عمر بن کثیر' قرشی' دمشقی' ابوالفداء' عماد الدین' حافظ' مؤرخ اور فقیہ تھے۔ بُصریٰ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ۷۰۱ھ = ۱۳۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ ۷۰۶ھ کو اپنے بھائی کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے۔ طلب علم میں لمبے لمبے سفر کیے۔ ۷۷۴ھ = ۱۳۷۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔ [البدر الطالع ۱:۱۵۳' الاعلام ۱:۳۲۰]

[۱۷]

تاریخ وضعِ اَحادیث

[۱] اسلامی معاشرہ رسول اکرم ﷺ کے دورِ ابتدا سے لے کر تکمیلِ اسلام کے آخری مراحل تک ہر قسم کے جھوٹ و اِفترا سے پاک، مبرا اور منزہ رہا اور اس میں جھوٹ کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں تھا اس لیے کہ:

– رسولِ اکرم ﷺ خود بڑے امانت دار، سچے اور پاک باز تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نبوت سے پہلے صادق اور امین کے القاب سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سچ بولنے اور جھوٹ سے بچتے رہنے کی تعلیم و ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

عليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر، و إن البر يهدي إلى الجنة...... و إيا كم و الكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، و إن الفجور يهدي إلى النار.

[صحیح مسلم، کتاب البر والصلة [۴۵] باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہ [۲۹] احادیث: ۱۰۳-۱۰۵ [۲۶۰۷]]

"سچ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے، اور جھوٹ سے بچتے رہو، اس لیے کہ یہ گناہوں کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ جہنم کی راہ دکھاتی ہے۔"

– جھوٹ بولنے کو منافق ہونے کی علامت قرار دیا گیا، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

آية المنافق ثلاثٌ: إذا حدَّثَ كذب، و إذا وعد أخلف، و إذا ائتُمِن خَانَ.

[صحیح بخاری، کتاب الایمان [۲] باب علامۃ النفاق [۲۵] حدیث: ۳۳]

"منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب اُسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔"

ایک دفعہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ:

أيكون المؤمن جَبَاناً؟ قال: نعم، فقيل له: أيكون المؤمن بخيلاً؟ قال: نعم، فقيل له: أيكون المؤمن كذاباً؟ قال: لا.

[موطا امام مالک ۲: ۹۰۰، کتاب الاحکام [۵٦] باب ماجاء فی الصدق والکذب [۷] حدیث: ۱۹]

’’کیا مؤمن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے اِثبات میں جواب دیا‘ پھر پوچھا گیا کیا مؤمن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر پوچھا گیا: کیا مؤمن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔‘‘
- آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[صحیح بخاری‘ کتاب العلم[۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ[۳۹] حدیث:۱۰۷]

’’جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم جان لے۔‘‘

اس لیے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی صحابی نے جانتے بوجھتے کوئی حدیث وضع کی ہو یا اس معاملے میں سہل انگاری سے کام لیا ہو۔

[۲] سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں روایات و احادیث کے سلسلے میں بڑے حزم و احتیاط سے کام لیا[(۱)] آپ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی دادی کے میراث سے متعلق

---

(۱) یار لوگوں نے حافظ ذہبی کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی لکھا کہ: میرے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جمع کیا جن کی تعداد پانچ سو تھی پھر ایک شب میں دیکھا گیا کہ وہ بہت زیادہ کروٹیں بدل رہے ہیں‘ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کروٹیں کسی جسمانی تکلیف کی وجہ سے بدل رہے ہیں یا کوئی خبر آپ تک پہنچی ہے جسے سن کر آپ بے چین ہو رہے ہیں؟ آپ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا‘ جب صبح ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی! ان حدیثوں کو لاؤ جو تمہارے پاس ہیں پھر آگ منگائی اور نسخہ کو جلا دیا۔

[مقامِ حدیث:۷]

لیکن ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پانچ سو احادیث مٹانے کی روایت صحیح نہیں ہے‘ خود حافظ ذہبی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے: فهذا لا يصح.

[تذکرۃ الحفاظ ۱:۵]

یہ امر باعثِ تعجب ہے کہ معترض نے اس روایت کے بارے میں حافظ ذہبی کے ریمارکس حذف کر دیے؟ کیا یہ صریح بددیانتی نہیں کہ کسی محدث کی کتاب کی عبارت کا کچھ حصہ نکال کر باقی حصہ سے غلط استدلال کیا جائے؟
حافظ ذہبی کا اس روایت کو لا یصح کہنا صد فی صد درست ہے اس لیے کہ:
- ۱: اس کی سند میں علی بن صالح مدنی نامی راوی ہے جو گیارہویں طبقہ کا مستور راوی ہے:
مستور‘ من الحادية عشرة. [تقریب التہذیب:۴۳۳‘ ترجمہ:۴۷۵۱]
- ۲: ایک راوی موسیٰ بن عبداللہ بن حسن علوی ہے‘ اگرچہ بعض محدثین اُس کی توثیق کرتے ہیں۔ ......

روایت پر اُس وقت تک عمل درآمد نہیں کیا جب تک سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [1] نے اُن کی تصویب نہیں فرمائی۔

[موطا امام مالک ۲:۵۱۳، کتاب الفرائض [۲۷] باب میراث الجدة [۸] حدیث:۴، سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض [۱۳] باب فی الجدة [۵] حدیث:۲۸۹۴، سنن ترمذی، کتاب الفرائض [۳۰] باب ما جاء فی میراث الجدة [۱۰] حدیث:[۲۱۰۱]

[۳] سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی روایات واحادیث کے سلسلے میں نہایت حزم واحتیاط سے کام لیا آپ سے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی استیذان سے متعلق روایت کو اُس وقت تسلیم کیا جب سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اُن کی تائید فرمائی۔ [صحیح بخاری، کتاب البیوع [۳۴] باب الخروج فی التجارة [۹]

......[التاریخ، یحییٰ بن مَعین ۲:۵۹۳، نص:۱۱۵۲]

مگر امام بخاری فرماتے ہیں: فيه نظر. [الضعفاء الكبير از عقیلی ۴:۱۵۹، ترجمہ:۱۷۳۰]

اور قاعدہ ہے کہ: إن البخاري إذا قال في الرجل: سكتوا عنه أو فيه نظر، فإنه يكون في أدنى المنازل وأردئها. [الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث:۱۰۷]

''جس راوی کے بارے میں امام بخاری فيه نظر کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں اس کی روایت موضوع اور منکر ہوتی ہے اور ان کے نزدیک یہ بدترین قسم کی جرح ہے۔''

ایک موضوع روایت سے یہ ثابت کرنا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے احادیث کا مجموعہ جلا ڈالا بالکل لایعنی اور غلط بات ہے۔ اس غیر صحیح اور موضوع روایت کو لکھ کر شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب لکھتے ہیں:

''ف: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ انہوں نے پانسو [۵۰۰] احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا اسی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایتیں بہت کم نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔''

[فضائل اعمال، حکایات صحابہ:۸۸، سیدنا ابو بکر صدیق کا مجموعہ جلا دینا [۲]

یہ بات تو صد فی صد درست ہے کہ بلا تحقیق احادیث کی روایت ممنوع ہے، مگر شیخ الحدیث صاحب نے جو روایت پیش کی ہے وہ حافظ ذہبی کی تصریح کے مطابق صحیح نہیں۔

(۱) محمد بن مَسلمة الاوسی الانصاری الحارثی، ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ، ۳۵ قبل ہجری = ۵۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں - ماسوائے غزوۂ تبوک کے - شامل رہے۔ بعض غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں مدینہ منورہ کا نگران مقرر کیا۔ جنگ جمل وصفین میں شرکت نہیں کی۔ ۴۳ھ=۶۶۳ء کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ [اسد الغابة ۴:۲۲۶، ترجمہ:۴۷۷۰، الاعلام ۷:۹۷]

حدیث:۲۰۶۲، کتاب الاستیذان [۷۹] باب التسلیم و الاستیذان ثلاثاً [۱۳] حدیث:۶۲۴۵، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة [۲۲] باب الحجة علی مَن قال: اَن احکام النبی ﷺ کانت ظاہرةً [۲۲] حدیث:۷۳۵۳]
صحیح مسلم، کتاب الآداب [۳۸] باب الاستیذان [۷] حدیث ۲۱۵۳]

اور ایک روایت میں ہے کہ:

أن عمر رضی اللہ عنہ قال لأبي موسی رضی اللہ عنہ: أما إني لم أتهمك، ولكني أردت ألّا يتجرأ الناس على الحديث عن رسول الله ﷺ.

[موطا امام مالک ۲:۹۶۴، کتاب الاستئذان [۵۴] باب الاستئذان [۱] حدیث:۳]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں اس معاملے میں آپ پر بدگمانی نہیں کرتا لیکن میں چاہتا ہوں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹی احادیث وضع نہ کریں (۱)۔''

[۴] سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے اس طرح عرض کرتے ہیں کہ:

إني لا أسمعك تحدث عن رسول الله ﷺ كما يحدث فلان و فلان، قال: أما إني لم

---

(۱) اس سے یار لوگوں نے اس طرح کا استدلال کیا کہ:
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حدیثوں کی کثرت ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو قسمیں دے دے کر حکم دیا کہ ان حدیثوں کو ان کے سامنے پیش کریں، حسب الحکم لوگوں نے اپنے مجموعے اُن کے سامنے پیش کر دیئے، آپ نے انہیں جلانے کا حکم دیا''۔ [مقام حدیث:۸]
لیکن یاد رہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا احادیث نہ لکھنے یا لکھی ہوئی احادیث کو مٹانے کا حکم مطلق نہیں بلکہ مقید تھا کہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر ساری توجہ احادیث پر مرکوز نہ کی جائے اور ایک ہی صحیفہ اور کاپی میں قرآن عزیز کے ساتھ احادیث نہ لکھی جائیں، خود اُن ہی کا ارشاد ہے: إني كنت أردت أن أكتب السنن، وإني ذكرت قوماً قبلكم، كتبوا كتباً، فأكبوا عليها و تركوا كتاب الله، وإني والله لا ألبس كتاب الله بشيءٍ أبداً.
[تدریب الراوی ۲:۶۴، نوع:۲۵]
''میں نے سنن لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر مجھے تم سے پہلے ایک قوم یاد آئی جنہوں نے کتابیں لکھیں تو کتاب اللہ کو چھوڑ کر اُن کتابوں میں گم ہوگئے۔ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی کتاب اللہ کے ساتھ کسی چیز کو خلط ملط نہیں کروں گا۔''
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ احادیث نبویہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔ صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں ان کی مروی احادیث موجود ہیں۔ حافظ ابونعیم فرماتے ہیں: ان سے غیر مکرر متونِ احادیث دوسو مروی ہیں۔
[معرفة الصحابة ۱:۷۷، بذیل نص:۲۱۱]
حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ان سے ۵۳۷ روایات مروی ہیں۔ [تلقیح فهوم اهل الاثر:۳۶۳]

أفارقه منذ أسلمت ولكني سمعته يقول : من كذب عليَّ فليتبوأ مقعده من النار.
[صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث:۱۰۷، سنن ابی داوٗد، کتاب العلم[۹۱] باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ حدیث:۳۶۵۱]

''میں آپ سے اتنی کثرت سے احادیث نہیں سنتا جیسا کہ فلان اور فلاں روایت کرتے ہیں، اس پر وہ بولنے لگا: میں رسول اللہ ﷺ سے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی الگ نہیں ہوا مگر میں نے اُن کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم جان لے۔''

[۵] سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إنا كُنَّا إذا سمعنا رجلاً يقول:قال رسول الله ﷺ ابتَدَرَتُهُ أبصارُنا، وأصغينا إليه بآذاننا فلماركب الناس الصَّعبَ والذَّ لول لم نأخذ من الناس إلَّا مانعرف. [صحیح مسلم ۱:۱۳، المقدمۃ، باب النهی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملها[۴]]

''ہم جب کسی شخص کو ''قال رسول الله ﷺ'' کہتے سنتے تو ہماری نظریں فوراً اُس کی طرف اُٹھ جاتیں اور ہم اُس کی بات کو غور سے سنتے، مگر جب لوگوں نے ہر قسم کی روایتیں بیان کرنا شروع کیں تو پھر ہم صرف اُن لوگوں سے روایت قبول کرتے جن کو ہم جانتے تھے۔''

۞ استاذ احمد امین [۱] لکھتے ہیں: ويظهرأن هذاالوضع حدث فی عهدالرسول ﷺ فحديث من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، يغلبُ على الظن أنه إنما قيل لحادثة حدثت زُوِّرَفيها على الرسول ﷺ و بعد وفاته ﷺ كان الكذب عليه أسهل، و تحقيق الخبرعنه أصعب.

[فجر الاسلام:۲۰۴، الباب السادس، الفصل الثانی: الحدیث، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۴م=۱۴۲۵ھ]

''میرا خیال ہے کہ وضعِ احادیث کی ابتداء رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں ہوئی تھی، اس لیے کہ حدیث ''مَن کذب عَلَیَّ متعمداً'' کے بارے میں غالب گمان ہے کہ آپ ﷺ نے اسے کسی

---

(۱) احمد بن شیخ ابراہیم طباخ ۔۱۲۹۵ھ=۱۸۷۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے کہ مکتب میں حصول علم کے لیے بھیج دیے گئے۔ حفظ کیا۔ قراءت اور کتابت سیکھ لیے۔ چودہ سال کی عمر میں اَزہر میں داخلہ ملا وہاں سے فراغت کے بعد دو سال تک اسکندریہ میں تدریس کی۔ کچھ عرصہ قاضی بھی رہے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں کلیۃ الآداب کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ جامعہ مصر نے پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ ۱۳۷۳ھ=۱۹۵۴ء کو وفات پائی۔ [موسوعۃ اعلام القرن الرابع عشر والخامس عشر ۳: ۲۶۳-۲۶۵]

ایسے حادثہ کی رونمائی کے بعد ارشاد فرمایا ہوگا جس میں کسی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی کوشش کی ہوگی، پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو منسوب کر کے کوئی بات کہنا آسان اور اُس کی تحقیق نہایت مشکل ہے۔''

✧ یہی رائے استاذ ''محمد محمد ابوزہو'' کی بھی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ استاذ احمد امین اسے غالب گمان سے لکھتے ہیں اور استاذ محمد محمد زہو اس کی تصریح اس طرح کرتے ہیں:

فقد وُجِدالكذب على رسول اللهﷺقبل ذلك حتى في زمنه ﷺ و من أجل ذلك يقولﷺ : مَن كذب علَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، فما قال النبيﷺ ذلك إلاَّ لحادثة وقعت في عصره كذب عليه فيها، ويُستأنس لذلك بما أخرجه ابن عدي في كامله عن بريدةؓ قال: كان حيٌّ من من بني ليث على ميل من المدينة، وكان رجل قد خطب منهم في الجاهلية فلم يزوجوه فأتاهم وعليه حُلَّةٌ فقال: إن رسول اللهﷺ كساني هذه، وأمرني أن أحكم في أموالكم و دمائكم، ثم انطلق على تلك المرأة التي كان خطبها، فأرسل القوم إلى رسول اللهﷺ فقال: كذب عدو الله، ثم أرسل رجلاً فقال: إن وجدته حيًّا فاضرب عنقه، وإن وجدته ميتًا فأحرقه بالنار، فجاء فوجده قد لدغته أفعَى، فمات فأحرقه بالنار، فلذلك قال رسول اللهﷺ: مَن كذب عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [الحدیث والمحدثون: ۴۸۰-۴۸۱]

✧ یہی رائے استاذ حدیث ابوانس محمد یحییٰ صاحب گوندلوی کی ہے، جو الموضوعات الکبیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''اگر کسی فرد نے اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے ایسا کرنے کی کوشش کی تو اُس کی کوشش کارگر نہ ہوسکی بلکہ وہ اُس کی ہلاکت اور بربادی کا باعث بنی، جیسا کہ عہدِ رسالت میں واقعہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ کے متصل باہر ہی بنولیث قبیلہ آباد تھا اُن سے ایک شخص کہنے لگا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تم مجھ سے فلاں عورت کا نکاح کر دو، اس قبیلہ کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر اُس آدمی کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، پھر آپ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اگر تو اُسے زندہ پائے تو قتل کر دینا اور اگر مر چکا ہو تو اُس کی لاش کو جلا دینا، جب یہ آدمی پہنچا تو جھوٹ بولنے والا شخص سانپ کے ڈسنے سے مر چکا تھا جسے جلا دیا گیا۔ واضح

رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی ایسے کاذب کی نشان دہی نہیں ہوتی جس نے دین میں تحریف کی غرض سے کسی بات کو اپنی طرف سے گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہو۔ بلاشبہ رسول مکرم ﷺ کا عہد مبارک دین میں جھوٹ کی آمیزش سے قطعاً پاک تھا۔''

[ضعیف اور موضوع روایات:۲۴]

یہی رائے شیخ سید عبدالسلام صاحب رستمی کی بھی ہے۔

ملاحظہ ہو اُن کی کتاب: انکارِ حدیث سے انکارِ قرآن تک کا صفحہ: ۲۵۵-۲۵۶

میں نے اپنی درج ذیل تحقیق لکھ کر یکم اپریل ۲۰۰۵ کو اُن کے نام خط ارسال کیا اور اُن سے پوچھا کہ میری تحقیق درست ہے یا نادرست؟ جس کے جواب میں اُنہوں نے لکھا:

إنا قد بدأنا في تخريج الكتاب المذكور و تصحيح لغته، و ما كتبتَ فهو صحيحٌ و اقعٌ.

''ہم نے کتاب مذکور کی روایات کی تخریج اور اُس کی زبان درست کرنے کی شروعات کی ہے اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے، وہ صحیح اور درست ہے۔''

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اس اعتراف کے باوجود یہ موضوع واقعہ مجلّہ سیرۃ السلف پشاور کے شمارہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۲۶ ہجری مطابق جنوری ۲۰۰۶ کے صفحہ: ۱۱ پر شامل اشاعت ہے۔

ملا علی قاری نے اس روایت کو الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ: ۴۹، حدیث: ۲۷ میں حافظ ابن عدی کے حوالہ سے لکھا ہے، جسے حافظ ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۸۱-۸۲، ترجمہ: صالح بن حَیّان قرشی میں نقل کیا ہے، لیکن اس حدیث کا سارا دارومدار صالح بن حیان قرشی، کوفی پر ہے، جو اس کو نقل کرنے میں متفرد ہے، جس کے مجروح ہونے پر سب ائمہ فن کا اتفاق ہے چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں: فيه نظرٌ. [التاریخ الکبیر ۴: ۲۷۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: و كذا عادته [الإمام البخاري] إذا قال: فيه نظرٌ، بمعنى أنه مُتَّهَمٌ.

[الموقظۃ: ۸۳]

''امام بخاری کی عادت ہے کہ وہ مُتَّهَمٌ [جھوٹ بولنے سے بدنام] راوی کے بارے میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔''

امام نَسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۲۹۵]

امام ابن حِبان لکھتے ہیں: يروي عن الثقات أشياء لا تُشبه حديث الأثبات، لا يُعجبني

الإحتجاج به إذا لم يُوافق الثقات. [المجروحين ۱:۴۶۹، ترجمہ:۴۸۶]
''ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو اُن کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں، جب دوسرے ثقہ راوی اُس کی تائید میں نہ ہوں تو اُس کی روایت سے استدلال واستناد کرنے میں مجھے کوئی خوشی محسوس نہیں ہوتی۔''
حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: عامة مايرويه غير محفوظ. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۸۳]
''اس کی عام روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں۔''
جرح وتعدیل کے علماء متفقہ طور پر اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں، بلکہ امام بخاری تو اسے مُتَّہَم بتاتے ہیں، اور اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ایسی روایت کے شواہد بھی اگر موجود ہوں، تب بھی قوی اور قابل استدلال نہیں ہوتی، چہ جائے کہ اس کا مُتَّہَم راوی اس کو بیان کرنے میں منفرد ہو۔
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: رواه صاحب الصارم المسلول على شاتم الرسول ﷺ وصححه، ولم يصح بوجهٍ. [میزان الاعتدال ۲:۲۹۳، ترجمہ:۳۷۸۳]
''اسے صارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ کے مصنف [امام ابن تیمیہ] نے نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے، لیکن یہ تصحیح کسی بھی حال میں صحیح نہیں ہے۔''
ملاحظہ ہو: الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ :۱۶۹-۱۷۰۔
۞ اس قسم کی ایک روایت سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی سند سے طبرانی کی معجم اوسط ۱:۵۶۸-۵۶۹، حدیث ۲۰۹۱، میں بیان کی گئی ہے جس کی سند میں عطاء بن سائب راوی اختلاط کے شکار ہوئے تھے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۵]
حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: جميع مَن روى عَن عطاء روى عنه في الإختلاط إلّا شعبة وسفيان. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۷۳]
''شعبہ اور سفیان کے علاوہ سب راویوں نے عطاء بن سائب سے اختلاط کے بعد روایات لی ہیں۔''
اصول حدیث کے لحاظ سے سوء حفظ اسباب طعن میں سے ہے۔ [شرح نخبۃ الفکر:۱۰۴-۱۰۵]
۞ ایک اور روایت کسی ایسے صحابی سے امام طبرانی کی معجم کبیر ۶:۲۷۷، حدیث:۶۲۱۵ میں منقول

ہے جن کا نام ذکر نہیں کیا گیا ہے جس کا راوی ابوحمزۃ الثمالی ضعیف اور واہی ہے۔
[مجمع الزوائد ۱:۱۴۵]

۞ ڈاکٹر اکرم صاحب عمری لکھتے ہیں: لم یقع الوضع في حیاۃ النبي ﷺ إذ لم یصح في ذلك شيئ، وقد غلب علی ظن أحمد أمین أن حدیث: مَن کذب عليَّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار إنما قیل في حادثۃٍ زُوِّرَ فیھا علی الرسول ﷺ ولکن ما ذھب إلیه لا سند له في روایات التاریخ، ولا في سیاق الحدیث.

[بحوثٌ فی تاریخ السنۃ المشرفۃ :۲۱، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع چہارم ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴ء]

''رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں اُن پر جھوٹ بولنے کی کوئی صحیح روایت موجود نہیں، البتہ استاذ احمد امین کے خیال میں حدیث: مَن کذب عليَّ متعمداً کے پیشِ نظر یہ بات آ گئی ہے کہ اس روایت کا سببِ ورود شائید یہ ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے جس کے تدارک کے طور آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہو، لیکن اُن کے اِس موقف کی کوئی تاریخ ثبوت موجود نہیں اور نہ اس روایت کے سیاق میں اس باب میں کوئی شے موجود ہے۔''

ڈاکٹر صاحب موصوف آگے لکھتے ہیں: وکذلك لا توجد أدلۃٌ علی وقوع الوضع في خلافۃ أبي بکر وعمر رضي اللہ عنھما، ولا شك أن کثرۃ الصحابۃ الکبار وحدۃ الأمۃ في ھذہ الفترۃ المبکرۃ منعت ظھور الوضع في الحدیث.

[بحوثٌ فی تاریخ السنۃ المشرفۃ :۲۲، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع چہارم ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴ء]

''اس طرح اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کسی نے کوئی حدیث وضع کی ہو اور یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت موجود ہونے اور اُن کے باہم متحد ہونے کے باعث وضع حدیث کا فتنہ پیدا نہیں ہوا تھا۔''

۞ حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے خلافت کے نصف ثانی میں وضع حدیث کے فتنہ نے سر اٹھا لیا۔ ابن عدیس نے منبر پر کھڑے ہو کر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سند سے روایت بیان کرنے لگا کہ: ألا إن عثمـان أضل من عبیدۃ علی بعلھا (۱) یہ بات جب سیدنا

---

(۱) حافظ ابن عساکر کی روایت میں یہ الفاظ اس طرح درج ہیں: ......

عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا: كذب والله ابن عديس، ما سمعها من ابن مسعود، و لاسمعها ابن مسعود من رسول الله ﷺ قط.

''اللہ کی قسم! ابن عدیس نے جھوٹ بولا' یہ بات اس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنی اور نہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔''

حافظ ابن جوزی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: هذا حديثٌ لا نشك في أنه كذبٌ و لسنا نحتاج إلى الطعن في الرُّواة، وإنما هو مِن تَخَرُّصِ ابن عديس. [الموضوعات ۱: ۳۳۵]

''اس روایت کے جھوٹا ہونے میں ہمارا کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے اور ہمیں اس کے راویوں پر طعن وتنقید کی کی بھی کوئی ضرورت نہیں' یہ ابن عدیس کے جھوٹ میں سے ہے۔''

حافظ ابن جوزی اس روایت کو موضوع کہتے ہیں لیکن ساری ذمہ داری ابن عدیس پر ڈالتے ہیں یہی بات حافظ ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۳۴۹-۳۵۰ میں اور حافظ سیوطی نے اللآلی المصنوعۃ ۱: ۲۹۲ میں بھی لکھی ہے۔

لیکن یہ سارے اکابر یہاں تسامح کا شکار ہو گئے ہیں' اور ان کی یہ بات غلط اور بے بنیاد ہے' اس کی ذمہ داری سیدنا عبدالرحمٰن بن عدیس ابو محمد بلوی مصری رضی اللہ عنہ پر قطعاً عائد نہیں ہوتی' اس لیے کہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ میں موجود تھے اور اصحاب شجرہ میں سے ہیں' جن کے بارے

......إنَّ عثمان أضَلَّ من عتبةٍ غاب قفلها. [تاریخ مدینۃ دمشق ۳۵: ۱۱۴]

''الموضوعات'' کے محقق ڈاکٹر نور الدین بن شکری بن علی بن بویا جیلار لکھتے ہیں:

لم أجد هذا المثل في كتب الأمثال......وقد استفسرتُ معنى هذا المثل الشيخ عبدالفتاح أبا غدة فتفضل ببيانه لي مشكوراً فقال: العبارةُ صوابها: ألا إن عثمان أضلَّ من عيرفي فلاةٍ – والعياذُ بالله تعالى – فيكون هذا كنايةٌ عن شدة الضلال، بحيث شبَّهَ العيرالذي يَتِيهُ في الفلاة، والله تعالى أعلم بما افتراهُ المفتري وبما أراده. [ہامش الموضوعات' محقق ۲: ۸۸]

''ضرب الامثال پر مشتمل کتابوں میں یہ مجھے نہ مل سکی، میں نے اس ضرب المثل کے بارے میں شیخ عبدالفتاح ابوغدہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس ضرب المثل کے درست الفاظ اس طرح ہیں: ألا إن عثمان أضلَّ من عيرفي فلاةٍ – والعياذُ بالله تعالى – یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کسی صحرا میں گم ہونے والے قافلہ کے مقابلے میں زیادہ بے راہ ہوئے ہیں، پس یہ شدتِ ضلال سے کنایہ ہے اس لیے تو انہیں لق ودق صحرا میں گم وحیران قافلہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ اس مفتری نے کتنی بڑی افتراء کی ہے۔''

میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ. [سورۃ الفتح ۴۸: ۱۸]

''اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب کہ وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ نے اُن کے دلوں کا حال جان لیا۔''

انہوں نے ۳۶ ہجری کو شام میں وفات پائی۔ [الاستیعاب: ۴۲۰، ترجمہ: ۱۴۴۶]

یہ درست ہے کہ آپ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین میں سے تھے لیکن اُن کی شان اس سے ارفع، اعلیٰ اور بلند و بالا ہے کہ وہ نبی ﷺ پر جھوٹی حدیث وضع کریں۔ پھر حافظ ابن عراق نے حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ: لايُدرَى مِمَّن أخذه ابن أبي الدنيا، وابن لهيعة فيه تشيُّعٌ قويٌّ.

[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۳۵۰]

''معلوم نہیں کہ ابن ابی الدنیا(۱) نے اسے کہاں سے نقل کیا ہے، اور ابن لہیعہ پکا شیعہ ہے۔''

یہ روایت نہایت کمزور ہے اور اس میں درج تین علتیں ہیں:

[۱] ابن ابی الدنیا اور اس کے آخری راوی کامل بن طلحہ کے مابین انقطاع ہے، چنانچہ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں: حُدِّثْتُ عن كامل بن طلحة، مجھے کامل بن طلحہ کی سند سے روایت بیان کی گئی۔ اب یہ بیان کرنے والے راوی کون ہیں؟ ثقہ ہیں یا غیر ثقہ؟ کوئی جواب ندارد، ایک منقطع روایت کی ذمہ داری ہم آخر ایک صحابی رسول ﷺ پر کیوں ڈالیں؟ پھر اصول حدیث میں یہ بات طے ہے کہ ساقط راوی کا ''مجہول'' ہونا اسی روایت کو رد کر دینے کے اسباب میں سے ہے۔

[۲] کامل بن طلحہ کے بارے میں بعض علماء کی رائے تو اچھی ہے، مگر امام ابوداؤد فرماتے ہیں (۲):

میں نے اُس کی کتابیں بہت دور پھینک دی ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳: ۴۰۰، ترجمہ: ۶۹۲۸]

---

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان قرشی اموی، مولاہم، ۲۰۸ھ = ۸۲۳ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور واعظ تھے۔ ۱۶۴ کتابیں لکھیں۔ بغداد میں ۲۸۱ھ = ۸۹۴ء کو وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۷۷، ترجمہ: ۶۹۹، الاعلام ۴: ۱۱۸]

(۲) سلیمان بن اَشعث بن اسحاق بن بشیر، ابوداؤد، اَزدی، سجستانی، اپنے زمانے میں حدیث کے بہت بڑے عالم تھے ان کی ''السنن'' اصول ستہ میں گنی جاتی ہے۔ ۲۰۲ھ = ۸۱۷ء کو ولادت ہوئی۔ حصول علم کے لیے لمبے سفر کیے۔ ۲۷۵ھ = ۸۸۹ء کو بصرہ میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۲: ۴۰۴، تاریخ بغداد ۹: ۵۵، الاعلام ۳: ۱۲۲]

[۳]ابن لہیعہ کے بارے میں حافظ ذہبی کی رائے فیــہ تَشَیُّـعٌ قـوِيٌّ اس روایت کوشدید کمزور کر دیتی ہے اس لیے کہ کسی بدعتی کی ایسی روایت جواُس کے بدعت کی مؤید ہو مردود ہوتی ہے چنانچہ امام جوزجانی لکھتے ہیں: ومنهم زائغٌ عن الحق صدوق اللهجة قدجرى في الناس حديثه إذ كان مخذولًا في بدعته مأمونًا في روايته فهؤلاء عندي ليس فيهم حيلة إلاأن يؤخذ من حديثهم مايُعرفُ إذ لم يقوِّ بِهِ بدعته فيتهم عند ذلك. [احوال الرجال:۳۲]

''ان رُواۃ میں سے بعض راوی حق سے منہ موڑنے کے باوصف قول کے سچے ہوتے ہیں اس لیے لوگوں میں اُن کی روایت کی پذیرائی ہوجاتی ہے جب کہ وہ اپنی بدعت کے معاملہ میں متعصب نہ ہو۔ روایت کے باب میں مامون ومحفوظ ہو اس لیے میرے نزدیک کوئی وجہ نہیں کہ ایسے راویوں کی روایت قبول نہ کی جائے جب کہ روایت بھی ایسی ہو جواُن کی بدعت کی مؤید نہ ہو البتہ اگر متعصب ہوں یا اُن کی روایت اُن کے بدعت کی مؤید ہو تو پھر اُن کی وہی روایت مردود ہوگی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی اسے مختار اور پسندیدہ قول قرار دیتے ہیں۔ [نزہۃ النظر:۱۰۳]

ہمارے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۴۱ھ کے لگ بھگ احادیث وضع کرنے کے فتنہ نے سر اٹھایا چنانچہ امام مسلم نے امام محمد بن سیرین کے حوالہ سے لکھا ہے: لم يكونوا يسألون عن الإسناد فلماوقعت الفتنةُ قالوا: سَمُّوا لَنَا رِجالَكُم فَيُنظَرُإلى أهل السنة فيؤخَذُ حديثُهم ويُنظَرُ إلى أهل البدع فلايُؤخذُ حديثُهم [صحیح مسلم ا:۱۵ المقدمۃ باب بیان ان الاسناد من الدین[۵]

''اسلافِ کرام آپس میں ایک دوسرے سے حدیث کے سند کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے لیکن فتنہ بپا ہوجانے کے بعد جب کوئی حدیث بیان کرتا تو اُس سے حدیث کے سند کے متعلق ضرور پوچھتے اگر راوی اہلِ سنت میں سے ہوتے تو روایت قبول کی جاتی اور اگر اہل بدعت میں سے ہوتے تو حدیث قبول نہ کرتے۔''

محدث قرطبی لکھتے ہیں: هذه الفتنة يعني بها فتنة قتل عثمان رضی اللہ عنہ. [المفهم ا:۱۲۳]

''اس فتنہ سے مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتنہ ہے۔''

اسلاف کرام کے اس طرزِ عمل کے پیشِ نظر امام مالک فرمایا کرتے تھے: لا يؤخذُ الحديث عن أربعةٍ ويؤخذ عمن سواهم: رجلٌ معلنٌ بفسقه وإن كان أروى الناس ورجلٌ يكذب

في أحاديث الناس ' وإن كنتَ لا تَتَّهِمُهُ على حديث رسول الله ﷺ وصاحب بدعة يدعو إلى بدعته' ورجلٌ له فضلٌ لايعلمُ مايُحدث به. [إكمالُ المعلم بفوائدمسلم١:١٢٦]

''چار قسم کے لوگوں کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔اول: جو ظاہر باہر فسق میں مبتلا ہو اگرچہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر حدیث کی روایت کرتا ہو۔دوم: جو عام بات چیت میں جھوٹ بولتا ہو اگرچہ حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنے سے بدنام نہ ہو۔سوم: وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف داعی ہو [اور وہ روایت اُس کی بدعت کی مؤید ہو]۔چہارم: ایسا عالم فاضل شخص جو حدیث تو بیان کرتا ہے لیکن اُسے اس [کی صحت وضعف] کا علم نہ ہو۔''

[۱۸]

قارئین کرام! یہ ان گنت اور بے شمار اسباب وعوامل محرک بنے کہ میں اس اہم ترین موضوع پر قلم اٹھاؤں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ان اقوالِ مکذوبہ وموضوعہ نے دین اسلام کے چمکتے دمکتے چہرے کو بڑی حد تک داغ دار کر دیا ہے۔وقت کا اہم ترین فریضہ یہی ہے کہ جعل سازوں کی جعل سازی طشت از بام کر دی جائے اور موضوع روایات کو صحیح وحسن روایات سے اس طرح نکال دیا جائے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال لیا جاتا ہے' تاکہ کسی خواہش پرست کو ان سے استدلال کرنے کی ہمت نہ رہے اور دین اسلام پر کسی بد باطن کو انگشت نمائی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی گئی کہ اسی موضوع پر اردو زبان میں کوئی قابلِ قدر کاوِش تاحال موجود نہیں' اور اردو زبان اسی علم وفن سے تقریباً تہی دامن ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو قبولیت سے نوازے اور اسے میرے لیے' میرے اساتذہ' والدین اور احباب وتلامذہ کے لیے اجر آخرت کا وسیلہ وذریعہ بنا دے۔

رَبِّ!

أنتَ وحدكَ الذي تَعلمُ قدر جُهدي

فلا تحرمني يوم لقائك أجري.

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف

یکم دسمبر ۲۰۰۹ء

دو کتابیں

جرح وتعدیل کے امام، علامہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: بالعراق كتابٌ ينبغي أن يُّدفَنَ، و بـالشام كتابٌ أن يُّدفنَ، فأما الذي بالعراق فكتاب التفسيرعن الكلبي عن أبي صالح ' عن ابن عباس رضي الله عنه ' و أمَّا الذي بالشام فكتاب الديات لِخَالِدِ بن يزيد بن أبي مالك، لم يرض أن يكذب على أبيه حتى كذب على أصحاب رسول الله ﷺ.

[تاریخ دمشق الکبیر ۱۶: ۲۹۷، ترجمہ: ۱۹۳۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۵: ۱۱۹، تہذیب الکمال ۸: ۱۹۷-۱۹۸، ترجمہ: ۱۶۶۳، تہذیب التہذیب ۳: ۱۱۵، ترجمہ: ۱۷۶۴]

''دو کتابیں ایسی ہیں جن کو دفن کرنا چاہیے۔ ایک تو عراق میں ہے جو الکلبی کی تفسیر ہے جس میں ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں اور دوسری کتاب شام میں ہے جو خالد بن یزید بن ابی مالک کی کتاب الدیات ہے، وہ صرف اپنے باپ پر جھوٹ بولنے سے خوش نہ ہوا بلکہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی کذب بیانی کی ہے۔''

الأَلِفُ الْمَمْدُوْدَةُ [آ]

[١] آخرأربعاءِ في الشهر يوم نحسٍ مستمرٍ.

[تاریخ بغداد۱۴: ۴۰۵ ترجمہ ابوالوزیر صاحبُ دیوان المہدی: ۷۷۴۷]

''مہینے کا آخری بدھ مسلسل نحوست کا دن ہے۔''

خطیب بغدادی نے اس کی سَنَد اس طرح لکھی ہے: علی بن احمد رزاز، از عبداللہ بن حسین خرقی، از محمد بن غالب بن حرب، از محمد بن صالح ہاشمی، از مَسلَمہ بن صلت شیبانی، از ابوالوزیر صاحبُ دیوانِ مہدی، از امیر المؤمنین مہدی محمد ابن عبداللہ منصور، از والدِ اُو: عبداللہ بن محمد، از والدِ اُو: محمد بن علی ابن عباس، از ابوجعفر منصور، از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

اس کا راوی مسلمہ بن صلت غیر معروف ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۳۲۵ ترجمہ: سلام بن سلیمان: ۷۷۴]

اس کے راوی سلام بن سلیمان کے بارے میں امام ابوحاتم (١) لکھتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔

[الجرح والتعدیل ۸: ۲۶۹ ترجمہ: ۱۲۲۸]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کی یہ روایت منکر ہے۔ [لسان المیزان ۶: ۳۴ ترجمہ: ۱۳۵]

حافظ ابن الجوزی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ مفسرین نے سورۃ الحاقۃ [۶۹: ۷ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ] کی تفسیر میں قومِ عاد کی ہلاکت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ اُن پر ایک بدھ سے دوسرے بدھ تک کا عذاب مسلط کیا گیا تھا اور قرآن مجید میں فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ [سورۃ القمر ۵۴: ۱۹] کی تصریح بھی ہے۔ گھڑنتو راوی نے ان آیتوں کو سامنے رکھ کر یہ روایت وضع کر دی۔ [الموضوعات ۲: ۷۴]

حافظ سیوطی حسبِ عادت امام ابن الجوزی پر استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے کئی مُتابِع وشاہد ہیں۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱: ۴۴۱] مثلاً:

---

(١) محمد ادریس بن منذر بن داود بن مہران، تمیمی، حنظلی، رازی، ابوحاتم۔ رے میں ۱۹۵ھ = ۸۱۰ء کو پیدا ہوئے حافظ حدیث اور امام بخاری اور امام مسلم کے اَقران میں سے تھے۔ رجالِ حدیث کے ماہر عالم تھے۔ ۲۷۷ھ = ۸۹۰ء کو بغداد میں وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۲: ۷۳، الاعلام ۶: ۲۷]

۞ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت، جسے اِبْنُ مَرْدُوْیَۃَ[1] نے تفسیر میں اور امام طبرانی نے معجم اوسط ۱:۲۳۳ حدیث ۷۹۷، اور ۵:۱۰، حدیث: ۶۴۲۲ میں نقل کیا ہے، جس کی سند میں ابراہیم بن ابی حیہ متروک راوی ہے، اس کا اعتراف امام سیوطی نے بھی کیا ہے۔

۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا[2] کی روایت، جسے حافظ سیوطی نے اِبْنُ مَرْدُوْیَۃَ ہی کے حوالہ سے اس اعتراف کے ساتھ نقل کیا ہے کہ اس کا راوی ابراہیم بن ہراسہ متروک الحدیث ہے۔

[اللآلی المصنوعۃ ۱:۴۴۱-۴۴۲]

۞ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت، جو دو اسناد سے مروی ہے۔

-۱: احمد بن محمد صیدلانی، وعلی بن حسین بن محمد کاتب، از عبداللہ بن محمد بن سوار، از ابو بلال اشعری، از یحییٰ بن علاء، از علی بن عمر بن علی بن ابی طالب، از والدِ اُو، از جَدِّ اُو۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱:۴۴۱-۴۴۲]

حافظ سیوطی نے اس روایت پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا البتہ حافظ ابن عَراق[3] لکھتے ہیں: اس کے راوی محمد بن سوار کو میں نہیں جانتا، اور یحییٰ بن علاء احادیث گھڑتا تھا۔ [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲:۵۶]

-۲: محمد بن حسین بن حفص، از عباد بن یعقوب، از عیسی بن عبداللہ، از والدِ اُو، از جَدِّ اُو۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: عباد بن یعقوب داعی رافضی ہے، جب کہ عیسی بن عبداللہ متروک الحدیث

---

(۱) احمد بن موسیٰ، ابنُ مَرْدُوْیَۃَ، اصبہانی، ابوبکر، ابنُ مَرْدُوْیَۃُ الکبیر سے مشہور تھے۔ حافظ، مجود اور علامہ تھے۔ ۳۲۳ھ = ۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں اصبہان کے محدث تھے۔ ۴۱۰ھ = ۱۰۱۹ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۷:۱۰۸، الاعلام ۱:۲۶۱]

(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین، ۹ قبل ہجری = ۶۱۳ م کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ علم وادب اور علوم دینیہ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ دو ہجری کو رسول اللہ ﷺ سے ان کی شادی ہوگئی۔ اکابر صحابہ آپ سے فرائض [میراث] کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ ۵۸ھ = ۶۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئیں۔ آپ سے [۲۲۱۰] احادیث کی روایت کی گئی ہیں۔

[تلقیح فھوم أھل الاثر: ۳۶۳، منہاج السنۃ النبویۃ ۲:۱۸۲، ۱۹۲-۱۹۸، الاعلام ۳:۲۴۰]

(۳) علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن، ابن عراق، الکنانی، نور الدین، فقیہ اور صوفی تھے۔ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ ۹۰۷ھ = ۱۵۰۲ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ حجاز کا سفر کیا۔ مدینہ منورہ میں امامت کے فرائض انجام دیے۔ مدینہ منورہ میں ۹۰۷ھ = ۱۵۵۶ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذھب ۸:۳۳۷، الاعلام ۵:۱۲]

ہے۔[اللآلی المصنوعۃ ۱:۴۴۲]

۞ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت، جس کو حافظ سیوطی نے اس اعتراف کے ساتھ نقل کیا ہے کہ اس کا راوی ابوالخیل خالد بن عمرو حمصی مُتَّہَم [بدنام] ہے۔[اللآلی المصنوعۃ ۱:۴۴۲]

ان مُتابعین وشاہدین میں کوئی بھی روایت متروک اور متہم راوی سے خالی نہیں اس لیے یہ استشہاد میں پیش ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے، جیسا کہ حافظ ابن عراق فرماتے ہیں:

فليس فيها ما يصلح للإستشهاد. [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲:۵۶]

''اس میں کوئی ایسی روایت نہیں جس میں شاہد ہونے کی صلاحیت ہو۔''

[۲] آخِرُ جنازةٍ صَلاَّهَا رسولُ اللهِ ﷺ كَبَّرَ عليها أربعاً. [الہدایۃ مع فتح القدیر ۲:۱۲۳]

''رسول اللہ ﷺ نے جو آخری جنازہ پڑھایا تھا، اُس میں آپ نے چار تکبیریں پڑھی تھیں۔''

یہ روایت کئی اَسناد سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

-۱: اس کو امام ابن حبان نے المجروحین ۲:۳۱۶ میں محمد بن معاویہ بن امین نیشاپوری ہلالی کے سند سے نقل کیا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: جھوٹ بولا کرتا تھا اُس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔

[الجرح والتعدیل ۸:۱۰۳-۱۰۴، ترجمہ:۴۴۳، الضعفاء الکبیر ۴:۱۴۴، ترجمہ:۱۷۰۹]

امام یحییٰ بن معین بھی اسے کذاب کہا کرتے تھے۔[المجروحین ۲:۳۱۵، ترجمہ:۹۹۹]

امام دارقطنی اس راوی کو کذاب کہتے ہیں اور وضاحت کرتے ہوے لکھتے ہیں کہ یہ ابن مالج نہیں ہے اس لیے کہ ابن مالج تو ثقہ تھے۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۷۲]

۞ اس روایت کو امام حاکم اور امام دارقطنی نے بھی نقل کیا ہے۔[المستدرک ۱:۳۸۶، سنن دارقطنی ۲:۷۲]

جس کی سند کا ایک راوی فرات بن سائب جزری ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں: میمون بن مہران کے نام سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔[المَدخَل إلى معرفة الصحیح ۱:۲۰۲، ترجمہ:۱۵۸]

امام دارقطنی لکھتے ہیں: متروک تھا۔[سنن دارقطنی ۲:۷۲]

حافظ غَسانی (۱) لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں، اس لیے کہ اس کا راوی فرات بن سائب متروک

(۱) عبداللہ بن یحییٰ بن ابی بکر بن یوسف بن حَیُّون غسانی، شیخ جمال الدین ابومحمد الجزائری، نزیل دمشق ۔۶۸۲ھ =۱۲۸۳ء کو وفات پائی۔[شذرات الذہب ۵:۶۷۳، الاعلام ۴:۱۴۵]

تھا۔[تخریج الاحادیث الضعاف من سنن الدارقطنی:۲۰۰، حدیث:۴۰۲]

۞ اس کو امام طبرانی نے معجم اوسط ۴:۱۳۴، حدیث:۴۷۵۴ میں ابوعمر نضر بن عبدالرحمٰن خزاز کی سند سے لکھا ہے، جو متروک تھا۔[مجمع الزوائد ۳:۳۵]

۞ اسے حافظ اَبُو نُعَیم (۱) نے اخبار اصبہان ۲:۲۸۶ میں ابو ہرمز کے حوالہ سے لکھا ہے، جو متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل ۸:۴۵۵، ترجمہ:۲۰۸۷؛ التاریخ ۴:۱۸۰، ترجمہ:۳۸۲۸]

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس کی کوئی سند کذاب اور متروک راوی سے خالی نہیں اور اسی لیے ناقابلِ استدلال ہے، اس معاملے میں شریعت مقدسہ نے کوئی پابندی اور تنگی روا نہیں رکھی۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جنازوں پر چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں اور فرمایا: كان رسول الله ﷺ يفعل ذلك.

[صحیح مسلم ۲:۶۵۹، کتاب الجنائز [۱۱] باب الصّلاۃ علی القبر [۲۳] حدیث:۷۲-[۹۵۷]

''رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح [کبھی کبھار پانچ تکبیریں] پڑھا کرتے تھے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔

[صحیح بخاری ۲:۱۱۲، کتاب الجنائز [۲۳] باب التکبیر علی الجنازۃ اربعاً [۶۴]

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے نَجاشی رضی اللہ عنہ [شاہِ حبشہ (۲)] کی نماز جنازہ پڑھتے

---

(۱) احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی، ابونُعیم، حافظ حدیث اور مؤرخ تھے۔ اصفہان میں ۳۳۶ھ = ۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ و روایتِ حدیث میں ثقہ مانے جاتے ہیں۔ اصفہان ہی میں ۴۳۰ھ = ۱۰۳۸ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۱:۹۲، تذکرۃ الحفاظ ۳:۱۰۹۲، الاعلام ۱:۱۵۷]

(۲) اصحمہ بن ابجر، شاہ حبشہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے عہد زرین میں اسلام قبول کیا۔ مہاجرین حبشہ سے نہایت اچھا سلوک کیا۔ ملوک حبشہ کو نجاشی کہا کرتے تھے جیسا کہ فارِس کے بادشاہ کسریٰ اور روم کے بادشاہ قیصر کہلاتے ہیں۔[اسد الغابۃ ۱:۱۴۷، ترجمہ:۱۸۸]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: و تفسير أصحمة بالعربية: عطية. [زاد المعاد فی ہدي خیر العباد ۱:۱۲۰]

''عربی زبان میں اصحمۃ کی تفسیر ''عطیہ'' ہے۔''

یہ نجاشی رضی اللہ عنہ مسلمان تھے، اس لیے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا تھا۔ رہا وہ نجاشی جس کے نام رسول اللہ ﷺ نے مکتوب بھیجا تھا، سو وہ دوسرا نجاشی تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ......

ہوئے چار تکبیریں پڑھی تھیں۔
[صحیح بخاری ۲:۱۱۲، کتاب الجنائز[۲۳] باب التکبیر علی الجنازۃ اربعاً[۶۴] حدیث:۱۳۳۳، صحیح مسلم ۲:۶۵۶-۶۵۷، کتاب الجنائز[۱۱] باب فی التکبیر علی الجنازۃ[۲۲] حدیث:۹۵۱-۹۵۲]

امام ابن ابی شیبۃ [1] نے المُصَنَّف ۷:۲۶۰-۲۷۳[احادیث:۱۱۵۳۴-۱۱۵۸۵] اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر ۲:۱۱۹-۱۲۲ میں ایسی کئی روایتیں نقل کی ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ سے نمازِ جنازہ میں چار سے لے کر نو تک تکبیریں ثابت ہیں۔

بعض علماء کا موقف ہے کہ نمازِ جنازہ پر چار سے زیادہ تکبیریں منسوخ ہیں، وہ اس سلسلہ میں اِجماع سے اِستناد کرتے ہیں، چنانچہ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی اور مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی لکھتے ہیں: ''امام طحاوی [2] نے [شرح معانی الآثار ۱:۴۹۶ میں] لکھا ہے کہ امام ابراہیم نخعی [3] فرماتے

......وارد ہے: أنَّ نبي اللّٰهِ ﷺ کتب إلی کِسرَی وإلی قیصرو إلی النجاشي وإلی کل جبار یدعوھم إلی اللّٰه تعالی، ولیس بالنجاشي الذي صَلّی علیه النبي ﷺ. [صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر [۳۲] باب کتَب النبي ﷺ إلی ملوك الکفار یدعوھم إلی اللّٰه عزو جل[۲۷] حدیث:۷۵-[۱۷۷۴]
''بے شک اللہ کے نبی ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر حاکم کو خطوط لکھے جن میں انہیں اللہ تعالیٰ [کے توحید] کی طرف دعوت دی گئی۔ یہ وہ نجاشی نہیں جن کا نبی اکرم ﷺ نے جنازہ پڑھا تھا۔''

(۱) عبداللہ بن محمد بن قاضی ابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان بن خُواستی، العبسی، مولاہم، الکوفی، ابوبکر، ۱۵۹ھ=۷۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور حنفی فقیہ تھے۔ ۲۳۵ھ=۸۴۹ء کو وفات پائی۔ امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام علی ابن المدینی کے اَقران میں سے تھے۔ [سیر اَعلام النبلاء ۱۱:۱۲۲، الاعلام ۴:۱۱۷]

(۲) احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ بن عبدالملک، ازدی، حجری، مصری، طحاوی، حنفی، مصر کے علاقہ طحا کے ایک گاؤں میں ۲۳۹ھ=۸۵۳ء کو پیدا ہوئے، اس لیے طحاوی کہلائے۔ علم حدیث اور علم فقہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اُن کی تالیفات بغور پڑھنے سے اُن کے علمی رتبہ، وسعت و تبحر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے آپ اُنہیں الإمام 'العلامة'الحافظ الکبیر' محدث الدیارالمصریة وفقیھھا جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ ابتدائی عمر میں شافعی المسلک تھے، پھر حنفی ہو گئے۔ قاہرہ میں ۳۲۱ھ=۹۳۳ء کو وفات پائی۔
[سیر اعلام النبلاء ۱۵:۲۷-۳۳، الاعلام ۱:۲۰۶]

(۳) ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود، ابوعمران، نخعی، بنو مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ ۴۶ھ=۶۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ کوفہ میں رہائش تھی۔ صلاح وصدق، روایت اور حفظ حدیث کے سلسلے میں کبار تابعین میں سے تھے۔ ۹۶ھ=۷۱۵ء کو وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی ملاقات ثابت ہے مگر اُن سے روایت ثابت نہیں۔
[وفیات الاعیان ۱:۲۵، تہذیب التہذیب ۱:۱۶۰-۱۶۱، الاعلام ۱:۸۰]

ہیں کہ :رسول اللہ ﷺ کی وفات تک تکبیراتِ جنازہ کے متعلق اختلاف تھا' کوئی کہتا کہ میں نے آپ ﷺ کو سات تکبیریں کہتے سنا' کوئی کہتا کہ میں نے آپ ﷺ کو پانچ تکبیریں کہتے سنا' کوئی کہتا کہ میں نے آپ ﷺ کو چار تکبیریں کہتے سنا۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک لوگوں میں یہ اختلاف رہا جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ پر یہ اختلاف بہت شاق گزرا آپ نے فرمایا کہ تم اصحابِ رسول ہو تم اختلاف کرو گے تو بعد والے بھی اختلاف کریں گے اور اگر تم نے اتفاق کیا تو بعد میں آنے والے بھی اتفاق کریں گے چنانچہ آپ نے اکابر صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ اس بارے میں اتفاق کرو چنانچہ پوری بحث وتمحیص کے بعد سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ نمازِ جنازہ چار ہی تکبیروں سے ہوا کرے گا اور عید الاضحیٰ اور عید الفطر بھی فی رکعت چار تکبیریں ہی ہوا کریں گی۔'' [درسِ ترمذی ۳:۳۰۳؛ مجموعہ رسائل ۳:۳۲۷]

ان علماء نے شاید اس اثر کی اِسنادی حیثیت پر غور نہیں فرمایا ہے' جب کہ:

۞ ابراہیم بن یزید نخعی [وفات:۹۶ھ] نے باوجود یہ کہ اُن کے عہد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی' مگر ان میں سے کسی سے بھی آپ نے روایت نہیں لی۔

[الثقات' عجلی:۵۷' ترجمہ:۴۵]

۞ اس کا ایک راوی حماد بن ابی سلیمان احادیث کے سلسلہ میں ضعیف تھا۔

[الطبقات الکبریٰ' ابن سعد ۶:۳۳۳]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کی روایات میں اِفرادات وغرائب ہوتی ہیں۔

[الکامل فی الضعفاء ۳:۸' ترجمہ:۴۱۳]

امام ذہلی [۱] فرماتے ہیں کہ کثیر الخطأ اور کثیر الوہم تھے۔[تہذیب التہذیب ۳:۱۵]

---

(۱) محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس الذہلی' النیسابوری' ابو عبداللہ' ۱۷۲ھ = ۷۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ثقہ حافظ حدیث تھے۔اپنے زمانے میں خراسان کے سب سے بڑے عالم تھے۔حصول علم کے لیے طویل سفر کیے۔ بغداد اور بصرہ بھی گئے۔صحیح بخاری میں اُن سے چودہ روایتیں لی گئی ہیں۔الزہریات کے نام سے دو جلدوں میں امام زہری کی روایتیں جمع کیں۔۲۵۸ھ = ۸۷۲ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲:۵۳۰' الاعلام ۷:۱۳۵]

۞ حافظ ابن حزم (۱) لکھتے ہیں کہ یہ تو غریب وعجیب اجماع ہے جس سے سیدنا ابن مسعود، سیدنا انس ابن مالک، سیدنا ابن عباس اور شامی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شامی تابعین، ابن سیرین (۲) اور جابر ابن زید (۳) جیسے اساطینِ علم بے خبر ہیں، جب کہ اِجماع کی روایتیں سخت کم زور بھی ہیں۔

[المُحلّٰی بالآثار ۳:۳۵۰]

۞ حافظ ابن قیّم فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین تا سات تکبیریں ثابت ہیں، پس ان میں سے جن کو بھی معمول بنایا جائے تو درست ہوگا۔ [زاد المعاد ا:۵۰۸]

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: تمام ثابت تکبیروں کا پڑھنا جائز ہے، اگر چہ چار تکبیریں مختار و پسندیدہ ہیں۔ [مجموع الفتاوی ۲۲:۴۰]

[۳] آخر الدَّواءِ [الطِّبِّ] اَلْکَيُّ.

''علاج کا آخری طریقہ ''داغنا'' ہے۔

کسی زمانے میں علاج کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جسم کے جس حصے پر تکلیف ہوتی تھی اسے کسی گرم چیز سے داغ دیا کرتے تھے۔ کسی نے اس کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن الدیبع اور علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی (۴) لکھتے ہیں: یہ روایت [حدیثِ

---

(۱) علی بن احمد بن سعید بن سعد، ابو محمد ابن حزم ظاہری، قرطبہ میں ۳۸۴ھ=۹۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے عہد میں اندلس کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ آپ اور آپ کے والد دونوں مملکت اندلس کے وزیر تھے۔ آپ نے وزارت کو خیر باد کہا اور اپنے آپ کو حصول علم کے لیے وقف کر دیا۔ فقیہ اور حافظِ حدیث تھے اور قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط کیا کرتے تھے۔ ۴۵۶ھ=۱۰۶۴ء کو اندلس کے مضافاتی گاؤں لَبْلَة میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳:۳۲۵، سیر اعلام النبلاء ۱۸:۱۸۴، الاعلام ۴:۲۵۴]

(۲) محمد بن سیرین بصری اَنصاری بالولاء، ابوبکر، جلیل القدر تابعی ہیں۔ اپنے زمانہ میں بصرہ کے امام تھے۔ ۳۳ھ=۶۵۳ء کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۱۰ھ=۷۲۹ء کو وفات پائی۔ بزاز تھے۔

[تاریخ بغداد ۵:۳۳۱، الاعلام ۶:۱۵۴]

(۳) جابر بن زید بصری، اَزدی، ابوالشعثاء، تابعی اور فقیہ تھے۔ ائمہ میں سے تھے۔ بنیادی طور پر عُمان سے تعلق تھا اپنے زمانے میں عراق کے سب سے بڑے عالم تھے۔ ۲۱ھ=۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ ۹۳ھ=۷۱۲ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ا:۷۲، ترجمہ: ۶۷، الاعلام ۲:۱۰۴]

(۴) محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان، زرقانی، مصری، ازہری، مالکی، ابوعبداللہ، دیار مصریہ کے خاتم المحدثین تھے۔ قاہرہ میں ۱۰۵۵ھ=۱۶۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ مصر کے علاقہ منوف کے گاؤں زرقان کی طرف منسوب ہونے سے زرقانی کہلائے۔ قاہرہ ہی میں ۱۱۲۲ھ=۱۷۱۰ء کو وفات پائی۔ [الاعلام ۶:۱۸۴]

نبوی ﷺ ہونے کے طور پر تو] بے اصل ہے، البتہ کسی کا کلام ہے۔
[تمییز الطیب من الخبیث :۱۱، روایت :المختصر المقاصد الحسنۃ :۴۹، روایت:۱]
علامہ مناوی (۱) لکھتے ہیں: عرب کے اَمثال میں سے ہے۔
[فیض القدیر۴: ۶۷۱، بذیل حدیث:۴۹۴۱]

[۴] آخى رسولُ اللهِ ﷺ بين أصحابه فجاء عليٌّ رضي الله عنه تدمع عيناه فقال: يارسول الله! آخيتَ بين أصحابك ولم تواخ بيني وبين أحدٍ، فقال له رسول الله ﷺ أنتَ أخي في الدنيا والآخرة. [سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] باب [۲۱] حدیث:۳۷۲۰، مستدرک ۳:۱۴]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے مابین عہد مؤاخات کرا لیا تو علی رضی اللہ عنہ آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے آئے اور فرمایا: آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخات تو کرا لیا مگر کسی کو میرا بھائی نہیں ٹھہرایا، اس پر آپ نے فرمایا: تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس کا مرکزی راوی جُمَیْع بن عُمیر تیمی ہے، جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: رافضی (۲) تھا اور روایات بنایا کرتا تھا۔ [المجروحین ۱: ۲۵۸، ترجمہ:۱۹۲]

---

(۱) محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین، حدادی، مُناوی، قاہری، قاہرہ میں ۹۵۲ھ = ۱۵۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پلے، بڑھے۔ علم وفن کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں۔ تحقیق وتصنیف کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی۔ بہت تھوڑا کھانا کھاتے تھے۔ شب زندہ دار تھے، اس لیے بہت جلد نحیف اور کمزور ہو کر لکھنے سے معذور ہو گئے۔ اکثر کتابیں اپنے والد سے املاء کروا کر لکھوائیں۔ ۸۰ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ قاہرہ میں ۱۰۳۱ھ =۱۶۲۲ء کو وفات پائی۔ [خلاصۃ الاثر ۲: ۴۱۲، الاعلام ۶: ۲۰۴]

(۲) رافضی کی جمع روافض ہے۔ رفض سے نکلا ہے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں۔ کوفی شیعوں کے ایک گروہ کا نام ہے، ان لوگوں نے زید بن علی کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا، جس پر اُنہوں نے ناراضگی کا اِظہار کیا۔ اس پر یہ لوگ اُن کے درپے ہوئے کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے براءت کا اعلان کریں، مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ وہ میرے نانا ﷺ کے وزیر اور ساتھی ہیں، اس لیے انہوں نے زید بن علی سے الگ ہو جانے کا اعلان کیا، اس لیے روافض کہلائے۔ [تہذیب اللغۃ ۱۲: ۱۳۰، المصباح المنیر :۸۹]

امام شعبی فرماتے ہیں: روافض یہود ونصاریٰ سے بدتر ہیں، اس لیے کہ جب اُن سے پوچھا جائے کہ تمہارے ہاں سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ تو اُن کا جواب ہوتا ہے: اصحابِ سیدنا موسیٰ اور اصحاب سیدنا عیسیٰ علیہما السلام اور جب روافض سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے نزدیک بدترین لوگ کون ہیں؟ تو اُن کا جواب ہوتا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم. [التبصیر فی الدین: ۴۱-۴۲]

امام ابن نُمَیر (1) فرماتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا تھا۔[المجروحین ۱:۲۵۸]
امام بخاری فرماتے ہیں: اس میں شدید کمزوری ہے: فیه نظر. [التاریخ الکبیر ۲:۲۴۲]
حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو اس راوی کے جھوٹا ہونے کے لیے دلیل کے طور پر پیش کی ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۴۲۱، ترجمہ ۱۵۵۲]
اس قسم کی ایک اور روایت دوسری سند کے ساتھ امام حاکم نے نقل کی ہے۔[المستدرک ۳:۱۴]
لیکن اس میں جُمَیْع کے ساتھ ایک اور ضعیف راوی اسحاق بن بشر کاہلی نامی راوی ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی فرماتے ہیں: هالكٌ۔[تلخیص المستدرک ۳:۱۴]
اس قسم کی ایک اور روایت امام طبرانی کی معجم اوسط کے حوالہ سے حافظ ابن حجر نے بھی نقل کی ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: قُمْ فَأَنْتَ أَخِيْ. [فتح الباری، کتاب فضائل الصحابۃ ۷:۶۲]
''اُٹھو! پس تو میرا بھائی ہے۔''
حافظ ابن حجر کی یہ پیش کردہ روایت امام طبرانی کی معجم اوسط ۶:۳۳۳، حدیث: ۷۸۹۴ کی ہے لیکن اس میں قُمْ فَأَنْتَ أَخِيْ کے الفاظ مفقود ہیں۔
امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: أما حديث المؤاخاة فباطلٌ موضوعٌ، فإن النبي ﷺ لم يؤاخ أحداً، ولا آخَى بين المهاجرين بعضهم من بعض، ولا بين الأنصار بعضهم من بعض، ولكن آخَى بين المهاجرين والأنصار. [منهاج السنة النبوية ۲:۱۱۹]
''رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مابین مواخات کی روایت باطل وموضوع ہے اور نبی ﷺ نے مواخات میں کسی کو اپنا بھائی نہیں بنایا، آپ نے مہاجرین کو آپس میں اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی نہیں بنایا، بلکہ مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات قائم کی۔''

---

(۱) محمد بن عبداللہ بن نُمَیر، حافظ، حجۃ اور شیخ الاسلام تھے۔۱۶۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل اور امام علی المدینی کے اَقران میں سے ہیں۔ صحیحین میں اُن کی روایتیں لی گئی ہیں۔ علم وعمل کا بے مثل نمونہ تھے۔ امام احمد انہیں دُرَّةُ العراق ''عراق کا ہیرا'' کہا کرتے تھے۔ ۲۳۴ھ = ۸۴۹ء کو وفات پائی۔
[سیر اعلام النبلاء ۱۱:۴۵۵-۴۵۸، ترجمہ: ۱۱۱، الاعلام ۶:۲۲۱]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱) لکھتے ہیں: ''ابن سعد (۲) کی کتاب الطبقات الکبری[۳:۲۳] میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی اور سیدنا سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہما (۳) کے مابین مواخاۃ کا تعلق قائم کیا۔[المرتضیٰ:۶۲]

لیکن اس کی سند میں محمد بن عمر واقدی ہے جو وسیع علم رکھنے کے باوجود متروک تھا۔

[تقریب التہذیب:۵۲۹، ترجمہ:۶۱۷۵]

مولانا ندوی آگے لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مواخاۃ خود اپنی ذات سے قائم کی تھی اس سلسلہ میں بہت سی احادیث نقل کی گئی ہیں، جن میں چند احادیث کی اسناد ضعیف ہیں اور بعض احادیث کے متن میں کمزوری ہے۔[المرتضیٰ:۶۲-۶۳]

[۵] آفة الدِّين ثلاثةٌ:فقيهٌ فاجرٌ، وإمامٌ جائرٌ، و مجتهدٌ جاهلٌ. [الجامع الصغیر:۱۱]

''دین کی تین آفتیں ہیں: بدعمل عالم وفقیہ، ظالم بادشاہ اور بے علم مجتہد۔''

بدعملی، ظلم و جور، اور جہالت و لاعلمی بُری اور قبیح عادتیں ہیں، جن سے احتراز لازم ہے، یہاں مجھے اس روایت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ امام مناوی لکھتے ہیں کہ اسے نہشل بن سعید نے

---

(۱) ابوالحسن علی ندوی، مفکر، عالم دین، محقق، مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کے فرزند ارجمند، ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالعلی کے زیر کفالت آ گئے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں تفسیر و ادبِ عربی کے استاذ کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی۔ آپ علی میاں کے نام سے مشہور تھے۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔[شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا:۱۰۸]

(۲) محمد بن سعد بن منیع زہری، ابوعبداللہ، ثقہ مؤرخ، حافظ حدیث اور قاضی محمد بن عمر واقدی کے کاتب و سیکرٹری تھے۔ بصرہ میں ۱۶۸ھ = ۷۸۴ء کو اُن کی ولادت ہوئی۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہیں ۲۳۰ھ = ۸۴۵ء کو وفات پائی۔ واقدی کے کاتب رہنے کے باوجود بھی اُن کی وثاقت اور عدل میں کوئی کمی تسلیم نہیں کی گئی۔

[تاریخ بغداد ۵:۳۲۱، الاعلام ۶:۱۳۷]

(۳) سہل بن حُنَیف بن وہب انصاری، اَوسی، ابوسعد، انصاری رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ بدر اور اُس کے بعد سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ غزوۂ اُحُد میں ثابت قدم رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد اُنہیں بصرہ کا والی مقرر کیا۔ جنگ صفین میں اُن کی طرف سے شریک رہے۔ ۳۸ھ = ۶۵۸ء کو کوفہ میں وفات پائی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھایا۔ ان سے چالیس احادیث مروی ہیں۔

[الاصابۃ ۲:۸۷، ترجمہ:۳۵۲۷، الاعلام ۳:۱۴۲]

ضحاک کی سند سے نقل کیا ہے۔[فیض القدیر۱:۵۲]
نہشل کے بارے میں امام اسحاق بن راہویہ[۱] فرماتے ہیں: کذاب تھا' امام ابوحاتم فرماتے ہیں: قوی نہیں تھا۔ متروک الحدیث اور ضعیف تھا۔[الجرح والتعدیل ۸:۴۹۶' ترجمہ:۲۲۶۷]
اس واسطے استاذ عبدالفتاح ابوغُدۃ[۲] فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔
[الاجوبۃ الفاضلۃ ۱۲۶-۱۲۷' حاشیہ]

[٦] آليتُ على نفسي أن لاأدخُلَ النَّارَمَن كان إسمه أحمدأو محمد.
[الموضوعات۱:۱۵۷]

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھے اپنی ذات کی قسم! جس کا نام احمد یا محمد ہو میں اُسے ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔''

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت بالکل بے اصل ہے اس لیے کہ اس کا راوی صدقہ بن موسیٰ ہے جو امام ابن حبان کی تصریح کے مطابق احادیث کے فن سے ناواقف اور نابلد ہے اس نے مقلوب روایات کو نقل کیا ہے۔[الموضوعات۱:۱۵۷' المجروحین۱:۴۷۳]
حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صدقة بن موسى بن تميم عن أبيه عن حُمَيدالطويل بخبرباطلٍ' ولكن هذاالشيخ مارَوَى عنه سِوَى أحمد بن عبدالله الذارع' ذاك الكذاب وأكثَرَ عنه. [میزان الاعتدال۲:۳۱۳' ترجمہ:۳۸۸۰' لسان المیزان۳:۱۸۷' ترجمہ:۷۴۷]
''صدقہ بن موسیٰ اپنے والد کے سند سے حُمید طویل کے نام سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے۔ [زیر بحث روایت بھی اس ہی کی سند سے ہے] لیکن اس شیخ سے صرف احمد بن عبداللہ بکثرت روایت نقل کرتا ہے جو کذاب ہے۔''

---

(۱) اسحاق بن ابراہیم بن مَخلَد حنظلی تمیمی مروزی ابویعقوب ابن راھَوَیہ' اپنے زمانے میں خراسان کے بہت بڑے عالم تھے۔ ۱۶۱ھ = ۷۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ کبار حفاظ حدیث میں سے تھے۔ امام بخاری' امام نسائی اور امام ترمذی جیسے اساطین علم نے اُن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے' چونکہ اُن کے والد کی ولادت دوران سفر ہوئی تھی اسی لیے راہویہ کہلائے۔ نیشاپور میں ۲۳۸ھ = ۸۵۳ء کو وفات پائی۔[وفیات الاعیان۱:۱۹۹' الاعلام۱:۲۹۲]
(۲) عبدالفتاح محمد ابوغُدّۃ' عالم اور محدث تھے۔ حلب سے تعلق تھا۔ ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء کو ریاض میں وفات پائی تیس کے قریب لگ بھگ کتابیں اور تعلیقات لکھیں۔[معجم المؤلفین المعاصرین' محمد خیر رمضان یوسف۱:۳۶۶]

حافظ ابن حجر اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ صدقہ مجہول ہے۔ [لسان المیزان ۳: ۱۸۷، ترجمہ: ۷۴۷]
پھر یہ بھی ہے کہ قرآن وسنت میں نجات کا دار مدار ذات و پات، نسل و خاندان اور نام و نسب پر نہیں ہے بلکہ نجات کا سارا دارو مدار درست عقائد، اتباعِ سنت اور تقوی وللّٰہیت پر ہے۔

حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: و منها أن یکون الحدیث باطلاً في نفسه فیدلُّ بُطلانه علی أنه لیس من کلام رسول اللّٰه ﷺ کحدیث: آلیتُ علی نفسي أن لا یدخل النارَ مَن إسمه أحمد أو محمد. [المنار المنیف: ۵۹-۶۱، حدیث: ۹۳، الاسرار المرفوعۃ: ۴۱۵]

''کبھی کبھار حدیث فی نفسہ باطل ہوتی ہے اور اس کا بطلان اس بات کا واضح ثبوت ہوتا ہے کہ وہ قطعاً رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں ہے اور پھر زیر بحث روایت کی مثال پیش کی ہے۔''

[۷] آیةٌ من کتاب اللّٰه خیرٌ من محمد [ﷺ] و آله.

''کتاب اللہ کی ہر ایک آیت محمد [ﷺ] اور اُن کی آل سے بہتر ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ یہ بات صد فی صد درست ہے کہ قرآنِ عزیز اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے، اس لیے کسی مخلوق کے مشابہ بھی نہیں ہے اور کوئی مخلوق اس کی ہم سَری اور برابری بھی نہیں کر سکتی، لیکن زیرِ بحث روایت رسول اکرم ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

[مجموع الفتاوی ۱۸: ۱۷۴]

حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت معلوم نہیں ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۴۱، حدیث: ۵، مختصر المقاصد الحسنۃ: ۴۹، حدیث: ۵، الاسرار المرفوعۃ: ۱۰۰، حدیث: ۲]

حرف الهمزة

[۸]إئتوا المساجد حُسَّراً و مُقَنَّعِين فإن العَمائم تِيجَانُ المسلمين. و في رو ايةٍ:فإنَّ ذلك مِن سِيُمَآءِ المُسلِمين. [الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۱٦٦' تاریخ مدینۃ دمشق ۳٦:۲٦۵' ترجمہ:۴۰۸۹]

''برہنہ سر اور سر ڈھکے اور ڈھانپے ہوئے مسجدوں میں جاؤ' اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔ جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ عمامہ مسلمانوں کی نشانی ہے۔''

یہ روایت سراپا موضوع ہے اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی مبشر بن عبید کوفی ہے' جس کی روایات موضوع اور جھوٹی ہوتی ہیں' اور یہ روایات وضع کرتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۱٦۳]

محدث البانی (۱) لکھتے ہیں: اس روایت سے استدلال کرنا ناجائز اور اس سے سکوت کرنا گناہ ہے۔ [تمام المنۃ: ۱٦۵]

[۹] أأنامِن المنافقين؟قال:لا' ولا أُزكِّي أحداً بعدك. [سیر اعلام النبلاء ۲:۳٦۴]

سیدنا حُذَیفہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں (۲)۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں کچھ منافقین کے نام بتا دیے تھے' اس وجہ سے رسولِ اکرم ﷺ کے راز دان کہلاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُن سے پوچھا کرتے تھے کہ میں تو منافقین میں سے نہیں ہوں؟ اس پر وہ نفی میں جواب دیتے تھے۔

روافض اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ -خاکم بدہن- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خود اپنے مؤمن ہونے کا یقین نہیں تھا تو ہم کیوں خواہ مخواہ انہیں مؤمن تسلیم کریں' جب کہ سُنّی اس طرزِ عمل کو آپ رضی اللہ عنہ کی انکساری اور تواضع پر محمول کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی نے اس روایت کو زید بن وہب ابو سلیمان الکوفی کے ترجمہ میں لکھ کر حافظ یعقوب

---

(۱) محمد ناصر الدین البانی کی ولادت ۱۳۳۳ھ=۱۹۱۴ء کو البانیہ کے دار السلطنت اشقودرہ میں ہوئی۔ حلب اور دمشق میں علوم حاصل کیے۔ دورِ حاضر کے ایک مانے ہوئے محقق اور متبحر عالم حدیث کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ بروز ہفتہ ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ=۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عمان میں وفات پائی۔ [مقالات الالبانی: ۱۷]

(۲) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بن جابر' عبسی' ابو عبداللہ' یمان کا اصلی نام حِسل یا حُسَیل تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے راز دان تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن [فارس] کا عامل مقرر کیا تھا۔ آپ سے ۲۲۵ روایتیں مروی ہیں۔ کوفہ میں ۳٦ ھ=٦۵٦ء کو وفات پائی۔ [الاصابہ ۱:۳۱۷' الاعلام ۲:۱۷۹]

فَسَوی (۱) کے حوالہ سے لکھا ہے: وَهٰذَا مَحَالٌ، أَخَافُ أَنْ يَّكُوْنَ كَذِباً.

[میزان الاعتدال ۲: ۱۰۷، المغنی فی الضعفاء ۱: ۲۴۸]

''یہ ناممکن ہے، اور مجھے ڈر ہے کہیں یہ روایت جھوٹی نہ ہو۔''

زید بن وہب کو محدثین نے ثقہ جلیل کہا ہے۔ [تقریب التہذیب: ۲۵۹، ترجمہ: ۲۱۵۹]

لیکن حافظ فَسَوی لکھتے ہیں کہ اس کی کئی روایتیں ضعیف و کمزور ہیں، جس کی مثال زیرِ بحث روایت کے علاوہ وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے:

إِنْ خَرَجَ الدَّجَّالُ تَبِعَهٗ مَنْ كَانَ يُحِبُّ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ.

[میزان الاعتدال ۲: ۱۰۷، المغنی فی الضعفاء ۱: ۲۴۸]

''جب دجال کا ظُہور ہوگا تو محبینِ عثمان رضی اللہ عنہ اُس کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: هذا تعنُّتٌ زائدٌ، و مابمثل هذا تضعف الأثبات، ولا ترد الأحاديث الصحيحة، فهذا صدَرَ من عمر عند غلبة الخوف وعدم أمن المكر، فلايلتفت إلى هذه الوساوِس الفاسدة في تضعيف الثقات. [ہدی الساری: ۴۰۴]

''[حافظ فسوی کا قول محض] ایک زائد تعنت ہے اور اس قسم کے کلام سے نہ تو ثقہ راویوں کو ضعیف کہا جا سکتا ہے اور نہ صحیح احادیث کو رد کیا جا سکتا ہے۔ اس کلام کا صُدور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے غلبہ خوف اور عذاب سے عدم امن کی حالت میں ہوا ہے، پس ثقات کو ضعیف کہنے میں اس قسم کے فاسِد وساوِس کو التفات نہیں کرنا چاہیے۔''

[۱۰] أبو حنيفة سراجُ أُمَّتِي. [مناقب الامام الاعظم، الکردری ۱: ۲۱]

''[امام] ابوحنیفہ [نعمان بن ثابت] میری امت کے چراغ ہیں۔''

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں: محدثین کا اس روایت کے موضوع ہونے پر اتفاق ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ: ۱۰۱، حدیث: ۴، ذیل الجواہر المضیۃ ۲: ۴۵۳]

---

(۱) یعقوب بن سفیان بن جوان، فارسی، فسوی، ابو یوسف، بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ ایران کے ''فسا'' سے تعلق تھا، طلبِ حدیث میں تیس سال تک اپنے وطن سے دور رہے۔ ایک ہزار سے زیادہ اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ ۲۷۷ھ = ۸۹۰ء کو بصرہ میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۸۳، ترجمہ: ۶۰۷، الاعلام ۸: ۱۹۸]

[۱۱] أَبَی اللّٰہُ إِلَّا أَنْ یَّصِحَّ کِتَابُہٗ.

''اللہ تعالیٰ کوصرف یہی بات پسند ہے کہ اُس ہی کی کتاب صحیح رہے۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: میں اسے [حدیث کے طور پر نہیں جانتا] نہیں جانتا۔

[المقاصد الحسنۃ:۵۳، روایت:۱۵]

اصل میں یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام ربیع بن سلیمان مصری فرماتے ہیں:

قرأتُ کتاب الرسالة المصرية علی الشافعي نيفا وثلاثين مرةً إلَّا کان یصححه، ثم قال الشافعي في آخره: أبی اللّٰه أن یکون کتابٌ صحیحٌ غیر کتابه.

[مناقب الشافعی، امام بیہقی ۲:۳۶]

''میں نے امام شافعی سے مصر میں لکھی گئی کتاب ''الرسالة'' اُن کے سامنے کچھ اوپر تیس مرتبہ پڑھی اور ہر مرتبہ امام شافعی اُس میں کسی نہ کسی قسم کی تصحیح کرتے رہے، بالآخر اُنہوں نے فرمایا: اب چھوڑو بھی! اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتے ہیں کہ اُن کی کتاب [قرآن مجید] کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔''

[۱۲] أَبَی اللّٰہُ أَنْ یَّقْبَلَ عَمَلَ صَاحِبِ بِدْعَةٍ حَتّٰی یَدَعَ بِدْعَتَه.

[سنن ابن ماجۃ ۱:۱۹، مقدمہ، باب اجتناب البدع والجدل [۷] حدیث:۵۰، السنۃ، ابن ابی عاصم ۱:۲۴، تاریخ بغداد ۱۳:۱۸۶]

''اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے اُس وقت تک انکار کر دیا ہے جب تک وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کر دے۔'' [اصول السنۃ:۱۲ [۲۱]، راہ سنت:۷۲]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

–۱: اس کا ایک راوی عبداللہ بن سعید بن ابی سعید کیسان مقبری ابو عباد ہے جس کے بارے میں امام بخاری نے امام یحییٰ بن سعید قطان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مجھے ایک مجلس میں اس کا جھوٹا ہونا معلوم ہوا۔ [التاریخ الصغیر ۲:۹۸، التاریخ الکبیر ۵:۱۰۵]

امام احمد فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۵:۷۱]

–۲: اس کا ایک راوی بِشر بن منصور الحنّاط ہے، امام ابو زرعہ فرماتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا۔

[الجرح والتعدیل ۲:۳۶۵]

حافظ ذہبی اس راوی کو مجہول کہتے ہیں۔[میزان الاعتدال ۱:۳۲۵]

–۳: اس کا ایک راوی ابوزید مجہول ہے۔[الکاشف ۳:۳۳۸]

–۴: ایک اور راوی ابوالمغیرۃ بھی مجہول ہے۔[الکاشف ۳:۳۸۰]

بدعت قابل صد نفرین اور باعث لعنت ہے' لیکن اُس کی مذمت کے لیے إیّاکُم و البدعۃ اور اس جیسی دیگر صحیح احادیث کافی ہیں۔ رد بدعات کے سلسلے میں ہمیں کسی موضوع حدیث کی بیساکھی کی ضرورت بالکل نہیں ہے۔

[۱۳] أتاني جبرئيل عليه السلام فقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ' فجهر بها.

[سنن الدارقطنی ۱:۳۰۷' حدیث:۱۹]

'' میرے پاس جبرئیل [علیہ السلام] تشریف لائے اور انہوں نے اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس کا مرکزی راوی خالد بن اِلیاس [ایاس] مدنی ہے' جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: لیس بشيء اور منکر الحدیث تھا۔[التاریخ الکبیر ۳:۱۴۰' التاریخ الصغیر ۲:۱۷۹]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۱۷۲]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: ثقات سے موضوعات نقل کرتا ہے اور سننے والا جانتا ہے کہ اس کو وضع کرنے والا خالد ہی ہے۔ اس کی روایت از راہِ تعجب لکھی جا سکتی ہے۔

[المجروحین ۱:۳۴۰' ترجمہ:۲۹۴]

نماز میں جہر بالتسمیۃ کے باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث موجود نہیں۔ حافظ زیلعی کی کتاب نصب الرایۃ ۱:۳۲۴–۳۲۷ میں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

[۱۴] أتاهُ الاعُرابِيُّ فقال: يارسول الله! خَلَفْتُ البلادَ يَابِسَةً والماءُ يابِساً' هَلَكَ المالُ و العَيالُ' فعُدَّ عَلَيَّ بما آفاءَ اللّٰهُ عليك يا ابنَ الذَّبِيُحَيْنِ ' فتبَسَّمَ رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم ينكر عليه. [المستدرک ۲:۵۵۴' تفسیر ابن جریر ۱۰:۵۱۴' نص:۲۹۵۳۰]

''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں گاؤں اس وقت چھوڑ کر آیا ہوں جب کہ زمین خشک تھی' ہماری مال و دولت اور بال بچے ضائع ہو گئے' تو اے ابن الذبیحین! ہمیں اس مال میں سے کچھ

حصہ دے دیں جو آپ کو اللہ نے عطا کیا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور اِبْنُ الذَّبِیْحَیْنِ کہنے سے بُرا نہ مانا۔" [ضیاء النبی ﷺ ۱:۳۸۹، پیر محمد کرم شاہ، خاندانِ رسول ﷺ، ڈاکٹر محمد دین: ۴۸]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی سند واہی [نہایت کمزور] ہے۔ [تلخیص المستدرک ۲:۵۵۴]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: شدید ضعیف ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ۴:۱۹، بذیل سورۃ الصافات ۳۷:۱۰۷]

امام قرطبی لکھتے ہیں: اس کی سند ثابت نہیں ہے۔ [تفسیر القرطبی ۱۵:۱۰۲، بذیل سورۃ الصافات ۳۷:۱۰۷]

[۱۵] أتَرِعُون عن ذِكرِالفاجِرأذكُرُوهُ بما فيه، كَيْ يعرفه الناس ويحذره الناس.

[تاریخ بغداد ۱:۳۸۲، ۳:۱۸۸، الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۴۳۰، شعب الایمان ۷:۱۰۹، حدیث: ۹۶۶۶، السنن الکبریٰ، بیہقی ۱۰:۲۱۰]

"کیا تم فاجروں کی بُرائیوں سے لوگوں کو آگاہ کرنے سے ڈرتے ہو؟ ان کی بُرائیاں بیان کرو تاکہ لوگ ان سے بچیں۔" [مقالاتِ امین احسن اِصلاحی ۱:۱۵۸]

اس کا راوی جارود بن یزید نیشاپوری ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ منکرالحدیث ہے۔ [تاریخ کبیر ۲:۲۳۷]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: منکرالحدیث اور کذاب تھا، اس کی روایت نہ لکھی جائے۔

[الجرح والتعدیل ۲:۵۲۵]

امام ابن حِبان لکھتے ہیں: مشاہیر کے نام سے منکر اور بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔

[المجروحین ۱:۲۶۰-۲۶۱]

اس لیے امام عقیلی، حافظ ذہبی اور امام بیہقی اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

[الضعفاء الکبیر ۱:۲۰۲، سیر اعلام النبلاء ۹:۴۲۶، شعب الایمان ۷:۱۰۹، السنن الکبری ۱۰:۲۱۰]

[۱۶] إِتَّقُوا الدنيا، فوالذي نفسي بيده إنها لأسحرمن هاروت وماروت.

[نوادرالاصول ۱:۵۷، اصل: ۱۷، تفسیر قرطبی ۲:۵۳، بذیل سورۃ بقرۃ ۲:۱۰۲، الجامع الصغیر، حدیث: ۱۴۵]

"دنیا سے بچتے رہو، اُس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ ہاروت و ماروت سے زیادہ جادوگر ہے۔"

اس روایت کا سارا دارومدار ابوالدرداء رُہاوی پر ہے، جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ کون ہے، ثقہ ہے یا غیر ثقہ، اس لیے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

لا یُدرَی مَن هُو ذا؟ هذا منکرالحدیث ' لا أصل له.

[میزان الاعتدال۴:۵۲۲'ترجمہ:۱۰۱۷۲'لسان المیزان ۷:۴۴'ترجمہ:۴۱۶]

''نہیں معلوم کہ یہ راوی کون ہے؟ یہ منکر الحدیث ہے اور یہ روایت بے اصل ہے۔''

[۱۷] اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ. [اِحیاء علوم الدین۳:۳۶'اِمداد الاحکام'ظفر احمد عثمانی ۱:۵۲۱]

''تہمت [بدنامی] کی جگہوں سے دور رہو۔''

تہمت کی جگہوں سے دور رہنا ہی دانش مندی ہے'اس بارے میں کسی دانش مند کا کوئی اختلاف نہیں'البتہ اس روایت کے بارے میں حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی کوئی اصل واساس نہ مل سکی۔[المغنی عن حمل الاسفار۳:۳۶'کشف الخفاء ۱:۴۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اِحیاء العلوم کی اکثر وبیشتر روایتیں موضوع اور باطل ہوتی ہیں۔

[میزان الاعتدال ۱:۴۳۱'ترجمہ:حارث بن اسد'سیر اعلام النبلاء ۱۹:۳۳۹]

امام غزالی (۱) کی کتاب احیاء علوم الدین کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں: أما الإحیاء ففیه من الأحادیث الباطلة جملة'وفیه خیرٌ کثیرٌلو لا ما فیه من آداب ورسوم وزهد من طرائق الحکماء ومنحرفِي الصوفیة ' نسأل الله علماً نافعاً.تدري ما العلم النافع؟هو ما نزل به القرآن وفسره الرسول ﷺ قولا وفعلا 'ولم یأت نهيٌ عنه ' قال ﷺ:مَن رغب عن سنته فلیس مني [أخرجه البخاری في حدیث طویل برقم:۵۰٦۳'ومسلم برقم:۱٤۰۱] فعلیك یا أخي بتدبر کتاب الله'وبإدِّمان النظر في الصحیحین و سنن النسائي ورياض النووي و أذکاره' تفلح وتنجح'وإیاك وآراء عباد الفلاسفة'ووظائف أهل الریاضات ' وجوع الرهبان ' و خطابَ طَیشِ رؤوس أصحاب الخلوات ' فکل الخیرفي متابعة الحنیفیة السمحة'فواغوثاه بالله'أللهم اهدناإلی صراطك المستقیم.[سیر اعلام النبلاء ۱۹:۳۳۹-۳۴۰]

---

(۱) محمد بن محمد'غزالی'طوسی'ابو حامد صوفی اور فلسفی تھے۔تقریباً دوسو کتابیں تصنیف کیں۔۴۵۰ھ=۱۰۵۸ء کو طابران میں پیدا ہوئے جو صوبہ خراسان کے طوس شہر کا مضافاتی گاؤں تھا اور اسی گاؤں میں ۵۰۵ھ=۱۱۱۱ء کو وفات پائی۔نیشاپور'بغداد'حجاز اور شام ومصر کے سفر کیے۔

[وفیات الاعیان۴:۲۱۶'العبر فی خبر مَن غَبر ۲:۳۸۷'الاعلام ۷:۲۲]

’’الاحیاء میں کئی باطل احادیث ہیں‘ اگرچہ اس میں بہت بڑا فائدہ بھی ہے لیکن اس میں حکماء اور منحرفین صوفیاء کے زُہد وعبادت کے غیر شرعی آداب ورسوم بھی ہیں‘ ہم اللہ تعالی سے علمِ نافع کی دعا کرتے ہیں۔ کیا آپ علمِ نافع جانتے ہیں؟ علم نافع وہ ہے جس پر قرآن عزیز نازل ہوا‘ اور جس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے کی‘ اور جو مَنہی عنہ نہ ہو‘ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے میری سنت سے منہ موڑ لیا تو وہ میرے اَتباع میں سے نہیں۔ اے میرے بھائی! آپ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تدبر اور غور وفکر کیا کریں۔ ہمیشہ صحیح بخاری‘ صحیح مسلم اور سننِ نسائی کا مطالعہ کیا کریں‘ اور امام نووی کی ریاض الصالحین اور کتاب الاذکار پڑھا کریں تو فلاح ونجات پاؤ گے اور فلسفہ زدہ زاہدین‘ اہلِ ریاضیات کے وظائف اور راہبوں کے بھوک سے کنارہ کش اور دور رہیں اور خصوصاً خلوت نشین لوگوں کی شطحیات سے بچا کریں اس لیے کہ سب خیر اور نیکی حنیفیت کی اتباع کرنے میں ہے۔ پس ہم اللہ تعالی سے فریاد کرتے ہوئے اس سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی کے طلب گار ہیں۔‘‘

علامہ تاج الدین سبکی [۱] نے اپنی تصنیف طبقات الشافعیۃ الکبری ۶: ۲۸۷ - ۳۸۸ میں اِحیاء علوم الدین کی ۹۴۳ روایات کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی کوئی سند نہیں اور زیرِ بحث روایت کو بے اصل واساس روایتوں میں شمار کیا ہے۔ [طبقات الشافعیۃ الکبری ۶: ۳۳۲]

[۱۸] الإثنان فما فوقها جماعة.

’’دو اور دو سے زیادہ اشخاص جماعت ہے۔‘‘

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے:

— ربیع بن بدر بن عمرو بن جراد‘ از والد اُو‘ از جد اُو‘ از سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[سنن ابن ماجۃ‘ حدیث: ۹۷۲‘ سنن دار قطنی ۱: ۲۸۰]

---

(۱) عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی‘ سُبکی‘ ابو نصر‘ قاضی القضاۃ‘ مؤرخ اور باحث تھے۔ ۷۲۷ھ = ۱۳۲۷ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی معیت میں دمشق منتقل ہوئے‘ وہاں سکونت اختیار کی اور وہیں ۷۷۱ھ = ۱۳۷۰ء کو وفات پائی۔ منوفیہ مصر کے سُبک نامی قصبے کی طرف منسوب ہونے سے سبکی کہلائے۔

[الدرر الکامنۃ ۲: ۴۲۵‘ الاعلام ۴: ۱۸۴]

اس کی سند نہایت کمزور اور نا قابل استدلال ہے' اس لیے کہ اس کے راوی بدر بن عمرو کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی حالت معلوم نہیں' یہ مجہول ہے اور اس کے بیٹے کے علاوہ کسی اور نے اس سے روایت نہیں لی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۳۰۰' ترجمہ:۱۱۳۶]

حافظ ابن حجر بھی اسے مجہول لکھتے ہیں۔ [تقریب التہذیب:۱۵۹' ترجمہ:۶۴۴]

ربیع بن بدر کا دادا عمرو بن جراد بھی مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب:۴۴۹' ترجمہ:۴۹۹۹]

— عثمان بن عبدالرحمٰن مدنی' از عمرو بن شعیب' از والدؒ' از جدؒ: سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[سنن دار قطنی ۱:۲۸۱]

یہ روایت بھی موضوع ہے' اس لیے کہ اس کا راوی عثمان بن عبدالرحمٰن مدنی متروک الحدیث تھا۔

امام ابن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [تقریب التہذیب:۴۱۶' ترجمہ:۴۴۹۳]

— عبیداللہ بن زحر' از علی بن یزید' از قاسم از سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ' جس کے الفاظ یہ ہیں:

أن النبي ﷺ رأى رجلاً يصلي فقال: ألا رجل يتصدق على هذا يصلي معه؟ فقام رجل فَصَلَّى معه' فقال رسول الله ﷺ: هذان جماعة. [مسند احمد ۵:۲۵۴' ۲۶۹]

''نبی ﷺ نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اُٹھ کر اُس کی معیت میں نماز پڑھے؟ اس پر ایک شخص کھڑا ہوا' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں جماعت ہیں۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ اس کے راوی عبیداللہ بن زحر کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: علی بن یزید کی سند سے ایک صحیفہ نقل کرتا ہے' جس کی روایات سراپا غرائب اور نا قابل حجت ہیں۔ [دیوان الضعفاء:۲۶۴' ترجمہ:۲۶۹۳]

اس کا راوی علی بن یزید بن ابی زیاد الہانی بھی ضعیف ہے۔ [تقریب التہذیب:۴۳۷' ترجمہ:۴۸۱۷]

— بقیۃ بن ولید' از عیسی بن ابراہیم' از موسی بن ابی حبیب' از سیدنا حکم بن عمیر ثمالی رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[طبقات ابن سعد ۷:۴۱۵]

اس کا راوی عیسی بن ابراہیم بن طہمان منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۶:۴۰۷]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۴۲۶]

— سعید بن زربی' از ثابت' از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [السنن الکبریٰ' بیہقی ۳:۶۹]

اس کی سند بھی نہایت کمزور ہے۔سعید بن زربی کے بارے میں امام بخاری لکھتے ہیں: اس کے پاس عجائب ہیں۔[التاریخ الکبیر۲:۴۷۳]

امام نسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۲۷۸]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۲۷۲]

[۱۹] أحِبُّوا العربَ لثلاثٍ: لأني عربيٌّ، والقرآن عربيٌّ، وكلام أهل الجنة عربي.

[المعجم الکبیر۱۱:۱۴۸، المستدرک۴:۸۷، معرفت علوم الحدیث:۱۶۱-۱۶۲، شعب الایمان۲:۲۳۰، حدیث:۱۶۱۰، مجمع الزوائد۱۰:۵۲، اللآلی المصنوعۃ۱:۴۰۴، جامع الرسائل، ابن تیمیہ۱:۲۸۸، اقتضاء الصراط المستقیم۱:۴۴۲]

''تین وجوہ سے عربوں سے محبت کرو اس لیے کہ میں عربی ہوں، قرآنِ عزیز اور جنتیوں کی زبان عربی ہے۔''

یہ روایت زبان زد خواص وعوام ہے لیکن مشہور محدث امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا: یہ جھوٹی روایت ہے۔[علل الحدیث۲:۳۷۶، حدیث:۲۶۴۱]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[میزان الاعتدال۳:۱۰۳]

اور مستدرک کی روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وأظنُّ الحديثَ موضوعاً.[تلخیص المستدرک۴:۸۷]

''میرا یقین ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔''

امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر و بے اصل ہے۔[الضعفاء الکبیر۳:۳۴۹]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[لسان المیزان۴:۱۸۵]

اس کے موضوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ:

[۱] امام بیہقی فرماتے ہیں: تفرد به العلاء بن عمرو عن يحيى بن يزيد.[شعب الایمان۲:۲۳۰]

''العلاء بن عُمرو اس کے روایت کرنے میں منفرد ہے۔''

جب کہ یہی العلاء بن عُمرو حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔

[میزان الاعتدال۳:۱۰۳، لسان المیزان۴:۱۴۵]

اس راوی کے بارے میں امام ابن حِبان فرماتے ہیں: علاء بن عُمرو کی روایت سے کسی بھی حالت میں استدلال درست نہیں۔[المجروحین۲:۱۷۶، ترجمہ:۸۱۶، لسان المیزان۴:۱۸۵]

[۲]اس کا ایک اور راوی یحییٰ بن یزید ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں:
کان ممن یروي المقلوبات عن الأثبات، ویأتي عن أقوام ثقاتٍ بأشیاء معضلات، فلما کثر ذلك فی روایته بطل الاحتجاج به.

[المجروحین ۲:۴۶۶، ترجمہ:۱۱۹۹، الموضوعات ۲:۴۱، اقتضاء الصراط المستقیم ۱:۴۴۳]

''ثقہ راویوں کے نام لے کر مقلوب اور معضل روایات بیان کرتا ہے، جب وہ بکثرت اس کا مرتکب ہوا تو اس کی روایت نا قابل استناد و استدلال ہوئی۔''

[۳] یہ روایت مُعَنعَن ہے اور اس کا ایک راوی ابن جریج: عبدالملک بن عبدالعزیز تدلیس قبیح کا شکار تھا، وہ اس روایت میں تدلیس کرتا ہے جسے ضعیف اور مجروح راوی سے سنا ہو۔

[تعریف اہل التقدیس:۹۵]

پس یہ روایت بالکل نا قابل استدلال ہے، اور اس سے کسی قسم کی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی۔

[۲۰]أحبسوا علی المؤمنین ضالتهم:العلم. [مسند دیلمی ۱:۲۰، الجامع الصغیر، حدیث:۲۲۹]

''مؤمنوں کی گم کردہ چیز''علم'' ان کو لوٹا دو۔''

امام ابن عراق کی تصریح کے مطابق اس روایت کے دو راوی بکر بن خُنَیس اور عمرو بن حَکّام متروک ہیں۔[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱:۲۷۸]

بکر بن خُنَیس کے بارے میں امام ابن حِبّان لکھتے ہیں کہ بصرہ والوں اور کوفہ والوں سے موضوع روایتیں نقل کرتا رہتا ہے۔[المجروحین ۱:۲۲۳]

عمرو بن حَکّام کو امام نَسائی اور امام احمد متروک الحدیث کہتے ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۴۸، العلل و معرفۃ الرجال ۳:۱۰۱]

اس روایت کا ایک راوی زیاد بن ابی حسان ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے امام حاکم کا قول نقل کیا ہے کہ موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۸۸]

حافظ شعبہ بھی اسے کذاب کہتے ہیں۔[میزان الاعتدال ۱:۸۸]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: شیخ اور منکر الحدیث ہے، اس کی روایت استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔

[الجرح والتعدیل ۳:۵۳۰]

[۲۱] اِختلاف اُمتي رحمةٌ. [اِحیاءعلوم الدین ا:۲۷]

''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''

ملاعلی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ اکثر ائمہ کا اس روایت کے بارے میں بے اصل ہونے کا خیال ہے' البتہ امام خطّابی لکھتے ہیں کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔[الاسرار المرفوعۃ:۱۰۸' حدیث:۱۷]

امام خطابی اور امام سیوطی کہتے ہیں کہ شاید بعض حفاظ نے اس کو کتابوں میں نقل کیا ہو' لیکن بدقسمتی سے وہ کتابیں ہم تک پہنچتے پہنچتے ضائع ہو گئیں۔[الجامع الصغیر' حدیث:۲۸۸' الاسرار المرفوعۃ:۱۰۹]

علامہ مناوی نے علامہ سُبکی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ محدثین کے ہاں یہ روایت معروف نہیں ہے اور مجھے اس کی کوئی صحیح' ضعیف یا موضوع سند معلوم نہیں ہے۔[فیض القدیر ا:۲۱۲]

یہ بات امام آلوسی حنفی نے ان الفاظ میں لکھی ہے: واعترض الإمام السبكي بأن اختلاف أمتي رحمةٌ ليس معروفاًعندالمحدثين' و لم أقف له على سندٍ صحيح و لاضعيفٍ و لا موضوعٍ' و لاأظن له أصلاً إلّاأن يكون من كلام الناس' و مازِلتُ أعتقدأن هذاالحديث لاأصل له' واستدل على بطلانه بالآيات و الأحاديث الصحيحة الناطقة بأن الرحمة تقضي عدم الإختلاف' و الآيات أكثرمن أن تُحصَى. [روح المعانی' المجلد الثانی' ۴:۳۲۷' بذیل تفسیر آیۃ: و لا تَكُونوا كالّذين تفرقوا' سورۃ آل عمران ۳:۱۰۵]

''علامہ سبکی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے: یہ محدثین کے نزدیک معروف نہیں اور میں اس کی کسی صحیح' ضعیف اور موضوع سند سے واقف نہیں ہوں' میرے نزدیک یہ بالکل بے اصل ہے' پھر اُنہوں نے اس بات سے بھی استدلال فرمایا ہے کہ آیات اور صحیح احادیث اس بارے میں ناطق ہیں کہ رحمت کا تقاضا عدم اختلاف ہے۔''

مسلمانوں میں جمود اور گروہی تعصب اسی روایت کے بَل بوتے پروان چڑھی ہے۔ آیئے میں آپ کو اختلاف کی تباہ کاریوں سے آگاہ کر دوں۔

---

(۱) حَمد بن محمد بن ابراہیم بن خطّاب' بُستی' ابوسفیان' کابل کے علاقہ بُست سے تعلق رکھتے تھے۔ ۳۱۹ھ = ۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ زید بن خطّاب برادرِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ علم حدیث سے متعلق کئی مفید تصانیف لکھیں۔ بُست ہی میں ۳۸۸ھ = ۹۹۸ء کو وفات پائی۔[تذکرۃ الحفاظ ۳:۱۰۱۹' الاعلام ۲:۲۷۳]

۔۱: امام سمعانی(۱) لکھتے ہیں: وقد فشأ الخراب في هذاالوقت وقبله في نواحيها لكثرة الفتن و التعصب بين الشافعية و الحنفية و الحروب المتصلة بين الحِزبَين ، فكلما ظهرت طائفةٌ نهبت محلة الأخرى و أحرَقَتهَا و خَرَّبَتُها ، لايأخذهم في ذلك إِلٌّ ولا ذِمَّةٌ،ومع ذلك فَقَلَّ أن تدومَ بهادولة سلطان أويقيم بهافيصلح فاسدها.

[معجم البلدان ۱:۱۰۸، بذیل: اصبہان]

''اس زمانہ میں اوراس سے پہلے اصبہان اوراس کے گردونواح میں شوافع اوراحناف کے مابین مذہبی تعصب اور مسلسل لڑائیوں کے نتیجہ میں تباہی پھیل گئی ہے، جب کوئی ایک دوسرے پرغلبہ حاصل کرلیتا ہے تو وہ اُن کے مکانات اکھاڑ کر اُنہیں جلاڈالتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اُنہیں کوئی شرم وعار تک محسوس نہیں ہوتی، اوراسی وجہ سے یہاں کسی حاکم کی سلطنت کے استحکام کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو یہاں کے ان مفاسد کی اصلاح کرے۔''

۔۲: امام سمعانی ہی لکھتے ہیں: كان أهل المدينة ثلاث طوائف:شافعيةٌ،وهم الأقل،و حنفيةٌ وهم الأكثر،وشيعةٌ وهم السوادالأعظم،فوقعت العصبية بين أهل السنةوالشيعة فتظافرعليهم الحنفية والشافعية وتطاولت بينهم الحروب حتى لم يتركوا من الشيعة مَن يُعرف،فلما أفنوهم وقعت العصبية بين الحنفية والشافعية و وقعت بينهم حروبٌ كان الظفر في جميعها للشافعية هذامع قلة عدد الشافعية إلَّاأن الله نصرهم عليهم،و كان أهل الرستاق ، وهم حنفيةٌ ، يجيئون إلى البلد بالسلاح الشاك ويساعدون أهل نحلتهم،فلم يغنهم ذلك شيئاحتى أفنوهم، ولم يبقَ من الشيعة والحنفية إلَّا مَن يخفي مذهبه. [معجم البلدان ۳:۱۱۷، بذیل: رے]

''رے'' میں تین گروہ تھے: شافعی سب سے کم، ان سے زیادہ حنفی، جب کہ اکثریت شیعوں کی تھی بلکہ نصف آبادی اُن ہی کی تھی۔ وہاں پہلے شیعہ سُنی فسادات ہوئے، تو شوافع اوراحناف نے مل کر

(۱) عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی مروزی، ابوسعد، مرو میں ۵۰۶ھ=۱۱۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ اُن کی نسبت سمعان کی طرف ہے جو بنوتمیم میں ایک شاخ ہے۔ بہت سے علماء اورمحدثین سے اخذ علم کیا۔ بکثرت سفر کیے۔ مرو میں ۵۶۲ھ=۱۱۶۷ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳:۲۰۹، الاعلام ۴:۵۵]

اہل تشیع کو تہس نہس کر ڈالا یہاں تک کہ کوئی قابل ذکر شیعہ زندہ نہ رہا اس کے بعد احناف وشوافع کے مابین لڑائیاں ہوئیں، جن میں شوافع تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہر بار غالب آتے تھے۔ الرُّستاق کے حنفی بھی اپنے ہم نواؤں کی امداد کے اسلحہ سے لیس ہو کر آتے تھے مگر کوئی پیش نہ جاتی یہاں تک کہ شوافع اور احناف میں صرف وہی بچ سکا جس نے اپنے مذہب کو چھپائے رکھا۔''

–۳: محمد بن موسیٰ بَلا ساغونی حنفی (۱) کہا کرتے تھے:

اگر مجھے اختیار ہوتو میں شافعیوں سے جزیہ وصول کروں۔ [میزان الاعتدال۴:۵۲، لسان المیزان ۴۰۲:۵، تاج التراجم:۲۵۰، ترجمہ:۲۱۸، الجواہر المضیۃ:۲۷۹، ترجمہ:۱۴۹۵]

حالانکہ جزیہ غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے۔

–۴: امام سفکر دری کہا کرتے تھے کہ کسی حنفی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی شافعی مذہب والے مرد سے کرے، البتہ حنفی مرد شافعی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

[فتاوی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ۴:۱۱۲]

–۵: حَنبلیوں نے بھی اپنے مَسلک کے بارے میں غلو سے کام لیا، اس سلسلے میں یہاں تک کہا گیا کہ: فَكُلُّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ حَنْبَلِيّاً فَلَيْسَ بِمُسْلِم. [سیر اعلام النبلاء۱۸:۵۰۸، تذکرۃ الحفاظ:۱۱۸۷]

''غیر حنبلی سرے سے مسلمان نہیں ہیں۔''

–۶: ابوبکر بِکری حنابلہ کو گالیاں دیتا اور ان کی تکفیر کرتا تھا۔ [العبر فی خبر من غبر۲:۳۳۵]

یہ شخص کہا کرتا تھا کہ امام احمد نے کفر کا اِرتکاب نہیں کیا لیکن حنبلی کافر ہیں، ساتھ یہ آیت کریمہ بھی پڑھا کرتا تھا: وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا. [الکامل فی التاریخ۱۰:۱۲۴، حوادث:۴۷۵ھ]

–۷: نُعَیم بن حماد صاحبِ مُسنَد محدث تھے۔ سنت کی تقویت اور امام ابوحنیفہ کی تضعیف اور عیوب ومَثالب میں احادیث اور حکایات وضع کیا کرتے تھے جو سب کی سب جھوٹی اور وضعی ہیں۔

[میزان الاعتدال۴:۲۶۷-۲۶۹]

---

(۱) محمد بن عبد اللہ بلاساغونی المعروف بالترکی۔ بَلا ساغون بلاد ترک میں نہر سیحون سے اُس پار کاشغر کے قریب ایک قصبہ ہے۔ قاضی ابوعبد اللہ دامغانی کے شاگرد رہے ہیں۔ دمشق نقل مکانی کر چکے تھے۔ وہاں قضاء کے عہدہ پر فائز ہوئے اور وہیں جمادی الثانیہ ۵۰۶ھ کو وفات پائی۔ [الجواہر المضیۃ:۲۷۸-۲۷۹]

اسی نُعیم کے حوالے سے امام بخاری نے لکھا ہے کہ سفیان کی مجلس میں امام ابوحنیفہ کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور فرمایا: ابوحنیفہ اسلام کو گھنڈی گھنڈی کر کے توڑتا تھا۔ اسلام میں اس سے بد بخت کوئی پیدا نہیں ہوا۔ [التاریخ الصغیر۲: ۹۳' التاریخ الاوسط۲: ۷۷]

—۸: اَصبغ بن خلیل قرطبی مالکی مذہب کے فقیہ اور مفتی تھے۔ علمِ حدیث سے بالکل کورے اور حدیث اور اصحابِ حدیث کے سخت دشمن تھے اور مالکی مذہب کی تائید میں احادیث وضع کرلیا کرتے تھے' اس صاحب نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر میری کتابوں میں خنزیر کا سر رکھا جائے تو وہ مجھے بنسبت اس کے پسند ہے کہ اس میں مصنَّف ابن ابی شیبہ ہو۔

[میزان الاعتدال ۱: ۲۶۹' لسان المیزان ۱: ۴۵۷]

—۹: ۳۲۳ھ میں حنابلہ نے خلاف شرع باتوں پر احتساب شروع کیا جہاں نبیذ نظر آئی اسے بہا دیتے۔ گانے والی عورتوں کو جان سے مارتے۔ آلاتِ موسیقی کو توڑ ڈالتے اور مَردوں کو عورتوں کے ساتھ چلنے سے روکتے۔ حکومت کی طرف سے پابندی لگادی گئی کہ شارعِ عام پر دو حنبلی جمع نہیں ہوسکتے اس سے حَنابلہ کا جوش بڑھ گیا اب انہیں جو شافعی المَسلک نظر آتا اُسے نابیناؤں کے ذریعے ہٹوا دیتے' اس سے بہت سے شوافع کی جانیں ضائع ہوگئیں۔

[الکامل فی التاریخ ۸: ۳۰۷-۳۰۸' حوادث: ۳۲۳ھ]

—۱۰: امام طَبَری کو کون نہیں جانتا؟ آپ چند سال بغداد میں امام شافعی کے مذہب کے پیرو اور مبلغ رہے' اس کے بعد انہیں اجتہادِ مطلَق کا درجہ حاصل ہوا۔ معلوم نہیں کہ ان کی کون سی ادا حَنابِلہ کو ناپسند تھی۔ حَنابِلہ نے ان پر کئی مَظالم ڈھائے اور وہ عوام کو اُن کے پاس جانے سے روکتے تھے۔

[تاریخ بغداد ۲: ۶۴' تذکرۃ الحُفاظ: ۷۱۲]

—۱۱: عہدِ کہن کی باتیں چھوڑ کر عہدِ جدید کی طرف آیئے۔ بریلوی مسلک کے Organ ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ ﷺ گوجرانوالہ کے پیشانی پر لکھا ہے کہ:

وہابی بےحیا جھوٹے ہیں یارو
تڑاتڑ جوتیاں تم ان کو مارو

اسی پر بس نہیں بلکہ اب ایسا بھی لکھا جاتا ہے کہ:

نَجدِیا! سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری کفر کیا شرک کا فُضلہ ہے نَجاست تیری

تیرے اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد اور یا رسول اللہ سے بگڑتی ہے طبیعت تیری

[ماہ نامہ دینی صحافت' اسلام آباد' جلد۲' شمارہ ۷' صفحہ ۱۴]

یہ گروہی اور مذہبی اختلاف وتعصب کے شاخسانے ہیں جسے ہمارا پڑھا لکھا طبقہ رحمت کا پیارا نام دیتے ہیں۔

[۲۲] اخْشَوْشِنُوا' وامشوا حُفاۃً تروا اللّٰہ عیاناً.

''موٹے جھوٹے کپڑے پہنا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ظاہر باہر دیکھو گے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی کذاب کے زبانی یہ کہانی بھی نقل کی ہے کہ ہم سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے تقریب میں موجود تھے' وہاں کسی نے رات کو موسیقی کی محفل بپا کی جس سے ہم بے قابو ہو گئے اور سب ناچنے لگے۔ صبح کو ہم نے اس عمل کے بارے میں نبی ﷺ سے پوچھا تو انہوں نے کسی ناراضگی کا اِظہار نہیں فرمایا بلکہ ہمارے لیے دعائے خیر کی اور پھر زیرِ بحث روایت اِرشاد فرمائی۔ [لسان المیزان ۲:۴۵۱]

اس کا راوی رتن ہندی ہے جو بڑا فریبی اور دَجال تھا۔ چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہو جانے کے باوجود صحابیٔ رسول ہونے کا مدعی تھا۔ خود بھی کذاب تھا اور دوسرے کذابین نے بھی اس کے حوالہ سے کئی مکذوب روایتیں نقل کی ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲:۴۵]

میرے ایک دوست نے ۲۶/فروری ۲۰۰۴ء کو شام ساڑھے چھ بجے محترم اشفاق احمد صاحب کا پروگرام ''زاویہ'' پی ٹی وی پر دیکھا اور سنا۔ محترم اشفاق احمد صاحب باباؤں کے بڑے معتقد ہیں اور عموما ان ہی کی کہانیاں سنا کر ضعیف الاعتقاد اور وہم پرستوں کے ضعفِ اعتقاد میں مسلسل اضافہ کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ آج کی مجلس میں انہوں نے محدث ہند شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور ایک جرمنی سکالر کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ:

''بابا رتن ہندی بٹھنڈے ''انڈیا'' کے رہائشی تھے' انہوں نے سنا کہ کوئی اوتار ''رسول اللہ'' ﷺ تشریف لا چکے ہیں' تو مکۃ المکرّمۃ تشریف لے گئے جہاں اُنہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے ہیں تو بابا رتن بھی اُن کے پیچھے چلے گئے۔ کچھ عرصہ آپ ﷺ کے ہاں رہائش پذیر رہے اور پھر اُن کے ارشاد کے مطابق بٹھنڈے تشریف لے آئے' اور وہیں ان کی وفات ہوئی' جہاں ان کی قبر مرجع خواص وعوام ہے۔''

میرے دوست نے اسی واقعے سے متعلق میری رائے پوچھی' جس پر میں نے کہا کہ یہ بات میری سمجھ سے قطعاً بالاتر ہے کہ جب کوئی شخص دین کے بارے میں پورا علم نہیں رکھتا تو وہ بے بنیاد اور من گھڑت کہانیاں کیوں اور کس لیے سناتا ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہلاتے ہیں' اُن سے متعلق کافی کتابیں لکھی گئی ہیں' جن کی ایک بڑی طویل فہرست ہے' آپ ان کتابوں میں بابا رتن ہندی کا نام ونشان تک نہیں پاسکیں گے' جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ روایت بالکل بے سروپا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: لم أجد له في المتقدمين في كتب الصحابة ولا غيرهم ذكراً لكن ذكره الذهبي في تجريده فقال: رتن الهندي شيخٌ ظهر بعد ستمائة بالشرق' وادَّعى الصحبة' فسمع منه الجُهَّال' ولا وُجود له' بل اختلق اسمه بعض الكذابين. [الاصابۃ ۱:۵۳۲]

''متقدمین علماء کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق کتابیں ہوں یا دوسری تاریخی کتابیں' میں نے ان میں سے کسی میں رتن کا نام تک نہیں دیکھا البتہ حافظ ذہبی نے ''تجرید'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مشرق میں چھٹی صدی ہجری میں ظاہر ہوا اور صحابی ہونے کا دعوی کیا۔ کچھ جہال نے اس سے روایات سنیں' حالانکہ اس کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں' بلکہ بعض جھوٹوں نے اس کا نام گھڑ لیا ہے۔''

اشفاق احمد صاحب اگر اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتے تو کم از کم یہ تو جانتے ہوں گے کہ کسی جرمنی شخص [جن کے ایمان اور کفر کا انھوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا] کی بات بغیر کسی سند' دلیل اور برہان کے کیونکر کسی شخص کے صحابی رسول ہونے کی حجت بن سکتی ہے' اسی طرح اگر شاہ عبدالعزیز نے بھی بالفرض ایسی بات کی ہو تو عہد رسالت اور ان کے درمیان کئی سو سال کی دُوری ہے' ان کی بات بھی شرعی دلیل و برہان کی محتاج ہے اس لیے کہ دینی امور میں بلا سند بات بیان کرنا یا اسے تسلیم کرنا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ اشفاق احمد صاحب کی رسائی اگر عربی کتابوں تک نہیں ہے تو کم از کم اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۰: ۱۹۱-۱۹۳ کا مطالعہ کرتے تو اس افسانے کی حقیقت ان پر کھل جاتی اور انہیں معلوم ہوتا کہ یہ ایک بے حقیقت افسانہ اور کہانی ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: رَتَن الهندي' وما أدراك ما رَتَن؟ شيخٌ دَجَّالٌ بِلا ريبٍ' ظهر بعد الستمائة فادَّعى الصُّحبة' والصَّحابة رضی اللہ عنہم لا يكذبون' وهذا جَرِئٌ على الله ورسوله ﷺ و

قد أَلَّفتُ في أمره جزء اً. [میزان الاعتدال ۱:۴۵؛ سیر اَعلام النبلاء ۲۲:۳۶۷]

''بغیر کسی شک وشبہ کے رتن بہت بڑا جھوٹا تھا' وہ چھٹی صدی ہجری کے بعد ظاہر ہوا اور اس کے باوجود صحابیت کا مدعی بن بیٹھا' جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جھوٹ نہیں بولا کرتے' یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑا اجری واقع ہوا ہے' اور میں نے اس سے متعلق کسروثن ہندی کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔''

مزید ارشاد فرمایا: رَتَنُ الهندي'أظنه لاوُجودَ له'بل هو اسمٌ موضوعٌ لأخبارٍ مكذوبةٍ'أو هو شيطانٌ تَبَدَّى لهم في صورة إنسيٍ ' زعم في حدودسنة ست مائة أنه صحب النبي صلی اللہ علیہ وسلم فافتضح بتلك الأحاديث الموضوعة'وبكل حال إبليس أسن منه.

[المغنی فی الضعفاء ۱:۲۳۰]

''میرا غالب گمان ہے کہ رتن کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے بلکہ مکذوب روایات کو رواج اور تشہیر دینے کے لیے یہ نام گھڑا گیا ہے' یا یہ کوئی جنی شیطان ہے جو انسانی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ چھٹی صدی ہجری میں صحابی ہونے کا دعوی کر گیا لیکن من گھڑت روایات بیان کرنے سے اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا اور بہر حال شیطان اس سے عمر میں بہت بڑا ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: جاننا چاہیے کہ اس زمانہ میں عجیب وغریب واقعات جمع کرنے کے دواعی واسباب بکثرت موجود تھے۔ لوگ عجائب وغرائب دیکھنے کے لیے دور دراز کے سفر اختیار کرتے اور اس کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے' تو منصور اور مہدی کے زمانے میں کیوں بابارتن کا ذکر نہیں ملتا اور تو اور سلطان محمود بن سبکتگین کے زمانے کی تاریخ میں اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ [الاصابۃ ۱:۵۳۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان ۲:۴۵۰–۴۵۵' اور الاصابۃ ۱:۵۳۲–۵۳۸ میں رتن کا بھرپور تذکرہ کیا ہے' ایک اور جگہ لکھتے ہیں: إنَّا معشرأهل الحديث نقطع بكذب مَن ادَّعى الصحبة بعدأبي الطُّفيل: عامربن واثلة رضی اللہ عنہ ' واللّٰهُ الهادي إلى الصواب'متمسكين بالحديث الصحيح المتواترعنه صلی اللہ علیہ وسلم:أن على رأس مائة سنة[من حين مقاله] لايبقى على وجه الأرض ممن هوإذ ذاك عليهاأحدٌ'فدخل في العموم "رتن"على تقد يرأن لو كان موجوداًحَسبُكَ'فمن ادَّعَى أنه كان موجوداً إذ ذاك ' وعاش إلى بعدالستمائة قطعياً

يُكفربه، و لانُبالي بمن لايقطع بذلك ممن لم يحصل له العلم القطعي بذلك .

[المجمع المؤسس للمعجم المفهرس ۲:۵۵۲-۵۵۳]

''ہم حدیث کا علم رکھنے والے اُس شخص کو یقینی طور پر جھوٹا جانتے ہیں جو سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ [وفات:۸۳ھ=۷۰۲ء] کے بعد صحابی ہونے کا دعوی کر بیٹھے، اس سلسلے میں ہم ایک صحیح اور متواتر حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار فرمایا تھا کہ: واضح رہے کہ آج جتنے لوگ بقیدِ حیات ہیں۔ ایک صدی گزرنے پر ان میں سے ایک شخص بھی زندہ باقی نہیں رہے گا اس صحیح اور متواتر حدیث کے باوجود بھی اگر کوئی یہ دعوی کر بیٹھے کہ رتن صحابی ہونے کے باوجود چھٹی صدی ہجری میں زندہ تھا، تو کفر کا مرتکب ہو رہا ہے، اس لیے کہ صحیح اور متواتر حدیث کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اور جو بھی شخص رتن کی صحابیت اور اس کی طولِ عمر کا مدعی ہو، ہم اُن کی بات کو قطعی طور پر کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے (۱) ۔''

حافظ ابن عَراق کِنانی لکھتے ہیں: رتن الهندي، ذلك الكذاب المشهور، ظهر بعدالستمائة فادَّعى الصحبة. [تنزيه الشريعة المرفوعة ۱:۵۹]

''رتن مشہور جھوٹا ہے، چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہونے کے باوصف صحابیت کا مدعی بن بیٹھا۔''

امام مجدالدین فیروز آبادی (۲) لکھتے ہیں: رتن بن كِربال بن رتن، ليس بصحابي، و إنماهو كذَّابٌ ظهر بالهند بعدالستمائة، فادَّعى الصُّحبة، و صُدِّق. [القاموس المحيط :۱۵۷۶]

''رتن بن کربال بن رتن، صحابی نہیں بلکہ جھوٹا اور کذاب تھا۔ چھٹی صدی ہجری کے بعد پیدا ہوا اور

---

(۱) حافظ ابن حجر کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے: أرأيتم ليلتكم هذه، فإن رأسَ مائةِ سنةٍ منها لايبقى ممن هو على ظهر الأرض أحدٌ. [صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ [۹] باب ذکر العشاء والعتمۃ [۲۰] حدیث: ۵۶۴، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ [۴۴] باب قولہ ﷺ: لاتاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ الیوم [۵۳] حدیث: ۲۱۷-[۲۵۳۷]

(۲) ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم، مجدالدین، شیرازی، شافعی، عربی لغت نویس، ۷۲۹ھ=۱۳۲۹ء کو گازرون [شیراز] میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اور اعلی تعلیم کے حصول کے لیے واسط اور بغداد تشریف لے گئے۔ دمشق، مصر اور شام کی سیاحت بھی کی۔ ۷۹۶ھ کو زَبید چلے گئے اور وہیں ۸۱۷ھ=۱۴۱۵ء کو وفات پائی۔

[طبقات المفسرین داؤدی ۲: ۲۷۵، البدر الطالع ۲: ۲۸۰، الاعلام ۷: ۱۴۶]

صحابی ہونے کا دعوی کر بیٹھا۔ کچھ لوگ اسے سچا بھی جانتے ہیں۔''
امام مرتضی زَبِیدی (۱) نے حافظ ذہبی کی المغنی والی' اور مجد الدین کی پوری عبارت نقل کر کے ان کی تصویب کی ہے۔[تاج العروس من جواہر القاموس ۹:۲۱۳]
مولانا عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی اپنے والد محترم کے رسالہ نظم الدرر في سلك شق القمر کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''بعض کتابوں میں رتن ہندی کا یہ قول منقول ہے کہ میں نے فلاں رات میں دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے' اور اس کا ایک نصف حصہ مشرق میں اور دوسرا نصف حصہ مغرب میں غروب ہو گیا' اور کچھ دیر کے لیے تاریکی پھیل گئی' پھر اس کا نصف حصہ مشرق سے اور نصف حصہ مغرب سے طلوع ہوا اور پھر دونوں حصے آپس میں مل گئے اور چاند حسب سابق مکمل ہوا' میں اس کام سے ششدر رہ گیا' مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ میں نے نو وارِد مسافروں سے اس واقعے کا تذکرہ کیا تو مجھے کہا گیا کہ مکہ میں ایک ہاشمی نے نبوت کا دعوی کیا ہے' اس کی قوم نے اُس سے ان کی سچائی کی دلیل مانگی تو انہوں نے شق القمر کا معجزہ دکھایا' میرے دل میں اس سے ملاقات کی تڑپ پیدا ہوئی' میں نے ان کی صحابیت کا شرف حاصل کیا' اور اللہ تعالیٰ نے اُن برکت سے مجھے طویل عمر سے نوازا' ابھی میری عمر چھ سو سال ہے۔''
اس واقعہ کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ولایذهب علیك أن كيفية شق القمرعلى مابَيَّنَهُ رتنُ الهندي يُخالفُ مانطقت به الأحاديث المروية 'فلااعتداد به'وقال الذهبي في تجريد الصحابةأن رتن الهندي كذَّابٌ'دجَّالٌ'وقال السيوطي:أن رتن الهندي المعمر كذابٌ' فإن العلماء اتفقواعلى أن آخرالصحابة موتاً أبوالطفيل عامربن واثلة رضي الله عنه'وهوقد مات سنة عشربعدالمائة على الصحيح.[ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی:۵۵۴]
''شق القمر کا جو واقعہ صحیح احادیث میں منقول ہے وہ اس مذکورہ واقعہ سے قطعاً مختلف ہے لہٰذا اس قصے کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اور امام ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ میں لکھا ہے کہ رتن ہندی دجال اور

---

(۱) محمد بن محمد بن محمد بن عبدالرزاق حسینی زَبیدی ابوالفیض' مرتضیٰ۔ لغت' حدیث' رجال اور اَنساب کے ماہر عالم اور قابل مصنف تھے۔ اصلاً واسط [عراق] سے تعلق تھا۔ ۱۱۴۵ھ=۱۷۳۲ء کو بلگرام [ہند] میں پیدا ہوئے۔ یمن کے زَبید شہر میں پلے بڑھے۔ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ مصر میں اقامت پذیر رہے اور مصر ہی میں ۱۲۰۵ھ=۱۷۹۰ء کو طاعون سے وفات پائی۔ نہایت ہر دل عزیز تھے۔[فہرس الفہارس ۱:۳۹۸' الاعلام ۷:۷۰]

کذاب تھا' اسی طرح حافظ سیوطی بھی رتن کو کذاب ہی لکھتے ہیں اس لیے کہ سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے آخر میں فوت ہو جانے والے صحابی سیدنا ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ ۱۱۰ ہجری کو وفات پا گئے تھے۔''

امام حسن بن محمد صاغانی [پیدائش: ۵۷۷ھ=۱۱۸۱ء' وفات: ۶۵۰ھ=۱۲۵۲ء] کی رائے کی اس لحاظ سے بڑی اہمیت ہے کہ وہ بابا رتن ہندی کے ہم زمانہ اور ہم وطن [Indian] تھے' اس شخصیت سے اُن سے زیادہ واقف کوئی نہیں ہو سکتا۔ علامہ عبد الحی حسنی نے اُن کی کتاب تبیین الموضوعات کے حوالہ سے بابا رتن کے بارے میں لکھا ہے: و قد أنکر علیه الشیخ حسن بن محمدالصغاني —صاحبُ تبیین الموضوعات وهو ممن أدرك زمانه— فقال: و ما یُحکی عن بعض الجهال أنه اجتمع بالنبي ﷺ و سمع منه و دعا لَهُ بِقوله: عمَّرك الله' لیس له أصلٌ عندأئمة الحدیث. [نزہۃ الخواطر ۱:۱۶۹' طبقہ: ۷' قرن: ۷' ترجمہ: ۳۷]

''ایک جاہل آدمی [رتن] کے متعلق یہ بات نقل کی جاتی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تھی۔ آپ ﷺ کے ارشادات سنے تھے اور آپ ﷺ نے عَمَّرَكَ الله کہہ کر اس کی درازیٔ عمر کی دعاء دی تھی۔ ائمہ حدیث کے نزدیک یہ بالکل بے اصل و بے بنیاد ہے۔''

مولانا عبد الحی حسنی آگے لکھتے ہیں: و کل هذا لیس له أصلٌ یُعتمد علیه' بل تَنَقَّلَهَا الفقراء في زوایاهم' و دینُ الله أشرف مِن أن یؤخذ من جاهلٍ' أو یُثْبَتَ بِقول غافلٍ غبیٍّ.

[نزہۃ الخواطر ۱:۱۶۹' طبقہ: ۷' قرن: ۷' ترجمہ: ۳۷]

''یہ بالکل بے اصل و اساس باتیں ہیں جو بے علم فقیر لوگ اپنے تکیوں اور خانقاہوں میں عوام کے سامنے بیان کرتے ہیں' جب کہ اللہ تعالیٰ کا دین اس سے برتر' اعلیٰ اور اشرف ہے کہ اس کو جاہلوں سے حاصل کیا جائے اور بے عقل اور بدھو قسم کے لوگوں کی باتوں پر اس کی بنیاد ہو۔''

واقعہ یہی ہے کہ بے علم صوفیوں اور بھولے بھالے درویشوں [بظاہر دانش وروں] کے حلقوں میں اس طرح کی کہانیاں خوب چلتی ہیں اور یہ لوگ شیطان کی فریب کا بڑی آسانی سے شکار ہوتے ہیں' اس لیے مشہور محدث یحییٰ بن سعید (۱) نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

---

(۱) یحییٰ بن سعید بن فروخ قطان' تمیمی' ابو سعید' بصرہ سے تعلق تھا۔ ۱۲۰ھ=۷۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ ثقہ' حجت......

لم نَرَ[ترَ]الصالحين[أهل الخير] في شيء أكذب منهم في الحديث. [صحیح مسلم، مقدمہ ۱:۱۷، ۱۸]

''تم حدیث کے معاملے میں اہل خیر [صوفیاء زُہّاد] کو سب سے زیادہ أکْذَبُ [غلط بیانی کرنے والے اور خطا کرنے والے] پاؤ گے۔''

امام ابوعبداللہ ابن مندہ فرماتے ہیں: إذا رأيتَ في حديث: حدثنا فلانٌ الزاهد فاغسل يدك منه. [شرح علل الترمذی، حافظ ابن رجب ۱:۹۵]

''جب تم کسی حدیث کی سند میں کسی زاہد راوی کو دیکھو تو اُس حدیث سے ہاتھ دھولو۔''

محدثین کرام کی ان عبارات کو سامنے رکھ کر انسان اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ بابا رتن کے صحابی ہونے کا نظریہ قطعاً غلط، باطل اور بے بنیاد ہے۔

[۲۳] إخلعوا نِعالَكُم عندالطعام، فإنها سنةٌ جميلةٌ. [المستدرک ۴:۱۱۹ ۳۵۱]

''کھانا کھاتے وقت اپنی جوتیاں اُتار لو، یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے۔ حافظ ذہبی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یحییٰ بن العلاء اور اُس کا استاذ موسی بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی دونوں متروک ہیں۔ [تلخیص المستدرک ۳:۳۵۱]

اور یحییٰ بن العلاء کے بارے میں امام احمد کی زبانی لکھا ہے: کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال ۴:۳۹۷ ترجمہ: ۹۵۹۱]

[۲۴] أدركتُ مائتين من الصحابة في هذا المسجد، إذا قال الإمام: ولا الضالين، سمعتُ لهم رجة آمين. [سنن کبریٰ، بیہقی ۲:۵۹]

''عطا بن ابی رباح تابعی (۱) فرماتے ہیں: میں نے دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا کہ وہ اس مسجد میں جب امام ولا الضالین کہتا تو سب بلند آواز سے آمین کہتے۔''

......اور حافظِ حدیث تھے۔ امام مالک اور امام شعبہ کے ہم عصر اور اُن کے اقران میں سے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں: میں نے اپنی اِن آنکھوں سے یحییٰ بن سعید القطان کی طرح کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ ۱۹۸ھ=۸۱۳ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۴:۱۳۵، تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۹۸، الاعلام ۸:۱۴۷]

(۱) عطاء بن ابی رباح اسلم بن صفوان، جلیل القدر تابعی، محدث اور فقیہ تھے۔ جند [یمن] میں ۲۷ھ=۶۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ مکہ معظّمہ میں رہائش پذیر تھے، اور وہیں ۱۱۴ھ=۷۳۲ء کو وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۳:۲۶۱، الاعلام ۴:۲۳۵]

محدث ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: هو بهذااللفظ ضعيفٌ‘أخرجه البيهقي من طريق خالد ابن أبي نوف عنه‘و خالد في عِداد المجهولين لأنه لم يوثقه غيرابن حبان‘و قد علمتَ قيمة توثيقه‘ولكنه قدصح عن ابن الزبيرمختصراً كماذكرتُ آنفاً. [تمام المنۃ:۱۷۹]

’’ان الفاظ میں یہ روایت ضعیف ہے‘اسے امام بیہقی نے خالد بن ابی انوف کی سند سے نقل کیا ہے‘جب کہ اسی خالد کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے‘اس لیے کہ امام ابن حبان کے علاوہ کسی اور محدث نے اس کی توثیق نہیں کی ہے‘جب کہ امام ابن حبان کی توثیق کی حیثیت تجھے معلوم ہے‘البتہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ایسا کرنا مختصراً صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے‘جس کا میں نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔‘‘

محدث البانی نے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَمَّنَ ابن الزبير ومَن وراء ہ حتى إن لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً.

[صحیح بخاری ۱:۲۱۳‘ کتاب الاذان[۱۰] باب جہر الامام بالتامین[۱۱۱]

’’ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور اُن کے مقتدیوں نے اتنی بلند آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج اُٹھی۔‘‘

اس موقوف اثر کو نقل کر کے محدث البانی لکھتے ہیں: ليس في تأمين المؤتمنين سوى هذاالأثر ولاحجة فيه‘لأنه لم يرفعه إلى النبي ﷺ وقدجاء ت أحاديث كثيرةٌ في جهرالنبي ﷺ و ليس في شيئ منهاجهرالصحابة بها وراء ہ ﷺ ومن المعلوم أن التا مين دعاءٌ‘والأصل فيه الإسرار‘لقوله تعالى: أُدْعُوْارَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [سورۃ الاعراف ۷:۵۵]فلا يجوزالخروج عن هذاالأصل إلّا بدليل صحيح ‘ وقد خرجنا عنه في تأمين الإمام جهراًلثبوته عنه ﷺ ووقفناعنده بخصوص المقتدين‘ولعله لذلك رجع الشافعي عن قوله القديم فقال في الأم ۱:٦٥ : فإذا فرغ الإمام من قراء ة أم القرآن قال : آمين‘و رفع بها صوته ليقتَدِي بها مَن كان خلفه‘فإذاقالها قالوها ‘وأسمعواأنفسهم‘ولاأحب أن يجهروابها فإن فعلوافلا شيئ عليهم. [تمام المنۃ:۱۷۷-۱۷۸]

’’مقتدیوں کا زور سے آمین کہنے کی دلیل صرف یہی ایک اثر ہے‘لیکن اس میں بھی کوئی حجت و برہان نہیں‘اس لیے کہ امام بخاری نے اسے مرفوعاً بیان نہیں کیا ہے بلکہ یہ موقوف روایت ہے حالانکہ نبی ﷺ سے آمین بالجہر کے متعدد روایات منقول ہیں لیکن اُن میں سے کسی ایک میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پڑھنے والے صحابہ کا آمین بالجہر منقول نہیں‘اور یہ بات معلوم ہے کہ آمین دعاء

ہے‘اور دعاء کے بارے میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ اس میں جہر سے گریز کیا جائے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عاجزی اور چھپکے سے اپنے رب سے دعاء کیا کرو بے شک وہ اِعتداء کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا‘ اس لیے کسی صحیح دلیل کے بغیر اس ضابطے سے خروج کو جائز تصور نہیں کیا جائے گا۔ہم امام کے آمین بالجہر کے اس لیے قائل ہوئے کہ اس کا رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثبوت موجود ہے اور مقتدیوں کے آمین بالجہر میں ہم توقف کرتے ہیں‘ اور شائید اسی وجہ سے امام شافعی نے اپنے قولِ قدیم سے رجوع کرلیا ہے اور کتاب الام[۱:۲۱۴] میں لکھا ہے کہ جب امام سورۃ الفاتحہ پڑھنے سے فارغ ہوجائے تو بلند آواز سے آمین کہے‘ تا کہ اُس کے مقتدی[آمین کہنے میں] اُس کی پیروی کریں‘ پس جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں‘ اور آمین خود کو سنائے اور میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا البتہ اگر وہ آمین بالجہر کرلیں تو اُنہوں نے کسی گناہ کا اِرتکاب نہیں کیا۔‘‘

[۲۵] إدريس هو اولُ مَن خَطَّ بالقلم‘ وانزل عليه ثلاثون صحيفةً.

[موارد الظمان:۵۲‘ حدیث:۹۴‘ الاحسان ۲:۷۷‘ حدیث:۳۶۱‘ حِلیۃ الاولیاء ۱:۱۶۶‘ فتح الباری ۶:۳۷۵]

’’ادریس[علیہ السلام]-جنہیں اخنوخ بھی کہتے ہیں-نے سب سے پہلے ہاتھ میں قلم لے کر خط لکھا اور ان پر تیس صحیفے بھی نازل ہوئے تھے۔‘‘

اس روایت کا سارا دارومدار ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ غسانی پر ہے‘ جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں: کبھی دین کا طالبِ علم نہیں رہا۔ بہت بڑا کذاب ہے اور قطعاً اس لائق نہیں کہ اس کی روایت لکھی جائے۔[الجرح والتعدیل ۲:۱۴۳]

امام ابوزرعہ بھی اسے کذاب کہتے ہیں۔[الضعفاء والمتروکین‘ ابن جوزی ۱:۵۹]

جب کہ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔

[میزان الاعتدال ۱:۳۰۷‘ ۴:۳۷۸‘ ترجمہ: یحییٰ بن سعید قرشی‘ ۹۵۱۴‘ لسان المیزان ۱:۱۲۲-۱۲۳]

[۲۶] إدفنوا موتاكم وسطَ قومٍ صالحين‘ فإن الميت يَتَأَذَّى بِجَارِالسُّوءِ كمايَتَأَذَّى الحيُّ بجارِالسُّوءِ. [حلیۃ الاولیاء ۶:۳۵۴‘ الجامع الصغیر‘ حدیث:۳۱۸]

’’اپنے مُردے صالح اور نیک مُردوں کے وسط میں دفن کیا کرو اس لیے کہ میت کو زندوں کی طرح خراب ہم سایہ سے اذیت و تکلیف ہوتی ہے۔‘‘

۞ اس روایت کی ایک سند میں سلیمان بن عیسی بن نجیح سجزی راوی ہے، جس کے بارے میں امام جوزجانی لکھتے ہیں کہ ظاہر باہر جھوٹا ہے۔[احوال الرجال، ترجمہ:۳۸۴]
امام ابوحاتم اسے کذاب ووَضاع کہتے ہیں۔[الجرح والتعدیل۴:۱۳۴]
حافظ ابن عدی اس کے بارے میں کہتے ہیں: گھڑنتو ہے، اس کی اکثر بلکہ تمام روایات موضوع ہیں اور اس کا شمار کذابین اور وَضاعین میں ہوتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۹۰-۲۹۳]
حافظ سخاوی لکھتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ جھوٹ بولنے اور احادیث وَضع کرنے سے بدنام ہے۔[المقاصد الحسنۃ:۵۷، حدیث:۴۷]

۞ اس کی دوسری سند کا دارومدار داؤد بن حصین بن عقیل پر ہے جس کے متعلق حافظ ابن حِبان لکھتے ہیں کہ ثقہ راویوں کے نام لے کر بہت کم روایات بیان کرتا ہے، اس کی روایات سے اجتناب کرنا ضروری ہے، اس زیرِ بحث روایت میں بھی ساری مصیبت اس ہی نے ڈھادی ہے، یہ روایت باطل اور موضوع ہے اور رسول اللہ ﷺ کے کلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ملتی۔[المجروحین۱:۳۵۶]
یہی رائے امام ابن جوزی کی بھی ہے۔[الموضوعات۳:۲۳۸]
حافظ سیوطی حسبِ عادت امام ابن جوزی کی رائے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے کئی شواہد موجود ہیں۔ پھر دو شواہد بلا سند ذکر کیے ہیں جب کہ دین میں بلا سند چیز پر اعتبار کرنا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ البتہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا [۱] کی روایت باسند ذکر کی ہے۔
[اللآلی المصنوعۃ۲:۳۶۵]

لیکن اس کی سند میں عبد القدوس بن حبیب کلاعی ہے جو:
– احادیث وَضع کیا کرتا تھا۔[المجروحین۲:۱۳۱]

---

(۱) ہند بنت سہیل المعروف ابوامیہ [حذیفہ یا زاد الراکب] بن مغیرہ، قرشیہ، مخزومیہ، ام سلمہ، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ مکہ معظّمہ میں ۲۸ قبل ہجری = ۵۹۶ء کو پیدا ہوئیں۔ قدیم الاسلام اور عقل و کمال کے لحاظ سے مکمل ترین خاتون تھیں۔ اپنے سابقہ شوہر سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبد الاسد بن مغیرہ کی معیت میں حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی ہجرت کی۔ سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ ۴ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ صلح حدیبیہ کے دوران اُن کے مشورہ سے رسول اللہ ﷺ نے اُن کے مشورہ سے قربانی کر کے اِحرام کھولا تھا۔ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ طویل عمر پائی۔ اُن سے ۳۷۸ اَحادیث مروی ہیں۔ ۶۲ھ = ۶۸۱ء کو وفات پاگئیں۔[اسد الغابۃ۵:۶۰۶، ترجمہ:۷۴۷۵، الاعلام۸:۹۷]

–امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ومقلوب ہوتی ہیں۔

[التاریخ الصغیر۲:۱۸۵' التاریخ الکبیر۶:۱۲۰]

–امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[میزان الاعتدال۲:۶۴۳]

ایک کذاب کی روایت موضوع ہی ہوتی ہے' اسے شاہد کے طور پر پیش کرنا قطعاً غلط ہے' اور اس سے کسی روایت کو تقویت نہیں ملتی۔

[۲۷] إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ فَلْيَسْتَتِرْ' وَلَا يَتَجَرَّدْ تَجَرُّدَ الْعَيْرَيْنِ.

[سنن ابن ماجہ' کتاب النکاح[۹] باب التستر عند الجماع[۲۸] حدیث:۱۹۲۱' شعب الایمان ۶:۱۴۳]

''جب کوئی جماع کرنے لگ جائے تو اسے پردہ کرنا چاہئے اور وحشی گدھوں کی طرح برہنہ ہونے سے احتراز کرے۔''

۞ ابن ماجہ والی روایت سخت کمزور ہے' اس لیے کہ:

–۱: اس کا راوی احوص بن حکیم عَنْسی ضعیف ہے۔[مصباح الزجاجۃ۲:۹۵]

ثقہ راویوں کے نام لے کر منکر روایات بیان کرتا ہے۔[المجروحین۱:۱۹۸]

–۲: اس کا ایک راوی ولید بن قاسم بن ولید ہمدانی ہے' جو نا قابلِ احتجاج ہے۔[المجروحین۲:۴۲۳]

۞ شعب الایمان کی سند میں مندل بن علی ہے' جس کے بارے میں امام بیہقی لکھتے ہیں کہ قوی نہیں اور اس روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔[السنن الکبری۷:۱۹۳]

امام ابوزرعہ اور امام بزار[۱] فرماتے ہیں کہ یہ مرسَل روایت ہے' مندل نے غلطی کر کے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے۔[علل الحدیث۱:۴۲۷' حدیث:۱۲۸۳' مجمع الزوائد۴:۲۹۳]

۞ ابن سعد کی روایت میں محمد بن عمر واقدی ہے' جس کی لغو بیانی مسلَّم ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ روایت اگرچہ ثابت نہیں ہے لیکن جماع کرتے وقت پردہ کا اہتمام کرنا

---

(۱) احمد بن عمرو بن عبدالخالق ابوبکر' العتکی' بزار' حافظ حدیث تھے۔ بصرہ سے تعلق تھا۔ آخری عمر میں اصبہان' بغداد اور شام میں حدیث کا درس دیا۔ ۲۹۲ھ = ۹۰۵ء کو ''رملہ'' میں وفات پائی۔ انہوں نے دو مسندیں لکھی ہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: ثقہ اور کثیر الخطأ تھے۔ حافظے پر اعتماد کر کے کتاب کی مراجعت کے بغیر احادیث پڑھایا کرتے تھے اس لیے متن اور سند میں غلطیاں کیا کرتے تھے اس لیے محدثین ان کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔[تاریخ بغداد۴:۳۳۴–۳۳۵' ترجمہ:۲۱۵۷' الاعلام۱:۱۸۹]

اخلاقی طور پر محمود اور احسن ہے۔[السنن الکبریٰ ۷:۱۹۳]

[۲۸] إذاأتی أحدکم بالطِّیب فلیمس منه، وإذاأتی بالحلواء فلیصب منه.

[معجم اوسط ۵:۲۲۰، حدیث:۱۲۹۷، شعب الایمان ۵:۹۹]

''تم میں سے کسی کو خوش بو ملے تو اس میں سے ضرور لگائے اور اگر کوئی میٹھی چیز ملے تو ضرور اس میں سے کھائے۔''

یہ روایت سیدنا ابو ہریرۃ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئی ہے، جن کی سند میں فضالہ بن حصین عطر فروش ہے جو امام بخاری اور امام ابو حاتم کی تصریح کے مطابق مضطرب الحدیث تھا۔[التاریخ الکبیر ۷:۱۲۵، الجرح والتعدیل ۷:۷۸]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ راوی اس روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہے اور اسی حدیث کو وضع کرنے سے بدنام ہے۔[شعب الایمان ۵:۹۹]

امام ابن حِبان، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے اور زیرِ بحث روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔ [المجروحین ۲:۲۰۷، میزان الاعتدال ۳:۳۴۸، لسان المیزان ۴:۴۳۵]

[۲۹] إِذا أتی علی العبدِ أربعون سنةً یَجِبُ علیه أن یخافَ اللّٰه تعالی ویحذره.

[مسند دیلمی ۱:۸۹]

''جب کوئی شخص چالیس سال کا ہو جائے تو اُسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عذاب سے ڈرے۔''

خوفِ الٰہی کے لیے کسی خاص عمر کا تعین عقلی طور پر غلط ہے۔ کسی مسلمان کو ہر عمر میں اللہ تعالیٰ کی عذاب سے خوف زدہ ہونے پر کوئی شرعی پابندی نہیں۔ یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی ذارع ہے جس کا نام احمد بن نصر بن عبداللہ ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: بغدادی، شیخ، وضاع اور جھوٹا ہے، اس کا ایک حدیثی جزء مشہور ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: دجال ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۱:۶۱، ترجمہ:۴۷۷]

[۳۰] إِذا اجتمع العالمُ والعابدُ علی الصراط قیل للعابد: أدخل الجنة وتَنَعَّم بعبادتك قبل العالم، وقیل للعالم: ههنا فاشفع لمن أحببتَ، فإنك لا تشفع لأحدٍ إلَّا شُفِّعْتَ، فقام مقام الأنبیاء. [مسند دیلمی ۱:۱۵۸-۱۵۹]

’’جب صراط پر عالم اور عابد اکٹھے ہو جائیں گے‘ تو عابد سے کہا جائے گا: عالم سے پہلے اپنی عبادت کے انعام کے طور پر جنت میں داخل ہو جاؤ اور عالم سے کہا جائے گا: یہاں شفاعت کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ‘ تم جس شخص کے لیے سفارش کرنا چاہو۔ سفارش کرو۔ تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔‘‘

یہ روایت منکر ہے۔ اس کا راوی عثمان بن موسی مزنی ہے‘ جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی ایک ہی روایت ہے‘ جو منکر ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۵۸‘ ترجمہ: ۵۵۷۰]

[۳۱] إِذااختلف الناسُ‘ کان ابن سُمَيَّةَ مع الحق.

[المعجم الکبیر ۱۰: ۹۵-۹۶‘ حدیث: ۱۰۰۷۱]

’’جب لوگوں کے مابین اختلاف رونما ہو جائے تو ابن سمیہ رضی اللہ عنہ[1] حق کے ساتھ ہوگا۔‘‘

یہ روایت شدید ضعیف ہے۔ اس کا راوی ضرار بن صرد ہے‘ جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کوفہ میں دو کذاب ہیں: ضرار بن صرد اور ابو نعیم عبدالرحمٰن بن ہانئ نخعی۔

[میزان الاعتدال ۲: ۳۲۷‘ ترجمہ: ۳۹۵۱]

[۳۲] إِذا ادَّهَنَ أحدكم فليبدأ بحاجبيه‘فإنه يذهب بالصُّداع.

[عمل الیوم واللیلۃ‘ ابن السنی: ۹۲‘ حدیث: ۱۷۵]

’’تم جب سر میں تیل لگانا چاہو تو پہلے دونوں ابروؤں پر تیل لگاؤ‘ اس لیے کہ اس سے سر کے درد سے آرام ہوتا ہے۔‘‘

---

(۱) عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین بن وذیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر رضی اللہ عنہما۔ بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ آپ اور آپ کے والد سابقون اولون میں سے تھے۔ ۵۷ قبل ہجری = ۵۶۷ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام کے لیے بڑی صعوبتیں اُٹھائیں۔ اسلام میں پہلی مسجد آپ نے بنائی اور اس کا نام مسجد قباء رکھا۔ اُن کی والدہ اسلام کی راہ میں پہلی شہید ہونے والی خاتون ہیں۔ جنگ جمل اور صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑے۔ ۳۷ھ = ۶۵۷ء کو جنگ صفین میں شہادت پائی۔

[اسد الغابۃ ۳: ۴۲۲‘ ترجمہ: ۳۸۰۵‘ الاعلام ۵: ۳۶]

یہ روایت صحیح نہیں، اس کی درجِ ذیل علتیں ہیں:

-۱: اس کا راوی قتادۃ بن دعامۃ اسے مرسلاً روایت کرتا ہے۔ ممکن ہے قتادۃ نے کسی ثقہ راوی کو حذف کیا ہو، لیکن یہ امکان بھی ہے، کہ حذف کیا ہوا راوی ضعیف ہو۔

-۲: اس کا راوی خُلَید بن دعلج سدوسی بصری نزیل موصل ضعیف ہے۔

[تقریب التہذیب: ۲۳۱، ترجمہ: ۱۷۴۰]

-۳: اس کا ایک راوی ابو نُبَیہ نُمیری ہے، جس کا اسماء الرجال کی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں۔

-۴: اس کا راوی بقیۃ مدلس ہے، جو اکثر و بیشتر ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا ہے، اس لیے امام ابن ابی حاتم اور حافظ ابن عدی فرماتے ہیں:

بَقِيَّةُ، أحاديثه ليست نَقِيَّةً، فكن منها على تَقِيَّةٌ. [الجرح والتعدیل ۲: ۴۳۵، الکامل ۲: ۲۵۹]

''بقیہ کی احادیث ستھری نہیں ہوتیں، لہٰذا اس کی روایات سے دور رہیے۔''

جب کہ اُس کی یہ روایت معنعن بھی ہے۔

[۳۳] إذا أَذَّنَ المؤذنُ يوم الجمعة حَرُمَ العمل. [مسند دیلمی ۱: ۱۵۵]

''جمعہ کے روز جب مؤذن اذان دے، تو دنیاوی کام حرام ہو جاتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی سعید بن میسرۃ البکری اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا نام لے کر مرفوعاً نقل کرتا ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں: سعید بن میسرۃ بکری سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نام سے مناکیر نقل کرتا ہے۔ [التاریخ الکبیر ۳: ۵۱۶، ترجمہ: ۱۷۲۳، التاریخ الصغیر ۲: ۱۵۱]

امام حاکم لکھتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نام سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے اور امام یحییٰ بن سعید القطان نے اسے کذاب کہا ہے۔ [المدخل إلى الصحيح ۱: ۱۵۲، ترجمہ: ۶۶]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: سعید بن میسرۃ بکری کا شمار اہل بصرہ میں ہوتا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کرتا ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ اُس کی ملاقات سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں، وہ اُن کی سند سے ایسی موضوع روایات نقل کرتا ہے جو اُن کی احادیث کے مشابہ نہیں ہوتیں۔

[المجروحین ۱: ۳۹۶-۳۹۷، ترجمہ: ۳۸۰]

اس بارے میں قرآن کریم کی آیت اتنی واضح ہے کہ کسی ضعیف اور موضوع روایت کی حاجت ہی

نہیں رہتی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰاَیُّھَاالَّذِیۡنَ آمَنُوۡ اِذَانُودِیَ لِلصَّلوٰۃِ مِنۡ یَّومِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡااِلیٰ ذِکۡرِاللّٰہِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌلَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۞ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلوٰۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ وَاذۡکُرُوااللّٰہَ کَثِیۡراً لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۞

[سورۃ الجمعۃ۶۲: ۹-۱۰]

''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذِکر کی طرف مستعدی سے چل کھڑے ہو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو' پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کے طالب بنو اور اللہ کو زیادہ یاد رکھو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

[۳۴]إذا أَراد أحد منكم سفراً فليُسلِّم على إخوانه فإنهم يزيدونه بدعائهم إلى دعائه خيراً. [المعجم الاوسط۲: ۱۵۱' حدیث: ۲۸۴۲' مسند ابی یعلی۱۲: ۴۲' حدیث: ۶۸۴۶-[۶۶۸۶]

''جب تم میں سے کوئی سفر پر جانے کا ارادہ کرے' تو اُسے چاہئے کہ اپنے بھائیوں سے سلام کر کے رخصت ہو' ایسا کرنے سے اُن کی دعاء اُس کی دعاء سے مل کر خیر پہنچائے گی۔''

یہ روایت موضوع اور اس کی سند شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ:

-۱: اس کا ایک راوی عمرو بن حصین عقیلی متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔

[میزان الاعتدال۳: ۲۵۳' ترجمہ: ۶۳۵۱]

-۲: اس کا ایک راوی یحییٰ بن العلاء رازی بجلی ہے جو ثقات سے مقلوبات نقل کرتا ہے' اور اس کی روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے۔[المجروحین۲: ۴۶۷' ترجمہ: ۱۲۰۱]

[۳۵] إذا أَرادالله أن يخلق خلقاً للخلافة مسح على ناصيته بيمينه. [تاریخ بغداد۱۰: ۱۴۷]

''جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو خلافت کے لیے پیدا فرماتے ہیں تو اپنا داہنا ہاتھ سے اس کی پیشانی پر پھیر دیتے ہیں۔''

امام عقیلی لکھتے ہیں: اس کا راوی مصعب بن عبداللہ نوفلی مجہول اور اس کی یہ روایت غیر محفوظ ہے۔

[الضعفاء الکبیر۴: ۱۹۸' ترجمہ: ۱۷۷۷]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے اور اس کی ساری ذمہ داری مصعب نوفلی پر ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۸: ۸۹' ترجمہ: ۲۲۴-[۱۸۴۵]

خطیب بغدادی اسے ایک اور سند سے نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا راوی مسرۃ بن عبداللہ ذاہب الحدیث ہے۔[تاریخ بغداد۲: ۱۵۰' ترجمہ: ۵۷۰]

[۳۶] إذا أرادالله بعبد خيراً ، صَيَّرَحوائجَ الناسِ إليه.[مسند دیلمی۱: ۹۵]

''جب اللہ تعالیٰ کسی کو خیر پہنچانے کا ارادہ فرما لیتے ہیں' تو لوگوں کو اُس کا محتاج بنا دیتے ہیں۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس کا راوی یحییٰ بن شبیب یمامی ہے جس کی روایات نا قابل استدلال ہوتی ہیں۔[المجروحین۲: ۴۸۱' ترجمہ: ۱۲۲۱]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اس نے سُرَّ مَن رآی میں حمید طویل اور سفیان ثوری سے روایات نقل کیں اور محمد بن السری بن سہل الدوری اور علی بن محمد بن الفتح العسکری وغیرہما نے باطل روایات نقل کی ہیں۔[تاریخ بغداد۱۴: ۲۰۶' ترجمہ: ۷۴۹۴]

[۳۷] إذااستفتح أحدكم الصلاة فليرفع يديه وليستقبل بباطنهماالقبلة فإنَّ الله أمامه.

[المعجم الأوسط۹: ۶' حدیث: ۷۸۰۱]

''تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھائے اور اُن کی ہتھیلیاں قبلہ رُخ رکھے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سامنے ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے۔ اس کا سارا دارومدار عمیر بن عمران الحنفی پر ہے' جس کے بارے میں امام ابن عدی لکھتے ہیں: ثقات' اور بالخصوص ابن جریج کے نام سے بواطیل نقل کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۶: ۱۳۳' ترجمہ: ۲۸۳-[۱۲۴۹]

اور یہ روایت بھی ابن جریج ہی کے سند سے ہے۔

[۳۸] إذا أَضَلَّ أَحدكم شيئًا' أوأراد أحدكم عونًا ' وهو بأرضٍ ليس به أَنِيسٌ فليقل: ياعِبادَ اللّهِ أغيثوني ' فإن لله عباداً لانَراهم'وقد جُرِّبَ ذلك.

[المعجم الکبیر۱۷: ۱۱۷-۱۱۸' حدیث: ۲۹۰]

''تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے' یا کسی کو کسی ایسی جگہ امداد کی ضرورت ہو جہاں کوئی جان پہچان والا نہ ہو' تو وہ یوں کہے کہ: اللہ کے بندو! میری مدد کرو' کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔ یہ مجرب ہے۔''

امام طبرانی کی روایت منقطع ہے' کیونکہ اس کا راوی زید بن علی اس کو سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ (۱) سے نقل کرتا ہے حالانکہ اس نے اُن کا زمانہ ہی نہیں پایا اور نہ اُن سے اس کی ملاقات ہوئی ہے۔

[مجمع الزوائد ۱۰:۱۳۲]

اس لیے کہ سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۷ ہجری کو ہوئی۔

[تقریب التہذیب: ۴۱۲' ترجمہ: ۴۴۳۸]

جب کہ زید بن علی کی ولادت ۷۹ ہجری کو ہوئی (۲)۔ [الاعلام ۳:۵۹]

ان دونوں راویوں کے درمیان ۶۲ سال کا طویل عرصہ ہے' جن میں کم از کم دو راوی درکار ہیں' جو یہاں مفقود ہیں۔

اس قسم کی ایک اور روایت امام ابن السنی (۳) نے عمل الیوم واللیلۃ [ص: ۲۳۹' حدیث: ۵۰۸] میں نقل کی ہے جس کی سند میں معروف بن حسان سمرقندی ہے' جو ابن عدی کی تصریح کے مطابق منکر الحدیث ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۳۰' میزان الاعتدال ۴:۱۴۳]

اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں: مجہول ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۸:۳۲۳]

[۳۹] إذا أعيتكم الأمور فعليكم بأصحاب القبور.

''جب تمہیں کوئی مشکل پیش آجائے تو قبر والوں کو پکارو۔''

---

(۱) عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہیب الحارثی المازنی ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بصرہ شہر کے بانی ہیں۔ ۴۰ قبل ہجری = ۵۸۴ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ حبشہ ہجرت کی۔ غزوۂ بدر اور دوسری غزاؤں میں شریک رہے ہیں۔ ۱۷ھ = ۶۳۸ء کو وفات پائی۔

[تہذیب الاسماء واللغات ۱:۳۴۷' ترجمہ: ۳۸۸' الاعلام ۴:۲۰۱]

(۲) زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب' ابو الحسین' علوی' ہاشمی' قرشی۔ زید الشہید سے مشہور ہیں۔ رئیس معتزلہ واصل بن عطاء کے شاگرد رہے ہیں اس لیے معتزلی المذہب والاعتقاد تھے۔ ۱۲۲ھ = ۷۴۰ء کو قتل کیے گئے۔ [فوات الوفیات ۱:۴۲۲-۴۲۹' ترجمہ: ۱۶۰' الاعلام ۳:۵۹]

(۳) ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق' ابن السنی الدینوری الشافعی' مشہور عالم حدیث ہیں' اُنہوں نے اسّی سال سے زیادہ عمر پائی اور ۳۶۴ھ = ۹۷۴ء کو وفات پائی۔ علم حدیث کی تحصیل کے لیے اکثر سفر میں رہتے تھے۔ اُنہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ امام نسائی کے شاگرد رہے ہیں۔ [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۳۹' الاعلام ۱:۲۰۹]

حافظ ابن تیمیہ اور سید آلوسی فرماتے ہیں: هذا الحديث كذب مفترى بإجماع العارفين بحديثه ﷺ، لم يروه أحد من العلماء بذلك، و لا يوجد في شيئ من كتب الحديث المعتمدة. [مجموع الفتاوی ۱:۲۶۳، روح المعانی ۵-۶:۴۰۶، بذیل تفسیر سورۃ المائدۃ ۵:۳۵]

''حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک یہ روایت جھوٹی ہے، اسے حدیث کا علم رکھنے والے کسی عالم نے نقل نہیں کیا اور حدیث کے کسی مستند مجموعہ میں یہ روایت موجود نہیں ہے۔''

مزید لکھتے ہیں: و إنما وضع هذا مَن فتح باب الشرك. [مجموع الفتاوی ۱۱:۱۴۱]

''شرک کا دروازہ کھولنے والوں نے اسے وضع کیا ہے۔''

یہ بھی ارشاد فرمایا: هذا مكذوبٌ بإتفاق أهل العلم، لم يروه عن النبی ﷺ أحد مِن علماء الحديث. [کتاب الرد علی البکری: ۳۱۷]

''اہلِ علم کا اس حدیث کے موضوع ہونے پر اتفاق ہے۔ حدیث کا علم رکھنے والا کوئی بھی عالم اس کو روایت نہیں کرتا۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱) لکھتے ہیں: إعلم أن طلب الحوائج من الموتی عالماً بأنه سبب لإنجاحها كفرٌ، يجب الإحتراز عنه، تُحَرِّمُه هذه الكلمة، والناس اليوم فيها مُنهَمِكُونَ. [الخیر الکثیر مترجم عربی اُردو: ۳۶۵-۳۶۶]

''اچھی طرح جاننا چاہیئے کہ مُردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجات طلب کرنا کہ وہ حاجات پورا ہونے کا محض سبب ہیں، خالص کفر ہے، اس سے بچنا لازم ہے اور اس کو کلمہ شہادت حرام قرار دیتا ہے مگر آج کل اس میں لوگ بکثرت مبتلا ہیں۔''

سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: و من أولئك عبدة القبور، الناذرون لها، المعتقدون للنفع و الضر، ممن الله تعالى يعلم بحاله فيها، وهم اليوم أكثر من الدود. [روح المعانی ۱۳:۶۷، بذیل تفسیر

---

(۱) ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم، عمری، حنفی، نقش بندی، محدث دہلوی۔ ۱۱۱۴ھ=۱۷۰۳ء کو سونی پت میں پیدا ہوئے چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ سولہ سال کے تھے کہ درس و تدریس کی اجازت مل گئی۔ ہند میں تفسیر و حدیث کو مشتہر کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ دہلی میں ۱۱۷۶ھ کو ۶۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔
[نزہۃ الخواطر ۶: ۴۱۰، تذکرہ علمائے ہند: ۵۴۲]

سورۃ یوسف۱۲:۱۰۶]

''ان مشرکین میں قبر پرست بھی داخل ہیں، جو اہل قبور کے نام کی نذر و نیاز مانتے ہیں اور اُن سے نفع اور نقصان کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان قبر والوں کی حالت اللہ ہی بہتر جانتا ہے قبر پرست آج کل تعداد میں کیڑوں مکوڑوں سے بھی زیادہ ہیں۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱) لکھتے ہیں:

إِذَاتَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُورِ فَاسْتَعِينُوابِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ حدیث نیست، قول بزرگے ست، وله مَعَانٍ شَتّٰى: منها: إذاتَحَيَّرتم نظراًإلى الدلائل المتعارضة في حل بعض الأشياء و حرمتها فاتركوا اجتهادكم و تَقَلَّدوا بمن قد ماتَ، وهذا القول أشبهُ، منقول عن عبد الله بن مسعود ﷺ و سفيان الثوري، و منها: أنكم إذا تَحَيَّرتم في الأمور الدنيوية، وضاق بسبب ذلك قلبكم فانظروا إلى أصحاب القبور، كيف تركوا الدنيا و استقبلوا الآخرة، واعلموا أنكم أيضاً صائرون إلى ماصاروا، وهذاالعلم يسهل عليكم صعائب الدنيا و شدائدها، و بالجملہ نص درمعنی استمداد نیست۔ [فتاویٰ عزیزی ۱:۱۲۱، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، یو- پی، انڈیا]

''یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے، جس کے کئی معانی ممکن ہیں، مثلاً یہ کہ جب کسی چیز کے حلال وحرام ہونے میں دلائل آپس میں متعارِض ہوں [بعض دلائل سے اُس کی حرمت ثابت ہوتی ہو اور بعض سے اُس کی حلت] تو تمہیں چاہیے کہ اپنا اجتہاد چھوڑ دو اور مرے ہوئے علماء کی پیروی کرو اور یہ [معنیٰ حق] کے زیادہ تر موافق ہے اور یہ [معنیٰ] سیدنا ابن مسعود ﷺ اور سفیان ثوری سے منقول ہیں۔ اور اس قول کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تم جب امورِ دنیاوی میں حیران ہو کر تنگ دل ہو جاؤ تو تمہیں چاہیے کہ اصحابِ قبور کی طرف نظر کرو اور یہ سوچ لو کہ ان لوگوں نے کس طرح دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں، اسی طرح تمہیں بھی یہاں سے بالآخر چلے جانا ہے۔ یہ تصور تمہارے مشکلات کو آسان اور سہل کر دے گا اور بہر حال یہ قول استمداد [کے

---

(۱) شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی، ۱۱۵۹ھ = ۱۷۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ غلام حلیم تاریخی نام ہے۔ ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد محترم سے تمام علوم دینیہ، عقلیہ اور آلیہ حاصل کیے۔ جامع عالم تھے۔ ۱۲۳۹ھ = ۱۸۲۴ء کو فوت ہوئے۔

[تذکرہ علمائے ہند: ۳۰۲، ترجمہ: ۳۱۳]

مسئلہ میں] نص نہیں ہے۔''

[۴۰] إذا أُعطِيَ أحدُكُمُ الرَّيحانَ فلايَرُدَّه‘فإنه خرج من الجنة.

[سنن ترمذی‘ کتاب الادب[۴۴] باب ماجاء فی کراہیۃ ردالطیب[۳۷] حدیث:۲۷۹۱]

''جس کو ریحان پیش کیا جائے‘ تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار نہ کرے اس لیے کہ یہ جنت سے آیا ہے۔'' [علاج نبوی اور جدید سائنس‘ ڈاکٹر خالد غزنوی:۳۲۰]

امام ترمذی اس روایت کونقل کرکے اس کے بارے میں دو باتیں لکھتے ہیں:

۱-:هذاحديثٌ غريبٌ‘لانعرفه إلّامن هذا الوجه‘ولانعرف حنّاناً إلّافي هذاالحديث.

''یہ روایت ضعیف ہے‘ جو ہمیں حنان کے واسطہ سے پہنچی ہے‘ اور حنان سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔''

۲-:وأبوعثمان النهدي اسمه عبدالرحمن بن مل‘وقدأدرك زمن النبي ﷺ ولم يره ولم يسمع منه. [سنن ترمذی ۵:۱۰۱]

''ابوعثمان نہدی نے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا تھا‘ مگر آپ ﷺ سے اس کی ملاقات اور اُن ﷺ سے روایت ثابت نہیں۔''

پس امام ترمذی کے نزدیک اس روایت کے ضعیف ہونے کی دو وجہیں ہیں: ایک یہ کہ حنان مجہول راوی ہے‘ اور دوسرا یہ کہ یہ روایت مرسل ہے۔

[۴۱] إذا اغتابَ أحدكم فليستغفرالله له فإن ذلك كفارةٌ له.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۲۲۲‘ ترجمہ سلیمان بن عمرو]

''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی غیبت کرے‘ تو اُس کی مغفرت کی دعا کرے‘ ایسا کرنا غیبت کا کفارہ ہوگا۔''

امام ابن عدی فرماتے ہیں: سب محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ اس روایت کا راوی سلیمان بن عمرو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۲۲۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے زیر بحث روایت کو اُس کے موضوع روایات کے نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال۲:۲۱۷‘ ترجمہ:۳۴۹۵‘ لسان المیزان۳:۹۷‘ ترجمہ:۳۳۲]

[۴۲] إذااغتابَ الصائم فقد أفطر. [مصَنَّف ابن ابی شیبہ۶:۱۰۲،روایت:۸۹۸۳]

''جب کوئی روزہ دار غیبت کرے تو اُس نے روزہ کھول دیا۔''

حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: ورد في ذلك أحاديث كلها مدخولةٌ، فمنها ما رواه ابن أبي شيبة في مصنفه، وإسحٰق بن راهويه في مسنده، قالا: ثنا وكيع، ثنا الربيع، ثنا يزيد ابن أبان الرقاشي عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: ماصام مَن ظَلَّ يأكل لحوم الناس، زاد إسحاق فى حديثه: إذااغتاب الصائم فقد أفطر. [نصب الرایہ۲:۴۸۲، حدیث:۳۸۶۷]

''غیبت کرنے سے روزہ فاسد ہو جانے کے متعلق کئی احادیث مروی ہیں، جو سب کے سب بناوٹی [موضوع] ہیں، جن میں سے ایک روایت کو ابن ابی شیبہ نے مصنَّف میں اور اسحاق بن راہویہ نے مسند میں بسند وکیع از ربیع از یزید بن ابان رقاشی از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں نقل کیا ہے: جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہے اُس نے روزہ ہی نہیں رکھا اور اسحاق نے اس روایت کو اس اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جب کوئی روزہ دار غیبت کرے تو اُس نے روزہ کھول دیا۔''

امام نسائی کی تصریح کے مطابق یزید بن اَبان متروک تھا۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵۹۳]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یزید بن ابان شب زندہ دار اور نیک آدمی تھے مگر حدیث سے قطعاً ناواقف تھے اس لیے ان کی روایت ليس بشيء ہوتی ہے۔ [المجروحین۲:۴۴۸، ترجمہ:۱۱۷۳]

امام احمد فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے، جب کہ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں: ان کی وہ روایتیں محل نظر ہوتی ہیں جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہوں، یہ پرہیز گار آدمی تھے لیکن ان کی روایتیں بناوٹی ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل۹:۲۵۲، ترجمہ:۱۰۵۳]

[۴۳] إذا أُقيمت الصلاة فلا صلاة إلَّا المكتوبة إلَّا ركعتي الفجر.

''جب فرض کے لیے اقامت کہی جائے، تو اُن فرائض کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں، سوائے فجر کی سنتوں کے۔''

یہ روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے:

اِذااُقِیمَتِ الصَّلاۃُ فلاصلاۃ اِلَّاالمکتوبۃ.

[صحیح مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا[٦] باب کراہۃ الشروع فی نافلۃ بعد شروع المؤذن[۹] حدیث:٦۳-۷۱۰]سنن ابی داؤد' کتاب الصلاۃ [۲] باب اذا ادرک الامام ولم یصل رکعتی الفجر[۲۹۴] حدیث:۱۲٦٦' سنن ترمذی' ابواب الصلاۃ [۲] باب اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ [۳۱۲] حدیث:۴۲۱' سنن نسائی' کتاب الامامۃ [۱۰] باب ما یکرہ من الصلاۃ عند الاقامۃ [٦۰] حدیث:۸٦۵'۸٦٦]

''جب نماز کی اقامت کہی جائے تو پھر اُس فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں جس کے لیے اقامت کہی گئی ہے۔''

امام احمد نے اس حدیث کو ان الفاظ میں بھی نقل کیا ہے:

إذا اُقيمت الصَّلاة فلا صلاة اِلَّا التى اُقيمت. [مسند احمد۲:۳۵۲]

''جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو سوائے اس نماز کے اور کوئی نماز نہیں جس کے لیے اقامت کہی گئی ہے۔''

جب کہ امام ابن حبان نے اس کو یوں نقل کیا ہے:إذا اَخذ المؤذنُ فى الإقامة فلا صلاة اِلَّا المكتوبة. [الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان۵:۵٦۵]

''جب مؤذن اقامت شروع کرے تو پھر سوائے فرض کے اور کوئی نماز نہیں۔''

اس حدیث کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب جماعت شروع ہو جائے تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ نوافل' سنن یا کسی اور نماز میں مشغول ہو جائے' اس لیے کہ اس کے الفاظ عام ہیں' اور صبح کی سنتیں بھی اس عموم میں داخل ہیں اور بوقت جماعت ہرگز جائز نہیں کہ آدمی فرائض کی جماعت چھوڑ کر سنتیں ادا کرنے میں مشغول ہو جائے' چنانچہ امام خطابی[وفات:۳۸۸ھ] لکھتے ہیں:

وفي هذابيان أنه ممنوع من ركعتي الفجروغيرهامن الصلوات إلَّا المكتوبة و قد اختلف الناس في هذا فروي عن عمر بن الخطاب ﷺأنه كان يضرب الرجل إذا رآهُ يُصلي الركعتين والإمام في الصلاة. [معالم السنن۲:۵۰]

''اس حدیث میں اس کا بیان ہے کہ جب نماز با جماعت شروع ہو گئی ہو تو پھر کوئی دوسری نماز سوائے اس فرض کے ممنوع ہے جس کے لیے اقامت کہی گئی ہے' اگرچہ وہ صبح کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں' اس سلسلے میں لوگوں کے مابین اختلاف ہے' اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس

آدمی کو مارتے تھے جو صبح کی جماعت شروع ہو جانے کے باوجود فجر کی سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوتا۔''

حافظ ابن عبدالبر(۱) نے ابن سیرین کے حوالے سے لکھا ہے: هذاالقول أصح؛ لأن فيه حديثًا مسنَدًا، يجب الوقوف عنده، والرَّدُّ اليه فيما يُنازِعُ العلماء فيه، إذ لم يكن له في الكتاب ذكرٌ، ولاجاء عن النبي ﷺ ما يُعارضه. [الاستذکار ۲:۱۳۲]

''یہ قول سب سے صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے خصوصاً ایسی حالت میں جب علماء کے مابین یہ مسئلہ متنازعہ ہے، اس لیے کہ اس میں مسند [مرفوع] حدیث موجود ہے، اور قرآن وسنت نبوی میں اس کے معارِض کوئی حکم موجود نہیں ہے۔''

امام نووی لکھتے ہیں: فيهاالنهيُ الصريحُ عن افتتاح نافلة بعد اِقامة الصلاة، سواءً كانت راتبة كسنة الصبح والظهروالعصرأوغيرها. [شرح صحیح مسلم ۵:۲۲۳]

''اس حدیث میں اس کی صاف نہی موجود ہے کہ نماز کی اقامت کے بعد کسی قسم کے نفل یا سنن رواتب شروع کیے جائیں، خواہ وہ صبح کی سنتیں ہوں یا ظہر وعصر کی۔''

امام بیہقی لکھتے ہیں: رأى ابن عمر رضی اللہ عنہ رجلا يُصلي الركعتين والمؤذن يقيم فحصبه وقال أتصلي الصبح أربعاً؟ [السنن الکبریٰ ۲:۴۸۳]

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز فجر کی اقامت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھ رہا تھا تو آپ نے اسے کنکریاں ماریں اور فرمایا: کیا تم صبح کی فرض نماز چار رکعت پڑھتے ہو؟''

امام بیہقی فرماتے ہیں: وهذه الزيادة لاأصل لها، وحجاج بن نصيروعباد بن كثيرضعيفان [السنن الکبریٰ ۲:۴۸۳، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲:۱۲۳، الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: ۳۳]

---

(۱) یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبرّ نَمری، قرطبی، مالکی، ابوعمر، حافظ حدیث، مؤرخ اور ادیب تھے۔ اپنے دور میں حافظِ مغرب کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ قرطبہ میں ۳۶۸ھ = ۹۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے اندلس کے مشرقی اور مغربی علاقے چھان مارے۔ شبونہ اور شنترین کے قاضی رہے ہیں۔ شاطبہ میں ۴۶۳ھ = ۱۰۷۱ء کو وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۷:۶۶، تذکرۃ الحفاظ ۳:۱۲۸، الاعلام ۸:۲۴۰]

''اس سے صبح کی سنتوں کا استثناء بے اصل اور بے بنیاد ہے کیونکہ اس کے راوی حجاج بن نصیر اور عباد بن کثیر دونوں ضعیف ہیں۔''

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: فَرُدَّتُ هذه السُّنن كلها بمارواه حجاج بن نصرالمتروك عن عباد بن كثير الهالك...... [أعلام الموقعين: ۵۶۰]

''اِن صحیح روایات کو جن میں مذکور ہے کہ کسی بھی نماز کے لیے اِقامت ہو جانے کے بعد کوئی اور نماز نہیں پڑھی جا سکتی' حجاج بن نصر متروک اور عباد بن کثیر ہالِک کی روایت کی وجہ سے رد کیا گیا۔''

حجاج بن نصیر کے متعلق امام ابوداوُد فرماتے ہیں: محدثین نے اس سے روایت لینا ترک کر دیا ہے۔ [میزان الاعتدال۱: ۴۶۵]

عباد بن کثیر کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں: محدثین نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ [التاریخ الکبیر۲: ۴۳]

امام شعبہ [۱] اس کے لیے دعائے مغفرت نہیں کیا کرتے تھے۔ [میزان الاعتدال۲: ۳۷۲]

[۴۴] إذا ألِفَ القلبُ الإعراضَ عن الله ابتلاهُ بالوقيعة في الصالحين.

[تاریخ ابن عساکر۱۴: ۳۹' ترجمہ: ۱۵۱۴' تہذیب تاریخ دمشق الکبیر۴: ۲۹۱]

''دل جب اللہ تعالیٰ سے اِعراض کا خوگر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے صالحین کی برائیاں ڈھونڈنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

حافظ ابن عساکر [۲] لکھتے ہیں: هذاحديثٌ منكرٌ' وأكثر رواته مجاهيلٌ' والأشج أبوالدنيا لايثبت سماعه من علي' وقد وقعت إلينا نسخة وليس هذا الحديث فيها' والله يعيذنا

---

(۱) شعبہ بن حجاج بن ورد عتکی ازدی واسطی بصری ابوبسطام۔ رجالِ حدیث کے امام تھے۔ حفظ و درایت کے بلند درجے پر فائز تھے۔ ۸۲ھ = ۷۰۱ء کو واسط میں پیدا ہوئے۔ وہاں پلے بڑھے۔ بصرہ میں رہائش تھی اور وہیں ۱۶۰ھ = ۷۷۶ء کو فوت ہوئے۔ عراق میں آپ پہلے وہ شخص ہیں کہ محدثین کی چھان بین کی اور ضعفاء و متروکین سے اجتناب کیا۔

[حلیۃ الاولیاء۷: ۱۴۴' الاعلام۳: ۱۶۴]

(۲) علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابوالقاسم ثقۃ الدین ابن عساکر الدمشقی' ۴۹۹ھ = ۱۱۰۵ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ میں دیارِ مصریہ کے محدث تھے۔ مؤرخ اور حافظ حدیث تھے۔ حصول علم کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ ۵۷۱ھ = ۱۱۷۶ء کو دمشق ہی میں وفات پائی۔ تاریخ دمشق الکبیر کے مصنف اور امام سمعانی صاحب الانساب کے رفیق رہے ہیں۔ [وفیات الاعیان۳: ۳۰۹' الاعلام۴: ۲۷۳]

عن الكذب برحمته. [تاریخ ابن عساکر۱۴: ۳۹، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر۴: ۲۹۱]

''یہ روایت منکر ہے۔ اس کے اکثر راوی مجہول ہیں۔ الاشج جس کی کنیت ابوالدنیا ہے اس کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں [تو پھر وہ کیوں اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بلاواسطہ مرفوعاً نقل کرتا ہے؟] ہمیں اس کا جو نسخہ ملا ہے اس میں یہ روایت موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے وسیلے سے ہمیں جھوٹ بولنے سے دور رکھے۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وقد روى أحمد بن نصر الروياني -ولا وجود له- عن الأشج أبي الدنيا عن علي رضی اللہ عنہ رفعه...... ولا يصحُّ. [الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ: ۵۹]

''اس کا ایک راوی احمد الرویانی ہے جس کا [اِس عالم آب و گل میں] کوئی وُجود ہی نہیں اور پھر یہ حدیث صحیح بھی نہیں۔''

علامہ ابن عَراق اور علامہ محمد طاہر بن علی ہندی لکھتے ہیں: یہ بعض صوفیاء کا قول ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی اصل منقول و موجود نہیں۔ [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲: ۳۱۷، تذکرۃ الموضوعات: ۱۹۳]

علامہ شوکانی بھی اسے بے اصل قرار دیتے ہیں۔ [الفوائد المجموعۃ: ۵۰۸]

[۴۵] إذا انفلتت دابة أحدكم بأرضٍ فلاةٍ فليناد: ياعبادَالله أحبسوا عَلَيَّ، فإن لله في الأرض حاضراً سيحبسه عليكم. [المعجم الكبير ۱۰: ۲۱۷، عمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی: ۱۴۹، حدیث: ۵۰۸، مسند ابی یعلی ۹: ۷۷، حدیث: ۵۲۶۹]

''جب تم میں سے کسی شخص کی سواری جنگل میں ہاتھ سے نکل جائے تو اسے یوں آواز دینی چاہیے کہ اے اللہ کے بندو! اس کو روکو، کیونکہ وہاں کچھ ایسے لوگ حاضر ہوتے ہیں جو اس کو روک لیں گے۔'' [مقیاس حنفیت: ۴۸۷]

یہ روایت شدید ضعیف اور نا قابل عمل ہے اس لیے کہ:

– ۱: اس کی سند میں معروف بن حسان سمرقندی ہے جو منکر الحدیث ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۳۰، میزان الاعتدال ۴: ۱۴۳]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: مجہول ہے۔ [الجرح والتعدیل ۸: ۳۲۳، لسان المیزان ۶: ۶۱]

– ۲: اس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

أنا رسول الله الذي إذاأصابك ضُرٌّفدعَوْتَه كشفه عنك،وإن أصابك عام سنة فدعوته أنبتها لك ، وإذاكنتَ بأرضٍ قفراءَ أوفلاةٍ فَضَلَّتُ راحلتك فدعوتَهٗ ردَّها عليك.

[مسند احمد ۵:٦۴، سنن ابی داوٗد کتاب اللباس [۲٦] باب اسبال الازار [۲۸] حدیث:۴۰۸۴]

''میں اُس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تم اُسے کسی تکلیف میں پکاروگے تو اُسے تم سے دور کر دے گا اور قحط سالی میں اگر اُس کو پکاروگے تو تمہارے لیے فصل اُگا دے گا اور اگر کسی جنگل یا غیر آباد زمین میں تمہاری سواری کا جانور ہاتھ سے نکل جائے اور تو اُسے پکارے تو وہی اللہ اُسے تیرے پاس لوٹا دے گا۔''

سوال: امام نووی لکھتے ہیں:حکی لي بعض شیوخنا الکبارفي العلم أنه انفلتت له دابةٌ -أظنهابغلةً - وکان یعرف هذاالحدیث، فقاله فحبسها اللّٰهعلیهم في الحال.

[الاذکار ا:۲۵٦، تحفۃ الذاکرین، شوکانی:۱۵۵]

''ہمارے بعض بڑے اساتذۂ علم نے مجھے یہ حکایت سنائی کہ اُن سے اُن کی سواری، جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ مادہ خچر تھی، اُن کے ہاتھ سے نکل گئی اور اُنہیں یہ روایت معلوم تھی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کو پکڑ وا لیا۔''

علامہ شوکانی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:فی الحدیث دلیلٌ علی جوازالإستعانة بمن لایراهم الإنسان من عباد الله من الملائکة وصالحي الجن.[تحفۃ الذاکرین:۱۵۵-۱۵٦]

''یہ روایت یہ جواز مہیا کرتی ہے کہ ملائکہ اور جنات جیسی اَن دیکھی مخلوق سے استعانت کی جا سکتی ہے۔''

جواب: دینی امور تجربات سے نہیں بلکہ منقول صحیح اور ٹھوس دلائل سے ثابت کیے جاتے ہیں۔کسی غیر نبی کے قول وفعل سے دین کا اِثبات نہیں کیا جاتا، خود امام شوکانی نے اپنی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ:السنة لاتثبت بمجرد التجربة.[تحفۃ الذاکرین:۱۴۰]

''سنت تجربہ کے بل بوتے پر ثابت نہیں کیا جا سکتا۔''

[۴٦]إذا بکی الیتیمُ وقعت دُموعهٗ في کف الرحمن فیقول:مَن أبکی هذا الیتیم، الذي واریتُ والدیه تحتَ الثَّری،مَن أسکته فله الجنة.[تاریخ بغداد۱۳:۴۲]

''جب یتیم روتا ہے تو اُس کے آنسو رحمٰن کی ہتھیلی میں گرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں:اس یتیم کو کس

نے رُلایا جس کے والدین کو میں نے مٹی میں سُلایا' جو اسے تسلی دے کر چپ کرائے گا اُس کے لیے جنت ہے۔''

خطیب بغدادی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس کا راوی موسیٰ بن عیسیٰ مجہول اور اس کی روایت نا مقبول ہے۔[تاریخ بغداد ۱۳:۴۲' تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۲۰۳' الفوائد المجموعۃ:۷۲]

[۴۷] إذا تثاءَبَ أحدكم فليضع يده على فيه و لا يعوي' فإن الشيطان يضحك منه.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا[۵] باب ما یکرہ فی الصلاۃ[۴۲] حدیث:۹۶۸]

''جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اور لمبی آواز نہ نکالے اس لیے کہ شیطان اُس پر ہنستا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس کا سارا دار و مدار عبداللہ بن سعید مقبری ابو عبّاد اللیثی پر ہے' جو متروک الحدیث ہے۔[تقریب التہذیب:۳۴۰' ترجمہ:۳۳۵۶]

[۴۸] إذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور.[الامن والعلاء:۴۴]

''جب تم معاملات میں حیران ہو جاؤ تو اصحابِ قبور سے مدد حاصل کرو۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: حدیث نیست قولِ بزرگی است۔[فتاوی عزیزی ۱:۲۱]

''رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: حدیث نیست' قولِ کسی است۔[مجموعہ فتاوی ۳:۲۳]

''حدیث نہیں ہے بلکہ کسی کا قول ہے۔''

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: و لا يَخفى أن مبنَى الإعتقاد لا يكون إلَّا على الأدلة اليقينية.

[مرقاۃ الفاتیح ۹:۳۵۸' بذیل حدیث:۵۴۵۶]

''اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ عقیدہ کا دار و مدار قطعی دلیل پر ہوتا ہے۔''

مجالس الابرار کے مصنف لکھتے ہیں: و أمثال هذه الأحاديث التي هي مناقضة لدين الإسلام' وضعها أشباه عُبَّادُ الإسلام من المقابرية' و راجت على الجهال و الضلال.

[مجالس الابرار' عربی' اردو:۱۲۳]

''یہ اور اس قسم کی دیگر مبنی بشرک روایات گور پرستوں نے وضع کی ہیں' جو بت پرستوں کے مشابہ ہیں اور ان کی یہی روایات جاہلوں اور گمراہوں کے مابین رواج پا گئی ہیں۔''

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: ایں حدیثہا بسیار ند کہ صریح مناقض دین اسلام است نسبت وضع عابدان اصنام مقابر بہ نزدیک جہال واہل ضلال رواج یافتہ اند۔

[البلاغ المبین فارسی' اردو:۵۹]

''اس قسم کی اور بہت سی روایات ہیں جو سراسر دین اسلام کے خلاف ہیں۔ان بت پرستوں اور قبر پرستوں کی گھڑی ہوئی یہ روایتیں جاہلوں اور گمراہ لوگوں میں بہت مشہور ہو گئیں۔''

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی (۱) لکھتے ہیں: میت کو جا کر خطاب کرنا اور اُس سے دعاء کی درخواست کرنا استعانت بالاموات پر مشتمل ہیں جو شائبہ شرک سے خالی نہیں اور عوام میں جو مشہور ہے کہ: إذا تحيرتم في الأمور فاستعينوا بأهل القبور' یہ حدیث موضوع ہے۔

[امداد الاحکام ۱:۱۰۸]

[۴۹] إذا تسارعتم إلى الخير فامشوا حُفاةً ' فإن المُحْتَفِيَ يُضاعَفُ أجرُه على المُتَنَعِّلِ.

[المعجم الأوسط ۳:۱۶۰' حدیث: ۴۱۸۳' تاریخ بغداد ۱۱:۳۷۸' ترجمہ: ۶۲۳۹]

''جب تم خیر و نیکی کی طرف دوڑتے ہو تو جوتے پہنے بغیر چلو' اس واسطے کہ جوتے نہ پہننے والے کا اجر جوتے پہننے والے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ اس کا راوی سلیمان بن عیسی سجزی ہے' جس کے بارے میں امام جوزجانی فرماتے ہیں: ظاہر باہر جھوٹا ہے۔[احوال الرجال:۲۰۷' ترجمہ:۳۸۴]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا۔ظاہر باہر جھوٹا ہے' اُس کی عام روایات موضوع ہوتی ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۲۹۰-۲۹۳]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ہالک تھا۔[میزان الاعتدال ۲:۲۱۸' ترجمہ:۳۴۹۶]

---

(۱) ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد عثمانی بن شیخ نہال احمد عثمانی۔۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو دیوبند ضلع سہارن پور' ہند میں پیدا ہوئے۔دار العلوم دیوبند میں ابتدائی تعلیم حاصل کی جس کے بعد اپنے ماموں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی خدمت میں چلے گئے اور ان کی ترغیب پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخلہ لیا۔مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے حدیث پڑھی۔مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تھی۔۲۳ ذوالقعدۃ ۱۳۹۴ھ = ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو وفات پائی۔[اکابر علمائے دیوبند:۲۰۰-۲۰۷]

[٥٠] إذا تَصَدَّقَ الحَيُّ عن الميت حملت الملئكة صدقته على أطباق مِن نور فيأتون به قبر الميت فينادونه : يا صاحب القبر ! هذه هدية أهداها لك أهلك فهو فرح مستبشر وصاحبه إلى جنبه كئيب حزين يقول:ألم أخلف مالاً ؟ألم أخلف أهلاً؟

[المجروحين ١:١١٣، ترجمہ:٢٩]

''جب کوئی زندہ کسی مُردہ کی طرف سے صدقہ کرلے تو ملائکہ اس صدقہ کو نور کی پلیٹوں میں اُٹھا کر اُس کی قبر کے قریب لا کر اُسے آواز دیتے ہیں کہ قبر والے! یہ تیرے اہل وعیال نے تحفہ بھیجا ہے' وہ مُردہ اس سے خوش ہو جاتا ہے' اور اس کا قریبی مُردہ پریشان ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں وہ افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے بھی مال اور اہل وعیال اپنے پیچھے چھوڑے ہیں مگر کوئی ایسا نہیں جو میرے پیچھے کوئی چیز بھیج دے۔''

اس کا راوی ابراہیم بن ہُدبہ ہے جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: اللہ کا دُشمن کذاب تھا۔[الجرح والتعدیل ٢:١٤٤، ترجمہ:٤٧١]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا نام لے کر ''بواطیل'' بیان کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ٢:٢١١]

امام ابن حبان فرماتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں' اس کا راوی ابراہیم بن ہدبہ نہ تو حدیث جانتا تھا اور نہ اس نے کہیں حدیث لکھی ہے، وہ تو ایک مسخرہ تھا۔ لوگ مجالس جما کر اس کا مذاق اڑاتے تھے، وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ بصرہ کا مشہور رقاص تھا، خوشیوں میں بلایا جاتا اور نچایا جاتا تھا، اس نے شمع محفل بن کے اپنی قیمتی زندگی ناچنے میں گنوادی' جب بوڑھا ہوا اور کسی کے کام کا نہ رہا تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولنے لگا۔ پس کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اس کی حدیث کو لکھے یا اسے یاد کر کے اس کا ذکر کرے۔[المجروحین ١:١١٣-١١٤، میزان الاعتدال ١:٧١]

[٥١]إذا تواضَعَ العبدُ للّٰه رفعه اللّٰه بالسلسلة إلى السماء السابعة.

[شعب الایمان ٦:٢٧٧، حدیث:٨١٤٢، إحیاء علوم الدین ٣:٣٤١]

''جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو ایک زنجیر سے ساتویں آسمان پر اُٹھاتا ہے۔''

[بیان القرآن، محمد علی لاہوری قادیانی ١:٣٣٣، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ٣:٥٥]

اس کے ایک راوی زمعۃ بن صالح کے بارے میں امام ترمذی لکھتے ہیں: قدضعفه بعض أهل

الحديث من قبل حفظه. [سنن ترمذی ۵: ۶۲۰، کتاب المناقب [۵۰] باب مناقب الحسن والحسین علیہما السلام [۳۱] بذیل حدیث: ۳۷۸۴]

''حدیث کا علم رکھنے والے بعض علماء نے اُسے حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔''

حافظ ابوزرعۃ فرماتے ہیں: نہایت کمزور اور لین الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۳: ۶۲۴]

امام نسائی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔ کثیر الغلط ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۲۲۰]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس کی سند میں زمعۃ بن صالح راوی ہے جسے جمہور علمائے جرح وتعدیل نے ضعیف کہا ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۳: ۳۴۱]

[۵۲] إذاتوضَّأ أحد کم فلایَغْسِلَنَّ أسْفَلَ رجليهِ بيده اليُمْنَى.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۲۳۵]

''وضوء کرتے وقت پاؤں کے تلوے دائیں ہاتھ سے مت دھو۔''

اس روایت کا مرکزی راوی سلیمان بن ارقم ابومُعاذ بصری ہے، جس کے بارے میں امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: محدثین نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

[التاریخ الکبیر ۴: ۲، ترجمہ: ۱۷۵۶، الضعفاء الصغیر، ترجمہ: ۱۴۲، الجرح والتعدیل ۴: ۱۰۱، ترجمہ: ۴۵۰]

اس کا دوسرا راوی محمد بن قاسم اسدی ہے، جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: جھوٹ بولتا تھا اس کی احادیث موضوع ہوتی ہیں۔ لیس بشيء تھا۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۲: ۱۷۱، نص: ۱۸۹۹]

پس یہ روایت ساقط الاعتبار اور موضوع ہے۔

[۵۳] إذا جاءَ الموتُ لطالبِ العلمِ، وهو على هذه الحال، مات وهو شهيدٌ.

[تاریخ بغداد ۹: ۲۴۷]

''کسی طالب علم کو زمانہ طالب علمی میں موت آجائے تو وہ شہید مرگیا۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس کا راوی ہلال بن عبدالرحمٰن الحنفی ہے جو متروک الحدیث تھا۔

[مجمع الزوائد ۱: ۱۲۴]

[۵۴] إذاجَامَعَ أحَدُكُم زوجته فلا ينظر إلى فرجها فإنَّ ذلك يورث العَمَى.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۲۶۵، ترجمہ: ۵۹-[۳۰۲]

''جب تم میں سے کوئی اپنی عورت مباشرت کرتا ہو تو اس کے عضو مخصوص کو نہ دیکھے، اس لیے کہ ایسا

کرنے سے بینائی چلی جاتی ہے۔‘‘

امام ابن حبان‘ اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[المجروحین ۱:۲۳۱‘ ترجمہ:۱۵۹‘ میزان الاعتدال ۱:۳۳۳‘ ترجمہ:۱۲۵۰]

حافظ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔[سیر أعلام النبلاء ۵۲۵۸]

امام بن عدی اور امام ابن ابی حاتم اس کے راوی کی دو اور روایات نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ تینوں روایات موضوع و بے اصل ہیں۔[علل الحدیث ۲:۲۹۵‘ حدیث:۲۳۹۳‘ الکامل ۲:۲٦۵]

اس کا مرکزی راوی بقیۃ بن الولید عن ابن جریج ہے۔ بقیۃ کے بارے میں محدثین کا قول ہے:

بَقِيَّةُ‘ أحاديثه ليست نَقِيَّةً‘ فكن منها على تَقِيَّةٍ. [الجرح والتعدیل ۲:۴۳۵‘ الکامل ۲:۲۵۹]

’’بقیہ کی احادیث ستھری نہیں ہوتیں‘ لہٰذا اس کی روایات سے دور رہئے۔‘‘

پھر یہ بھی ہے کہ محدث سلیمان بن موسیٰ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا کوئی مرد اپنی عورت کی شرم گاہ کو دیکھ سکتا ہے‘ جس کے جواب میں اُنہوں نے کہا: میں نے اسی مسئلہ سے متعلق عطا سے پوچھا تھا انہوں نے اس مسئلہ کے بارے میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا تھا: كنتُ أغتسل أنا وحِبِّي ﷺ من الإناء الواحد‘ تختلف فيه أكفُّنا. [الاحسان بتقریب صحیح ابن حبان ۱۲:۳۹۰‘ بذیل حدیث:۵۵۷۷]

’’میں اور میرا محبوب شوہر ﷺ ایک برتن سے نہایا کرتے تھے اور ہمارے ہاتھ اُس برتن میں ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو جاتے تھے۔‘‘

[۵۵] إذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى‘ وإذا سجدت ألصقت بطنها في فخذيها كأستر ما يكون لها ‘ وإن الله تعالى ينظر إليها ويقول: يا ملائكتي أشهدكم أني قد غفرت لها. [السنن الکبریٰ‘ بیہقی ۲:۲۲۳‘ الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۵۰۱]

’’نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملالے اس طرح کہ اس سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تعالی اُس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ فرشتو! تم گواہ رہو‘ میں نے اس عورت کی بخشش کر دی۔‘‘

[خواتین کا طریقہ نماز‘ مفتی عبدالرؤف سکھروی‘ مجموعہ رسائل‘ مولانا محمد صفدر اوکاڑوی ۱:۲۸٦]

یہ روایت شدید ضعیف بلکہ موضوع ہے‘اس لیے کہ اس کا راوی ابومطیع الحکم بن عبداللہ بلخی متروک الحدیث ہے۔[تلخیص الحبیر ۱:۵۷۴]

امام ابوداؤدفرماتے ہیں: متروک الحدیث اور جہمی ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۵۷۴]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: مرجئہ کے اُن رؤساء میں سے تھا جو متبع سنت لوگوں سے عداوت اور دشمنی رکھتے ہیں۔[المجروحین ۱:۳۰۴‘ ترجمہ:۲۳۹]

[۵۶] إذا حُدِّثْتُم عَنِّي حديثاً تعرفونه ولا تُنكرونه فصدقوابه‘ وإذاحدثتم عني حديثاً تُنكرونه ولاتعرفونه فكذبوا به.

[تاریخ بغداد ۱۱:۳۹۱‘ سنن دارقطنی ۴:۲۰۸‘ الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۸۹‘ نوادرالاصول ۱:۱۴۵‘ اصل:۴۴]

”جب تمہیں میری طرف منسوب کر کے کوئی روایت بیان کی جائے‘ جس کا مضمون تمہارے ہاں معروف ہو تو اُسے قبول کرو‘ اور اگر تم اُس کے مضمون سے واقف نہ ہو تو اُسے جھٹلاؤ۔“

حافظ ذہبی اس روایت کے بارے میں اپنی رائے اِن الفاظ میں لکھتے ہیں:

له حديث منكر......قال ابن خزيمة:في صحة هذاالحديث مقالٌ‘لم نَرَفي شرق الأرض ولا في غربها أحداً يَعرِفُ هذا من غير رواية يحيى‘ ولارأيتُ محدثاً يُثبتُ هذا عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [سیر اَعلام النبلاء ۹:۵۲۴]

”امام یحییٰ بن آدم کی یہ روایت منکر ہے۔امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں: دنیا کے مشرق اور مغرب میں محدث یحییٰ بن آدم کے علاوہ اس کا کوئی راوی ہم نے نہیں دیکھا اور نہ میں نے کسی محدث سے سنا ہے جو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت درست جانتا ہے۔“

[۵۷] إذاحُدِّثتم عني حديثاً يُوافق الحق فخذوابه‘ حَدَّثتُ به أولم أحَدِّث به.

[الضعفاء الکبیر‘ عقیلی ۱:۳۳‘ ترجمہ:۱۴]

”جب میری طرف منسوب کر کے کوئی روایت تمہیں سنائی جائے تو اگر حق کے موافق ہے تو اسے قبول کرو‘ خواہ وہ میری کہی ہوئی بات ہو‘ یا میری کہی ہوئی بات نہ ہو۔“

امام عقیلی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس روایت کی کوئی صحیح سند نہیں ہے‘ اور اس کے راوی اشعث بن بَراز ھُجَیمي کی روایات منکر ہوتی ہیں۔[الضعفاء الکبیر ۱:۳۳]

امام نَسائی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔[الضعفاء والمتروکین‘ ترجمہ:۵۶]

امام دارقطنی اسے منکرالحدیث بتاتے ہیں۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۱۱۲]
حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: اشعث بن براز کذاب اور ساقط الاعتبار ہے، اُس سے روایت نہیں لی جاتی۔[الإحکام في أصول الأحکام، المجلد الأول ۱-۴:۲۱۳]
حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اس روایت کو "منکرٌ جِدّاً" کہہ کر نقل کرتے ہیں۔
[میزان الاعتدال ۱:۲۶۳، ترجمہ:۹۹۴، ۳:۳۵۲، ترجمہ:۶۷۲۸، لسان المیزان ۱:۴۵۵، ترجمہ:۱۴۰۵]

[۵۸] إذا خرج الإمام فلاصلاةَ و لا کلام.
[الہدایۃ ۱:۱۷۱، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، فتح الباری ۲:۴۱۰]
"جب امام خطبہ دینے کے لیے باہر آجائے تو پھر نماز اور باتیں کرنا جائز نہیں۔"
امام بیہقی فرماتے ہیں: اسے مرفوع حدیث بنا کر بیان کرتا وہم فاحش ہے بلکہ یہ امام زہری (۱) کا قول ہے۔[السنن الکبریٰ ۳:۱۹۳]
امام مالک نے بھی اسے زہری کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔[موطأ امام مالک ۱:۱۰۳]
امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن نے بھی اسے زہری ہی پر موقوف روایت کیا ہے۔
[موطأ امام محمد:۱۳۸، نصب الرایۃ ۲:۲۰۱-۲۰۲]
امام ابن ہمام (۲) بھی اسے امام زہری کا قول قرار دیتے ہیں۔[فتح القدیر ۲:۶۷]
علامہ شامی لکھتے ہیں: اسے ہدایہ میں مرفوعاً نقل کیا گیا ہے لیکن "الفتح" میں ہے کہ اس کا مرفوع ہونا غریب [ضعیف] ہے بلکہ مشہور یہ ہے کہ یہ امام زہری کا قول ہے۔[ردالمحتار ۱:۶۰۵]

---

(۱) محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری، قریش کی شاخ بنو زہرہ بن کلاب سے تعلق تھا۔ ۵۱ھ = ۶۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پلے بڑھے۔ حافظ و فقیہ تابعی ہیں۔ ۱۲۴ھ = ۷۴۲ء کو حجاز اور فلسطین کے بارڈر پر وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۴:۱۷۷، غایۃ النہایۃ ۲:۲۶۲، الاعلام ۷:۹۷]
(۲) محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید بن مسعود، سیواسی، اسکندرانی، کمال الدین، ابن ہمام، حنفی عالم ہیں۔ ۷۹۰ھ = ۱۳۸۸ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں پلے بڑھے۔ کچھ عرصہ حلب اور حرمین شریفین میں سکونت اختیار کی تھی۔ شیخونیہ مصر کے خانقاہ میں شیخ الشیوخ بھی رہے ہیں۔ ملوک اور ارباب دولت کے ہاں بڑے مقبول تھے۔ ۸۶۱ھ = ۱۴۵۷ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ تفسیر، فقہ، اصول، میراث، تصوف اور صرف و معانی کے بڑے عالم تھے۔
[الضوء اللامع ۸:۱۰۸-۱۱۳، ترجمہ:۱۳۴۱، الاعلام ۶:۲۵۵]

البتہ سیدنا ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہما[1] فرماتے ہیں: أدركتُ عمروعثمان رضي الله عنهما،فكان الإمام إذا خرج يوم الجمعة تركنا الصلاة،فإذا تكلم تركناالكلام.

[مصنف ابن ابی شیبہ ۴:۱۰۳، روایت:۵۳۳۹]

''میں نے سیدنا عمراور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے، جب امام مسجد میں آجاتے تو ہم نماز پڑھنا چھوڑ دیتے اور جب خطبہ شروع کر دیتے تو ہم باتیں کرنا چھوڑ دیتے۔''

محدث البانی لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ [تمام المنۃ: ۳۴۰]

[۵۹] إذاخرج الرجل من بيته إلى الصلاة قال:أللهم إني أسألك بحق السائلين عليك، وبحق ممشاي هذا،فإني لم أخرج أشَراً ولا بطراً ولا رياءً ولا سُمعةً،وخرجتُ إتقاءِ سُخطِكَ وابتغاءَ مرضاتك فأسألك أن تُعِيذَنِي من الناروأن تغفرَ لي ذنوبي،إنه لايغفر الذنوب إلَّا أنت، أقبل الله عليه بوجهه،واستغفرله سبعون ألف ملك.

[مسند احمد ۳:۲۱، عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی :۸۴، حدیث:۸۵، سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات [۴] باب المشی الی الصلاۃ [۱۴] حدیث:۷۷۸]

''جب کوئی نماز پڑھنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور یہ دعاء پڑھے: الٰہی! میں تجھ سے اُس حق کے واسطہ سے مانگتا ہوں جو تجھ پر سائلین کا ہے اور اپنے اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں نہ بد ارادہ سے نکلا ہوں، نہ ریا اور نہ شہرت کے خیال سے بلکہ اس لیے نکلا ہوں کہ تیرے غصہ سے بچوں اور تیری رضا حاصل کروں، میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے جہنم سے بچا، میرے گناہ معاف فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ستر ہزار ملائکہ اُس کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔''

---

(۱) ثعلبہ بن ابی مالک قرظی، حلیف انصار، ابو مالک/ ابو یحییٰ مدنی، امام مسجد بنی قریظہ رضی اللہ عنہ، اُن کے والد یمن سے یہود کے دین کے ساتھ مدینہ منورہ آ کر بنو قریظہ کے حلیف بن کر اُن کے ہاں ٹھہرے تھے اس لیے قرظی کہلائے بنو قریظہ میں سے نہیں تھے۔ اُن کے والد نے اسلام قبول کیا تھا۔ سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہے۔ امام بخاری، امام ابوداود اور امام ابن ماجہ نے اُن سے روایتیں لی ہیں۔

[الاستیعاب:۱۳۵، ترجمہ:۲۷۷، تہذیب الکمال ۴:۳۹۷-۳۹۸، ترجمہ:۸۴۶]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔[نتائج الافکار ۱:۲۶۸]

لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ حسن کیسے ہوئی جب کہ اس کی سند اس طرح ہے: فضیل بن مرزوق' از عطیہ' از سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوعاً' جب کہ:

-۱: فضیل بن مرزوق کے بارے میں حافظ ابن حجر نے خود تصریح کی ہے: صدوق تھے۔ وہم کا شکار اور شیعہ تھے۔[تقریب التہذیب:۴۷۷' ترجمہ:۵۴۳۷]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: صدوق اور صالح الحدیث تھے مگر بکثرت وہم کا شکار ہوا کرتے تھے، اس کی حدیث لکھی جائے، مگر نا قابل استدلال ہے۔[الجرح والتعدیل ۷:۷۵]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: شدید منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں سے احادیث نقل کرنے میں خطاً کا شکار ہوتے ہیں اور عطیہ کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المجروحین ۲:۲۱۰' ترجمہ:۸۶۷]

-۲: عطیہ بن سعد بن جُنادہ عوفی جدلی کے بارے میں حافظ ابن حجر کو تسلیم ہے کہ صدوق تھا۔ کثرت سے غلطیاں کرتا تھا اور شیعہ اور مدلس تھا۔[تقریب التہذیب:۴۲۳-۴۲۴' ترجمہ:۴۶۱۶]

عطیہ عوفی تدلیس الشیوخ (۱) کا مرتکب ہوا کرتا تھا۔

امام ابن حبان لکھتے ہیں: یہ کلبی کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اور جب وہاں سے اٹھ کر اُس کی روایت سناتا تھا تو کلبی کا نام لیے بغیر اُس کی غیر معروف کنیت ابوسعید کے نام سے روایت سناتا تھا اور شاگرد اس سے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مراد لیتے' حالانکہ حقیقت کچھ اور ہوتی۔

[المجروحین ۲:۱۶۷' ترجمہ:۸۰۴]

یہاں بھی ''ابوسعید'' ہی سے نقل کرتے ہیں اور اُس کی یہ روایت معنعن ہے' پس جب تک اس کی تحدیث ثابت نہ ہو یہ روایت مردود تصور کی جائے گی' نہ کہ حسن۔

---

(۱) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: هو أن يصف شيخه بمالم يشتهر به من إسم أو لقب أو كنيةٍ أو نسبة إيهاماً للتكثير غالباً وقد يفعل ذلك لضعف شيخه' وهو خيانة ممن تَعَمَّدَه.[تعریف اہل التقدیس:۲۶]

''تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام' یا غیر معروف کنیت سے یا غیر معروف نسبت یا غیر معروف صفت سے کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکے کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجے کا آدمی ہوتا ہے' جو کوئی قصداً اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔''

[٦٠] إذا دخلتَ على مريضٍ فمُرهُ أن يدعو لك، فإن دعائه كدعاء الملئكة.

[سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز [٦] باب ماجاء فی عیادۃ المریض [١] حدیث: ١٤٤١، عمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی: ٢٦٣، حدیث: ٥٥٧]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا: جب کسی مریض کی عیادت کرنے جاؤ تو اُس سے اپنے لیے دعاء کراؤ اس لیے کہ مریض کی دعاء ملائکہ کی طرح ہوتی ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اور اس کی سند میں دو خرابیاں ہیں:

—١: یہ روایت منقطع ہے۔ امام نووی اور امام علائی فرماتے ہیں: اس کے راوی میمون بن مہران کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

[الاذکار ا: ١٦٥، بذیل حدیث: ٣٨٢، جامع التحصیل فی احکام المراسیل: ٢٨٩، ترجمہ: ٨١٨]

—٢: ابن ماجہ (١) کی سند اس طرح ہے: جعفر بن مسافر، حدثنی کثیر بن ہشام، ثنا جعفر بن بُرقان، از میمون بن مہران از سیدنا عمر رضی اللہ عنہ۔

اور ابن السنی کی سند اس طرح ہے: حدثنا حسن بن عرفۃ، حدثنا کثیر بن ہشام جزری، از عیسی بن ابراہیم ہاشمی، از جعفر بن بُرقان، از میمون بن مہران از سیدنا عمر رضی اللہ عنہ۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: حسن بن عرفۃ نے جب اسے کثیر بن ہشام کی سند سے نقل کیا تو کثیر اور جعفر کے مابین عیسی بن ابراہیم کو داخل کیا جو شدید ضعیف راوی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جعفر بن سلیمان تدلیس التسویۃ کیا کرتے تھے لیکن سنن ابن ماجہ کا جو نسخہ میری نظر سے گزرا ہے اُس میں کثیر بن ہشام، جعفر سے تحدیث کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ کثیر نے اسے معنعن نقل کیا ہو مگر جعفر نے اسے تحدیث کے ساتھ نقل کیا ہو لیکن مجھے نہیں معلوم کہ کسی محدث نے جعفر کو مدلس کہا ہو، اگر میری پہلی بات صحیح ہے تو جعفر تدلیس التسویۃ سے بری ہوگا اور کثیر بن ہشام

---

(١) محمد بن یزید ربعی [بفتح الراء والباء] قزوینی، ابو عبداللہ، ابن ماجہ، ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ قزوین سے تعلق کی وجہ سے قزوینی کہلائے۔ ٢٠٩ھ = ٨٢٤ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں بصرہ، بغداد، شام، مصر، حجاز، اور رَی کے اسفارِ بعیدہ وطویلہ اختیار کیے۔ سنن، تفسیر قرآن اور تاریخ قزوین کے مصنف ہیں۔ ٢٧٣ھ = ٨٨٧ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ٤: ٢٧٩، تذکرۃ الحفاظ ٢: ٦٣٦، العبر ا: ٣٩٤، الاعلام ٧: ١٤٥]

پر تدلیس کا الزام ثابت ہوگا۔ [تہذیب التہذیب۲:۹۷‘ ترجمہ:جعفر بن مسافر:۱۰۱۴]

محدث البانی لکھتے ہیں: کثیر بن ہشام کو بھی کسی محدث نے مدلس نہیں کہا ہے اس لیے درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سند میں جعفر بن مسافر وہم کا شکار ہو گئے ہوں اس لیے کہ حافظ ابن حبان [الثقات ۸:۱۶۱ میں اور حافظ ابن حجر تقریب التہذیب:۱۸۰‘ ترجمہ:۹۵۷ میں] لکھتے ہیں: کبھی کبھار وہم کا شکار ہوتے ہیں اس لیے عین ممکن ہے کہ جعفر بن سلیمان نے غلطی سے اس سند میں سے عیسیٰ بن ابراہیم ہاشمی کو ساقط کیا ہو۔ [سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۱:۵۵‘ بذیل حدیث:۱۰۰۴]

[۶۱] إذا ذَلَّتِ العربُ‘ ذَلَّ الإسلامُ. [مسند ابی یعلی ۳:۴۰۲‘ حدیث:۱۸۸۱‘ مجمع الزوائد ۱۰:۵۳]

”جب عرب ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام بھی ذلیل ہو جائے گا۔“

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ [علل الحدیث ۲:۳۷۶]

اس کی سند میں ضعف کی دو علتیں ہیں:

-۱: اس کا ایک روای محمد بن خطاب بصری ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم فرماتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ [الجرح والتعدیل ۷:۳۴۶]

امام ازدی (۱) فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے اس کی مناکیر میں یہ روایت بطور مثال پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۵۳۷‘ لسان المیزان ۵:۱۵۵]

-۲: اس کا ایک اور راوی علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر بن عبداللہ بن جدعان ہے جو اپنے مختصر نام علی بن زید بن جدعان سے مشہور ہے اور ضعیف ہے۔ [تقریب التہذیب:۴۳۲‘ ترجمہ:۴۷۳۴]

امام شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں کہ یہ رفاع تھے یعنی موقوف روایات کو مرفوع بنا کر بیان کیا کرتے تھے۔ [الجرح التعدیل ۶:۱۸۶]

---

(۱) محمد بن حسین بن احمد بن حسین بن عبداللہ بن یزیدۃ بن نعمان‘ ابوالفتح‘ ازدی‘ موصلی‘ نزیل بغداد۔ ابویعلیٰ اور ابن جریر طبری جیسے لوگوں کے شاگرد رہے ہیں۔ علوم حدیث میں کئی کتابیں لکھیں۔ حفظ اور حسن معرفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام برقانی انہیں ضعیف کہا کرتے تھے۔ مگر حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ انہیں ایک جماعت نے کسی حجت و برہان کے بغیر ضعیف کہا ہے۔ ضعفاء سے متعلق ایک بڑی کتاب لکھی۔ جرح میں نہایت قوی النفس تھے۔ ۳۶۷ھ = ۹۷۷ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۱:۲۴۴‘ ترجمہ:۲۰۹‘ تذکرۃ الحفاظ ۳:۹۶۷‘ ترجمہ:۹۰۸‘ الاعلام ۶:۹۸]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: آثار واخبار میں کثرت سے وہم کے شکار تھے' یہاں تک کہ کثرت سے منکر روایات کی روایت کرنے لگے جس کے باعث متروک ٹھہرے۔[المجروحین ۲:۱۰۳]

[۶۲] إذارأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا:لعنة الله على شركم .

[سنن ترمذی' کتاب المناقب[۵۰] بابٌ[۶۰] حدیث:۳۸۶۶' تاریخ بغداد ۱۳:۱۹۵]

''جب تم میرے صحابہ پر طعن کرنے والوں کو دیکھو' تو کہہ دو: تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔''

امام ترمذی فرماتے ہیں: هذاحديثٌ منكرٌ'لانعرفه من حديث عبيد الله بن عمر إلاَّ مِن هذاالوجه' والنَّضرمجهول' وسيفٌ مجهول. [سنن ترمذی ۵:۶۵۵]

''یہ حدیث منکر ہے۔ عبید اللہ بن عمر کی سند سے ہمیں صرف اس سند سے معلوم ہے اور اس کے دو راوی نضر بن حماد اور سیف بن عمر مجہول ہیں۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: سیف بن عمر' واقدی کی طرح[ضعیف] ہے۔[میزان الاعتدال ۲:۲۵۵]

آگے حافظ ذہبی نے اس کی منکر روایات میں زیر بحث روایت بھی نقل کی ہے۔

مگر اس روایت کے ضعیف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ صحابہ کرام پر طعن' تشنیع اور تنقید جائز ہے۔ نہیں' ایسا کرنا بالکل حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: لا تسبُّوا أصحابي.

[صحیح بخاری' کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ[۶۲] باب قول النبی ﷺ: لوکنت متخذاً خلیلاً[۵] حدیث:۳۶۷۳' صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ[۴۴] باب تحریم سب الصحابۃ رضی اللہ عنہم[۵۴] حدیث:۲۲۱-[۲۵۴۰]

''میرے صحابہ کو تنقید کا نشانہ مت بناؤ۔''

ایک اور حدیث میں ہے: أَللهَ أللهَ في أَصحابي'لا تتخذوهم من بعدي غَرَضا.

[مسند احمد ۵:۵۴' ۵۷' شرح السنۃ ۱۴:۷۰' سنن ترمذی' کتاب المناقب[۵۰] بابٌ[۵۹] حدیث:۳۸۶۲]

''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے بعد انہیں نشان تنقید اور مورد طعن نہ ٹھہراؤ۔''

[۶۳] إذارأيتم الرايات السودَ خرجت من قِبَلِ خراسانَ فأتوهاولوحبواً.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب الفتن[۳۶] باب خروج المہدی[۳۴] حدیث:۴۰۸۴' المستدرک ۴:۴۶۳-۴۶۵' مسند احمد ۵:۲۷۷]

''جب تم خراسان کی طرف سے کالے جھنڈے نکلتے ہوئے دیکھو' تو اُن کے ساتھ چلے جاؤ اگرچہ

تمہیں گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔“

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: میرے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔[میزان الاعتدال۳:۱۲۸]

یہ روایت دوسندوں کے ساتھ مروی ہے:

–۱: سفیان،عن خالد الحذّاء،عن أبی قلابة،عن أبي أسماء الرحبي،عن ثوبان رضی اللہ عنہ.

[سنن ابن ماجۃ،حدیث:۴۰۸۴،المستدرک۴:۴۶۳-۴۶۵]

–اس کا راوی سفیان ثوری کثیر التدلیس تھے۔[تعریف اہل التقدیس:۶۴،ترجمہ:۵۱-[۱۸]

جب کہ اُن کی یہ روایت معنعن ہے۔

–اور ابوقلابہ:عبداللہ بن زید بن عمرو/ عامر جرمی ثقہ ہونے کے باوجود کثیر الارسال تھے۔

[تقریب التہذیب:۳۳۹،ترجمہ:۳۳۳۳]

–۲:شريك بن عبد الله بن شريك،عن علي بن زيد بن عبدالله بن جدعان،عن أبي قلابةعن ثوبان رضی اللہ عنہ.[مسند احمد۵:۲۷۷،المستدرک۴:۵۰۲]

–اس کا راوی شریک بن عبداللہ بن شریک صدوق ہونے کے باوجود کثیر الخطأ تھے۔

[تقریب التہذیب:۳۰۰،ترجمہ:۲۷۸۷]

–علی بن زید بن جدعان بھی ضعیف تھے۔[تقریب التہذیب:۴۳۲،ترجمہ:۴۷۳۴]

–اور ابوقلابہ:عبداللہ بن زید جرمی ثقہ ہونے کے باوجود کثیر الارسال تھے۔

[تقریب التہذیب:۳۳۹،ترجمہ:۳۳۳۳]

[۶۴] إذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالإيمان فإن الله يقول:اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ.

[سنن ترمذی،کتاب الایمان[۴۱]باب ماجاء فی حرمۃ الصلاۃ[۸]حدیث:۲۶۱۷،کتاب تفسیر القرآن[۴۸] باب من سورۃ التوبۃ[۱۰]حدیث:۳۰۹۳ ،سنن ابن ماجۃ،کتاب المساجد والجماعات[۴]باب لزوم المساجد و انتظار الصلاۃ[۱۹]۸۰۲،مسند احمد۳:۶۸،حلیۃ الاولیاء۸:۳۲۷،المستدرک۱:۲۱۲،تاریخ بغداد۵:۴۵۶،۴۵۹]

”جب تم کسی آدمی کو بکثرت مسجد آتے جاتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ اللہ کی مسجدیں وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہیں،نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔“

یہ روایت ضعیف ہے اس کا راوی دراج عبدالرحمٰن بن سمعان ابو السمح المصری منکرالحدیث ہے۔[العلل ومعرفۃ الرجال۳:۱۱۶،فقرہ:۴۴۸۲]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: قصہ گو اور منکرالحدیث ہے۔[الجرح والتعدیل۳:۴۴۲]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کثیر المناکیر تھا۔[تلخیص المستدرک۱:۱۲]

[۶۵] إذا رأيتم معاوية على منبري فأقبلوه فانه أمين و مأمون. [تاریخ بغداد۱:۲۵۹]

''جب تم معاویہ [رضی اللہ عنہ] کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قبول کرو کیونکہ وہ امین اور فتنوں سے محفوظ ہیں۔''

خطیب بغدادی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: محمد بن اسحاق فقیہ سے لے کر ابوالزبیر تک کے چار درمیانی راوی [ابوالنضر الغازی،حسن بن کثیر البکری،ایمن القیسی اور عامر بن یحییٰ الصریمی] سب کے سب مجہول ہیں۔[تاریخ بغداد۱:۲۵۹،لسان المیزان۲:۲۴۷]

[۶۶] إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه. [تاریخ بغداد۱۲:۱۸۱]

جب تم معاویہ [رضی اللہ عنہ] کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر ڈالو۔''

امام جورقانی اور امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع اور باطل ہے۔صحیح احادیث میں اس کا کوئی وجود نہیں۔وضاعین اور مبتدعین کی وضع کردہ ہے جو شخص یہ عقیدہ یا گمان رکھتا ہو کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، وہ زندیق [بے دین] ہے۔[الاباطیل۱:۲۰۰،الموضوعات۲:۲۵]

–۱: اس کی ایک سند میں حکم بن ظُہَیر فزاری کوفی ہے،جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ثقہ راویوں کے نام سے موضوعات نقل کرتا تھا۔

[المجروحین۱:۳۰۴،ترجمہ:۲۴۰]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی عام روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

[الکامل فی الضعفاء۲:۴۹۵،ترجمہ:۲۶–[۳۹۵]

امام نَسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین،ترجمہ:۱۲۷]

–۲: اس کی ایک سند میں احمد بن محمد بن مُصعب بن بِشر بن فضالہ ہے جو آثار صحابہ کے لیے متونِ حدیث وضع کیا کرتا تھا اور اخبار و آثار کے لیے مقلوب اسانید وضع کیا کرتا تھا۔

[المجروحین۱:۱۷۱،ترجمہ:۹۱]

–۳: اس کی ایک سند میں عَبّاد بن یعقوب رَواجنی کوفی ہے' جو داعی رافضی تھا اور مشاہیر کے نام سے مناکیر کی روایت کرتا تھا' اس وجہ سے متروک ہوا۔

[المجروحین۲:۱۶۳' ترجمہ:۷۹۴' میزان الاعتدال۲:۳۸۰' ترجمہ:۴۱۴۹]

–۴: ایک سند میں علی بن زید جُدعان قرشی مکی' نزیل بصرہ ہے جس کے بارے میں محدث یزید بن زریع فرماتے ہیں: میں نے اس سے ملاقات کی مگر اس کی روایت نہیں لی اس لیے کہ رافضی تھا۔

[الکامل فی الضعفاء' ترجمہ:۳۸۳-[۳۳۵]

– ۵: ایک سند میں عبدالرزاق بن ہمام [1] ہے، جن کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:

أنه لابأسَ به إلَّا أنه قد سبق منه أحاديث فى فضائل أهل البيت' و مثالب آخرين مناكير. [الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۵۴۵' ترجمہ:۱۴۶۳/۴۹۵]

''وہ لابأس به ہیں مگر اُنہوں نے فضائل سے متعلق کئی ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن میں کوئی دوسرا محدث اُن کی موافقت نہیں کرتا اسی طرح مثالب میں کئی منکر روایات نقل کی ہیں۔''

عبدالرزاق کے بارے میں محدث عباس بن عبدالعظیم [2] کی رائے ہے:

واللّٰه الذي لاإله إلَّا هو إن عبدالرزاق كذاب' و محمد بن عمر الواقدي أصدق منه.

[الکامل فی الضعفاء۶:۵۳۸' سیر اعلام النبلاء۹:۵۷۱]

''واللہ وہ کذاب تھے اور محمد بن عمر واقدی ان سے زیادہ سچے تھے۔''

امام ابن عدی اُن کے بارے میں اپنی رائے اس طرح لکھتے ہیں: بہت سے مسلمانوں اور اُن کے ائمہ نے عبدالرزاق سے اخذ حدیث کے لیے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں' اُن سے احادیث لکھیں' روایت کیں اور اُن کی احادیث پر اُنہیں کوئی اعتراض نہیں تھا البتہ محدثین اُنہیں تشیع کی

---

(۱) عبدالرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی' ۱۲۶ھ=۷۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ تقریباً ۱۷ ہزار احادیث زبانی حفظ تھیں۔ امام اسحاق بن راہویہ' امام احمد بن محمد بن حنبل' امام یحییٰ بن معین اور امام ذہلی جیسے علماءِ حدیث کے استاذ محترم ہیں۔ ۲۱۱ھ = ۸۲۷ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان۳:۲۱۶' الاعلام۳:۳۵۳]

(۲) امام' ثبت' ابوالفضل عباس بن عبدالعظیم بصری۔ حافظ حدیث تھے۔ یحییٰ بن سعید قطان' عبدالرزاق' ابن مہدی اور اُن کے طبقہ کے رواۃ کے شاگرد رہے ہیں۔ اصحاب صحاح نے اُن سے روایتیں لی ہیں۔ بصرہ کے عقلاء' فضلاء اور نبلاء میں سے تھے۔ ۲۴۶ھ کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ۲:۵۲۴' ترجمہ:۵۴۱]

طرف منسوب کرتے ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۵۳۹]

اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں: قلتُ: بل واللّٰه مابرَّعباس في يمينه، ولبئس ماقال، يَعْمَدُ إلى شيخ الإسلام و محدثِ الوقت و مَن احتجَّ به كلُّ أرباب الصحاح، وإن كان له أوهامٌ مغمورةٌ، وغيرُهُ أبرعُ في الحديث منه، فيرميه بالكذب، ويُقدِّمُ عليه الواقدي الذي اجمعت الحفاظ على تركه، فهوفي مقالته هذه خارقٌ للإجماع بيقين.

[سیر اعلام النبلاء۹:۵۷۱-۵۷۲]

''عباس اپنے حلف میں سچے نہیں ہیں اور اُنھوں نے عبدالرزاق کے بارے میں نہایت بُری بات کی ہے۔ بھلا وہ ایک ایسے شیخ الاسلام اور محدث وقت کو تنقید کا نشانہ آخر کیوں بنا رہے ہیں جن سے سب اربابِ صحاح نے روایات لی ہیں، اگرچہ اُن کے ضرور کچھ اوہام ہیں اور دوسرے محدثین اُن کی بنسبت حدیث میں زیادہ ماہر ہیں لیکن اتنی سی بات سے کسی کو کذاب کہنا قرین انصاف نہیں ہے اور یہ بات بھی عجیب تماشا ہے کہ یہ اُس واقدی کو ان کے مقابلہ میں سچا جانتے ہیں جس کے جھوٹا ہونے پر حفاظِ حدیث کا اِجماع ہے اور اسی طرح وہ یقینی طور پر اجماعِ محدثین کو توڑنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔''

دراصل عبدالرزاق سچے تھے مگر: عَمِيَ في آخر عمره، و كان ابن أخته أحمدبن عبداللّٰه يدس في كتبه الأباطيل حتى رُمِيَ بالكذب من أجل ذلك. [قانون الموضوعات، محمد طاہر پٹنی:۲۶۹]

''چونکہ آخری عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے اس لیے اُن کے بھانجے احمد بن عبداللہ کو اُن کی کتابوں میں دَسّ [ملاوٹ] کرنے کا موقع مل گیا، جن کی نسبت بعد میں عبدالرزاق کی طرف کی گئی، اور اس سے یہ اِبہام پیدا ہوا۔''

حافظ ابوزرعۃ دمشقی امام احمد کے حوالہ سے کہتے ہیں: أتيناعبدَالرزاق قبل المئتين وهوصحيح البصر، ومَن سمع منه بعدَ ماذهبَ بصرُهُ فهوضعيفُ السماع. [سیر اعلام النبلاء۹:۵۶۵]

''۲۰۰ ہجری سے قبل ہم اُن کے پاس آئے تھے، اُس وقت اُن کی آنکھیں درست تھیں، جن لوگوں نے ان سے آنکھوں کی خرابی کے بعد احادیث کی سماع کی ہے، اُن کی وہی روایات ضعیف ہیں۔''

– ۶: ایک سند میں مجالد بن سعید بن عمیر ہے جس کی عام روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۱۷۱، ترجمہ:۲۸۰-[۱۹۰۱]

۔۷: خطیب بغدادوالی روایت میں عمرو بن عبید بن باب ابوعثمان بصری ہے جو کذاب تھا۔

[تاریخ بغداد۱۲:۱۸۱]

امام ابن عدی لکھتے ہیں: اپنی پرہیز گاری اور تقشّف کے دام میں لوگوں کو پھنساتا رہا حالانکہ مذموم' شدید ضعیف الحدیث اور معلن مبتدع تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۱۹۵]

امام احمد فرماتے ہیں: عمرو بن عبید کی یہ روایت جھوٹی ہے۔[العلل ومعرفة الرجال۱:۴۰۶]

[٦٧] إذا رُوِيَ لكم حديثٌ فأعرضوه على كتاب الله'فإن وافقَ فاقبَلوهُ'وإلَّا فرُدُّوه.

[شرح المنهاج' بیضاوی۱:۴۱۱'۴۱۳'الموافقات۳:۱۳]

''جو حدیث میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے روایت کی جائے اُس کو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ اگر اُس کے موافق پاؤ تو قبول کرلو اور اگر اس کے خلاف پاؤ تو رد کرو۔''

امام بیضاوی (۱) اور امام شاطبی (۲) نے اسے بالکل بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے' جب کہ دینی امور میں بلا سند چیزوں پر اعتماد کرنا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

امام ابن معین اور امام خطابی فرماتے ہیں: اس روایت کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

[الموضوعات۱:۲۵۸]

[٦٨] إذاسألتم الله فاسألوه بجاهي فإن جاهي عند اللهِ عظيمٌ.[الضعفاء الکبیر۳:۹۲'۹۸'

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح:۱۰ بلفظ: توسَّلُوابجاهي فإن جاهي عندالله عظيم]

''جب تم اللہ سے سوال کرو تو میری جاہ کے وسیلہ سے کرو کیونکہ اللہ کے ہاں میری بڑی جاہ ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وروى بعض الجهال عن النبي ﷺ أنه قال: إذاسألتم اللهفاسألوه بجاهي فإن جاهي عند الله عظيم' وهذا الحديث كذبٌ' ليس في شيء من كتب

---

(۱) عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی' شیرازی' ابوسعید' بیضاوی' قاضی [Judge] مفسر تھے۔ فارس کے شہر شیراز کے قریبی گاؤں ''بیضاء'' میں پیدا ہوئے۔ عرصہ تک شیراز کے قاضی رہے ہیں۔ تبریز میں ۶۸۵ھ=۱۲۸۶ء کو وفات پائی۔

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۵:۵۹' الاعلام۴:۱۱۰]

(۲) ابراہیم بن موسیٰ بن محمد لخمی' غرناطی' اصولِ دین کے ماہر عالم تھے۔ حافظ تھے۔ غرناطہ [اندلس] سے تعلق تھا۔ مالکی مذہب کے ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ کئی مفید اور معتبر کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۷۹۰ھ=۱۳۸۸ء کو وفات پائی۔[نیل الابتہاج بتطریز الدیباج:۴۸-۵۳' ترجمہ:۱۷' الاعلام۱:۷۵]

المسلمين التي يعتمد عليها أهل الحديث، ولا ذكره أحدمن أهل العلم بالحديث، مع أن جاهه عند الله عظيم من جاه جميع الأنبياء والمرسلين. [مجموع الفتاویٰ ۱:۲۴۱]

''بعض نادانوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے میں إذاسألتم اللہفاسألوه بجاهي والی روایت پیش کی ہے، لیکن یہ ایک جھوٹی روایت ہے اور مسلمانوں کی معتمد کتابوں میں اس کا کوئی اتا پتا اور نام ونشان تک نہیں اور حدیث کے کسی بھی معتمد عالم نے اس روایت کی تخریج نہیں کی ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی جاہ وعزت تمام انبیاء ورُسل سے بڑھ کر ہے۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: هو من المكذوبات التي لم يروها أحدمن علماء المسلمين، ولا هو في شيء من كتب الحديث. [مجموع الفتاوی ۲۴:۱۴۸]

''یہ روایت جھوٹی ہے، کسی بھی مسلمان عالم نے اسے بطورِ حدیث نبوی کے نقل نہیں کیا ہے اور نہ کتب حدیث میں اس کا کوئی نام ونشان موجود ہے۔''

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: یہ حدیث جھوٹی اور موضوع ہے۔ [مجموع الفتاوی ۲۷:۶۲]

[۶۹] إذاسمعتم بجبلٍ زالَ عن مكانه فصدقوا، وإذاسمعتم برجل تَغَيَّرَعن خُلُقِهِ فَلاَ تُصَدِّقُوا به. [مسند احمد ۶:۴۴۳، مشکاۃ المصابیح، حدیث:۱۲۳]

''جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اس کی تصدیق کرو، اور جب کسی مرد کے بارے میں مطلع ہو جاؤ کہ اُس کے اخلاق بدل گئے ہیں، تو اس کی تصدیق نہ کرو۔''

یہ روایت شدید کمزور ہے اور اس میں کئی مؤاخذات ہیں:

– امام ہیثمی (۱) لکھتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے، اس لیے کہ امام زہری اور سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی آپس میں ملاقات ثابت نہیں۔ [مجمع الزوائد ۷:۱۹۶]

– اس روایت سے جبر واِکراہ کی بو آ رہی ہے۔

– اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی انسان کے اخلاق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اگر

---

(۱) علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی، ابو الحسن، نور الدین، مصری، قاہری، ۷۳۵ھ = ۱۳۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ کئی کتابوں کے احادیث کی تخریج کی۔ ۸۰۷ھ = ۱۴۰۵ء کو وفات پائی۔

[الضوء اللامع ۵:۱۷۹، ترجمہ:۶۱۵، الاعلام ۴:۲۶۶]

یہ بات درست ہے تو پھر ہمیں خوش اخلاقی کی تعلیم کیوں دی جاتی ہے؟
– مشاہدہ بھی اس کے خلاف ہے، اس لیے کہ آئے روز ہم دیکھتے ہیں کہ کئی کئی گناہوں میں ملوث لوگ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے گناہوں سے تائب ہوتے ہیں اور کئی نیک اور پارسا لوگ نفس وشیطان کے پنجوں میں پھنس کر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھتے ہیں۔

[۷۰] إذا صلى أحدكم الركعتين قبل صلاة الصبح فليضطجع على جنبه الأيمن.

[سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ [۲] باب الاضطجاع بعدرکعتی الفجر [۲۹۳] حدیث: ۱۲۶۱، سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ [۲] باب ماجاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر [۳۱۱] حدیث: ۴۲۰، مسند احمد ۲: ۴۱۵، صحیح ابن حبان ۴: ۲۱، حدیث: ۲۴۵۹، موارد الظمآن: ۱۶۲، حدیث: ۶۱۲، المحلی ۲: ۲۲۸، بلوغ المرام: ۱۰۶، حدیث: ۳۵۷]

''تم میں سے جو صبح کی سنتیں پڑھ لے تو اسے چاہیے کہ اپنے داہنے کروٹ پر لیٹ جائے۔''

یہ روایت معنعن اور اس کا راوی سلیمان بن مہران اعمش مدلس تھا۔[تعریف اہل التقدیس: ۶۷]

نیز اس کی سند میں عبدالوحد بن زیاد ہے، جس کی مرویات شیخین نے لی ہیں مگر انہوں نے ان کی منکر روایات سے اپنے مجموعوں میں کچھ بھی نہیں نقل کیا ہے، یہ راوی منکر الحدیث ہے۔ حافظ ذہبی نے مندرجہ روایت اس کی مناکیر میں لکھی ہے اور آگے لکھا ہے: اعمش کی مرسل روایات کو موصول کر کے بیان کرتا ہے۔[میزان الاعتدال ۲: ۶۷۲]

اس منکر روایت کو بنیاد بنا کر حافظ ابن حزم نے لکھا ہے: ''جو شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے مابین داہنا کروٹ لگا کر نہ لیٹا، اُس کی صبح کی نماز صحیح نہیں۔'' [اَلْمُحَلّٰی ۲: ۲۲۷]

صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنے سے متعلق امام احمد بن محمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:
ماأفعله أنا، فإن فعله رجلٌ، ثم سكت كأنه لم يعبه إن فَعَلَه، قيل له: لِمَ لَمْ تأخُذ به؟ قال: ليس فيه حديث يثبت. [التمہید ۳: ۵۲۸، بذیل حدیث: ۹-۱۷ [۴]]

''میں اس پر عمل پیرا نہیں، اور اگر کوئی شخص ایسا کرے...... پھر خاموش ہوئے گویا اُن کے نزدیک ایسا کرنا کوئی عیب وجرم نہیں۔ اُن سے پھر پوچھا گیا: آپ خود اِس پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔''

اور حدیث: إذا صلى أحدكم ركعتي الفجر فليضطجع على يمينه کے بارے میں

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

”میں نے امام ابن تیمیہ سے سنا کہ یہ روایت باطل ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں حکم دینا ثابت نہیں البتہ آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، جس حدیث میں ایسا کرنے کا حکم ہے اُس میں عبدالواحد بن زیاد منفرد ہیں۔ امام ابن حزم اور اُن کے اَتباع اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ رائے قائم کر چکے ہیں کہ صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنا واجب ہے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اُس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، اِس رائے میں وہ جمہور اُمت سے الگ اور منفرد ہیں، میں نے اُن کے شاگردوں میں سے بعض کی ایک ضخیم کتاب دیکھی ہے جو اُن کے مذہب کی تائید و نصرت میں لکھی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابوموسی اشعری، سیدنا رافع بن خدیج اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ صبح کی سنتوں کے بعد لیٹا کرتے تھے اور اپنے متعلقین کو ایسا کرنے کا حکم دیا کرتے تھے، جب کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں عمل بالکل الگ تھا، آپ خود بھی اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور جب اُنہیں معلوم ہوا کہ کچھ لوگ سنت جان کر صبح کی سنتوں کے بعد لیٹ جاتے ہیں، آپ نے اُنہیں یہ پیغام بھجوایا کہ سنت جان کر صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنا بدعت ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ تھکاوٹ کی وجہ سے ایسا کر لیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اکرم ﷺ جب صبح کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو آپ میرے ساتھ گفتگو فرماتے اور اگر میں سوئی ہوئی ہوتی تو آپ کچھ دیر آرام فرماتے۔ حافظ ابن قیم اپنا فیصلہ اس طرح لکھتے ہیں: اس معاملے میں ایک فریق کا خیال یہ ہے کہ یہ عمل واجب ہے، جب کہ ایک فریق کے نزدیک یہ عمل بدعت ہے لیکن یہ دونوں فریق غلو کے شکار ہو گئے ہیں، اس معاملے میں امام مالک کی رائے انصاف پر مبنی ہے، اُن کے نزدیک اگر تھکاوٹ دور کرنے کے لیے ایسا کیا جائے تو اس میں کوئی برائی نہیں اور اگر کوئی اسے سنت جان کر اس پر عمل کرے تو مکروہ ہے۔“

[زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ۱: ۳۱۸-۳۲۰]

[۱۷] إذا صُمتم فاستاكوا بالغداة ولا تستاكوا بالعشي، فإنه ليس من صائم تَيْبَس شفتاه بالعشي إلّا كان نوراً بين عينيه يوم القيامة.

[المعجم الكبير ۴: ۷۸، حدیث: ۳۶۹۶، سنن الدارقطنی ۲: ۲۰۴، احادیث: ۷-۸، السنن الکبریٰ، بیہقی ۴: ۲۷۴

تاریخ بغداد ۵:۸۹ ترجمہ: ۲۴۸۴، میزان الاعتدال ۳:۴۱۸ ترجمہ: ۶۹۸۴، نصب الرایۃ ۱:۴۶۰]

''تم جب روزہ رکھو تو صبح کے وقت مسواک کر لیا کرو اور دن کے آخر میں مسواک کو استعمال کرنے سے گریز کرو، اس لیے کہ جس روزہ دار کے ہونٹ شام کے وقت خشک ہوں تو یہ روزِ قیامت اس کے لیے ایک نور ہوگا۔''

اس روایت کا دارومدار کیسان ابو عمر پر ہے جس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔ [سنن الدارقطنی ۲:۲۰۴]

امام احمد اور امام ابن ابی حاتم اسے ضعیف الحدیث کہتے ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۷:۱۶۶]

حافظ عراقی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے: یہ حدیث شدید ضعیف ہے۔ [فیض القدیر ۱:۳۹۶]

[۷۲] إذا طَنَّت أذن أحدكم فليصل عليَّ وليقل: ذكر الله بخير مَن ذَكرني.

[المعجم الصغیر ۲:۱۲۰، المعجم الکبیر ۱:۳۲۲، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲:۲۱۵، عمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی: ۸۷]

''تم میں کسی کے کان بجنے لگیں تو مجھ پر درود پڑھے اور یہ دعا پڑھے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کا ذِکرِ خیر کرے جنہوں نے مجھے یاد کیا۔''

یہ روایت قطعاً بے بنیاد ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴:۱۰۴] کیونکہ:

– ۱: اس کا راوی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے، جس کی روایت لیس بشيء ہوتی ہے۔

[التاریخ، یحییٰ بن معین ۲:۵۲۹، ۴:۶۰]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۱:۱۷۱]

امام بن ابی حاتم فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث تھا۔

[الجرح والتعدیل ۸:۲]

– ۲: اس کا راوی مُعَمَّر بن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے جس کی روایت لیس بشيء ہوتی ہے

[التاریخ، یحییٰ بن معین ۲:۵۲۹، ۴:۶۰]

امام بن حبان فرماتے ہیں: اپنے باپ سے ایسا نسخہ نقل کرنے میں منفرد ہے جس کی اکثر روایتیں مقلوب ہیں، اس سے استدلال واحتجاج درست نہیں اور نہ اس کی روایت کا نقل کرنا جائز ہے۔

[المجروحین ۳۲:۹:۳۷۹، ترجمہ: ۱۰۸۶، میزان الاعتدال ۴:۱۵۷]

-۳:اس کا ایک اور راوی حبان بن علی ہے' جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی روایات عام طور پر اِفرادات اور غرائب ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۳۵۳' ترجمہ:۴۷-[۵۴۳]

امام بخاری فرماتے ہیں: محدثین کے ہاں قوی نہیں۔[التاریخ الکبیر۹:۸۸' الضعفاء الصغیر' ترجمہ:۹۳]
امام دارقطنی فرماتے ہیں: ضعیف تھا۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۱۶۳]

[۷۳] إذا ظهرتِ الفِتَنُ وَسُبَّ أصحابي فليظهر العالم علمه' فمن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين' لايقبل الله منهم صرفاً ولاعدلاً.

[الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع:۳۰۸' نص:۱۳۶۵]

''جب فتن اور میرے صحابہ کو سبّ کرنا عام ہو جائے تو عالم کو اپنا علم ظاہر کر لینا چاہئے اور جو ایسا نہ کرے تو اُس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور اُس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہیں ہوگی۔''

اس روایت کا سارا دارومدار محمد بن عبدالحمید تمیمی مفلوج پر ہے' جو منکر الحدیث تھا' اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔[میزان الاعتدال۳:۶۳۰' ترجمہ:۷۸۸۷' لسان المیزان۵:۲۶۴' ترجمہ:۹۱۱]

لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ صحابہ کرام پر سب وشتم کی بوچھاڑ کی جائے' اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سبّ کرنا ممنوع ہے' جیسا کہ صحیح حدیث میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال رسول الله ﷺ :لاتسبُّوا أصحابي' لا تسبُّوا أصحابي' فوالذي نفسي بيده لو أنَّ أحدكم أنفق مثل أُحُدٍ ذَهباً' ما أدرك مُدَّ أحدهم ولانصيفه.

[صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۶۲] باب قول النبی ﷺ:لو کنت متخذاً خلیلاً[۵] حدیث: ۳۶۷۳' صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ[۴۴] باب تحریم سب الصحابۃ[۵۴] حدیث:۲۵۴۰]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو' مجھے اللہ کی قسم! تم میں سے اگر کوئی اُحد کے برابر[اللہ کی راہ میں] سونا خرچ کر دے تو وہ صحابی کے ایک مُدّ کے[انفاق کے] درجے تک نہیں پہنچ سکتا[1]۔''

---

(۱) مُدٌّ: عرب کا ایک پیمانہ ہے جو وزن کے لحاظ سے ۵۴۳ گرام کے برابر ہے۔[معجم لغة الفقهاء:۴۱۷]

حدیث مذکور سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحبتِ نبوی نے فضیلت کے بام عروج پر پہنچا دیا تھا' ان کے اعمال شرف قبولیت کے اعلی رتبے پر پہنچ گئے تھے' اگر ہم نسبت کا قانون لاگو کرنا چاہیں تو باقی امت کے پہاڑ جتنے اعمال ان کے مٹھی جتنے اعمال کے برابر ہوں گے۔ کہاں اُحُد کا پہاڑ اور کہاں ۵۴۳ گرام؟

[۷۴] إذا فعلَت أمتي خمس عشرة خصلة حَلَّ بهاالبلاءُ، قيل: وما هُنَّ يا رسول اللّٰه؟ قال:إذاكان المَغنم دُوَلاً' والأمانة مغنماً' والزكاةمغرماً وأطاع الرجل زوجتَهٗ وعَقَّ أمَّهٗ وبَرَّصَدِيْقَه' وجفاأباه ' وارتفعت الأصوات في المساجد وكان زعيمُ القوم أرذَلُهم ' و أُكرِمَ الرجل مخافةَ شَرِّہٖ' وشُرِبَتِ الخمور' ولُبِسَ الحريرُواتخذت القينات والمعازف' ولَعَنَ آخرهذه الأمة أوَّلَها فليرتقبوا عند ذلك ريحاً حمرآء' أو خسفاً ومسخاً.

[سنن ترمذی' کتاب الفتن [۳۴] باب ماجاء فی علامۃ حلول المسخ والخسف [۳۸] حدیث ۲۲۱۰]

''جب میری امت میں پندرہ خصائل پیدا ہوں تو اس پر مصائب نازل ہو جائیں گی۔ دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنالیا جائے۔ امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔ زکوۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔ شوہر، بیوی کا مطیع ہو جائے۔ بیٹا، ماں کا نافرمان بن جائے۔ آدمی دوستوں سے بھلائی کرئے۔ بیٹا، باپ پر ظلم ڈھائے۔ مساجد میں شور مچایا جائے۔ قوم کا رذیل ترین آدمی اُن کا لیڈر رہو۔ آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔ شراب کھلم کھلا استعمال کی جائے۔ مرد ریشم پہننے لگیں' آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے رقص وسرود کی محفلیں سجائی جائیں اور اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں تو لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔ خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے، یا زلزلہ کی شکل میں' یا [اصحاب سبت کی طرح] صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔''

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے' اور اس کا راوی فرج بن فضالۃ بعض علمائے حدیث کے نزدیک متکلم فیه اور حافظہ کے لحاظ سے ضعیف تھا۔ [سنن ترمذی ۴: ۴۲۸]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اسانید میں قَلْب [ہیر پھیر] کیا کرتا تھا اور صحیح اسانید کو واہی اور کمزور روایات کے ساتھ لگا کر نقل کرتا تھا اس لیے اس کی روایت سے احتجاج واستدلال درست نہیں۔

[المجروحین ۲: ۲۰۷' ترجمہ: ۸۶۲]

امام دارقطنی سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ روایت باطل ہے۔
[تاریخ بغداد ۱۲:۳۹۶' میزان الاعتدال ۳:۳۴۵]

[۷۵] إذا قال الرجل للرجل: یامخنث فاجلدوه عشرین' وإذاقال: یالوطي فاجلدوه عشرین. [سنن ابن ماجہ' کتاب الحدود [۲۰] باب حد القذف [۱۵] حدیث: ۲۵۶۸' المعجم الکبیر ۱۱:۱۸۳' حدیث: ۱۱۵۸۰ سنن الدارقطنی ۳:۱۲۶]

''جب کوئی شخص کسی کو یا مخنث کہہ کر پکارے یا کسی کو یا لوطی کہہ کر پکارے تو اسے بیس ڈنڈے سزا دو۔''

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اور بے اصل ہے' اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل ابن ابی حبیبہ الاشہلی ہے جو اَسانید میں قلب کیا کرتا اور مراسیل کو مرفوع کرنے کا عادی تھا۔
[المجروحین ۱:۱۰۷' ترجمہ: ۲۰]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۱:۲۷۱-۲۷۲]
امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ: ۳۲]
امام بیہقی فرماتے ہیں: قوی نہیں تھا۔ [السنن الکبریٰ ۸:۲۵۳]

[۷۶] إذا کان أوّل لیلة من شهر رمضانَ نَظَرَ اللّٰه عزوجل إلی خلقه' وإذا نظرَاللّٰه عز وجل إلی عبده لم یعذبه أبداً' ولله عز وجل في کل لیلة ألف ألف عتیق من النار.
[الترغیب والترہیب ۲:۹۸]

''جب رمضان کی پہلی رات ہو جاتی ہے تب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف دیکھتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی طرف دیکھتے ہیں تو اسے عذاب نہیں دیتے اور رمضان کی ہر رات کو اللہ

---

(۱) اِغلام' اَمرد پرستی اور ہم جنس پرستی کو ''لواطت'' اور اس کے فاعل کو ''لوطی'' کہنا زبان زد عام ہے۔ بڑے بڑوں کے ہاں بھی یہ لفظ مستعمل ہے لیکن اس قبیح فعل کو لواطت اور اس کے فاعل کو لوطی کہنا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ اس نسبت سے اس شنیع اور قبیح وخبیث فعل کی نسبت سیدنا لوط علیہ السلام کی طرف بھی ہو جاتی ہے' اس عمل اور اس کے فاعل کا سیدنا لوط علیہ السلام سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ اس فعلِ قبیح کا ارتکاب اُن کی نا ہنجار قوم نے کیا تھا اس لیے اس بدعمل کو ''عمل قوم لوط'' یا اِغلام' امرد پرستی اور ہم جنس پرستی کا نام دینا زیادہ مناسب ہے۔

تعالیٰ ہزاروں لوگوں کو عذاب سے نجات دلاتے ہیں۔''

حافظ ابن جوزی اور حافظ سیوطی دونوں فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے' اسے گھڑنے والا عثمان ابن عبداللہ القرشی ہے اور اس کے اکثر راوی مجہول ہیں۔[الموضوعات ۲:۱۹۰' اللآ لی المصنوعۃ ۲:۸۵]

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: عثمان بن عبداللہ القرشی، لیث بن سعد اور مالک جیسے ثقہ راویوں کے نام لے کر احادیث وضع کرتا ہے۔[المجروحین ۲:۷۷' ترجمہ:۶۶۸]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: عثمان بن عبداللہ القرشی، ثقات کے نام سے منکر روایات نقل کرتا ہے اور اس کی کئی روایتیں موضوع ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۳۰۱' ترجمہ:۱۳۳۶]

[۷۷] إذا كان في آخر الزمان' واختلفت الأهواء فعليكم بدين أهل البادية و النساء.

[کنز العمال' حدیث:۳۰۹۶۴]

''جب آخری زمانہ ہو اور آراء آپس میں مختلف ہوں تو تمہیں چاہئے کہ دیہاتیوں اور عورتوں کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ:

–۱: اس کی سند میں محمد بن الحارث الحارثی ہے جو امام یحییٰ بن معین کی تصریح کے مطابق لیس بشيء تھا۔[التاریخ' یحییٰ بن معین ۲:۵۰۹' ۳:۲۲۹]

حافظ ابن عدی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں اور زیرِ بحث روایت کو اُس کے عجائبات میں سے شمار کیا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۳۷۸-۳۷۹' ترجمہ:۱۶۶۰/۳۹' میزان الاعتدال ۳:۵۰۴]

–۲: اس کا ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن البیلمانی ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا اور امام حُمیدی اُسے ضعیف کہا کرتے تھے۔[التاریخ الکبیر ۱:۱۶۳]

امام ابن ابی حاتم بھی اُسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔[الجرح والتعدیل ۷:۳۱۱]

امام ابن حبان کہتے ہیں: اپنے والد کی سند سے دو سو روایات پر مشتمل ایک نسخہ کو بیان کرتا ہے جو سراسر موضوع ہے' اس فن کی کتابوں میں اس کا ذکر سوائے تعجب کے جائز نہیں اور اس کی روایت سے کسی قسم کا استدلال بھی جائز نہیں اور زیر بحث روایت کو اس کی موضوع روایات میں سے مثال کے طور پر پیش کی ہے۔[المجروحین ۲:۲۷۳-۲۷۴' ترجمہ:۹۴۴]

امام جورقانی اس روایت کو منکر بتاتے ہیں۔[الاباطیل ۱:۳۰۶' حدیث:۲۸۷]

امام ابن جوزی بھی اسے نادرست کہتے ہیں۔[الموضوعات ۱:۲۷۱]
امام صغانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[موضوعات الصغانی، روایت: ۵۷بتحقیقی، المصنوع فی الحدیث الموضوع: ۱۲۴، حدیث: ۱۹۹، اَسنی المطالب: ۳۲]

[۷۸] إذا کان یوم القیامة یُدعَی بالعلماء فیؤمَرُبهم إلی النارقبل عَبَدَةِ الأوثان ثم یُنَادِ منادٍ:لیس من یعلم کمن لایعلم .[حِلیۃ الاولیاء۸:۲۸۶]

''قیامت کے دن علماء کو پکارا جائے گا پھر اُن کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ انہیں بت پرستوں سے پہلے جہنم میں ڈالا جائے پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: عالم اور جاہل برابر نہیں۔''
امام ابن حبان، امام جورقانی اور امام ابن الجوزی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔
[المجروحین ۱:۲۱۰، الاباطیل ۱:۸۸، الموضوعات ۱:۲۶۶]
اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی جابر بن مرزوق ہے جو امام ابن ابی حاتم کے قول کے مطابق مجہول ہے۔[الجرح والتعدیل ۲:۵۰۰]
اس راوی کے بارے میں حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: مُتَّھَمُ[جھوٹ بولنے سے بدنام] تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۳۷۸، لسان المیزان ۲:۸۸]
نیز اس کی سند میں موسیٰ بن محمد بن کثیر سرینی ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔[میزان الاعتدال ۴:۲۷۳، سیر اَعلام النبلاء ۸:۳۷۸]

[۷۹] إذا کانت لکم حاجة فاسألوا اللّٰه بجاهي .

''جب تمہیں کوئی حاجت پیش آجائے تو اللہ سے میری جاہ کے وسیلے سے مانگو۔''
حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے، اسے نہ تو کسی عالم نے نقل کیا ہے اور نہ کسی حدیث کی کتاب میں اس کا وجود ہے۔ شریعت سے تو صرف یہ ثابت ہے کہ دعاء میں درود پڑھی جائے اور بس۔[قاعدةٌ جلیلةٌ في التوسل والوسیلة: ۱۴۷]

[۸۰] إذا کانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلها، وصوموا نهارها فإن اللّٰه ینزل فیها لِغروب الشمس إلی سماء الدنیا، فیقولُ:ألامِن مستغفرٍلي فأغفرَ لهُ، ألامِن مُسترزق فأرزُقهُ، ألامُبتلی فأُعافِیَهُ، ألاکذا وکذا حتی یطلُعَ الفجر.[سُنن ابن ماجۃ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا[۵] باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان[۱۹۱] حدیث: ۱۳۸۸، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۱۳۰۸، تفسیر

القرطبی ۱۶:۱۱۱' حدیث:۵۴۶۳' ۵۴۶۴' شعب الایمان ۳:۳۷۹' حدیث:۳۸۲۲]

''شعبان کی پندرھویں رات کو عبادت میں مصروف رہو اور اسی دن روزہ رکھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اُسی روز غروبِ شمس کے ساتھ آسمانِ دنیا کو تشریف لاکر کہتے ہیں: کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے کہ میں اُس کی مغفرت کروں؟ کیا کوئی رزق طلب کرنے والا ہے کہ میں اُسے رزق دوں کیا کوئی بیمار صحت چاہنے والا ہے کہ میں اُسے صحت بخشوں؟ یہ معاملہ صبح تک رہتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس کے راوی ابن ابی سَبرۃ ابوبکر بن عبداللہ بن محمد کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کا شمار واضعین حدیث میں ہوتا ہے۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۵۱۰' نص:۱۱۹۳' الکامل فی ضعفاء الرجال ۹:۲۰۲' ترجمہ:۱۲/۲۲۰۰]

[۸۱] إذا كانوا ثلاثة فليؤمهم أقرؤهم لكتاب الله' فإن كانوا في القراءة سواء فأكبرهم سِنًّا' فإن كانوا في السن سواء فأحسنهم وجها. [السنن الکبریٰ ۳:۱۲۱' الجامع الصغیر' حدیث:۸۲۹]

''جب تین آدمی اکٹھے ہوں تو ان میں سب سے زیادہ قرآن جاننے والا انہیں نماز پڑھائے اور اگر قرآن کا علم رکھنے میں سب برابر ہوں تو پھر ان میں سب سے بڑی عمر والا نماز پڑھائے اور اگر اس میں بھی ایک جیسے ہوں تو پھر وہ شخص نماز پڑھائے جو سب سے زیادہ خوب صورت ہو۔''

اس میں فأحسنهم وجهًا کا اضافہ منکر ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں: یہ منکر و بے اصل ہے اور شاید اسے عبدالعزیز بن معاویۃ کی کتابوں میں ان کی لاعلمی اور بے خبری میں گھسیڑا گیا ہو۔

[الاسامی والکنیٰ' حاکم ۴:۲۸۰' تہذیب التہذیب ۶:۳۱۹-۳۲۰]

نیز اس صحیح حدیث کے خلاف ہے' جس میں مذکور ہے کہ: يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله فإن كانت قراءتهم سواء فليؤمهم أقدمهم هجرة فإن كانوا في الهجرة سواء فليؤمهم أكبرهم سِنًّا.

[صحیح مسلم ۱:۴۶۵' کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ [۵] باب من احق بالامامۃ [۵۳] حدیث:۲۹۰-۶۷۳]

[۸۲] إذا كتب أحدكم كتاباً فليتربه فإنه أنجح للحاجة.

[سنن ترمذی' کتاب الاستئذان [۴۳] باب ما جاء فی تتریب الکتاب [۲۰] حدیث:۲۷۱۳' واللفظ لہٗ سنن ابن ماجۃ' کتاب الادب [۳۳] باب تتریب الکتاب [۴۹] حدیث:۳۷۷۴]

’’جب تم میں سے کوئی خط لکھے تو اسے چاہئے کہ اس پر مٹی چھڑکے کیونکہ ایسا کرنے سے مطلب برآری کی زیادہ امید ہے۔‘‘

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هذا حديثٌ منكرٌ، لا نعرفه عن أبي الزبير إلّامن هذا الوجه. و حمزة هو عندي ابن عمروٍ النصيبي ' و هو ضعيفٌ في الحديث. [سنن ترمذی ۵:۶۳]

’’یہ حدیث منکر ہے جو ہمیں ابن الزبیر سے اس سند کے ساتھ معلوم ہے اور حمزۃ میرے نزدیک ابن عمرو نصیبی [جزری] ہے جو حدیث میں ضعیف تھا۔‘‘

اس حمزہ کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ایک ٹکے کے برابر بھی نہیں۔

[التاریخ ۲:۱۳۴، ۴:۴۸۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کے ناموں سے موضوع روایات نقل کرنے میں منفرد ہوتا ہے۔ اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ [المجروحین ۱:۳۳۳، ترجمہ:۲۸۲]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: احادیث وضع کرتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۲۶۲، ترجمہ:۱۳۳-[۵۰۲]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: متروک تھا۔ [الکاشف ۱:۲۵۴]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حمزہ بن ابی حمزہ جعفی الجزری النصیبی، جن کے والد کا نام میمون یا عمرو تھا متروک اور احادیث گھڑنے سے متہم تھا۔ [تقریب التہذیب: ۲۱۵-۲۱۶، ترجمہ:۱۵۱۹]

امام احمد بن محمد بن حنبل فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔ [التذکرۃ، زرکشی:۶۱، حدیث:۵۷]

امام سمعانی امام ابن عبدالوہاب الحَجَبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: میں [الحجبی] اور امام یحییٰ بن معین ایک محدث کی مجلس میں حدیث کی املاء کرتے تھے۔ املاء سے فراغت کے بعد میں نے اپنے جزء پر مٹی چھڑکنا چاہا تو امام یحییٰ بن معین نے مجھے ایسا کرنے سے روکا اور مجھ سے کہا کہ ایسا کرنے سے دیمک اسے جلد ہی چاٹ لے گی، میں نے انہیں اُس روایت کا حوالہ دیا تو اس پر انہوں نے فرمایا اس کی سند ایک ٹکے کے برابر نہیں۔ [ادب الاملاء والاستملاء:۱۷۴]

[۸۳] إذا كتبتم الحديث فاكتبوه بإسناده، فإن يك حقا كنتم شركاء في الأجر و إن يَكُ باطلاً كان وِزره عليه.

[الجامع الصغیر‘ حدیث:۸۳۷‘ محاسن الاصطلاح:۳۱۰‘ اوائل نوع:۲۵: کتابت حدیث‘ شرح المواہب اللدنیۃ ۷:۴۷۷‘ الاجوبۃ الفاضلۃ:۲۶]

”جب تم حدیث لکھنا تو اسے باسند لکھو کیونکہ اگر وہ حق ہوئی تو تم اجر میں شریک ہو گے اور اگر وہ غلط ہوئی تو اس کا گناہ اُس پر ہو گا جس نے اس کو روایت کر کے نقل کیا ہے۔“

سند کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے‘ اور اس کی اہمیت دیگر نصوص سے ثابت ہے مگر زیر بحث روایت موضوع ہے۔

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر مسعدہ بن صدقہ کے ترجمہ میں لکھا ہے: یہ روایت موضوع ہے۔

[میزان الاعتدال۴:۹۸‘ ترجمہ:۸۴۶۶‘ لسان المیزان۶:۲۲‘ ترجمہ:۸۳]

[۸۴] إذا كنت بواد تخاف فيه السباع فقل :أعوذ بدانيال وبالجب من شر الأسد.

[عمل الیوم واللیلۃ ابن السنی:۱۰۷‘ حیاۃ الحیوان ۱:۹]

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمہیں جنگل میں کسی درندہ یا شیر کا خوف ہو تو کہا کرو کہ میں شیر کے شر سے دانیال اور اس کے کنوئیں کی پناہ مانگتا ہوں۔“

یہ روایت موقوف ہونے کے ساتھ موضوع ہے کیونکہ:

— ۱: نصوص قطعیہ مثلاً: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے صریح خلاف ہے۔

— ۲: اس کا ایک راوی ابراہیم بن المنذر رہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [میزان الاعتدال۲:۵]

— ۳: ایک راوی عبدالعزیز بن عمران ہے‘ جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر۶:۲۹]

— ۴: ایک راوی ابن ابی حبیبہ [ابراہیم بن اسماعیل] ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر۱:۲۷۱]

— ۵: ایک راوی داود بن حصین ہے جو اگرچہ اچھا آدمی تھا لیکن اس کی عکرمہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔ [میزان الاعتدال۱:۲۷۱] اور زیر بحث روایت بھی عکرمہ ہی سے منقول ہے۔

[۸۵] إذا لقيتَ الحاج فَسَلِّم عليه وصافِحهُ‘ ومُرهُ أن يستغفر لك قبلَ أن يدخل بيته فإنه مغفورٌ له. [مسند احمد۲:۶۹‘ ۱۲۸]

''جب تم حاجی سے مل لو تو اُسے سلام کرو اُس سے مصافحہ کرو اور اُس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا مانگو اِس سے پہلے کہ وہ گھر کے اندر داخل ہو جائے اِس لیے کہ اُسے بخش دیا گیا ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن البیلمانی ہے' جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا اور امام حُمیدی اُسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

[التاریخ الکبیر ۱:۱۶۳]

امام ابن ابی حاتم بھی اُسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۷:۳۱۱]

امام ابن حبان کہتے ہیں: اپنے والد کی سند سے دوسو روایات پر مشتمل ایک نسخہ کو بیان کرتا ہے جو سراسر موضوع ہے' اس فن کی کتابوں میں اس کا ذکر سوائے تعجب کے جائز نہیں' اور اس کی روایت سے کسی قسم کا استدلال بھی جائز نہیں۔ [المجروحین ۲:۲۷۳-۲۷۴' ترجمہ:۹۴۴]

[۸۶] إذا لم يجد أحدكم ماءً' و وجد النبيذ فليتوضأ به.

[سنن الدارقطنی ۱:۷۵' السنن الکبریٰ' بیہقی ۱:۱۲]

''تم میں سے کسی کو وضوء کا پانی نہ ملے اور نبیذ مل جائے تو نبیذ ہی سے وضوء کر لے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ:

– اس کا ایک راوی ''ابان بن ابی عیاش'' متروک ہے۔ [التاریخ' یحییٰ بن مَعین ۲:۶]

– دوسرا راوی ''جماعۃ'' ہے جو ضعیف ہے۔

– محفوظ' کھری اور سچی بات یہ ہے کہ یہ ''عکرمہ'' کا قول ہے۔ مرفوع حدیث نہیں۔

[سنن الدارقطنی ۱:۷۵' الاباطیل ۱:۳۳۵' العلل المتناہیۃ ۱:۳۵۹' نصب الرایہ ۱:۱۴۸]

[۸۷] إذا مات أحد من إخوانكم فنثرتم عليه التراب' فليقم رجل منكم عند رأسه ثم ليقل: يا فلان بن فلانة فإنه يسمع و لا يجيب.

[المعجم الکبیر ۸:۲۴۹' مجمع الزوائد ۲:۳۲۴' ۳:۴۵' تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۴۲۴' الغنیۃ ۲:۱۳۹]

''جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی وفات پا جائے اور تم اس کو دفن کر چکو تو تم میں سے ایک شخص اس کے قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور اسے یوں تلقین کرے کہ اے فلان بن فلانۃ' اس لیے وہ بات سنتا ہے لیکن جواب نہیں دیتا۔''

امام نووی فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔[المجموع شرح المہذب ۶: ۴۲۴، ۴۲۵]

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: ويروَى فيه حديث ضعيفٌ ذكره الطبراني في معجمه من حديث أبي أمامة رضی اللہ عنہ...... [الروح ۱: ۱۹۲]

''اس [تلقین] کے بارے میں ایک ضعیف حدیث نقل کی جاتی ہے جسے طبرانی نے سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کیا ہے۔''

مزید فرماتے ہیں: اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔[زاد المعاد ۱: ۵۲۳]

حافظ ابن حجر اس روایت کی صحت پر زور دیتے ہیں۔[تلخیص الحبیر ۲: ۱۳۵، ۱۳۶]

لیکن ایسا کرنا نادرست ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں سعید بن عبداللہ الازدی ہے، جو مجہول ہے امام ابن ابی حاتم صرف ان کا نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔[الجرح والتعدیل ۴: ۷۶]

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: دفنانے کے بعد تلقین میت والی حدیث کو ابن صلاح، نووی، ابن قیم اور حافظ عراقی اور ہمارے شیخ [حافظ ابن حجر] نے اپنی بعض تصانیف میں اور دوسرے محدثین نے بھی ضعیف کہا ہے۔[المقاصد الحسنۃ: ۲۶۵ تذکرۃ الموضوعات، محمد طاہر ہندی: ۲۱۵]

[۸۸] إذامات أحدكم فلاتحبسوه وأسرعو به إلى قبره وليقرأ عند رأسه بفاتحة الكتاب وعند رجليه بخاتمة البقرة في قبره .

[المعجم الكبير ۱۲: ۳۴۰، حدیث ۱۳۶۱۳، شعب الایمان ۷: ۱۶، حدیث: ۹۲۹۴، مجمع الزوائد ۳: ۴۴، مشکاۃ المصابیح ۱: ۵۳۸، حدیث: ۱۷۱۷، آثار السنن: ۳۳۸، ہامش]

''جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے روک کر نہ رکھو اور اسے اُس کی قبر کی طرف جلدی لے جاؤ، اُس کے سرہانے سورۃ الفاتحۃ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی جانب سورۃ البقرۃ کا خاتمہ [آخری حصہ] پڑھو۔''

–۱: اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ بن ضحاک بابلتی ہے، جو حافظ ابوحاتم کی تصریح کے مطابق ضعیف تھا۔[الجرح والتعدیل ۹: ۱۶۴]

–۲: اس کی سند میں ایوب بن نہیک بھی ہے جو منکر الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل ۲: ۲۵۹]

جب کہ امام ازدی فرماتے ہیں: متروک تھا۔[میزان الاعتدال ۱: ۲۹۴]

یہ روایت مرفوعًا اسی سند کے ساتھ مروی ہے جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں: لم يكتب إلّا بهذا

الإسنادفيماأعلم، وقدروينا القراءة المذكورة فيه عن ابن عمرؓ موقوفاً عليه.

[شعب الایمان:۷:۱۶]

’’جتنا ہمیں معلوم ہے،اس کی مرفوع سند یہی ہے،البتہ مذکورہ قراءت کے بارے میں سیدنا ابن عمرؓ کی ایک موقوف روایت ہے۔‘‘

پس مرفوعاً یہ روایت ضعیف ہے اور جو روایتیں حافظ ہیثمی نے [مجمع الزوائد۳:۴۴ میں] مرفوعاً اور حافظ ابن قیم نے [الروح طبع قدیم:۱۰،طبع جدید ا:۱۸۶،۱۸۷میں] موقوفاً نقل کی ہیں، وہ بھی ضعیف ہیں ان دونوں کی سند میں عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج ہے، جس کے شمار مجہولین میں ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ذہبی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ:

ما رَوَى عنه سِوَى مبشر بن اسماعيل الحلبي. [میزان الاعتدال۲:۵۷۹]

’’مبشر بن اسماعیل حلبی کے علاوہ کسے دوسرے راوی نے اُس سے کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے۔‘‘

اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے، تو اِس سے ان آیات کا قبر کے پاس پڑھنا مستحب ثابت ہوگا جیسا کہ علامہ طحطاوی [1] نے لکھا ہے: ويستحب أن يقرأعلى القبربعد الدفن أول سورة البقرة و خاتمتها. [شرح مراقی الفلاح:۳۴۱]

اورفقیہ امام زادہ سمرقندی [2] لکھتے ہیں: وَتُستَحَبُّ قراءةُ فاتحة الكتاب عندرأس الميت، وقراءة فاتحة البقرة عند رجليه. [شرعۃ الاسلام:۲۹۹]

---

(۱) احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی/طہطاوی۔حنفی فقیہ ہیں۔مصر کے شہر اسیوط کے قریبی قصبہ طہطا میں پیدا ہوئے ازہر میں علم حاصل کیا۔سلسلہ مشیخۃ الحنفیۃ سے منسلک ہوئے۔بعض مشائخ نے انہیں اس سلسلہ سے نکالا مگر جلد ہی اُن کی واپسی ممکن ہوئی۔۱۲۳۱ھ=۱۸۱۶ء کو قاہرہ میں فوت ہوئے۔[حدائق الحنفیۃ:۴۸۶،الاعلام ا:۲۴۵]

(۲) محمد بن ابی بکر بن مفتی بن ابراہیم شرغی [شاید:چرخی] ابوالمحاسن، واعظ، رکن الاسلام، سدید الدین، امام زادہ حنفی، ۴۹۱ھ کو شرغ [چرخ] میں پیدا ہوئے۔جو بخاریٰ کے قریب ایک قصبہ ہے۔بڑے بڑے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔علامہ سمعانی ان کے شاگرد رہے ہیں۔مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: میں نے اُن کی کتاب شرعۃ الاسلام کا مطالعہ کیا ہے جو فقہی مسائل اور صوفیہ کے آداب پر مشتمل ہے لیکن اس میں بکثرت جھوٹی روایتیں اور منکر وضعیف اخبار وآثار بھی ہیں۔۵۷۳ھ کو وفات پائی۔

[الجواہر المضیئۃ:۳۱۹،ترجمہ:۱۱۹۴،الفوائد البہیۃ:۲۶۶،ترجمہ:۳۳۸]

''میت کے سرہانے سورۃ الفاتحۃ پڑھنا اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات کا پڑھنا مستحب ہے۔''

حالانکہ ہم نے آج تک کسی کو قبر کے سرہانے سورۃ الفاتحۃ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ رہی علامہ طحطاوی کی بات' سو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ عملاً فرض کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور مستحب اَفعال کے بارے میں علامہ طیبی اور ملا علی قاریؒ حنفی فرماتے ہیں: أنَّ مَن أصَرَّ علی أمرٍ مندوبٍ' و جعله عزماً' ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال' فكیف من أصر علی بدعة و منكر ؟[الکاشف عن حقائق السنن ۲:۴۷۳' مرقاۃ الفاتیح ۳:۳۱' بذیل حدیث: ۹۴۶]

''جس نے کسی مندوب اور مستحب چیز پر اصرار کیا اور اس کو عزیمت بنا لیا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو گویا اس کو شیطان نے گمراہی کے راستے پر ڈال دیا' پس کیا حال ہوگا اُس شخص کا جو کسی بدعت اور بُری چیز پر اصرار کرتا ہے؟''

[۸۹] إذا مُدِح الفاسق غضب اللّٰهُ و اهتزلذلك العرش . [کتاب الصمت :۱۴۳' روایت: ۲۲۸' تاریخ بغداد ۷: ۲۹۸' ترجمہ: ۳۸۰۶' ۸: ۴۲۸' ترجمہ: ۴۵۳۴' المجروحین ۱: ۲۶۷]

''فاسق کی تعریف کرنے سے اللہ تعالیٰ غصہ ہو جاتے ہیں اور اس سے عرش بھی کانپ جاتا ہے۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اسے ابو یعلیٰ اور ابن ابی الدنیا نے الصمت میں نقل کیا ہے جس کی سند میں کمزوری ہے۔ [فتح الباری ۱۰: ۴۷۸]

مگر یہ تساہل ہے اور یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی حازم بن عطا ابو خلف ہے — جو سیدنا انس ﷛ کے خادم اور نابینا تھے — اس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: غیر معروف ہے اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۱۰۹' ترجمہ: سابق بن عبداللہ الرقی]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث اور غیر قوی تھا۔ [الجرح والتعدیل ۳: ۲۷۹]

امام یحییٰ بن معین اسے جھوٹا کہتے تھے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۵۲۱]

اور خود حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: متروک ہے اور امام یحییٰ بن معین نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

[تقریب التہذیب: ٦٦٤' ترجمہ: ۸۰۸۳]

[۹۰] إذا مررت ببلدةٍ لیس فیها سلطان فلا تدخلها' إنما السلطان ظِلُّ اللّٰه و رمحه في الأرض . [شعب الایمان ٦: ۱۸' حدیث: ۷۳۷۵' السنن الکبریٰ ۸: ۱٦۲]

اس کا ترجمہ محترم مطیع اللہ صاحب حقانی چیرمین شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج پشاور نے اس طرح کیا ہے: ''جب تم ایک ایسے شہر پر گزرتے ہو جہاں کا کوئی حاکم نہ ہو، پس تم ایسے شہر میں داخل مت ہو جانا کیونکہ بادشاہ تو زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔''

[ماہ نامہ الحق جلد ۳۶، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۰، مضمون: ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں]

لیکن اس روایت کی سند میں جو خامیاں ہیں، اُن کی طرف حقانی صاحب نے اشارہ تک نہیں کیا، وہ خامیاں یہ ہیں:

–۱: اس کا راوی سعید بن عبداللہ مجہول ہے۔ كما في هامش الشعب.

–۲: الربیع بن صبیح سچے، عابد اور مجاہد تو تھے مگر سيئ الحفظ [خراب حافظے والا] تھے۔

[تقریب التہذیب: ۲۴۲، ترجمہ: ۱۸۹۵]

–۳: حسن [بن ابی الحسن] بصری اپنی جلالت شان کے باوجود مدلس تھے۔

[تقریب التہذیب: ۱۹۷، ترجمہ: ۱۲۲۷]

اور اس کی سند میں وہ عن، عن کرتے ہیں اور مدلس کی عن، عن والی روایت مردود ہوتی ہے۔

[۹۱] إذا وصى أحدكم أخاه فليحسن كفنه فإنهم يبعثون في أكفانهم ويتزاورون في أكفانهم. [تاریخ بغداد ۹: ۸۰]

''جب کوئی کسی کو مرتے وقت وصیت کرے تو اُسے چاہئے کہ اسے بہترین کفن پہنائے، کیونکہ روز قیامت لوگوں کو اُن کے کفنوں میں اٹھایا جائے گا اور یہ ان کفنوں میں ایک دوسرے سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔''

یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی سعید بن سلام بصری ہے جس کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک تھا۔ مکہ معظّمہ میں رہائش پذیر تھا اور بواطیل کی روایت کیا کرتا تھا۔

[تاریخ بغداد ۹: ۸۱، سوالات البرقانی: ۳۲، ترجمہ ۱۷۷]

امام احمد فرماتے ہیں: جھوٹا تھا اور فرمایا: اس کی روایت کو پرے پھینک دو۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۳: ۳۶۱، نص: ۵۵۸۵]

[۹۲] أذكر أحب الناس إليك فقال: يامحمداه ﷺ.

[عمل الیوم واللیلۃ، ابن سنی: ۸۸–۸۹، الاذکار، نووی ۲: ۳۶۰]

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ایک دفعہ سن ہو گیا تو کسی نے کہا: اسے یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو انہوں یا محمداہ [ﷺ] کہا۔ [مقیاس حنفیت از محمد عمر اچھروی: ۴۸۶]
– اس کی ایک سند میں شعبہ طحّان نامی راوی ہے جو امام دار قطنی کی تصریح کے مطابق مجہول تھا۔

[سوالات البرقانی: ۷۷]

– دوسری سند میں محمد بن مصعب القرقسانی ہے جس کے متعلق خطیب بغدادی لکھتے ہیں: چونکہ احادیث کو زبانی بیان کیا کرتے تھے اس لیے کثرت سے غلطیاں کرتے تھے۔ [تاریخ بغداد ۳: ۲۷۷]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا جس کے باعث قلب اسانید کا شکار ہوئے اور مرسل کو مرفوع بنانے لگے اس لیے جب یہ منفرد ہوں تو نا قابل احتجاج ہیں۔

[المجروحین ۲: ۳۱۰، ترجمہ: ۹۹۲]

– تیسری سند میں زہیر بن معاویہ بن حُدَیج عن ابی اسحاق السبیعی ہے۔ زہیر اگر چہ ثقہ تھے لیکن محدثین نے تصریح کر دی ہے کہ ان کو جو حدیث ابو اسحاق کے طریق سے ہو وہ ضعیف ہوتی ہے۔

[میزان الاعتدال ۲: ۸۶، تقریب التہذیب: ۲۵۳، ترجمہ: ۲۰۵۱]

ابو اسحاق السبیعی: عمرو بن عبداللہ مدلس تھا۔ [تعریف اہل التقدیس: ۱۰۱]
اور اس کی زیرِ نظر روایت ''معنعن'' ہے اس لیے مردود ہوئی۔
نیز ابو اسحاق سبیعی آخری عمر میں ''مختلط'' ہو گئے تھے اس لیے امام فسوی فرماتے ہیں: مختلط ہونے کی وجہ سے متروک ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۲۷۰]

[۹۳] أُذكروا الفاجرَ بما فيه كي يحذره الناس.

[تفسیر قرطبی ۱۶: ۲۹۰، بذیل تفسیر سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۲، حدیث: ۵۶۰۳]

''تم فاجروں کی بُرائیاں بیان کرو تا کہ لوگ اُن سے بچیں''۔

اس کا راوی جارود بن یزید نیشاپوری ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۲: ۲۳۷]
امام ابو حاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث اور کذاب تھا۔ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔

[الجرح والتعدیل ۲: ۵۲۵]

امام ابن حِبان لکھتے ہیں: مشاہیر کے نام سے منکر اور بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔

[المجروحین ۱:۲۶۰-۲۶۱]

اس لیے امام عقیلی، حافظ ذہبی اور امام بیہقی اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔

[الضعفاء الکبیر ۱:۲۰۲، سیر اعلام النبلاء ۹:۴۲۶، شعب الایمان ۷:۱۰۹، السنن الکبری ۱۰:۲۱۰]

[۹۴] أذکروا اللّٰہ ذکراً یقول المنافقون :انکم تراء ون.

[المعجم الکبیر ۱۲:۱۳۱: حلیۃ الاولیا ۳:۸۱]

''اللہ کا ذکر ایسا کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔'' [فضائل ذکر:۳۷]

اس کی سند میں حسن بن ابی جعفر جفری عابد وزاہد راوی ہے۔ بعض محدثین نے اگرچہ ان کی تعریف کی ہے لیکن حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: ضعیف تھا۔ [مجمع الزوائد ۱۰:۷۶]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۲:۲۸۸]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: عابد وزاہد اور مجاب الدعوۃ تھے لیکن فن حدیث سے غافل تھے اس لیے اس کی کوئی بھی روایت قابل قبول نہیں۔ [المجروحین ۱:۲۸۷]

[۹۵] أربع من الجفاء: مَن بالَ قائماً، ومَن مسح جبهته قبل الفراغ مِن الصلاة، ومَن سمع الأذان ولم یجب، ومَن سمع ذِکري ولم یصل عَلَيَّ.

[البدائع الصنائع، کاسانی ۱:۱۵۵: الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۴۳۷]

''چار کام گناہ کے ہیں: کھڑے کھڑے پیشاب کرنا، نماز سے فارغ ہو جانے سے پہلے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرنا، اذان سننے کے باوجود نماز نہ پڑھنا اور یہ کہ میرا نام کوئی سُن لے اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

اس روایت کی آخر الذکر دو باتیں تو صدفی صد درست ہیں۔ دوسری بات کو اکثر فقہاء نے بھی مکروہ لکھا ہے لیکن اول الذکر بات ''کھڑے کھڑے پیشاب کرنے'' کو گناہ کہنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، اس لیے کہ:

۱- اس روایت کا مرکزی راوی ہارون بن ہارون بن عبداللہ بن ہدیر ہے جس کے متعلق امام بخاری اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں: قوی نہیں۔ منکر روایات بیان کرتا ہے اور اس کی روایت متابعت کے طور پر بھی پیش کرنا درست نہیں۔ [التاریخ الصغیر ۲:۱۷۶، الجرح والتعدیل ۸:۹۸]

امام دارقطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔[کتاب الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵٦۸]

اورامام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کی سند سے موضوعات نقل کرتا ہے اس کی روایت نا قابل احتجاج اور نا قابل استدلال ہوتی ہے۔[المجروحین۲:۴۴۲، ترجمہ:۱۱٦۲]

۲- : اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے، جس میں مذکور ہے:

أن النبي ﷺ أتى سباطة قومٍ ففج رجليه ثم بال قائماً.

[سنن ترمذی، ابواب الطہارۃ[۱] حدیث:۱۳، سنن ابن ماجۃ، کتاب الطہارۃ وسننہا[۱] باب ماجاء فی البول قائماً [۱۳] حدیث:۳۰٦، مسند احمد۴:۲۳٦، صحیح ابن خزیمہ، حدیث:٦۳، السنن الکبریٰ، بیہقی۱:۱۰۱]

''رسول اللہ ﷺ ایک گھورے-گھورا: جہاں کوڑا کوکٹ اور نجاست وغیرہ ڈالتے ہیں- پر تشریف لے گئے اور وہاں اپنے دونوں ٹانگوں کو پھیلا کر کھڑے کھڑے پیشاب کردیا۔''

یہ ٹھیک ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی عادت بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی، جس کی وجہ سے مشرکین اُن کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ عورتوں کی طرح بیٹھ کر پیشاب کرتے ہیں جیسا کہ احادیث کی کتابوں میں مصرح ہے لیکن کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفا کہنے والی یہ روایت نادرست ہے۔

[۹٦] أربعٌ منْ سُنَنِ المُرسَلِينَ: الحياءُ والتَّعَطُرُ وَالسِّواكُ وَالنِّكاح.

[سنن ترمذی، کتاب النکاح[۹] باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ[۱] حدیث:۱۰۸۰، مسند احمد۵:۴۲۱، المعجم الکبیر، طبرانی۴:۱۸۴]

''چار چیزیں انبیاء کی سنت ہے: شرم وحیاء، خوش بو لگانا، مسواک کرنا اور شادی کرنا۔''

یہ روایت پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی، کیونکہ اس کا ایک راوی ابوالشِّمال مجہول ہے۔

[الکاشف۳:۳۴٦، تقریب التہذیب:٦۷۳، ترجمہ:۸۱٦۱]

[۹۷] أربع لايشبعن من أربع: أرض من مطرٍ، وأنثى من ذَكَرٍ، وعين مِن نظرٍ وعالمٌ من علمٍ. [تاریخ مدینۃ دمشق۴۵:۴۰۰، ترجمہ:۵۳۰۷، تہذیب تاریخ دمشق۳:۳٦۱، المعجم الأوسط ٦:۱۳۵، حدیث:۸۲٦٦، حلیۃ الاولیاء۲:۲۸۱: مجمع الزوائد۱:۱۳٦]

''چار چیزیں چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں: پانی بارش سے، عورت، مرد سے، آنکھ دیکھنے سے اور

عالم علم سے۔''

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کا راوی عبدالسلام بن عبدالقدوس کسی بھی طرح لائق احتجاج و استدلال نہیں کیونکہ موضوعات نقل کرتا ہے۔[المجروحین۲:۱۳۵'ترجمہ:۶۱۷]

حافظ ذہبی اور حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الأوسط میں عبدالسلام بن عبدالقدوس کلاعی کی سند سے نقل کیا ہے جو ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔

[میزان الاعتدال۲:۶۱۷: مجمع الزوائد۱:۱۳۶]

حافظ ابن جوزی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[الموضوعات۱:۲۳۵'الاسرار المرفوعۃ:۱۱۸'المصنوع فی الموضوع:۵۴]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس روایت کو حسین بن علوان کذاب کے ترجمہ میں نقل کیا ہے اور اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے دونوں نے لکھا ہے:

وَ کَذَّابٌ من کَذِبٍ. [میزان الاعتدال۱:۵۴۲:لسان المیزان۲:۲۹۹]

''اور جھوٹا جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی طرف اسے منسوب کرنا قطعی طور پر باطل ہے۔

[روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین:۸۹]

[۹۸] أُرِيتُ بنی أمیة فی صورة القرده والخنازیر'یصعدون منبری'فشُقّ ذلك عَلَیَّ' فأنزلت:اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ. [تاریخ بغداد۹:۴۴: درمنثور۸:۵۲۰]

''مجھے خواب میں بنوامیہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں دکھائے گئے جو میری منبر پر اوپر نیچے دوڑتے تھے'یہ صورت حال مجھ پر بہت شاق گزری تو سورۃ القدر نازل ہوئی۔''

امام جورقانی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل اور موضوع ہے'اس کی سند میں الشاذکونی: سلیمان بن داود المنقری ہے جو جھوٹا تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔[الاباطیل والمناکیر۱:۲۵۵:العلل المتناہیۃ۲:۲۱۳]

حافظ صالح بن محمد فرماتے ہیں: شاذکونی بڑا حافظِ حدیث تھا لیکن جھوٹ بولا کرتا تھا۔

[میزان الاعتدال۲:۲۰۵]

[۹۹] أَشِکَنُبُ أَشِکَمَتُ [شکم]درد؟ [سنن ابن ماجۃ' کتاب الطب[۳۱]باب الصلاۃ شفاء[۱۰]

حدیث: ۳۴۵۸، مسند احمد ۲: ۳۹۰، تفسیر ابن جریرا: ۲۹۸، تفسیر ابن کثیرا: ۹۳، تفسیر ماوردی ا: ۱۱۵، بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۴۵]

''کیا تو دردِ شکم میں مبتلا ہے؟''

کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ منہ کے بل اوندھے لیٹے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا کیا تیرے شکم [پیٹ] میں درد ہو رہا ہے؟ انہوں نے اِثبات میں جواب دیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اٹھو، نماز پڑھو کیونکہ نماز میں شفا ہے۔

اس روایت کا مرکزی راوی ذواد بن عُلَیَّہ ہے جو امام ابن معین کی تصریح کے مطابق لیس بشيء تھا۔ [التاریخ ۲: ۱۵۸، نص: ۱۷۶۱]

امام بخاری فرماتے ہیں: اپنی روایات میں تضاد و تخالف کا شکار رہا کرتا تھا۔ [التاریخ الصغیر ۲: ۲۳۵]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت مُرسل ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۳۲، ترجمہ: ۲۶۹۸]

امام ابن الاصبہانی (۱) کہتے ہیں: اسے ذواد نے مرفوع بنا کر نقل کیا ہے حالانکہ یہ بات بالکل بے اصل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فارسی دان نہیں تھے تو اُن سے فارسی میں بات چیت کرنے میں حکمت ہی کیا ہے؟ [التاریخ الصغیر ۲: ۲۳۵، الضعفاء الکبیر، عقیلی ۲: ۴۸]

[۱۰۰] أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهديتم.

[جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۹۵، حدیث: ۱۶۸۴، ۱۰۳، حدیث: ۱۷۰۴، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۶۰۱۸]

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔''

[رسائل ومسائل ۲: ۳۳، اصول السنۃ اُردو: ۹۳، اسلام اور تربیت اولاد ۲: ۳۷]

یہ روایت کئی اَسناد اور طرق سے مروی ہے، جن کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

— طریق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ: حسین بن عبداللہ قطان، حدثنا ایوب الوزان، حدثنا غسان بن عبید، حدثنا حمزۃ الجزری، عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

---

(۱) عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابن الاصبہانی، کوفی، جہنی، جدلی۔ جَدیلہ قیس کے مولیٰ تھے۔ اُن کا گھر کوفہ میں تھا۔ اصبہان میں تجارت کیا کرتے تھے۔ خالد بن عبداللہ جب عراق پر امیر تھے اُس زمانہ میں وفات پائی۔

[رجال صحیح مسلم، ابن منجویہ: ۳۲۱، ترجمہ: ۸۹۹، تہذیب الکمال ۱۷: ۲۴۲، ترجمہ: ۳۸۷۹]

إنماأصحابي مثل النجوم ‘فأيُّهم أخذتم بقوله اهتديتُم.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۶۳‘ ترجمہ حمزۃ بن ابی حمزۃ النصیبی :۱۳۳-[۵۰۲]

’’بے شک میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں‘ پس تم نے جس صحابی کے قول پر عمل کیا تو تم ہدایت پاؤ گے۔‘‘

اس کا ایک اور طریق اسی طرح ہے: عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز‘ حدثنا عمرو الناقد‘ حدثنا عمرو بن عثمان الکلابی‘ حدثنا ابوشہاب‘ عن حمزۃ الجزری‘ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ‘ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

إنماأصحابي مثل النجوم يُهتَدَى بهم‘فأيُّهم أخذتم بقوله اهتديتُم.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۶۳‘ ترجمہ حمزۃ بن ابی حمزۃ النصیبی :۱۳۳-[۵۰۲]

اس کے راوی حمزہ بن ابی حمزہ نصیبی کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۶۲]

یہ بھی لکھتے ہیں کہ: و كل مايرويه أوعامته مناكيرٌ موضوعةٌ‘والبلاء منه‘ليس ممن يُروَى عنه‘ و لا ممن يَروِي هو عنهم. [الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۶۶]

’’اس کی ساری اور عام روایتیں موضوع ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس ہی کا کیا دھرا ہے‘ اُس کے اساتذہ اور شاگرد اس سے مبرا اور مستثنیٰ ہوتے ہیں۔‘‘

حافظ ذہبی حمزہ بن ابی حمزہ جزری نصیبی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک پیسے کے برابر نہیں ہے۔ منکر روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے اور اس کی عام روایتیں موضوع ہوتی ہیں اور پھر بطور مثال یہی روایت نقل کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۶۰۶-۶۰۷]

- طریق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ : حدثنا احمد بن عمر‘ حدثنا عبد بن احمد‘ حدثنا علی بن عمر‘ حدثنا القاضی احمد بن کامل‘ حدثنا عبداللہ بن روح‘ حدثنا سلام بن سلیم‘ حدثنا الحارث بن غصین‘ عن الاعمش عن ابی سفیان‘ عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ:

أصحابى كالنجوم بأيهم اِقتديتم اِهتديتم. [المؤتلف والمختلف‘ دارقطنی ۴:۱۷۷۸]

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: هذاإسنادٌ‘لاتقوم به حجةٌ‘لأن الحارث بن غصين مجهولٌ.

[جامع بیان العلم وفضلہ ۲:۱۱۷‘ حدیث:۱۷۶۰]

''اس سند سے نقل کی ہوئی روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے اس لیے کہ اس کا راوی حارث بن غصین مجہول ہے۔''

- طریق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ : جو یبر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المدخل الی السنن الکبریٰ، بیہقی، حدیث:۱۵۲]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا راوی جو یبر شدید ضعیف ہے اور ضحاک نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں سنی اس لیے یہ منقطع بھی ہوئی۔[مُوافَقَةُ الْخُبُرِالْخَبَرَا:۱۴۶]

حافظ ابن حجر یہ بھی لکھتے ہیں: أخرجه البيهقي أيضاًمن وجهٍ آخرعن جويبرعن جواب بن عبدالله عن النبي ﷺ، وهو مرسلٌ أو معضلٌ.[مُوافَقَةُ الْخُبُرِالْخَبَرَا:۱۴۶]

''اسے امام بیہقی نے [المدخل، حدیث:۱۵۳ میں] بسند جو یبر، عن جواب بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ سے بھی نقل کیا ہے، جو مرسل یا معضل ہے۔''

- طریق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: حدثنا حمزة الكاتب، حدثنا نعيم بن حماد، حدثنا عبدالرحيم بن زيد العمی، عن ابيه، عن سعيد بن المسيب (۱)، عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ:

سألتُ ربي فيمااختُلف فيه أصحابي من بعدي، فأوحى عزوجل إليَّ: يامحمد! إنَّ أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء، بعضهم أضوأُ من بعضٍ، فمن أخذ بشيء مما هُم عليه من اختلافهم، فهوعندي على هُدًى.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۱۵۱، ترجمہ زید بن الحواری العمی ۱۴-[۶۹۹] المدخل الی السنن الکبریٰ، حدیث:۱۵۱، تاریخ مدینۃ دمشق ۱۹:۳۸۳، ترجمہ:۲۳۳۵، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۵، کنز العمال، حدیث:۹۱۷]

''میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ محمد! [ﷺ] آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں،

---

(۱) سعید بن مُسَیَّب بن حَزْن بن ابی وہب، ۱۳ھ=۶۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ مدینہ منورہ کے سات بڑے فقہاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ محدث، فقیہ اور عابد و زاہد تھے۔ زیتون کی تجارت کر کے اس کی آمدنی سے اپنا پیٹ پالتے تھے اور کسی سے کسی قسم کا کوئی وظیفہ نہیں لیتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ ۹۴ھ=۷۱۳ء کو وفات پائی۔ [طبقات ابن سعد ۵:۱۱۹، الاعلام ۳:۱۰۲]

جن میں سے بعض دوسروں کے بنسبت زیادہ روشن ہیں، جس نے اُن کے اختلافی مسائل میں سے جس کی رائے پر عمل کیا تو میرے نزدیک وہ ہدایت یافتہ ہے۔''

امام ابن عدی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ متن منکر ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۱۵۱]

یہ روایت بھی موضوع ہے، اس لیے کہ اس کا راوی نُعیم بن حماد مروزی ہے، جس پر وضع احادیث بے اصل روایات بیان کرنے اور موقوف روایات کو مرفوع بنا کر بیان کرنے کے الزامات ہیں۔

[جامع العلوم والحکم۲:۳۹۴]

یہ راوی سنت کی تقویت کے لیے احادیث اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مثالب میں جھوٹے قصے بنایا کرتا تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۲۵۱، میزان الاعتدال۴:۲۶۹، ترجمہ:۹۱۰۲]

امام ابن ابی العز اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: وقد سُئِلَ البزار عن هذاالحديث فقال: لا يصحُّ هذا الكلام عن النبي ﷺ. [مُوَافَقَةُ الْخُبُرِ الْخَبَرَا:۱۴۷، شرح العقیدۃ الطحاویہ۲:۶۹۲-۶۹۳]

''اس روایت کے بارے میں امام بزار سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت جائز نہیں۔''

-طریق سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ : اُن کی روایت حافظ ابن حجر عسقلانی نے المطالب العالیۃ ۴:۱۴۶، اور مُوافَقَةُ الْخُبُرِ الْخَبَرَا:۱۴۷-۱۴۸ میں نقل کیا ہے، اور لکھا ہے کہ: اس کے تین مسلسل راوی ضعیف ہیں: سلام الطّویل، زید العمی اور یزید الرقاشی۔[مُوَافَقَةُ الْخُبُرِ الْخَبَرَا:۱۴۸]

ان اِسنادی کمزوریوں کے باعث حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: و أمَّا الحديث المذكورُ فباطلٌ مكذوبٌ من توليد أهل الفسق لوجوهٍ ضروريةٍ.[اِحکام الاحکام، المجلد الثانی۵:۶۱]

''مذکورہ حدیث باطل اور جھوٹی ہے، جس کے وضع کرنے والے فاسق ہیں، اور اس کے بطلان کے کئی وجوہ ہیں۔''

آپ یہ بھی لکھتے ہیں: وأمَّا الرواية: أصحابي كالنجوم، فروايةٌ ساقطةٌ، فقد ظهر أنَّ هذه الرواية لاتثبت أصلاً بلاشكٍّ أنها مكذوبة.[اِحکام الاحکام، المجلد الثانی:۲۵۱-۲۵۲]

''اصحابی کالنجوم والی روایت ساقط الاعتبار ہے [اِسنادی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں کہ] اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اصلاً ثابت نہیں اور ہم بغیر کسی شک وشبہہ کے کہتے ہیں کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔''

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: هذاالكلام لايصح عن النبي ﷺ...... والكلام أيضاً منكرعن

النبی ﷺ. [جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۱۱۶-۱۱۷، حدیث: ۱۷۵۷]

''یہ روایت ﷺ نبی کو منسوب کرنا صحیح نہیں، بلکہ منکر ہے۔''

حافظ ذہبی اسے جعفر بن عبدالواحد کے بَلَایَا میں سے قرار دیتے ہیں جو باطل اور منکر روایات نقل کرتا ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۴۱۲، ترجمہ: ۱۵۱۱]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: هذا الكلام لا يصحُّ عن النبي ﷺ. [اعلام الموقعین: ۴۶۲]

''رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب یہ روایت صحیح نہیں ہے۔''

مزید تفصیل مطلوب ہو تو حافظ ابن حجر کی لسان المیزان ۲: ۱۱۸، ۱۳۷، موافقة الخُبر الخَبر ۱: ۱۴۵-۱۴۸ اور تلخیص الحبیر ۴: ۱۹۰-۱۹۱ کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید رہے گا۔

تنبیہ

شرعی لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کی درج ذیل قسمیں ہیں:

[۱] ایسے اقوال اور افعال جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا ہے اس کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا متفق علیہ موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع شریعت کی رو سے حجت ہے، اُس کی حجیت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اجماع صحابہ کے خلاف کوئی عقیدہ رکھنا یا کوئی عمل کرنا باعث تکفیر ہے۔

[۲] کسی صحابی کا اِجتہادی قول وفعل جو شرعی نصوص کے مطابق ہو، وہ حجت اور قابل اتباع ہے۔

[۳] کسی صحابی کا ایسا اجتہادی قول وفعل جس کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا اجتہادی قول وفعل موجود نہیں، تب تو وہ قابل اتباع اور قابل استدلال ہے اور اگر اُس کے خلاف کسی صحابی کا قول و فعل موجود ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ کن کا اجتہادی قول وفعل شرعی نصوص کے زیادہ قریب ہے جس پر عمل کیا جائے۔

[۴] کسی صحابی کا ایسا اجتہادی قول وفعل جو محض اس لیے نصوص سے متصادم ہے کہ اُنہیں نص نہ پہنچ سکی اور وہ اُن سے بے خبر رہے یا اُنہیں نص پہنچی ہے مگر وہ نص منسوخ ہے اور ناسخ نص اُن تک نہ پہنچ سکی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی اجتہادات اور اقوال واعمال نا قابل اتباع ہیں۔ اگر چہ نہ تو اُنہیں بدعت کہا جائے گا اور نہ گناہ۔ وہ اس باب میں معذور اور ماجور سمجھے جائیں گے، لیکن ان

امور میں اُن کی اتباع اور پیروی نہیں کی جائے گی۔

میں نے اس چوتھی قسم کو مدنظر رکھ کر أصحابي کالنجوم سے اتنی طویل علمی بحث کا بیڑہ اُٹھایا ہے جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، جن میں سے یہاں صرف دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱: حدیث میں ہے: الماءُ من الماءِ. [سنن ترمذی، ابواب الطہارۃ[۱] باب ماجاء ان الماء من الماء[۸۱] حدیث: ۱۱۰، سنن ابی داوٗد، کتاب الطہارۃ[۱] باب فی الاکسال[۸۴] حدیث: ۲۱۴]

''اِنزال کے بعد ہی غسل لازم ہوگا۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ سیدنا عتبان رضی اللہ عنہ (۱) نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

أرأیت الرجل یُعجلُ عن امرأته ولم یُمنِ ماذا علیه؟قال رسول اللّٰهﷺ: إنما الماء من الماء. [صحیح مسلم، کتاب الحیض[۳] باب انما الماء من الماء[۲۱] حدیث: ۸۰-[۳۴۳]

''جو شخص اِنزال ہوئے بغیر اپنی عورت سے الگ ہوجائے اُس کو کیا کرنا چاہئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنزال کے بعد ہی غسل لازم ہوگا۔''

جب کہ دوسری حدیث میں ہے: إذا جاوزَ الخِتانُ الخِتانَ وجب الغسل.

[سنن ترمذی، ابواب الطہارۃ[۱] باب ماجاء: اذا التقی الختانان وجب الغسل[۸۰] حدیث: ۱۰۹]

''جب ختان ختان سے تجاوز کرے تو غسل لازم ہے۔''

اس حدیث میں خِتانِ اول سے مراد موضع الإختتان من الرجل ہے اور ختانِ ثانی سے مراد موضع الخِتان من المرأة ہے۔ عورت کے لیے عام عربی میں خِتان کے بجائے خِفَاضٌ مستعمل ہے لیکن یہاں تغلیباً اس کے لیے ختان کا لفظ استعمال کرلیا گیا ہے اور مجاوَزة الختان تواری حشفہ سے کنایہ ہے۔ اسی حدیث کی بنا پر اس بات پر اجماع منعقد ہوچکا ہے کہ وجوبِ غسل کے لیے اِنزال ضروری نہیں بلکہ یہ مجاوَزت اگر مع الاکسال ہو، تب بھی غسل واجب ہے۔

---

(۱) عِتبان بن مالک بن عمرو بن عَجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن خزرج انصاری خزرجی سالمی رضی اللہ عنہ۔ بدری صحابی ہیں۔ اُن کے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مؤاخات تھا۔ نابینا تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جا کر اُن کے گھر کے اندر اُس جگہ نماز پڑھی تھی جہاں اُن کی فرمائش تھی۔ ۵۰ھ=۶۷۰ء کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۳: ۲۹۷-۲۹۸، ترجمہ: ۳۵۴۲، الاعلام ۴: ۲۰۱]

مگراس کے بالکل برخلاف حدیث میں وارد ہے کہ سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ **نے سیدنا عثمان** رضی اللہ عنہ **سے پوچھا:** أرأيتَ إذاجامَعَ فلم يُمنِ؟قال عثمان رضی اللہ عنہ:يتوضَّأُ كمايتوضَّأُ للصَّلاةِ و يغسلُ ذَكَره،قال عثمان رضی اللہ عنہ: سمعتُهُ من رسول اللّٰه ﷺ.فسألتُ عن ذلك عليًّا والزبير وطلحة وأبي بن كعب رضی اللہ عنہم فأمروه بذلك.

[صحیح بخاری، کتاب الوضوء[۴] باب من لم یری الوضوء الامن المخرجین[۳۵] حدیث:۱۷۹، کتاب الغسل[۵] باب غسل مایصیب من رطوبۃ فرج المرأۃ[۲۹] حدیث:۲۹۲، صحیح مسلم، کتاب الحیض[۳] باب انماء الماء من الماء[۲۱] حدیث:۸۶-[۳۴۷]

''اگر کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے؟ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ **نے فرمایا کہ جس طرح نماز کے لیے وضوء کیا جاتا ہے اُسی طرح وضوء کیا جائے اور عضو مخصوص دھوڈالے، سیدنا عثمان** رضی اللہ عنہ **نے فرمایا: یہ بات میں نے رسول اللہ** ﷺ **سے سنی ہے، پھر میں نے اس کے بارے میں سیدنا علی، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ اور سیدنا ابیّ بن کعب** رضی اللہ عنہم **سے پوچھا تو اُنہوں نے بھی ایسا کرنے کو کہا۔''**

امام خطابی فرماتے ہیں: ثم نسخ ذلك واستقرالحكم على أن الختانين إذا التقيا فقد وجب الغسل سواء كان هناك إنزالٌ أولم يكن،وقد بقي على المذهب الأول جماعةٌ من الصحابة رضی اللہ عنہم لم يبلغهم خبرإلتقاء الختانين، منهم : سعد بن أبي وقاص وأبوأيوب الأنصاري وأبوسعيدالخدري و رافع بن خديج و زيد بن خالد رضی اللہ عنہم و ممن ذهب إلى قولهم سليمان الأعمش،ومن المتأخرين داؤد بن علي. [معالم السنن ۱:۱۴۷، بذیل حدیث:۲۱۴]

''الماء من الماء **والی حدیث منسوخ ہوئی ہے اور اب یہ اجماعی واتفاقی مسئلہ ہے کہ جب ختان ختان سے تجاوز کرے تو غسل کرنا لازم ہے، خواہ اِنزال ہوجائے یا نہ، بعض صحابہ کو دوسری حدیث نہیں پہنچی اس لیے وہ** الماء من الماء **پر عمل پیرا تھے جن میں سیدنا سعد بن ابی وقاص** رضی اللہ عنہ (۱)

---

(۱) سعد بن ابی وقاص مالک بن اُہَیب بن عبدمناف، قرشی، زہری، ابواسحاق رضی اللہ عنہ فاتح عراق ومدائن کسریٰ ہیں ۲۳قبل ہجری=۶۰۰ءکو پیدا ہوئے۔سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تیر چلایا۔عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔فارس الاسلام سے مشہور ہیں۔۵۵ھ=۶۷۵ءکو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۹۳، الاعلام ۳:۸۷]

سیدنا ابو ایوب انصاری (۱)، سیدنا ابو سعید خدری، سیدنا رافع بن خدیج (۲) اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہم (۳) شامل ہیں۔ سلیمان اعمش (۴) کا بھی یہی مذہب ہے اور متاخرین میں داؤد بن علی (۵) اس مسلک کے پیرو ہیں۔"

امام شافعی فرماتے ہیں: عن أبي بن كعب رضی اللہ عنہ أنه كان يقول: ليس على من لم ينزل غسل ثم نزع عن ذلك أي قبل أن يموت. وإنمابدأتُ بحديث أبي رضی اللہ عنہ في قوله: الماء من الماءِ ونزوعه أن فيه دلالة على أنه سمع الماءُ من الماءِ عن النبي ﷺ ولم يسمع

---

(۱) خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، بنو نجار سے تھے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیعت عقبہ، بدر، اُحُد، خندق اور سارے مشاہد و غزوات میں شریک رہے ہیں۔ شجاع، دلیر، صابر اور غزوات کے محبّ تھے۔ مدینہ منورہ میں رہائش تھی، پھر شام چلے گئے۔ بنو امیہ کے عہد تک زندہ رہے۔ امیر یزید نے جب اپنے والد محترم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تو آپ نے بھی اُس غزوہ میں شرکت کی۔ وہاں بیمار ہوئے اور ۵۲ھ = ۶۷۲ء کو وفات پائی۔ قسطنطنیہ کے قلعہ کے قریب دفن کیے گئے۔ اُن سے ۱۵۵ اَحادیث مروی ہیں۔

[اسد الغابۃ ۲: ۱۶، ترجمہ: ۱۳۶۱، الاعلام ۲: ۲۹۵]

(۲) رافع بن خَدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جُشم بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس اَنصاری اوسی حارثی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۱۲ قبل ہجری = ۶۱۱ء کو پیدا ہوئے۔ غزوۂ بدر میں صغرسنی کی وجہ سے واپس کیے گئے۔ اُحُد اور غزوۂ خندق میں شرکت کی۔ ۷۴ھ = ۶۹۳ء زخموں کی تکلیف سے وفات پائی۔

[اسد الغابۃ ۲: ۱۰۰، ترجمہ: ۱۵۸۰، الاعلام ۳: ۱۲]

(۳) زید بن خالد جہنی مدنی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ حدیبیہ میں شریک رہے ہیں۔ فتح مکہ کے روز جہینہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ ان سے ۸۱ اَحادیث مروی ہیں۔ ۷۸ھ = ۶۹۷ء کو ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

[اسد الغابۃ ۲: ۱۹۲، ترجمہ: ۱۸۳۲، الاعلام ۳: ۵۸]

(۴) سلیمان بن مہران، اسدی، ابو محمد، اعمش، تابعی ہیں۔ تدلیس میں مشہور ہیں۔ ۶۱ھ = ۶۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور وہیں ۱۴۸ھ = ۷۶۵ء کو وفات پائی۔ قرآن و حدیث اور علم فرائض [میراث] کے بہت بڑے عالم تھے۔ صدق و سچائی کی وجہ سے مُصحَف کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۳۰۰ اَحادیث کے راوی ہیں۔

[تذکرہ الحفاظ ۱: ۵۴، الاعلام ۳: ۱۳۵]

(۵) داؤد بن علی بن خلف، اصفہانی، ظاہری، چونکہ قرآن و حدیث کے ظاہر پر عمل پیرا تھے اور تاویل، رائے اور قیاس سے کوسوں دور تھے، اس لیے ظاہری کہلائے۔ اصبہانی الاصل تھے۔ کوفہ میں ۲۰۱ھ = ۸۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ بغداد میں رہائش تھی، اور وہیں ۲۷۰ھ = ۸۸۴ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۸: ۳۶۹، الاعلام ۲: ۳۳۳]

خلافه فقال به،ثم لاأحسبه تركه إلَّا أنه ثبت له أن رسول اللّٰه ﷺ قال بعده مانسخه.

[کتاب اختلاف الحدیث، ضمن کتاب الام۹:۵۵۱]

''سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے کہ اِنزال ہوئے بغیر غسل لازم نہیں پھر وفات سے تھوڑا عرصہ قبل اس سے رجوع کیا،اُن کی ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے الماء من الماء والی حدیث تو سنی تھی اوراس کے برخلاف ناسخ حدیث نہیں اُن کے علم میں نہیں تھی اور جب اُنہیں معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا ہے تو اُنہوں نے اپنے قول سابق سے رجوع کرلیا۔''

۲:- کون نہیں جانتا کہ روزہ کیا ہےاوراس کے احکام کیا ہےاورقصداً کچھ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،لیکن بایں ہمہ:عن أنس رضی اللہ عنہ قال:مطرنابرداً وأبوطلحة صائمٌ،فجعل يأكل منه،قيل له:أتأكلُ وأنت صائمٌ؟فقال:إنما هذا بركة.[مسنداحمد۳:۲۷۹]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:بارش ہوئی،جس میں اولے پڑے۔سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ [1] روزہ سے ہونے کے باوجوداولے اُٹھااُٹھا کرکھانے لگے،اُن سے پوچھا گیا:کیا آپ روزے سے نہیں؟تو اُنہوں نے جواب میں فرمایا:یہ تو برکت ہے۔''

کیایہ درست ہوگا کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کےاس اجتہاداور أصحابي كالنجوم والی روایت کے پیش نظر روزہ کی حالت میں قصداً عمداً کھاپی لیناجائز ہے؟ہماراجواب تونفی میں ہے اورسیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کےاس اجتہادکوہم نادرست کہتے ہیں،جس کی قطعاً کوئی پیروی اوراتباع نہیں ہوگی۔

تنبیہ

امام شعرانی [2] لکھتے ہیں:وهذاالحديث،وإن كان فيه مقالٌ عندالمحدثين،فهو صحيح

---

(۱)زیدبن سہل بن اسودنجاری انصاری رضی اللہ عنہ،شجاع اوردلیرصحابی ہیں۔جاہلیت اوراسلام دونوں میں تیراندازی سے شہرت رکھتے ہیں۔عقبہ،بدر،اُحد،خندق اورسارے مشاہدوغزوات میں شرکت کی۔آوازاونچی اور بھاری تھی۔حدیث میں ہے کہ لشکر میں ابوطلحہ کی آوازایک ہزارآدمیوں سے بہتر ہے۔غزوۂ خیبر میں رسول اکرم ﷺ کے ردیف تھے۔۳۴ھ=۶۵۴ءکووفات پائی۔[اسدالغابۃ۲:۱۹۷،ترجمہ:۱۸۴۴،الاعلام۳:۵۸]

(۲)ابومحمدعبدالوہاب بن احمدبن علی،شعرانی،حنفی،محمدبن حنفیہ کی طرف منسوب ہونے سے حنفی کہلائے۔۸۹۸ھ=۱۴۹۳ءکومصر کے قلقشندہ قصبے میں پیداہوئے۔منوفیہ کے قصبہ ساقیة أبي شعرة میں پلے بڑھنے کی وجہ......

عند أهل الكشف. [المیز ان الکبری۱:۲۸]

''اس حدیث کے ثبوت میں محدثین کے ہاں اگرچہ ایک بحث چل رہی ہے' تاہم اہلِ کشف کے ہاں یہ روایت صحیح ہے۔''

لیکن یہ بات جڑ مول ہی سے غلط ہے اس لیے کہ کسی روایت کی قبولیت اور عدم قبولیت کا دارومدار اِسناد اور اُس کے رُواۃ کے ثقہ ہونے پر ہوتا ہے۔ کشف سے کسی روایت کی تصحیح یا تضعیف نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ کشف شرعی حجت نہیں۔ اس کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔

[۱۰۱] أصلُ کل داءٍ البَرَدَةَ. [الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۲۷۹' ۴:۱۴' ۸:۱۹]

''ہر بیماری کا اصل باعث جسم کی ٹھنڈک ہے۔'' [علاج نبوی اور جدید سائنس:۱۷۱]

یہ روایت سیدنا انس بن مالک' سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابن عباس سے مروی ہے مگر شدید ضعیف ہے۔ اس لیے کہ:

– سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت کی سند میں محمد بن جابر حلبی ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: شاید یہ ساری مصیبت اس کی لائی ہوئی ہو۔ [میزان الاعتدال۱:۳۵۹' ترجمہ:۱۳۴۱]

– سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کا دارومدار درراج أبو السمح پر ہے جو کثیر المناکیر تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۱۰]

– اور سیدنا ابن عباس کی روایت میں مسلمۃ بن علی ابوسعید خُشنی شامی متروک راوی ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۱۲]

اور اس کی عام روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۲۱]

[۱۰۲] أطعم أهلك من سمين حُمُرك. [سنن ابی داوٗد' کتاب الاطعمۃ[۲۱] باب فی اکل لحوم الحمر الاہلیۃ[۳۴] حدیث:۳۸۰۹' معجم کبیر طبرانی۱۸:۲۶۵-۲۶۶' مصنف عبدالرزاق۴:۵۲۵' حدیث:۸۷۲۸]

''اپنے اہل وعیال کو چربہ گدھوں کا گوشت کھلاؤ۔''

امام بیہقی لکھتے ہیں: اس کی اِسناد میں شدید اختلاف ہے اور اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس

......سے شعرانی کہلاتے ہیں۔ صوفی بزرگ اور عالم دین ہیں۔ اَن گنت کتابیں لکھیں۔ ۹۷۳ھ = ۱۵۶۵ء کو وفات پائی۔ [الکواکب السائرۃ۳:۱۵۷-۱۵۸' ترجمہ:۴۷۴' الاعلام۴:۱۸۰]

میں پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت کا حکم ہے۔[السنن الکبریٰ ۹:۳۳۲]
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کی سند شدید ضعیف ہے اور اس کا متن احادیث صحیحہ کے خلاف اور شاذ ہے۔[فتح الباری ۹:۶۵۶]
امام بیہقی اور حافظ زیلعی زیر بحث روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

إسناده مضطربٌ، وإن صحَّ فإنما رَخَّصَ له عندالضرورة، حيث تُباح الميتة، كما في لفظه. [معرفۃ السنن والآثار ۷:۲۶۹، نصب الرایۃ ۴:۱۹۸]

''اس کی سند میں اضطراب ہے اور اگر اسے صحیح بھی تصور کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں گدھوں کا گوشت کھانے کی اجازت اِکراہ و اِضطرار کی حالت میں دی ہوگی، جیسا کہ اس روایت کے الفاظ میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نهَى النبي ﷺ يوم خيبرعن لحوم الحمر، ورخص في لحوم الخيل. [صحیح بخاری، کتاب المغازی[۶۴] باب غزوۃ خیبر[۳۹] حدیث: ۴۲۱۹، کتاب الذبائح [۷۲] باب لحوم الخیل[۲۷] حدیث: ۵۵۲۰، باب لحوم الحمر الانسیۃ [۲۸] حدیث: ۵۵۲۴، صحیح مسلم، کتاب الصید و الذبائح[۳۴] باب فی اکل لحوم الخیل[۶] حدیث: ۳۶-[۱۹۴۱]

''رسول اللہ ﷺ نے جنگ خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا جب کہ گھوڑے کے گوشت کے کھانے کی اجازت دے دی۔''

اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں:

أطعَمَنا رسول الله ﷺ لحوم الخيل، ونهاناعن لحوم الحمر.

[سنن ترمذی، کتاب الاطعمۃ [۲۶] باب ما جاء فی اکل لحوم الخیل[۵] حدیث: ۱۷۹۳، سنن نسائی، کتاب الصید والذبائح[۴۲] باب الاذن فی اکل لحوم الخیل[۲۹] حدیث: ۴۳۲۸]

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی اور ہمیں [پالتو] گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔''

[۱۰۳] أطلبوا الخيرعندحسان الوجوه.

''روشن چہروں والوں سے خیر کی توقع رکھو۔''

یہ روایت کئی صحابہ سے کئی طرق کے ساتھ مروی ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

۱-: طلحہ بن عمرو حضرمی مکی، از عطا، از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [تاریخ مدینۃ دمشق ۳۶: ۲۲۵، ترجمہ: ۴۰۶۷ تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۵: ۱۸۸، تاریخ بغداد ۱۱: ۴۳، ۱۳: ۱۵۸، اخبار اصبہان ۲: ۵۹]

اس کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے راوی طلحۃ بن عمرو حضرمی امام بخاری کے نزدیک لیس بشيء اور لین الحدیث تھا۔ [التاریخ الصغیر ۲: ۹۵، التاریخ الکبیر ۴: ۳۵۱]

امام احمد فرماتے ہیں: لیس بشيء اور متروک الحدیث تھا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۱: ۴۱۱، نص: ۸۸۶، ۲: ۵۳۰، نص: ۳۴۹۷]

حافظ ذہبی امام احمد کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۳۴۱]

۲-: احمد بن سلمۃ مدائنی، از منصور بن عمار، از ابو حفص ابار، از لیث، از مجاہد از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[تاریخ بغداد ۴: ۱۸۵]

یہ سند بھی قابل اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ احمد بن سلمۃ مدائنی کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ثقات کے نام سے بواطیل نقل کرتا ہے اور احادیث کا سرقہ کرتا ہے، اس کی روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۳۱۱-۳۱۲]

۳-: مصعب بن سلام تمیمی، از عباد قرشی، از عمرو بن دینار از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [تاریخ بغداد ۷: ۱۱]

اس کا راوی مصعب بن سلام تمیمی شدید ضعیف ہے۔ [تاریخ بغداد ۷: ۱۱]

۴-: عصمۃ بن محمد انصاری، از ہشام بن عروہ، از والدِ خود، از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[الموضوعات ۲: ۱۵۹، میزان الاعتدال ۳: ۶۸]

امام عقیلی لکھتے ہیں: عصمۃ بن محمد انصاری ثقات کے نام سے بواطیل نقل کرتا ہے اور امام یحییٰ بن معین کے حوالہ سے لکھا ہے: کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[الضعفاء الکبیر ۳: ۳۴۰، ترجمہ: ۱۳۶۶]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی یہ روایت باطل ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۶۸]

۵-: سلیم بن مسلم خشاب مکی، از ابن جریج، از ابن ابی ملیکۃ، از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المعجم الصغیر، طبرانی ۱: ۲۲۸، المعجم الأوسط ۳: ۲۵۴-۲۵۵، حدیث: ۴۵۰۶]

اس کی سند بھی پرکاہ کے برابر نہیں اس لیے کہ:

– سلیم بن مسلم خشاب خبیث جہمی اور متروک الحدیث تھا اس کی عام روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۳۳۷-۳۳۹' ترجمہ: ۴۵-[۷۷۷]

– ابن جریج: عبدالملک بن عبدالعزیز مدلس تھا۔ امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق بدترین تدلیس کیا کرتا تھا اس لیے کہ مجروح راویوں سے جو روایات سنی ہوتیں اُن کے ناموں میں اس فعل قبیح کا مرتکب ہوا کرتا تھا۔ [تعریف اہل التقدیس: ۹۵' ترجمہ: ۸۳]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت

– ۱: محمد بن عبدالرحمٰن بن مجبر' از نافع' از ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [تاریخ بغداد ۱۱: ۲۹۶]

اس کا راوی ابن مجبر امام ابوزرعۃ کی تصریح کے مطابق شدید ضعیف تھا۔

[الضعفاء والمتروکین از ابن جوزی ۳: ۷۷]

امام نسائی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳: ۶۲۱' ترجمہ: ۷۸۳۹]

– ۲: محمد بن یونس بن موسیٰ قرشی کدیمی' از روح' از شعبہ' از قتادۃ' از سعید بن مسیّب از سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [المجروحین ۲: ۳۳۲' ترجمہ: ۱۰۲۰' میزان الاعتدال ۴: ۷۶]

کدیمی کے بارے میں حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام لے کر احادیث وضع کیا کرتا تھا اُس نے کچھ اوپر ایک ہزار روایتیں وضع کی ہیں۔ [المجروحین ۲: ۳۳۲]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: حدیث کے وضع اور سرقہ کرنے سے بدنام ہے' اور نادیدہ راویوں کو دیکھنے کا مدعی ہے۔ غیر معروف راویوں سے روایت کرتا ہے اس لیے ہمارے اکثر مشائخ نے اس سے روایت لینی ترک کی ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۵۵۳' ترجمہ: ۱۵۹-[۱۷۸۰]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس پر احادیث وضع کرنے کا الزام ہے۔

[سوالات حمزۃ سہمی: ۱۱۲' ترجمہ: ۷۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت

– ۱: محمد بن محمد طِرازی' از ابوسعید عدوی' از خراش' از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [تاریخ بغداد ۳: ۲۲۶]

طِرازی کے متعلق خطیب بغدادی لکھتے ہیں: بظاہر نیک اور مذہبی شخص تھا لیکن اس نے کئی منکرو

باطل روایتیں نقل کی ہیں۔[تاریخ بغداد۳:۲۲۵]

-۲: سلیمان بن سلمۃ، از عبدالعظیم بن حبیب فہری، از محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب، از زہری از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [الموضوعات۲:۱۶۱]

سلیمان بن سلمۃ خبائری متروک الحدیث تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا۔[الجرح والتعدیل۴:۱۲۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

-۱: حکم بن عبداللہ بن سعید ایلی عاملی، از زہری، از سعید بن مسیّب، از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً [المجروحین۱:۲۰۲، الموضوعات۲:۱۶۲]

حکم بن عبداللہ بن سعید ایلی عاملی کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: متروک ہے۔ عبداللہ ابن مبارک اسے کمزور جانتے تھے اور امام احمد اُس کی روایت نقل کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔

[التاریخ الکبیر۲:۳۴۵]

حافظ ابن حبان نے اس راوی کے بارے میں امام احمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اُس کی سب روایات موضوع ہوتی ہیں۔[المجروحین۱:۲۰۲، ترجمہ:۲۳۴]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور جھوٹا تھا، اس کی روایت نہ لکھی جائے۔

[الجرح والتعدیل۳:۱۲۱]

امام قیسرانی لکھتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[معرفۃ التذکرۃ:۱۰۱، حدیث:۱۱۶]

-۲: عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملیکی، از زوجہ اُو: جبرۃ بنت محمد بن ثابت بن سباع، از والداُو، از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً. [التاریخ الکبیر۱:۵۱، ۱۵۷، التاریخ الصغیر۲:۱۶۲]

عبدالرحمٰن بن ابی بکر ملیکی کے بارے میں امام بخاری اور امام احمد لکھتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر۵:۲۶۰، میزان الاعتدال۲:۵۵۰]

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت

طلحۃ بن عمرو، از عطا، از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [المعجم الأوسط طبرانی۳:۳۴، حدیث:۳۷۸۷]

اس کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی طلحۃ بن عمرو لیس بشيء، لین الحدیث اور متروک الحدیث تھا۔ [تاریخ صغیر۲:۹۵، تاریخ کبیر۴:۳۵۱، العلل ومعرفۃ الرجال۱:۴۱۱، نص:۸۸۶،

۲:۵۳۰‘نص:۷۔۳۴۹۷‘مجمع الزوائد۸:۱۹۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت

محمد بن زکریا الغلابی‘از سلیمان بن کران‘از عمر بن صہبان‘از محمد بن منکدر‘از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المعجم الأوسط طبرانی ۴:۳۲۲‘حدیث:۶۱۱۷]

اس کی سند بھی نہایت ضعیف ہے‘اس لیے کہ:

– محمد بن زکریا الغلابی کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں:احادیث وضع کرتا تھا۔

[میزان الاعتدال۳:۵۵۰‘ترجمہ:۷۵۳۷]

– عمر بن صہبان منکر الحدیث اور متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۶:۱۱۶‘ترجمہ:۶۲۶]

حافظ ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں:فهذا وإن كان قد رُوِيَ بإسنادٍ إلَّا أنه باطلٌ‘لم يصح عن رسول اللّٰه ﷺ ولو صَحَّ لم يكن فيه حُجَّةٌ لهذه الطائفة فإنه إنما أمر بطلب الخير منهم‘ لا يطلب وصالهم‘ و نيل المحرم منهم. [روضة المحبين ونزهة المشتاقين:۱۲۳]

’’یہ روایت اگرچہ باسند مروی ہے مگر باطل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت درست نہیں اور اگر بالفرض اسے درست بھی تصور کر لیا جائے تو پھر بھی اس میں ان لوگوں[صوفیوں] کے لیے کوئی حجت نہیں ہے کیوں کہ اس میں اُن سے خیر طلب کرنے کا حکم ہے یہ حکم تو نہیں کہ اُن کا وصال وقرب حاصل کیا جائے اور حرام کاری کا مرتکب ہو جائے۔‘‘

[۱۰۴] أطلبوا العلم ولو بِالصِّين. [البحر الزخار ۱:۱۷۵‘شعب الایمان ۲:۲۵۴‘المجروحین ۱:۳۸۲‘تاریخ بغداد ۹:۳۶۴‘الموضوعات ۱:۲۱۵‘۲۱۶‘اِحیاء علوم الدین ۱:۸-۹‘میزان الاعتدال ۱:۱۰۷‘لسان المیزان ۱:۱۹۳‘۶:۳۰۴‘المقاصد الحسنۃ:۱۲۱‘تمییز الطیب من الخبیث:۳۰‘مختصر المقاصد الحسنۃ:۶۸‘جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۴۷‘۶‘۸۳‘اللآلی المصنوعۃ ۱:۱۷۵‘الجامع الصغیر:۱۱۱۰‘الغماز علی اللماز:۴۳‘اسنی المطالب:۴۲]

’’علم طلب کرو خواہ چین سے کرو‘‘

اس روایت کی اِسناد اس طرح ہے:

[۱]محمد بن حسن بن قتیبہ‘از عباس بن اسماعیل‘از حسن بن عطیہ کوفی‘از ابو عاتکہ‘از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔[البحر الزخار ۱:۱۷۵‘الکامل فی الضعفاء ۵:۱۸۸‘الرحلۃ‘خطیب ۲‘۵‘۶‘۷‘جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۴۷‘حدیث:۲۰‘۲۲‘اللآلی المصنوعۃ ۱:۱۷۵]

[۲] جعفر بن محمد الزعفرانی، از احمد بن سُرَیج، از حماد بن خالد الخیاط، از ابو عاتکہ، از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [الضعفاء الکبیر ۲:۲۳۰، اللآلی المصنوعۃ ۱:۱۷۵]

[۳] مسلمۃ، از یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم مقلانی، از عبید بن محمد الفریابی، از سفیان بن عیینہ از زُہری، از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۸۳، حدیث:۲۹]

[۴] احمد بن عبداللہ بن خالد جُو یباری، از فضل بن موسیٰ، از محمد بن عمرو، از ابو سلمۃ، از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ [الکامل فی الضعفاء ۱:۲۹۲، میزان الاعتدال ۱:۱۰۶]

۞ پہلی دو سندوں میں ابو عاتکہ نامی راوی ہے جس کا نام طریف بن سلیمان ہے، جس کے بارے میں امام بخاری، امام ابن حبان اور حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۴:۳۵۸، الکامل ۵:۱۸۸، المجروحین ۱:۳۸۸]

امام عقیلی لکھتے ہیں: طریف بن سلیمان متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء الکبیر ۲:۲۳۰]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: یہ روایت باطل اور بے اصل ہے، اس لیے کہ اس کا راوی طریف بن سلیمان ابو عاتکہ شدید منکر الحدیث ہے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو منسوب کر کے ایسی روایات بیان کرتا رہتا ہے جن کی اُنہوں نے روایت نہیں کی ہوتی۔ [المجروحین ۱:۳۸۸-۳۸۹، ترجمہ:۵۱۱]

۞ تیسری سند میں یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم عسقلانی ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا۔

[میزان الاعتدال ۴:۴۴۹، لسان المیزان ۶:۳۰۴]

۞ چوتھی سند میں احمد بن عبداللہ بن خالد جو یباری ہے جس کے بارے میں امام ابن عدی لکھتے ہیں: كان يضع الحديث لإبن كرام على مايريده فكان ابن كرام يخرجها في كتبه عنه. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۲۹۱، میزان الاعتدال ۱:۱۰۷]

''ابن کرام کے لیے اس کی خواہش وضرورت کے مطابق موضوع اور بے اصل روایات بناتا اور پھر ابن کرام ان روایات کو اپنی کتابوں میں اپنے مسلک کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا۔''

امام ابن حِبّان فرماتے ہیں: دجال اور کذاب ہے۔ [المجروحین ۱:۱۵۴]

امام نسائی اور امام دارقطنی اسے جھوٹا کہتے ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین، نسائی، ترجمہ:۶۷، الضعفاء والمتروکین، دارقطنی، ترجمہ:۳۷]

امام حاکم فرماتے ہیں: کذاب وخبیث تھا اور فضائل اعمال کے سلسلے میں اس نے بہت سی روایات

وضع کی ہیں، اس کی حدیث کا لکھنا اور اسے بیان کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

[المدخل إلى الصحیح ۱:۱۲۵-۱۲۶، ترجمہ:۱۵]

امام بیہقی فرماتے ہیں: میں جویباری اور اس کے وضعی روایات کو اچھی طرح جانتا ہوں، اس نے ایک ہزار سے زیادہ روایات وضع کی ہیں۔ میں نے امام حاکم سے سنا کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ حسن بصری نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت سنی یا نہیں سنی، اتفاق سے اس کا تذکرہ جویباری کے سامنے ہوا، اس نے فوراً ایک سند وضع کر کے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان سنا دیا: سمع الحسن من أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [حسن بصری نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی] حالانکہ حسن بصری رسول اللہ ﷺ کی وفات کے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۰۷-۱۰۸]

بادشاہی مسجد لاہور کے امام مولانا سید عبد القادر آزاد فرماتے ہیں:

''چین آبادی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے اور دنیا کی چند قدیم تہذیبوں میں ایک قدیم تہذیب کا گہوارہ ہے، نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی میں بھی چین کا تذکرہ موجود ہے، علم کی عظمت اور فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' [ہفت روزہ ''حرمت'' اسلام آباد جلد:۱۴، شمارہ ۲۶، ص:۲۳]

مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے احسن الفتاوی جلد اول:۴۵۳ میں ایک مستقل بحث القول المتين في شرح أطلبوا العلم ولو بالصين کے تحت لکھی ہے جس میں مناوی اور عزیزی کے حوالہ سے اس روایت کو ذکر کرتے ہوئے حسن لکھا ہے حالانکہ حسن روایت وہ ہوتی ہے جس کے تمام راوی عادل ہوں، البتہ خفیف الضبط یا ناقص الحافظہ ہوں، جب کہ اس روایت کا ایک راوی منکر الحدیث ہے اور تین دیگر راوی کذاب اور وضاع ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسی روایت کس قاعدے کے تحت حسن بن جاتی ہے۔

اہل تحقیق کا قول ہے کہ: إنه باطل، لا أصل له.

[البحر الزخار ۱:۱۷۵[۹۵]، الموضوعات لابن الجوزی ۱:۲۱۶، المقاصد الحسنۃ:۱۲۱، اللآلئ المصنوعۃ ۱:۱۹۳، تذکرۃ الموضوعات، محمد بن طاہر ہندی:۱۷، اسنی المطالب:۴۲، الغماز:۴۳]

''یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔''

[۱۰۵] اِعتکاف عشرفي رمضان كحجتين وعمرين .[المعجم الكبير،طبرانی۳:۱۲۸]

''رمضان کے دس دنوں کے اعتکاف کا ثواب دو حجوں اور دو عمروں کے برابر ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں عنبسہ بن عبدالرحمٰن بن عنبسہ متروک راوی ہے۔

[التاریخ الکبیر۷:۳۹،التاریخ الصغیر۲:۲۴۰]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا اور متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۶:۴۰۳]

حافظ ذہبی نے اس کی موضوع روایات میں زیر بحث روایت بطور مثال پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۳۰۲]

[۱۰۶] اِعتَمُّوا تَزدَادُوا اِحلماً . [المستدرک۴:۱۹۳،تاریخ بغداد۱۱:۳۹۴]

''عمامہ باندھو، تمہارا حلم بڑھے گا۔'' [اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۴/۲:۱۷۹[کالم۱]

اس کی سند شدید کمزور ہے اس لیے کہ اس کی سند میں عبیداللہ بن ابی حمید ہُذلی نامی راوی متروک الحدیث ہے۔[تلخیص المستدرک۴:۱۹۳،مجمع الزوائد۵:۱۱۹]

امام بخاری اسے منکر الحدیث (۱) کہتے ہیں۔[التاریخ الکبیر۵:۳۷۷،۳۹۶]

[الضعفاء والمتروکین،نسائی،ترجمہ:۳۵۴،الجرح والتعدیل۵:۳۱۳،تقریب التھذیب:۴۰۲،ترجمہ:۴۲۸۵]

حافظ ذہبی اس کو امام اوزاعی (۲) کی طرف منسوب کر کے نقل کرتے ہیں۔

[تذکرۃ الحفّاظ۱:۱۸۲،طبقہ:۵،ترجمہ:۱۷۷]

امام نسائی، امام احمد اور حافظ ابن حجر اس راوی کو متروک الحدیث بتاتے ہیں۔

پھر خطیب بغدادی کی سند میں سعید بن سلاّم عطار راوی ہے، محدث ابن نُمیر اس کی تکذیب کرتے ہیں۔امام بخاری فرماتے ہیں: احادیث وضع کرنے سے مشہور ہے۔امام احمد اسے کذاب کہتے

---

(۱) امام بخاری اُس راوی کے متعلق منکر الحدیث کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جس کی روایت لینی جائز نہیں ہوتی۔[میزان الاعتدال۱:۵،ترجمہ:ابان بن جبلہ کوفی،۱:۴۱۲،ترجمہ:سلیمان بن داؤد یمامی]

(۲) عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد اوزاعی، ابوعمرو؛ اوزاع قبیلہ سے تعلق کی وجہ سے اوزاعی کہلائے۔فقہ اور زہد میں دیارِ شام کے امام مانے جاتے ہیں۔بعلبک میں ۸۸ھ=۷۰۷ء کو پیدا ہوئے۔بقاع میں پرورش پائی۔بیروت میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۱۵۷ھ=۷۷۴ء کو وفات پائی۔تابعی تھے۔[وفیات الاعیان۳:۱۲۷،الاعلام۳:۳۲۰]

ہیں۔[میزان الاعتدال۲:۴۱، ترجمہ:۳۱۹۴]

[۱۰۷] اِعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْماً، والعمائم تیجان العرب.

[المعجم الکبیر۱:۱۹۴، حدیث:۵۱۷، شعب الایمان ۵:۱۷۶، حدیث:۶۲۶۰]

''عمامہ باندھو، تمہارا حلم بڑھے گا، اور پگڑیاں عربوں کے تاج ہیں۔''

اس کا راوی عبیداللہ بن ابی حمید متروک الحدیث ہے۔[تلخیص المستدرک۴:۱۹۳، مجمع الزوائد۵:۱۱۹]

امام بخاری اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔[التاریخ الکبیر۵:۳۷۷، ۳۹۶]

یہ بھی فرماتے ہیں کہ أبو الملیح کے نام سے عجائبات بیان کرتا ہے۔[التاریخ الصغیر۲:۴۲]

جب کہ زیر بحث روایت بھی أبو الملیح ہی کی سند سے ہے۔

امام نسائی، امام احمد اور حافظ ابن حجر اس راوی کو متروک الحدیث بتاتے ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین، نسائی، ترجمہ:۳۵۴، الجرح والتعدیل ۵:۳۱۳، تقریب التہذیب:۴۰۲، ترجمہ:۴۲۸۵]

[۱۰۸] أعربوا القرآن والتمسوا غرائبه.

[تاریخ بغداد ۸:۷۷-۷۸، فضائل القرآن، ابوعبید قاسم بن سلّام:۲۰۸، باب ۵۳، مسند ابی یعلی ۱۱:۴۳۶، حدیث: ۲۰-۷-[۶۵۶۰]، مستدرک۲:۴۳۹، المعجم الأوسط ۵:۳۵۱، حدیث:۷۵۷۴]

''قرآن کے مطالب کو کھول کر بیان کرو اور جو نادِر لغت اُس میں ہیں اُن کو دریافت کرو۔''

قرآن مجید کے واضح مطالب بیان کرنے میں کسی مسلمان کو کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا لیکن زیر بحث روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

–اس کی سند میں عبداللہ بن سعید مقبری متروک ہے۔[مجمع الزوائد۷:۱۶۳]

–اور طبرانی کی سند میں نہشل بن سعید متروک ہے۔[مجمع الزوائد۷:۱۶۳]

[۱۰۹] أعرضوا حديثي على كتاب الله فما وافقه فهومني وأنا قلته.

[المعجم الکبیر، طبرانی ۲:۹۷، حدیث:۱۴۲۹]

''میری حدیث کتاب اللہ پر پیش کرو، اُس کے موافق ہوئی تو میری طرف سے ہے اور وہی بات میری کہی ہوئی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے، اور اس کا دارومدار یزید بن ربیعہ پر ہے جس کے بارے میں امام بخاری

فرماتے ہیں: اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۸:۳۳۲، ترجمہ: ۳۲۱۰]
امام نسائی اور امام دارقطنی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔
[الضعفاء والمتروکین، نسائی، ترجمہ: ۶۴۳، الضعفاء والمتروکین، دارقطنی، ترجمہ: ۵۹۰]
امام جوزجانی لکھتے ہیں: اس کی روایات بواطیل ہوتی ہیں۔ [أحوال الرجال، ترجمہ: ۱۶۰]

[۱۱۱] أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق الجمعة، وهو أفضل من سبعين حجة.
[ردالمحتار ۲: ۱۹۳، ۵۷۲، الاجوبۃ الفاضلۃ: ۳۷]

''تمام ایام میں سے بہتر وہ عرفے کا دن ہے جو بروز جمعہ واقع ہو اور یہ ستر حجوں سے افضل ہے۔''

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: وأمّا مااستفاض على ألُسَنَةِ العوام بأنها تعدل ثنتين و سبعين حجة، فباطلٌ، لا أصل له عن رسول الله ﷺ ولا عن أحد من الصحابة والتابعين.
[زادالمعاد ۱: ۶۵]

''جہاں تک عوام میں مشہور ہے کہ عرفہ بروز جمعہ ۷۲ حجوں کے برابر ہے تو یہ بات قطعاً باطل ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اس کی کوئی اصل موجود ہے۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وأمّا ماذَكَرَهُ رزين في جامعه مرفوعاً: خيريوم طلعت فيه الشمسُ يوم عرفة وافَقَ الجمعةَ، وهو أفضلُ من سبعين حجة في غيرها، فهو حديث لا أعرف حاله، لأنه لم يذكر صحابيه ولا مَن أخرجه، بل أدرجه في حديث الموطأ الذي ذكره مرسلاً عن طلحة بن عبيدالله بن كريز. [فتح الباری ۸: ۲۷۱، بذیل حدیث: ۴۶۰۶]

''رہی وہ روایت جسے رزین نے جامع میں ذکر کیا ہے کہ سب سے بہتر اس عرفے کا دن ہے جو جمعہ کو واقع ہو اور جو ستر حجوں سے افضل ہے تو مجھے اس حدیث کا حال معلوم نہیں کیونکہ اس کے ساتھ نہ تو اُس صحابی کا نام موجود ہے جو رسول اللہ ﷺ سے اس کو روایت کرتے ہیں اور نہ مخرجین میں سے کسی کا نام موجود ہے، البتہ رزین نے موطأ کی طلحۃ بن عبیداللہ کی مرسل روایت میں اس کا ادراج کیا ہے۔''

علامہ مناوی لکھتے ہیں: لكن مااستفاضَ أنها تعدلُ اثنتين وسبعين حجة باطلٌ، لا أصل له

كمابَيَّنَهُ بعضُ الحُفَّاظ. [فیض القدیر۲:۲۸]

''یہ بات جوعوام الناس میں مشہور ہے کہ عرفہ بروز جمعہ ۷۲ حجوں سے افضل ہے تو یہ باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حفاظِ حدیث نے بیان کیا ہے۔''

علامہ شامی لکھتے ہیں: نقل المناوي عن بعض الحفاظ: أنَّ هذاحديث باطلٌ لا أصل له.

[ردالمحتار۲:۲۷۵]

''مناوی نے بعض حفاظِ حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔''

[۱۱۱] إقْرَءُ وْا عَلٰى مَوْتَاكُمْ يٰسٓ. [سنن ابی داوٗد' کتاب الجنائز[۱۵] باب القراءۃ عندالمیت[۲۴] حدیث:۳۱۲۱' سنن ابن ماجۃ' کتاب الجنائز[٦] باب ماجاء فیمایقال عندالمریض اذاحضر[۴] حدیث:۱۴۴۸' الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۷:۲٦۹؛ موارد الظمآن :۱۸۴' حدیث:۳۱۲۱' سنن ابی داوٗد طیالسی:۱۲٦' حدیث:۹۳۱' مسند احمد۵:۲٦' ۲۷: المستدرک ۱:۵٦۵: مصنف ابن ابی شیبۃ ۷:۱۱۵' حدیث:۱۰۹۵۸' ۷:۱۱۷' حدیث:۱۰۹٦۴' المعجم الکبیر' طبرانی ۲۰:۲۱۹' ۳۲۱]

''اپنے قریب الموت [مسلمانوں] کے قریب سورۃ یٰسٓ پڑھو۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس کا مرکزی راوی ابوعثمان ہے' جس کا نام سعد ہے۔ وہ اس کو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے لیکن یہ راوی خود اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں۔

[میزان الاعتدال۴:۵۵۰]

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: سلیمان تیمی کے علاوہ اس مجہول راوی سے کسی اور نے روایت نہیں لی ہے۔ [تہذیب الکمال۳۴:۷۵]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس روایت کی سند ضعیف ہے جب کہ اس کا متن مجہول ہے اور اس سلسلے میں کوئی بھی روایت صحیح نہیں۔ [تلخیص الحبیر ۲:۱۰۴]

۞ اس قسم کی ایک روایت حافظ ابونعیم نے بھی لکھی ہے۔ [اخبار اصبہان ۱:۱۸۸' تفسیر قرطبی ۱۵:۱]

لیکن اس کی سند میں مروان بن سالم ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: ثقہ نہیں۔

[العلل ومعرفۃ الرجال۲:۲۱۰' نص:۴۹۰۹]

امام دارقطنی نے اسے الضعفاء والمتروکین [ترجمہ:۵۲۹] میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر روایات بیان کرتا ہے۔

[التاریخ الصغیر۲:۱۴۹،التاریخ الکبیر ۷:۳۷۳:ترجمہ:۱۶۰۲]

امام ابوعروبہ حرانی (۱) فرماتے ہیں: وضاع تھا اور موضوع روایات بیان کرتا تھا۔

[تہذیب الکمال ۲۷:۳۹۴]

امام ساجی (۲) فرماتے ہیں: کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[تہذیب التہذیب ۱۰:۸۵]

نیز یہ روایت صحیح حدیث کے خلاف ہے۔رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَقِّنُوا موتاکم[قولَ] لا إله إلَّا اللّٰه.

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز[۱۱]باب تلقین الموتی: لاالٰہ الا اللہ[۱] احادیث:۹۱۶، ۹۱۷، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز[۱۵]باب فی التلقین [۲۰] حدیث:۳۱۱۷]

''قریب الموت مسلمان کو کلمہ توحید کا تلقین کرو۔''

[۱۱۲]أقريبٌ ربنا فَنُنَاجِيه أو بعيدٌ فَنُنَادِيه؟فأنزل اللّٰه:وَإِذَاسَأَلَكَ عِبَادِيُ عَنِّيُ فَإِنِّي قَرِيُبٌ.[تفسیر ابن جریر۲:۱۶۴-۱۶۵،تفسیر ابن کثیر۱:۲۳۳، بذیل سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۶]

''کسی گاؤں والوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارا رب اگر ہم سے قریب ہے تو ہم دعاء

---

(۱)حسین بن محمد بن ابی معشر مودود سلمی حرانی۔حران کے محدث اور مفتی تھے۔حافظ حدیث اور رجال حدیث کے ماہر تھے۔۳۱۸ھ=۹۳۰ء کو وفات پائی۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں: مؤرخ ابن عساکر نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے تحت ابن عروبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تشیع میں غلو اور بنوامیہ کی طرف شدید میلان رکھتے تھے۔میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: شیخین [سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما] سے محبت رکھنے والا غالی شیعہ نہیں ہوتا بلکہ غالی شیعہ تو وہ ہے جو شیخین کے بارے میں باتیں کرے اور اگر اُن کو کافر کہے تو ایسے غالی کی تکفیر اور اُس کی لعنت جائز ہے۔ابوعروبہ تو ایسے نہ تھے تو غالی اور مفرط شیعہ کیسے ٹھہرے؟

[تذکرۃ الحفاظ۲:۷۷۴-۷۷۵،ترجمہ:۷۷۰،الاعلام۲:۲۵۳]

(۲)المؤتمن بن احمد بن علی،ابونصر،الربعی،الدیر عاقولی،المعروف بالساجی،محدث بغداد،۴۴۵ھ=۱۰۵۳ء کو پیدا ہوئے۔حدیث کے بہت بڑے اور ثقہ عالم تھے۔کچھ عرصہ قدس میں رہے ہیں۔ہراۃ میں دس سال گزارے ہیں۔جامع ترمذی کو چھ مرتبہ اپنے ہاتھوں سے لکھ چکے ہیں۔کہا جاتا تھا کہ جب یہ شخص زندہ ہے کسی کی مجال نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولے۔۵۰۷ھ=۱۱۱۳ء کو بغداد میں وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء۱۹:۳۰۸،تذکرۃ الحفاظ۴:۱۲۴۶،الاعلام ۷:۳۱۸]

آہستہ آواز سے مانگا کریں اور دور ہو تو بلند آواز سے پکاریں، اس پر یہ آیت کریمہ: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ نازل ہوئی۔'' [معارف القرآن ۱:۴۵۱، تیسیر القرآن ۱:۱۱۹]

امام ابن جریر (۱) نے اس کی سند اس طرح نقل کی ہے: ابن حمید از جریر از عبدۃ سجستانی از صلب ابن حکیم از پدرِ اُو از جدِ اُو۔ [تفسیر ابن جریر ۲:۱۶۵، فقرہ: ۲۹۱۲]

اس کا راوی محمد بن حمید رازی ہے جس کے متعلق امام جوزجانی فرماتے ہیں: بد مذہب اور غیر ثقہ ہے جس کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ [احوال الرجال، ترجمہ: ۳۸۲]

محدث اسحاق بن منصور فرماتے ہیں: میں اللہ تعالی کے سامنے گواہی دوں گا کہ محمد بن حمید جھوٹا تھا۔

[تاریخ بغداد ۲:۲۶۳، تہذیب الکمال ۲۵:۱۰۳]

اور دیگر سب راوی مجہول ہیں۔ تو ایسی روایت کا کیا اعتبار؟

[۱۱۳] أكثرُ أهلِ الجنةِ: البله. [مشکل الآثار ۴:۱۲۱، مسند بزار ۱۳:۳۲، برقم: ۶۳۳۹، تاریخ مدینۃ دمشق ۴۱:۵۲۷، ترجمہ علی بن شریح بن حمید [۴۹۳۰] برقم: ۸۳۴۷، تاریخ الاسلام ۱۳:۲۰۲، ترجمہ: سلامۃ بن روح الایلی، سیر أعلام النبلاء ۶:۳۰۳، ترجمہ عقیل بن خالد ابو خالد الایلی]

''اکثر بہشتی لوگ وہ ہوں گے جو سیدھے سادے صاف دل ہوں [اُن کے دل میں مکر نہیں]۔''

[لغات الحدیث ۱:۱۰۳، کتاب ''ب'']

امام قرطبی (۲) لکھتے ہیں: وهو حديثٌ صحيحٌ، أي: البله عن معاصي الله. [التذکرۃ: ۴۰۶]

''یہ حدیث صحیح ہے، یعنی: ارتکابِ گناہ سے پاک دامن اور بھولے بھالے لوگ۔''

ملا علی قاری نے بھی امام قرطبی کی تصحیح نقل کی ہے۔ [المصنوع: ۵۷، حدیث: ۳۴]

---

(۱) محمد بن جریر بن یزید طبری، ابو جعفر، مؤرخ و مفسر اور امام تھے۔ ۲۲۴ھ = ۸۳۹ء کو ''آمل طبرستان'' میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۳۱۰ھ = ۹۲۳ء کو وفات پائی۔ [غایۃ النہایۃ ۲:۱۰۶، الاعلام ۶:۶۹]

(۲) محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی اندلسی ابو عبد اللہ قرطبی، تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ بہت بڑے مفسر اور صالح و عابد تھے۔ قرطبہ [اندلس] سے تعلق تھا۔ شرق اوسط کے اَسفار کیے۔ مصر کے شمال میں اسیوط کے مضافات میں منیۃ ابن خصیب میں اقامت پذیر رہے اور وہیں ۶۷۱ھ = ۱۲۷۳ء کو وفات پائی۔ سادہ اور متقشفانہ زندگی گزارتے تھے۔ ایک ہی کپڑا زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

[الدیباج المذہب فی اعیان المذہب ۲:۳۰۸-۳۰۹، ترجمہ: ۱۱۴، الاعلام ۵:۳۲۲]

علامہ ازہری[(۱)] **لکھتے ہیں:** قال الليث: البَلَهُ: الغفلةُ عن الشر، وفي الحديث: أكثر أهل الجنة البُلهُ، الواحدُ أبلهُ: وهو الغافل عن الشر. **قلتُ:** البَلَهُ في كلام العرب على وجوهٍ، يقالُ: عيشٌ أبلهُ، وشبابٌ أبلهُ، إذا كان ناعماً. والأبله: الرجل الأحمق الذي لا تمييز له، وامرأةٌ بَلهاءَ. والأبله: الذي طُبِعَ على الخير، فهو غافلٌ عن الشر لا يعرفه. ومنه الحديث الذي جاء: أكثر أهل الجنة البُلهُ. [تہذیب اللغۃ ۶:۱۶۶]

''**لیث کہتے ہیں:** شر سے بے خبری کو البَلَهُ کہا جاتا ہے۔ **حدیث میں** أكثر أهل الجنة البُلهُ **وارد ہوا ہے جس کا واحد** أبلـهُ ہے، جو شر سے **غافل و بے خبر** ہوتا ہے۔ **میں** [علامہ ازہری] کہتا ہوں: **عربی زبان میں** البَلَهُ **کئی معانی میں مستعمل** ہے۔ عيشٌ أبلهُ **اور** شبابٌ أبلهُ **کے معنی خوشی کے ہیں جب کہ بے وقوف اور تمیز نہ رکھنے والے مرد کو** أبله **اور عورت کو** امرأةٌ بَلهاءَ کہتے ہیں۔ **خیر سے بھرپور اور شر سے غافل مرد** أبلهُ کہلاتا ہے **اور حدیث:** أكثر أهل الجنة البُلهُ **سے مراد یہی آخر الذکر ہیں۔**''

امام بزار اور حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس سند کے ساتھ منکر ہے۔ **عقیل سے اسے نقل کرنے میں سلامہ بن روح منفرد ہے۔** [مسند بزار ۱۳:۳۲، الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۳۲۹، ترجمہ: ۴۱-۷۷۳]

سلامہ بن روح کے بارے میں **امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:** انہوں نے عقیل سے روایت نہیں سنی، بلکہ اُن کی کتابوں کو پڑھ کر قَالَ عقیل سے اُن کی روایت کرتے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے سلامہ بن روح کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: قوی نہیں۔ غفلت کا شکار ہوتے ہیں۔ میں نے **حافظ ابوزرعہ** سے اس راوی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا **ضعیف اور منکر الحدیث** ہے۔ میں نے یہ بھی پوچھا: اس کی روایت لکھی جا سکتی ہے؟ فرمایا: ہاں! اعتبار کے طور پر۔

[الجرح والتعدیل ۴:۳۰۱-۳۰۲، ترجمہ: ۱۳۱۱]

---

(۱) **محمد بن احمد بن ازہر الہروی، ابومنصور** لغت وادب کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۲۸۲ھ = ۸۹۵ء کو ''ہرات'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں فقہ سے شغل رہا اور اس میں مہارت اور شہرت حاصل کی، پھر عربیت کی طرف متوجہ ہوئے جس میں اتنی مہارت حاصل کی کہ سند و حجت بن گئے۔ ۳۷۰ھ = ۹۸۱ء کو ''ہرات'' میں وفات پائی۔ اپنے دادا ازہر کی طرف منسوب ہونے سے ازہری کہلائے۔ [وفیات الاعیان ۴:۳۳۴، ترجمہ: ۶۳۹، الاعلام ۵:۳۱۱]

امام ابن ابی العز[۱] لکھتے ہیں: هذا لا يصحُّ عن رسول اللهﷺ ولا ينبغي نسبته إليه، فإنَّ الجنة إنما خُلِقت لأولي الألباب، الذين أرشدتهم عُقُولُهم وألبابهم إلى الإيمان بالله و ملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر، وقد ذكرالله أهل الجنة بأوصافهم في كتابه، فلم يذكرفي أوصافهم البلهَ، الذي هوضَعفُ العقل، وإنما قال النبي ﷺ: اطَّلعتُ في الجنة فرأيتُ أكثرأهلهاالفقراء، ولم يقل: البُلْهَ. [شرح العقيدة الطحاویۃ ۲: ۷۷۰]

''رسول اللہ ﷺ سے اس کی نقل صحیح نہیں اور نہ ہی ان کی طرف اس کی نسبت مناسب ہے، اس لیے اُن صاحبِ عقل لوگوں کے لیے بنائی ہے جن کی عقلوں نے اُن کی رہنمائی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اہل جنت کے اَوصاف ذکر کیے ہیں جن میں ابلہ پن -جو عقل کی کمی ہے- کا ذکر کہیں نہیں کیا، بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اہل جنت کی اکثریت فقراء [ومساکین] پر مشتمل ہے۔ آپ نے بے وقوفوں کا تذکرہ نہیں فرمایا۔''

[۱۱۴] أكثرالناسِ علماً أهلُ العراق وأقلهم انتفاعاًبه. [اللآلی المصنوعۃ ۱: ۱۹۴]

''اہل عراق کا علم سب لوگوں سے زیادہ ہے لیکن وہ اس سے بہت کم نفع اٹھاتے ہیں۔''

یہ روایت صحیح نہیں، اس کا راوی المسیب بن شریک اور اس کا استاد دونوں مجہول ہیں۔

[اللآلی المصنوعۃ ۱: ۱۹۴]

امام جوزجانی لکھتے ہیں: لوگ اس کی حدیث کے بیان کرنے سے خاموش ہیں۔

[احوال الرجال: ۱۹۵، ترجمہ ۳۵۵]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: متروک الحدیث ہے اور تمام اہل علم اسے ترک کرنے پر متفق ہیں۔

[تاریخ بغداد ۱۳: ۱۳۹]

---

(۱) ابوالحسن علی بن علاء الدین علی بن شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن شرف الدین ابوالبرکات محمد بن عزالدین ابوالعز صالح بن ابی العز بن وُہَیب بن عطاء بن جبیر بن جابر بن وہب اذرعی دمشقی صالحی حنفی، عرف: ابن ابی العز۔ ۷۳۱ھ = ۱۳۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ دمشق اور پھر دیارِ مصریہ کے قاضی رہے ہیں۔ اونچے پائے کے عالم ہیں۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔ ۷۹۲ھ = ۱۳۹۰ء کو وفات پائی۔

[اِنباء الغمر ۳: ۵۰، الدرر الکامنۃ ۳: ۸۷، ترجمہ: ۱۸۸، الاعلام ۴: ۳۱۳]

[۱۱۵] أكثروا ذِكرَ الله حتى يقولوا:مجنون.

[مسند احمد۳:۶۸'۷۱' المستدرک۱:۴۹۹' ترغیب وترہیب۲:۳۹۹]

''اللہ کا ذکر ایسی کثرت کے ساتھ کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔'' [فضائل ذکر:۳۷]

اس کی سند میں دراج عبدالرحمٰن بن سمعان أبو السمح مصری ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کی حدیث منکر ہوتی ہے۔ [العلل ومعرفۃ الرجال۳:۱۱۶' نص:۴۴۸۲]

فضلک رازی کہتے ہیں: ثقہ نہیں، اس کی کوئی عزت نہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں منکر الحدیث تھا۔ حافظ ذہبی نے اس کے مناکیر میں زیر بحث روایت بھی نقل کی ہے۔ [میزان الاعتدال۲:۲۴-۲۵]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: صاحبِ مناکیر قصہ گو تھا۔ [الجرح والتعدیل۳:۴۴۲]

پس یہ روایت شدید ضعیف ٹھہری۔

[۱۱۶] أكثروا الصلاة عليَّ يوم الجمعةِ فإنه يومٌ مشهودٌ تشهده الملئكة 'ليس من عبدٍ يصلي عليَّ إلَّا بلغني صوتُهُ حيث كان'قلنا:وبعد وفاتك؟قال:وبعد وفاتي'إن اللّٰه حرَّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. [جلاء الافہام:۱۸۱' حدیث:۱۴۴' القول البدیع:۳۳۴]

''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، یہ ایسا دن ہے، جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جو کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے، اُس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے، خواہ وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ ہم نے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری وفات کے بعد بھی' بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کے اوپر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔''

حافظ ابن قیم نے حافظ طبرانی کے حوالہ سے اس کی یہ سند نقل کی ہے:

یحییٰ بن ایوب علاف' از سعید بن ابی مریم' از خالد بن زید' از سعید بن ابی ہلال' از سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [جلاء الافہام:۶۳]

یہ روایت نادرست ہے' اس لیے کہ اس کی سند میں دو جگہ انقطاع ہے:

– سعید بن ابی مریم اور خالد بن یزید جمحی کے درمیان انقطاع ہے' یعنی: سعید بن ابی مریم نے یہ روایت خالد بن یزید سے نہیں سنی، اس لیے کہ خالد بن یزید ۱۳۹ ہجری میں وفات پا گئے تھے۔

[تہذیب التہذیب۳:۱۱۷' ترجمہ:۱۷۶۷]

جب کہ سعید بن ابی مریم کی ولادت ۱۴۴ ہجری کی ہے۔ [تہذیب التہذیب۴:۱۶]

گویا کہ سعید بن ابی مریم، خالد کی وفات کے پانچ سال بعد پیدا ہوئے، تو یہ روایت صحیح کیسے ہوسکتی ہے؟

– سعید بن ابی ہلال اور سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی انقطاع ہے، اس لیے کہ سعید بن ابی ہلال مصر میں ۷۰ ہجری کو پیدا ہوئے۔ [تہذیب التہذیب ۴: ۸۵]

جب کہ سیدنا ابوالدرادا عویمر بن مالک رضی اللہ عنہ ۳۲ ہجری کو شام میں وفات پا چکے تھے۔

[تہذیب التہذیب ۸: ۱۵۱]

[۱۱۷] أكثروا الصلاة عليَّ يوم الجمعةِ فإنه يومٌ مشهودٌ تشهده الملئكة، وإنَّ أحداً لن يصلي عليَّ إلَّا عُرضَت عليَّ صلاته حين يفرغ منها، قال: قلتُ: و بعد الموت؟ قال: و بعد الموت، إن الله حرَّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء، فنبي الله حيٌّ يرزق.

[سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز [٦] باب ذِکر وفاتہ ودفنہ ﷺ [٦٥] حدیث: ۱۶۳۷، القول البدیع: ۳۳۴]

”جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اُس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتی کہ وہ اس سے فارغ ہو۔ میں [سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ] نے کہا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو کھائے، سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اُس کو رزق ملتا ہے۔“

[تسکین الصدور: ۳۱۰]

علامہ منذری لکھتے ہیں: اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

[الترغیب والترہیب ۲: ۵۰۳]

لیکن اس میں جودت کہاں سے آئی، جب کہ: هذا إسنادٌ رجالُهٗ ثقاتٌ إلَّا أنه منقطعٌ في موضعين: عبادة بن نُسي روايته عن أبي الدرداء مرسلة قاله العلائي، و زيد بن أيمن عن عبادة بن نُسي مرسلةٌ، قاله البخاري. [مصباح الزجاجۃ ۱: ۵۴۵]

”اس سند کے راوی ثقہ ہیں مگر یہ دو جگہوں میں منقطع ہے: عبادۃ بن نُسی کی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے جیسا کہ العلائی نے [جامع التحصیل فی احکام المراسیل: ۲۰۶، ترجمہ: ۳۳۴ میں] کہا ہے اور یہ کہ زید بن ایمن کی عبادۃ بن نُسی سے روایت مرسل ہوتی ہے جیسا کہ امام بخاری

نے [التاریخ الکبیر ۳:۳۸۷، ترجمہ: ۱۲۸۸ میں] کہا ہے۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: أخرجه ابن ماجة، ورجاله ثقاتٌ، لكنه منقطعٌ في موضعين، قال البخاري في التاريخ: زيدبن أيمن، عن عُبادَة بن نُسَيّ مرسلٌ، وقال غيره: عبادة، عن أبي الدرداء، مرسلٌ أيضاً. قلتُ: وقال العراقي: إنَّ إسناده لايصح.

[القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۳۳۳-۳۳۴]

''اسے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس میں دو جگہ انقطاع ہے۔ امام بخاری نے التاریخ [الکبیر] میں کہا ہے کہ زید بن ایمن کی روایت عبادۃ بن نُسی سے مرسل ہوتی ہے اور اُن کے علاوہ اوروں نے کہا ہے کہ عبادۃ کی روایت بھی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرسل ہی ہوتی ہے۔ میں [علامہ سخاوی] کہتا ہوں: [حافظ] عراقی نے کہا ہے: اس کی سند صحیح نہیں۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: زيد بن أيمن روى عن عبادة بن نسي، وعنه سعيد بن أبي هلال. ذكره ابن حبان في الثقات. روى له ابن ماجة حديثاً واحداً في فضل الصلاة على النبي ﷺ. **قلتُ:** رجاله ثقات، لكن قال البخاري: زيد بن أيمن، عن عبادة بن نسي، مرسلٌ. [تہذیب التہذیب ۳:۳۴۷]

''زید بن ایمن، عبادۃ بن نُسی سے روایت کرتے ہیں، اور اُن سے سعید بن ابی ہلال۔ ابن حبان نے الثقات [۶:۳۱۴] میں اُن کا ذکر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کے بارے میں ابن ماجہ نے اُن کی ایک روایت نقل کی ہے۔ میں [حافظ ابن حجر] کہتا ہوں اس کے راوی ثقہ ہیں مگر امام بخاری نے کہا ہے کہ عبادۃ بن نُسی سے زید بن ایمن کی روایت مرسل ہوتی ہے۔''

اس تناظر میں شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کی یہ عبارت پڑھیے اور کچھ رائے قائم کریں، چنانچہ لکھتے ہیں:

''اور حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ زید بن ایمن، عبادۃ بن نُسی سے روایت کرتے ہیں اور اُن سے سعید بن ابی ہلال راوی ہیں [تہذیب التہذیب ج۳ ص۳۹۸] حاشیہ علامہ سندھی بر ابن ماجہ ج۲ ص۵۰۲ میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ عبادۃ بن نُسی حضرت ابوالدرداء سے روایت مرسل ہے لیکن یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج۵ ص۱۱۳ میں تصریح فرمائی

ہے کہ عبادۃؒ بن نُسیؒ حضرت ابوالدرداء سے براہِ راست روایت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات نے اس حدیث کے مرسل اور منقطع تسلیم کرنے میں حضرت امام بخاریؒ کا ساتھ نہیں دیا اور حق جمہور ہی کے ساتھ ہے۔'' [تسکین الصدور:۳۱۲]

محترم شیخ الحدیث صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے، بالکل نادرست لکھا ہے، اس لیے کہ حافظ ابن حجر نے امام بخاری کے قول کی تردید نہیں کی ہے بلکہ یہ بتاتے ہیں کہ زید بن ایمن، عبادۃ بن نُسی سے روایت تو کر لیتے ہیں مگر امام بخاری کی تصریح کے مطابق اُن کی روایت مرسل ہوتی ہے، یعنی ایک تو روایت لینا ہے اور ایک روایت میں ارسال وانقطاع۔ حافظ ابن حجر کا مطلب ہی یہی ہے۔

رہا مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کا، سو حافظ ذہبی لکھتے ہیں: والنبي ﷺ فمفارقٌ لسائر أمته في ذلك فلا يَبْلَى، ولا تأكل الأرض جَسَدَهُ، ولا يتغيَّرُ ريحه، بل هو الآن ومازال أطيبَ ريحاً من المِسك، و هو حيٌّ في لحده حياةَ مثله في البرزخ، التي هي أكملُ من حياةِ سائر النبيين، وحياتُهم بلا ريب أتَمُّ و أشرفُ من حياة الشهداء الذين هُم بِنَصِّ الكتاب اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، وهؤلاء حياتهم الآن التي في عالم البرزخِ حَقٌّ، ولكن ليست هي حَياةَ الدُّنيا من كل وجه، ولا حياةَ أهلِ الجنة من كل وجهٍ، ولهم شِبْهٌ بحياةِ أهل الكهفِ. [سیر اعلام النبلاء۹:۱۶۱]

''نبی اکرم ﷺ اس معاملہ میں ساری امت سے جدا ہیں۔ آپ ﷺ کا جسد مبارک نہ تو پرانا ہوتا ہے اور نہ مٹی اس کو کھاتی ہے۔ آپ ﷺ کی خوش بو بھی متغیر نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ کے لیے مشک سے زیادہ معطر اور خوش بودار ہیں۔ آپ ﷺ کی حیات جس طرح برزخ میں ہے جو کہ تمام انبیاء سے اکمل ہے اسی طرح لحد مبارک میں بھی آپ ﷺ کا جسدِ اَطہر بھی زندہ [تروتازہ] ہے اور اُن کی حیات میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ وہ حیاتِ شہداء سے بھی اتم اور اشرف ہے جن کی حیات کے بارے میں قرآن مجید میں نص آئی ہے: اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. [سورۃ آل عمران۳:۱۶۹]
اس وقت عالمِ برزخ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات کا ہونا برحق ہے لیکن وہ حیات نہ تو من کل الوجوہ حیاتِ دنیا ہے اور نہ ہی من کل الوجوہ حیاتِ اہل جنت ہے اور اُن کی حیات اصحابِ کہف کی حیات جیسی ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وهذه الحياةُ ليست حياةٌ دنيويةٌ، إِنَّما هي أُخرويةٌ.

[فتح الباری ۷:۴، کتاب فضائل الصحابۃ [۶۲] باب فضائل اصحاب النبی ﷺ [۱]

"اور یہ زندگی دنیوی نہیں بلکہ اُخروی ہے۔"

انہوں نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لأنه ﷺ بعدموته وإن كان حيًّا فهي حياةٌ أخرويةٌ لاتُشبِهُ الحياةَ الدنيا. [فتح الباری ۷:۳۴۹]

"کیونکہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ دوسری قسم کی حیات ہے، وہ دنیا کی حیات جیسی نہیں۔"

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: والمراد بتلك الحياةِ نوعٌ من الحياةِ غير معقول لنا، وهي فوق حياة الشهداء بكثير، وحياة نبينا ﷺ أكمل وأتم من حياة سائرهم عليهم السلام. [روح المعانی ۲۱-۲۲: ۲۹۵، بذیل تفسیر سورۃ الاحزاب ۳۳: ۴۰]

"اور اُس [قبر کی] حیات سے مراد حیات کی ایک ایسی قسم ہے جو ہماری عقل و سمجھ سے بالاتر ہے جو شہداء کی حیات سے بھی بڑھ کر ہے اور ہمارے نبی ﷺ کی حیات سارے انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل و اَتم ہے۔"

شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی (۱) لکھتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام کو عالم برزخ میں ایک ایسی دائمی زندگی حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، حالانکہ وہاں [یعنی عالم برزخ] کی زندگی دنیوی زندگی کی مثل نہیں بلکہ دنیوی حیات کے احکام اور ہیں اور وہاں کی حیات کے اَحکام اور۔"

[خصائل مسلمین ترجمہ مسائل اربعین: ۱۴۳، مسئلہ ۴۰: استشفاع عند القبر]

علامہ خیر الدین نعمان بن محمود آلوسی (۲) لکھتے ہیں:

---

(۱) شیخ، امام، محدث، محمد اسحاق مسند الآفاق بن محمد افضل، عمری: شاہ عبدالعزیز کے نواسے اور خلیفہ تھے۔ ۱۱۹۷ھ =۱۷۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ مکرمہ میں ۱۲۶۲ھ = ۱۸۴۶ء میں فوت ہوئے۔ [نزہۃ الخواطر ۷: ۵۹-۶۰]

(۲) نعمان بن محمود بن عبداللہ، ابوالبرکات، خیر الدین، آلوسی۔ واعظ، فقیہ اور باحث تھے۔ بغداد میں ۱۲۵۲ھ = ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ کئی شہروں میں منصب قضاء پر فائز رہے ہیں۔ کچھ عرصہ سب کچھ چھوڑ کر درس و تدریس میں منہمک ہوئے۔ کئی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۱۷ھ = ۱۸۹۹ء کو بغداد میں وفات پائی۔

[اَعلام العراق: ۵۷-۶۸، الاعلام ۸: ۴۲]

فنقولُ:القولُ بحياتهم حقٌّ ثابتٌ بالأحاديث الصحيحة،فنعتقد حياتهم عليهم الصلاة والسلام،حياة برزخية،فوق حياة الشهداءِ، وأن نبينا ﷺ قدجعل الله عند قبره الشريف مَلَكٌ يبلغه سلام المسلمين الذين عند ضريحه المكرم والنائين عنه، ونعتقد أن الأنبياء جميعهم طريون،لاتأكل الأرض أجسادهم الشريفة للأحاديث الواردة في ذلك. [جلاء العينين بمحاکمة الاحمدین:۵۲۸]

''ہم کہتے ہیں کہ اُن کی حیات حق اور صحیح احادیث سے ثابت ہے،پس ہم تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کی حیات- جو برزخی حیات ہے-کا عقیدہ رکھتے ہیں،جو شہداء کی حیات سے برتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ ایک فرشتہ اس کام پر لگایا ہے کہ وہ قبر سے قریب وبعید سلام پڑھنے والوں کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مبارکہ تر وتازہ ہیں،اُن کے اَجسادِ مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی۔اس بارے میں کئی احادیث وارِد ہیں۔''

حیات النبی ﷺ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر موت وارِد ہی نہیں ہوئی۔موت کا وارِد ہونا اور رسول اللہ ﷺ کا وفات پانا تو ایک معلوم ومسلَّم اور مشاہَدہ میں آئی ہوئی حقیقت ہے اور رسول اللہ کے متعلق موت[یعنی مرنے] کے لفظ کا استعمال بھی بالاجماع جائز ہے بلکہ اس حیات کا مطلب حیاتِ برزخی ہے جو وفات پاجانے کے بعد عالَمِ برزخ میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کو عطا ہوئی اور جو شہداء کو بھی عطا ہوتی ہے بلکہ ایک درجہ کی برزخی حیات تو سب ہی کو ملتی ہے کیونکہ بغیر اس حیات کے عذاب وثواب کا کوئی تصور نہیں،ہاں ہر طبقہ کی حیات اس کے درجہ اور شان کے مطابق ہوتی ہے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام سب سے اعلیٰ واَرفع ہیں اس لیے اُن کی برزخی حیات بھی سب سے اعلیٰ،اولیٰ،اَذکیٰ اور برتر ہے،جس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اَجسادِ مطہرہ بالکل جوں کے توں محفوظ رکھے جاتے ہیں اور زمین ان کو گلا نہیں سکتی۔بس یہی حقیت ہے مسئلہ حیاتُ النبی ﷺ کی۔

[۱۱۸]أكذب الناس الصباغون والصواغون.

[مسند احمد۲:۲۹۲،۳۲۴،سنن ابن ماجۃ،کتاب التجارات[۱۲]باب الصناعات[۵]حدیث:۲۱۵۲،سنن ابی داوٗد طیالسی،حدیث:۲۵۷۴،سنن کبریٰ بیہقی ۱۰:۲۴۹،تاریخ بغداد۱۴:۲۱۶]

''لوگوں میں سے سب زیادہ جھوٹ بولنے والے کاریگر اور سُنار ہیں۔''

مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی (۱) لکھتے ہیں:

''یہ روایت یا اسی قسم کی دوسری روایت کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ حدیث کی کتبِ معتبرہ مندرجہ ذیل میں موجود ہیں۔ کنز العمال بروایت ابوسعید رضی اللہ عنہ ص۲۰۱ ج۲، مقاصد حسنہ للعلامۃ السخاوی ص۳۷، ابن ماجہ ص۱۵٦، مسند احمد ص۳۳۴ ج۲، جمع الفوائد ص۲۴۲، جامع صغیر للسیوطی ص۵۴ ج۱، ان تمام ائمہ حدیث نے روایتِ مذکورہ کو اپنی کتب معتبرہ میں درج فرمایا ہے اور بعض حضرات نے اس میں بجائے الصَّباغ کے الصنّاع بالنون روایت کیا ہے، اس صورت میں یہ حدیث ہر وعدہ خلافی کرنے والے دست کار کے لیے عام ہو جائے گی۔'' [جواہر الفقہ ۲:۹۱]

کسی روایت کا کسی معتبر کتاب میں درج فرمانا اُس کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں۔ آیئے میں آپ کو اِس روایت کی اِسنادی حیثیت بتا دوں۔

اس روایت کا مرکزی راوی فرقد ابو یعقوب سبخی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی روایات منکر ہوتی ہیں، یہ جولاہا تھا۔ آرمینیہ سے تعلق تھا اور قبول اسلام سے پہلے نصرانی تھا۔ امام یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: میں فرقد سے حدیث نقل کرتے ہوئے خوشی محسوس نہیں کرتا۔

[التاریخ الکبیر ۷:۱۳۱]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت اس کے مناکیر میں اول نمبر پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۳:۳۴٦]

---

(۱) محمد شفیع بن مولانا محمد یاسین، ۱۳۱۴ھ = ۱۸۹۷ء کو دیوبند ضلع سہارنپور [انڈیا] میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور چچا سے حاصل کی۔ ۱۳۳۵ کو بیس سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند میں علوم کی تکمیل کی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے باطنی تعلق تھا، بعد ازاں ۱۳۳۷ھ میں مولانا تھانوی سے بیعت ہوئے یہاں تک کہ اُن کے علمی جانشین اور خلیفہ مجاز ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہوئے۔ دار العلوم کی خدمت میں مشغول رہے۔ دار العلوم کورنگی کراچی کی داغ بیل ڈالی۔ ۱٦۲ علمی کتابیں تصنیف کیں۔ دس شوال ۱۳۹٦ھ = ۱۹۷٦ء کو علم وعمل کا یہ سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

[البلاغ کا مفتی اعظم نمبر: ۹۵، ۳۳۴، شاہ کار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۲:۱۴۴٦]

جب کہ ابن ماجۃ کی سند میں عمر بن ہارون بلخی راوی ہے جو حافظ ہونے کے باوجود متروک ہے۔
[تقریب التہذیب: ۴۴۸، ترجمہ: ۴۹۷۹]

اس لیے حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔[العلل المتناہیۃ ۲:۱۱۵]

اور حافظ سخاوی فرماتے ہیں: اس کی سند مضطرب ہے۔[المقاصد الحسنۃ: ۱۴۰]

اس روایت کے کچھ شواہد بھی ہیں، جن کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

—۱: یحییٰ بن سلام از عثمان بن مقسم از نعیم بن مجمر از سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۴۰]

امام ابن ابی حاتم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

هذا حديثٌ كذب. [علل الحدیث ۲:۲۷۸، حدیث: ۲۳۳۵]

''یہ روایت جھوٹی ہے۔''

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کا مرکزی راوی عثمان بن مقسم بُرّی ہے۔ امام یحییٰ بن سعید قطان اور امام ابن مبارَک فرماتے ہیں: متروک ہے۔ امام نسائی اور امام دارقطنی بھی اسے ضعیف بتاتے ہیں۔ امام احمد اسے منکر الحدیث کہتے ہیں، جب کہ امام جوزجانی فرماتے ہیں: کذاب ہے۔ امام فلاس کہتے ہیں: سچا تو ہے لیکن بدعتی ہے اور بکثرت غلطیاں کرتا ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں: ليس بشيءٍ تھا۔ جھوٹ بولنے اور احادیث وضع کرنے سے مشہور ہے اور حافظ ذہبی نے اس کی مکذوبہ روایات میں یہی روایت بطور مثال پیش کی ہے۔[میزان الاعتدال ۲:۵۶-۵۷]

—۲: محمد بن ولید ابان، از ہدبہ، از قتادۃ از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۴۴]

حافظ ابن عدی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت اس سند کے ساتھ باطل ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۴۴]

اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن ولید ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: احادیث وضع کرتا، منقطع روایات کو موصول بناتا، احادیث چوری کرتا اور مُتون واسانید میں قلب [ہیر پھیر] کرتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۴۲]

—۳: محمد بن یونس کُدیمی از ابونعیم: فضل بن دُکین از اعمش از ابی صالح از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۵۴]

اس میں دو اسنادی خرابیاں ہیں:

اول: سند میں عنعنہ ہے جب کہ اس کا راوی اعمش: سلیمان بن مہران الاسدی الکاہلی ثقہ اور حافظ ہونے کے باوجود مدلس ہے۔ [تقریب التہذیب: ۲۸۹، ترجمہ: ۲۶۱۵]

دوم: محمد بن یونس کُدیمی احادیث وضع کرنے سے متہم [بدنام] ہے۔ احادیث کی چوری کیا کرتا ہے۔ مجاہیل سے روایت کرتا ہے اس لیے محدثین کے ہاں متروک ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۵۵۳]

اس لیے حافظ ابن قیم ان روایات کے بارے میں فرماتے ہیں: والحسُّ يرد هذا الحديث، فإن الكذب في غيرهم أضعافه فيهم ، كالرافضة فإنهم أكذب خلق الله، والكُهّان و الطرائقين و المنجمين. [المنار المنیف :۵۲]

''تجربہ بھی اس حدیث کے خلاف جا رہا ہے کیونکہ ان لوگوں کے علاوہ دوسرے لوگوں میں ان کی بنسبت جھوٹ بولنے کا زیادہ رواج ہے، مثلاً کاہن اور نجومی وغیرہ۔''

اس پر ملا علی قاری استدراک کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حافظ ابن قیم کی یہ بات عجیب وغریب ہے اس لیے کہ اس حدیث کو امام احمد، امام ابن ماجہ اور حافظ سیوطی نے جامع صغیر میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے باسند نقل کیا ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۴۰۹]

لیکن حدیث کا سارا دارومدار اُس کی سند پر ہوتا ہے، جب ان ائمہ نے اس حدیث کو باسند ذکر کیا تو بریٔ الذمہ ہو گئے، اب یہ محققین کی ذمہ داری ہے کہ بحث وتمحیص کر کے اس پر کوئی حکم لگائیں۔

کچھ لوگوں نے اس موضوع روایت کی ان الفاظ میں تاویل کی ہے:

إنما الصباغ الذي يزيد في الحديث من عنده ، يزينه به، وأما الصائغ فهو الذي يصوغ الحديث ليس له أصلٌ. [تاریخ بغداد ۱۴: ۲۱۶، تحذیر الخواص: ۲۱۹]

''میری امت کے بدترین لوگوں میں وہ بھی داخل ہیں جو جھوٹی باتیں گھڑنے والے، فریب دہی اور زبان درازی سے ملمع سازی کرنے والے ہیں۔'' [جواہر الفقہ ۲: ۹۲]

حافظ ابن قیم اس کے جواب میں لکھتے ہیں: وهذا تكلفٌ باردٌ لحديث باطل.

[المنار المنیف: ۵۳-۵۴]

''یہ ایک باطل روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تکلفِ بارد ہے۔''

[۱۱۹] أكرموا عمتكم النخلة، فإنها خلقت من الطين الذي خُلِق منه آدم علیہ السلام.

[تاریخ بغداد۸:۳۶۶ ۱۳، مسند ابی یعلی۱:۳۵۳، حلیۃ الاولیاء۶:۱۲۳، زاد المعاد۴:۳۹۸، الجامع الصغیر، حدیث: ۱۳۶۶:۸۱۴۳۲]

''اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو کیونکہ کہ اسے اس مٹی سے بنایا گیا ہے جس سے آدم علیہ السلام بنائے گئے تھے۔''

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ روایت شدید منکر ہے۔[تفسیر ابن کثیر۳:۱۰۴، سورۃ مریم ۱۹:۲۶]

اس کا راوی مسرور بن سعید تمیمی ہے جس کی حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے۔[الضعفاء الکبیر۴:۲۵۶]

امام ابن عدی فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۱۸۳، ترجمہ:۲۸۹-[۱۹۱۰]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اوزاعی کی سند سے مناکیر کی روایت کرتا ہے اور پھر ان کے مناکیر میں بطور مثال زیر بحث روایت بھی نقل ہے۔[المجروحین۲:۳۸۶، ترجمہ:۱۰۹۸]

یہ روایت منقطع ہے، اس کا راوی عروۃ بن رویم سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ملا، اس لیے حافظ ذہبی فرماتے ہیں: صاحب مقاطیع ہے۔[الکاشف۲:۲۶۲]

خطیب بغدادی کی پیش کردہ روایت کا مرکزی سلیمان بن عمر ابوداود نخعی کذاب ہے۔

[العلل ومعرفۃ الرجال۴:۵۴۲، التاریخ الکبیر۴:۲۸، التاریخ الصغیر۲:۲۶۶]

اور سب محدثین متفق ہیں کہ وہ احادیث وضع کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۲۲۸، المدخل إلى الصحيح:۱:۱۵۵، ترجمہ:۷۱]

[۱۲۰] أكل الطين يورث النفاق.

''مٹی کھانا، باعث نفاق ہے۔''

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے، اس کی سند میں جعفر بن احمد راوی ہے، جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور رافضی تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۴۰۰-۴۰۲]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں، موضوع ہے، یہ ایسی قوم کے ہاں معروف ومتداول ہے جو ثقہ نہیں۔[تذکرۃ الحفاظ۴:۱۴۷۵]

جن میں سے ایک جابر جعفی کذاب ہے۔[میزان الاعتدال۱:۳۸۰]

[۱۲۱] ألا أخبرك بأشقَى الناس؟ أُحَيمر ثمود، عاقر الناقة، والذي يضربك على هذا، و

أشار إلى قرنه، وتَبتَلَّ هذه منها، وأخذ بلحيته.

[مسند احمد ۴:۲۶۳، دلائل النبوۃ، ابو نُعیم ۲:۵۵۲-۵۵۳، حدیث:۴۹۰، المستدرک ۳:۱۴۱]

''[سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:] کیا میں تمھیں سب سے زیادہ بد بخت شخص نہ بتاؤں؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ضرور! فرمایا: دو شخص ہیں۔ ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ کا انسان جس نے ناقہ کی کونچیں کاٹی، دوسرا وہ جو تمہارے سر پر ضرب لگائے گا کہ اس سے تمہاری داڑھی تر ہو جائے گی۔''

یہ روایت بالکل ناقابل اعتبار ہے اس لیے کہ اس کے رُواۃ: یزید بن محمد کی، محمد بن خثیم سے، اُس کی محمد بن کعب قرظی سے، اس کی محمد بن خثیم سے اور اُس کی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔ [التاریخ الکبیر ۱:۷۱، ترجمہ:۱۷۵، میزان الاعتدال ۳:۵۳۶، ترجمہ:۷۴۸۳]

[۱۲۲] ألا أدلُّكم على الخلفاء مني، ومِن أصحابي، ومِن الأنبياء قبلي؟ هُم حَفَظَةُ القرآن والأحاديث عني وعنهم، في الله ولله. [اخبار اصبہان، ابونعیم ۲:۱۳۴]

''کیا میں تمہیں اپنے خلفاء، میرے صحابہ کے خلفاء اور مجھ سے پہلے انبیاء کے خلفاء نہ بتاؤں؟ وہ جو اللہ تعالی کی رضا مندی کے لیے قرآن و حدیث کو حفظ کرتے ہیں۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ اس کا راوی عبدالغفور ابوالصباح واسطی ہے، جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [المجروحین ۲:۱۳۲، ترجمہ:۷۵۴]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۳۸۹]

[۱۲۳] ألا إن مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح، مَن ركبها نَجا، ومَن تخَلَّفَ عنها غرق. [المستدرک ۳:۱۵۱]

''آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتیِ نوح کی طرح ہے، جو اِس میں سوار ہو گیا، اسے نجات مل گئی اور جو اس میں سوار نہ ہوا، وہ ڈوب گیا۔''

یہ روایت سیدنا ابو ذر [۱] اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے درجِ ذیل اَسناد کے ساتھ مروی ہے:

---

(۱) جندب بن جنادۃ بن سفیان بن عبید ابو ذر رضی اللہ عنہ، بنو غفار [کنانہ بن خزیمہ] سے تعلق تھا۔ قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ صدق و سچائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام میں......

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت

۔۱: حسن بن ابی جعفر، از علی بن زید بن جدعان، از سعید بن مسیّب، از سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المعجم الکبیر ۳: ۴۵، حدیث: ۲۶۳۶]

اس کی سند شدید ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ حسن بن ابی جعفر منکر الحدیث اور واہی [کمزور] تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۳۳، ترجمہ: ۸/۷/۴۴۷]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۱۵۵]

امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء الصغیر، ترجمہ: ۶۳]

۔۲: عبداللہ بن داہر رازی، از عبداللہ بن عبدالقدوس، از اعمش، از ابواسحاق، از حنش بن معتمر از سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [المعجم الکبیر ۳: ۴۶، حدیث: ۲۶۳۷، المعجم الأوسط ۲: ۳۳۹، حدیث: ۳۴۷۸، المعجم الصغیر ۱: ۱۳۹]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عبداللہ بن عبدالقدوس خبیث رافضی تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۳۲۸، ترجمہ: ۴۱۔[۱۰۰۸]

دوسرا راوی عبداللہ بن داہر رازی متروک الحدیث اور رافضی وخبیث تھا۔ [لسان المیزان ۳: ۲۸۲]

۔۳: عمرو بن ثابت، از سماک بن حرب، از حنش بن معتمر، از سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المعجم الأوسط ۴: ۱۵۲، حدیث: ۵۵۳۶]

عمرو بن ثابت رفض سے بدنام اور ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب: ۴۴۹، ترجمہ: ۴۹۹۵]

۔۴: مفضل بن صالح، از ابواسحاق، از حنش کنانی، از سیدنا ابوذر مرفوعاً.

[المستدرک ۲: ۳۴۳، ۳: ۱۵۰۔۱۵۱]

مفضل بن صالح واہی [کمزور] تھا۔ [تلخیص المستدرک ۳: ۱۵۱]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

۔ حسن بن ابی جعفر، از ابوالصہباء، از سعید بن جبیر، از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المعجم الکبیر ۳: ۴۶، حدیث: ۲۶۳۸، ۱۲: ۲۷، حدیث: ۱۲۳۸۸، حلیۃ الاولیاء ۴: ۳۰۶]

......سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں السلام علیکم کہنے والے آپ ہیں۔ ۳۲ھ = ۲۳۱ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۷۷، الاعلام ۲: ۱۴۰]

اس کی سند شدید ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ حسن بن ابی جعفر منکر الحدیث اور واہی [کمزور] تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۱۳۳۳' ترجمہ:۴۴۷/۸]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۱۵۵]

امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الضعفاء الصغیر' ترجمہ:۶۳]

[۱۲۴] ألبان البقر شفاءٌ' و سمنها دواءٌ' و لحمها داءٌ.

''گائے کے دودھ میں شفا ہے، اس کا مکھن مفید دوائی ہے لیکن اس کا گوشت بیماری کا ذریعہ ہے۔''[علاج نبوی اور جدید سائنس' ڈاکٹر خالد غزنوی:۲۶۲]

یہ روایت پایہ اعتبار سے بہت نیچے گری ہوئی ہے' اس لیے کہ اس کا راوی زہیر کہتے ہیں: مجھے میرے خاندان کی ایک عورت نے ملیکہ بنت عمرو زیدیہ کے حوالے سے یہ بات کہی۔

[مجمع الزوائد۵:۹۰]

اب یہ کیسے معلوم ہو کہ جس راوی عورت کا نام تک سند میں موجود نہیں تو اُس کی وثاقت یا عدم وثاقت کا اندازہ کیسے لگایا جائے اور ایسی روایت سے مستنبط طب اور ڈاکٹری کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

[۱۲۵] إلتمسوا الجارَ قبل الدارِ' و الرفيقَ قبل الطريقِ.

[المعجم الکبیر۴:۲۶۸-۲۶۹' حدیث:۴۳۷۹' مسند الشہاب ۱:۴۱۲' حدیث:۷۰۹]

''گھر سے پہلے ہمسایہ تلاش کرو اور سفر شروع کرنے سے پہلے ہم سفر۔''

یہ روایت باطل ہے اس لیے کہ:

–۱: اس کا ایک راوی عثمان بن عبدالرحمٰن طرائفی ہے جو ہے تو سچا لیکن امام ابوعروبۃ فرماتے ہیں: مجہولین سے مناکیر کی روایت کرتا تھا۔ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: ایک ضعیف گروہ سے روایت کرتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۲۹۵' میزان الاعتدال۳:۴۵]

–۲: ایک راوی ابان بن مُحبَّر ہے، جو متروک الحدیث اور باطل روایات کو بیان کرنے والا تھا۔ حافظ ذَہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس کی باطل روایات میں مندرجہ حدیث بطورِ مثال ذکر کی ہے۔[میزان الاعتدال۱:۱۵' لسان المیزان۱:۲۵]

–۳: ایک اور راوی سعید بن مَعروف بن خَدِیج ہے، جو بالکل نا قابل احتجاج ہے۔ حافظ ذہبی

نے اس کی ناقابل احتجاج روایات میں زیر بحث روایت بطور مثال پیش کی ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اس کی اصل ذمہ داری ابان پر عائد ہوتی ہے جو متروک تھا۔

[میزان الاعتدال ۲: ۱۵۹، لسان المیزان ۳: ۴۳]

[۱۲۶] ألسنة الخلق أقلام الحق .

''مخلوق کی زبان حق تعالیٰ کی قلمیں ہیں، یا بالفاظِ دیگر: زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔''

حافظ سخاوی، ملا علی قاری حنفی اور امام علجونی فرماتے ہیں: بحیثیتِ حدیثِ رسول ﷺ اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ بعض صوفیوں کا کلام ہے۔

[المقاصد الحسنة: ۱۵۲، الاسرار المرفوعة: ۱۳۲، المصنوع ۵۸، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱: ۲۰۵]

[۱۲۷] أللهم اجعلني من أمة محمد ﷺ المرحومة المغفورة المثاب لها.

[المستدرک ۲: ۶۱۷، دلائل النبوة، بیہقی ۵: ۴۲۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں جب ہم منزل پر فروکش ہوئے تو وادی میں کوئی شخص مندرجہ بالا دعا پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میں اُس آدمی کے قریب گیا تو اس کا قد تین سو گز سے بھی زیادہ تھا اُس نے مجھ سے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا خادم انس بن مالک۔ دریافت کیا رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے کہا: وہ یہ رہے۔ آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ کہنے لگے: تم جا کر ان سے میرا اسلام کہو اور یہ بھی کہو کہ آپ کا بھائی الیاس آپ کو سلام کہتا ہے، میں نے آ کر آپ ﷺ کو اطلاع دی اور آپ ﷺ نے ان سے ملاقات کی، معانقہ کیا اور پھر دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ الیاس علیہ السلام نے فرمایا: یا رسول اللہ! میں سال میں ایک دن میں کھانا کھاتا ہوں اور آج میرے افطار کا دن ہے لہٰذا میں اور آپ ساتھ مل کر کھانا کھائیں گے چنانچہ ان دونوں پر آسمان سے دستر خوان نازل ہوا، جس میں روٹی مچھلی اور کرفس [ایک ترکاری کا نام ہے] تھی ان دونوں نے خود کھایا اور مجھے بھی کھلایا پھر ہم نے عصر کی نماز پڑھی، پھر آپ نے ان کو رخصت کر دیا اور میں نے دیکھا کہ الیاس علیہ السلام بادل پر سوار ہو کر آسمان کی جانب روانہ ہوئے۔''

امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے لیکن حافظ ذہبی فرماتے ہیں: **قلت**: بل موضوعٌ، قَبَّحَ اللّٰه مَن وضعهُ،

وما كنتُ أحسبُ ولاأُجَوِّزُ أنَّ الجهلَ يبلغ بالحاكم أن يصحح هذاوإسناده.

[تلخیص المستدرک۲:۶۱۷]

''میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں کہ نہیں، بلکہ یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ تعالی اس کے واضع کا برا کرے۔ میرے گمان میں بھی نہ تھا اور نہ میں اسے روا سمجھتا تھا کہ حاکم کو جہالت یہاں تک پہنچا کر رہے گی کہ وہ اس روایت کی تصحیح کر دیں گے حالانکہ اس کی سند میں یزید بلوی اور ابن سیار راوی ہیں، ان میں سے ایک نے یہ افترا کیا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا: یزید بن یزید بلوی موصلی، ابواسحاق فزاری سے ایک باطل روایت نقل کرتا ہے جسے حاکم نے المستدرک میں نقل کیا ہے۔ حاکم اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے کہ ایسے راوی کے روایت کی تصحیح کرتے ہیں۔ [میزان الاعتدال۴:۴۴۱]

اورعبدان بن سیار کے بارے میں فرماتے ہیں: اس نے احمد بن برقی سے ایک موضوع روایت نقل کی ہے جسے میں نہیں جانتا۔ [میزان الاعتدال۶:۶۸۵]

[۱۲۸] أللهم أحيني مسكيناً، وأمتني مسكيناً، واحشرني في زمرة المساكين يوم القيامة. [سنن ترمذی' کتاب الزہد[۳۷] باب ماجاءانّ فقراءالمہاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائہم [۳۷] حدیث:۲۳۵۲' سنن ابن ماجۃ' کتاب الزہد[۳۷] باب مجالسۃ الفقراء[۷] حدیث:۴۱۲۶]

''یااللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ۔ مسکین ہونے کی حالت میں موت دے اور مجھے مساکین کے زمرہ میں قیامت کے روز زندہ کر۔''

سنن ترمذی کی سند میں حارث بن نعمان لیثی ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکرالحدیث تھا۔ [تذکرۃ الحفاظ۳:۸۵۱]

اوراس لیے امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ روایت غریب [ضعیف] ہے۔

امام ابوحاتم لکھتے ہیں: حدیث کے باب میں قوی نہیں۔ [الجرح والتعدیل۳:۹۱' ترجمہ:۴۲۵]

سنن ابن ماجۃ کی سند میں ابوالمبارَک ہے جوامام ترمذی کی تصریح کے مطابق مجہول ہے۔

[سنن ترمذی' بذیل حدیث:۲۹۱۸]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: لایُدرَی مَن هو، لا تقوم به حُجَّةٌ لجهالته. [میزان الاعتدال۴:۵۶۹]

''معلوم نہیں کون ہے۔مجہول ہوجانے کے باعث نا قابل احتجاج ہے۔''

اور حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: هذا يُروَى، لكنه ضعيفٌ لايثبت، ومعناه: أحيني خاشعاً متواضعاً، لكن اللفظ لم يثبت. [مجموع الفتاوی ۱۸:۳۷۴]

''اس کی روایت اس طرح کی جاتی ہے، لیکن یہ ضعیف ہے اور ثابت نہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے خشوع اور تواضع کرنے والا بنا، لیکن اس کے الفاظ ثابت نہیں۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: أنه لايحتج بإسناده، فإنه من رواية محمد بن ثابت الكوفي عن الحارث بن النعمان، و الحارث هذا لم يحتج به أصحاب الصحيح، بل قال فيه البخاري: منكرالحديث، ولذلك لم يصحح الترمذي حديثه هذا، ولا حَسَّنه، ولا سكت عنه، بل حكم بغرابته. [عُدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین: ۲۱۸]

''اس کا راوی حارث بن نعمان ہے جس کی روایت سے اصحابِ صحاح استناد و استدلال نہیں کرتے بلکہ امام بخاری تو اُنہیں منکرالحدیث بتاتے ہیں اس لیے امام ترمذی نے بھی اس روایت کی نہ تو تصحیح کی ہے اور نہ تحسین، اور نہ اس کے بارے میں خاموش رہے ہیں بلکہ فرمایا ہے کہ یہ روایت غریب ہے۔''

آگے لکھتے ہیں: إن الحديث لو صح لم يدل على مطلوبهم، فإن المسكنة التي يحبهاالله من عبده ليست مسكنة فقرِالمال، بل مسكنة القلب، وهي إنكساره وذله وخشوعه و تواضعه لله، وهذه المسكنة لاتُنافِي الغِنَى، ولايشترط لهاالفقر، فإن إنكسارالقلب لله و مسكنته لعظمته وجلاله وكبريائه و أسمائه وصفاته أفضل وأعلى من مسكنة عدم المال. [عُدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین: ۲۱۸]

''یہ روایت صحیح بھی ہو، تب بھی اس میں ان [ملنگوں اور درویشوں] کے لیے حجت و دلیل نام کی کوئی شے نہیں، اس لیے کہ جو ذلت و مسکنت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، وہ مال کی عدم دستیابی اور مالی فقر و غربت نہیں ہے بلکہ دل کی مسکنت اور فقر مراد ہے، جس سے مراد کسی دل کا اللہ تعالیٰ کے سامنے مسکنت، فقر و غربت اور خشوع و تواضع ہیں، جو مال داری کے منافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور اس کے لیے اِفلاس بھی شرط نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دلی اِنکسار اور اُس کی عظمت وجلال اور اُس کے اسماء وصفات کے سامنے اپنی عاجزی کا اِظہار مال کی عدم

دستیابی والی مسکنت وغربت سے بہتر ہے۔''

[۱۲۹] أللهم ارحم خلفاء نا ' قلنا:یا رسول الله!ومَن خلفاؤك؟قال:الذين يأتون من بعدي ' يَرْوُوْنَ أحاديثي و سنتي' ويعلمونها الناس.

[المعجم الأوسط۴:۳۳۹' حدیث:۵۸۴۶'شرف اصحاب الحدیث:۳۱' حدیث:۵۸'اخبار اصبہان ۱:۸۱' الالماع' قاضی عیاض:۱۷]

''یا اللہ! ہمارے خلفاء پر رحم فرما۔ ہم نے پوچھا: آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد پیدا ہوں گے، میری احادیث اور میری سنت کو روایت کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔''

یہ موضوع ہے کیونکہ اس کا سارا دارومدار ابوطاہر احمد بن عیسی بن عبداللہ ہاشمی علوی پر ہے جو امام دارقطنی کے تصریح کے مطابق کذاب تھا۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۵۳'المغنی فی الضعفاء ۱:۵۱]

حافظ زیلعی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع، اور اس کو وضع کرنے والا احمد بن عیسی متہم تھا۔

[نصب الرایہ ۱:۳۴۸' حدیث:۱۴۸۶]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۱۲۷]

خطیب بغدادی نے اس کے لیے ایک شاہد و تابع بھی پیش کیا ہے۔[شرف اصحاب الحدیث:۳۱]

مگر اس کا راوی عبدالسلام بن عبید اچھی شہرت کا حامل نہیں، چنانچہ امام ابن حبان لکھتے ہیں: احادیث کی چوری کرتا ہے' اور اس کی روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے۔

[المجروحین ۲:۱۳۶' ترجمہ:۷۶۳]

لہٰذا یہ تابع و شاہد بھی مجروح و موضوع ہے اس لیے اسے شاہد کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

[۱۳۰] أللهم بَيِّضْ وجهي بنورك يوم تبيض وجوهُ أولياءك' ولا تُسَوِّدُ وجهي بظلماتك يوم تسودُّ وجوه أعداءك . [اِحیاء علوم الدین ۱:۱۳۳]

''اے اللہ! میرے چہرے کو اُس دن منور فرما جس دن تیرے دوستوں کے چہرے منور ہوں گے اور ظلمات و تاریکیوں سے میرے چہرے کو مت کالا کر، جس دن تیرے دشمنوں کے چہرے کالے اور سیاہ ہو جائیں گے۔''

یہ دعائیہ الفاظ عام طور پر وضوء میں چہرے دھوتے وقت پڑھے جاتے ہیں لیکن یہ ساری دعاء

بے اصل ہے، اس کی سند کا دارومدار عباد بن صہیب بصری پر ہے جو متروک تھا۔امام ابن حبان فرماتے ہیں: داعی قدری تھا اور ایسی احادیث وضع کرتا تھا کہ مبتدی بھی اس کا موضوع ہونا جانتے ہیں۔[المجروحین۲:۱۵۴، ترجمہ:۷۸۵]

امام بخاری کے نزدیک محدثین نے اس سے روایت لینی ترک کی ہے۔[التاریخ الکبیر۲:۴۳]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۱۱]

اسی لیے حافظ ابن قیم مسنون اذکار کے علاوہ دوسرے اذکار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سب جھوٹے اور جعلی ہیں۔[زادالمعاد۱:۱۹۵]

حافظ مغلطائی فرماتے ہیں: وأماالدعاء عندغسل كل عضو فمرويٌ عن علي رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ من طرق وفي كلها ضعفاء ومجاهيل وفي بعضهامع ذلك انقطاع.

[شرح سنن ابن ماجہ۱:۳۸۹]

''یہ دعا اگرچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے مگر اس کے سب طُرُق میں کمزور اور مجہول راوی ہیں اور بعض کی سند میں انقطاع بھی ہے۔''

امام نووی لکھتے ہیں: وأماالدعاء المذكور فلاأصل له.[المجموع شرح المہذب۲:۵۰۴]

''مذکورہ دعا بالکل بے اصل ہے''۔

حافظ ذہبی نے اس کے موضوع روایات میں یہی روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال۲:۳٦۷]

حافظ ابن حجر اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں: اس نے بروایت حمید از سیدنا انس رضی اللہ عنہ ادعیہ وضوء کی روایت نقل کی ہے جو باطل ہے۔[لسان المیزان۳:۲۳۰]

حافظ ابن حجر ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: فالحاصل أن طرقه كلهالاتخلومن متهم بوضع الحديثِ.[نتائج الافکار۱:۲٦۳]

''الحاصل اس روایت کے سب طرق وضع حدیث سے بدنام شخص سے خالی نہیں۔''

[۱۳۱] أللهم لك صمتُ وعلى رزقك أفطرتُ.

''رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے: یا اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا

اور تیرے دیے ہوئے رزق سے اِفطار کرتا ہوں۔“

یہ روایت تین طرق سے مروی ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

عبدالملک بن ہارون بن عنترہ ٗاز والدٗ از جدٗ از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[سنن الدارقطنی ۲:۱۸۵، عمل الیوم واللیلۃ: ۲۲۷، حدیث: ۴۸۰]

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ:

– اس کا راوی عبدالملک بن ہارون بن عنترہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[المجروحین ۲:۱۱۵، ترجمہ: ۶۲۸، میزان الاعتدال ۲:۶۶۶]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث تھا۔ امام ابن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [الجرح والتعدیل ۵:۳۷۴]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: دجال وکذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۶۸، ترجمہ: ۷۷]

– اس کا والد ہارون بن عنترہ بھی شدید منکر الحدیث ہے اور بکثرت منکر روایات بیان کرتا ہے۔ بے اصل روایات نقل کرتا رہتا ہے، اس لیے کسی بھی حال میں اس کی روایت سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ [المجروحین ۲:۴۴۲، ترجمہ: ۱۱۶۱]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: یہ روایت پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتی۔ [زاد المعاد ۲:۵۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت

اسماعیل بن عمرو بجلی، از داؤد بن زبرقان، از شعبہ، از ثابت بنانی از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[المعجم الصغیر ۲:۵۱-۵۲، المعجم الأوسط ۵:۳۴۴، حدیث: ۵۴۹۷، اخبار اصبہان ۲:۲۱۷-۲۱۸]

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی داؤد بن زبرقان متروک تھا۔ امام ازدی اسے جھوٹا کہتے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۲۳۴، ترجمہ: ۱۷۸۵]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۱۱۱، ترجمہ: ۱۷۶]

امام ابوداؤد بھی داؤد بن زبرقان کے بارے میں فرماتے ہیں: متروک تھا۔ [میزان الاعتدال ۲:۷]

معاذ بن زہرہ کی مرسل روایت

[سنن ابی داوٗد' کتاب الصوم [۸] باب القول عند الافطار [۲۲] حدیث: ۲۳۵۸' مراسیل ابی داوٗد: ۱۲۴' حدیث: ۹' عمل الیوم واللیلۃ: ۲۲۶' حدیث: ۴۷۹' شرح السنۃ ۶: ۲۶۵' حدیث: ۱۷۴۱]

مگر یہ روایت بھی شدید ضعیف اور نا قابلِ عمل ہے' اس لیے کہ:

-۱: مرسل ہے۔

-۲: معاذ بن زہرہ مجہول ہے اور اس سے سوائے حصین کے کسی اور نے روایت نہیں لی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: مقبولٌ' من الثالثة' أرسلَ حديثاً فوهم مَن ذكره في الصحابة.

[تقریب التہذیب: ۵۶۵' ترجمہ: ۶۷۳۱]

''طبقہ سوم کا مقبول (۱) راوی ہے، اس نے ایک حدیث مرسلاً روایت کی ہے، جن محدثین نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے، انہیں وہم ہو گیا ہے۔''

[۱۳۲] أما إني لا أنسِي' ولكنى أُنَسَّى لأشرع. [اِحیاء علوم الدین ۴: ۴۳]

'' میں کسی چیز کو [بتقاضائے بشریت] نہیں بھولتا لیکن کسی مسئلہ اور شرع بنانے کی خاطر مجھ سے بھول چوک کی جاتی ہے۔''

یہ روایت موطا امام مالک میں بغیر کسی سند کے ان الفاظ میں منقول ہے: إني لأنسي أو أُنَسَّى لأسنَّ. [موطا امام مالک ۱: ۱۰۰' کتاب السہو [۴] باب العمل فی السہو [۱] حدیث: ۲]

امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں: أما هذا الحديث بهذا اللفظ' فلا أعلمه يُروَى عن النبي ﷺ بوجه من الوجوه مسنداً ولا مقطوعاً من غير هذا الوجه. [التمہید ۱۰: ۵۵۹]

''مجھے نہیں معلوم کہ اس روایت کو کسی نے مسند یا منقطع سند کے ساتھ نقل کیا ہو، بلکہ یہ ویسے ہی بلا سند منقول ہے۔''

اس روایت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشری تقاضوں سے ماوراء اور مبرا تھے

---

(۱) پیش نظر رہے کہ مقبول حافظ ابن حجر کی خاص اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ اگر موافقت پائی جائے تو روایت قابل قبول ہوگی، ورنہ انفرادیت کی صورت میں اس کی روایت کمزور سمجھی جائے گی۔

[تقریب التہذیب' مقدمہ: ۱۱۱' المرتبة السادسة]

لیکن یہ بات نادرست ہے، اس لیے کہ:

-ایک تو اس روایت کی کوئی سند مذکور نہیں، جس کی وجہ سے اسے قبول کر کے اس سے کسی مسئلہ یا کسی فضیلت وکمال کا اِستنباط کیا جائے۔

-اور دوسرے یہ کہ صحیح حدیث میں ہے کہ: إنما أنا بشرٌ، أَنْسي كما تنسون.

[صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ [۸] باب التوجہ نحو القبلۃ [۳۱] حدیث: ۴۰۱، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ [۵] باب السہو فی الصلاۃ والسجود لہ [۱۹] حدیث: ۸۹-[۵۷۲]

''بے شک میں بشر ہوں، مجھ سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے، جیسا کہ تم بھی بھول چوک کا شکار ہوتے ہو۔''

[۱۳۳] امسح برأس اليتيم هكذا إلى مقدم رأسه، ومن له أبٌ هكذا إلى مؤخر رأسه.

[تاریخ بغداد ۵: ۲۹۱]

''یتیم کے سر پر جب ہاتھ پھیرتے ہو تو درمیان سے شروع کر کے سر کے ابتدائی حصے تک لے جاؤ، اور اگر ایسے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا ہے جس کا باپ زندہ ہے تو سر کے درمیان پر ہاتھ رکھ کر سر کے آخری حصہ تک لے جاؤ۔''

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۵۷۲، لسان المیزان ۶: ۱۸۸]

اس کا راوی محمد بن سلیمان بن علی بن عبداللہ ہاشمی ہے جس کے بارے میں امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کی روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں اور اس کی شہرت کا وجہ بھی یہی ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۷۳]

امام بخاری میں فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے۔ [التاریخ الکبیر ۱: ۹۸]

[۱۳۴] أنا جَليسُ مَن ذَكَرَني.

''میں اُن لوگوں کا شریک مجلس ہوں جو میرا ذکر کرتے ہیں۔''

یہ ''خبر'' صحیح نہیں، اسے اگرچہ دیلمی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لے کر نقل کیا ہے، لیکن ہے بلا سند۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۶۸، کشف الخفاء ۱: ۲۳۲-۲۳۳]

[۱۳۵] أنا خاتم الأنبياء وأنت يا علي خاتم الأولياء. [تاریخ بغداد ۱۰: ۳۵۸]

''علی ! میں انبیاء کا خاتم ہوں' جب کہ تم اولیاء کے خاتم ہو۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یہ روایت اگر چہ واعظین کے ہاں زبان زد ہے، مگر موضوع ہے جسے یا تو عمر بن واصل نے وضع کیا ہے یا اُس کا نام لے کر کسی اور نے وضع کیا ہے۔

[تاریخ بغداد ۱۰: ۳۵۸' الموضوعات ۱: ۳۹۸' لسان المیزان ۴: ۱۱۱]

[۱۳۶] أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي إلَّا أن يشاء الله.

''میں انبیاء کا خاتم ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جب اللہ چاہے تو دوسرا نبی آ سکتا ہے۔''

امام جورقانی لکھتے ہیں: اس روایت میں مذکور یہ استثنا موضوع اور باطل ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور حمید سے اس کی کوئی اصل نہیں، اسے محمد بن سعید شامی نے وضع کیا ہے جسے زندقہ [بے دینی] کے باعث پھانسی دی گئی تھی' جو وضاع و کذاب تھا اور یہ استثنا تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر و الحاد ہے

[الاباطیل ۱: ۱۲۰-۱۲۱: الموضوعات ۱: ۲۷۹: اللآلی المصنوعۃ ۱: ۲۶۴]

[۱۳۷] أنا عبدالله وأخو رسوله' وأنا الصديق الأكبر' لا يقولها بعدي إلَّا كذَّابٌ' صلَّيتُ قبل الناس سبع سنين. [السنن الکبریٰ' نسائی ۵: ۱۰۶-۱۰۷' حدیث: ۸۳۹۵' سنن ابن ماجہ' المقدمۃ' باب فضل علی بن ابی طالب' حدیث: ۱۲۰]

''[سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں] میں اللہ کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں۔ میں صدیقِ اکبر ہوں میرے علاوہ کوئی جھوٹا ایسا کہے گا' میں نے سب لوگوں سے سات سال قبل نماز ادا کی ہے۔''

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ: یہ روایت موضوع ہے اور عباد بن عبداللہ اسدی اس کو وضع کرنے سے متہم ہے۔ [الموضوعات ۱: ۳۴۱]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: عباد بن عبداللہ اسدی متروک تھا۔ [الکاشف ۲: ۶۱' ترجمہ: ۲۵۹۲-[۷۸]

اس کا ایک اور راوی عبیداللہ بن موسیٰ ہے، جو فاضل اور حافظ حدیث ہونے کے باوجود شیعہ اور مبتدع تھا۔ [الکاشف ۲: ۲۳۴' ترجمہ: ۳۶۴۱-[۱۱۱۷]

[۱۳۸] أنا مدينة العلم' وأبو بكر أساسها' وعمر حيطانها' وعثمان سقفها' وعليٌّ بابها.

[الفردوس ۱: ۴۳' حدیث: ۱۰۵' تاریخ مدینۃ دمشق ۹: ۲۰' تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۳: ۳۸]

''میں علم کا وہ شہر ہوں جس کی اساس ابوبکر [رضی اللہ عنہ] دیواریں عمر [رضی اللہ عنہ] چھت عثمان [رضی اللہ عنہ] اور دروازہ علی [رضی اللہ عنہ] ہیں۔''

اس کی سند میں اسماعیل بن علی بن مثنی الاسترابادی الواعظ ہے جو کذاب ابن کذاب تھا، وہ اس لائق نہیں کہ اس سے روایت لی جائے۔[لسان المیزان ۱:۴۲۳]

خطیب بغدادی کہتے ہیں: یہ بغداد آئے ہوئے تھے اور میں نے اُن سے ایک منکر مسند روایت سنی۔[تاریخ بغداد ۶:۳۱۵]

امام حمد الرہاوی فرماتے ہیں: جب ہمارے ساتھیوں کو اس اسماعیل کی غلط بیانی معلوم ہوئی تو اُنہوں نے وہ سب کچھ ایک جگہ جمع کر دیا جو اُس سے سن کر لکھا تھا اور اسے پھاڑ ڈالا اور اس کے سامنے اسے پھینک دیا۔[تاریخ مدینۃ دمشق ۹:۲۰، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۳:۳۸]

[۱۳۹] أنا مدينة العلم [دار الحكمة] وعليٌّ بابها.

[سنن ترمذی، کتاب المناقب[۵۰] بابٌ[۲۱] حدیث: ۳۷۲۳، معجم کبیر ۱۱:۵۵، المستدرک ۳:۱۲۶، تہذیب الآثار ۱:۸۹-۹۰، حِلیۃ الاولیاء ۱:۶۴، تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۲۳۱]

''میں علم کا شہر [حکمت کا گھر] ہوں اور علی [رضی اللہ عنہ] اس کا دروازہ ہیں۔''

یہ روایت موضوع ہے اور بداہتہً غلط ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ علم کے سب سے بڑے شہر تھے، اس بڑے اور عظیم شہر کا ایک دروازہ ہو نہیں سکتا، یہ اس علمی شہر کی بے حرمتی ہے کہ اس کا ایک ہی دروازہ تسلیم کیا جائے۔

یہ روایت سیدنا جابر، سیدنا ابن عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم سے درج ذیل اسناد سے منقول ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت

ان کی روایت تاریخ بغداد ۲:۳۷۷، ۴:۲۱۹، الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۳۱۶، میزان الاعتدال ۱:۱۰۹-۱۱۰ اور لسان المیزان ۱:۱۰۹ میں اس کی تصریح کے ساتھ موجود ہے کہ اس کا راوی احمد بن عبداللہ بن یزید المؤدب سُرَّ مَن رأی کا باشندہ ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت

آپ کی روایت سنن ترمذی، حدیث: ۳۷۲۳، حلیۃ الاولیاء از ابونُعیم ۱:۶۴، اور میزان الاعتدال ۲:۲۵۱ میں ہے لیکن:

-امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هذا حديث غريب منكر.

''یہ حدیث غریب [ضعیف] اور منکر ہے۔''

– اس روایت کا سارا دارومدار سوید بن سعید پر ہے جو مسلم اور ابن ماجہ کا راوی ہے۔ بعض محدثین ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں مگر امام ابن معین کے نزدیک کذاب اور ساقط الاعتبار تھا اور امام احمد انہیں متروک الحدیث بتاتے ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین، ابن الجوزی ۲:۳۲، میزان الاعتدال ۲:۲۴۸]

– ثقہ ہوں بھی تو کثرتِ تدلیس کی برائی بھی اس میں موجود ہے۔

[الجرح والتعدیل ۴:۲۴۰، میزان الاعتدال ۲:۲۴۸]

اور اس روایت کی سند معنعن ہے، پس مردود ہوئی۔

– میزان الاعتدال کی روایت میں ایک اور اسنادی کم زوری بھی ہے، سلمہ بن کہیل اسے صنابحی سے روایت کرتا ہے، حالانکہ سلمہ نے صنابحی سے روایت نہیں سنی ہے۔ [الموضوعات ۱:۳۵۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت:

ان کی طرف منسوب روایت کے کئی طرُق ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

–۱: ابوالصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کی روایت جو تاریخ بغداد ۱۱:۴۸، ۴۹، ۵۰، المعجم الکبیر ۱۱:۵۵، حدیث: ۱۱۰۶۱، المستدرک ۳:۱۲۶، اور تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۲۳۱ میں منقول ہے۔

امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ روایت صحیح ہے، اس کی سند بالکل ٹھیک ٹھاک ہے اور ابوالصلت ثقہ اور مامون ومحفوظ ہے، مگر حافظ ذہبی ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نہیں، بلکہ یہ روایت موضوع ہے اور اللہ کی قسم ابو الصلت ثقہ اور محفوظ نہیں تھا۔ [تلخیص المستدرک ۳:۱۲۶]

حافظ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے اور ابوالصلت جھوٹ بولنے سے بدنام ہے۔

[تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۲۳۱-۱۲۳۲]

–۲: احمد بن سلمۃ ابوعمرو کوفی کی روایت جسے حافظ ابن عدی نے کتاب الضعفاء ۱:۱۳۱۱ اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱:۱۸۰ میں اس تبصرہ کے ساتھ نقل کیا ہے: احمد بن سلمۃ کوفی ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات بیان کیا کرتا تھا اور احادیث کی چوری کرتا تھا۔

–۳: اسماعیل بن محمد بن یوسف ابوہارون الجبرینی الفلسطینی کی روایت جسے حافظ ابن حجر نے

لسان المیزان ۱: ۴۳۲ میں نقل کیا ہے، جس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں:
موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ [المدخل إلى الصحيح ۱:۱۲۲، ترجمہ: ۹]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: اسانید میں قلب، ہیر پھیر کرتا ہے، احادیث کی چوری کرتا ہے، اس لیے نا قابل احتجاج ہے۔ [المجروحین ۱: ۱۳۹]
۴ -: الاعمش سلیمان بن مہران کی روایت جسے خطیب نے تاریخ بغداد ۴: ۳۴۸ میں نقل کیا ہے۔
اعمش کی دو کمزوریاں ہیں اور ان میں سے ہر ایک روایت کو مردود بناتی ہے۔
اول: اعمش مدلس تھے اور ضعیف راویوں کے ناموں میں تدلیس کیا کرتے تھے۔

[میزان الاعتدال ۲: ۲۸۴]

جب کہ اس کی سند معنعن ہے، اس لیے مردود ہے۔
دوم: اور یہ شیعہ بھی تھے۔ [تہذیب التہذیب ۴: ۲۰۲]
اور اصول حدیث کا قاعدہ یہ ہے کہ بدعتی راوی کی جو روایت اس کی بدعت کی تقویت کا موید ہو، وہ نا قابل قبول ہوتی ہے۔
۵ -: جعفر بن محمد الفقیہ کی روایت جو تاریخ بغداد ۷: ۱۷۲-۱۷۳ میں ہے، مگر یہ راوی مجہول ہے اور اس کی یہ روایت موضوع ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۴۱۵، لسان المیزان ۲: ۱۲۳]
۶ -: الحسن بن علی بن صالح ابو سعید العدوی البصری کی روایت جسے ابن عدی نے الکامل ۳: ۳۰۱ میں نقل کی ہے مگر حافظ ابن عدی اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احادیث وضع اور چوری کر کے اس کے لیے سند بنا لیتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۹۵]
آگے لکھتے ہیں اس کی تمام روایتیں موضوع ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۲۰۵]
۷ -: سعید بن عقبہ ابو الفتح الکوفی کی روایت جو الکامل فی الضعفاء ۴: ۴۷۲، میزان الاعتدال ۲: ۱۵۳، اور لسان المیزان ۳: ۳۸ میں اس جرح کے ساتھ موجود ہے کہ اس کا راوی مجہول اور غیر ثقہ تھا۔
اس سند کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ احمد بن حفص جو امام ابن عدی کے استاد ہیں، صاحبِ مناکیر تھے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۹]
۸ -: عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کی روایت جو الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۳۰۲، میزان الاعتدال ۳: ۴۱، اور لسان المیزان ۴: ۱۴۴ میں ہے۔

حافظ ابن عدی اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: ثقہ اور مامون ومحفوظ راویوں کے نام سے مناکیر نقل کرتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ٦:۳۰۱]

-۹: عمر بن اسماعیل بن مجالد الکوفی کی روایت جسے خطیب نے تاریخ بغداد ۱۱:۲۰۴-۲۰۵، ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال ٦:۱۳۰، عقیلی نے الضعفاء الکبیر ۳:۱۵۰، اور ذہبی نے میزان الاعتدال ۳:۱۸۲ میں نقل کیا ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: عمر بن اسماعیل بن مجالد کذاب ہے۔[تاریخ بغداد ۱۱:۲۰۴]

امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ متن صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی عمر بن اسماعیل بڑا شیطان، لیس بشيء، کذاب بہت برا اور خبیث آدمی تھا۔[الضعفاء الکبیر ۳:۱۵۰]

اس راوی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: بڑا شاطر و کذاب اور گندہ آدمی تھا اور اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ٦:۱۳۰]

اس روایت کے بارے میں محققین علماء کی رائے

– حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک یہ روایت موضوع ہے۔ اگر چہ اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے مگر یہ روایت جھوٹی ہے۔

[مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۱۸:۶۳، ۱۷۲، منہاج السنۃ النبویۃ ۴:۱۳۸]

– حافظ ذہبی فرماتے ہیں: موضوع ہے۔

[تلخیص المستدرک ۳:۱۲۶، المنتقیٰ من منہاج الاعتدال: ۵۲۲]

– حافظ ابوزرعۃ اور امام ابن معین فرماتے ہیں: جھوٹی اور بے اصل ہے۔[تاریخ بغداد ۱۱:۲۰۵]

– امام ابن حبان لکھتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔[المجروحین ۱:۱۳۹]

– مفسر قرطبی لکھتے ہیں: وهو حديثٌ باطلٌ، النبي ﷺ مدينةُ علمٍ، وأصحابه أبوابها، فمنهم الباب المنفسح، ومنهم المتوسط، على قدر منازلهم فى العلوم.

[تفسیر القرطبی ۹:۲۸٦، ۲۸۷ تفسیر سورۃ الرعد [۱۳:۴۳]

''یہ حدیث باطل ہے، اور رسول اللہ ﷺ علم کے سب سے بڑے شہر تھے اور آپ کے سب صحابہ اسی شہر علم کے دروازے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض علم کے بہت بڑے دروازے

ہیں اور بعض نسبتاً متوسط۔‘‘

–امام ابواسحاق شیرازی (۱) لکھتے ہیں: لم يُرد علياً ابن أبي طالب، كرم الله وجهه، وإنما أراد بِقوله: عليٌّ بابها أي: رفيعٌ بابها، وعظيم شأنها. [الاشارۃ الی مذہب الحق: ۲۶۱]

’’علی‘‘ سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نہیں ہیں، بلکہ اس سے مراد اُس دروازے کی رفعت ومنزلت ہے، یعنی: میں علم کا وہ شہر ہوں جس کا دروازہ رفیع وعظیم ہے۔‘‘

لیکن یہ تاویل غیر مناسب بلکہ غلط ہے اس لیے کہ تاویل تصحیح کا فرع ہے، اور جب کوئی روایت جھوٹی ہو تو اُس کی تاویل کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ اُسے رد کر دینا چاہیے۔

[۱۴۰] أنتَ وَلِيّيُ في كل مؤمنٍ بعدي.

’’علی! تو میرے بعد ہر مؤمن کا ولی ہے۔‘‘

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں: هذا موضوعٌ بإتفاق أهل المعرفة بالحديث.

[منہاج السنۃ النبویہ ۳: ۹، المنتقی من منہاج الاعتدال: ۳۲۳]

’’حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک یہ روایت متفقہ طور پر موضوع ہے۔‘‘

[۱۴۱] إنطلقتُ أنا والنبي ﷺ حتى أتينا الكعبة فقال لي رسول الله ﷺ: إجلس وصعد على منكبي، فذهبت لأ نهض به، فرأى مني ضعفاً، فنزل وجلس لي نبي الله ﷺ وقال: إصعد على منكبي، قال: فصعدتُ على منكبيه، قال: فنهض بي وقال: فإنه يخيل إليَّ أني لو شئت لنِلتُ أفق السماء حتى صعدت على البيت، وعليه تمثال صُفر أو نحاسٍ فجعلت أُزاوِلُهٗ عن يمينه وعن شماله وبين يديه و من خلفه حتى إذا استمكنت منه، قال لي رسول الله ﷺ: إقذف به، فقذفتُ به فتكسر كما تتكسر القوارير ثم نزلت

---

(۱) ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی شیرازی ابواسحاق، علامہ اور مناظِر تھے۔ فارِس کے فیروز آباد میں ۳۹۳ھ = ۱۰۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ شیراز نقل مکانی کی اور وہاں کے علماء سے علم حاصل کیا۔ وہاں سے بصرہ اور پھر ۴۱۵ھ کو بغداد منتقل ہوئے۔ وہاں تعلیم کی تکمیل کی۔ شرعی علوم میں مہارت پیدا کی اور بڑا نام کمایا۔ اپنے زمانے میں امت کے مفتی تھے۔ ۴۷۶ھ = ۱۰۸۳ء کو بغداد میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۱: ۲۹-۳۱، ترجمہ: ۵، الاعلام ۱: ۵۱]

فانطلقت أنا و رسول اللّٰہ ﷺ نستبق حتی تواریتا بالبیوت خشیبہ أن یلقانا أحد من الناس.

[مسند احمد۱:۸۴‘ مسند ابی یعلیٰ ۱:۲۵۱‘ حدیث:۲۹۲‘ تہذیب الآثار ۱:۱۸۶-۱۸۸‘ احادیث:۴۰۴-۴۰۶]

’’سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ چلے‘ یہاں تک کہ ہم خانہ کعبہ پہنچ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور آپ ﷺ میرے مونڈھے پر چڑھ گئے‘ میں آپ ﷺ کو لے کر اُٹھنے لگا لیکن مجھے کمزوری محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نیچے اُتر آئے اور خود بیٹھ گئے اور فرمایا: میرے مونڈھے پر چڑھ جاؤ۔ میں آپ ﷺ کے مونڈھے پر چڑھ گیا اور آپ ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں آسمان کے افق کو چھولوں گا۔ غرض میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور ایک پیتل یا تانبے کا بُت تھا میں نے اسے دائیں بائیں اور آگے پیچھے زور سے ہلایا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے اپنے قبضے میں کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اسے پھینک دو‘ میں نے اسے نیچے پھینک دیا وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا جیسے شیشہ چکنا چور ہوجاتا ہے‘ پھر میں اوپر سے اتر آیا اور میں اور رسول اللہ ﷺ دوڑ لگاتے ہوئے چلے‘ یہاں تک کہ مکانوں کے درمیان روپوش ہوگئے کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔‘‘

امام طبری اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کا راوی ابومریم ہے، جو آثار وروایات نقل کرنے میں غیر معروف ہے‘ اور اس جیسے آدمیوں سے دین کے معاملے میں احتجاج و استدلال درست نہیں۔ [تہذیب الآثار ۱:۱۸۸]

ابومریم کا نام عبدالغفار بن قاسم انصاری ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ [التاریخ الکبیر ۶:۱۲۲]

امام احمد فرماتے ہیں: ثقہ نہیں تھا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بکواسات بکتا تھا اور اس کی عام احادیث بواطیل ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۶:۵۳‘ میزان الاعتدال ۲:۶۴۰]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور رؤساء شیعہ میں سے تھا۔

[الجرح والتعدیل ۶:۵۴]

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ ابومریم کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۶:۶۴۰]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: رافضی تھا۔ ثقہ نہیں تھا۔ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں:

احادیث وضع کرتا تھا۔[میزان الاعتدال۲:۶۴۰ٰ لسان المیز ان۴:۴۲]
حافظ ہیثمی نے غلطی کر کے اسے صحیح الإسناد قرار دیا ہے۔[مجمع الزوائد۶:۲۳]
اوران کی اتباع کرتے ہوئے علامہ احمد محمد شاکر اور حسین سلیم اسد نے بھی اس کو صحیح تصور کیا ہے۔
[مسند احمد' تحقیق احمد محمد شاکر۲:۶۴۴' ۶۴۵' حدیث:۶۴۴' حاشیہ مسند ابی یعلی۱:۲۵۲' حدیث:۲۹۲]
ان کے نزدیک ابو مریم سے مراد قیس ثقفی مدائنی ہے جو ثقہ تھا لیکن اگر ایسا ہوتا تو امام ابن جریر یہ بات ہرگز نہ لکھتے کہ:أن راویه عن علي رضي الله عنه أبو مریم ' وأبو مریم غیر معروف في نقلة الآثار وغیر جائز الإحتجاج بمثله فی الدین عندهم.[تہذیب الآثار ا:۱۸۸]

[۱۴۲] انقض کوکبٌ علی عهد النبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ : أنظروا إلی هذا الکوکب'فمن انقض في داره هو الخلیفة من بعدي'فنظرنا فإذا هو قد انقض في منزل علي بن أبي طالب'فقال جماعة من الناس:قد غوی محمد ﷺ في حب علي رضي الله عنه فأنزل الله تعالی:وَالنَّجمِ إِذَاهَوَیٰ مَاضَلَّ صَاحِبُکُم وَمَاغَوَی .
''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک ستارہ آسمان سے گرا،آپ نے فرمایا:جس کے گھر پر یہ ستارہ گر گیا وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔لوگوں نے جا کر دیکھا کہ وہ سیدنا علی رضي الله عنه کے گھر میں گر گیا ہے اس پر کچھ لوگوں نے کہا: آپ حب علی رضي الله عنه میں منہمک ہو گئے اس پر سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔''
امام جورقانی لکھتے ہیں: یہ روایت قطعاً نادرست ہے کیونکہ اس کے راوی ابوالفضل العطار،سلیمان ابن احمد المصر ی اور مالک بن غسان تینوں کے تین مجہول ہیں۔[الاباطیل ا:۱۳۸-۱۳۹]
ایک رواى ابو قضاعۃ الطائی: ربیعۃ بن محمد' از ذوالنون مصری ہے جو متروک ہے اور اس نے یہ باطل روایت نقل کی ہے۔[الاباطیل ا:۱۳۸-۱۳۹' میزان الاعتدال۲:۴۵]
ایک اور رواى ثوبان ہے جو صوفی اور زاہد تھا لیکن حدیث کے معاملے میں ضعیف تھا۔
[اللآلی المصنوعۃ ا:۱۵۸]

[۱۴۳]أنکحوا مِن فتیاتکم أصاغر النساءِ'فإنهن أعذب أفواهاً'وأنتق أرحاما.
''چھوٹی عمر کی دوشیزاؤں سے نکاح کرو، کیونکہ ایک تو ان کی منہ بہت میٹھے ہوتے ہیں اور

دوسرے یہ کہ وہ زیادہ بچے جنم لیتے ہیں۔‘‘

اس کا مرکزی راوی ابراہیم بن براء ہے جو شام کے چکر کاٹا رہتا تھا۔ ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات کو نقل کیا کرتا تھا اور ضعفاء و مجاہیل کے نام سے مناکیر کی روایت کیا کرتا تھا۔ کتابوں میں اس کا ذکر بغیر ذم و قدح کے جائز نہیں۔

[المجروحین ۱:۱۱۷‘ ترجمہ:۳۲‘ میزان الاعتدال ۱:۲۲‘ ترجمہ:۴۹]

[۱۴۴] إنَّ إبراهيم خليلُ اللّٰه ألا و أنا حبيبُ اللّٰه و لافخر.

[سنن ترمذی‘ کتاب المناقب [۵۰] باب فی فضل النبی ﷺ [۱] حدیث:۳۶۱۶]

’’بے شک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے اور میں حبیب اللہ ہوں اور میں یہ بات فخر و غرور کے طور پر نہیں کہتا [بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کر رہا ہوں]۔‘‘

امام ترمذی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

امام ابن ابی العز لکھتے ہیں: یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ [شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۲:۱۶۵]

اس کی سند میں:

–زمعۃ بن صالح جَنَدِيُ ہے جو ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب:۲۵۲‘ ترجمہ:۲۰۳۵]

–سلمۃ بن وردان لیثی ابو یعلی مدنی ہے جو بھی ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب:۲۸۲‘ ترجمہ:۲۵۱۴]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: أمَّـا الخُلَّةُ فتوحيد المحبة، فألخليلُ هو الذي تَوَحَّدَ لمحبوبه، وهي رُتبةٌ لاتقبلُ المشاركَةَ‘ ولهذا اختص بها في العالَم الخليلان: إبراهيم ومحمد صلوات اللّٰه وسلامه عليهما، كما قال اللّٰه تعالى: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اَبۡرٰهِيۡمَ خَلِيۡلًا، وصَحَّ عن النبي ﷺ أنه قال: إنَّ اللّٰه اتخذني خليلاً كما اتخذ إبراهيم خليلاً. وفي الصحيح عنه ﷺ: لو كنتُ متخذاً خليلاً لاتَّخَذتُ أبابكر خليلاً ولكن صاحبكم خليل الرحمن. وفي الصحيح أيضاً إني أبرأ إلى كل خليل من خُلَّته. ولما كانت الخُلَّةُ مرتبةٌ لاتقبل المشارَكَة امتحن اللّٰه سبحانه إبراهيم الخليل بذبح ولده لما أخذ شعبة من قلبه فأراد سبحانه أن يخلص تلك الشعبة له ولاتكون لغيره فامتحنه بذبح ولده، والمراد ذبحه من قلبه‘ لا ذبحه بالمدية، فلما أسلما لأمر اللّٰه وقدم محبة اللّٰه تعالى على محبة الولد خلص مقام الخلة وفدي الولد بالذبح، وقد ظَنَّ بعض من لاعلم عنده أنَّ الحبيب أفضل من الخليل و

قال:محمدحبیب اللّٰہ وإبراهيم خليل اللّٰہ،وهذاباطلٌ من وجوہٍ كثيرةٍ،**منها**:أنَّ الخلة خاصة والمحبة عامة ، فإنَّ اللّٰہ يحبُّ التوابين و يحب المتطهرين ، وقال في عباده المؤمنين:يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ.و**منها**:أن النبيﷺ نفى أن يكون له من أهل الأرض خليلٌ وأخبر أنَّ أحب النساء إليه عائشة ومن الرجال أبوها.و**منها**: أنه قال:إنَّ اللّٰہ اتَّخَذَني خليلاً كمااتخذ إبراهيم خليلا.و**منها**: أنه قال:لو كنتُ متخذاً خليلاً لاتَّخَذْتُ أبابكر خليلاً،ولكن أخوَّة الإسلام ومودته.[روضة المحبين ونزهة المشتاقين:۴۷-۴۹]

’’خُلَّة، توحیدِ محبت کا نام ہے، پس خلیل وہ ہے جس نے اپنے محبوب ہی سے محبت کی ہو، یہ رُتبہ مشارَکت کو قبول نہیں کرتا اس لیے کل عالم میں دو خلیل اس صفت سے مختص کیے گئے: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا.[سورۃ النساء۴:۱۲۵]

’’اور اللہ نے ابراہیم خلیل بنایا۔‘‘

اور صحیح حدیث میں ہے کہ:إنَّ اللّٰہ اتَّخَذَني خليلاً كما اتخذ إبراهيم خليلا.

[المستدرک۲:۵۵۰]

’’بے شک اللہ تعالیٰ مجھے خلیل بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم [علیہ السلام] کو خلیل بنایا تھا۔‘‘

اور یہ کہ:لو كنتُ متخذاًخليلاًلاتَّخَذْتُ أبابكر خليلاً،ولكن صاحبكم خليل الرحمن.

[صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ [۴۴] باب من فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ [۱] حدیث:۳-[۲۳۸۳]]

’’اگر میں کسی [بشر] کو خلیل بناتا تو ابوبکر [رضی اللہ عنہ] کو خلیل بناتا لیکن تمہارا ساتھی تو رحمٰن کا خلیل ہے۔‘‘

اور صحیح حدیث میں ہے کہ:إني أبرأإلى كل خليل من خُلَّته.[مسند احمد۱:۳۷۷،۴۰۹]

’’میں [انسانوں میں] ہر ایک خلیل کی خُلَّۃ سے الگ ہوتا ہوں۔‘‘

اور جب خُلَّۃ ایسا رُتبہ ہے جو شراکت کو قبول نہیں کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے فرزند کو ذبح کر ڈالے، اس لیے کہ اُس [فرزند] نے اُن کے دل کے ایک شعبہ کو لے لیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ شعبہ اُس کے لیے خالص ہو اور کوئی دوسرا اُس میں شریک نہ ہو اس لیے اُس نے انہیں ذبح ولد کے امتحان میں مبتلا کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ اُنہیں اپنے دل

سے ہٹائے نہ کہ چھری سے ذبح کرے اور جب دونوں نے اپنے تئیں اپنے رب کے حوالے کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو بیٹے کی محبت پر ترجیح دی تو خُلّۃ کا مقام و رتبہ پایا اور اُن کے بیٹے کو ایک عظیم قربانی کے عوض چھڑایا۔ بعض ناواقفوں کا خیال ہے کہ حبیب، خلیل سے افضل ہوتا ہے اس لیے وہ کہتے ہیں: محمد حبیب اللّٰہ و إبراهيم خليل اللّٰہ.

''[سیدنا] محمد [ﷺ] حبیب اللہ ہیں اور ابراہیم [علیہ السلام] خلیل اللہ۔''

لیکن یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے:

- خُلّۃ خاص ہے اور محبت عام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔'' اور اپنے مأمن بندوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ: ''وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ [بندے] اُس [اللہ] سے محبت کرتے ہیں۔''

- نبی اکرم ﷺ نے اس بات کی نفی کی ہے کہ اہل زمین میں سے کوئی اُن کا خلیل ہو جب کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ عورتوں میں انھیں سیدہ عائشہ رضی اللہ بہت محبوب ہے اور مردوں میں سے اُن کے والد [محترم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ]۔''

- نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ مجھے خلیل بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم [علیہ السلام] کو خلیل بنایا تھا۔''

- نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''اگر میں کسی [بشر] کو خلیل بناتا تو ابوبکر [رضی اللہ عنہ] کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی اور محبت جو اُن کے ساتھ ہے [وہ دوسروں کی محبت اور دوستی سے بڑھ کر ہے]۔''

[۱۴۵] إن ابن عوف [رضی اللہ عنہ] يدخل الجنة حبواً. [البداية والنهاية ۷:۱۵۵، بحوالہ مسند عبد بن حمید]

''عبدالرحمٰن بن عوف [رضی اللہ عنہ] گھٹنوں کے بل جنت میں داخل ہوں گے۔''

ایک روایت میں ہے: قد رأيتُ عبدالرحمن بن عوف يدخل الجنة حبواً. [مسند احمد ۶:۱۱۵]

''میں نے عبدالرحمٰن بن عوف [رضی اللہ عنہ] کو گھٹنوں کے بل جنت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: عمارۃ بن زاذان صیدلانی ضعیف راوی ہے اور اس کو روایت کرنے میں منفرد ہے۔ [البداية والنهاية ۷:۱۵۵]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وما رُوِيَ إن ابن عوف رضی اللہ عنہ يدخل الجنة حبواً كلام موضوع، لاأصل له، فإنه قد ثبت بأدلة الكتاب و السنة أن أفضل الأمة أهل بدر ثم أهل بيعة

الرضوان‘والعشرة مفضلون على غيرهم‘والخلفاء الأربعة أفضل الأمة.

[مجموع الفتاوی۱۱:۶۲]

”سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو وارِد ہے کہ وہ گھٹنوں کے بل جنت میں داخل ہوں گے،سو یہ بے اصل اور موضوع کلام ہے،اس لیے کہ قرآن وسنت کے نصوص و دلائل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس امت کے افضل ترین لوگ اہلِ بدر ہیں، پھر بیعتِ رضوان میں شریک صحابہ‘پھر عشرہ مبشرہ‘اور خلفاءِ اربعہ تو سب امت سے افضل ہیں۔“

جب کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف بدری ہیں۔عشرہ مبشرہ میں بھی داخل ہیں اور اہل بیعت رضوان میں سے ہیں۔[تہذیب الکمال ۱۷:۳۲۴-۳۲۵]

[۱۴۶]إن أحاديثنا ينسخ بعضها بعضاً كنسخ القرآن.[سنن الدارقطنی ۴:۱۴۵]

”جس طرح قرآن کریم کی آیات ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں اسی طرح میری احادیث بھی ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں۔“

اس کا مرکزی راوی محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی ہے جو اپنے باپ کی سند سے معضلات بیان کرتا ہے۔

[المدخل إلى الصحيح ۱:۲۱۱‘ترجمہ:۱۷۵]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اپنے باپ کی سند سے دو سو احادیث پر مشتمل ایک نسخہ کو بیان کرتا ہے جو سراسر موضوع ہے۔[المجروحین ۲:۲۷۳‘ترجمہ:۹۴۴]

امام بخاری اور امام ابوحاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۱:۱۶۳‘الجرح والتعدیل ۷:۳۱۱]

[۱۴۷] إن إدريس عليه السلام كان صديقاً لملك الموت فسأله أن يريه الجنة والنار‘ فصعد بإدريس عليه السلام فأراه النار ففزع منها‘ و كاد يُغشَى عليه‘ فالتف عليه ملك الموت بجناحه‘فقال ملك الموت:أليس قد رأيتها‘ فقال:بلى‘ ولم أر كاليوم قط‘ ثم انطلق به حتى أراه الجنة فدخلها فقال له ملك الموت : أليس قد رأيتها قال : بلى‘ هذه والله الجنة‘فقال له ملك الموت:فانطلق قد رأيتها‘قال : إلى أين ؟ قال ملك الموت: حيث كنتَ‘قال إدريس:لا والله‘لا أخرج منها بعد إذ دخلتُها‘فقيل لملك الموت:أليس أنت دخلتَه إياها؟وإنه ليس لأحد دخلها أن يخرج منها. [المعجم الأوسط ۵:۲۶۲-۲۶۳‘

حدیث:۴۲۶۹]

''ادریس علیہ السلام موت کے فرشتے کے دوست تھے،انہوں نے ایک روز اپنے دوست سے جنت وجہنم کی سیر کرانے کو کہا،تو فرشتہ انہیں اٹھا کر جہنم چلا گیا۔ادریس علیہ السلام انہیں دیکھ کر بڑی شدت سے ڈر گئے اور قریب تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ملک الموت نے انہیں اپنے پروں میں چھپا لیا۔ملک الموت نے اُن سے کہا: کیا آپ جہنم دیکھ چکے اُنہوں نے اِثبات میں جواب دیا اور فرمایا آج تک ایسا ڈراؤنا دِن نہیں دیکھا تھا، پھر اُنہیں جنت میں لے گئے آپ وہاں اندر چلے گئے۔ ملک الموت نے اُن سے کہا: جنت کی سیر آپ نے کر لی،اب تو چلیے نا۔انہوں نے پوچھا: کہاں؟ جواب ملا: جہاں سے آئے ہیں۔ادریس علیہ السلام فرمانے لگے: نہیں اللہ کی قسم! میں یہاں سے نہیں نکلوں گا۔ملک الموت سے کہا گیا: کیا انہیں تم یہاں نہیں لائے ہو؟ اور یہ بھی ہے کہ جو کوئی یہاں ایک بار داخل ہو جائے اُسے یہاں سے نہیں نکالا جاتا۔''

یہ روایت موضوع ہے۔امام ہیثمی لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابراہیم بن عبداللہ بن خالد مصیصی ہے جو متروک الحدیث ہے۔[مجمع الزوائد ۸:۲۰۲]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: احادیث کی چوری کرتا ہے، احادیث میں ہیر پھیر کرتا ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو اُن کی روایات نہیں ہوتیں۔[المجروحین ۱:۱۱۵، ترجمہ:۳۱]

امام حاکم فرماتے ہیں: اہلِ شام اس کی سند سے موضوع روایات نقل کرتے ہیں۔

[المدخل إلی الصحیح ۱:۱۲۰، ترجمہ:۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ شخص کذاب ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۴۱، ترجمہ:۱۲۴]

[۱۴۸] إن أعمالكم تُعرض على أقاربكم وعشائركم من الأموات،فإن كان خيراً استبشَرُوا،وإن كان غير ذلك قالوا:أللهم لاتمتهم حتى تهديهم كماهديتنا.

[مسند احمد ۳:۱۶۵، تفسیر ابن کثیر ۲:۵۰۹، بذیل سورۃ التوبۃ ۹:۱۰۵، الحاوی للفتاوی ۲:۱۷۰]

''بے شک تمہارے مرے ہوئے عزیز وا قارب پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، پس اگر وہ خیر کی بات دیکھیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور بُری بات دیکھیں تو دعا کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں فی الحال موت نہ دے یہاں تک کہ ہم جیسے ہدایت یافتہ ہو جائیں۔''

اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے، جس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں: عن سفيان عمن سمع أنس بن مالك ﷺ یعنی: سفیان اس کی روایت اس شخص سے کرتے ہیں جس نے سیدنا انس بن مالک ﷺ سے اسے سُنا ہے۔ اب جیسے اس آدمی کا نام معلوم نہیں ویسے اس کی وثاقت اور ضعف بھی معلوم نہیں۔ پس یہ روایت شدید ضعیف ہے۔

[۱۴۹] إن أعمالكم تعرض على عشائركم وعلى أقربائكم في قبورهم فإن كان خيراً استبشروا وإن كان غير ذلك قالوا: أللهم ألهمهم أن يعملوا بطاعتك.

[ابوداود طیالسی: ۲۴۸، تفسیر ابن کثیر ۲: ۵۰۹، بذیل سورۃ التوبۃ ۹: ۱۰۵، الحاوی للفتاوی ۲: ۱۷۰]

''بے شک تمہارے اعمال قبروں میں تمہارے رشتہ داروں اور قرابت داروں پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر یہ اعمال نیک ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برُے اعمال ہوں تو دعا کرتے ہیں کہ: اے اللہ انہیں اپنی اطاعت وفرمان برداری کرنے کی توفیق دے۔''

اس روایت کے مرکزی راوی حسن بصری ہیں، جو اپنی جلالت شان کے باوجود مدلس تھے اور یہ روایت معنعن ہے، اور ان کے مراسیل کچھ بھی نہیں، انہوں نے اپنی جوانی میں حدیث کا علم حاصل نہیں کیا تھا۔ [سیر أعلام النبلاء ۴: ۵۷۲]

حافظ ذہبی مزید فرماتے ہیں: حسن بصری تدلیس کرنے سے مشہور تھے، اور ضعیف راویوں سے تدلیس کیا کرتے تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۴: ۵۸۸]

مزید فرماتے ہیں: حسن بصری کثرت سے تدلیس کیا کرتے تھے، اس لیے اُن کی عَنۡ والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۵۲۷]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کثرت سے اِرسال اور تدلیس کیا کرتے تھے۔

[تقریب التہذیب: ۱۹۷، ترجمہ: ۱۲۲۷]

مزید فرماتے ہیں: کثرت سے ہر کسی سے اِرسال کیا کرتے تھے۔ [تعریف اہل التقدیس: ۵۶]

اور امام بزار کے حوالے سے لکھتے ہیں: ایسے راویوں سے روایت کرتے تھے جنہیں دیکھا تک نہیں اور ایسے حالات میں بھی حدثنا اور خطبنا جیسے الفاظ استعمال کیا کرتے تھے۔

[تقریب التہذیب: ۱۹۷، ترجمہ: ۱۲۲۷]

امام ابن سعد فرماتے ہیں: ان کی روایت کردہ مرسل روایت حجت نہیں۔ [الطبقات الکبری ۷: ۱۵۸]

[۱۵۰] إن الله اتخذني خليلا كمااتخذ إبراهيم خليلا،فمنزلي و منزلُ إبراهيمَ في الجنة يومَ القيامة تُجاهين،و العباسُ بيننا مُؤْمِنٌ بين خليلين. [سنن ابن ماجہ،المقدمۃ،حدیث:۱۴۱]

''اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے،جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا،اس لیے قیامت کے روز ہمارے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے اور عباس [رضی اللہ عنہ] ہمارے درمیان امانت دار ہوں گے۔''

یہ روایت موضوع ہے،اس لیے کہ:اس کا راوی عبدالوہاب بن ضحاک ہے،جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:اس کے پاس عجائب ہیں۔امام ابوداؤد فرماتے ہیں:احادیث وضع کیا کرتا تھا اور امام نسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں بلکہ متروک ہے۔[تہذیب الکمال ۱۸:۴۹۵]

[۱۵۱] إن الله أدَّبني وأحسن تأديبي .

[رسالہ قشیریہ:۳۱۶،ادب الاملاء والاستملاء:۱،الجامع الصغیر،حدیث:۳۱۰،مرقاۃ المفاتیح۱:۴۳۹]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اخلاق سکھائے اور بہت عمدہ اخلاق سکھائے۔''

اس کی سند ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری ہے،جو غیر ثقہ تھا اور صوفیاء کے لیے احادیث وضع کرتا تھا۔[تاریخ بغداد۲:۲۴۸،الضعفاء والمتروکین۳:۵۳،میزان الاعتدال۳:۵۲۳،ترجمہ:۷۴۱۹]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:یہ بات تو صد فی صد درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر خوش اخلاق اور باادب تھے لیکن اس روایت کی کوئی سند ثابت نہیں۔

[مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام۱۸:۱۷۱]

امام زرکشی فرماتے ہیں:اس کا معنی صحیح ہے لیکن اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔[التذکرۃ:۱۱۱،حدیث:۱۴۸]

حافظ سخاوی فرماتے ہیں:اس کی سند نہایت کم زور ہے۔[المقاصد الحسنۃ:۳۷،حدیث:۴۵]

[۱۵۲]إن الله إذا أراد أن ينزل إلى سماء الدنيا نزل على عرشه .[اخبار اصبہان۲:۱۹۷]

''اللہ تعالیٰ جب آسمانِ دنیا کو نازل ہونے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو اپنے عرش سے اتر کر آتے ہیں۔''

یہ روایت موضوع ہے،اس لیے کہ اس کا راوی نُعیم بن حماد ہے جو سنت کو تقویت دینے کے لیے اور امام ابوحنیفہ کے مثالب ومعائب میں احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[الکامل فی الضعفاء۸:۲۵۱،ترجمہ:۶/۱۹۵۹،جامع العلوم والحِکم ۲:۳۹۴،بذیل حدیث:۴۱]

حافظ ابن عراق لکھتے ہیں:نعیم طامات کی روایت کرتا ہے،اب نہیں معلوم کہ اس روایت میں یہ

مصیبت اس نے ڈھادی ہے یا محمد بن عیسیٰ طرطوسی نے؟ امام ذہبی نے کتاب العرش میں تحریر کیا ہے کہ اس کا راوی بشر بھی غیر معروف ہے اور یہ روایت موضوع ہے۔

[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۱۴۷، حدیث: ۳۷]

[۱۵۳] إن الله إذا علم من عبد أنه يبغض صاحب بدعة غفرالله له، وإن قَلَّ عمله.

[الاشارۃ الی مذہب اہل الحق: ۲۷۲]

''جب اللہ کو کسی بندے کا کسی بدعتی سے بغض وعداوت معلوم ہو جائے تو اُس کی مغفرت فرماتا ہے اگرچہ اُس کا عمل تھوڑا ہو۔''

مجھے دواوینِ حدیث میں یہ روایت اِن الفاظ میں نہ مل سکی، البتہ اس سے ملتی جلتی ایک روایت حافظ ابن عراق نے ان الفاظ میں نقل کی ہے: مَن أعرض عن صاحبِ بدعة بوجهه بُغضاً له في الله ملأالله قلبه أمناً وإيماناً. اور لکھا ہے کہ یہ عبدالعزیز بن رواد کی غریب روایت ہے اور اس کا کوئی تابع وشاہد نہیں۔ [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۳۱۴، حدیث: ۱۳]

[۱۵۴] إنَّ الله أمرني بحب أربعةٍ، وأخبرني أنه يحبهم، قيل: يارسول الله! مَن هُم؟ قال: عَلِيٌّ منهم -يقول ذلك ثلاثاً- وأبو ذَرٍّ، وسلمانُ، والمقدادُ.

[سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] باب [۲۱] حدیث: ۳۷۱۷، سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، حدیث: ۱۴۹، التاریخ الکبیر، الکنیٰ: ۳۱، حلیۃ الاولیاء ۱: ۱۷۲، مستدرک ۳: ۱۳۰، مسند احمد ۵: ۳۵۶]

''اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیا ہے کہ میں چار اَفراد سے محبت رکھوں اور مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: [سیدنا] علی [رضی اللہ عنہ] اُن میں سے ہیں -آپ نے یہ بات تین بار فرمائی- اور [سیدنا] ابوذر، [سیدنا] سلمان (۱) اور [سیدنا]

---

(۱) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ خود کو سلمان الإسلام کہا کرتے تھے۔ اصبہان کے ایک مجوسی خاندان میں سے تھے۔ جیان نامی گاؤں میں پلے بڑھے۔ شام، موصل، نصیبین اور عموریہ سے ہوتے ہوئے بلادِ عرب پہنچے۔ بنوکلب کے کچھ اَفراد کی معیت اختیار کی، جنھوں نے انہیں بزور غلام بنا کر فروخت کیا۔ بنوقریظہ کے ایک شخص نے انہیں خریدا اور اس طرح آپ مدینہ منورہ پہنچے۔ فارسیوں، یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اسلام قبول کیا۔ غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے دیا تھا۔ ۳۶ھ = ۶۵۶ء کو وفات پائی۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶: ۱۸۸، الاعلام ۳: ۱۱۱]

مقداد[1] رضی اللہ عنہ۔‘‘

امام ترمذی اس روایت کو حسنٌ غریبٌ کہہ کر نقل کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اسے صرف شریک نے نقل کیا ہے۔

لیکن اس روایت کا حسن ہونا محلِ نظر ہے اس لیے کہ:

- اس کا ایک راوی شریک بن عبداللہ نخعی کوفی قاضیٔ واسط ابوعبداللہ ہے جو صدوق ہونے کے باوجود بکثرت خطأ کا شکار ہوا کرتے تھے اور جب سے اُنہوں نے کوفہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا ہے اُس وقت سے اُن کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔[تقریب التہذیب:۳۰۰،ترجمہ:۲۷۸۷]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: ہمیشہ سے اِختلاط کا شکار رہتے تھے۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں: اُن کی اَغالیط [بے شمار غلطیاں] ہیں۔امام دارقطنی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔

[دیوان الضعفاء:۱۸۷،ترجمہ:۱۸۷۸]

- اس کا ایک راوی ابوربیعۃ [عمر بن ربیعۃ] اِیادی ہے جو منکر الحدیث ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۱۹۶،ترجمہ:۶۱۰۶]

[۱۵۵] إن الله أوحَى إليَّ في عليٍّ ثلاثة أشياء ليلة أسري بي:أنه سيدالمؤمنين وإمام المتقين،وقائد الغرالمحجلين.

[المعجم الصغیر۲:۸۸،اخبار اصبہان۲:۲۲۹،موضح اوہام الجمع والتفریق۱:۱۸۴]

’’اِسراء کی رات اللہ تعالیٰ نے علی [رضی اللہ عنہ] کے بارے میں مجھے تین باتیں بتائیں: آپ مؤمنوں

---

(۱) مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ،ابن الاسود سے پہچانے جاتے ہیں۔سابقون اولون میں سے ہیں۔کنیت ابومعبد اور ابوعمرو تھی۔اُن سات لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اسلام ظاہر کرنے میں پہل کیا تھا۔اسلام کی راہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر سب سے پہلے جہاد آپ نے کیا۔۳۷قبل ہجری=۵۸۷ء کو پیدا ہوئے۔جاہلیت میں آپ کی رہائش حضرموت میں تھی۔وہاں شمر بن حجر کندی سے لڑائی ہوئی،اس کے پاؤں کو زخمی کیا اور مکہ معظّمہ بھاگ آئے جہاں اسود بن عبدیغوث نے اُنہیں اپنا متبنیٰ بنایا اس لیے مقداد بن عمرو کہلانے لگے۔اُن کے اپنے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ بہرانی کندی ہے۔غزوۂ بدر اور سارے مشاہد میں حاضر رہے۔مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔مدینہ منورہ سے کچھ باہر ایک مقام میں ۳۳ھ=۶۵۳ء کو وفات پائی۔مدینہ منورہ لائے گئے اور دفن کیے گئے۔

[اسد الغابۃ۴:۳۳۹،ترجمہ:۵۰۷۸،الاعلام ۷:۲۸۲]

کے سردار، متقیوں کے امام اور اس امت کے قائد ہیں۔‘‘

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ اس کے راوی مجاشع بن عمرو کے بارے میں امام ابن معین فرماتے ہیں: میں نے اُس سے ملاقات کی ہے۔ کذابوں میں سے ایک تھا۔

[میزان الاعتدال ۳: ۴۳۶، ترجمہ: ۷۰۶۶]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الجرح والتعدیل ۸: ۳۹۰]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: أن هذا كذب موضوع بإتفاق أهل المعرفة بالحديث، و كلُّ مَن له أدنى معرفة بالحديث يعلم أن هذا كذب موضوع، لم يروه أحد من أهل العلم بالحديث في كتاب يعتمد عليه، لا الصحاح، و لا السنن، و لا المسانيد المقبولة و أن سيد المرسلين، و إمام المتقين، و قائد الغر المحجلين هو رسول الله ﷺ بإتفاق المسلمين

[منہاج السنۃ النبویۃ ۴: ۱۰۳]

’’حدیث کا علم رکھنے والے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے، بلکہ حدیث کا تھوڑا بہت علم رکھنے والا شخص اس روایت کو کذب و موضوع ہی کہے گا، اس لیے کہ یہ روایت احادیث کے کسی باعتماد کتاب، صحاح، سنن اور مقبول مسندوں میں سے کسی ایک میں بھی منقول نہیں اور اس لیے بھی کہ مؤمنوں کے سردار، متقیوں کے امام اور اس امت کے قائد تو رسول اللہ ﷺ ہیں، کوئی دوسرا نہیں۔‘‘

حافظ ذہبی نے بھی امام ابن تیمیہ کی تصویب کی ہے۔ [المُنتَقى من منهاج الاعتدال: ۴۹۷-۴۹۸]

[۱۵۶] إنَّ الله حجَبَ التَّوبة عن صاحِب كلّ بدعةٍ.

[المعجم الأوسط ۳: ۱۶۵، حدیث: ۴۲۰۲]

’’اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔‘‘

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر اس روایت کو صحیح جانتے ہوئے اس سے بدعت کی مذمت کا استدلال کرتے ہیں، ملاحظہ ہو راہ سنت: ۳۰، حالانکہ یہ روایت منکر ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے فرمایا ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۲۸۷، ترجمہ: ۹۱۷۵]

اس کا ایک راوی محمد بن تیرویۃ الطّویل ہے جو مدلس تھا۔ [میزان الاعتدال ۱: ۶۱۰، ترجمہ: ۲۳۲۰]

اس کی یہ روایت معنعن ہے، جب کہ صحیحین سے باہر کسی مدلس راوی کی معنعن روایت مردود ہوتی

ہے اور پھر یہ نصِ قطعی :
اِنَّ اللّٰہَ لَایَغۡفِرُاَن یُّشۡرَكَ بِهٖ وَیَغۡفِرُمَادُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَن یَّشَآءُ[سورۃ النساء۴:۴۸] اور اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعاً[سورۃ الزمر۳۹:۵۳] کے خلاف ہے اس لیے قطعاً نادرست اور نا قابل استدلال ہوئی، اگرچہ بدعت کی برائی اپنی جگہ مسلم ہے۔
حافظ ابن عساکر لوگوں کا خیال لکھتے ہیں: إنَّ توبة البِدعي غيرمقبولةٌ، وفيئته إلى الحق بعد الضلال غيرمأمولة ، **قلنا**: هذا القول عَرِيٌ عن البرهان و قائله بعيدٌ من التحقيق عند الإمتحان، بل التوبة مقبولةٌ مِن كل مَن تابَ والعفومِن اللّٰه مأمول عن كل مَن أناب ، والأحاديث التي رُوِيَت فيِ ذلك غيرقوية عند أرباب النقل، و القولُ بذلك مستحيلٌ أيضاً من طريق العقل، فإن البدعة لاتكون أعظم من الشرك ، ومَن ادَّعَى فهو مِن أهل الإفك. [تبیین کذب المفتری:۴۳-۴۴]
''بدعتی کی توبہ نا قابل قبول ہے، اور اُس کا حق کی طرف مائل ہونا محال اور ناممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اُن کے اس قول پر کوئی دلیل اور برہان موجود نہیں ہے، اور اس کا قائل تحقیق سے بہت دور جا پڑا ہے، بلکہ ہر کوئی جب توبہ کرتا ہے تو اُس کی توبہ قبول ہوتی ہے، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اِنابت کرتے ہوئے توبہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُسے معافی دیتے ہیں۔ بدعتی کا توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں جو احادیث وارِد ہیں، وہ اس فن کے علما کے نزدیک ضعیف وکمزور ہیں اور عقلی طور پر بھی نادرست ہیں، اس لیے کہ بدعت شرک کے مقابلے میں بڑا گناہ نہیں ہے اور جو اس کا دعویٰ کرے کہ بدعت شرک کے مقابلے میں بڑا گناہ ہے، وہ جھوٹا ہے۔''
[۱۵۷] إنَّ اللّٰه قرأَ طه ويٰسٓ قبل أن يخلق آدم بألف عامٍ فلما سمع الملائكةُ القرآنَ قالوا: طوبَى لأمةٍ ينزل هذاعليها وطوبَى لجوفٍ يحملُ هذاوطوبَى لألسن تَكَلَّمَ بهذا. [الاسماء والصفات، بیہقی:۲۳۲، اصول السنۃ، ابن زمنین، حدیث:۲۹، اصول السنۃ، لالکائی، حدیث:۳۶۹]
''اللہ تعالیٰ نے [سیدنا] آدم [علیہ السلام] کی پیدائش سے ہزار سال پہلے سورۃ طٰہٰ اور سورۃ یٰسٓ پڑھے۔ ملائکہ نے جب قرآن مجید کو سنا تو کہنے لگے: بڑی خوشی ہے اُس امت کے لیے جس پر یہ سورتیں نازل ہوگی، اس دل کے لیے بڑی خوشی ہے جو [اسے یاد کرکے] اس کا حامل ہو اور بڑی سعادت

ہے اُن زبانوں کے لیے جن پر یہ [سورتیں] جاری وساری ہوں۔“
اس روایت کی شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ:
- اس کا ایک راوی عمر بن حفص بن ذکوان ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: ہم نے اُس کی حدیث کو چھوڑ دیا ہے اور ہم نے اُس کی روایات کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔ امام نَسائی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ [لسان المیزان ۴: ۲۹۸' ترجمہ: ۸۳۲]
- اس کا ایک راوی ابراہیم بن مہاجر بن مسمار مدینی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۱: ۳۲۸' ترجمہ: ۱۰۳۳' الضعفاء الکبیر ۱: ٦٦]
امام عقیلی نے زیر بحث روایت اس کے منکر روایات کے لیے مثال کے طور پر پیش کی ہے۔
[الضعفاء الکبیر ۱: ٦٦]
علامہ طاہر مقدسی لکھتے ہیں: اس میں ابراہیم بن مہاجر مدنی ہے جو کذاب ہے۔
[معرفۃ التذکرۃ فی الاحادیث الموضوعۃ: ۱۰۸' روایت: ۱۶۴]

[۱۵۸] إن اللّٰه لما أراد أن يخلق نفسه خلق الخيل فأجراها فعرقت ثم خلق نفسه منها. [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۴: ۱۹۷]

”جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کو پیدا کرنا چاہا تو گھوڑے کو پیدا کیا' اُسے دوڑایا اور اُس کے پسینہ سے اپنے نفس کو پیدا کیا۔“
حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں: لايجوز أن يُروَى و لايحِلُّ أن يعتقد......و حديث إجراء الخيل موضوعٌ وضعه بعض الزنادقة. [تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳: ۱۴۵' تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۴: ۱۹۷]
”اس کی نہ تو روایت کرنی جائز ہے اور نہ اس پر عقیدہ رکھنا جائز ہے۔ یہ روایت موضوع ہے اور بعض زندیقوں کی وضع کردہ ہے۔“
اس کا راوی حسین بن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز بن شاہو ابوعلی اَہوازی ہے، جو کذاب تھا۔
[تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳: ۱۴۶]
اور جس کی اَن گنت خباثتیں ہیں، جو سیر اَعلام النبلاء ۱۸: ۱۷' اور میزان الاعتدال ۱: ۵۱۲ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

[۱۵۹] اِنَّ اللّٰه وَكَّلَ بقبري ملكاً أعطاهُ أسماء الخلائق فلايصلي عليَّ أحدٌ إلى يوم

القيامة إِلَّا أبلغني بإسمه و اسم أبيه هذا فلانٌ بن فلانٍ قد صلَّى عليك.

[مسند بزار۴: ۲۵۵‘ حدیث:۱۴۲۵]

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر ایک ایسا فرشتہ مقرر کیا ہے جسے ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت دی ہے۔ قیامت تک جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ اُسے اُس کے اور اُس کے باپ کے نام کے ساتھ مجھے پہنچا کر بتا تا ہے کہ فلاں ولد فلاں نے آپ پر یہ درود بھیجی ہے۔‘‘

اس کا راوی عمران حمیری ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی اس روایت کا کوئی تابع وشاہد موجود نہیں۔ [التاریخ الکبیر۳: ۴۱٦‘ ترجمہ:۲۸۳۱]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کی یہ روایت غیر معروف ہے۔

[میزان الاعتدال۳: ۲۳٦‘ لسان المیز ان۴: ۳۴۵]

اس کا ایک راوی نعیم بن ضمضم ہے جسے بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد۱۰: ۱٦۲]

[۱٦۰] إن الله و ملائكته يصلو ن على أصحاب العمائم يوم الجمعة.

[حلیۃ الاولیاء۵: ۱۹۰‘ الضعفاء الکبیر‘ عقیلی ۱: ۱۱۵]

’’اللہ اور اُس کے فرشتے اُس شخص پر اپنی برکت بھیجتے ہیں جو جمعہ کے روز عمامہ پہنے۔‘‘

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۴/۲: ۱۷۹]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی ایوب بن مدرک حنفی کذاب تھا۔

[الضعفاء الکبیر ۱: ۱۱۵‘ الکامل فی ضعفاء الرجال۲: ۵‘ میزان الاعتدال ۱: ۲۹۳‘ لسان المیز ان ۱: ۴۸۸]

[۱٦۱] إن اللّٰه يُبغضُ الشيخ الغربيب. قال القرطبي: يعني الذي يخضب بالسواد.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۵: ۸۵‘ تفسیر القرطبی۱۴: ۲۹۸‘ بذیل تفسیر سورۃ فاطر ۳۵: ۲۷‘ حدیث: ۵۱۳۲‘ الجامع الصغیر‘ حدیث: ۱۸۵۱]

’’اللہ تعالیٰ کالے رنگ کا خضاب لگانے والے بوڑھے کو پسند نہیں کرتے۔‘‘

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی رشدین بن سعد ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں: اُس کے ہاں بکثرت معضل اور منکر روایات ہیں۔ [احوال الرجال: ۱۵٦‘ ترجمہ: ۲۷۵]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین‘ ترجمہ: ۲۰۳]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: صالح وعابد مگر سیئ الحفظ اور احادیث کے معاملے میں غیر معتمد تھا۔

[میزان الاعتدال۲:۴۹]

[۱۶۲] إن الله يحب العبد المحترف [المحزون]

[مسند الشامیین۲:۳۵۱، حدیث:۱۴۸۱، المعجم الكبير ۱۲:۲۳۸، حدیث:۱۳۲۰۰، المعجم الأوسط۶:۳۲۷، حدیث:۸۹۳۴، المستدرک۴:۳۱۵، تفسیر القرطبی۴:۱۸۵، بذیل سورۃ آل عمران۳:۱۲۲، حدیث:۱۷۹۵]

''بے شک اللہ تعالی پریشان دل والے بندے کو پسند فرماتے ہیں۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ:

– مسند الشامیین اور المستدرک کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ہے، جو ضعیف ہے۔

[تلخیص المستدرک۴:۳۱۶]

اور یہ روایت منقطع بھی ہے، اس لیے کہ اس کے راوی ضمرۃ بن حبیب کی سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ [تلخیص المستدرک۴:۳۱۶]

– المعجم الكبير اور المعجم الأوسط کی سند میں عاصم بن عبیداللہ عمری ہے، جو واہی [شدید کمزور] ہے۔ [میزان الاعتدال۲:۳۵۳]

[۱۶۳] إن الله يحب العبد المفتتن التواب. [مسند احمد۱:۸۰، ۱۰۳، حلیۃ الاولیاء۳:۱۷۸-۱۷۹]

''بے شک اللہ تعالیٰ گناہ گار توبہ کرنے والے بندہ کو پسند فرماتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی سند اس طرح ہے: ابوعبداللہ مسلمۃ رازی، از ابوعمرو بجلی، از عبدالملک بن سفیان ثقفی، از ابوجعفر محمد بن علی، از محمد بن حنفیہ، از پدر اُو مرفوعاً.

– ابوعبداللہ مسلمۃ رازی کا ترجمہ مجھے تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکا۔

– ابوعمرو بجلی کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کا نام عبیدۃ بن عبدالرحمٰن بن عمر بجلی ہے اور ناقابل احتجاج وناقابل استدلال ہے۔ [میزان الاعتدال۴:۵۵۶، ترجمہ:۱۰۴۶۰]

– عبدالملک بن سفیان مجہول ہے۔ [تعجیل المنفعۃ۱:۸۲۸، ترجمہ:۶۶۹]

[۱۶۴] إن الله لا يقبل دعاءَ حبيبٍ على حبيبه. [تاریخ بغداد۲:۲۰۳]

''یقیناً اللہ تعالی کسی ایک دوست کی بد دعاء اس کے دوست کے بارے میں قبول نہیں کرتا۔''

امام دارقطنی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [سیر اَعلا النبلاء۱۵:۵۷۶]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابوبکر محمد بن حسن بن محمد بن زیاد نقاش ہے جس کے متعلق طلحہ بن محمد شاہد فرماتے ہیں: حدیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔[سیر أعلام النبلاء ۱۵: ۵۷۵]

[۱۶۵]أن امرأتين صامتا و إن رجلا قال: يارسول الله! إن هاهنا امرأتين قد صامتا و أنهما قد كادتا أن تموتا من العطش، فأعرض عنه أو سكت، ثم عاد، و أراه قال: بالهاجرة، قال: يانبي الله! إنهما والله قد ماتتا أو كادتا أن تموتا، قال: أدعهما، قال: فجاء تا قال: فجيئى بقدحٍ أو عسٍ، فقال لأحدهما قيئى، فقاء ت قيحاً أو دماً و صيداً و لحماً، حتى قاء ت نصف القدح، ثم قال للأخرَى قيئى، فقاء ت من قيحٍ و دمٍ و صيدٍ و لحمٍ عبيطٍ و غيره حتى ملأت القدح، ثم قال: إن هاتين صامتا عما أحل الله و أفطرتا على ما حرم الله عز و جل عليهما، جلست إحداهما إلى الأخرى فجعلتا يأكلان لحوم الناس.

[مسند احمد ۵: ۴۳۱، دلائل النبوۃ، بیہقی ۶: ۱۸۶-۱۸۷، احیاء علوم الدین ۳: ۱۴۲]

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (۱) اس روایت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''غیبت اور جھوٹ سے تو بہت ہی احتراز ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ نا قابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالی کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں''۔[فضائل رمضان: ۲۷]

غیبت کے حرام اور کبیرہ گناہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ قرآن مجید

(۱) محمد زکریا بن مولانا محمد یحییٰ، کاندہلہ میں ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے چچا مولانا محمد الیاس سے قریباً تمام علوم اسلامیہ میں کسب فیض کیا۔ علوم حدیث اپنے والد سے پڑھے۔ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ بیس سال کی عمر میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں مدرس مقرر ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ ۱۹۷۶ء میں وفات پائی۔[انسائیکلو پیڈیا مسلم شخصیات: ۵۵۹]

میں ہے: وَلا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ.

[سورۃ الحجرات ۴۹:۱۲]

مگر یہ روایت شدید ضعیف اور قطعاً نا قابل استدلال و احتجاج ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی مجہول العین ہے، اس کا نام تک سند میں مذکور نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ راوی ثقہ تھا یا ضعیف و کذاب و وضاع۔ معلوم نہیں کہ اس روایت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیوں اور کیسے فرمایا ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

اس روایت کو حافظ ابو یعلی موصلی نے سلیمان تیمی کے استاذ [عن رجل] کو حذف کر کے عبید سے براہ راست اپنی مسند ۳: ۱۴۷، حدیث: ۱۵۷۶ میں نقل کی ہے لیکن یہ سند بھی منقطع ہونے کے باعث ضعیف ہے۔

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: سلیمان نے عبید سے روایت نہیں سنی بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک نا معلوم راوی [رجلٌ] بھی ہے۔ [اسد الغابۃ ۳: ۲۸۴، بذیل ترجمہ عبید مولی رسول اللہ ﷺ [۳۴۹۶]

ابو داود طیالسی نے اپنی مسند: ۲۸۲، حدیث: ۲۱۰۷ میں اس روایت کو یزید بن اَبان رقاشی از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کی ہے مگر امام نسائی کی تصریح کے مطابق یزید بن اَبان متروک ہے۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۵۹۳]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یزید بن ابان شب زندہ دار اور نیک آدمی تھے مگر حدیث سے قطعاً ناواقف تھے اس لیے ان کی روایت لیس بشیئ ہوتی ہے۔

[المجروحین ۲: ۴۴۸-۴۴۹، ترجمہ: ۱۱۷۳]

امام احمد فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے، جب کہ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: ان کی وہ روایتیں محل نظر ہوتی ہیں جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہوں، پرہیز گار آدمی تھے لیکن ان کی روایتیں بناوٹی ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۹: ۲۵۲، ترجمہ: ۱۰۵۳]

[۱۲۶] إن اُناساً من أمتي سيتفقهون في الدين، ويقرأون القرآن، ويقولون: نأتي الأمراء فنصيبُ من دنياهم ونعتزلهم بديننا، ولايكون ذلك، كمالايُجتنى من القَتاد إلَّا الشوكُ كذلك لا يُجتنَى مِن قُربهم إلَّا، قال محمد بن الصباح: كأنه يعني: الخطايا.

[سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ [۳۳] حدیث: ۲۵۵]

''میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دین میں تفقہ کے مدعی ہوں گے اور قرآن کی تفسیر کا علم حاصل کریں گے، پھر وہ کہیں گے کہ اس میں کیا برائی ہے کہ ہم اربابِ اقتدار سے مل کر اُن کی دنیا سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے آپ کو ان سے بچائے رکھیں حالانکہ یہ ممکن نہیں ہے، جس طرح ببول کے درخت سے کانٹے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا اسی طرح اربابِ اقتدار سے [راوی کا خیال ہے] گناہ کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔'' [تزکیہ نفس، امین احسن اِصلاحی ۱:۱۴۷]

اس کی سند شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ:

–اس کا راوی ولید بن مسلم مدلس ہے اور کبھی کبھار کذابین تک کے ناموں میں تدلیس کرتا ہے۔
[میزان الاعتدال ۴:۳۴۷]

جب کہ اس کی یہ روایت معنعن بھی ہے۔

–اس کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی بردۃ غیر معروف ہے۔[مصباح الزجاجۃ ۱:۱۱۳]

[۱۶۷] إن بلالاً أخذ في الإقامة فلما أن قال: قد قامت الصلاة، قال النبي ﷺ: أقامها الله وأداها. [سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ [۲] باب مایقول اذا سمع الاقامۃ [۳۷] حدیث: ۵۲۸، شرح السنۃ ۲:۲۸۸، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۶۷۰]

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت شروع کی، جب آپ نے قد قامت الصلاۃ پڑھا تو رسول اکرم ﷺ نے اس کے جواب میں أقامها الله وأدامها پڑھا۔''

امام نووی لکھتے ہیں: رواه أبو داود بإسنادٍ ضعيفٍ جدًّا. [شرح المہذب ۴:۳۳۰]

''اسے ابوداود نے شدید ضعیف سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔''

اس روایت کے ضعیف ہونے کی تین علتیں ہیں۔

–۱: اس کا راوی محمد بن ثابت العبدی قوی نہیں۔[تہذیب الکمال ۲۴:۵۵۶، الکاشف ۳:۲۶]

امام ابن معین فرماتے ہیں: ليس بشيء تھا۔[التاریخ ۲:۵۰۷]

–۲: اس کا ایک اور راوی رجلٌ من أهل الشام اہل شام میں سے ایک آدمی ہے، جس کا کوئی اتا پتا معلوم نہیں کہ کیسے تھا؟ ثقہ تھا یا ضعیف؟

–۳: تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کا راوی شہر بن حوشب صدوق، کثیر الارسال اور کثرت سے اوہام

کا شکار ہوا کرتا تھا۔[تقریب التھذیب:۳۰۲۳ ترجمہ:۲۸۳۰]
امام شعبہ کے نزدیک مطعون راوی تھا۔[تہذیب الکمال۱۲:۵۸۲]
حافظ مزی (۱) لکھتے ہیں: شہر بن حوشب اور اس کی روایات سے دھوکا میں نہیں پڑنا چاہئے۔
[تہذیب الکمال۱۲:۵۸۳]
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ روایت اور اس میں یہ اضافہ بے اصل ہیں۔[تلخیص الحبیر ۱:۲۱۱]
[۱٦۸] إن بلالاً كان يبدل الشين في الأذان سيناً.
''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ''أَشْهَدُ'' کے بجائے ''أَسْهَدُ'' پڑھتے تھے۔''
حافظ مزی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ بات زبان زد عوام ہے، حتی کہ بعض شعراء نے اسے اپنے اشعار میں بھی بیان کیا ہے لیکن ہم نے اسے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔
[المقاصد الحسنۃ:۱۹۰، حدیث:۲۲۱، الاسرار المرفوعۃ:۱۴۰، حدیث:٦۷، تذکرۃ الموضوعات، ہندی:۱۰۱]
ملا علی قاری لکھتے ہیں یہ روایت بے اصل ہے۔[المصنوع:٦۵، حدیث:۵۵]
مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: حفاظِ حدیث کے ہاں یہ روایت بے اصل و بے اَساس ہے۔
[ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی:۲۹۴]
[۱٦۹]إنَّ الجنة لتزخرف لرمضان من رأس الحول إلى الحول.
[المعجم الأوسط ۵:۱۲٦، حدیث:٦۸۰۰، شعب الایمان ۱:۳۱۲، حدیث:۳٦۳۳]
''رمضان کے استقبال کے لیے شروع سال ہی سے جنت کو مزین کر لیا جاتا ہے۔''
اس روایت کا دارومدار الولید بن الولید العنسی الدمشقی پر ہے جو متروک ہے۔
[الضعفاء والمتروکین، دارقطنی، ترجمہ:۵٦۱]
امام ابن حبان لکھتے ہیں: عمرو بن دینار کی سند سے اس کی روایتیں مقلوب اور نا قابل احتجاج ہوتی

---

(۱) حافظ مِزّی [بکسر المیم وتشدید الزای] یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف، ابوالحجاج، قضاعی، کلبی، مزی، محدث دیار شام، ٦۵۴ھ=۱۲۵٦ء کو حلب میں پیدا ہوئے اور دمشق کے ایک گاؤں مِزَّہ میں پلے بڑھے۔ دمشق میں ۷۴۲ھ=۱۳۴۱ء کو وفات پائی۔ لغت، حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔
[الدرر الکامنۃ ۴:۴۵۷، الاعلام ۸:۲۳۷]

ہیں۔[المجروحین۲:۴۲۳، ترجمہ:۱۱۳۸]

امام حاکم فرماتے ہیں: یہ راوی عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کے نام سے موضوع روایتیں نقل کرتا ہے۔[المدخل إلی الصحیح ۱:۲۳۲، ترجمہ:۲۱۷]

[۱۷۰] إنّ الجنة لَتُزَيَّنُ من السَّنةِ لشهر رمضان.

[المعجم الأوسط ۲:۴۱۴، حدیث:۳۶۸۸، شعب الایمان ۱:۳۱۲، حدیث:۳۶۳۲]

''سال کے شروع سے رمضان کے استقبال کے لیے جنت کو مزین کیا جاتا ہے۔''

یہ روایت ناقابل استدلال ہے اس لیے کہ اس کے دو راویوں طاہر بن عیسی بن قبرس اور احمد بن ابیض المدینی کا کتب اسماء الرجال میں کہیں اتا پتا نہیں کہ کون تھے؟ ثقہ تھے یا کذاب ووضاع؟

[۱۷۱] إن الحارث بن هشام وعكرمة بن أبي جهل وعياش بن أبي ربيعة اِرتثوا يوم اليرموك ،فدعا الحارث ماءً ليشربه،فنظر إليه عكرمة فقال الحارث إدفعوه إلى عكرمة فنظر إليه عياش،فماوصل إلى عياش ولا إلى أحد منهم حتى ماتوا وماذاقوا.

[المستدرک ۳:۲۴۲]

''حارث بن ہشام، عکرمۃ بن ابی جہل اور عیاش بن ابی ربیعہ کو جنگ یرموک کے روز شدت سے پیاس لگی۔ حارث نے پانی منگایا تاکہ اپنی تشنگی بجھادے، تو عکرمۃ نے طلب کے انداز میں اُس کی طرف دیکھا۔ حارث نے پانی لانے والے سے کہا: اسے عکرمہ کو پلایا جائے، ساقی اس کے پاس پہنچا ہی تھا کہ عیاش نے للچاتی ہوئی نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔ عکرمہ نے ساقی سے کہا: یہ عیاش کے پاس لے چلو، وہ ابھی عیاش کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اس کی روح پرواز کر گئی، ان تینوں میں سے کسی نے پانی نہیں پیا اور سب کے سب پانی پیے بغیر وفات پا گئے۔''

یہ واقعہ زبان زدعام وخاص ہے۔ گورنمنٹ سکولوں کے جماعت ہشتم کے انگریزی کی کتاب Middle stage english book 3 کے صفحہ: ۱۱ پر A Noble Deed کے عنوان سے اسے شامل نصاب کیا گیا ہے۔

اس واقعہ کے بارے میں امام ابن قتیبہ (۱) لکھتے ہیں: یہ روایت میرے نزدیک موضوع ہے کیونکہ

---

(۱) عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری۔ ادب کے بہت بڑے امام تھے۔ ۲۱۳ھ = ۸۲۸ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ کچھ عرصہ تک دَینور کے قاضی رہے ہیں اس لیے دَینوری کہلائے۔ بغداد ہی......

اہلِ سیرت وتاریخ نے لکھا ہے کہ عکرمہ ۱۳ ہجری کو جنگ اجنادین میں شہید ہوئے تھے۔ عیاش مکہ مکرمہ میں وفات ہوئے تھے جب کہ حارث بن ہشام نے طاعون عمواس میں ۱۸ ہجری کو شام میں وفات پائی تھی۔ [عیوان الاخبار ا: ۶۲۳، ۴ تحقیق: ڈاکٹر یوسف علی الطّویل]

واقعہ اجنادین ۱۸ جُمادی الاُولی ۱۳ ہجری کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک ماہ قبل پیش آیا تھا۔ [ہامش سیر اعلام النبلاء ا: ۳۱۴]

عکرمہ کے متعلق حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۱۵ ہجری کو جنگ یرموک میں شہادت پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ا: ۳۱۶]

حارث بن ہشام کے بارے میں حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: اجنادین [۱۳ ہجری] یا طاعون عمواس میں [۱۸ ہجری] وفات پا گئے۔ [المنتظم ۴: ۲۵۸] (۱)

یاد رہے کہ جنگ یرموک ۱۲ رجب ۱۵ھ = ۲۰/اگست ۶۳۶ء کو لڑی گئی تھی۔

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۳: ۲۸۶]

[۱۷۲] إن الحديث سيفشو عني، فما أتاكم عني يُوافق القرآنَ فهو عني، وما أتاكم يُخالف القرآن فليس عني. [الرد علی سیر الاوزاعی: ۲۴-۲۵]

''میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی تو جو حدیث میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے روایت کی جائے اور تم اس کو کتاب اللہ کے موافق پاؤ تو قبول کرلو، اور اگر اس کے خلاف پاؤ تو وہ میری طرف سے نہیں ہے۔''

اسے امام ابویوسف نے ابن ابی کریمہ از ابوجعفر از نبی اکرم ﷺ مرفوعاً نقل کی ہے اور اس میں دو اِسنادی خامیاں ہیں:

۱:- اس کا پہلا راوی ابن ابی کریمہ ہے، جس کا نام خالد ہے۔ کچھ محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ [تہذیب التہذیب ۳: ۱۰۴، ترجمہ: ۱۷۴۷]

مگر امام شافعی لکھتے ہیں کہ اس کا راوی مجہول ہے۔ [الرسالۃ: ۲۲۵، فقرۃ: ۶۱۹]

...... میں ۲۷۶ھ = ۸۸۹ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۴۲، الاعلام ۴: ۱۳۷]

(۱) یہ ابوجہل کا بھائی تھا اور ۱۸ ہجری کو طاعون عمواس میں وفات پائی تھی۔ [الاعلام ۲: ۱۵۸]

امام بیہقی لکھتے ہیں: كأنه أراد بالمجهول خالد بن أبي كريمة فلم يُعرف من حاله ما يثبت به خبره. [معرفۃ السنن والآثار ۱:۶۹، تہذیب التہذیب ۳:۱۰۴]

''مجہول سے اُن کا مراد خالد بن ابی کریمہ ہے اس لیے کہ اُس کی حالت اتنی معروف نہیں جس کی بدولت اس کی روایت تسلیم کی جائے۔''

-۲: خالد بن ابی کریمہ کے دو ہم نام استاذ ہیں:

-ابوجعفر عبداللہ بن مِسور بن عبداللہ بن عون بن جعفر بن ابی طالب مدائنی

-ابوجعفر محمد بن علی الباقر۔ [تہذیب الکمال ۸:۱۵۶، ترجمہ:۱۶۴۷]

اوراس روایت میں وہ اپنے استاذ کا نام ''ابوجعفر'' بتاتے ہیں، وریہ وضاحت نہیں کرتے کہ یہ مدائنی ہیں یا باقر۔ اب اگر یہ امام ابوجعفر محمد بن علی باقر تابعی ہیں، تب تو یہ روایت منقطع ہے جو ضعیف ہوتی ہے اور اگر یہ ابوجعفر عبداللہ بن مِسور مدائنی ہیں، تو روایت موضوع ہے اس لیے کہ یہی مدائنی کذاب تھا۔ امام احمد فرمایا کرتے تھے:

إضرب على حديثه أحاديثه موضوعة. [العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۳۴۵، نص:۶۳۶]

''اس کی حدیث چھوڑ دو اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔''

یہ بھی فرمایا: كان عبدالله بن مسور يضع الحديث. [العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۳۴۶، نص:۶۴۰]

''عبداللہ بن مسور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔''

یہ بھی فرمایا: كان يضع الحديث، و يكذب. [العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۵۲۰، نص:۱۲۲۱]

''احادیث وضع کرتا اور جھوٹ بولا کرتا تھا۔''

اس لیے امام شافعی لکھتے ہیں: و هذه أيضاً روايةٌ منقطعةٌ عن رجلٍ مجهولٍ، و نحنُ لانَقْبَلُ مثلَ هذه الروايةِ في شيء. [الرسالۃ:۲۲۵، فقرہ:۶۱۹]

''یہ روایت منقطع ہے اور مجہول راوی سے اس کی روایت کی گئی ہے اور ہم اس قسم کی روایت کو کسی بھی معاملہ میں قبول نہیں کرتے۔''

امام بیہقی لکھتے ہیں: الحديث الذى رُوِيَ في عرض الحديث على القرآنِ باطلٌ، لايصح. [دلائل النبوۃ ۱:۲۷]

''حدیث کو قرآن مجید پر پیش کرنے کی روایت باطل ہے اور صحیح نہیں ہے۔''

امام محمد طاہر بن علی ہندی نے امام خطابی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

وضعَتهُ الزَّنادقة. [تذکرۃ الموضوعات:۲۸]

''اسے زنادقہ نے وضع کیا ہے۔''

[۱۷۳] إن داود كان زراداً، وكان آدم حَرَّاثاً، وكان نوح نَجَّاراً، وكان إدريس خَيَّاطاً، وكان موسى راعياً. [المستدرک۲:۵۹۶]

''سیدنا داود علیہ السلام زرہ ساز تھے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے مزارعت کی۔ سیدنا نوح علیہ السلام بڑھئی تھے۔ سیدنا ادریس علیہ السلام درزی تھے اور سیدنا موسی علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی عبدالمنعم بن ادریس ہے جو ساقط الاعتبار تھا۔

[تلخیص المستدرک۲:۵۹۶]

حافظ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں: واعظ اور نا قابل اعتماد ہے۔ اکثر محدثین کے نزدیک متروک ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں: وہب بن منبہ کی سند سے موضوعات نقل کرتا ہے۔ [میزان الاعتدال۲:۶۶۸]

امام بخاری فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر۶:۱۳۸]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: وہب بن منبہ کا نواسا تھا۔ اپنے باپ اور دوسرے راویوں کے نام لے کر موضوعات کی روایت کرتا ہے۔ [المجروحین۲:۱۴۳، ترجمہ:۷۷۳]

[۱۷۴] إنَّ رجلاً دخل على النبي ﷺ أبيض الرأسِ واللحية فقال: ألستَ رجلاً مسلماً؟ قال: بلى، قال ﷺ: فاختضب.

[مسند ابی یعلی۶:۲۱۳، حدیث:۷۳۹-۳۴۹۴] [المطالب العالیۃ۲:۲۷۵، حدیث:۲۲۱۰]

''ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں آ گیا جس کے سر کے بال سفید تھے۔ آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا: کیا تو مسلمان نہیں؟ اُس نے کہا: کیوں نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور بالوں کو رنگ لگاؤ۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی علی بن ابی سارۃ ہے جس کے بارے میں امام ابوداؤد فرماتے ہیں: متروک ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: في حديثه نظرٌ اور حافظ ذہبی نے اس کی ضعیف روایات میں زیر بحث روایت بطور مثال درج کی ہے۔ [میزان الاعتدال۳:۱۳۰،

ترجمہ:۵۸۴۶]

[١٧٥] إن رجلاً كان يختلف إلى عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ في حاجة له، فكان عثمان رضی اللہ عنہ لا يلتفت إليه، ولا ينظر في حاجته، فلقي ابن حُنَيف رضی اللہ عنہ فشكى ذلك إليه، فقال له عثمان ابن حنيف رضی اللہ عنہ: إيت الميضاة فتوضأ ثم إيت المسجد فصل فيه ركعتين، ثم قل: أللهم إني أسالك وأتوجه إليك بنبينا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبي الرحمة، يا محمد! إني أتوجَّهُ بك إلى ربك. [المعجم الصغیر ۱:۱۸۳، دلائل النبوة، بیہقی ٦:١٦٧]

''ایک شخص سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضروری کام کے سلسلے میں آتا جاتا تھا مگر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ اُس کی حاجت براری کرتے، وہ شخص سیدنا عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ (۱) سے ملا اور اس کی شکایت کی انہوں نے فرمایا: وضوء کی جگہ جا، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمۃ ہیں۔''

اس روایت کے اخیر میں تصریح ہے کہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس دعا کی برکت سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم وتکریم بھی کی اور اس کا کام بھی کر دیا۔

[تسکین الصدور فی تحقیق اَحوال الموتی فی البرزخ والقبور:۴۲۳-۴۲۴]

مولانا صفدر صاحب نے سند کی تحقیق کیے بغیر امام طبرانی، منذری، سبکی اور سمہودی کے حوالہ سے اس کی تصحیح فرمائی ہے، اور مولانا تھانوی کے نشر الطیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

''اس سے توسل بعد الوفاۃ بھی ثابت ہے۔''

حالانکہ اس پر اِسناداً اور درایۃً کئی اعتراض موجود ہیں:

-۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''یا محمد [صلی اللہ علیہ وسلم]'' کہنا ازروئے قرآن ناجائز ہے۔ کیا سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اس سے بے خبر تھے؟ اور روایت کا یہی ٹکڑا اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ قصہ مصنوعی ہے۔

---

(۱) عثمان بن حُنَیف بن وہب الانصاری الاوسی ابوعمرو رضی اللہ عنہ۔ اُحُد اور مابعد کے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ سواد اور بصرہ کے امیر رہے ہیں۔ کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ سیدنا معاویہ کے دور خلافت میں ۴۱ھ = ٦٦١ء کے لگ بھگ وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۳:۳۱۱، ترجمہ:۳۵۷۸، الاعلام ۴:۲۰۵]

[مولانا صفدر صاحب نے نبی الرحمۃ تک حدیث نقل فرمائی ہے تاکہ یہ اعتراض وارد نہ ہوسکے]

۔۲: خلیفہ راشد سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ اللہ کی مخلوق پر بڑے ہی شفیق تھے۔آپ رِفاہی کاموں میں سب سے آگے اور عوام کی خدمت میں پیش پیش رہا کرتے تھے' لیکن یہ روایت اُن کی بدخلقی کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ مسلمانوں کی حالات اور اُن کی ضروریات سے اُن کو کوئی دل چسپی نہیں تھی۔لوگ اُن سے بار بار ملنے آتے اور وہ اُن کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور لوگ اُن کی اس بدخُلقی سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں' تب کہیں جا کر وہ سنتے اور نرم پڑتے ہیں۔**نعوذ باللہ من ذلك .**

[اس اعتراض سے بچنے کے لیے مولانا صفدر صاحب لکھتے ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ [غالباً بوجہ مصروفیت] اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔]

۔۳: امام طبرانی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

لم يروه عن روح بن القاسم الّا شبيب بن سعيد. [المعجم الصغیر ۱:۱۸۴]

''اسے روح بن قاسم سے شبیب بن سعید کے علاوہ کوئی دوسرا راوی روایت نہیں کرتا۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شبیب اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے' جب کہ شبیب ثقہ ہونے کے باوجود غرائب کو بھی نقل کیا کرتا تھا۔[میزان الاعتدال ۲:۲۶۲]

پھر شبیب سے اس کو روایت کرنے والا عبداللہ بن وہب ہے۔[المعجم الصغیر ۱:۱۸۳]

حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ شبیب کے فرزند احمد کی اپنے والد سے روایت لا بأس به ہے مگر اس سے ابن وہب کی نقل کردہ روایت ایسی نہیں ہوتی۔[تقریب التہذیب: ۲۹۷' ترجمہ: ۲۷۳۹]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: عبداللہ بن وہب نے شبیب کے نام سے مناکیر روایت کی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۴۷' ترجمہ: ۱۱-[۸۹۱]

امام بیہقی نے اسے اسماعیل بن شبیب' از شبیب کے سند سے نقل کیا ہے۔

[دلائل النبوۃ ۶:۱۶۷]

اور اسماعیل بن شبیب کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔

[میزان الاعتدال ۱:۲۳۴]

معلوم نہیں، یہ روایت کن اصول کے تحت صحیح ہوئی؟

[۱۷۶] إن رجلين صليا صلاة الظهر والعصر وكانا صائمين، فلما قضى النبي ﷺ الصلاة قال: أعيدا وضوء كما وصلاتكما وامضيا في صومكما واقضياه يوماً آخر، قالا: لم يارسول الله؟ قال: اغتبتم فلاناً. [شعب الایمان ۵:۳۰۳، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۴۸۷۳]

''دو آدمیوں نے روزہ کی حالت میں نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اُن سے فرمایا: تم اپنی نماز اور وضوء کا اعادہ کرو۔ دن کے آخر تک روزہ رکھو اور اس کے عوض ایک اور روزہ رکھو، ان دونوں نے وجہ پوچھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے فلاں کی غیبت کی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ:

-اس کا راوی یوسف بن یعقوب ابوعمر نیشاپوری ہے جو ابوبکر ابن ابی شیبۃ کا شاگرد ہے، اس کے بارے میں حافظ ابوعلی نیشاپوری فرماتے ہیں: میں نے اپنی طویل سفروں میں کسی نیشاپوری کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے ابوعمر نیشاپوری کے، جو جھوٹ بولا کرتا تھا۔

[تاریخ بغداد ۱۴:۳۲۰]

-اس کا ایک راوی عباد بن منصور ناجی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: مدلس اور صاحب مناکیر تھا۔

[جامع التحصیل: ۱۰۷، تعریف اہل التقدیس: ۱۲۹]

اور یہ روایت معنعن ہے، جب کہ امام نووی لکھتے ہیں:

والمدلِّسُ إذا قال: "عن" لايُحتجُّ به ولو كان عدلاً ضابطاً. [شرح المہذب ۴:۱۷۵]

''مدلس کی ''عن'' والی روایت ناقابل استدلال ہوتی ہے اگرچہ وہ عدل وضابط ہی کیوں نہ ہو۔''

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ليس بشيء تھا۔ بصرہ کا قاضی تھا اور قدری تھا۔

[التاریخ ۲:۲۹۳]

[۱۷۷] أن رسول الله ﷺ حلف لحفصة أن لايقرب أمته، قال: هي عَلَيَّ حرامٌ.

[سنن سعید منصور ۱:۱۹۱، السنن الکبریٰ، بیہقی ۷:۳۵۳، ابن کثیر ۴:۴۰۸، فتح الباری ۸:۶۵۶۷]

''رسول اللہ ﷺ نے حفصہ [رضی اللہ عنہا] کے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز [ماریہ رضی اللہ عنہا] سے مقاربت نہ کریں گے۔''

یہ روایت نا درست ہے کیونکہ:

– یہ منقطع ہے، اس لیے کہ مسروق تابعی ہیں، اُنہوں نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کے واسطوں کا ذکر نہیں کیا۔

– ابن کثیر کی سند میں ابو قلابہ: عبدالملک بن محمد رقاشی ہے، جس کی نسبت امام دار قطنی فرماتے ہیں: کثرت سے وہم کا شکار ہوا کرتا تھا، اس کی روایت سے استدلال و احتجاج درست نہیں۔

[میزان الاعتدال ۲:۶۶۳' تہذیب التہذیب ۶:۳۷۲]

– امام نسائی فرماتے ہیں: هذاالحديث إسناده جيد غاية صحيح حديث عائشة هذا في العسل. [السنن الکبریٰ' نسائی ۳:۳۵۶' عمدہ القاری ۱۶:۱۰۲]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ جو حدیث شہد کے بارے میں وارد ہے، وہ حد درجہ صحیح ہے۔''

– امام نووی فرماتے ہیں: أن الصحيح في سبب نزول الآيه أنها فيقصه العسل'لا في قصة مارية المروي فيغيرالصحيحين ' ولم تأت قصة من طريق صحيح.

[شرح صحیح مسلم ۱۰:۷۷' عمدۃ القاری ۱۷:۲۳' روح المعانی ۲۷-۲۸:۳۷۴]

''آیت کے شان نزول میں صحیح روایت یہ ہے کہ شہد کے واقعہ میں ہے۔ ماریہ رضی اللہ عنہا کے باب میں نہیں ہے جو صحیحین کے سوا اور کتابوں میں مذکور ہے۔ ماریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ کسی صحیح طریقہ سے مروی نہیں ہے۔''

[۱۷۸] إن رسول الله ﷺ سأل ربه أن يحيِيَ أبويه فأحياهما له وآمَنَّابه ثم أماتهما.

[الروض الانف ۲:۱۲۱]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے اپنے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے کی دعا کی' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا' انہوں نے آپ پر ایمان لایا' اور انہیں پھر موت دی۔''

اس روایت کے بارے میں:

– ۱: امام سہیلی فرماتے ہیں: اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔ [الروض الانف ۲:۱۲۱]

– ۲: حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ روایت شدید منکر ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۶۷، تمییز الطیب من الخبیث: ۱۵]

– ۳: ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۱۰۸]

نیز یہ روایت مندرجہ ذیل صحیح احادیث کے معارض ہے:

– حدیث میں ہے: زار النبي ﷺ قبر أمه، فبَكى و أبكَى مَن كان حوله، فقال: استأذنتُ ربي في أن أستغفر لها، فلم يؤذن لي، واستأذنته في أن أزور قبرها فأذن لي، فزوروا القبور فإنها تذكركم الموت. [صحیح مسلم، کتاب الجنائز [۱۱] باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل زیارۃ قبر امہ [۳۶] حدیث: ۹۷۶، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز [۱۵] باب فی زیارۃ القبور [۸۱] حدیث: ۳۲۳۴، سنن نسائی، کتاب الجائز [۲۱] باب زیارۃ قبر المشرک [۱۰۱] حدیث: ۲۰۳۴]

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں خود بھی روئے اور ساتھیوں کو بھی رُلایا، پھر فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کے لیے مغفرت کی دعا کروں، تو مجھے اس کی اجازت نہیں دی گئی اور اُن کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اس کی اجازت دی گئی پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو یہ تمہیں موت کی یاد دلاتی رہے گی۔''

– ایک اور حدیث میں ہے: إن رجلاً قال: يارسول الله! أين أبي؟ قال في النار، فلما قَفَى دعاه و قال: إن أبي و أباك في النار. [صحیح مسلم، کتاب الایمان [۱] باب بیان ان مات علی الکفر فھو فی النار و لا تنالہ شفاعۃ ولہ نفقۃ قرابۃ المقربین [۸۸] حدیث: ۲۰۳، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ [۳۴] باب فی ذراری المشرکین [۱۸] حدیث: ۴۷۱۸، مسند احمد ۳: ۱۱۹، ۲۶۸، مسند ابی عوانہ ۱: ۹۹]

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کس جگہ پر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ میں'' جب وہ اٹھ کر جانے لگا تو اسے بلا کر فرمایا: ہم دونوں کے باپ آگ میں ہیں۔''

قاضی عیاض فرماتے ہیں: وقوله ﷺ: إن أبي و أباك في النار، وهو من حسن المعاشرة و التسلية، لأنه لما أخبره بما أُخبِر و رآهُ عَظُمَ عليه أخبره أن مصيبته بذلك كمصيبته ليتأسى به. [إكمالُ المعلم ۱: ۵۹۱]

''إن أبي و أباك في النار'' میں رسول اللہ ﷺ کے حسنِ معاشرت کا ایک نمونہ اور سائل کے لیے

ایک گونہ تسلی ہے کہ ہم دونوں اس مصیبت میں برابر کے شریک ہیں۔''
امام نووی اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فيه أن مَن مات على الكفر فهو في النار، ولا تنفعه قرابة المقربين، وفيه أن من مات في الفَتْرة على ما كانت عليه العرب من عبادة الأوثان فهو مِن أهل النار، و ليس هذا مؤاخذة قبل بلوغ الدعوة، فإن هؤلاء كانت قد بَلَغَتْهم دعوة إبراهيم عليه السلام وغيره من الأنبياء صلوات الله و سلامه عليهم.
[شرح صحیح مسلم۳:۷۹]
''اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی کفر کی حالت میں مر گیا وہ دوزخی ہے اور کسی رشتہ دار کی رشتہ داری اس کے لیے نافع و مفید نہیں ہو سکتی۔ نیز زمانہ جاہلیت کے جو لوگ بت پرستی میں مر گئے وہ سارے کے سارے جہنمی ہیں، اِسے مؤاخذہ قبل از تبلیغ نہیں کہا جائے گا اس لیے کہ عرب ملتِ ابراہیمی سے شناسا تھے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعوتِ توحید انہیں پہنچی ہوئی تھی۔''
[۱۷۹] اِنَّ رسول الله ﷺ لعن الحكم وولده. [مستدرک۴:۴۸۱]
''بے شک رسول اللہ ﷺ نے حکم [رضی اللہ عنہ] اور اُس کی اولاد پر لعنت کی ہے۔''
امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، مگر حافظ ذہبی لکھتے ہیں:
الرُّشديني ضعفه ابن عدي. [تلخیص المستدرک۴:۴۸۱]
''رُشدینی [احمد بن محمد بن حجاج بن رشدین مصری] کو ابن عدی نے ضعیف کہا ہے۔''
احمد بن صالح کہتے ہیں: کذاب تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۱:۲۰۱، لسان المیزان۱:۲۵۸]
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: قال ابن السكن: يُقالُ: إنَّ النبي ﷺ دعا عليه، ولم يثبت ذلك. [الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۱:۳۴۵]
''محدث ابن السکن کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں بددعا دی تھی، لیکن یہ بات ثابت نہیں ہے۔''
[۱۸۰] إن رسول الله ﷺ لم يكن يُرى له ظل في شمس ولا قمر. [الخصائص الکبریٰ۱:۶۸]
''رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تو سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا اور نہ چاندراتوں میں۔''
اس کا مرکزی راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی ہے جو امام عبدالرحمٰن بن مہدی کی تصریح کے

مطابق جھوٹا تھا۔امام ابوزرعۃ بھی اسے کذاب کہتے ہیں۔امام مسلم فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث تھاامام ابوعلی فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھااورامام نسائی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔

[تاریخ بغداد۱۰:۲۵۱-۲۵۲، تہذیب التہذیب۶:۲۳۲]

امام احمد بن محمد بن حنبل لکھتے ہیں: اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہےاوروہ محض ہیچ اورمتروک الحدیث ہے۔[العلل ومعرفۃ الرجال۱:۳۸۴، ۲:۳۷۵]

ملاعلی قاری لکھتے ہیں: اسے حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادرالاصول میں عبدالرحمٰن بن قیس کے طریق سے ذکر کی ہےاوریہی عبدالرحمٰن مطعون ہے۔عبدالرحمٰن نے اس روایت کوعبدالملک بن عبداللہ بن ولید سے نقل کیا ہے جومجہول ہے۔[شرح الشفاء برہامش نسیم الریاض۳:۲۸۲]

پھر یہ روایت مرسل بھی ہے، کیونکہ اس کا آخری راوی ذکوان ہے، جس کی رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست روایت وسماعت ثابت نہیں۔

نیز اس موضوع روایت کے برخلاف صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ سیدالانبیاء ﷺ کا سایہ تھا۔

[۱] سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک رات رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور بالکل نماز کی حالت میں اپنا ہاتھ اچانک آگے بڑھایا مگر پھر جلد ہی پیچھے ہٹالیا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آج آپ نے خلافِ معمول نماز میں نئے عمل کا اضافہ کیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ میرے سامنے ابھی ابھی جنت پیش کی گئی، میں نے اس میں بہترین پھل دیکھے تو جی میں آیا کہ اس میں سے کچھ اُچک لوں، مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، میں پیچھے ہٹ گیا، پھر مجھ پر جہنم پیش کیا گیا: حتى رأيتُ ظِلّي و ظِلَّكُم فيه.[المستدرک۴:۴۵۶]

''یہاں تک کہ میں نے اُس کی روشنی میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔''

اور اُسے دیکھتے ہی میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔''

[۲] دو امہات المؤمنین ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔جن میں سے ایک کے پاس ایک اونٹ تھااور وہ بیمار ہوگیا، جب کہ دوسری کے پاس دو اونٹ تھے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم ایک زائد اونٹ اسے دے دو تو انہوں نے کہا: میں اُس یہودیہ کو کیوں دوں؟ اِس پر آپ ﷺ ناراض ہوگئے اور تقریباً تین ماہ تک اُن کے پاس نہ گئے حتی کہ پہلی والی نے مایوس ہوکر اپنا سامان باندھ لیا۔فرماتی ہیں:

فبينما أنا بنصف النهار إذا أنا بظل رسولِ الله ﷺ مُقبلٍ.

[مسند احمد ۶:۱۳۲،۳۳۸، طبقات ابن سعد ۸:۱۲۷]

''اچانک دیکھتی ہوں دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک میری طرف آرہا ہے۔''

اس قسم [آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی] کی ایک بلاسند روایت حافظ ابن جوزی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس طرح ذکر کی ہے: لم يكن لرسول الله ﷺ ظِلٌّ، ولم يقم مع شمس قَطُّ إِلَّاغلب ضوؤهٗ ضوء الشمس، ولم يقم مع سراجٍ قَطُّ إِلَّاغلب ضوؤه السراج.

[الوفاء:۴۱۲]

''رسول اللہ کا سایہ نہیں تھا اور آپ ﷺ جب کبھی سورج کی روشنی میں کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کی خوب صورتی ورعنائی سورج کی روشنی پر غالب آئی اور کسی لیمپ کی روشنی آپ کے سامنے ماند پڑتی۔''

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نہایت حسین وجمیل تھے لیکن حافظ ابن جوزی نے جو روایت پیش کی ہے اُس کی کوئی سند نہیں لکھی، اس لیے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

[۱۸۱] إن رسول الله ﷺ مَرَّعلى امرأتين تصليان فقال: إذاسجدتُّما فَضُمَّا بعض اللحم إلى الأرض فإن المرأة ليست في ذلك كا لرجل.

[مراسیل ابی داوٗد ۱۱۸، حدیث: ۸۷، السنن الکبریٰ، بیہقی ۲:۲۲۳]

''رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ تم جب سجدہ کرو تو جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو، اس لیے کہ اس میں عورت، مرد کے مانند نہیں ہے۔'' [خواتین کا طریقہ نماز: ۳۹-۴۰]

اس مرسل روایت کا ایک راوی سالم بن غیلان ہے جو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق متروک الحدیث ہے۔ [سوالات البرقانی: ۳۵، ترجمہ: ۲۰۵]

حافظ ابن حجر اس کا نام لیے بغیر فرماتے ہیں: في إسناده متروك. [تلخیص الحبیر ۲:۲۴۲]

[۱۸۲] إن رسول الله ﷺ مَرَّعلى نسوةٍ فَسَلَّمَ عليهن.

[مسند احمد ۴:۳۵۷، عمل الیوم واللیلۃ از بن السنی: ۱۱۴، حدیث: ۲۲۵]

اس روایت کا دارومدار جابر بن یزید بن حارث جعفی پر ہے، جو ضعیف اور رافضی تھا۔

[تقریب التہذیب:۱۷۵؛ ترجمہ:۸۷۸]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکین؛ ترجمہ:۹۸]

امام بخاری فرماتے ہیں: جھوٹ بولنے سے متہم [بدنام] ہے۔ [التاریخ الکبیر۲:۲۱۱]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: جن لوگوں سے میں ملا ہوں' اُن میں عطا بن ابی رباح سب سے افضل ہیں اور جابر جعفی سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے۔ میں نے جب بھی اُس کے سامنے کوئی مسئلہ رکھا تو وہ میری تائید کے طور پر فوراً ایک حدیث بیان کر دیتا اور اس کا خیال تھا کہ اُس کے پاس کئی ہزار ایسی حدیثیں ہیں جن کا اظہار ابھی تک اس نے نہیں کیا ہے۔ [میزان الاعتدال۱:۳۸۰]

اس قسم کی ایک روایت سنن ابی داوٗد کتاب الادب[۳۵] باب فی السلام علی النساء[۱۴۸] حدیث:۵۲۰۴ سنن ترمذی کتاب الاستئذان[۴۳] باب ماجاء فی التسلیم علی النساء[۹] حدیث:۲۶۹۷، اور سنن ابن ماجہ کتاب الادب[۳۳] باب السلام علی الصبیان والنساء[۱۴] حدیث ۳۷۰۱ میں بھی ہے لیکن اس کی سند میں شہر بن حوشب ہے جو اگر چہ سچا تو تھا لیکن کثیر الارسال والا وہام تھا۔

[تقریب التہذیب:۳۰۳؛ ترجمہ:۲۸۳۰]

امام شعبہ کے نزدیک مطعون راوی تھا۔ [تہذیب الکمال۱۲:۵۸۲]

حافظ مزی لکھتے ہیں: شہر بن حوشب اور اس کی روایات سے دھوکا میں نہیں پڑنا چاہئے۔

[تہذیب الکمال۱۲:۵۸۳]

[۱۸۳] إن سالماً شديد الحب لله تعالى لو كان لايخاف الله ماعصاه.

[حلیۃ الاولیاء۱:۱۷۷]

''سالم رضی اللہ عنہ (۱) کو اللہ سے شدید محبت ہے' اگر اسے اللہ کا ڈر نہ بھی ہوتا تب بھی وہ گناہ نہ کرتا۔''

یہ روایت موضوع ہے اور اس کی سند میں چار علتیں ہیں:

۱: معلق اور غیر متصل ہے، یعنی سند میں کئی کڑیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔

---

(۱) سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ مہاجر اور بدری صحابی تھے۔ ۱۲ ہجری کو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

[الآحاد والمثانی:۵۶؛ ترجمہ:۲۲]

-۲: اس کا راوی محمد بن اسحاق مدلس ہے۔ [تقریب التہذیب: ۴۹۸، ترجمہ: ۵۷۲۵]
جب کہ اس کی یہ روایت مُعَنْعَنْ ہے۔
-۳: اس کا راوی جراح بن منہال جزری ہے جس کی کنیت ابو العطوف ہے، اس کے بارے میں
امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الصغیر ۲: ۱۰۰]
امام دار قطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۱۵۰]
امام ابن حبان لکھتے ہیں: بہت بُرا آدمی ہے، شراب پیتا اور حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔
[المجروحین ۱: ۲۵۹، ترجمہ: ۱۹۵]
-۴: اس کا راوی حبیب بن نجیح مجہول ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۴۵۶]

[۱۸۴] إن السلطان ظل الله في الأرض، يأوي إليه كل مظلوم مِن عباده.
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۴۰۲، میزان الاعتدال ۲: ۱۴۴]
''سلطان زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے، اُس کے بندوں میں سے ہر مظلوم اُس کی پناہ لیتا ہے۔''
اس روایت کا دارو مدار سعید بن سنان الحِمصی پر ہے، جس کی سب روایتیں غیر محفوظ ہیں۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۴۰۳]
امام بخاری اس راوی کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۳: ۴۷۸]
امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۲۶۸]
امام جوزجانی فرماتے ہیں: مجھے ڈر ہے اس کی روایتیں موضوع نہ ہوں کیونکہ ثقہ راویوں کی طرح روایت نہیں کرتا اور امام ابن مَعین فرماتے ہیں: اس کی روایتیں نا قابل استشہاد اور باطل ہوتی ہیں۔ [احوال الرجال: ۱۶۹ ترجمہ: ۳۰۱]

[۱۸۵] إن صلاةً بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلاة بغير عمامة، وجمعة تعدل سبعين جمعة بغير عمامة، إن الملائكة يشهدون الجمعة متعممين، ولا يزالون يصلون على أصحاب العمائم حتى تغرب الشمس.
''پگڑی میں ادا کی گئی ایک نماز اُن پچیس نمازوں کے برابر ہے جو پگڑی باندھے بغیر پڑھی گئی ہو جمعہ کی ایک نماز جو پگڑی پہن کر پڑھی گئی ہو اُن ستر نمازوں کے برابر ہے جو پگڑی پہنے بغیر پڑھی گئی ہوں۔ ملائکہ جمعہ کے روز پگڑیاں باندھ کر جمعہ کی نماز پڑھنے آتے ہیں اور غروب آفتاب تک

پگڑیاں باندھنے والوں کے لیے دعا کرتے ہیں۔''

حافظ ابن حجر، حافظ ابن عراق اور امام محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[لسان المیز ان ۳:۲۴۴، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲:۱۲۴، تذکرۃ الموضوعات:۱۵۵]

حافظ سخاوی کے تلمیذ امام منوفی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔[المصنوع:۱۱۹، حدیث:۱۷۷]

[۱۸۶] إن الصلاة فيه[بيت المقدس] كألف صلاة فيما سواه.

[مسند احمد ۶:۴۶۳، سنن ابن ماجۃ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا[۵] باب ماجاء فی الصلاۃ فی مسجد بیت المقدس[۱۹۶] حدیث:۱۴۰۷، مسند ابی یعلی ۱۲:۵۲۳، حدیث:۷۰۹۹]

''بیت المقدس میں پڑھی ہوئی ایک نماز کا ثواب دوسری مساجد میں پڑھی ہوئی ہزار نمازوں کے برابر ہے۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت شدید منکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سعید بن عبد العزیز نے اسے زیاد بن ابی سودۃ، از میمونۃ مولاۃ النبی ﷺ کی سند سے نقل کیا ہے۔[جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے] اس روایت میں انقطاع ہے، جب کہ ثور بن یزید اسے زیاد بن ابی سورۃ، از عثمان بن ابی سودۃ، از میمونۃ مولاۃ النبی ﷺ کی سند سے متصل روایت کرتا ہے۔[جیسا کہ سنن ابن ماجۃ کی سند میں ہے] امام ابن قطان فرماتے ہیں: زیاد اور عثمان کی روایات میں توقف کرنا لازم ہے۔ امام عبد الحق فرماتے ہیں: یہ روایت قوی نہیں۔ اس میمونہ کی سند سے سنن میں چار احادیث منقول ہیں جو سب کے سب منکر ہیں۔[میزان الاعتدال ۲:۹۰، الجوہر النقی ۲:۴۴۱]

[۱۸۷] إنَّ العالم والمتعلم إذا مَرَّا على قرية فإن الله تعالى يرفع العذاب عن مقبرة تلك القرية أربعين يوماً. [شرح العقائد]

''جب کوئی عالم یا طالب علم کسی گاؤں میں سے ہو گزریں تو اللہ تعالی اُس گاؤں کے مقبرہ سے چالیس دن تک عذاب اٹھا لیتا ہے۔''

حافظ سیوطی، ملا علی قاری اور علامہ عجلونی لکھتے ہیں: یہ روایت بے اصل واَساس ہے۔

[تخریج احادیث شرح العقائد:۱۵، حدیث:۶۷، شرح فقہ اکبر:۱۲۹، الاسرار المرفوعۃ:۱۴۲، حدیث:۸۰، المصنوع فی الحدیث الموضوع:۶۵، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱:۲۵۶، حدیث:۶۷۲]

[۱۸۸] أنَّ علياً رضی اللہ عنہ حمل باب خيبريوم افتتحهاو أنهم جَرَّبوهُ بعدذلك فلم يحمله إلَّا أربعون رجلاً. [تاریخ بغداد۱۴:۳۲۴، ترجمہ علی بن احمد المعروف بغلام المصری[۶۱۴۲]

''فتح خیبر کے روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کا دروازہ اُٹھایا جسے بعد میں چالیس آدمی اُٹھا سکے۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اس کا راوی ابوالحسن علی بن احمد وراق اور واعظ تھا لیکن روایات میں متساہل تھا۔ [تاریخ بغداد۱۴:۳۲۴]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۱۱۳، ترجمہ علی بن احمد فروخ[۵۷۷۶]، لسان المیزان۴:۱۹۶، ترجمہ:۵۲۱]

[۱۸۹] إن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أتى النبي صلی اللہ علیہ وسلم بكتاب أصابه من بعض أهل الكتاب فقرأه النبي صلی اللہ علیہ وسلم فغضب فقال:أمتهوكون فيهايا ابن الخطاب؟ والذي نفسي بيده لقدجئتكم بهابيضاء نقيةً، لاتسألوهم عن شيء فيخبروكم بحق فتكذبوا به أو بباطل فتصدقوا به، والذي نفسي بيده لوأن موسى صلی اللہ علیہ وسلم كان حياً ماوسعه إلَّا أن يتبعني.

[مسند احمد۳:۳۸۷]

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بعض اہلِ کتاب سے ایک صحیفہ لے کر آئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھا تو غضب ناک ہوئے اور فرمایا: ابن خطاب! کیا تم حیرت میں پڑنا چاہتے ہو؟ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ میں تمہارے پاس ایک صاف ستھری شریعت لایا ہوں۔ تم اہلِ کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو، اس لیے کہ یہ عین ممکن ہے کہ وہ تمھیں کسی حق بات کی اطلاع دیں اور تم اس کی تکذیب کرو، یا وہ کسی باطل چیز کی خبر دے اور تم اُس کو سچ جان کر اُس کی تصدیق کرو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر موسی علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُنہیں میری پیروی کئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

یہ روایت زبان زد ہے اور ضعیف ہے، اس لیے کہ:

– اس کے راوی سریج بن لقمان کے بارے میں امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ثقہ تھے، لیکن کئی احادیث میں غلطی کے شکار ہو گئے ہیں۔ [میزان الاعتدال۲:۱۱۶]

–اس کا ایک راوی ہشیم بن بشیر سلمی ہے، جس کے بارے میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ وہ کثیرالتدلیس والإرسال الخفي تھے[1]۔[تقریب التہذیب:۶۰۳، ترجمہ:۷۳۱۲]

–اس کا راوی مجالد بن سعید بھی قوی نہیں، اور بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

[تقریب التہذیب:۵۴۹، ترجمہ:۶۴۷۸]

–حافظ ابن حجر اس قسم کی کئی روایات جمع کر کے لکھتے ہیں: وهذه جميع طرق هذا الحديث، وهي وإن لم يكن فيهامايحتج به، لكن مجموعها يقتضي أن لهاأصلاً، والذي يظهر لي أن كراهية ذلك للتنزيه، لاللتحريم، و الأولى في هذه المسئلة التفرقةُ بين من لم يتمكن ويصرمن الراسخين في الإيمان فلا يجوز له النظرفي شيء من ذلك بخلاف الراسخ فيجوز له ولاسيماعند الإحتياج إلى الرد على المخالف، ويدل على ذلك نقل الأئمة قديماًوحديثاً، وإلزامهم اليهودبالتصديق بمحمد ﷺ بمايستخرجونه من كتابهم، ولو لااعتقادهم جوازالنظر فيه لمافعلوه وتواردوا عليه، وأما إستدلاله للتحريم بماورد من الغضب ودعواه أنه لو لم يكن معصية ماغضب منه فهو معترض بأنه قد يغضب منه بالقراءة، و قد يغضب عمن يقع منه تقصيرفى فهم الأمرالواضح مثل الذى سأل عن لقطة الإبل، وقد تقدم في كتاب العلم الغضب في الموعظة، ومَضَى في كتاب الأدب مايجوز من الغضب. [فتح الباری۱۳:۵۲۵-۵۲۶]

''یہ اس روایت کے سارے طرق ہیں، ان میں اگرچہ کوئی ایسی روایت نہیں، جس سے احتجاج و اِستدلال درست ہو، تاہم یہ مجموعی طور پر اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ اس قصہ کا کوئی نہ کوئی

---

(۱) ارسالِ خفی: ایسا غیر ظاہر ارسال ہے کہ کافی جستجو اور تلاش کے بعد اس کی سمجھ آجاتی ہے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا ہے۔ اصطلاح میں وہ حدیث ہے جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے معاصرت کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو: المرسل لغةً إسم مفعول من الإرسال، بمعنى الإطلاق كان المرسل أطلق الإسناد ولم يصله، والخفي ضدالجلي لأن هذاالنوع من الإرسال غيرظاهرفلا يدرك إلّابالبحث، و المرسل الخفى إذاصدرمن معاصرلم يلق مَن حدث عنه بل بينه وبينه واسطة.

[شرح نخبۃ الفکر:۱۷-۷۳]

اصل ضرور ہے۔ان روایات سے جو بات مجھے نظر آئی ہے، وہ یہ ہے کہ ان میں کراہت تنزیہی ہے۔تحریمی نہیں۔اس باب میں بہتر یہ ہے کہ راسخ فی العقیدۃ کے لیے کتب سابقہ پڑھنے کی کوئی ممانعت نہ ہو،اور غیر راسخ فی العقیدۃ کو اس کی اجازت نہیں ملنی چاہیے۔راسخ فی العقیدۃ والعلم والوں کے لیے اہلِ کتاب پر تنقید کرنے کے واسطے بھی اُن کی کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے' جیسا کہ سلفاً وخلفاً علما کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ اہلِ کتاب کی نبوت محمدی ﷺ کے انکار پر ان ہی کتابوں سے اُن کی تنقید کرتے ہیں۔اگر ان علما کے نزدیک اہلِ کتاب کی کتابوں کا مطالعہ مطلقاً ناجائز ہوتا تو کبھی بھی ایسا نہ کرتے۔بعض لوگوں کو نبی ﷺ کے غضب ناک ہونے سے یہ شبہ لاحق ہوا ہے کہ ان کتابوں کو ہاتھ لگانا حرام ہے،اس لیے کہ اگر یہ جائز ہوتا تو آپ ﷺ اس سے غضب ناک نہ ہوتے،لیکن یہ استدلال بھی کمزور ہے اس لیے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کسی کے قصورِ فہم کی وجہ سے بھی غضب ناک ہوئے ہیں اور کتاب العلم میں گزرا ہے کہ آپ ﷺ وعظ ونصیحت کے وقت بھی غصہ ہو جاتے تھے،اسی طرح کتاب الادب میں جائز غضب کے بارے میں بہت کچھ بیان ہوا ہے۔''

[۱۹۰] إن عیسی ابن مریم[علیهما السلام]أسلمته أمه إلی الکُتَّابِ لیعلمه'فقال له المعلم أكتب''بسم''فقال له عیسی:و ما بسم؟فقال له المعلم:ماأدري' فقال عیسی:الباءُ بهاءُ اللّٰهِ'و السین سناؤه'و المیم مملکته.[تفسیر ابن جریر ۱:۸۱'فقرہ:۱۴۰'حلیۃ الاولیاء ۷:۲۵۱-۲۵۲]

''[سیدنا]عیسیٰ علیہ السلام کو جب اُن کی والدہ مکتب میں حصولِ علم کے لیے لے گئیں تو استاذ نے اُن سے کہا''بسم''پڑھو،اس پر آپ علیہ السلام نے پوچھا''بسم'' کیا ہے؟استاذ نے جواب دیا:مجھے نہیں معلوم،اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:''باء'' سے مراد اللہ کا حسن ہے''س'' اُس کی چمک اور''م'' اُس کی مملکت ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ تیمی مدنی کوفی ہے،جس کے بارے میں محدث صالح بن محمد جَزَرَة فرماتے ہیں:احادیث وضع کیا کرتا تھا۔امام ازدی فرماتے ہیں:ارکان کذب میں سے ہے' اس سے روایت لینی درست نہیں۔

[میزان الاعتدال ۱:۲۵۳]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:ثقات سے بواطیل نقل کرتا ہے،اور یہ روایت باطل ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۱:۴۹۱]

علامہ ابن جریر لکھتے ہیں: وأخشَى أن يكون غلطاً من المحدث، وأن يكون أراد: ب، س، م على سبيل ما يعلم المبتدئ من الصبيان في الكُتَّاب حروف أبي جاد، فغلط بذلك فوصله، فقال: بسم. [تفسیر ابن جریر۱:۸۲]

''مجھے ڈر ہے کہیں محدث اس میں غلطی کا شکار نہ ہوا ہو۔ شاید جس طرح ہمارے ہاں مبتدی کو ابجد پڑھانے کا رواج ہے، اسی طرح وہاں ''ب' س' م'' پڑھنے کا رواج ہو اور کسی نے ان الگ الگ حروف کو باہم پیوست کر کے اس سے ''بسم'' بنایا ہو۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن یحییٰ معروف کذاب ہے۔ [مجموع الفتاوی۱۲:۳۰]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: وهذا غريبٌ جداً وقد يكون من الإسرائيليات لا مِن المرفوعات.

[تفسیر ابن کثیر۱:۱۹]

''یہ روایت شدید ضعیف اور اسرائیلیات میں سے ہے، مرفوع روایات میں سے نہیں ہے۔''

[۱۹۱] إن عيسى بن مريم كان إذا أراد أن يحيى الموتَى صلَّى ركعتين يقرأ في الأولى تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ، وفي الثانية تنزيل السجدة فإذا فرغ حَمِدَ الله وأثنَى عليه ثم دَعابسبعة أسماء: ياقديمُ ياخفيُّ يادائمُ يافردُ يا وترُ ياأحدُ ياصمدُ.

[کتاب الاسماء والصفات، بیہقی:۹۳، تفسیر قرطبی۴:۹۶، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران۳:۴۹]

''[سیدنا] عیسیٰ بن مریم [علیہ السلام] جب کسی مُردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ فرماتے، تو دو رکعت نماز پڑھتے پہلی رکعت میں سورۃ الملک اور دوسری میں سورۃ الم السجدۃ پڑھتے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حمد وثنا پڑھتے اور ان سات ناموں کے وسیلہ سے دعاء کرتے :يا قديمُ ياخفيُّ يا دائمُ يافردُ يا وترُيا أحدُ يا صمدُ.''

امام بیہقی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ليس إسناده بالقوي. [کتاب الاسماء والصفات، بیہقی:۹۳]

''اسے بیہقی نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اِس کی سند قوی نہیں۔''

اس روایت کی سند یہ ہے: إسماعيل بن عياش عن محمدبن طلحة عن رجل أن عيسى.

[کتاب الاسماء والصفات، بیہقی:۹۳، تفسیر قرطبی۴:۹۶، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران۳:۴۹]

اس میں کئی مؤاخذات ہیں:

-۱: اسماعیل بن عیاش اہل شام سے روایت کرنے میں صدوق تھے اور اہل حجاز سے روایت کرنے میں مختلط مانے جاتے ہیں۔[تقریب التہذیب:۱۴۸' ترجمہ:۴۷۳]
-۲: اسماعیل بن عیاش کے استاذ محمد بن طلحہ بن مصرف الیامی کوفی صدوق تھے لیکن اُن کے کئی اَوہام بھی ہیں۔[تقریب التہذیب:۵۱۵' ترجمہ:۵۹۸۲]
-۳: محمد بن طلحہ بن مصرف الیامی کوفی اپنے استاذ کا نام نہیں بتاتے' کہ کون تھے، اُن کا درجہ کیا تھا؟ ثقہ تھے یا وضاع وکذاب؟ کچھ نہیں معلوم۔
-۴: وہ نامعلوم شخص سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے براہِ راست کس طرح روایت لیتے ہیں؟
-۵: قرآن مجید کی سورتیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں کہاں سے آئیں؟
-۶: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ''قدیم'' کا وجود تک نہیں۔
-۷: امام قرطبی لکھتے ہیں: ذكره البيهقي وقال: ليس إسناده بالقوي.
[تفسیر قرطبی ۴:۹۶' بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳:۴۹]
''اسے بیہقی نے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اِس کی سند قوی نہیں۔''

[۱۹۲] إن الغضب ليفسد الإيمان كما يفسد الصَّبِرُ العسل.

[المعجم الکبیر ۱۹:۴۱۷' شعب الایمان ۶:۳۱۱' اِحیاء علوم الدین ۳:۱۶۵' تاریخ مدینۃ دمشق ۵۲:۲۷' تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۳۲۲]

''غصہ، ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جیسا ایلوا [مُصَبَّر] شہد کو خراب کرتی ہے۔''

حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔[المغنی عن حمل الاسفار ۳:۱۶۵]

اس کا راوی مخیس بن تمیم مجہول ہے۔[میزان الاعتدال ۴:۸۵]

امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔[علل الحدیث ۱:۳۶۱]

[۱۹۳] إن فاتحة الكتاب وآية الكرسي والآيتين من ال عمران: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [سورۃ آل عمران ۳:۱۸] وَقُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ إلى قوله: وَتَرْزُقُ مَن تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [سورۃ آل عمران ۳:۲۶-۲۷] لايقرأكن أحدٌ من عبادي دبر كل صلاةٍ إلَّا جعلتُ الجنة مثواه

[عمل الیوم واللیلۃ:۶۵-۶۶' حدیث:۱۲۵]

''[اللہ تعالیٰ نے] سورۃ الفاتحہ' آیۃ الکرسی' اور سورۃ آل عمران کی دو آیتوں سے فرمایا تھا: جو شخص ہر فرض نماز کے تمہیں پڑھا کرے تو میں اسے جنت میں جگہ دوں گے۔''

اس کا راوی حارث بن عمیر بصری ہے، جس کی کنیت ابو عمیر ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں: اس نے کئی موضوع روایات نقل کی ہیں۔ [المدخل إلى الصحیح ۱:۱۳۴' ترجمہ:۳۳]

حافظ ابن حبان اس کی زیر بحث روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: موضوع اور بے اصل ہے۔
[المجروحین ۱:۲۶۶' ترجمہ:۲۰۲]

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اسے روح المعانی سے' اور انہوں نے دیلمی کی سند سے نقل کیا ہے۔ [معارف القرآن ۲:۳۵-۳۶]

مگر اُس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن بَحیر بن ریسان ہے۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱:۲۰۹-۲۱۰]

محمد بن عبدالرحمٰن کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے مناکیر اور اپنے والد کے نام سے بواطیل نقل کرتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۴۷]

[۱۹۴] إن فاطمه بنت النبي ﷺ كانت تزور قبر عمها حمزة رضی اللہ عنہ كل جمعةٍ فتصلي و تبكي. [المستدرک ۱:۳۷۷' السنن الکبریٰ' بیہقی ۴:۷۸]

''رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو اپنے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ (۱) کے قبر کی زیارت کے لیے جاتیں' وہاں نماز پڑھتیں اور روتیں۔''

امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کے سب راوی اول تا آخر ثقہ ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے لکھا: یہ شدید منکر ہے اور اس کا راوی سلیمان ضعیف ہے۔ [تلخیص المستدرک ۱:۳۷۷]

اس راوی کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: شیخ ہیں، لیکن میں انہیں کما حقہ نہیں پہچانتا کہ کیسے ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۴:۱۱۱]

---

(۱) حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم' ابو عمارہ رضی اللہ عنہ' قریش سے تھے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں سادات میں سے تھے۔ ۵۴ قبل ہجری = ۵۶۵ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ ۳ھ = ۶۲۵ء کو غزوۂ اُحُد میں شہید ہوئے۔ [اسد الغابۃ ۱:۵۴۸' ترجمہ:۱۲۵۱' الاعلام ۲:۲۷۸]

[۱۹۵] إن في أمتي رجلاً إسمه النعمان و كنيته أبو حنيفة هو سراج أمتي.

[تاریخ بغداد۱۳: ۳۳۵]

''میری امت میں نعمان نام کا ایک شخص ہوگا، جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی، وہ میری امت کا چراغ ہے۔''

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ اور مجتہد تھے، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، مجھے یہاں اس روایت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ خطیب بغدادی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ موضوع ہے اور ''بورقی'' اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔ [تاریخ بغداد۱۳: ۳۳۵]

[۱۹۶] إن في الجنة نهراً يقال له رجب، ماء ها أشد بياضاً، فَمَن صام يوماً من رجب سقاه الله من ذلك النهر. [شعب الایمان، حدیث: ۳۸۰۰، الجامع صغیر، حدیث: ۲۳۲۶]

''جنت میں ایک نہر ہے، جس کا نام رجب ہے اس کا پانی نہایت سفید ہے جس نے رجب میں ایک بھی روزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے پانی میں سے اُسے پلائے گا۔''

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا راوی منصور بن یزید مجہول ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ [میزان الاعتدال۴: ۱۸۹، لسان المیزان ۶: ۱۰۱]

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں اور اس میں غیر اور مجہول راوی ہیں۔

[العلل المتناہیۃ۲: ۶۵]

[۱۹۷] إن كيد النساء أعظم من كيد الشيطان، لأن الله تعالى يقول: اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفاً [سورۃ النساء۴: ۷۶] وقال: اِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيْمٌ [سورۃ یوسف۱۲: ۲۸].

[تفسیر القرطبی۹: ۱۵۰]

''عورتوں کی چال شیطان کی چال سے زیادہ ہے، اس لیے کہ ارشادِ ربانی ہے کہ شیطان کی چال تو بالکل بودی ہے، اور عورتوں کی چال کے بارے میں فرمایا: اور تمہارا فریب بڑا ہی خطرناک ہوتا ہے۔''

امام قرطبی نے اس کی سند اس طرح لکھی ہے: مقاتل از یحییٰ بن ابی کثیر از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفاً اس کی سند میں دو کمزوریاں ہیں:

–۱: مقاتل اگر ابن سلیمان ہے تو اس کی اہمیت بطور محدث کچھ زیادہ نہیں اور ان پر منکر اور غیر صحیح اِسناد پیش کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے اور انہیں جھوٹا اور متروک تک کہا گیا ہے۔

[تاریخ بغداد ۱۳: ۱۶۴' تہذیب الکمال ۲۸: ۴۴۳' المجروحین ۲: ۳۴۷–۳۴۹' وفیات الاعیان ۵: ۲۵۶]

بلکہ بعض محدثین نے تو انہیں دَجَّالٌ جَسُورٌ یعنی دلیر دجال تک کہا ہے۔

[احوال الرجال' جوزجانی' ترجمہ: ۲۰۲]

اور اگر یہ مقاتل بن حیان ہیں تو وہ بھی بہت سے ائمہ فن کے نزدیک ضعیف ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۱۷۲]

–۲: یہ روایت منقطع ہے' اس لیے کہ یحییٰ بن ابی کثیر کی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ [المراسیل' ابن ابی حاتم: ۲۴۲' نص: ۹۰۲]

نیز یہ بھی ہے کہ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفاً [سورۃ النساء ۴: ۷۶] اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو ہمیں ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی کام کی کوئی مضبوط بنیاد اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک وہ بنیاد حق پر نہ ہو۔ شیطان کے ہر کام کی بنیاد چونکہ باطل پر ہوتی ہے اس لیے اُس کے مستحکم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اِنَّ کَیْدَ کُنَّ عَظِیْمٌ [سورۃ یوسف ۱۲: ۲۸] عزیز مصر کا مقولہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے حکایت کی ہے، اس سے یہ استدلال قطعاً غلط اور نہایت بودا ہے کہ عورتوں کی چال اور مکر و فریب شیطان کے مقابلہ میں زیادہ تصور کیا جائے، پھر یہ بھی ہے کہ عزیز مصر نے یہ بات غیر مسلم خواتین کے حق میں کہی تھی، نہ کہ مسلمان خواتین کے بارے میں۔

[۱۹۸] إن لصاحب القرآن عند كل ختمةٍ دعوةٌ مستجابةٌ وشجرة في الجنة' لو أنَّ غراباً طارَ مِن أصلها لم ينته إلى فروعها حتى يدركه الهرم.

[تاریخ بغداد ۹: ۳۹۰' ترجمہ: عبداللہ بن احمد دندانقانی [۴۹۸۴]

''قرآن پڑھنے والے کی ہر ختم قرآن کے وقت ایک مستجاب دعا ہوتی ہے اور اس کے لیے جنت میں ایک ایسا [بلند] درخت ہے کہ اگر اس کے نیچے سے اوپر تک کوئی کوا اُڑ جائے تو اس کی شاخوں تک پہنچتے پہنچتے اُس پر بڑھاپا آ چکا ہوگا۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام لے کر یہ روایت رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً نقل کی گئی ہے مگر یہ

روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

–اس کا ایک راوی ابو عصمۃ نوح بن ابی مریم عرف نوح الجامع، کذاب ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا' اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔ شدید ذاہب الحدیث ہے۔ معلیٰ بن ہلال کی طرح احادیث وضع کرتا ہے۔ [التاریخ الکبیر ۸:۱۱۱' ترجمہ:۲۳۸۳' التاریخ الصغیر ۲:۱۶۵' ۲۱۰]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: اَسانید میں قلب [ہیر پھیر] کیا کرتا تھا۔ ثقات کے سند سے ایسی روایات روایت کرتا تھا جو اَثبات سے مروی نہ ہوتیں۔ کسی بھی حال میں اُس کی روایت سے استدلال و احتجاج درست نہیں۔ [المجروحین ۲:۳۹۰' ترجمہ:۱۱۰۱]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۵۳۹]

امام حاکم فرماتے ہیں: ہر چیز کا جامع تھا' اسے ہر چیز میں سے ایک وافر حصہ ملا تھا البتہ سچ بولنے سے محروم تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں رسوائی سے پناہ ہی مانگتے ہیں۔

[المدخل إلى الصحیح ۱:۲۲۸' ترجمہ:۲۰۹]

امام احمد فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے' جب کہ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: ان کی وہ روایتیں محل نظر ہوتی ہیں جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہوں' یہ پرہیز گار آدمی تھے مگر ان کی روایات بناوٹی ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۹:۲۵۲' ترجمہ:۱۰۵۳]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: بہت سے علوم وفنون کا ماہر تھا اس لیے جامع کہلایا لیکن محدثین حدیث کے معاملے میں اسے جھوٹا جانتے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک کی تصریح کے مطابق یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [تقریب التہذیب:۵۹۶' ترجمہ:۷۲۱۰]

–اس کا ایک راوی یزید بن ابان رقاشی ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: یزید بن ابان شب زندہ دار اور نیک آدمی تھے مگر حدیث سے قطعاً ناواقف تھے اس لیے ان کی روایت لیس بشيء ہوتی ہے۔ [المجروحین ۲:۴۴۸' ترجمہ:۱۱۷۳]

–امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۵۹۳]

–امام نسائی کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۶۴۲]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: متروک الحدیث' منکر الحدیث اور قصہ گو تھا۔

[میزان الاعتدال ۴:۴۱۸' ترجمہ:۹۶۶۹]

[۱۹۹]إن لكل شيءٍ قلباً، وإن قلب القرآن يٰسٓ، مَن قرأها فكأنما قرأالقرآن عشر مرات.

[سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن[۴٦] باب ماجاء فی فضل یٰسٓ [۷] حدیث:۲۸۸۷، سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن[۲۳] باب فی فضل یٰسٓ [۲۲] حدیث:۳۴۱۴، مسند شہاب۲: ۱۳۰، احادیث: ۱۰۳۵، ۱۰۳٦]

''ہر شے کا دل ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دل سورۃ یٰسٓ ہے، اسے جس نے ایک بار پڑھ لیا تو گویا کہ اُس نے قرآن کریم کو دس بار پڑھ لیا۔''

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا راوی ہارون ابو محمد مجہول ہے۔

[سنن ترمذی۵: ۱۵۰]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

– حافظ ذہبی لکھتے ہیں: میرے نزدیک یہ راوی مسند شہاب کی اس روایت کی وجہ سے متہم ہے۔

[میزان الاعتدال۴: ۲۸۸، ترجمہ: ۹۱۷۸]

– امام ترمذی اور امام دارمی (۱) کی سند کا ایک راوی مقاتل بن حیان ہے، جب کہ امام قضاعی (۲) کی سند میں مقاتل کے والد کا نام مذکور نہیں، اور امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:

''اس کی سند میں مقاتل بن سلیمان ہے، اس لیے یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔''

[علل الحدیث۲: ۵٦، حدیث: ۱٦۵۲]

جب کہ مسند شہاب کی روایت: ۱۰۳٦ میں مخلد بن عبدالواحد ہے، جس کے بارے میں امام ابن

---

(۱) عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل بن بہرام، تیمی، دارمی، سمرقندی، ابو محمد ۱۸۱ھ = ۷۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ حجاز، مصر، عراق اور خراسان تک حصولِ علم کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ سمرقند کے قاضی بنا دیے گئے۔ صرف ایک فیصلہ دیا اور مستعفی ہوئے۔ عالم وفاضل، محدث ومفسر اور فقیہ تھے۔ سمرقند میں علوم حدیث کی نشر واشاعت کا سہرا اُن کے سر ہے۔ ۲۵۵ھ = ۸٦۹ء کو وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ۲: ۵۳۴، تہذیب التہذیب۵: ۲٦۱، الاعلام۴: ۹۵]

(۲) محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون ابو عبداللہ قضاعی، شافعی۔ مؤرخ اور مفسر تھے۔ مصر میں وزیر علی بن احمد جرجرائی کے منشی تھے۔ انہوں نے روم میں سفارت کے لیے بھیجا اور کچھ عرصہ قسطنطنیہ میں اقامت پذیر رہے پھر مصر میں آ کر عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے۔ ۴۵۴ھ = ۱۰٦۲ء کو مصر میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان۴: ۲۱۲-۲۱۳، ترجمہ: ۵۸۴، الاعلام٦: ۱۴٦]

حبان فرماتے ہیں: شدید منکر الحدیث ہے۔ کئی مناکیر روایات میں منفرد ونا اہل احتجاج ہے۔
[المجروحین ۲: ۳۸۵، ترجمہ: ۱۰۹۶]

[۲۰۰] إن للّٰه ملائكة مؤكلين بأبواب الجوامع يوم الجمعة، يستغفرون لأصحاب العمائم البيض. [تاریخ بغداد ۱۴: ۲۰۷]

''جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مساجد کے دروازوں پر ملائکہ مقرر کئے جاتے ہیں جو سفید پگڑیاں پہننے والوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔''

حافظ ذہبی اور ابن حجر لکھتے ہیں: اسے یحییٰ بن شبیب یمانی نے وضع کیا ہے۔
[میزان الاعتدال ۴: ۳۸۵ لسان المیزان ۶: ۲۶۲]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: اس نے کئی باطل روایات نقل کی ہیں۔ [تاریخ بغداد ۱۴: ۲۰۷]

امام حاکم فرماتے ہیں: ثوری کی سند سے موضوع احادیث کی روایت کرتا ہے۔
[المدخل إلى الصحيح ۱: ۲۳۸، ترجمہ: ۲۲۸]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ راوی کذاب ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۳۸۵]

[۲۰۱] إن مدين وأصحاب الأيكة أمّتان بعث إليهما شعيباً عليه السلام.
[تفسیر المراغی ۱۴: ۴۰، بذیل تفسیر سورۃ الحجر ۱۵: ۸۰]

''مدین اور اصحاب الایکۃ دو الگ الگ امتیں تھیں، ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام مبعوث فرمایا تھا۔''

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: مرفوعاً یہ باطل ہے۔ درست یہ ہے کہ یہ قتادۃ کا قول ہے۔
[علل الحدیث ۲: ۹۸]

[۲۰۲] إن المعدة بيت الداء، والحمية رأس الدواء.

''معدہ بیماریوں کا مرکز ہے، اور پرہیز تمام دوائیوں کی جڑ ہے۔''
[طب نبوی اور جدید سائنس ۱: ۱۸، ۲۲]

— امام زرکشی لکھتے ہیں: هذا من كلام الأطباء، إما الحارث بن كلدة أو غيره، ولا أصل له عن النبي ﷺ. [التذکرۃ: ۹۷، حدیث: ۱۲۶]

''یہ حارث بن کلدۃ یا کسی دوسرے طبیب کا کلام ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل

ثابت نہیں۔‘‘

– حافظ سخاوی فرماتے ہیں: لا یصح رفعه إلی النبي ﷺ بل هو من کلام الحارث بن أبي کلدة أو غیره. [المقاصد الحسنة:۶۱۱‘ حدیث:۱۰۳۵‘فتح المغیث ۱:۲۴۶]

’’اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا قطعاً صحیح نہیں‘ بلکہ یہ طبیبِ عرب حارث بن کلدۃ یا کسی دوسرے طبیب کا کلام ہے۔‘‘

– یہی بات حافظ سیوطی نے بھی لکھی ہے۔[الدرر المنتثرۃ:۱۷۸‘ حدیث:۳۷۲]

[۲۰۳] إن المیت لَیَعْلَم من یغسله و من یکفنه‘ و من یُدْلِیه في حفرته.

[مسند احمد ۳:۶۲‘ المعجم الأوسط ۵:۳۱۰‘ حدیث:۴۴۳۸‘ تاریخ بغداد ۱۲:۲۱۲‘ اِحیاء علوم الدین ۴:۴۹۷]

’’بے شک میت ان لوگوں کو جانتا ہے جو اُسے غسل دیتے ہیں‘ اس کو کفن دیتے ہیں اور اسے قبر میں اتارتے ہیں۔‘‘

– طبرانی کی سند میں اسماعیل بن عمرو اَلْبَجَلِي ہے جو ضعیف ہے۔[الجرح والتعدیل ۲:۱۹۰]

محدث ابوالشیخ (۱) فرماتے ہیں: اس کی حدیث میں کثرت سے عجائب غرائب پائے جاتے ہیں۔

[طبقات المحدثین باصبہان ۲:۱۹۲]

اس سند میں فضیل بن مرزوق بھی ہے، جس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: رقاشی کوفی ہے، اس کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ سچا تو ہے لیکن وہم کا شکار ہو جاتا ہے اور تشیع سے متہم ہے۔

[تقریب التہذیب:۴۷۷‘ ترجمہ:۵۴۳۷]

اس میں عطیہ عوفی بھی ہے، جو سچا تو تھا لیکن کثرت سے غلطیاں کیا کرتا تھا اور مدلس بھی تھا۔

[تقریب التہذیب:۴۲۴‘ ترجمہ:۴۶۱۶]

جب کہ روایت معنعن بھی ہے۔

– امام احمد کی سند میں فلان بن معاویہ یا معاویہ بن فلان راوی ہے جو حافظ ہیثمی کی تصریح کے

---

(۱) عبداللہ بن محمد بن حبان الاصبہانی ابومحمد/ ابوالشیخ۔ ۲۷۴ھ = ۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور رجال حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اپنے دادا حبان کی نسبت سے حِبَّانی کہلاتے ہیں۔ حصول علم کے لیے موصل‘ حران‘ حجاز مقدس اور عراق کے سفر کیے ۳۶۹ھ = ۹۷۹ء کو وفات پائی۔[العبر ۲:۱۳۲‘ الاعلام ۴:۱۲۰]

مطابق مجہول ہے۔[مجمع الزوائد۳:۲۱]

[۲۰۴] إن الميت يرى النار في بيته سبعة أيام .

''میت اپنے گھر میں سات روز تک آگ دیکھتا ہے۔''

امام بیہقی نے مناقب احمد میں لکھا ہے کہ امام احمد سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔

[المقاصدالحسنۃ:۳۱۵۵،التذکرۃ زرکشی:۱۵۸،حدیث:۲۱۲،الاسرارالمرفوعۃ:۱۵۱،اسنی الطالب:۶۴]

امام منوفی فرماتے ہیں: تاریکیوں سے بھرا ہوا کلام ہے، اس کا وضع کرنے والا مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو تباہ کرے اور اس کی قبر کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔[الاسرارالمرفوعۃ:۱۵۱،المصنوع:۶۹ کشف الخفاء۱:۲۹۸]

[۲۰۵] اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَاَصْوَبُ قِيْلاً ،فقال له رجلٌ:إنمانقرؤها:وأقوم قيلاً فقال:إنَّ أقومَ،وأصوبَ،وأهيأَ،وأشباهَ هذا واحد. [مسندابی یعلیٰ۷:۸۸،حدیث:۴۰۲۲]

''کہا جاتا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے سورۃ المزمل کی آیت:۶، کی تلاوت أَقومَ قيلاً کے بجائے وَأصوب قيلاً سے کی، سوال کرنے پر فرمایا: که أصوَب،أقوَم اور أهيأ کے ایک ہی معنی ہیں۔''

اس روایت کی سند منقطع اور اس کا متن منکر اور مردود ہے۔ اس کا مرکزی راوی اعمش ہے جو اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں حالانکہ اُن کے اپنے قول کے مطابق اُن کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں۔[تاریخ بغداد۹:۴،سیر اعلام النبلاء۶:۲۴۰]

اعمش: سلیمان بن مہران مدلس بھی ہیں۔[تعریف اہل التقدیس:۶۷،ترجمہ:۵۵-[۲۲]

اور اُن کی یہ روایت معنعن ہے اس لیے مردود ہے۔

[۲۰۶] إنَّ الأنبياء لايتركون في قبورهم بعد أربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يدي الله عزوجل حتى ينفخ في الصور.[حیاۃ الانبیاء علیہم السلام بعد وفاتہم،بیہقی:۷۵]

''انبیاء علیہم السلام کو چالیسویں رات کے بعد اُن کی قبروں میں چھوڑا نہیں جاتا مگر وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر نفخ صور تک نماز پڑھتے ہیں۔''

اس روایت کی سند یہ ہے: حافظ ابوعبداللہ، از ابوحامد احمد بن علی بن حسنو یہ از ابوعبداللہ محمد بن عباس حمصی، از ابوربیع زہرانی، از اسماعیل بن طلحہ بن یزید، از محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از ثابت بنانی از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

– اس کا راوی ابو حامد احمد بن علی حسنوی قابلِ اعتماد راوی نہیں، جو امام حاکم کے استاذ ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اُس نے ایسے راویوں سے بھی حدیثیں نقل کی ہیں جن سے اُس کی ملاقات ہی نہیں ہوئی، جیسے امام مسلم اور دوسرے قدماء۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۲۱، ترجمہ:۴۷۶]

اور امام حاکم کے حوالے سے اس کے بارے میں لکھا ہے: لو اقتصر على سماعاته الصحيحة كان أولى به، حَدَّثَ عن جماعةٍ أشهدُ بالله أنه لم يَسْمَعْ منهم.

[میزان الاعتدال ۱:۱۲۱، ترجمہ:۴۷۶]

''اس کے لیے اپنی صحیح روایات پر اکتفا کرنا زیادہ مناسب تھا، میں اللہ تعالیٰ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ اُس نے ایسے راویوں سے بھی روایتیں نقل کی ہیں، جن سے اُس نے حدیث نہیں سنی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام حاکم کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی روایت نا قابل استدلال اور نا قابل احتجاج ہوتی ہے اور حافظ ابو زرعہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے۔

[لسان المیزان ۱:۲۲۴، ترجمہ:۲۹۶]

– اس کا ایک راوی محمد بن عباس حمصی ہے، جس کا کتب اسماء الرجال میں کوئی نام و نشان نہیں۔

– اس کا ایک راوی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے جو صدوق اور شدید سوءِ حفظ کا شکار تھے۔

[تقریب التہذیب:۵۲۳، ترجمہ:۶۰۸۱]

[۲۰۷] اِنَّ الحَكَمَ بن أبي العاص استأذَنَ على النبيﷺ فعرف النبيﷺ صوته وكلامه فقال: ائذنوا له، عليه لعنة الله وعلى من يخرج من صلبه إِلَّا المؤمن منهم، وقليل مَّا هُم، يُشرَفون في الدنيا ويضعون في الآخرة، ذوو مكرٍ وخديعةٍ، يعطون في الدنيا وما لهم في الآخرة من خلاقٍ. [المستدرک ۴:۴۸۱]

''حکم بن ابی العاص [﷛] نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس کی آواز اور بات کو پہچان کر فرمایا: اسے اجازت دو۔ اس پر اور جو اس کی اولاد پر لعنت ہو سوائے اُن کے جوان میں سے مؤمن ہوں اور وہ بہت کم ہوں گے۔ انہیں دنیا میں شرافت و مرتبہ سے نوازا جائے گا اور آخرت میں انہیں نیچا رُتبہ دیا جائے گا۔ مکر اور دھوکہ دینے والے ہیں۔ انہیں دنیا میں تو خوان نوازا جائے گا مگر آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔''

امام حاکم اس روایت کونقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، مگر حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

لا! واللہ، فأبو الحسن من المجاهيل. [تلخیص المستدرک ۴:۴۸۱]

''واللہ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ ابوالحسن جزری مجاہیل میں سے ہے۔''

[۲۰۸] إن الناس يوم القيامة يُدعون بأمهاتهم لا بآبائهم.

''روز قیامت'' پردہ ڈالنے کی خاطر'' لوگوں کو ان کے ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا، نہ کہ باپ دادوں کے نام سے۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۴۷۳]

بعض لوگوں نے اس کی حکمت یہ بتائی کہ مجرموں کو زیادہ رسوائی سے بچانے کے لیے ایسا ہوگا، اس کے جواب میں امام قرطبی فرماتے ہیں: یہ قول اس لیے غلط ہے کہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے:

إذا جمع الله الأولين والآخرين يوم القيامة يرفع لكل غادر لواء فيقال: هذه غدرة فلان ابن فلان.

[صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر [۳۲] باب تحریم الغدر [۴] حدیث: ۹-[۱۷۳۵]، مسند احمد ۲: ۲۹، ۱۴۲]

''روز قیامت اللہ تعالیٰ اگلوں اور پچھلوں کو جمع فرمائیں گے، تو ہر دھوکہ دینے والے کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ فلان کے بیٹے فلان نے ایسا ایسا دھوکہ کیا ہے۔

[تفسیر القرطبی ۱۰: ۲۹۸، ۲۹۹]

[۲۰۹] إن النبي ﷺ أخذ بيد مجذوم فأخذها معه في القصعة.

[سنن ترمذی، کتاب الاطعمۃ [۲۶] باب ماجاء فی الاکل مع المجذوم [۱۹] حدیث: ۱۸۱۷، سنن ابی داؤد، کتاب الطب [۲۲] باب فی الطیرۃ [۲۴] حدیث: ۳۹۲۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الطب [۳۱] باب الجذام [۴۴] حدیث: ۳۵۴۲]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اپنے کھانے میں شریک کیا۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: حديثٌ لا يثبتُ ولا يصحُّ، وغايةُ ما قال فيه الترمذي: إنه غريبٌ، لم يصححه ولم يحسنه، وقد قال شعبة وغيرُهُ: اتقوا هذه الغرائب، قال الترمذي: ويُروَى هذا من فعل عمر رضی اللہ عنہ، وهو أثبت. [زاد المعاد ۴: ۱۵۳]

''یہ حدیث ثابت نہیں اور یہ صحیح بھی نہیں، اِس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے

کہ امام ترمذی نے اسے غریب قرار دیا ہے اور اُنہوں نے نہ تو اس کی تصحیح کی ہے اور نہ تحسین۔ امام شعبہ نے فرمایا ہے: غریب احادیث سے بچتے رہو۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً منقول ہے اور یہی بات درست ہے۔''

[۲۱۰] إن النبی ﷺ أمرها أن تؤمَّ أهل دارها.

[مسند احمد ۶: ۴۰۵، سنن ابی داوٗد کتاب الصلاۃ [۲] باب امامۃ النساء [۶۲] حدیث: ۵۹۱، سنن الدار قطنی ۱: ۴۰۳، المستدرک ۱: ۲۰۳، دلائل النبوۃ، بیہقی ۶: ۳۸۲، الاصابہ ۴: ۵۰۵]

''ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا (۱) کو رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے رکھی تھی کہ اپنے گھر والوں کی امامت کیا کریں۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ:

[۱] اس کی سند میں اضطراب ہے، جسے حافظ ابن حجر نے یوں بیان کیا ہے۔

– ولید بن جمیع از لیلیٰ بنت مالک از ام ورقۃ بنت نوفل رضی اللہ عنہا

– ولید بن عبداللہ از اُم ورقۃ بنت نوفل رضی اللہ عنہا

– ولید بن عبداللہ بن جُمیع از لیلی بنت مالک از والد لیلی بنت مالک از ام ورقۃ بنت نوفل

– ولید بن عبداللہ بن جُمیع از جُمیع از ام ورقۃ بنت نوفل رضی اللہ عنہا

– ولید بن عبداللہ بن جُمیع از عبدالرحمٰن بن خلاد از ام ورقۃ بنت نوفل رضی اللہ عنہا

– خلاد از عبدالرحمٰن بن خلاد از ولید بن عبداللہ بن جُمیع از ام ورقۃ بنت نوفل رضی اللہ عنہا

[تہذیب التہذیب ۱۲: ۴۳۰]

---

(۱) اُن کے نسب میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض ام ورقہ بن بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر انصاریہ لکھتے ہیں اور بعض ام ورقہ بنت نوفل۔ غزوۂ بدر میں اُنہوں نے رسول اکرم ﷺ سے شرکت کی اجازت مانگی تھی مگر آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی اور اُن سے فرمایا تھا: گھر میں بیٹھی رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں گھر میں بیٹھے بیٹھے شہادت دیں گے۔ اُن کا ایک مدبَّر غلام اور ایک مدبر لونڈی تھی، جنہوں نے ایک رات موقع پا کر اُن پر کمبل ڈال دی یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ وہ دونوں بھاگ گئے۔ صبح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو ڈھونڈھ کر تلاش کیا اور دونوں کو پھانسی پر چڑھایا، جو مدینہ منورہ میں پہلی پھانسی تھی۔ [اسد الغابۃ ۵: ۶۵۶، ترجمہ: ۷۶۲۹]

[۲] اس کا مرکزی راوی ولید بن عبداللہ بن جُمَیع صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔ اکثر محدثین نے ان کی توثیق کی ہے لیکن امام ابن حبان فرماتے ہیں: وہ ثقہ راویوں کے نام لے کر ایسی روایات کرنے میں منفرد ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں۔ یحییٰ بن سعید القطان ان سے روایت نہیں لیتے تھے۔ [المجروحین ۲: ۴۲۰، ترجمہ: ۱۱۳۲]

امام حاکم فرماتے ہیں: اگر امام مسلم ان سے روایت نہ لیتے تو اچھا ہوتا۔

[المدخل إلی الصحیح ۲: ۶۹۳-۶۹۴، ترجمہ: ۳۰۳۸ میزان الاعتدال ۴: ۳۳۷]

امام عقیلی لکھتے ہیں: اس کی روایت میں اضطراب ہوتا ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۳۱۷]

اور شاید ان وجوہ کے پیشِ نظر امام حاکم نے لکھا ہے: وهذه سنةٌ غريبةٌ، لاأعرف في الباب حديثاً مسنداً غيرهذا، وقد روينا عن عائشة رضي الله عنها أنها كانت تؤذن، وتقيم، و تؤم النساء. [المستدرک ۱: ۲۰۳]

''یہ غیر مانوس سنت ہے، مجھے اس باب میں اس کے علاوہ کوئی مسند حدیث معلوم نہیں، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہم نے روایت کیا ہے کہ وہ اذان اور اقامت کہتی اور عورتوں کو امامت کرواتی تھیں۔''

اور اس کے بعد اپنی سند سے سیدہ عائشہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ:

أنها كانت تؤم النساء، وتقوم وسطهن. [المستدرک ۱: ۲۰۴]

''وہ عورتوں کی امامت کرواتی تھیں اور ان کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔''

[۳] عبدالرحمٰن بن خلاد مجہول ہے۔ [تہذیب التہذیب ۶: ۱۵۲، نصب الرایۃ ۲: ۳۲]

[۴] ولید بن عبداللہ بن جُمَیع کی والدہ بھی مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب: ۸۵۷، ترجمہ: ۸۸۱۳]

امام ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: اختلفوا في إمامة المرأة، فالجمهور على أنه لايجوز أن تؤم الرجال، واختلفوا في إمامتها النساء، فأجاز ذلك الشافعي، ومنع ذلك مالك، وشَذَّ أبوثور والطبري فأجازا إمامتها على الإطلاق، وإنما اتفق الجمهور على منعها أن تؤم الرجال لأنه لو كان جائزاً لنقل ذلك عن الصدر الأول، ولأنه أيضاً لما كانت سنتهن في الصلاة التأخير عن الرجال علم أنه ليس يجوزلهن التقدم عليهم لقوله ﷺ: أخروهن حيث أخَّرَهُن الله. [بدایۃ المجتہد، کتاب الصلاۃ، الباب الثانی، الفصل الثانی، مسئلہ: ۴، ۱: ۱۶۰-۱۶۱]

’’عورت کی امامت کے بارے میں فقہا کے مابین اختلاف ہے۔جمہور فقہا کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ عورت مردوں کی امامت کرے اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کرے۔امام شافعی نے عورت کو عورتوں کی امامت کی اجازت دی ہے مگر امام مالک نے اس سے بھی منع کیا ہے۔ابوثور اور طبری جمہور کی رائے سے ہٹ کر اُن کی مطلقاً امامت کے قائل ہیں۔ جمہور فقہا کا اس مسئلہ میں [کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کر سکتی] اتفاق اس لیے ہے کہ اگر یہ جائز ہوتا تو صدرِ اول میں اس کی کوئی روایت ملتی اور اس لیے بھی کہ نماز میں عورتوں کے کھڑا ہونے کا طریقہ یہی ہے کہ وہ صف میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہیں،اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا مرد کے آگے کھڑا ہونا جائز نہیں' پھر نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:’’ان کو پیچھے رکھو جہاں اللہ نے ان کو پیچھے رکھا ہے(۱)۔‘‘

امام ابوثور(۲) اور امام مزنی(۳) کے مسلک کے بارے میں امام ابن قدامۃ نے لکھا ہے:

أما المرأة فلايصح أن يأتَمَّ بهاالرجل بحالٍ‘في فرض و لانافلةٍ في قول عامة الفقهاء الفقهاء‘وقال أبو ثور:لاإعادة على مَن صلى خلفها‘وهوقياس قول المزني.

[المغنی‘ابن قدامۃ المقدسی ۱:۳۳۸‘ کالم ۲‘ کتاب الصلاۃ‘ فصل: امامۃ من لایفصح ببعض الحروف]

---

(۱) دھیان رہے کہ أخروهن حيث أخّرهن الله مرفوعاً ضعیف ہے،جب کہ محدث عبدالرزاق نے المصنف ۳:۱۴۹‘ حدیث:۵۱۱۵ میں اسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔امام زرکشی اور حافظ زیلعی کی تحقیق بھی یہی ہے۔دیکھئے:التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ‘ زرکشی:۴۷‘ حدیث:۲۱‘نصب الرایہ ۲:۳۶‘ حدیث: ۲۰۲۴۔

(۲) ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان کلبی بغدادی ابوثور‘فقیہ اور صاحب امام شافعی تھے۔فقہ‘علم‘ورع وتقویٰ اور فضل میں امام تھے۔کئی کتابیں لکھیں۔سنن کی حفاظت کی اور ان پر تفریعات کیں۔اجتہاد کرتے تھے تو کبھی اُن کی رائے صائب ہوتی تھی اور کبھی خطأ کا شکار ہوا کرتے تھے۔۲۴۰ھ=۸۵۴ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۶:۶۵‘ الاعلام ۱:۳۷]

(۳) اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل ابوابراہیم مزنی‘صاحب الامام الشافعی۔مصر کے مزینۃ بن کلب سے تعلق تھا۔۱۷۵ھ=۷۹۱ء کو پیدا ہوئے۔زاہد‘عالم اور قوی الحجۃ مجتہد تھے۔امام شافعی اُن کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:مزنی میری مذہب کا ناصر و معاون ہے اور اُن کے قوی الحجۃ ہونے کے بارے میں فرمایا:یہ شیطان سے بھی اگر مناظرہ کرے تو ضرور اُس پر غالب ہوگا۔[وفیات الاعیان ۱:۲۱۷-۲۱۹‘ ترجمہ:۹۳‘الاعلام ۱:۳۲۹]

''عام فقہا کا مسلک یہ ہے کہ عورت کسی بھی صورت میں مردوں کی امامت نہیں کرواسکتی، نہ فرض نماز میں اور نہ نفل نماز میں، البتہ امام ابوثور کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عورت کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اُس کے لیے نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے اور امام مزنی کا بھی یہی نقطہ نظر ہے جو کہ انہوں نے [امام شافعی کے قول پر] قیاس کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں: وقال أبو ثور والمزني: لاإعادة علی مَن صَلّٰی خلفَه، وهو لایعلم لأنه ائتم بمن لایعلم حاله فأشبه ما لو ائتم بمحدث.

[المغنی، ابن قدامة المقدسی ۱: ۳۳۸، کالم: ۱، کتاب الصلاۃ، فصل: امامة من لایفصح ببعض الحروف]

''امام ابوثور نے فرمایا ہے کہ جس نے نادانستہ اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لی، اس کے لیے نماز لوٹانا ضروری نہیں ہے اس لیے کہ اس نے ایسے شخص کی اِقتدا کی ہے جس کی حالت کا اسے علم نہیں، اس لیے اس کا حکم بھی اس شخص کی طرح ہے جو بے وضوء امام کی اِقتدا کرتا ہے۔''

جہاں تک ابن جریر کی طرف منسوب قول کا تعلق ہے تو اُنہوں نے اپنی کسی کتاب میں اس کی تصریح نہیں کی، البتہ امام ابن رشد نے اس قول کا تذکرہ کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ ابن جریر شیعہ ہوسکتا ہے کیونکہ عورت کی امامت شیعوں کے نزدیک جائز ہے، نیز یہ بھی ہے کہ اس حدیث کا مرکزی راوی ولید بن عبداللہ بن جُمَیع شیعہ ہے، تو کوئی بعید نہیں کہ یہ ابن جریر بھی شیعہ ہو۔

مولانا امین احسن صاحب صلاحی [(۱)] کا موقف یہ ہے کہ:

''اگر کسی کو ایسی مجبوری پیش آجائے کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو کہ ایک عابدہ وزاہدہ عورت کی اِقتدا میں نماز ادا کرے یا ایک گنہگار مرد کی اقتدا میں تو آخر وہ کیا کرے گا؟ عابدہ وزاہدہ عورت کو امام بنائے گا یا گنہگار مرد کو؟ اسلامی شریعت کی رو سے مس فاطمہ جناح تو درکنار حضرت رابعہ بصریہ کے پیچھے بھی ایک مرد کی نماز نہیں ہوسکتی لیکن ایک فاسق مسلمان کے پیچھے ہوسکتی ہے۔''

[مقالات اصلاحی، جلد اول: ۲۳۱]

---

(۱) امین احسن اصلاحی، عالم دین، مفسر قرآن، قانون کمیشن کے سابق صدر نشین۔ ۱۹۰۴ء کو ہند کے اعظم گڑھ [U.P] میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ مدرسة الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کے فاضل ہیں۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۹۷ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ [انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا: ۲۵۳]

اس تناظر میں درج ذیل سوال وجواب بھی پڑھیے اوراس کے بارے میں کوئی مبنی بر اِنصاف رائے قائم کریں:

''۳۷۔۳ سوال ۵: حضرت ام ورقہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اُن کو آپ ﷺ نے گھر کی عورتوں کا امام بنایا تھا۔ کیا عورت صرف عورتوں کی امامت کرسکتی ہے۔ مردوں کی نہیں؟

جواب: میں اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ صرف عورتوں کے لیے امام بنایا گیا تھا۔ حدیث میں یہ الفاظ ہیں ''اہل خاندان کے لیے''۔ ''اہل'' کے معنی صرف عورتوں کے نہیں ہوتے پھر اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ان کا ایک مؤذن تھا جو ایک مرد تھا اور مزید تفصیلات بھی ملتی ہیں کہ ان کے غلام بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ غلام ان کی امامت میں ہی نماز پڑھتے ہوں گے۔ غرض یہ کہ امامت صرف عورتوں کے لیے نہیں تھی بلکہ مَردوں کے لیے بھی تھی۔''

[خطبات بہاولپور، ڈاکٹر حمید اللہ، نسخہ مصححہ: ۳۷۶]

[۲۱۱] إن النبي ﷺ جمع بین الظهر و العصر للمطر.

''نبی ﷺ نے ظہر وعصر کی نمازیں بارش کی وجہ سے یک جا پڑھیں۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: لیس له أصلٌ، وإنما ذكره البیهقي عن ابن عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً علیه.

[تلخیص الحبیر ۲: ۵۰، حدیث: ۶۱۵، تمام المنۃ: ۳۲۱]

''اس کی کوئی اصل نہیں، البتہ اسے امام بیہقی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔''

[۲۱۲] أنَّ النبي ﷺ عَقَّ عن نفسه بعد النبوة.

[مصنف عبدالرزاق ۴: ۳۲۹، برقم: ۷۹۶۰، مسند بزار ۱۳: ۴۷۸، برقم: ۷۲۸۱، السنن الکبریٰ، بیہقی ۹: ۳۰۰]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنا عقیقہ نبوت پر فائز ہونے کے بعد کیا۔''

امام بیہقی نے امام عبدالرزاق کے حوالے سے لکھا ہے: محدثین نے عبداللہ بن محرر کو اس حدیث کے نقل کرنے کی وجہ سے ترک کیا ہے۔ [السنن الکبریٰ، بیہقی ۹: ۳۰۰]

امام بزار لکھتے ہیں: اس کا راوی عبداللہ بن محرر شدید ترین ضعیف الحدیث ہے۔

[مسند بزار ۱۳: ۴۷۸]

امام نووی کہتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ عبداللہ بن محرر سارے محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔ حفاظ یہ بھی کہتے ہیں کہ متروک الحدیث تھا۔ [المجموع شرح المهذب ۹: ۴۸۴، تلخیص الحبیر ۴: ۱۴۷]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ روایت ثابت نہیں۔ [فتح الباری ۹:۵۹۵]

[۲۱۳] إن النبي ﷺ كان إذا سمع صوت الرعد و الصواعق قال: أللهم لا تهلكنا بشيء من عذابك، وعافِنا قبل ذلك. [عمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی: ۱۴۸، حدیث: ۳۰۳، عمل الیوم واللیلۃ نسائی: ۵۱۸، حدیث: ۹۲۷-۹۲۸، الادب المفرد: ۱۸۷، حدیث: ۷۲۱، سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] باب مایقول اذا سمع الرعد [۵۰] حدیث: ۳۴۵۰، المستدرک ۴:۲۸۶، السنن الکبریٰ، بیہقی ۳:۳۶۲، الکلم الطیب: ۱۸۹، حدیث: ۱۵۸]

"رسول اللہ ﷺ جب رعد اور صاعقہ کی آواز سنتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ ہمیں اپنے غضب اور عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہمیں ان کے پہنچنے سے پہلے اپنی عافیت میں رکھ۔"

اس کی سند نہایت کمزور ہے اس لیے کہ:

-۱: اس کا راوی ابو مطر جو حجاج بن ارطاۃ کا استاد تھا، مجہول ہے۔

[تقریب التہذیب: ۶۹۷، ترجمہ: ۸۳۷۳]

حافظ ذہبی کہتے ہیں: پتا نہیں یہ کون تھا۔ [میزان الاعتدال ۴:۵۷۴]

-۲: حجاج بن ارطاط مدلس تھے اور ضعفاء سے تدلیس کیا کرتے تھے۔

[تعریف اہل التقدلس: ۱۲۵، ترجمہ ۱۱۸]

جب کہ یہ سند معنعن ہے اور مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے، اس لیے امام ترمذی اور امام نووی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ [سنن ترمذی ۵:۴۶۹، الاذکار ا:۱۶۴، بذیل حدیث: ۴۷۵]

[۲۱۴] اِنَّ النبيَّ ﷺ كان إذا مشَى على الصخرِ غاصت قدماهُ فيه و أثَّرَتْ.

"نبی اکرم ﷺ جب پتھروں پر چلتے تو آپ کے پاؤں کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدموں کے نشان اُن پر لگ جاتے۔"

علامہ زرقانی لکھتے ہیں: هذا وقد اشتهرَ في المدائح قديماً و حديثاً: أنَّ النبيَّ ﷺ كان إذا مشَى على الصخرِ غاصت قدماهُ فيه و أثَّرَتْ، وأنكره السيوطي، وقال: لم أقف له على أصلٍ، ولا سندٍ، ولا رأيتُ مَن خَرَّجَهُ في شيءٍ من كتب الحديث.

[شرح المواہب اللدنیہ ۵:۴۸۲]

"قدیماً وحدیثاً مدائح میں یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب پتھروں پر چلتے تو آپ کے

پاؤں کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدموں کے نشان اُن پر لگ جاتے' حالانکہ حافظ سیوطی نے اس کو منکر جانا ہے اور کہا ہے: مجھے اس کی کوئی اصل یا سند نہیں ملی اور نہ حدیث کی کتابوں میں کہیں دیکھا ہے کہ کسی محدث نے اسے نقل کیا ہو۔"

علامہ محمد عبدالرؤوف مناوی لکھتے ہیں: و ذکر کثیرٌ: أنه کان إذا مشَی علی الصخر غاصت قدماهُ فیه' ولم أقف له علی أصل. [فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۵: ۲۷' بذیل حدیث: ۶۴۷۸]

"بہت سے لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پتھروں چلتے تو قدموں کے نشان اُن پر لگ جاتے [مگر] میں اس کی کسی اصل سے واقف نہیں ہوں۔"

[۲۱۵] إن النبي ﷺ کا ن یأخذ من لحیته' مِن عرضها و طولها. [سنن ترمذی' کتاب الادب [۴۴] باب ماجاء فی الاخذ من اللحیۃ [۱۷] حدیث: ۲۷۶۲' مشکاۃ المصابیح' حدیث: ۴۴۳۹]

"بے شک نبی ﷺ اپنی ڈاڑھی کو طول و عرض سے کٹوایا کرتے تھے۔"

یہ روایت موضوع ہے، اس کی سند میں عمر بن ہارون ہے، جس کے متعلق امام ابوعلی فرماتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا تھا۔ [تاریخ بغداد ۱۱: ۱۹۰]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ: ۴۷۵]

امام ابن معین فرماتے ہیں: لیس بشيء تھا۔ [التاریخ ۴: ۳۵۶' نص: ۴۷۵۷]

امام ابن معین اسے کذاب اور خبیث کہا کرتے تھے۔

[الجرح والتعدیل ۶: ۱۴۱' تہذیب الکمال ۲۱: ۵۲۵' ۵۲۷]

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ امام بخاری فرماتے ہیں: عمر بن ہارون کی یہ روایت بے اصل ہے۔

[سنن ترمذی ۵: ۸۷' تہذیب الکمال ۲۱: ۵۳۰' تہذیب التہذیب ۷: ۴۲۷' فتح الباری ۱۰: ۳۵۰]

امام نووی لکھتے ہیں: فحصل خمس روایات 'أعفوا' أوفوا' و أرخوا' و أرجوا' و وفروا' و معناها کلها ترکها علی حالها' هذا هو الظاهر من الحدیث الذی تقتضیه ألفاظه.

[شرح صحیح مسلم ۳: ۱۵۱' بذیل حدیث: ۲۵۹' ۲۶۰]

"احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق پانچ قسم کے الفاظ وارد ہیں: أعفوا' أوفو' أرخوا' أرجوا اور وفِّروا۔ ان سب کا معنی یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، اس حدیث کے ظاہری الفاظ کا

یہی مطلب ہے۔"

رہی یہ بات کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ قبضۃ [مُٹھی] سے زائد داڑھی کٹوایا کرتے تھے' سو یہ بات ایسی نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ عام حالات میں ڈاڑھی نہیں ترشواتے تھے بلکہ جب آپ حج یا عمرہ ادا کرتے تو حلال ہونے [یعنی: اِحرام سے نکل جانے] کی خاطر اپنی داڑھی کو مُٹھی میں لے لیتے اور جو مُٹھی سے زائد ہوتی اُس کو کاٹ دیتے تھے:

وكان إبن عمرإذا حج أواعتمرقبض على لحيته فما فَضُل أخذه.

[صحیح بخاری' بذیل حدیث:۵۸۹۲]

اُن کے اس فعل کی تاویل محدث کرمانی [1] یوں کرتے ہیں کہ:

لعل ابن عمر رضي الله عنه أرادالجمع بين الحلق والتقصيرفي النسك'فحلق رأسه كله وقصر من لحيته ليدخل فى عموم قوله تعالى:مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ 'وخص ذلك من عموم قوله ﷺ:وفرو اللُّحى 'فحمله على حالة غيرحالة النسك. [فتح الباری ۱۰:۳۵۰]

"آپ رضی اللہ عنہ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ دونوں پر یک جا عمل کرنے کی کوشش میں ایسا کرتے تھے۔ آپ اپنے سر کے بال منڈوا لیتے اور ڈاڑھی کو مُٹھی میں لے کر زائد کٹوا دیتے تھے۔"

[۲۱۶] إن النبي ﷺ كان يصلي في رمضان[في غير جماعةٍ]عشرين ركعة والوتر.

[مصنف ابن ابی شیبۃ ۵:۲۲۵' حدیث:۷۷۷۴' المعجم الکبیر ۱۱:۳۱۱' حدیث:۱۲۱۰۲' المعجم الأوسط ۴:۱۲۶' حدیث:۵۴۴۰]

"نبی اکرم ﷺ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعتیں "تراویح" اور وتر پڑھا کرتے تھے۔"

اس کا راوی واسط کے قاضی ابوشیبۃ کوفی ہیں جن کا نام ابراہیم بن عثمان بن خُواستی عبسی ہے۔ امام ابو داود فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث تھا اور امام ترمذی [بذیل حدیث:۱۰۲۶] فرماتے ہیں: منکر

---

(۱) محمد بن یوسف بن علی بن سعید شمس الدین کرمانی' حدیث کے عالم تھے۔ کرمان سے تعلق تھا۔ بغداد میں شہرت پائی۔ ۷۱۷ھ=۱۳۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ بغداد میں تیس سال تک علم پھیلایا۔ کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کی جہاں اپنی کتاب الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری کی تکمیل کی۔ ۷۸۶ھ=۱۳۸۴ء کو حج سے بغداد کے لیے واپس جاتے ہوئے وفات پائی۔ بغداد میں اُس قبر میں دفن ہوئے جسے اپنے لیے تیار کیا تھا۔

[الدرر الکامنۃ ۴:۳۱۰-۳۱۱' ترجمہ:۸۳۶' الاعلام ۷:۱۵۳]

الحدیث تھا۔[تہذیب الکمال۲:۱۴۸]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۱۱]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: ساقط الاعتبار ہے۔[احوال الرجال:۶۴، ترجمہ:۶۸]

امام شعبہ اس کی تکذیب کیا کرتے تھے کیونکہ اس نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے روایت بیان کی ہے کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شامل تھے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے اور جنگ صفین میں محض چند بدری صحابہ نے شرکت کی تھی۔[میزان الاعتدال ۱:۴۷]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث، اور محدثین کے نزدیک متروک ہے۔

[الجرح والتعدیل ۲:۱۱۵]

اس لیے حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۴۸]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: هذا الحديث ضعيفٌ جِداً، لا تقوم به حجة. [الحاوی للفتاوی ۱:۳۴۷]

''یہ حدیث شدید ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔''

حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ راوی متفقہ طور پر ضعیف ہے اور اس کی یہ روایت صحیح حدیث کے معارض ومخالف ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما كان ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة.

[نصب الرایہ ۲:۱۵۲، فتح الباری ۴:۲۵۴]

''رسول اللہ ﷺ رمضان اور رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔''

[۲۱۷] اِنَّ النبيَّ ﷺ كان يلبس كُمَّةً بيضاء. [تاریخ مدینۃ دمشق ۴:۱۹۲]

''رسول اللہ ایک چھوٹی سفید گول ٹوپی پہنا کرتے تھے۔''

اس کی سند میں عبداللہ بن خراش ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔

[التاریخ الکبیر ۵:۸۰، ترجمہ:۲۱۹]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث، ذاہب الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔

[الجرح والتعدیل ۵: ۴۶‘ ترجمہ: ۲۱۴]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی عام روایتیں غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۳۵۲‘ ترجمہ: ۴۹-[۱۰۱۶]

[۲۱۸] إن النبيﷺ لما رأى حمزة قتيلاً بَكَى فلما رأى ما مُثِّل به شَهِقَ.

[المستدرک ۳: ۱۹۷‘ ۱۹۹]

’’رسول اللہﷺ نے جب دیکھا کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے ہیں، تو رو دیے، اور جب دیکھا کہ ان کا مُثلہ کیا گیا ہے، تو زور زور سے روئے۔‘‘

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔[سیر أعلام النبلاء ۱: ۱۸۴]

اس کی سند میں مفضل بن صدقۃ ابو حماد حنفی ہے‘ جس کو امام نسائی نے متروکین میں ذکر کیا ہے۔

[الضعفاء والمتروکین‘ ترجمہ: ۵۶۳]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو مفضل کے مناکیر میں مثال کے طور پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۱۶۸]

[۲۱۹] إنَّ النساءَ كُنَّ يومَ أُحُدٍ خلفَ المسلمين يُجهزنَ على جَرحَى المشركين فلو حلفتُ يومئذٍ رجوتُ أنْ أَبَرَّ:أنَّه ليس أحدٌ مِنَّايريدالدنيا حتى أنزل اللّٰه عزوجل:مِنكُم مَّنْ يُّرِيدُالدُّنيَاوَمِنكُم مَّنْ يُّرِيدُالآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنهُمْ لِيَبْتَلِيَكُم،فلمَّا خَالَفَ أصحاب النبيﷺ وعصواماأمروا به أفرد رسول اللّٰهﷺفي تسعةٍ‘سبعةٍ من الأنصار ورجلين من قريش وهوعاشرهم ‘ فلما رهِقوهُ قال: رحم اللّٰه رجلاً رَدَّهُمْ عَنَّا ‘ قال:فقام رجلٌ من الأنصار فقاتَلَ ساعةً حتى قتل‘فلما رهِقوهُ أيضاً قال:يرحم اللّٰه رجلاً رَدَّ عنَّا ‘ فلم يزل يقول ذا حتى قتل السبعة فقال النبي ﷺلصاحبه: ماأَنْصَفْنَا أَصْحَابَنَا ‘ فجاء أبوسفيان فقال: أُعْلُ هُبُل فقال النبي ﷺ:قولوا: اللّٰه أعلى وأجلُّ ‘ فقال أبوسفيان:لنا العُزَّى ولا العُزَّى لكم فقال النبي ﷺ:قولوا اللّٰه مولاناوالكافرون لامولى لهم‘ثم قال أبوسفيان: يومٌ بيومِ بَدرٍ‘ يومٌ لنا ويومٌ علينا ‘ ويَوْمٌ نُسَاءُ ويَومٌ نُسَرُّ ‘حنظلة بحنظلة‘وفلانٌ بفلانٍ‘

فقال النبي ﷺ لا سواء' أمّا قتلانا فأحياءٌ يُرزَقونَ وقتلاكم في النّارِ يُعذَّبُونَ' قال أبو سفيان قد كانت في القوم مُثْلَةٌ' وإنْ كانت لعَنْ غيرِ مَلإٍ مِنّا' ما أمرتُ' ولا نَهَيتُ' ولا أحببتُ ولا كَرِهتُ' ولا ساءَني' ولا سَرَّني' قال: فنظروا' فإذا حمزة قد بُقِرَ بطنه' وأخذت هند كبده فلاكتها' فلم تستطع أن تأكلها' فقال رسول الله ﷺ: أأَكَلَتْ مِنهُ شيئاً؟ قالوا: لا' قال: ما كان الله لِيُدخِلَ شيئاً من حمزة النار' فوضع رسول الله ﷺ حمزة فصلى عليه' وجيى برجل من الأنصار فوُضِع إلى جنبه فصلى عليه فرُفِع الأنصاري وتُرِكَ حمزة' ثم جيئ بآخر فوُضِعَ إلى جنبِ حمزة فصلى عليه' ثم رُفِعَ وتُرِكَ حمزة حتى صلى عليه يومئذ سبعين صلاة. [مسند احمد ۱:۴۶۳]

''امام احمد بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عفان نے حماد کے حوالے سے اور حماد نے اُن کو عطا بن سائب کے حوالے سے بیان کیا کہ شعبی [عامر بن شراحیل] کے ذریعے سیدنا عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت منقول ہے کہ جنگِ اُحُد کے روز مسلمان عورتیں مسلمانوں کے پیچھے تھیں اور وہ مشرکین کے زخمیوں پر حملہ آور ہو کر اُن کا کام تمام کر دیتی تھیں اور اگر میں اُس دن حلف اُٹھا کر کہتا کہ ہم میں سے کوئی بھی دولتِ دنیا کا ارادہ نہیں رکھتا تھا تو میں پُر امید تھا کہ میں سچا ثابت ہوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ وَلَقَدۡ عَفَا عَنۡكُمۡ. [سورۃ آل عمران ۳:۱۵۲]

''تم میں سے بعض دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب' پھر اللہ نے تمہارا رُخ اُن سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائش میں ڈالے اور اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔''

جب رسول اکرم ﷺ کے صحابہ ﷡ نے آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ ۹ صحابہ ﷡ کے ساتھ ایک طرف ہو گئے، اُن میں سے سات اَنصاری تھے، دو قریشی اور ان میں دسویں آپ ﷺ خود تھے۔ جب کفارِ قریش نے آپ ﷺ کو نرغے میں لے لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اُس آدمی پر رحم فرمائے جو اُنہیں ہم سے دور ہٹادے۔ راوی کہتا ہے کہ اَنصار میں سے ایک صحابی آگے بڑھا اور گھڑی بھر لڑتا ہوا شہید ہو گیا' جب اُنہوں نے پھر گھیرا تنگ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

:اللہ اُس آدمی پر رحم فرمائے جوان کو ہم سے دور ہٹا دے آپ ﷺ اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ ساتوں انصاری یکے بعد دیگرے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا اتنے میں ابوسفیان (۱) آیا اور کہنے لگا: ہُبُل کا اقبال بلند ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اعلیٰ اور بزرگ تر ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارا عُزیٰ ہے، تمہارا کوئی عُزیٰ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جواب دو کہ: ہمارا مولیٰ اللہ ہے، تمہارا مولیٰ کوئی نہیں۔ پھر ابو سفیان نے کہا: آج کا دن یومِ بدر کے بدلہ کا ہے۔ کوئی دن ہمارے لیے اور کوئی دن ہمارے برخلاف' کسی دن ہم بے وقعت اور کسی دن ہم خوش بخت' حنظلہ کے بدلے حنظلہ' فلاں کے بدلے فلاں، اور فلاں کے بدلے فلاں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی طرح سے برابری نہیں، ہمارے مقتول تو زندہ ہیں اور اُنہیں رزق دیا جاتا ہے جب کہ تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں اور اُنہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔ ابوسفیان نے کہا: قوم میں کچھ اَفراد کے ناک' کان کاٹ دیے گئے ہیں اور یہ ہمارے سرکردہ جنگ جوؤں کا کام نہیں ہے، نہ میں نے اس طرح کرنے کا حکم دیا، نہ اس طرح کرنے سے روکا اور نہ میں نے اسے پسند کیا اور نہ ہی برا سمجھا اور نہ تو یہ منظر مجھے برا لگا اور نہ ہی اچھا۔ راوی کہتا ہے کہ جب اُنہوں نے دیکھا تو [سیدنا] حمزہ [رضی اللہ عنہ] کا پیٹ پھاڑا گیا تھا اور ہند (۲)

---

(۱) ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی اور رسول اکرم ﷺ کے سسر ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم ہیں۔ ۵۷ قبل ہجری = ۵۶۷ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں اسلام کے شدید مخالف تھے۔ فتح مکہ کے دن ۸ھ کو اسلام قبول کیا اور استقامت اختیار کی۔ غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں شرکت کی۔ غزوۂ طائف میں اُن کی آنکھ ضائع ہوئی۔ غزوۂ یرموک میں اُن کی دوسری آنکھ بھی کام آئی۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے وقت آپ نجران میں اُن کے عامل کی حیثیت سے مقرر تھے۔ پھر شام تشریف لے گئے۔ ۳۱ھ = ۶۵۲ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ایک قول شام کا بھی ہے۔

[اسد الغابۃ ۵: ۱۱۵-۱۱۶' ترجمہ: ۵۹۷۰' الاعلام ۳: ۲۰۱]

(۲) ہند رضی اللہ عنہا بنتِ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشیہ۔ صحابیہ ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی خوش دامن۔ سیدنا معاویہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ ابتداء میں اسلام کی شدید مخالف تھیں۔ فتح مکہ کو اسلام قبول کیا۔ ۱۴ھ = ۶۳۵ء کو وفات پا گئیں۔ [اسد الغابۃ ۵: ۵۷۰' ترجمہ: ۷۳۵۳' الاعلام ۸: ۹۸]

نے اُن کا جگر چبایا لیکن اُسے نگل نہ سکی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے کسی جزو کو آگ میں داخل کرے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو سامنے رکھ کر اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی، اسی دوران ایک انصاری شہید لائے گئے اور اُنہیں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے اُن کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی، پھر انصاری اُٹھا لیے گئے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا گیا، پھر دوسرے شہید انصاری لائے گئے اور اُنہیں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا اور اُن پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی، پھر اُنہیں اُٹھا لیا گیا یہاں تک کہ اُس روز سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ۷۰ بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔''

اسی روایت کو بنیاد بنا کر سیدہ ہند رضی اللہ عنہا بنتِ عتبہ قرشیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا مُثلہ کیا تھا اور اسی کے بل بوتے پر اُنہیں جگر خوارہ کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ روایت ضعیف بھی ہے، شاذ بھی ہے اور منکر بھی۔

ضعیف تو اِس اعتبار سے کہ اس روایت کے راوی امام شعبی [عامر بن شراحیل] اسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، حالانکہ امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن حاتم رازی لکھتے ہیں کہ:

سمعتُ أبي يقول: لم يسمع الشعبي من عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ.

[کتاب المراسیل: ۱۶۰، فقرہ: ۵۹۱]

''شعبی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔''

اس وجہ سے یہ روایت منقطع ہوئی۔

اس کے ضعف کی دوسری وجہ عطا بن سائب بھی ہیں، جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

تَفَرَّدَ به أحمد، وهذا إسنادٌ فيه ضعفٌ أيضاً من جهة عطاء بن السائب.

[البدایۃ والنہایۃ ۴: ۴۲]

''اِس روایت کو بیان کرنے میں امام احمد متفرد ہیں اور اس میں عطا بن سائب کی وجہ سے بھی ضعف ہے۔''

عطا بن سائب صدوق تھے، لیکن اِختلاط کا شکار ہوئے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۲۲، ترجمہ: ۴۵۹۲]

امام ہیثمی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

اس کی سند میں عطاء بن سائب ہیں جو اِختلاط کا شکار تھے۔ [مجمع الزوائد ۶: ۱۱۰]

علامہ احمد شاکر مصری (۱) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت اختلاط سے قبل کی ہے۔

[مسند احمد، تحقیق استاذ احمد شاکر ۴: ۲۵۰، بذیل حدیث: ۴۴۱۴]

لیکن مذکورہ روایت میں ان کا اِختلاط اَظہر من الشّمس ہے، جس کے شواہد یہ ہیں:

[۱] صحیح بخاری اور دیگر کتبِ صحاح میں مسلمان عورتوں کے مشرکین زخمیوں پر حملہ آور ہونے کا ذِکر نہیں جب کہ یہاں اس بات کا ذِکر ہے کہ مسلمان عورتیں زخمی مشرکوں پر حملہ آور ہوتی تھیں۔

[۲] صحیح احادیث میں یومٌ لنا ویومٌ علینا، ویَوْمٌ نُسَاءُ ویَومٌ نُسَرُّ، حنظلة بحنظلة، وفلانٌ بفلانٍ کا ذِکر بھی نہیں ہے، جب کہ اس روایت میں یہ مسجّع و مقفیٰ عبارت موجود ہے۔

[۳] اس روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے جواب میں خود فرمایا تھا کہ لا سواءً، أمّا قتلانا فأحياءٌ يُرزَقونَ وقتلاكم في النّار يُعَذَّبُونَ جب کہ صحیح حدیث میں منقول ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اِس مفہوم کا جواب دیا تھا۔

[صحیح بخاری، کتاب المغازی [۶۴] باب غزوۃ احد [۱۷] حدیث: ۴۰۴۳]

[۴] اس روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ ابوسفیان نے پہلے اُعلُ ھُبُل کا نعرہ لگایا تھا جب کہ صحیح احادیث میں ہے کہ اُس نے دامنِ اُحُد میں کھڑے ہو کر پوچھا تھا کہ تم میں محمد ﷺ موجود ہے؟ کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہے؟ کیا تم میں ابن خطاب ہے؟ پھر اس کے بعد اُعلُ ھُبُل کا نعرہ لگایا تھا۔

[صحیح بخاری، کتاب المغازی [۶۴] باب غزوۃ احد [۱۷] حدیث: ۴۰۴۳]

[۵] اس روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اُحُد کی فرداً فرداً نمازِ جنازہ پڑھی اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی ۷۰ مرتبہ نماز جنازہ پڑھی جب کہ صحیح احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے شہدائے اُحُد کو نہ تو غسل دیا تھا اور نہ اُن کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی، جیسا کہ حدیث میں ہے:

وأمر بدفنهم في دمائهم، ولم يُغَسَّلُوا ولم يصل عليهم.

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز [۲۳] باب الصلاۃ علی الشہید [۷۲] حدیث: ۱۳۴۳، کتاب المغازی [۶۴] باب

---

(۱) احمد بن محمد شاکر بن احمد بن عبد القادر، آل ابی علیاء سے تعلق تھا۔ اُن کا نسب سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جا ملتا ہے۔ مصری عالم ہیں۔ ۱۳۰۹ھ = ۱۸۹۲ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ حدیث اور تفسیر کے ماہر عالم تھے۔ ۱۳۷۷ھ = ۱۹۵۸ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ [الاعلام ۱: ۲۵۳]

من قتل من المسلمین یوم احد[۲۶] حدیث:۴۰۷۹]
''انہیں اُن کے خون سمیت دفن کرنے کا ارشاد فرمایا، انہیں غسل نہیں دیا گیا اور نہ اُن پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔''
امام شافعی فرماتے ہیں: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا حمزۃ رضی اللہ عنہ پر ۷۰ بار نمازہ جنازہ پڑھی گئی اور وہ اس طرح کہ دس شہدا پر۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت۔نوشہدائے احد پر جنازہ کی نماز پڑھی جاتی جس کے بعد سیدنا حمزۃ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے شہید اُٹھائے جاتے اور دوسرے نوشہداء پر جنازہ کی نماز پڑھی جاتی، یہاں تک کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر ۷۰ بار جنازہ کی نماز پڑھی، جب کہ احد میں ۷۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، اس طرح جب دس دس اَفراد کی ٹولی پر جنازہ کی نماز پڑھی گئی تو سات یا آٹھ بار نمازِ جنازہ پڑھی گئی تو یہ ۷۰ بار نمازِ جنازہ پڑھنا کہاں سے نکل آیا؟[کتاب الام ۱:۲۴۶]
آگے لکھتے ہیں: فینبغي لمن روى هذاالحديث أن يستحيي على نفسه،وقد كان ينبغي له أن يعارض بهذه الأحاديث كأنهاغثاء،فقدجاء ت من وجوهٍ متواترةٍ:بأن النبي ﷺ لم يصل عليهم وقال:زملوهم بكُلُومِهم.[کتاب الام ۱:۲۴۶؛ معرفۃ السنن والآثار ۳:۱۴۳]
''جس شخص نے یہ روایت نقل کی ہے اُسے شرم آنی چاہیے اور اُسے چاہیے کہ ان کمزور روایات کی بنا پر اُس متواتر حدیث کو رد کریں جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداءِ احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور فرمایا اُنہیں اُن کے خون سمیت دفن کرو۔''
اس روایت کے متن میں بھی نکارت ہے اور وہ اس طرح کہ اس روایت میں ذِکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: أأكلتُ منهاشيئاً ؟ قالوا:لا ' قال:ما كان الله ليدخل شيئاً من حمزة النار'
جس کا مدعا یہ ہے کہ ہند بنت عتبہ اسلام قبول نہیں کرے گی اور جہنم میں داخل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بدن کے کسی جزءٔ کو ایسے بدن میں داخل نہیں ہونے دیا جسے آگ میں جلنا ہے، حالانکہ صحیح احادیث میں سیدہ ہند رضی اللہ عنہا کے بارے میں مذکور ہے کہ اُنہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا اور باقی ساری زندگی اسلام وایمان پر قائم رہی۔

[۲۲۰] إنَّ الوردخُلِقَ مِن عَرَقِ النبي ﷺ أو مِن عَرَق البراق.
''گلاب کا پھول رسول اللہ ﷺ یا براق کے پسینہ سے بنایا گیا ہے۔''

امام نووی فرماتے ہیں: اس بارے کوئی بھی روایت صحیح نہیں۔ [فتاوی الامام النووی:١٥٩،سوال:٣٤١]
ملا علی قاری نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے: یہ روایت موضوع ہے۔
[المصنوع:٧٠،الاسرار المرفوعۃ:١٥١]
امام زرکشی لکھتے ہیں: اس کا دارومدار مکی بن بندار پر ہے جو احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے۔
[التذکرۃ:١٤٦،حدیث:١٩٧]

[٢٢١] إن وفد ثقيف جاء وا إلى النبي ﷺ فسألوه عن الإيمان:هل يزيد وينقص؟فقال: لا!زيادته كفرٌ،ونقصانه شرك.

''بنو ثقیف کا وفد جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ سے پوچھا کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے؟ آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا ایمان میں اضافہ کفر اور اس میں کمی شرک ہے۔''

امام جورقانی، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر اور علامہ ابن عراق فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع، باطل اور بے اصل ہے، اسے ابو مطیع بلخی نے وضع کیا ہے، جس کا نام حکم بن عبداللہ بلخی تھا۔ مرجئہ کے مشاہیر میں سے تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[الاباطیل ١:٢١،الموضوعات ١:١٣١،میزان الاعتدال ١:٥٧٤-٥٧٥،٣:٤٢،لسان المیزان ٢:٣٣٥،٤:١٤٥،تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ١:١٤٩]

[٢٢٢] إنما اشترى يوسف عليه السلام بعشرين درهماً وكان أهله حين أرسل إليهم وهم بمصر ثلاثاً وتسعين انساناً، رجالهم أنبياء ونسائهم صديقات، والله ما خرجوا مع موسى عليه السلام حتى بلغوا ستمائة ألفٍ وسبعين ألفاً. [المستدرک ٢:٥٧٢]

''[سیدنا] یوسف [علیہ السلام] بیس درہم میں فروخت کئے گئے، اُن کے جو اہل وعیال مصر بھیجے گئے اُن کی تعداد ٩٣ تھی۔ اُن کے مرد انبیاء اور عورتیں صدیقات تھیں اور جب موسیٰ [علیہ السلام] مصر سے نکلے تو اُن کی تعداد ٧٠ ہزار ٦ سو تھی۔''

اس کی اسناد میں دو خامیاں ہیں:
١: امام احمد نے زہیر کے بارے میں فرمایا ہے: ثقہ اور ثبت ہیں مگر چونکہ ابو اسحاق آخری عمر میں اِختلاط کے شکار ہو گئے تھے اور انہوں نے بعد از اختلاط اُن سے روایات لی ہیں [اس لیے ان کی یہ

روایات ضعیف ہیں]۔[الجرح والتعدیل۳:۵۸۸، ترجمہ:۲۶۷۴]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: زہیر ثقہ اور کھرا راوی ہیں، لیکن اُن کی روایتیں ضعیف ہوتی ہیں جو اُنہوں نے ابواسحاق سے نقل کی ہیں، اس لیے کہ جب ابواسحاق خبطی ہو گئے، تب یہ اُن کے شاگرد ہوئے۔" [الجرح والتعدیل۳:۵۸۹، ترجمہ:۲۶۷۴]

امام ترمذی فرماتے ہیں: زہیر نے ابواسحاق [عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی] سے جو روایتیں روایت کی ہیں وہ کچھ بھی نہیں، اس لیے کہ انہوں نے اختلاط کے بعد اُن سے حدیث کی سماع کی ہے۔

[سنن ترمذی ۱:۲۸]

-۲: ابوعبیدۃ، جو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں، ان کے نام میں اختلاف ہے۔ حافظ مِزّی نے ان کا نام عامر لکھا ہے۔[تہذیب الکمال۱۴:۶۱، ترجمہ:۳۰۵۱]

بعض کے نزدیک ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے، اس کے بارے میں سب متفق ہیں کہ: لم یسمع من أبیه شیئا. [الجرح والتعدیل۹:۴۰۳، ترجمہ:۱۹۳۵، المراسیل:۲۵۶-۲۵۷، ترجمہ:۴۷۶، حدیث:۹۵۳، ۹۵۵، سنن ترمذی۱:۲۸، تہذیب الکمال۱۴:۶۱، ۱۶:۱۲۶]

پس یہ روایت منقطع بھی ہوئی، نیز یہ روایت موقوف بھی ہے۔

مفسر قرطبی لکھتے ہیں: وفي هذا ما یدلُّ علی أن إخوة یوسف ما کانوا أنبیاء، لا أولًا ولا آخراً، لأن الأنبیاء لا یُدبرون في قتل مسلم، بل کانوا مسلمین، فارتکبوا معصیةً ثم تابوا.

[تفسیر القرطبی۹:۱۱۵]

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی اول و آخر انبیا نہیں تھے، اس لیے کہ انبیاء کسی مسلمان کو قتل کرنے کے درپے نہیں ہوتے، اور انہوں نے تو بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک بے گناہ کے قتل کا ارادہ، والد کی نافرمانی اور ایذارسانی، معاہدہ کی خلاف ورزی، پھر جھوٹی سازش وغیرہ انبیاء علیہم السلام سے قبل از نبوت بھی جمہور کے عقیدہ کے مطابق ایسے گناہ سرزد نہیں ہوتے، بلکہ وہ مسلمان تھے۔ گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر توبہ کیا۔"

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: واعلم أنه لم یقم دلیلٌ علی نبوة إخوة یوسف، وظاهر هذا السیاق یدل علی خلاف ذلك، ومِن الناس مَن یزعم أنهم أوحي إلیهم بعد ذلك، وفي هذا نظر، یحتاج مدعي ذلك إلی دلیل، ولم یقم دلیلٌ علی أعیان هؤلاء أنهم أوحي إلیهم.

[تفسیر ابن کثیر۲:۵۱۴، بذیل تفسیر سورۃ یوسف۱۲:۸-۹]

’’خوب جان لینا چاہئے کہ برادرانِ یوسف کی نبوت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، اور قرآن مجید کا ظاہری بیان بھی ان کی نبوت کے نظریے کے خلاف ہے، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں ان جرائم کے ارتکاب کے بہت بعد نبوت سے نوازا گیا تھا لیکن یہ بات بھی تحقیق طلب اور محتاجِ دلیل ہے کہ انہیں بعد میں واقعی نبوت مل گئی لیکن اس پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے کہ اُنہیں من جانب اللہ وحی کی گئی تھی۔‘‘

سید آلوسی لکھتے ہیں: ليس في القرآن ما يدل على نبوتهم.

[روح المعانی ۱:۵۳۷، بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ ۲:۱۳۶]

’’قرآن مجید میں اُن کی نبوت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔‘‘

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: و لا ذكر سبحانه عن أحدٍ من الأنبياء، لا قبل النبوة و لا بعدها أنه فعل مثل هذه الأمور العظيمة من عقوق الوالد، و قطيعة الرحم، و إرقاق المسلم، و بيعه إلى بلاد الكفر و الكذب البين. [الحاوی للفتاوی ۲:۳۱۱-۳۱۲]

’’اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے بارے میں قبل از نبوت اور بعد از نبوت یہ تصریح نہیں کی ہے کہ انہوں نے برادران یوسف کی طرح کبائر کا ارتکاب کیا ہو۔ والد کی نافرمانی کی ہو۔ صلہ رحمی کے خلاف کوئی عمل کیا ہو۔ کسی آزاد مسلمان کو غلام بنا کر اسے بلاد کفر میں فروخت کیا ہو اور صریح کذب بیانی کی ہو۔‘‘

حافظ سیوطی نے اس موضوع پر **دفع التعسف عن إخوة يوسف** کے نام سے ایک مستقل اور مفید رسالہ لکھا ہے جو اُن کی تصنیف الحاوی للفتاوی ۱:۳۱۰-۳۱۲ میں مطبوع ہے۔

[۲۲۳] أنه ﷺ دخل غيضةً مع بعض أصحابه فاجتنى منه سِواكين، أحدهما معوج و الآخر مستقيم فدفع المستقيم إلى صاحبه فقال له: يا رسول الله كنتَ و الله أحق بالمستقيم مني، فقال: ما من صاحب يصحب صاحباً و لو ساعةً من نهارٍ إلا سئل عن صحبته إياه. [احیاء علوم الدین ۲:۱۷۴، المجروحین ۱:۱۴۳]

’’رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ اپنے بعض صحابہ کے ساتھ جنگل تشریف لے گئے، وہاں آپ کو دو مسواک ملے، جن میں سے ایک ٹیڑھا اور ایک سیدھا تھا، آپ نے سیدھا مسواک اپنے ساتھی کو دیا، تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہی اس کے زیادہ حق دار تھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی سے

اُس کے ساتھی کی صحبت کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگرچہ وہ تھوڑے ہی دیر کے لیے اس کا ساتھی ہو۔“

حافظ عراقی فرماتے ہیں: مجھے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۲:۱۷۵]

اس کی سند میں احمد بن محمد بن عمر بن یونس حنفی ہے جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: بڑا جھوٹا تھا۔ [الجرح والتعدیل ۲:۷۱]

پس یہ روایت موضوع ہے اور حافظ ذہبی نے اس کے وضعی روایات میں یہ روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۴۳]

[۲۲۴] أنه دخل مع رسول اللهﷺ على امرأة وبين يديها نَوى أو حصى تسبح به فقال: أخبركِ بما هو أيسر عليكِ من هذا أو أفضل، فقال: سبحان الله عدد ما خلق في السماء.

[سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ [۲] باب التسبیح بالحصیٰ [۳۵۹] حدیث: ۱۵۰۰، سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] باب فی دعاء النبی ﷺ وتعوذہ دبر کل صلاۃ [۱۱۴] حدیث: ۳۵۶۸، المستدرک ۱:۵۴۷-۵۴۸، ردالمختار ۱:۴۸۱]

”سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک ایسی عورت کے پاس گیا جو اپنے اذکارِ حمد وثنا کو گننے کے لیے گٹھلیوں یا کنکریوں کو استعمال کرتی تھی جو اس کے سامنے پڑی ہوتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے پوچھا: کیا میں تمہیں ایسی ترکیب بتا دوں جو آسان تر اور زیادہ سودمند ہے؟ اور پھر اسے اس ذکر کی تعلیم دی: سبحان الله عدد ما خلق في السماء. [اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰:۷۰۰]

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ امام حاکم اسے صحیح الاسناد لکھتے ہیں اور حافظ ذہبی بھی اُن کے ہاں کے میں ہاں ملاتے ہیں لیکن نہ تو یہ روایت حسن ہے اور نہ صحیح الاسناد، کیونکہ:

- اس کی سند میں خزیمہ نامی راوی ہے جس کے بارے میں خود حافظ ذہبی نے تصریح کی ہے کہ مجہول ہے اور اس سے سعید بن ابی ہلال حدیثِ تسبیح نقل کرنے میں منفرد ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۶۵۳]

- اس کا راوی سعید بن ابی ہلال ثقہ اور صدوق تھے لیکن امام احمد فرماتے ہیں: مختلط تھے۔

[تہذیب التہذیب ۴:۸۴۴]

پس یہ روایت نہ حسن ہے اور نہ صحیح الاسناد کیونکہ مجہول اور مختلط راویوں کی روایت ضعیف ومعلول ہوتی ہے۔

–نیز حدیث میں ہے: أعقدن بالأصابع فإنهن مسئولات مستنطقات.

[سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ[۲] باب التسبیح بالحصیٰ[۳۵۹] حدیث:۱۵۰۱، سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] باب فی فضل التسبیح والتہلیل والتقدیس[۱۲۱] حدیث:۳۵۸۳، مسند احمد۶:۳۷۱]

''انگلیوں سے گن لیا کرو، کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا اور یہی گواہی دیں گے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ربما تظاهر أحدهم بوضع السجادة على منكبه، وإظهار المسابح في يده، وجعله من شعار الدين والصلاة، وقد علم بالنقل المتواتر: أن النبي ﷺ وأصحابه لم يكن هذا شعارهم، وكانوا يسبحون ويعقدون على أصابعهم. [مجموع الفتاوی۲۲:۹۹]

''اکثر صوفی سجادہ کو اپنے کندھے پر رکھ کر اور منکے[تسبیح] ہاتھ میں لے کر عملاً اس کی نمائش کرتے ہیں گویا کہ یہ دونوں دین اور نماز کے شعار ہیں حالانکہ نقلِ متواتر سے معلوم ہے کہ یہ دونوں رسول اکرم ﷺ اور اُن کے صحابہ رضی اللہ عنہ کا شعار نہیں بلکہ وہ تسبیح پڑھ کر انگلیوں سے گن لیتے تھے۔''

[۲۲۵] إنه سيأتيكم أقوامٌ من بعدي يطلبون العلم، فَرَحِّبُوابهم، وحَيُّوهم، وعَلِّمُوهم.

[سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب الوصاۃ بطلبۃ العلم[۲۲] حدیث:۲۴۸]

''تمہارے پاس ضرور ایسے لوگ آئیں گے جو علم کے طالب ہوں گے۔تم اُن کے آنے سے خوش ہو جاؤ۔انہیں خوش آمدید کہو اور انہیں تعلیم دو۔''

تعلیم وتعلم کی اہمیت مسلّم اور دیگر نصوص سے ثابت ہے مگر یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

–اس کا ایک راوی معلیٰ بن ہلال ہے جس کے بارے میں امام احمد اور امام ابن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔اکثر محدثین فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[العلل ۱:۵۱۰، نص:۱۱۹۲، التاریخ ۲:۵۷۶، نص:۱۷۸۳]

–ایک راوی اسماعیل بن مسلم ہے جس کے ضعیف ہونے پر سب محدثین متفق ہیں۔

[مصباح الزجاجۃ ۱:۱۰۹، حدیث:۱۰۰]

[۲۲۶] إنه سيفشو اعني أحاديث، فما أتاكم من حديثي فاقرأوا كتابَ اللّٰهِ واعتبروه فما وافَقَ كتابَ اللّٰهِ فأنا قلتُهُ، ومالم يوافق كتابَ اللّٰهِ فلم أقلهُ.

[المعجم الکبیر ۱۲:۲۴۴، حدیث:۱۳۲۲۴]

''میری طرف منسوب کرکے بکثرت احادیث ہوں گی، پس جو روایت میری منسوب کرکے تمھیں معلوم ہو جائے تو اُس کا قرآن سے مقارَنہ کرو، اُس کے موافق ہوئی تو میرا ہی قول ہے اور اُس کے ناموافق ہوئی تو میں نے نہیں کہی ہے۔''

یہ روایت قطعاً ناقابل استدلال ہے، اس لیے کہ:

-۱: اس کا راوی ابو حاضر عبدالملک بن عبدربہ منکر الحدیث ہے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۷۰]

-۲: اس کا ایک راوی وضین بن عطا بن کنانۃ ہے، جو سیئ الحفظ اور منکر تقدیر تھا۔

[تقریب التہذیب: ۶۱۰، ترجمہ: ۷۴۰۸]

علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: قد وردت في هذاالمعنى أحاديث كثيرةٌ كلها موضوع وضعته الزنادقة. [تذکرۃ الموضوعات: ۲۸]

''اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں، جو سب کے سب زنادقہ نے وضع کی ہیں۔''

اس تناظر میں مفتی محمد طاہر صاحب مہتمم جامعہ مدینۃ العلوم کا یہ لکھنا کس حد تک درست ہے کہ:

''احادیث اور روایات کو پرکھنے کے لیے ایک میزان، ایک پیمانہ اور ایک کسوٹی موجود ہے جو نبی کریم ﷺ نے خود ہی بنادی ہے۔ حدیث بخاری کے الفاظ ہیں: تكثر لكم الأحاديث بعدي فما روي لكم حديث عني فأعرضوه على كتاب الله فما وافقه فاقبَلوه و ما خالفه فردوه.

''میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہوگی تو جو حدیث میری طرف منسوب کرکے تمھارے سامنے روایت کی جائے اُس کو کتاب اللہ [قرآن مجید] کے سامنے پیش کرو، اگر اُس کے موافق پاؤ تو قبول کرلو اور اگر اس کے خلاف پاؤ تو رد کردو۔''

[انتظار مہدی و مسیح فن رجال کی روشنی میں، از امام تمنا عمادی، ابتدائیہ از مفتی محمد طاہر: ۸-۹]

صحیح بخاری اٹھائیے، اُس میں اول سے لے کر آخر تک اس روایت کا نام و نشان تک نہیں ملے گا۔

[۲۲۷] إنه ﷺ لما عرج به أثنى على الله تعالى بهذه الكلمات: التحياتُ لله والصلوات فقال الله تعالى: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، فقال ﷺ: السلام علينا و

على عباد الله الصالحين، فقال جبريل علیہ السلام: أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. [مرقاة الفاتیح ۲:۶۲، بذیل حدیث:۹۰۹]

''ابن الملک کہتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اِن کلمات سے فرمائی: التحيات لله والصلوات، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، اس کے جواب میں جبرئیل علیہ السلام نے أشهد أن لا إله إلّا الله و أشهد أن محمداً عبده ورسوله فرمایا۔''

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (۱) لکھتے ہیں: لم أجد لهذه القصة إسناداً، وقد صرح في الدر المختار: أنه يقصد بألفاظ التشهد الإنشاء، لا الإخبار والحكاية.

[فتح الملہم ۳:۳۰۸، کتاب الصلاۃ، باب التشہد فی الصلاۃ [۱۶] بذیل حدیث:۸۹۵]

''مجھے اس قصہ کی کوئی سند نہیں ملی اور درمختار میں صراحت ہے کہ نماز میں تشہد کے الفاظ اِنشا کی نیت سے پڑھنے چاہیے۔ خبر وحکایت کی نیت سے نہیں۔''

[۲۲۸] إنها كانت تسبح بخيوطٍ معقود فيها. [الطبقات الکبریٰ ۸:۴۷۴، الحاوی ۲:۳]

''[فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا] اپنے اَوراد میں ڈورا استعمال کیا کرتی تھیں، جس میں وہ گرہیں لگا دیتی تھیں۔'' [اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰:۱۰۷]

اس کی سند میں امام ابن سعد کے استاذ عبداللہ بن موسیٰ ہیں جن کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں اس نے کئی غلط روایات بیان کی ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۹:۵۵۶]

حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں: رفض میں مشہور ومعروف تھا اور کسی بھی ایسے شخص کو اپنے گھر میں

---

(۱) شبیر احمد عثمانی بن مولانا فضل الرحمٰن عثمانی۔ ۱۰ محرم ۱۳۰۵ھ = ۱۸۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا محمد قاسم کے ساتھ بِنائے دار العلوم دیوبند میں برابر کے شریک تھے جو مولانا کی پیدائش کے وقت بجنور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ مولانا کی تعلیم کا آغاز ۱۳۱۱ھ میں ہوا اور ۱۳۲۵ھ میں تمام طلبہ میں اول رہ کر تعلیم سے فارغ ہوئے۔ ۱۹۱۱ء کی جنگ بلقان وطرابلس سے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۴۰ء کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے ممبر بھی رہے ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں وفات پائی اور کراچی میں اسلامیہ کالج کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ [شاہ کار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۲:۱۰۶۴]

چھوڑنے کا روادار نہ تھا جس کا نام معاویہ ہو۔[سیر اعلام النبلاء۹:۵۵۶]
حافظ ذہبی اور امام ابوداود فرماتے ہیں: جَلا بھُنا شیعہ تھا۔[میزان الاعتدال۳:۱۶]
خود امام ابن سعد فرماتے ہیں: ثقہ اور صدوق تھا لیکن تشیع کے سلسلے میں کچھ منکر روایات بیان کیں اسی وجہ سے اکثر لوگوں کے نزدیک ضعیف تھا۔[الطبقات الکبریٰ۶:۴۰۰]
نیز اس کی سند میں ایک مجہول عورت بھی ہے، جس کا نام اور اتا پتا کوئی معلوم نہیں، لہٰذا یہ روایت نا قابل استدلال ہے۔

[۲۲۹] أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة ‘ قالت : فبينانحن عنده إذ أقبلَ ابنُ أم مكتوم فدخل عليه ‘ وذلك بعد ما أُمرنا بالحجاب ‘ فقال: إحتَجِبَا منه ‘ فقلتُ:يا رسول الله! أليس هوأعمى ‘لايبُصرنا ولا يَعرفنا؟فقال رسول الله ﷺ:أفعمياوان أنتما؟ ألستما تُبصرانه[سنن ابی داوٗد‘ کتاب اللباس[۲۶] باب فی قولہ:قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ [۳۷] حدیث:۴۱۱۲‘ سنن ترمذی‘ کتاب الادب[۴۴] باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجال[۲۹] حدیث: ۲۷۷۸ مسند احمد۶:۲۹۶‘ السنن الکبریٰ نسائی۷:۹۲‘ صحیح ابن حِبّان ۷:۴۳۹‘ حدیث:۵۵۴۹]
”ایک روز سیدہ اُمّ سلمہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہما[1] دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھیں۔ اچانک سیدنا عبداللہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ[2] نابینا صحابی آ گئے ـــ یہ واقعہ احکامِ حجاب کے نازل ہو جانے

---

(۱) میمونہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ رضی اللہ عنہا‘ ام المؤمنین‘ رسول اکرم ﷺ کی آخری بیوی اور امہات المؤمنین میں سب سے آخر میں وفات پانے والی خاتون تھیں‘ اُن کا پہلا نام بَرّہ تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے میمونہ سے بدل دیا۔ ہجرت سے قبل مکۃ المکرّمۃ میں اسلام پر بیعت کی۔ اُن کے پہلے شوہر کا نام ابورہم بن عبدالعزیٰ عامری تھا جس کے مرجانے کے بعد ۷ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ ۸۰ سال کی عمر پائی۔ مکہ مکرمہ کے قریب ”سرف“ کے مقام پر ـــ جہاں اُن کی شادی ہوئی تھی ـــ ۵۱ھ=۶۷۱ء کو وفات پا گئیں‘ اور وہیں دفن کی گئیں۔[الاستیعاب:۹۱۹‘ ترجمہ:۶۶۵‘ الاعلام۷:۳۴۲]
(۲) عبداللہ ابن ام مکتوم: عمرو بن قیس بن زائدہ بن اصم رضی اللہ عنہ۔ شجاع صحابی تھے۔ مکۃ المکرّمۃ میں اسلام قبول کیا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے مؤذن رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں کئی دفعہ مدینہ منورہ میں خلیفہ مقرر ہوئے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ جنگ قادسیہ میں شرکت کی۔ مدینہ منورہ میں ۲۳ھ=۶۴۳ء کو وفات پائی۔[الاستیعاب:۷۴۳‘ ترجمہ:۱۵۰۱‘ الاعلام ۵:۸۳]

کے بعد پیش آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں کو حکم دیا کہ اُن سے پردہ کرو۔ اُمّ سلمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ تو نابینا ہیں، نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں، نہ ہمیں پہچانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تو نابینا نہیں ہو، تم تو اُن کو دیکھ رہی ہو۔'' [معارف القرآن ۶: ۴۰۰]

امام قرطبی فرماتے ہیں: اہلِ نقل کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی نبہان جو سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ناقابلِ احتجاج ہے۔ [تفسیر القرطبی ۱۲: ۲۰۶-۲۰۷]

نبہان کی توثیق سِوائے امام ابن حبان کے کسی اور نے نہیں کی ہے، لیکن امام ابن حبان کی یہ توثیق قابلِ قبول نہیں کیونکہ وہ اکثر مجہول راویوں کو ثقہ کہہ جاتے ہیں۔ [حاشیہ سیر اَعلام النبلاء ۹: ۴۵۵]

امام ترمذی اس روایت کو حسن کہتے ہیں، اس سلسلے میں عرض ہے کہ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

لایعتمد العلماء علی تصحیح الترمذي. [میزان الاعتدال ۳: ۴۰۷]

''علماء کرام امام ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے۔''

حافظ ذہبی نے یہ بھی فرمایا ہے: فلایغتر بتحسین الترمذي، فعند المُحاقَقَةِ غالبها ضعاف.

[میزان الاعتدال ۴: ۴۱۶]

''امام ترمذی کی تحسین پر دھوکہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ تحقیق کے بعد اُن کی اکثر حسن حدیثیں ضعیف ثابت ہوتی ہیں۔''

نیز یہ روایت اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے کہ: ایک دفعہ عید کے دن حبشی نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ تماشہ دیکھنا چاہا تو نبی کریم ﷺ آگے اور وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں اور جب تک وہ خود تھک کر نہ ہٹ گئیں آپ ﷺ برابر اوٹ کیے کھڑے رہے۔ [صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ [۸] باب اصحاب الحِراب فی المسجد [۶۹] احادیث: ۴۵۴، ۴۵۵، کتاب العیدین [۱۳] باب الحِراب والدرق یوم العید [۲] حدیث: ۹۵۰]

حافظ ابن حجر اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اُن دنوں پندرہ سولہ سال کی بالغہ تھیں، اور یہ واقعہ سن سات ہجری کا ہے اور نزول حجاب کے بعد کا ہے۔

[فتح الباری ۲: ۴۴۵، ۹: ۳۳۶، ۳۳۷]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ابتداءِ اسلام کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے، اسے نبہان والی

روایت نے منسوخ کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر اس کا جواب یوں دیتے ہیں: رُدَّ بأنَّ قولها يسترني بردائه دال على ذلك كان بعد نزول الحجاب. [فتح الباری ۲: ۴۴۵]

''یہ قول مردود ہے کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اپنی چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔''

حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نقاب اوڑھ لیا کریں تا کہ غیر مرد انہیں نہ دیکھ سکیں، جب کہ مردوں کو منہ ڈھانپنے اور نقاب اوڑھنے کا حکم نہیں۔ [فتح الباری ۹: ۳۳۷]

[۲۳۰] إني وهبت لخالتي غلاماً ' وأنا أرجو أن يبارك لها فيه' فقلت لها لا تسلميه حجاماً ولا صائغاً ولا قصاباً. [سنن ابی داؤد' کتاب البیوع والاجارات [۴۳] باب فی الصائغ [۴۳] حدیث: ۳۴۳۰' مسند احمد ۱: ۱۷' منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد ۲: ۲۱۸]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی خالہ کو ایک مملوک لڑکا عطا فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ اُس کو سنار، قصاب اور پچھنے لگوانے والے کا پیشہ نہ سکھلانا' بلکہ کسی دینی کام میں مصروف کر دینا۔'' [جواہر الفقہ ۲: ۹۲]

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: یہ حدیث سیدنا فاروق اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے طبرانی کی المعجم الكبير میں موجود ہے اور الجامع الصغير میں اس کو نقل کر کے اس پر حَسَن کی علامت لکھی ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنن ابی داؤد' باب الصائغ اور مسند احمد ج ۲ میں منقول ہے۔ ابوداود نے اس کو نقل کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے اور خود ان کی تصریح ہے کہ جس روایت پر وہ سکوت فرمائیں وہ صالح یعنی حجت و مقبول اور معتبر ہے۔''

[جواہر الفقہ ۲: ۹۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ مفتی صاحب نے دیا ہے، اس کے بارے میں امام ہیثمی نے لکھا ہے: رواه الطبراني في الكبير وفيه عثمان بن عبدالرحمن الوقاصي وهو متروك.

[مجمع الزوائد ۴: ۹۳]

''اسے طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے' جس کی سند میں عبدالرحمٰن الوقاصی ہے جو متروک الحدیث ہے۔''

امام بن معین فرماتے ہیں: ليس بشيء تھا۔ [التاریخ ۲: ۳۹۴' ۱۳۵۹] حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: امام ابن معین اس کی تکذیب کرتے ہیں: كذبه ابن معين. [تقریب التہذیب: ۴۱۶' ترجمہ: ۴۴۹۳]

رہی ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت سو:

-۱: ان کا مرکزی راوی ابو ماجدہ ہے جس کا نام ابن سعد اور ابن حبان کی تصریح کے مطابق علی بن ماجدہ سہمی ہے۔[طبقات ابن سعد۵:۴۶۳' الثقات ۵:۱۶۶]

جس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: مجہول تھا۔[تقریب التہذیب:۴۳۶' ترجمہ:۴۷۸۶]

امام بخاری اس کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لم يصح إسناده. [التاریخ الکبیر۶:۲۹۸] ''اس کی سند صحیح نہیں ہے۔''

علامہ عبدالحق (۱) الاحکام میں لکھتے ہیں: ابو ماجدہ کی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

[الجوہر النقی ۶:۱۲۷]

امام بیہقی یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا مطلب نہی تنزیہی ہے: نہ کہ تحریمی۔

[السنن الکبریٰ ۶:۱۲۸]

علامہ ابن الترکمانی (۲) اس پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب اس کا راوی متروک اور مجہول ہے تو اس میں تاویل کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے۔[الجوہر النقی ۶:۱۲۷]

-۲: جب کہ مسند احمد کی سند یوں ہے: عن رجلٍ من قريش من بني سهمٍ' عن رجل منهم يقال له ماجدة. [مسند احمد ۱:۱۷]

اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ اس کا راوی قریش کے بنو سہم شاخ کا کوئی مجہول شخص ہے' اور دوسری خرابی یہ ہے کہ ابو ماجدۃ کی بجائے ماجدۃ کا ذکر ہے۔

---

(۱) عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ اَزدی اِشبیلی ابو محمد۔ ابن الخراط سے معروف ہیں۔ ۵۱۰ھ=۱۱۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ اندلس کے بڑے علماء میں اُن کا شمار کیا جاتا ہے۔ فقیہ' حافظ اور حدیث اور اس کے علل و رجال کے عالم تھے۔ ادب میں بھی درک رکھتے تھے۔ ۵۸۱ھ=۱۱۸۵ء کو بجَایۃ میں وفات پائی۔

[الاسماء واللغات ۱:۳۲۰' ترجمہ:۳۳۷' الاعلام ۳:۲۸۱]

(۲) احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ ماردینی ابو العباس تاج الدین ابن الترکمانی۔ ۶۸۱ھ=۱۲۸۲ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ علامہ دمیاطی' علامہ حجار اور علامہ ابن الصواف کے شاگرد رہے ہیں۔ قاضی اور حنفی عالم تھے۔ بنیادی تعلق ماردین سے تھا۔ بڑی بڑی کتابیں لکھیں' جن میں اکثر پوری نہ ہو سکیں۔ ۷۴۴ھ=۱۳۴۳ء کو وفات پائی۔ [بغیۃ الوعاۃ ۱:۳۳۴' ترجمہ:۶۳۴' الاعلام ۱:۱۶۷]

علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے اور قریش کے بنوسہم شاخ کے مبہم اور مجہول شخص کی وجہ سے اس میں انقطاع بھی ہے۔ [مسند احمد، تحقیق الاستاذ احمد محمد شاکر ا:۱۰۳، بذیل حدیث:۱۰۲]

کسی روایت کے بارے میں امام ابوداؤد کے سکوت کا مطلب اُس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے چنانچہ علامہ لطفی الصباغ لکھتے ہیں: أمّا الأحاديث التي سكت عنها أبوداؤد فإننا نستطيع أن نحكم عليها بالنظر في أسانيدها، فماحكم له سنده بالصحة كان صحيحاً، وماحكم له سنده بالضعف كان ضعيفاً، إذن فليس سكوته تزكيةٌ، بل لابد من البحث والدراسة للحكم على الحديث الذي من هذا القبيل.

[ابوداؤد، حیاته وسننه، لطفی الصباغ:۵۵]

''جن روایات کے بارے میں امام ابوداؤد نے سکوت اختیار فرمایا ہے، اُن کی اسانید میں فکر ونظر کے بعد ہم اُن پر کسی حکم لگانے کے اہل ہوں گے۔ سند صحیح ہوگی، تو روایت کو صحیح کہیں گے اور سند کے ضعیف ہونے کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہیں گے۔ بہر حال اُن کا کسی روایت کے بارے میں خاموش رہنا اُس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ اُن کی اَسناد میں بحث وتمحیص کے بعد اُن کی صحت وضعف کا حکم لگایا جائے گا۔''

امام ابوداؤد کے اس بات کی تفصیل حافظ ابن حجر کی النکت علی کتاب ابن الصلاح ا:۴۳۵-۴۴۵ اور استاذ عبدالفتاح کی جمع کردہ ثلاث رسائل فی علم مصطلح الحدیث:۳۸-۴۱ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

[۲۳۱] اِني لا أدري لعلكم أن تقولوا عني بعدي مالم أقل، ماحُدِّثتُم عني مايوافق القرآن فصدقوا به، وماحُدِّثتم عني مما لايُوافق القرآن فلا تصدقوا به.

''مجھے نہیں معلوم، شاید کہ تم میرے بعد مجھے منسوب کر کے ایسی باتیں کروگے جو میں نے نہیں کی ہوں۔ تمہیں مجھ سے منسوب کر کے جو باتیں بیان کی جائیں وہ اگر قرآن مجید کے موافق ہوں تو ان کی تصدیق کرو اور اگر مجھ سے منسوب کر کے ایسی باتیں بیان کی جائیں جو قرآن مجید کے موافق نہ ہوں تو اُن کی تصدیق نہ کرو۔''

اس کی سند اس طرح ہے: سلیمان بن بلال از عمرو بن ابی عمرو عَن مَن لَّا يُتَّهَم [اس شخص سے جو

جھوٹ بولنے سے بدنام نہیں] از حسن بصری از رسول اللہ ﷺ۔

حافظ ابن حزم کہتے ہیں: یہ روایت مرسل ہے۔ اس کی سند میں عمرو بن ابی عمرو ضعیف ہے اور اس میں ایک مجہول راوی بھی ہے [ان کا اشارہ عَن مَن لَّا یُتَّهَم کی طرف ہے]۔

[الإحكام في أصول الأحكام' المجلد الأول ۱-۴:۲۱۲]

پھر حسن بصری کے مراسیل تو نہایت کمزور اور نا قابل قبول ہوتے ہیں' چنانچہ حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

وليس في المرسلات أضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن أبي رباح فإنهما كانا يأخُذان عن كل واحد. [تدریب الراوی ۱:۱۶۸]

''حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کے مراسیل نہایت ضعیف اور نا قابل قبول ہیں کیونکہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں سے اِرسال کرتے ہیں۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: مراسيل الحسن ضعيفة' لأنه كان يأخذ من كل أحدٍ.

[فتح الباری ۹:۱۷۰]

''حسن بصری کی مراسیل ضعیف ہوتی ہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے راوی سے اِرسال کرتے ہیں۔''

[۲۳۲] أهلُ بيتي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم.

''میرے اہل بیت ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جن کی اقتداء کرو گئے ہدایت پاؤ گے۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کا راوی احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: نا قابل احتجاج اور کذاب ہے۔ اپنے باپ دادا سے ایک ایسے نسخہ کی روایت کرتا ہے جس میں ''بلایا'' ہیں۔ [میزان الاعتدال ۱:۸۲-۸۳]

[۲۳۳] أوحى الله إلى عيسى [عليه السلام]: يا عيسى! آمن بمحمد [ﷺ] وأمرمَن أدركه من أمتك أن يؤمنوا به' فلولا محمد [ﷺ] ما خلقت آدم' ولولا محمد [ﷺ] ما خلقت الجنة ولا النار' ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا إله الله محمد رسول الله فسكن. [المستدرک ۲:۶۱۵]

''اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ [علیہ السلام] کی طرف وحی بھیجی کہ محمد [ﷺ] پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دو کہ ان میں سے جو کوئی ان کا زمانہ پائے تو ضرور اُن پر ایمان لائے کیونکہ اگر محمد [ﷺ] نہ ہوتے تو نہ میں آدم [علیہ السلام] کو پیدا کرتا اور نہ جنت اور جہنم کو اور جب میں نے پانی پر عرش کو بنایا تو وہ ڈانواں ڈول

ملنے لگا، تب میں نے اس پر لا إله إلا الله محمد رسول الله لکھ دیا، تب وہ ٹک گیا۔‘‘

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[تلخیص المستدرک۲:۶۱۵]

یہ بھی فرماتے ہیں: اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے جو مجہول ہوا اور اس کی سند سے حاکم نے یہ موضوع روایت نقل کہ ہے۔[میزان الاعتدال۳:۲۴۶]

[۲۳۴] أول شهر رمضان رحمةٌ، وأوسطه مغفرة، وآخره عتق من النار.

[موضح اوہام الجمع والتفریق۲:۱۴۹]

’’رمضان کا پہلا [عشرہ] رحمت، درمیانی مغفرت اور آخری [عشرہ] آگ سے نجات ہے۔‘‘

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

-۱: اس کا ایک راوی سلام بن سلیمان بن سوار ثقفی مدائنی منکر الحدیث ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۳۲۳، ترجمہ:۴۰/۷۷۲]

-۲: دوسرا راوی مَسلمہ بن صلت شیبانی متروک الحدیث ہے۔[الجرح والتعدیل۸:۲۶۹]

[۲۳۵] أول ماخلق اللهالعقل فقال له: أقبل، فأقبل، ثم قال له: أدبر فأدبر ثم قال: وعزتي و جلالي ماخلقت خلقاً أكرم عليَّ منك بك آخذ وبك أعطِي، وبك أثيب، وبك أعاقب.

[اِحیاء علوم الدین۱:۸۳، ۳:۴]

’’اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کر کے اُسے فرمایا: میرے سامنے آ، وہ سامنے آ گئی پھر فرمایا: چلی جا وہ چلی گئی، پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے تجھ سے زیادہ عزیز کوئی چیز پیدا نہیں کی، تیری وجہ سے میں لوگوں کو پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے اُن کو عذاب دوں گا۔‘‘

اس روایت کے بارے میں حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابونعیم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن دونوں کی سند میں ضعف وکمزوری ہے۔[المغنی عن حمل الاسفار۱:۸۳]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: حدیث جاننے والے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔[جامع الرسائل۱:۱۶۸]

[۲۳۶] أول ماخلق الله القلم، ثم خلق النون، ثم خلق العقل فقال: ماخلقتُ خلقاً أعجب إليَّ منك.[الکامل فی ضعفاء الرجال۷:۵۲۲]

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا پھر دوات اور پھر عقل کو۔اور عقل سے فرمایا: میں نے تجھ سے زیادہ محبوب کسی کو پیدا نہیں کیا۔''

حافظ ابن عدی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اور منکر ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۲۲]

حافظ ذہبی نے ان کی بات کو تائید میں لکھا کہ حافظ ابن عدی نے بالکل سچ کہا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔[سیر اعلام النبلاء ۱۰:۶۷۰' میزان الاعتدال ۴:۶۱]

حافظ ابن حجر نے بھی ان کی تصویب فرمائی ہے۔[لسان المیزان ۵:۴۲۰]

[۲۳۷] أول مَن أسرجَ في المساجد:تميمٌ الداري رضي الله عنه.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب المساجد والجماعات[۴] باب تطہیر المساجد وتطییبہا[۹] حدیث:۷۶۰ المعجم الکبیر طبرانی ۲:۴۹' حدیث ۱۲۴۷]

''سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ (۱) پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مساجد میں روشنی کا انتظام کیا۔''

اس موقوف روایت کا سارا دارو مدار خالد بن ایاس پر ہے، جس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔[مصباح الزجاجۃ ۱:۲۶۷]

خالد بن ایاس [الیاس] کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الصغیر ۲:۱۳۰]

آپ انہیں لیس بشيء بھی کہا کرتے تھے۔[التاریخ الکبیر ۳:۱۴۰' ترجمہ:۴۷۲]

امام احمد انہیں متروک الحدیث کہا کرتے تھے۔[الجرح والتعدیل ۳:۳۲۱' ترجمہ:۱۴۴۰]

[۲۳۸] أول الوقت رضوان الله وآخره عفو الله.

[الرسالۃ' امام شافعی:۲۸۶' سنن ترمذی' ابواب الصلاۃ[۲] باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل[۱۲۷]

---

(۱) تمیم بن اوس بن خارجہ الداری' ابو رقیہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔قبیلہ بنو لخم کی ایک شاخ الدار بن ہانئ کی طرف منسوب ہو کر ''داری'' کہلاتے ہیں۔۹ھ کو مشرف باسلام ہوئے۔فلسطین کے شہر حبرون میں اُن کی جائیداد تھی۔اُن کی رہائش مدینہ منورہ میں تھی۔سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد شام منتقل ہوئے اور بیت المقدس میں رہائش اختیار کی۔۴۰ھ=۶۶۰ء کو فلسطین میں وفات پائی۔[اسد الغابۃ ۱:۲۸۰' ترجمہ:۵۱۵' الاعلام ۲:۸۷]

حدیث:۲:۱۷۱،مستدرک ا:۱۸۹،سنن الدار قطنی ا:۲۴۹،السنن الکبریٰ بیہقی ا:۴۳۵]

''اول وقت میں نماز پڑھنا اللہ کی رضا مندی اور آخر وقت میں نماز پڑھنا اللہ کی معافی ہے۔''

اس کی سند میں یعقوب بن ولید مدینی ہے، جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا۔ منکر الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔ جھوٹ بولتا تھا، اس نے جو بھی روایت نقل کی ہے وہ موضوع ہے۔[الجرح والتعدیل۹:۲۱۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام لے کر احادیث گھڑتا ہے، اس کی حدیث کا لکھنا جائز نہیں اور زیر بحث حدیث اس کے موضوعات میں بطور مثال پیش کی ہے۔[المجروحین۲:۴۹۱]

امام احمد بن محمد بن حنبل فرماتے ہیں: جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ا:۵۴۸،نص:۱۳۰۵،۲:۵۳۲،نص:۳۵۱۸،نصب الرایۃ ا:۲۴۳]

سنن الدار قطنی ا:۲۴۹ کی ایک سند میں حسین بن حمید بن ربیع ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: کذاب ابن کذاب ابن کذاب تھا۔[الکامل فی الضعفاء۳:۲۴۴]

سنن الدار قطنی ا:۲۵۰ کی ایک سند میں ابراہیم بن زکریا ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی کنیت ابو اسحاق تھی۔ ثقہ راویوں کے نام لے کر بواطیل نقل کرتا ہے اور پھر مندرجہ روایت بطور مثال پیش کی ہے' اور آخر میں لکھا ہے کہ اس کی کل روایات غیر محفوظ ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ا:۴۱۲-۴۱۵،نصب الرایۃ ا:۲۴۳]

[۲۳۹] أَيُّ سَمِاءٍ تُظِلُّنِي وَأَيُّ أرضٍ تُقِلُّني إن قلتُ في كتاب الله مالا أعلم.

[الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع:۳۵۷ شعب الایمان۲:۴۲۴،تفسیر القرطبی۲۰:۱۹۳،تفسیر ابن کثیر۴:۵۰۰،تفسیر روح المعانی۳۰:۵۷]

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب أَبٌّ کے تعین کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: کون سا آسمان مجھ پہ سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے اپنے اوپر رہنے دے گی جب کہ میں کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسی بات کہہ دوں جس کا مجھے علم نہیں۔''

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کی سند میں انقطاع ہے۔[تفسیر ابن کثیر۴:۵۰۰]

[۲۴۰] إياكم والجلوس في الشمس فإنها تبلي الثوب وتنتن الريح وتظهر الداء الدفين.
[المستدرک۴:۴۱۱]

''دھوپ میں مت بیٹھا کرو، اس سے کپڑے جلد پھٹ جاتے ہیں۔ بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور پرانی بیماری دوبارہ لگ جاتی ہے۔''

امام حاکم نے اس کو اس سند سے نقل کیا ہے: محمد بن زیاد طحان، از میمون بن مہران، از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً اور پھر اس کے بارے میں خاموشی سے دوسری روایت نقل کی ہے، مگر حافظ ذہبی خاموش نہیں رہے اور لکھا: ذا مِن وضع الطحان. [تلخیص المستدرک۴:۴۱۱]

''یہ طحان کی وضع کردہ روایت ہے۔''

موضوع ہونے کے باوجود حافظ سیوطی اسے الجامع الصغیر [حدیث:۲۹۲۲] میں نقل کر کے اس کے لیے ضعیف کا رمز استعمال کرتے ہیں۔ اللہ بھلا کرے امام مناوی کا، انہوں نے اسی روایت کے تحت حافظ ذہبی کی بات کا حوالہ دے کر فرمایا ہے:

فكان ينبغي للمصنف حذفه. [فیض القدیر۳:۱۳۰]

''مصنف کو اپنی کتاب سے یہ روایت حذف کرنی چاہیے تھی۔''

[۲۴۱] إياكم والزنا فإن فيه ست خصال ثلاثٌ في الدنيا وثلاث في الآخرة فأما اللواتي في الدنيا فإنه يُذهب البهاء ويقطع الرزق ويورث الفقر وأما اللواتي في الآخرة فسخط الرب عزوجل وسوء الحساب والخلود في النار.

''زنا سے بچتے رہو، اس کی چھ سزائیں ہیں، جن میں سے تین دنیا میں ملتی ہیں اور تین آخرت میں ملیں گی۔ دنیا میں اس کی وجہ سے عزت کم ہو جاتی ہے۔ رزق بے برکت ہو جاتی ہے اور غریبی گھس آتی ہے۔ آخرت میں ایسے آدمی سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوگا، اس کے ساتھ سخت حساب کیا جائے گا اور ایسا آدمی ہمیشہ کے لیے آگ میں ہوگا۔''

زنا گناہ کبیرہ اور بہت بری چیز ہے، اس لیے ہمیں زنا کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيلًا. [سورۃ بنی اسرائیل۱۷:۳۲]

''اور زنا کے پاس نہ پھٹکو کیونکہ یہ کھلی ہوئی بے حیائی ہے اور نہایت بری راہ ہے۔''

لیکن یہ روایت درست نہیں کیونکہ اس کا راوی ابان بن نہشل ابوالولید بصری ہے جو منکر الحدیث

ہے۔امام ابن حبان اس کی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:
رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی اصل نہیں۔[المجروحین ۱:۹۲‘میزان الاعتدال ۱:۱۶]

[۲۴۲] أيما إمرأة خرجت من غير أمر زوجها كانت في سخط اللّٰه حتى ترجعَ إلى بيتها أو يرضي عنها. [تاریخ بغداد ۶:۲۰۰-۲۰۱‘الجامع الصغیر‘حدیث:۲۹۴۳]

”جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے،وہ واپس لوٹ آنے تک اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار رہوتی ہے‘اِلّا یہ کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی ہو جائے۔“

یہ روایت موضوع ہے۔خطیب بغدادی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں:اس کا راوی ابراہیم بن ہدبہ ہے،جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:کذاب اور خبیث تھا۔محدث عبدالملک کہتے ہیں۔بصرہ کا مشہور رقاص[ناچنے والا]ہے۔عرائس[خوشیوں]میں بلا کر نچوایا جاتا تھا۔
امام نسائی فرماتے ہیں:متروک الحدیث ہے۔[تاریخ بغداد ۶:۲۰۱-۲۰۲]
حافظ ذہبی لکھتے ہیں:کذاب تھا۔[دیوان الضعفاء:۲۲‘ترجمہ:۲۶۷]

[۲۴۳] أيها الناس إن هذين الرجلين[ابوموسیٰ الاشعری وعمرو بن العاص رضی اللہ عنہما] قد تَعَدَّيَا ما أمر به ولم يحكما بما أنزل اللّٰه‘وقد برئ اللّٰه ورسوله منهما وليس على المسلمين منهما حكم‘فانظروا إلى عدوكم فقاتلوهم حتى يحكم اللّٰه بينكم و بينهم.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حکمین کے فیصلے کے بعد فرمایا:لوگو!ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص (۱) رضی اللہ عنہما دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا اور کسی مسلمان پر ان دونوں کا فیصلہ ماننا لازم نہیں لہٰذا اپنے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلو اور اس وقت تک اس سے لڑو،یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر لے۔“

امام جورقانی فرماتے ہیں:یہ روایت موضوع اور باطل ہے‘اس کی سند سراسر ظلمات سے بھری پڑی ہے:

---

(۱) عمرو بن العاص بن وائل سہمی قرشی ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ‘فاتح مصر۔صاحب الرائے اور صائب الرائے تھے۔۵۰ قبل ہجری=۵۷۴ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔شروع میں اسلام کے شدید دشمن تھے۔حدیبیہ میں اسلام قبول کیا۔ ۴۳ھ=۶۶۴ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔[اسد الغابۃ ۳:۵۰۶‘ترجمہ:۳۹۷۲‘الاعلام ۵:۷۹]

– اس کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جو میرے نزدیک حدیث میں قوی نہیں۔
– دوسرا راوی وہب بن وہب ہے جو اس امت میں سب سے جھوٹا ہے۔
– تیسرا راوی ابوالبختری ہے جو بڑا کذاب اور خبیث تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[الاباطیل ۱: ۱۹۷-۱۹۸]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کے راوی مامون، جو یباری اور ابوالبختری تینوں کے تینوں بہت زیادہ جھوٹے ہیں۔[تلخیص الاباطیل: ۶۰]

[۲۴۴] الأذان الأول يوم الجمعة بدعةٌ.

[مصنف ابن ابی شیبۃ ۴: ۱۳۲، احادیث: ۵۴۷۸، ۵۴۷۹، تحفۃ الاحوذی ۱: ۳۶۱]

"سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اذان اول بدعت ہے۔"

یہ روایت قطعاً غلط اور ناقابل استدلال ہے کیونکہ:

– ۱: حدیث: ۵۴۷۸ کی سند میں ہے: أخبرنا شيخ من قريش، جس کا نام نہیں لیا گیا۔ یہ کیسے معلوم ہو کہ ثقہ راوی ہیں یا کذاب اور وضّاع؟
– ۲: اس کا مرکزی راوی ہشیم [ہشام] بن الغاز ہے جس کا اسماء رجال کی کتابوں میں کوئی اتا پتا نہیں کہ ثقہ تھا یا کذاب اور وضاع۔
– ۳: اگر خلفاء راشدین – العیاذ باللہ تعالی – بدعت رائج کیا کرتے تھے تو یہ بتلایا جائے کہ بدعتی کیسے خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ بن سکتا ہے؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوابها وعضواعليهابالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة ‘وكل بدعة ضلالة.

[مسند احمد ۴: ۱۲۶، ۱۲۷، سنن ابی داوٗد، کتاب السنۃ [۳۴] باب فی لزوم السنۃ [۶] حدیث: ۴۶۰۷، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ [۱۶] حدیث: ۲۶۷۶]

"تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو – جو ہدایت یافتہ ہیں – مضبوط پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں اور کچلیوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو اور تم نئی نئی چیزوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

– ۴: علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت کے بعد سنة الخلفاء الراشدين کا ذکر "واوِ عطف"

سے کیا ہے اور ان کی سنت کو اپنی سنت سے الگ کر کے ظاہر اور صاف طور پر بیان فرمایا ہے۔
علم نحو کا مشہور و معروف قاعدہ ہے کہ اصل ''عطف'' میں مغائرت ہے یعنی معطوف کو معطوف علیہ کا غیر ہونا چاہیے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی سنت الگ اور خلفائے راشدین کی سنت الگ ہوگی۔ اگر خلفائے راشدین کی سنت جدا اور الگ نہ ہوتی بلکہ وہی ہوتی جو رسول اکرم ﷺ کی ہے تو خلفائے راشدین اور ان کی سنت کو واو عطف کے ساتھ الگ ذکر کرنے کا کوئی معنی نہیں۔
مولانا مبارک پوری صاحب [1] نے اسی قاعدہ سے گلوخلاصی کے لیے ملا علی قاری کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ خلفائے راشدین کی وہی سنت واجب الاتباع ہوگی جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو لیکن ہم ان شاء اللہ ان کے اطمینان کے لیے ایک ایسی چیز پیش کرتے ہیں جس کے بعد ان کو لب کشائی کی جرأت نہ ہو سکے گی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد کے بارے میں فرمایا:

جلد النبي ﷺ أربعين، وأبو بكر رضي الله عنه أربعين، وعمر رضي الله عنه ثمانين، والكل سنة.

[صحیح مسلم، کتاب الحدود [۲۹] باب حد الخمر [۸] حدیث: ۳۸-[۱۷۰۷] سنن ابی داؤد، کتاب الحدود [۳۲] باب الحد فی الخمر [۳۶] حدیث: ۴۴۸۰]

''رسول اللہ ﷺ نے شرابی کو چالیس کوڑے لگوائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے لگوائے، اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے۔''

یہ روایت صد فی صد درست ہے، اس کے رواۃ پر کلام نہیں ہو سکتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو جو بظاہر رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مخالف ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بالاتفاق خود بھی خلیفہ راشد ہیں، لہٰذا اُن کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو سنت کہنا ہمیں اس لیے بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اکرم ﷺ نے خلفائے راشدین کے قول و فعل کو سنت کہا ہے اور

---

(۱) عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارک پوری اعظم گڑھی۔ ۱۲۸۳ھ کو اعظم گڑھ کے مبارک پور نامی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ مولانا عبداللہ غازی پوری اور شیخ سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ کافی عرصے تک مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے، پھر تصنیف و تالیف کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ اس سلسلے میں تین سال تک علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے پاس ٹھہرے رہے۔ علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ۱۶ شوال ۱۳۵۳ھ کو وفات پائی۔ [نزہۃ الخواطر ۸: ۲۵۹-۲۶۰، ترجمہ: ۲۲۸]

ہمیں ان کی پیروی اور اقتدا کا حکم دیا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایسے فعل کو جو بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف ہے سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔اگر کوئی مزید اضافے کا طالب ہو تو وہ سن لے۔امام حاکم اپنی سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی نقل فرماتے ہیں: ثم أتمها عثمان رضی اللہ عنہ ثمانين و كُلٌّ سنة. [معرفۃ علوم الحدیث: ۱۸۱، نوع ۴۰]

''پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسّی کوڑے لگوائے اور ان میں سے ہر ایک سنت ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ اگر خلفائے راشدین کی سنت وہی ہو سکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو ارشاد فرمایئے کہ سیدنا علی، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے اس فعل کو جو بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل بلکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کے بھی مخالف ہے، سنت سے کیوں تعبیر کرتے ہیں اور کیوں فرماتے ہیں: وَ كُلٌّ سُنَّةٌ؟

اس کی سند صحیح مسلم کی ہے اور فرمانے والے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ۔ یہ بھی یاد رہے کہ شرابی سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حتمی، قطعی اور اٹل حد مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ شرابی کو ہاتھوں سے، پاؤں سے، کھجور کی شاخوں اور چادروں سے ''بٹ دے کر'' مار پیٹ لیا کرتے تھے۔

[صحیح بخاری، کتاب الحدود [۸۶] باب ما یحذر من الحدود [۱] حدیث: ۶۷۷۳، باب الضرب بالجرید والنعال [۵] حدیث: ۶۷۷۶، صحیح مسلم، کتاب الحدود [۲۹] باب حد الخمر [۸] حدیث: ۳۵، ۳۶-[۱۷۰۶]]

اس کے ساتھ یہ بھی ملا لیجئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر کسی حد میں سزا دینے کی وجہ سے مجرم کی جان تلف ہو جائے تو مجھے کوئی پروا نہیں، مگر شرابی کی جان اگر تلف ہو جائے تو میں اس کی دِیت اور خونبہا دینا پسند کرتا ہوں اور اس کی وجہ یہ بتائی: لأن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لم يَسُنَّهُ.

[صحیح بخاری، کتاب الحدود [۸۶] باب الضرب بالجرید والنعال [۵] حدیث: ۶۷۷۸، صحیح مسلم، کتاب الحدود [۲۹] باب حد الخمر [۸] حدیث: ۳۹-[۱۷۰۷]]

''کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کوئی اٹل سزا مسنون قرار نہیں دی۔''

لم يَسُنَّهُ کے جملہ کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شرابی کی اٹل سزا سرے سے ثابت ہی نہیں مگر پھر بھی وہ چالیس اور اسّی کوڑوں کی سزا کو سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: وَ كُلٌّ سُنَّةٌ ان میں سے ہر ایک سنت ہے۔

جمعہ کی اذان

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ(۱) **سے روایت ہے:** كان النداءُ يومَ الجمعةِ أوَّلُه إذاجلس الإمام على المنبرعلى عهدالنبي ﷺ وأبي بكرو عمررضي اللّٰهعنهما،فلما كان عثمان رضی اللہ عنہ و كثُر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء.

[صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ [۱۱] باب الاذان یوم الجمعۃ [۲۱] حدیث:۹۱۲، باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ [۲۲] حدیث:۹۱۳، باب الجلوس علی المنبر عندالتأذین [۲۴] حدیث:۹۱۵، باب التأذین عندالخطبۃ [۲۵] حدیث: ۹۱۶]

''رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی اذان اُس وقت ہوتی تھی جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھتا۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور لوگ زیادہ ہو گئے تو زَوراء [جگہ کا نام ہے] پر ایک اور اذان دی جانے لگی۔''

حافظ عینی (۲) **لکھتے ہیں:** إنما سمي ثالثاً بإعتبار كونه مزيداً،لأن الأول هو الأذان عند جلوس الإمام على المنبر،و الثاني هو الإقامة للصلاة عند نزوله، و الثالث عند دخول وقت الظهر،فإن قلتَ:هو الأول لأنه مقدم عليهما؟قلتُ:نعم،هو أول في الوجودولكنه ثالثٌ بإعتبار شرعيته بإجتهاد عثمان رضی اللہ عنہ و موافقة سائرالصحابة رضی اللہ عنہم له بالسكوت و عدم الإنكار،فصارإجماعاًسكوتياً،وإنماأطلق الأذان على الإقامة لأنهاإعلامٌ كالأذان

[عمدۃ القاری ۶:۲۱۱، باب الاذان یوم الجمعۃ]

''اضافی اذان ہونے کی وجہ سے یہ تیسری اذان کہی جاتی ہے۔ دراصل پہلی اذان وہ ہے، جو امام

---

(۱) سائب بن یزید بن سعید کِندی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ ہجرت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع اپنے والد محترم کی معیت میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مدینہ منورہ کے بازار کا نگران مقرر کیا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۹۱ھ = ۷۱۰ء کو وفات پائی۔ آپ کے بعد مدینہ منورہ میں کوئی صحابی زندہ نہیں رہا۔ [اسد الغابۃ ۲:۲۲۷، ترجمہ: ۱۹۲۷، الاعلام ۳:۶۸]

(۲) محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد ابو محمد بدرالدین عینی حنفی۔ مؤرخ، علامہ اور بہت بڑے محدث تھے۔ ۷۶۲ھ = ۱۳۶۱ء کو عین تاب میں پیدا ہوئے۔ حلب، مصر اور دمشق میں رہائش پذیر رہے ہیں۔ قاہرۃ میں ۸۵۵ھ = ۱۴۵۱ء کو وفات ہوئے۔ [الضوء اللامع ۱۰:۱۲۱-۱۲۵، ترجمہ: ۳۱۲۸، الاعلام ۷:۱۶۳]

کے منبر پر بیٹھ جانے کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ دوسری اذان اِقامت ہے اور تیسری اذان وہ ہے، جو ظہر کا وقت داخل ہونے پر پڑھی جاتی ہے۔ اگر کوئی یہ سوال اٹھائے کہ یہ اذان تو دوسری دونوں اذانوں سے پہلے ہے، اس لیے اسے پہلی اذان کہنا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو درست ہے کہ یہ اذان پہلے دی جاتی ہے، لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اجتہاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع سکوتی سے مشروع ہونے کی وجہ سے اسے تیسری اذان کا نام دیا گیا۔ اِقامت پر اذان کا اِطلاق اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس میں بھی اذان کی طرح دوسروں کو نماز کھڑا ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے۔''

امام ابوبکر بن العربی [1] **لکھتے ہیں**: لما كثر الناس زمن عثمان رضي الله عنه زاد النداء الثالث على الزوراء ليشعر الناس بالوقت فيأخذون في الإقبال إلى الجمعة ' ثم يخرج عثمان رضي الله عنه فإذا جلس على المنبر أذَّنَ الثاني الذي كان أوّلاً على عهد رسول الله ﷺ ثم يخطب فيؤذن الثالثة لإقامة الصلاة 'فنقلت الناس الأذان' فأما بالمشرق فيؤذن كأذان قرطبة ' وأما بالمغرب فيؤذن ثلاثة من المؤذنين بجهل المفتيين فإنهم لما سمعوا أنها ثلاثةٌ لم يفهموا أن الإقامة هى النداء الثالث فجمعوها وجعلوها ثلاثة غفلةً وجهلاً بالسنة.

[عارضۃ الاحوذی ۲: ۳۰۵' بذیل حدیث: ۵۱۵]

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو انہوں نے زوراء میں تیسری اذان دینے کا حکم دیا تا کہ لوگوں کو وقت کا علم ہو جائے، پھر آپ رضی اللہ عنہ جب گھر سے نکل کر منبر پر تشریف رکھتے تو دوسری اذان دی جاتی جو عہد رسالت مآب ﷺ میں پہلی اذان تھی، پھر خطبہ ارشاد فرماتے اور اقامتِ صلاۃ کے طور پر تیسری اذان دی جاتی۔ لوگوں میں یہی طریقہ متوارث ہے۔ مشرق میں قرطبہ کے اذان کی طرح اذان دی جاتی ہے مگر مغرب [مراکش] میں مفتیوں کے جہل کے سبب تین مؤذن اذان دیتے ہیں، انہیں جب معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں تین اذانیں دی جاتی تھیں اور انہیں اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ تیسری اذان سے مراد اِقامت ہے اس لیے انہوں نے تین اذانیں کہنا شروع کیں جو سراسر سنت سے غفلت اور بے خبری کا نتیجہ ہے۔''

جمعہ کے دن پہلی اذان کا پس منظر یہ ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ منورہ اور اس کی آبادی کا حجم نسبتاً

مختصر تھا۔اذان ہوتے ہی لوگوں کو آسانی سے اس کا علم ہو جاتا۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب آبادی زیادہ ہوگئی تو تمام لوگ اذان کی آواز سن نہیں پاتے تھے' جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ گوناگوں مصروفیات کے شکار کئی لوگ مسجد میں بروقت پہنچنے سے قاصر ہو گئے جس کا انتظامی حل یہ نکالا گیا کہ پہلے مسجد سے باہر-بازار کے اندر-زوراء کے مقام پر اذان دی جاتی ،اس سے کچھ ہی دیر بعد مسجد نبوی میں دوسری اذان ہو جاتی۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اِقدام بدعت نہیں ہے کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین میں سے ہیں،اُن کے دور میں جب پہلی دفعہ اس اذان کی ضرورت محسوس کی گئی تو اُنہوں نے اسے انتظامی حل کے طور پر جاری کیا جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خاموش تائید حاصل تھی اور ظاہر ہے کہ جس چیز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمومی اتفاق ہو جائے' وہ بدعت نہیں ہوا کرتی۔

تنبیه

استاذ احمد محمد شاکر مصری لکھتے ہیں:*فائدة*:في رواية عندأبي داؤد في هذاالحديث كان يؤذن بين يدى رسول الله ﷺ إذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد ' فظن العوام'بل كثير من أهل العلم أن هذاالأذان يكون أمام الخطيب مواجهةً'فجعلوامقام المؤذن في مواجهة الخطيب'على كرسي أوغيره'وصارهذاالأذان تقليداً صَرفاً'لافائدة له في دعوة الناس إلى صلاةٍ و إعلامهم حضورها كما هوالأصل في الأذان والشأن فيه' وحرصوا على ذلك ' حتى لينكرون على من يفعل غيره . و إتباع السنة أن يكون على المنارة أو عند باب المسجد' ليكون إعلاماً لمن لم يحضر'وحرصوا على إبقاء الأذان قبل خروج الإمام'وقد زالت الحاجة إليه'لأن المدينة لم يكن بها إلّاالمسجد النبوي' وكان الناس كلهم يجمعون فيه' وكثروا عن أن يسمعوا الأذان عند باب المسجد'فزادعثمان رضي الله عنه الأذان الأول'ليعلم مَن بالسوق ومَن حوله حضورالصلاة'أما الآن وقد كثرت المساجد'وبنيت فيه المنارات'وصار الناس يعرفون وقت الصلاة بأذان المؤذن على المنارة'فإنانَرَى أن يكتفي بهذاالأذان وأن يكون عندخروج الإمام

إتباعاً للسنة، أو يؤمر المؤذنون عند خروج الإمام أن يؤذنوا على أبواب المساجد.

[حاشیہ سنن ترمذی ۱:۳۹۳، بذیل حدیث: ۵۱۶]

''فائدۃ: امام ابوداود کی روایت [۱۰۸۸] میں یہ اضافہ ہے کہ ''پہلی اذان رسول اللہ ﷺ کے سامنے اُن کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جاتی تھی۔'' اس سے صرف عوام ہی نے نہیں بلکہ بعض اہل علم نے یہ جان لیا ہے کہ امام کے سامنے اذان کہنے کا مطلب یہی تو ہے کہ یہ اذان اس کے مواجہ میں عین اُس کے سامنے [پہلی صف میں] ہو، یہ اذان محض تقلیداً پڑھی جاتی ہے اور اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، جب کہ اذان کہنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ لوگ اسے سن کر نماز کے لیے مسجد میں آجائیں، یہ لوگ اس عمل کے اتنے حریص ہیں کہ جو اس طرح پہلی یا دوسری صف میں کھڑے ہو کر یہ اذان نہیں دیتا اُسے برا بھلا کہتے ہیں، جب کہ اس معاملے میں سنت کی اتباع یہ ہے کہ یہ منارہ یا مسجد کے دروازے پر ہوتا کہ جو لوگ مسجد سے باہر ہیں اُنہیں معلوم ہو کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے، لیکن یہ لوگ پھر بھی بضد ہیں کہ امام کے مسجد میں آنے سے پہلے یہ اذان دی جائے، حالانکہ مدینہ منورہ میں اس کی ضرورت تھی، اس لیے کہ وہاں صرف مسجد نبوی ہی میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی تھی اور سب مسلمان اسی ہی مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور وہ مسجد نبوی کے دروازے پر کہی گئی اذان سن نہیں پاتے تھے تو اُن کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بازار ہی کے اندر ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا، مسجد کے اندر نہیں، اور اب جب مساجد کی تعداد زیادہ ہو گئی اور منارہ پر کہی گئی ایک ہی اذان سے سب لوگوں کو نماز کے وقت کا علم حاصل ہو جاتا ہے، اس تناظر میں ہماری رائے یہ ہے کہ جب امام خطبہ پڑھانے کے لیے تشریف لا کر منبر پر بیٹھ جائے تو مناروں پر یا مساجد کے دروازوں پر اذان کہی جائے۔''

[۲۴۵] الأذانُ جزمٌ، والإقامة جزمٌ، والتكبير جزمٌ. [المبسوط ۱:۲۳، ردالمحتار ۱:۳۵۵]

''اذان، اِقامت اور تکبیر [الله أكبر] میں جزم ہے۔''

جزمٌ کا مطلب یہ ہے کہ الله أكبر کی ''راء'' اور رحمة الله کی ''ہاء'' کو جزم دینا چاہیے [نہ کہ حرکت] یا دونوں کو بغیر مد اور شد کے ادا کرنا چاہیے مختصر طور سے، نہ جیسا کہ جاہلوں کی عادت ہے کہ الله أكبر میں اللہ کے لفظ کو ''مد'' دیتے ہیں یا أكبار کہتے ہیں اسی طرح السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں سلام کے ''الف'' یا اللہ کے ''الف'' کو دراز کر دیتے ہیں۔ [لغات الحدیث: ۵۳، مادہ: جزم]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اذان و اِقامت اور تکبیر شرعی اعمال ہیں اور اُن کی ادائیگی سنت کے مطابق ضروری ہے، لیکن مجھے یہاں اس روایت کی اس حیثیت سے بحث کرنی ہے کہ کیا یہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے؟ سو اس کا جواب نفی میں ہے اور یہ قطعاً رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں: التکبیرُ جزمٌ. مِن قول النخعي. [المصنوع:۸۳، روایت:۹۵]

''التکبیر جزمٌ، ابراہیم نخعی کا قول ہے۔''

استاذ عبد الفتاح ابو غدۃ لکھتے ہیں: ولا تغترَّ بذکر بعض الفقهاء مِن أجلة الحنفية والشافعية لهذه الجملة: الأذانُ جَزْمٌ والإقامة جزمٌ والتكبير جزمٌ، حديثاً نبويًّا في كتب الفقه، فقد علمتَ أنها من كلام إبراهيم النخعي وليست بحديث نبويٍ، والمُعَوَّلُ عليه في هذا الباب قولُ المحدثين، لا الفقهاء على جَلالةِ قدرهم. [حاشیۃ المصنوع:۸۴]

''بعض جلیل القدر حنفی اور شافعی فقہاء کا اپنی فقہ کی کتابوں میں ''الأذانُ جَزْمٌ والإقامة جزمٌ والتكبير جزمٌ'' کو حدیث نبوی کے طور پر ذکر کرنا تمہیں دھوکا میں مبتلا نہ کرے اس لیے کہ تم نے یہ بلاشبہ جان لیا ہے کہ یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔ اس بارے میں محدثین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ فقہاء کرام کی جلالتِ قدر کے باوجود اُن کے اس قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا [کہ یہ حدیث نبوی ہے]۔''

[۲۴۶] الأطفالُ خدمُ أهل الجنة. [مسند ابی یعلی ۷:۱۳۱، حدیث:۴۰۹۰]

''[مشرکین کے نابالغ مرے ہوئے] بچے جنتیوں کے خادم ہوں گے۔''

اس روایت کو یزید بن ابان رقاشی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت کرتے ہیں، جب کہ امام نسائی کی تصریح کے مطابق یزید بن اَبان متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵۹۳]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یزید بن ابان شب زندہ دار اور نیک آدمی تھے مگر حدیث سے قطعاً ناواقف تھے اس لیے ان کی روایت لیس بشيء ہوتی ہے۔

[المجروحین ۲:۴۴۸-۴۴۹، ترجمہ:۱۱۷۳]

امام احمد فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے، جب کہ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: ان کی وہ روایتیں محل نظر ہوتی ہیں جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہوں، یہ پرہیز گار آدمی تھے لیکن ان کی روایتیں بناوٹی ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۹:۲۵۲، ترجمہ:۱۰۵۳]

[۲۴۷]الإقتصاد في النفقة نصف المعيشة ‘والتودد إلى الناس نصف العقل‘وحسن السؤال نصف العلم . [المعجم الأوسط۵:۱۰۸‘ حدیث:۶۷۴۴‘ مسند شہاب ۱:۵۵‘ حدیث:۳۳‘مشکاۃ المصابیح‘ حدیث:۵۰۶۷]

’’خرچ میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت ہے۔لوگوں سے میل جول اور محبت رکھنا نصف عقل ہے اور اچھے طریقہ سے سوال کرنا نصف علم ہے۔‘‘

اس کی سند شدید ضعیف ہے‘اس لیے کہ:

۔اس کا راوی ابراہیم بن عبداللہ بن زبیر کے بارے میں امام ازدی فرماتے ہیں: جھوٹ بولنے کی طرف منسوب ہے۔[لسان المیزان ۱:۷۰]

۔اس کے دو اور راوی: مخیس بن تمیم اور اُس کا استاذ حفص بن عمر دونوں مجہول ہیں۔

[مجمع الزوائد ۱:۱۶۰]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے کیونکہ مخیس اور حفص دونوں مجہول ہیں۔

[علل الحدیث:۲:۲۸۴‘ میزان الاعتدال ۴:۸۵]

[۲۴۸]الأنبياءُ أحياءٌ في قبورهم يصلون . [حیاۃ الانبیاء علیہم السلام بعد وفاتہم‘ بیہقی:۷۰]

’’انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔‘‘

اس روایت کو محدث بزار‘ امام ابو یعلیٰ اور حافظ ابن عدی نے نقل کیا ہے۔

محدث بزار اور حافظ ابن عدی کی سند اس طرح ہے: حسن بن قتیبہ مدائنی‘ از مستلم بن سعید ثقفی‘ از حجاج بن اسود‘ از ثابت بنانی از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[مسند البزار ۱۳:۶۲‘ حدیث:۶۳۹۱‘ الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۱۷۳]

یہ حدیث ضعیف ہے‘ اس لیے کہ اس کا ایک راوی حسن بن قتیبہ مدائنی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی کی رائے قدرے اچھی ہے جو لکھتے ہیں: لا بأسَ به ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۱۷۴]

لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں: قلتُ: بل هو هَالِكٌ. [میزان الاعتدال ۱:۵۱۹‘ ترجمہ:۱۹۳۳]

’’میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: [نہیں] بلکہ وہ تو ہالک ہے۔‘‘

آگے لکھتے ہیں: امام دارقطنی کہتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ امام ابو حاتم اسے ضعیف کہتے ہیں۔

امام ازدی کہتے ہیں: حدیث کے معاملے میں واہی [کمزور] ہے اور امام عقیلی کہتے ہیں: کثیر الوہم تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۵۱۹، ترجمہ:۱۹۳۳]

جب کہ امام ابویعلی کی سند اس طرح ہے: یحییٰ بن ابی بکیر، از مستلم بن سعید، از حجاج، از ثابت بنانی از سیدنا انس مرفوعاً ۔[مسند ابی یعلیٰ ۶:۱۴۷، حدیث:۳۴۲۵]

یہ حدیث منکر ہے، اس لیے کہ اس کا راوی یحییٰ بن ابی بکیر کا اُستاذ مستلم بن سعید صدوق و عابد تھا اور بار ہا وہم کا شکار رہا(۱)۔[تقریب التہذیب:۵۵۶، ترجمہ:۶۵۹۰]

امام بیہقی نے اسے مؤمل بن اسماعیل قرشی کی سند کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی نقل کیا ہے۔[حیاۃ الانبیاء علیہم السلام بعد وفاتہم :۷۴]

لیکن یہ روایت بھی چنداں معتبر نہیں اس لیے کہ:

– اس کا راوی مؤمل [بوزنِ محمد] بن اسماعیل قرشی صدوق ہونے کے ساتھ ساتھ سَیِّئُ الْحِفْظِ [خراب حافظے والا] تھا۔[تقریب التہذیب:۵۸۴، ترجمہ:۷۰۲۹]

– اس روایت میں مؤمل بن اسماعیل قرشی کا استاذ عبیداللہ بن ابی حمید ہذلی ہے جو متروک الحدیث ہے۔[تقریب التہذیب:۴۰۲، ترجمہ:۴۲۸۵]

حافظ ابن قیم اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَحَدِيْثُ ذِكْرِحَيَاتِهِمْ بِقُبُوْرِهِمْ   لَمَّا يَصِحُّ وَ ظَاهِرُ النُّكْرَانِ
فَانْظُرْ إِلَى الإِسْنَادِ تَعْرِفْ حَالَهٗ   إِنْ كُنْتَ ذَا عِلْمٍ بِهٰذَا الشَانِ

[القصيدة النونية:۱۴۵]

’’قبروں میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی [دنیاوی] زندگی والی حدیث ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ ظاہر باہر منکر ہے، تو اس کی سند میں غور و فکر کرو، تم اس کی حیثیت جان لوگے، اگر تو اس فن [اسماءِ رجال] کے شہ سواروں میں سے ہو۔‘‘

---

(۱) شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے تقریب:۴۸۸ کا حوالہ دے کر لکھا ہے: حافظ ابن حجران کو صدوق کہتے ہیں۔[تسکین الصدور:۲۱۲] چونکہ رُبما وھم ’’بارہا وہم کا شکار ہوئے‘‘ کے الفاظ محترم کے لیے مضر تھے، اس لیے ان الفاظ کو لکھنے سے گریز کیا۔ عافاهُ اللّٰهُ وإيَّانا.

حافظ ذہبی نے بھی حسن بن قتیبہ کی ضعیف روایات میں یہی روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔
[میزان الاعتدال ۱: ۵۱۸، ترجمہ: ۱۹۳۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حجاج بن الأسود نكرةٌ، ماروى عنه فيما أعلم سوى مستلم بن سعيد فأتى بخبر منكر عنه عن أنس في: أن الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يصلون، رواه البيهقي. [لسان المیزان ۲: ۱۷۵، ترجمہ: ۷۸۷]

''حجاج بن اسود اَن جانا راوی ہے۔ مسلم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے اس سے روایت نہیں لی۔ اس نے الأنبياء أحياءٌ في قبورهم يصلون والی منکر روایت نقل کی ہے، جسے بیہقی نے اس کی سند سے ذکر کیا ہے۔''

[۲۴۹] الإيمان مثبتٌ في القلوب كا لجبال الرواسي، وزيادته و نقصانه كفر.

''ایمان دلوں میں مضبوط پہاڑوں کی طرح راسخ ہوتا ہے اس میں کمی اور اضافہ کفر ہے۔''

امام جورقانی، امام ابن جوزی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس روایت کی کوئی اصل نہیں، اس کا راوی عثمان بن عبداللہ مغربی بہت بڑا جھوٹا ہے اس نے یہ روایت ابو مطیع بلخی سے چرائی ہے۔ بلخی بھی کذاب تھا۔

[الاباطیل ۱: ۲۳، الموضوعات ۱: ۱۳۱، میزان الاعتدال ۳: ۴۲، لسان المیزان ۴: ۱۴۵]

[۲۵۰] الإيمان معرفةٌ بالقلب، وقولٌ باللسان، وعمل بالأركان.

[سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب فی الایمان [۹] حدیث: ۶۵]

''ایمان دل کی معرفت، زبان سے اقرار، اور جوارح سے عمل کا نام ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کے راوی ابوصلت کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اللہ کی قسم ابوصلت ثقہ اور محفوظ نہیں تھا۔ [تلخیص المستدرک ۳: ۱۲۶]

حافظ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں: ابوصلت جھوٹ بولنے سے بدنام ہے۔

[تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۲۳۱-۱۲۳۲]

حرف الباء

[۲۵۱] بركةُ الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده.

[سنن ابی داوَد، کتاب الاطعمة [۲۱] باب فی غسل الید قبل الطعام [۱۲] حدیث: ۳۷۶۱، سنن ترمذی، کتاب الاطعمة [۲۶] باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعده [۳۹] حدیث: ۱۸۴۶]

''کھانا کھانے سے پہلے اور بعد وضوء کرنا کھانے میں برکت کا باعث ہے۔''

اس کے راوی قیس بن ربیع کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں: حدیث کے باب میں ضعیف تھا۔ [سنن ترمذی ۴: ۲۴۸]

امام ابن ابی حاتم اس روایت کو منکر کہتے ہیں۔ [علل الحدیث ۲: ۱۰، حدیث: ۱۵۰۲]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: أي: غسل اليدين والفمِ من الزهومة، إطلاقاً للكل على الجزء مجازاً أو بناءً على المعنى اللغوي والعرفي. [مرقاۃ المفاتیح ۸: ۴۱، بذیل حدیث: ۴۲۰۸]

''یہاں وضوء سے مراد بدبو کے ازالہ کے لیے منہ ہاتھ دھونے کے ہیں۔ مجازاً کل کا اِطلاق جزءَ پر کیا گیا ہے، یا عرفی اور لغوی معنیٰ ملحوظ رکھ کر اس پر وضو کا اِطلاق کیا گیا ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: إن المراد بذلك الوضوء اللغوي وهو غسل اليد، أو اليد والفم، باطلٌ، لأن الوضوء في كلام رسولنا ﷺ لم يرد به قط إلَّا وضوء الصلاة، وإنما ورد بذلك المعنى في لغة اليهود، كما روي أن سلمان رضی اللہ عنہ قال يارسول الله أنه في التوراة: مِن بركة الطعام الوضوء قبله، فقال ﷺ: مِن بركة الطعام الوضوء قبله، والوضوء بعده. فهذا الحديث قد تتوزع في صحته، وإذا كان صحيحاً فقد أجاب سلمان رضی اللہ عنہ باللغة التي خاطَبَهُ بها لغة أهل التوراة وأما اللغة التي خاطَبَ رسول الله ﷺ بها أهل القرآن فلم يرد فيها الوضوء إلَّا في الوضوء الذي يعرفه المسلمون. [مجموع الفتاوی ۲۱: ۱۳۷]

''اس سے لغوی وضوء یعنی ہاتھ منہ دھونا مراد لینا باطل اور غلط ہے، اس لیے کہ ہمارے رسول ﷺ کے کلام میں وضوء کا استعمال صرف اُس عمل کے لیے کیا جاتا ہے جو نماز کی شرط ہے، اس کا لغوی معنیٰ میں استعمال یہود کے ہاں رائج ہے جیسا کہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا

کہ تورات میں لکھا ہے کہ طعام کی برکت اس سے پہلے وضوء کرنے میں ہے، یہ تو یہود کی زبان تھی، اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے ہاں رائج وضوء کا نام لے کر فرمایا کہ اس کے بعد وضوء کرنا بھی باعث برکت ہی ہے، یہ روایت اگرچہ محل نظر ہی ہے لیکن یہ بات بہرحال طے ہے کہ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے یہود کی زبان میں مستعمل وضوء کا لفظ استعمال کیا ہے جو اُن کے ہاں منہ ہاتھ دھونے کے مترادف ہو تو ہو مگر نبی ﷺ نے خالص مؤمنوں کی زبان میں استعمال ہونے والے وضوء کا ذکر کیا ہے اور یہ وہی وضوء ہے جو مسلمانوں کے ہاں معروف ہے۔''

[۲۵۲] بعث اللّٰه ثمانية أربعة آلاف نبيٍ إلى بني إسرائيل و أربعة آلافٍ إلى سائرالناس.

[مسند ابی یعلیٰ ۷: ۱۶۰، حدیث: ۴۱۳۲، حلیۃ الاولیاء ۳: ۵۳]

''اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار انبیا کو مبعوث کیا، جن میں سے چار ہزار بنی اسراءیل میں سے گزرے ہیں اور دوسرے چار ہزار باقی لوگوں میں۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کی سند میں یزید بن ابان رقاشی ہے جسے امام نسائی متروک کہتے ہیں۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۶۴۲]

اور امام احمد اسے منکر الحدیث بتاتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۴: ۴۱۸]

حِلیۃ الاولیاء کی دوسری سند میں موسیٰ بن عبیدۃ ربذی ہے جو ضعیف تھا اور امام احمد کے نزدیک اُس کی روایت کو نقل کرنا جائز نہیں۔ [المغنی فی الضعفاء ۲: ۶۸۵، ترجمہ: ۶۵۰۹]

[۲۵۳] بعث النبي ﷺ مع أبي بكر رضي الله عنه ثم دعاه فقال: لا ينبغي لأحدٍ أن يبلغ هذا إِلَّا رَجل مِن أهلي، فدعا علياً رضي الله عنه فأعطاه إياه.

[سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب تفسیر سورۃ التوبۃ [۱۰] حدیث: ۳۰۹۰، السنن الکبریٰ، نسائی ۵: ۱۲۸، حدیث: ۸۴۶۰، مسند احمد ۱: ۱۵۱، ۳: ۲۱۲]

''نبی اکرم ﷺ نے سورۃ البراءۃ کی آیتیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے روانہ کیں پھر اُنہیں واپس بلا کر فرمایا: اسے میری خاندان کے کسی فرد کے ہاتھ پہنچانا چاہیے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر اُن

کے ذریعے آیات پہنچادیں۔"

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے۔

اس کی غرابت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مرکزی راوی سماک بن حرب امام احمد کی تصریح کے مطابق مضطرب الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۴:۲۷۹ ترجمہ:۱۲۰۳]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: کثرت سے خطأ کا شکار ہوا کرتا تھا۔[الثقات ۴:۳۳۹]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور تلقین قبول کیا کرتا تھا۔

[تقریب التہذیب:۲۸۹ ترجمہ:۲۶۲۴]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: وهذا ضعيف الإسناد، ومتنه فيه نكارةٌ. [البدایۃ والنہایۃ ۵:۴۰]

"اس کی سند ضعیف اور متن میں نکارت ہے۔"

مسند احمد ۱:۱۵۱ کی سند میں سماک کے ساتھ محمد بن جابر بن سیار الحنفی ابو عبداللہ یمامی سحیمی بھی ہے۔ امام احمد کے سامنے اس راوی کی ایک روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ابن جابر اور اس کی روایت کوئی شے نہیں، اس کی روایت شدید منکر ہوتی ہے۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۳۷۴ نص:۷۱۶]

یہ بھی فرمایا کہ اس سے وہی شخص روایت کرے گا جس کی حالت اس سے خراب تر ہو۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۳۷۴، ۳۸۹ نص:۷۱۹، ۷۷۰]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: آخری عمر میں اس کی کتابیں ضائع ہو گئی تھیں، حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کیا کرتا تھا۔[الجرح والتعدیل ۷:۲۱۹ ترجمہ:۱۲۱۵]

یہ روایات کئی اَسناد سے منقول ہے:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت:[السنن الکبریٰ نسائی ۵:۱۲۹ حدیث:۸۴۶۳ کتاب خصائص علی رضی اللہ عنہ]

اس کی سند میں درج ذیل خامیاں ہیں:

—۱: اس کا ایک راوی موسیٰ بن طارق ابو قرۃ ہے جو ثقہ ہونے کے باوجود اکثر غریب [ضعیف] روایات بیان کرتا تھا۔[تقریب التہذیب:۵۸۱ ترجمہ:۶۹۷۷]

—۲: اس کا ایک راوی ابن جریج ہے جس کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز ہے، اکثر محدثین نے ان کو

ثقہ کہا ہے لیکن امام مالک بن انس فرماتے ہیں کہ حاطب اللیل تھا۔ [تاریخ بغداد ۱۰:۴۰۴]
اور اس کمزوری کے ساتھ ساتھ اس نے متعہ کے ستّر نکاح کیے تھے۔ [میزان الاعتدال ۲:۲۵۹]
۔۳: اس کا ایک راوی ابوزبیر مکی ہے جس کا نام محمد بن مسلم بن تدرُس تھا، جو سچا اور مدلس تھا۔

[تقریب التہذیب: ۵۳۶، ترجمہ: ۶۲۹۱]

اور یہ روایت مُعَنعَن ہے، یعنی یہ راوی اسے عَنْ، عَنْ کہہ کر بیان کرتا ہے اور اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ مدلس راوی کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

[اختصار علوم الحدیث: ۶۳، نوع: ۱۲]

سیدنا سعد بن ابی وقاص ﷜ کی روایت:

[السنن الکبریٰ، نسائی ۵:۱۲۹، حدیث: ۸۴۶۲، کتاب السنۃ ۲:۶۰۹، حدیث: ۱۳۸۴، ابن ابی عاصم]

اس میں درج ذیل اسنادی کمزوریاں ہیں:
۔۱: ایک راوی فِطر بن خلیفہ قُرشی مخزومی ابوبکر کوفی حناط ہے جو ثقہ ہونے کے باوجود شیعہ تھا۔

[الثقات، عجلی: ۳۸۵، ترجمہ: ۱۳۶۰]

حافظ ابن حجر بھی اسے شیعہ بتاتے ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۴۷۸، ترجمہ: ۵۴۴۱]
۔۲: ایک راوی عبداللہ بن شریک غالی شیعہ تھا۔ [الضعفاء الکبیر ۲:۲۶۶، ترجمہ: ۸۲۲، المجروحین ۱:۵۱۹]
امام جوزجانی فرماتے ہیں کذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۴۹، ترجمہ: ۲۵]
۔۳: ایک راوی عبداللہ بن رُقیم کنانی کوفی مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب: ۳۳۷، ترجمہ: ۳۳۱۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس ﷜ روایت:

[تفسیر ابن جریر ۶:۳۰۷، فقرہ: ۱۶۳۸۹، المعجم الکبیر، طبرانی ۱۱:۳۱۶، حدیث: ۱۲۱۲۷، الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۲۳۹]

جس میں درج ذیل اِسنادی خامیاں ہیں:
۔۱: مرکزی راوی سلیمان بن قَرم سیئ الحفظ [بدحافظہ] اور شیعہ تھا۔

[تقریب التہذیب: ۲۸۷، ترجمہ: ۲۶۰۰]

شیعیت میں اِفراط کا شکار تھا۔ [الضعفاء الکبیر ۲:۱۳۷، الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۲۴۰]
امام ابن حبان کی تصریح کے مطابق غالی رافضی تھا اور احادیث و روایات میں قلب [ہیر پھیر] کیا

کرتا تھا۔[المجروحین ۱:۴۱۸]
-۲: ایک راوی سلیمان بن مہران اعمش ہے جو مدلس [تعریف اہل التقدیس:۶۷، ترجمہ:۵۵] اور شیعہ تھا۔[الثقات، عجلی:۲۰۵]
جب کہ یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی معنعن روایت صحیحین سے باہر نامقبول ہوتی ہے۔
-۳: الحکم بن عتیبہ جو مُقسم بن بُجرہ کا شاگرد ہے۔[تہذیب الکمال ۲۸:۴۶۲]
ثقہ تھا، لیکن مدلس تھا۔[تقریب التہذیب:۲۱۲، ترجمہ:۱۴۵۳]
اور یہ روایت معنعن ہے، پس مردود ہوئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت:[السنن الکبریٰ، نسائی ۵:۱۲۸-۱۲۹، حدیث:۶۸۴۱]
اس کی سند میں بھی درج ذیل دو خرابیاں ہیں:
-۱: اس کا راوی ابو اسحاق سُبیعی عمرو بن عبداللہ ہے۔ کثرت کے ساتھ تدلیس کیا کرتا تھا۔
[تعریف اہل التقدیس:۱۰۱، ترجمہ:۲۵۰۹۱]
اس کی یہ روایت معنعن ہے، جب کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔
-۲: ایک راوی یونس بن ابی اسحاق السَّبِیعی ہے جس کے متعلق امام ابوبکر بن اثرم فرماتے ہیں کہ اس کی اپنے والد سے روایت کردہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔[تہذیب الکمال ۳۲:۴۹۱]
امام احمد اس کی روایت کو مضطرب جانتے ہیں۔[العلل ومعرفۃ الرجال ۲:۵۱]
امام ابو حاتم فرماتے ہیں: سچا ہونے کے باوجود اس کی روایت ناقابل استدلال ہے۔
[الجرح والتعدیل ۹:۲۴۴، ترجمہ:۱۰۲۴]
امام ساجی فرماتے ہیں: سچا تو تھا لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر فوقیت کا قائل تھا۔
[تہذیب التہذیب ۱۱:۳۸۰]

[۲۵۴] بُعِثْتُ بِمُدَارَاةِ الناس. [الجامع الصغیر، حدیث:۳۱۵۱]
''مجھے لوگوں کی آؤ بھگت اور خاطر تواضع کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔''
اس کے دو راوی: عبید اللہ بن لؤلؤ ابو القاسم اور عمر بن واصل احادیث وضع کر لیا کرتے تھے اور قصہ گوئی سے مشہور تھے۔[تاریخ بغداد ۱۰:۳۵۸، لسان المیزان ۴:۱۱۱]

[۲۵۵]بَکی شعیبٌ من حب اللّٰہ حتی عمي‘فرداللّٰہ الیہ بصرہ وأوحی إلیہ:یاشعیب! ماھذاالبکاء؟أشوقاً إلی الجنۃ أم خوفاً من النار؟قال:إلٰھي وسیدي!أنت تعلم ما أبکي شوقاًإلی جنتك ولاخوفاًمن النار ولکنني اعتدت حبك بقلبي‘فإذا أنانظرتُ إلیك فما أُبالي ماالذي یُصنع في.فأوحی اللّٰہ إلیہ:یاشعیب! إن یك ذلك حقاً فھنیئاً لك لقائي‘ یاشعیب!لذلك أخدمتُك موسی بن عمران کلیمي.[تاریخ بغداد۶:۳۱۵]

”شعیب نبی علیہ السلام اللہ کی محبت میں اتنے روئے کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔اللہ تعالیٰ نے اُن کی بینائی اُسے لوٹا دی اورانہیں وحی کی:یہ رونا کیسا ہے؟کیا جنت کی شوق میں ہے یادوزخ سے خوف کی وجہ سے؟انہوں نے فرمایا:الٰہی وسیدی! آپ خوب جانتے ہیں کہ میں آپ کی جنت کے شوق یا آگ کی خوف کی وجہ سے نہیں روتا لیکن میرادل آپ سے محبت کا عادی ہو چکا ہے،پس جب میں آپ کو دیکھوں تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وحی کی کہ شعیب!اگر یہ درست ہے تو میری ملاقات کی تجھے خوشی اورمبارک باد ہو۔ شعیب!اسی وجہ سے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران [علیہ السلام] کوتمہارا خادم بنا دیا تھا۔“

اس کا ایک راوی اسماعیل بن علی بن بندار بن المثنّیٰ ابوسعد واعظ اِستراباذی ہے جس کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں:بغداد آئے ہوئے تھے اورمیں نے اُن سے یہی ایک مسند منکر روایت سنی۔[تاریخ بغداد۶:۳۱۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:یہ باطل روایت ہے،اس کی کوئی اصل ہے۔[میزان الاعتدال۱:۲۳۹]

[۲۵۶] بُنِي الدین علی النظافۃ.[اِحیاءعلوم الدین۱:۴۹‘۱۲۵]

”دین اسلام کی بنیاد نظافت پر رکھی گئی ہے۔“

حافظ عراقی اورملاعلی قاری فرماتے ہیں:اِن الفاظ میں یہ روایت نہ مل سکی۔

[المغنی عن حمل الاسفار۱:۴۹‘۱۲۵‘الاسرار المرفوعۃ:۱۶۷‘حدیث:۱۲۷‘المصنوع:۷۷‘حدیث:۸۶]

[۲۵۷] بینا أنا أسیر بجنبات بدرٍ إذ خرج رجلٌ من الأرض في عنقہ سلسلۃ یمسك بطرفھاأسودٌ في یدہ مرزبۃ ‘فقال:یاعبداللّٰہ!أسقني‘فقال ابن عمر رضی اللہ عنہ:فلا أدري عرفني‘ أم کمایقول رجل للرجل:یاعبداللّٰہ‘فقال الأسود:یاعبداللّٰہ! لاتسقہ‘ثم اجتذبہ جذبۃً ودخلا في الأرض جمیعاً‘قال ابن عمر رضی اللہ عنہ:فقد فأخبرت النبي صلی اللہ علیہ وسلم بذلك فقال لي:وقد

رأيته؟ذاك أبو جهل و ذاك عذابه إلى يوم القيامة. [المعجم الأوسط طبرانی ۵:۵۳-۵۴،

حدیث: ۴۵۶۰ السنۃ ٗلا لکائی ۲:۱۵۶،رقم النص :۲۱۴۸]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں میدان بدر کے کنارے کنارے جارہا تھا کہ زمین میں سے ایک شخص نمودار ہوا جس کے گردن میں زنجیر تھی، جسے ایک کالے رنگ کا شخص تھامے ہوئے تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا، اس آدمی نے مجھ سے کہا: عبداللہ! مجھے پانی پلا دو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اُس نے مجھے جانا یا یوں ہی مجھے عبداللہ کہہ دیا، اس پر اس کالے شخص نے کہا: اسے پانی نہ پلاو، پھر اسے زور سے کھینچا اور دونوں زمین میں داخل ہوئے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر سارا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دیکھا؟ یہ ابو جہل تھا اور اسے قیامت تک اس عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔''

اس روایت کا مرکزی راوی عبداللہ بن محمد بن مغیرہ کوفی ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم فرماتے ہیں: قوی نہیں۔ امام ابن یونس فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے اور حافظ ذہبی نے اس کی کئی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا: یہ سب کے سب موضوع ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲:۴۸۷-۴۸۸ ترجمہ ۴۵۴۱]

[۲۵۸] بينما أنا عنده يوماً وهو على سريرله ومعه كيس فيه حصى،أو نوىً،وأسفل منه جارية له سوداء،وهو يسبح بها،حتى إذا أنفذ ما في الكيس ألقاه إليها ، فجمعته فأعادته في الكيس ، فدفعته إليه. [سنن ابی داؤد کتاب النکاح [۶] باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابتہ اہلہ [۵۰] حدیث ۲۱۷۴،الحاوی ۲:۳]

''شیخ طفاوی فرماتے ہیں: میں ایک دن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے اور ایک تھیلی میں کنکریاں اور گٹھلیاں بھری ہوئی تھیں جس پر وہ تسبیح پڑھتے جب تھیلی ختم ہو جاتی تو لونڈی کو حکم دیتے وہ بھر لاتی۔''

[سیر الصحابہ ۲:۶۳ مہاجرین حصہ دوم]

یہ روایت نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ:

- شَیُخٌ مِنُ طَفَاوَة ''شیخ طفاوہ'' کا نام اورا تا پتا معلوم نہیں، جوحسب اصطلاح محدثین مجہول ہے پس حدیث معلول ہوئی۔
- اس کا ایک راوی جریری ہیں جن کا نام ابومسعود سعید بن ایاس ہے جو اگر چہ ثقہ تھے لیکن اپنی وفات سے تین سال قبل مُختَلَط ہوئے تھے۔[الانساب۲:۵۳]

[۲۵۹] الباذ نجان لما أكل له.

''بینگن جس ارادے سے کھاؤ گے وہ ضرور پورا ہوگا۔''

حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس روایت کے گھڑنے والے کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے۔[المنار المنیف:۵۱، الاسرار المرفوعۃ:۴۰۶]

امام زرکشی فرماتے ہیں: یہ باطل اور بے اصل ہے اگر چہ عوام اس پر اتنے فریفتہ ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مَاءُ زَمُ زَمَ لِمَاشُرِبَ لَهٗ سے زیادہ صحیح ہے، لیکن یہ فتیح غلطی ہے۔[التذکرۃ:۱۰۲، حدیث:۱۳۱]

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: اگر چہ عوام اس روایت پر فریفتہ ہیں لیکن یہ باطل اور بے اصل ہے۔

[المقاصد الحسنۃ:۲۳۱]

[۲۶۰] البخيل عدُوُّ اللّٰهِ ولو كان عابداً.

''کنجوس، اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اگر چہ زاہد و عابد ہو۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

[الاسرار المرفوعۃ:۱۶۳، المصنوع:۵۷، حدیث:۷۸]

[۲۶۱] البركة في البنات. [میزان الاعتدال۱:۲۹، ترجمہ:۷۷]

''بیٹیاں باعث برکت ہوتی ہیں۔''

اس روایت کا سارا دار و مدار ابراہیم بن حیان بن حکیم بن علقمہ پر ہے جس کے بارے میں امام ابن عدی فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث ہے اور اس کی عام روایتیں موضوع اور منکر ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۱:۴۱۰-۴۱۱]

[۲۶۲] البِطِّيُخ طعام و شراب و ريحان، يغسل المثانة، و ينظف البطن، و يكثر ماء الظهر، و

يعين على الجماع وينقى البشرة ويقطع الإبردة. [کنزالعمال حدیث:۲۸۲۸۸]

''تربوز کھانا بھی ہے اور مشروب بھی' ریحان کے ساتھ یہ مثانہ کو دھو کر صاف کر دیتا ہے۔ کمر سے پانی نکال دیتا ہے، باہ میں اضافہ کرتا ہے، چہرے کو نکھارتا ہے اور جسم سے ٹھنڈک کو ختم کرتا ہے۔''

[طب نبوی اور جدید سائنس ۱:۵۶]

تربوز کے بارے میں حافظ ابن قیم نے سنن ابی داؤد کی حدیث:۳۸۳۶ نقل کر کے لکھا ہے:

وفي البطيخ عدة أحاديث لايصح شيئ منهاغير هذا الحديث الواحد.

[زادالمعاد۴:۲۸۷]

''تربوز سے متعلق کئی احادیث مروی ہیں' جن میں سے اس [سنن ابی داؤد کی روایت:۳۸۳۶] کے علاوہ کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے۔''

[۲۶۳] البطيخ قبل الطعام يغسل البطن غسلاً ويذهب بالداء أصلاً.

[تاریخ مدینۃ دمشق ۶:۱۰۲،۳۶:۱۴۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲:۱۲۱، الجامع الصغیر حدیث:۳۲۱۲]

''کھانے سے پہلے تربوز کھانے سے پیٹ دھل کر صاف ہو جاتا ہے اور یہ بیماریوں کو نکال دیتا ہے۔'' [علاج نبوی اور جدید سائنس ۱:۵۶]

ابن عساکر لکھتے ہیں: یہ حدیث شاذ ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ [تاریخ مدینۃ دمشق ۳۶:۱۴۱]

آگے لکھا ہے: اس کا راوی احمد بن یعقوب بن عبدالجبار بن یُعاطر قرشی اموی ہے جس کے متعلق

امام بیہقی نے فرمایا ہے: موضوع روایات بیان کرتا ہے، جن میں سے کسی ایک بھی روایت کو بیان کرنا حلال نہیں۔ [تاریخ مدینۃ دمشق ۶:۱۰۵، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲:۱۲۲]

امام حاکم فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۶۵، ترجمہ:۶۶۵]

یہ روایت موضوع ہے، اور یہ بعض اطباء کا کلام ہے۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲:۱۲۱]

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: البطيخ وفضائله صَنَّفَ فيه أبوعمرو النوقاني جزأً وأحاديثه باطلةٌ.

[المقاصد الحسنۃ:۲۳۸، حدیث:۲۹۶]

''تربوز کے فضائل کے سلسلے میں ابوعمرو نوقانی نے ایک جزء میں کئی روایتیں جمع کی ہیں، جو سراسر

باطل ہیں۔''

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: أحادیث البطیخ وفضائله والباقلاء والعدس والأرزلیس فیها شيءٌ ثابت. [الدرر المنتثرة: ۲۱۷، نص: ۴۷۵]

''تربوز، اُس کے فضائل، لوبیا، مسور کی دال اور چاؤل کے بارے میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔''

ڈاکٹر خالد صاحب غزنوی بھی معترف ہیں کہ ابن عساکر اس حدیث کو یقینی قرار نہیں دیتے اور حافظ ابن قیم اس عبارت کو اطباء کا قول بیان کرتے ہیں۔ [علاج نبوی اور جدید سائنس ۱: ۵۶]

[۲۶۴] البلاء مؤکل بالقول، فلو أنَّ رجلاً عَیَّرَ رجلاً برضاع کلبةٍ لرضعها.

[تاریخ بغداد ۱۳: ۲۷۹، مسند شہاب ۱: ۱۶۱-۱۶۲، احادیث: ۲۲۷، ۲۲۸ الجامع الصغیر، حدیث: ۳۲۲۰]

''ساری مصیبت زبان سے در آتی ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی کسی کو کتیا کے دودھ پی لینے سے عار دلائے، تو وہ خود بھی کُتیا کا دودھ پی لینے میں مبتلا ہو جائے گا۔''

حافظ سیوطی نے اس پر ضعیف کا رمز لگایا ہے، حالانکہ یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ:

اس کا راوی نصر بن باب ابوسہل خراسانی کذاب تھا۔ خطیب بغدادی نے اُس کے بارے میں امام ابن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اللہ کا دشمن، کذاب اور خبیث تھا۔ [تاریخ بغداد ۱۳: ۲۷۹]

- شہاب قضاعی کی حدیث: ۲۲۷ کا راوی محمد بن یحییٰ بن عیسیٰ بصری وضع احادیث سے متہم ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۶۴، ترجمہ: ۸۳۰۹]

- شہاب قضاعی کی حدیث: ۲۲۸ کا راوی عبدالملک بن ہارون بن عنترة اپنے باپ کی سند سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ [المَدخَل إلی الصحیح ۱: ۱۸۷، ترجمہ: ۱۳۰]

اور اس کی یہ روایت عن أبیه عن جده سے ہے۔

حرف التاء

[۲۶۵] تَخَتَّمُوا بِالعَقِيق فإنَّه مبارَكٌ . [الفردوس حدیث:۲۳۲۳' شعب الایمان ا:۲۰۱' حدیث: ۶۳۵۷' تاریخ بغداد ۱۱:۲۵۱' تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳:۳۱۸' تہذیب تاریخ دمشق ۴:۲۳۴]

''عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو، اس لیے کہ یہ بابرکت ہے۔''

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کا راوی یعقوب بن ولید مدائنی کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ آگے فرماتے ہیں: اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی شے ثابت نہیں۔

[الضعفاء الکبیر ۴:۴۴۸-۴۴۹]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یعقوب بن ولید احادیث وضع کرتا تھا۔ منکر الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔ ہمیشہ جھوٹ بولتا تھا، اس کی ہر روایت موضوع ہے اور یہ متروک تھا۔

[الجرح والتعدیل ۹:۲۱۶]

علامہ ابن الدیبع لکھتے ہیں: یہ کئی طرق سے مروی ہے مگر اس کے سب طرق واہی اور شدید کمزور ہیں۔ [تمییز الطیب من الخبیث: ۶۵' الاسرار المرفوعۃ: ۱۷۱]

امام احمد فرماتے ہیں: یعقوب بن ولید کذابین کبار میں سے تھا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۵۴۸' نص: ۱۳۰۵]

انہوں نے یہ بھی فرمایا: احادیث وضع کرتا تھا۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۲:۵۳۲' نص: ۳۵۱۸]

حافظ ذہبی نے اس کی یہی وضعی روایت بطور نمونہ پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۴۵۵]

[۲۶۶] تختموا بالعقيق فإنه ينفي الفقر.

[تاریخ مدینۃ دمشق ۴۷:۳۴۵' الجامع الصغیر' حدیث: ۳۲۶۴]

''عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو کیونکہ یہ فقر و افلاس کو دور کرتی ہے۔''

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [الاباطیل ۲:۲۴۲' الموضوعات ۳:۵۹]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [لسان المیزان ۲:۲۶۸]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اس کا راوی حسین بن ابراہیم البابی ہے جو مجہول ہے اور شاید یہ حدیث

اس کی وضع کردہ ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۵۳۰،لسان المیزان ۲:۲۶۸]

[۲۶۷] تُعادُالصَّلاۃُ مِن قدرِ الدرھم من الدم.

[التاریخ الکبیر ۳:۳۰۹،التاریخ الصغیر ۱:۳۳۷،سنن الدارقطنی ۱:۱]

''وہ خون جوقدرِ درہم ہو،اس کے ساتھ ادا کی گئی نماز کا اِعادہ کیا جائے گا۔''

یہ روایت باطل اور مردود ہے کیونکہ اس کا راوی روح بن غطیف جزری منکرالحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۳:۳۰۸]

اُس کا کوئی دوسرا ساتھی اُس جیسی روایت نقل نہیں کرتا۔[التاریخ الصغیر ۱:۳۳۷]

متروک الحدیث تھا۔[سنن الدارقطنی ۱:۴۰۱]

امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور روح منکرالحدیث ہے۔[الضغفاء الکبیر ۶:۵۶]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: روح، ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے، اس کی روایت کو لکھنا جائز نہیں، اس کی یہ روایت موضوع ہے، یہ ارشاد نہ تو رسول اللہ ﷺ کا ہے اور نہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان کیا ہے، نہ تو سعید بن المسیب نے اس کا ذکر کیا ہے اور نہ زہری نے یہ کہا ہے، یہ اسلام میں اہل کوفہ کا اپنی جانب سے اختراع ہے اور ہر وہ چیز جو سنت کے خلاف ہو وہ متروک ہے اور اس کا قائل مہجور ہے۔[المجروحین ۱:۲۹۸،۲۹۹]

قاضی عیاض لکھتے ہیں: وھو حدیث باطلٌ،لاأصل له عندأھل الحدیث.

[إكمال المعلم ۱:۱۳۷]

''یہ روایت باطل ہے،اور حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک اس کی کوئی اصل واَساس نہیں ہے۔''

امام نووی لکھتے ہیں: وھذاالحدیث ذکرہ البخاري في تاریخه،وھو حدیث باطلٌ،لاأصل له عند أھل الحدیث.[شرح صحیح مسلم ۱:۹۷]

''اس روایت کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے، اور یہ روایت باطل ہے اور علمائے حدیث کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں۔''

یہ بات ملا علی قاری نے بھی امام نووی کے حوالہ سے لکھی ہے۔[الاسرارالمرفوعۃ:۱۷۳،حدیث:۱۳۸]

حافظ زیلعی لکھتے ہیں: قال البخاري: حدیث باطلٌ،وروح ھذامنکرالحدیث، وقال ابن

حبان: هذاحديثٌ موضوعٌ لا شك فيه، لم يقله رسول الله ﷺ و لكن اخترعه أهل الكوفة، وكان روح بن غطيف يروي الموضوعات عن الثقات.

[نصب الرایۃ ۱:۲۱۲، بذیل حدیث:۸۹۱]

''امام بخاری فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اوراس کا راوی روح منکرالحدیث ہے۔امام ابن حبان فرماتے ہیں: اس حدیث کے موضوع ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں ہے بلکہ اہلِ کوفہ کی وضع کردہ روایت ہے، اس کا راوی روح بن غطیف ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔''

[۲۶۸] تَعَشَّوْا، ولو بكف من حَشَفٍ، فإن ترك العَشاء مَهرَمَةٌ.

[سنن ترمذی، کتاب الاطعمۃ [۲۶] باب ماجاء فی فضل العَشاء [۴۶] حدیث:۱۸۵۶، مسند شہاب ۱:۴۲۸، حدیث:۷۳۵حلیۃ الاولیاء ۸:۲۱۴-۲۱۵، تاریخ بغداد ۳:۳۹۶]

''رات کا کھانا کھالیا کرو، اگرچہ مٹھی بھر خراب اور سوکھی ہوئی کھجور ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ رات کا کھانا چھوڑ دینے سے بڑھاپا آجاتا ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے۔امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ منکر ہے، اس کا راوی عنبسہ [بن عبدالرحمٰن بن عنبسہ قرشی] حدیث کے باب میں ضعیف ہے، اوراس کا ایک اور راوی عبدالملک بن علاق مجہول ہے۔[سنن ترمذی ۴:۲۵۳]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: عنبسہ متروک الحدیث تھا اوراحادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[الجرح والتعدیل ۶:۴۰۳]

امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث تھا۔[میزان الاعتدال ۳:۳۰۱]

اس شدید ضعیف روایت کو بنیاد بنا کر لوگ بسیار خوری کی بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رات کا کھانا ضرور کھاتے ہیں، اورعلم حدیث سے ناواقف طبیب وڈاکٹر مریضوں کو رات کا کھانا کھانے پر زور دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک ایسا فطری عمل ہے کہ اس پر کوئی شرعی قانون لاگو نہیں کیا جاسکتا۔کھانا کھانے کی خواہش ہو تو کھالیجئے، ورنہ کچھ کھائے پیئے بغیر سوجائیے۔

[۲۶۹] تَعَلَّمُوا الشِّعرَ فإنَّ فيه حِكَماً و أمثالاً. [سیر اعلام النبلاء ۱۴:۴۳۲، تذکرۃ الحفاظ ۳:۷۸۱]

''شعر سیکھو کیونکہ اس میں حکمتیں اور اَمثال ہوتی ہیں۔''

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ حدیث منکر وغریب ہے۔[تذکرۃ الحفاظ۳:۸۱۷]

یہ بھی لکھتے ہیں: اس کی اِسناد ضعیف ہے۔[سیر اعلام النبلاء۱۴:۴۳۲]

اس کی سند کچھ اس طرح ہے: صالح بن عبد الجبار الحضرمی از محمد بن عبد الرحمٰن البیلمانی از اَبِ اُو از سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔[سیر اعلام النبلاء۱۴:۴۳۲]

اس کی سند میں تین کمزوریاں ہیں:

– اس کا راوی صالح بن عبد الجبار الحضرمی، ابن البیلمانی سے منکر روایتیں نقل کرتا ہے۔

[سیر اعلام النبلاء۱۴:۴۳۲،ہامش]

– محمد بن عبد الرحمٰن البیلمانی کے بارے میں امام بخاری اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔[میزان الاعتدال۳:۶۱۷]

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: اس نے اپنے والد سے تقریباً دوسو اَحادیث پر مشتمل ایک صحیفہ روایت کیا ہے جو سراسر موضوع ہے۔ نا قابل استدلال اور نا قابل احتجاج ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر از راہِ تعجب ہونا چاہیے۔[المجروحین۲:۲۷۳، ترجمہ:۹۴۴]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ابن البیلمانی جو روایتیں نقل کرتا ہے اُن میں ساری مصیبت اُس کی ڈھائی ہوئی ہوتی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۷:۳۸۶]

– عبد الرحمٰن البیلمانی بھی ضعیف راوی ہے۔[الجرح والتعدیل۵:۲۱۶، ترجمہ:۱۰۱۸]

[۲۷۰] تَعَوَّذُوا باللہ مِن جُبِّ الحزن ، قالوا: یارسول اللّٰہ! وما جُبُّ الحزن قال: وادٍ في جهنم تتعوذ منه جهنم كل يوم مائه مرةً، قلنا یارسول اللّٰہ، ومن یدخله؟ قال: القراء المراؤ ن بأعمالهم. [سنن ترمذی، کتاب الزہد[۳۷] باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ[۴۸] حدیث: ۲۳۸۳، سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ[۲۳] حدیث:۲۵۶، المعجم الأوسط، طبرانی ۴:۳۴۴، حدیث:۶۱۸۹، الضعفاء الکبیر۲:۲۴۱، مشکاۃ المصابیح، حدیث:۲۷۵]

''اللہ تعالیٰ کے ہاں غم کے کنویں سے پناہ مانگو۔ صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! غم کا کنواں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جہنم کی ایک وادی ہے، جس سے روزانہ سو بار جہنم پناہی مانگتی ہے۔ ہم نے پوچھا: اللہ کے رسول ﷺ! وہاں کون جائے گا! آپ ﷺ نے فرمایا: ریاکار قاری۔''

ریا کاری بجائے خود گناہ کبیرہ ہے۔قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کے ارتکاب سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔[دیکھئے:الکبائر،حافظ ذہبی ۱۸۷-۱۹۱،الزواجر عن اقتراف الکبائر۱:۵۶ومابعد]
لیکن زیر بحث روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:
-اس کا ایک راوی عمار بن سیف ضبی عابد وزاہد ہونے کے باوجود ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۶:۳۹۳]
حافظ ابن عدی نے اس کی ضعیف احادیث میں یہی روایت بطور مثال پیش کی ہے۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۱۳۵]
-اسی طرح عمار بن سیف کا استاذ ابو معان مجہول ہے۔[لسان المیزان ۷:۴۸۳]
- ابن ماجۃ کی روایت میں عمار بن سیف کے ساتھ ابو معاذ بصری بھی ہے،جس کا نام سلیمان بن ارقم ہے،جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:ليس بشيء تھا اور ایک ٹکے کے برابر بھی نہیں تھا۔[التاریخ ۲:۲۲۸،۳:۲۷۷،۵۲۸]
امام جوزجانی فرماتے ہیں:ساقط الاعتبار ہے۔[احوال الرجال:۱۰۴،ترجمہ:۱۵۸]
امام دارقطنی فرماتے ہیں:متروک تھا۔[الضعفاء والمتروکین،ترجمہ:۲۴۶]
-معجم اوسط کی سند میں محمد بن فضل بن عطیہ نزیلِ بخاریٰ ہے،جس کو محدثین کذاب کہتے ہیں۔
[تقریب التہذیب:۵۳۲،ترجمہ:۶۲۲۵]
-الضعفاء الکبیر کی سند میں عبداللہ بن حکیم ابو بکر داہری ہے،جو ثقہ راویوں کے نام لے کر بے اصل نقل کرتا ہے۔[الضعفاء الکبیر۲:۲۴۱]

[۲۷۱] تفكهوا،وكلوا البطيخ فإن حلاوتها من الجنة.[تذکرۃ الحفاظ۴:۱۲۱۸]
''میوے اور بالخصوص ککڑی[اور تربوز]کھایا کرو کیونکہ اس کی مٹھاس جنت سے ہے۔''
حافظ ذہبی فرماتے ہیں:یہ روایت منکر ہے۔[تذکرۃ الحافظ۴:۱۲۱۸]
حافظ ابن عراق فرماتے ہیں:اس کا راوی مقاتل بن محمد مجہول ہے۔[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ۲:۲۶۰]

[۲۷۲]تقطع الآجال من شعبان إلى شعبان حتى إن الرجل لينكح ويولد له،وقد خرج إسمه في الموتى.[تفسیر ابن جریر۱۱:۲۲۳،نص:۳۱۰۴۰،شعب الایمان۳:۳۸۶،حدیث:۳۸۳۹]
''[شبِ براءت میں]شعبان سے شعبان تک کے تمام حسابات لکھ دیے جاتے ہیں،یہاں تک کہ

ایک مرد نکاح کر لیتا ہے، اُس کی اولاد بھی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اُس کا نام مُردوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔"

یہ مرسل روایت ہے، اس لیے جب تک درمیانی واسطے معلوم نہ ہوں تب تک یہ نا قابلِ استدلال ہے۔ امام بیہقی نے اسے ایک راوی کے قول کے طور پر نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوعاً منقول نہیں۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ سورۃ الدخان کی آیت: ۳ میں لیلة مبارکة سے مراد شب براءت نہیں، چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

"لَیۡلَةٌ مُّبٰرَکَةٌ سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک شب قدر ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے......اور قرآن کریم کا شب قدر میں نازل ہونا قرآن کی سورہ قدر میں تصریح کے ساتھ آیا ہے: اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ' اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں بھی لیلہ مبارکہ سے مراد شب قدر ہی ہے اور بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت کریمہ میں لیلہ مبارکہ سے مراد شب براءت یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے مگر اس رات میں نزول قرآن دوسری تمام نصوص قرآن اور روایات حدیث کے خلاف ہے۔ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ اور اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ جیسی کھلی نصوص کے ہوتے ہوئے بغیر کسی قوی دلیل کے نہیں کہا جا سکتا کہ نزول قرآن شب براءت میں ہوا۔......اصل بات جو ظاہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ سورہ دخان کی آیت میں لَیۡلَةٌ مُّبٰرَکَةٌ اور فِیۡهَا یُفۡرَقُ وغیرہ کے سب الفاظ شب قدر ہی کے متعلق ہیں۔" [معارف القرآن ۷:۷۵۶-۷۵۸]

عکرمہ کا یہ قول امام ابن جریر اور مفسر ماوردی نے نقل کیا ہے۔

[تفسیر ابن جریر الطبری ۱۱:۲۲۳، فقرہ: ۳۱۰۳۹، النکت والعیون ۵:۲۴۴]

لیکن عکرمہ کا یہ ارشاد درست نہیں، اس لیے کہ:

– قرآن مجید کے واضح نص اور صریح بیان کے خلاف ہے۔

– پھر یہ عکرمہ کوئی ایسا راوی بھی نہیں کہ اس کی ہر ہر بات بلا چوں و چرا تسلیم کر لی جائے۔ حافظ ذہبی نے عبداللہ بن الحارث کے حوالے سے لکھا ہے کہ علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کو کھجوروں کے ایک جھنڈ کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا:

اِنَّ ھٰذَاالْخَبِیْثَ یَکْذِبُ عَلَی اَبِیْ. [میزان الاعتدال۳:۹۴]

''یہ خبیث میرے والد کو منسوب کر کے غلط اور جھوٹی باتیں کرتا ہے۔''

– **مفسر ابن جریر لکھتے ہیں:** وأولی القولین في ذلك بالصواب قول مَن قال: ذلك ليلة القدر لما قد تقدَّم من بياننا. [تفسیر الطبری۱۱:۲۲۳]

''ان اقوال میں سے درست قول اس فریق کا ہے جو اسے لیلۃ القدر جانتے ہیں' جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے وضاحت کی ہے۔''

– **امام طبرانی لکھتے ہیں:** والصحيح: أنَّ الليلة المباركة هي ليلة القدر. [تفسیر الطبرانی۵:۴۸۶]

''صحیح یہ ہے کہ ليلةٌ مبارَكَةٌ ليلة القدر ہی ہے۔''

– **حافظ ابن کثیر، عکرمہ کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ بہت دور کی کوڑی لائے مگر یہ نص قرآنی کے خلاف ہے:** ومن قال: إنها ليلة النصف من شعبان كما رُوِيَ عن عكرمة فقد أبعد النجعة، فإن نص القرآن أنهافي رمضان. [تفسیر ابن کثیر۴:۱۴۵]

– **امام ابن العربی لکھتے ہیں:** وجمهور العلماء على أنهاليلة القدر، ومنهم من قال: إنهاليلة النصف من شعبان، و هو باطلٌ ، لأن الله تعالى قال في كتابه الصادق القاطع: شهرُ رمضان الذى أنزل فيه القرآن، فنصَّ على أن ميقات نزوله رمضان، ثم عبَّرَ عن زمانية الليل هاهنا بقَوله: فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ، فمن زعم أنه في غيره فقد أعظم الفِرية على الله، وليس في ليلةالنصف من شعبان حديث يُعَوَّلُ عليها، لافي فضلها ولافي نسخ الآجال فيها، فلا تلتفتوا إليها. [احکام القرآن:۱۶۹۰]

''جمہور علماء کے نزدیک لیلۃ مبارکۃ سے مراد شب قدر ہے، جن لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد شعبان کی پندرہویں رات ہے، اُن کا قول باطل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی اپنی محکم و فیصلہ کن کتاب میں فرماتے ہیں کہ: ''رمضان ہی کا مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا'' پھر اسی آیت میں بتایا کہ اس کا نزول بابرکت رات میں شروع کیا گیا تھا، پس اگر اب بھی کسی کا خیال ہو کہ رمضان اور شب قدر کے علاوہ کسی اور رات میں اس کا نزول شروع ہوا تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا اور شب براءت کی فضیلت اور اس میں آجال لکھنے سے متعلق کوئی صحیح روایت موجود

نہیں اس لیے اس بحث سے دور رہنا چاہئے۔''

[۲۷۳] تکثر لکم الأحادیث بعدي ' فإذا روي عني حدیث فأعرضوه علی کتاب اللہ فما وافَقَ فأقبلوہ' وماخالَفَ فرُدُّوہُ.

[اصول الشاشی:۷۶'الاصل الثانی فی السنۃ' محمد نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی سمرقندی' متوفّٰی:۳۲۵ھ' مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان]

''میرے بعد تمہارے پاس میری بہت سی احادیث بیان کی جائیں گی، پس جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اُسے کتاب اللہ پر پیش کرنا، پس جو اُس کے موافق ہو اُسے قبول کرنا اور جو اُس کے خلاف ہو اُس کو رد کر دینا۔''

صاحبِ تلویح لکھتے ہیں: قد طعن فیه المحدثون بأن في رُواته یزیدبن ربیعة' وهو مجهول' وترك في إسناده واسطةٌ بین الأشعث وثوبان' فیکون منقطعاً' وذکر یحیی بن معین: أنه حدیث وضعته الزنادقة.

[التلویح علی التوضیح:۴۷۷' الرکن الثانی فی السنۃ' مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ' ۱۳۹۸ھ]

''محدثین نے اس کے رُواۃ میں سے یزید بن ربیعۃ پر تنقید کی ہے کہ وہ مجہول ہے اور اُس نے اشعث اور سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کے مابین ایک راوی گرا دیا ہے، اس لیے یہ روایت منقطع ہے اور امام یحیٰی بن معین نے فرمایا ہے کہ اس روایت کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔''

اصول شاشی کے محشی بھی اس روایت پر خاموش نہیں رہے' اور اس پر یہ حاشیہ لکھا:

هذاالحدیث طعنوا فیه' وقالوا: راوي هذاالحدیث یزیدبن ربیعة' وهو مجهولٌ' فلایصح الإحتجاج به' وأیضاً حکي عن یحیی بن معین أنه قال: هذا الحدیث وضعته الزنادقة' وهو أعلم هذه الأمة فی علم الحدیث. [اصول الشاشی:۷۶' حاشیہ:۲]

''اس روایت پر محدثین نے تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کا راوی یزید بن ربیعۃ مجہول ہے اس لیے یہ روایت ناقابل استدلال ہے، نیز امام یحیٰی بن معین سے اس روایت کے بارے میں منقول ہے کہ اسے زنادقہ نے وضع کیا ہے اور امام ابن معین اس امت میں علم حدیث کے سب سے

بڑے عالم ہیں۔''

[۲۷۴] تَكَلَّمَ أربعةٌ في المهد وهُم صِغَارٌ: ابن ماشطة بنت فرعون ' وشاهد يوسف' وصاحب جريج وعيسى ابن مریم علیهما السلام. [تفسیر ابن جریر ۷:۱۹۱' نص:۹۱۰۹' ۱۹۲' نص:۹۱۱۱۸]

''چار بچوں نے بچپن میں پنگوڑے میں باتیں کیں: فرعون کی بیٹی کی اُس نوکرانی کا بچہ جو کنگھی کرنے کی ملازمہ تھی، شاہدِ یوسف، صاحب ابن جریج اور سیدنا عیسی علیہ السلام۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی عطا بن سائب ہے، جو سچا ہونے کے باوجود اِختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ [تقریب التہذیب:۴۲۲' ترجمہ:۴۵۹۲]

[۲۷۵] تَمَعدَدُوا' واخشَوشِنُوا' وانتَضِلُوا' وامشوا حُفاةً. [المعجم الکبیر ۱۹:۴۰' حدیث:۸۴' المعجم الأوسط ۴:۲۰۴' حدیث:۶۰۶۱' مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳:۴۱۸' حدیث:۲۶۸۴۹]

''معد بن عدنان کی طرح بنو۔ موٹے جھوٹے کپڑے پہنا کرو۔ تیر اندازی کیا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو۔''

اس کی سند میں ابو عبّاد: عبد اللہ بن سعید مقبری ہے جو:

- امام یحییٰ بن معین کی تصریح کے مطابق لَیسَ بِشَيءٍ تھا۔ [التاریخ ۲:۳۱۰' ۳:۷۵]
- امام دار قطنی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۳۴۳]
- امام احمد فرماتے ہیں: قابل اعتماد راوی نہیں۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۲:۲۸۴]
- امام فلّاس فرماتے ہیں: منکر الحدیث اور متروک الحدیث تھا۔ [الجرح والتعدیل ۵:۷۱]
- اور امام یحییٰ بن سعید قطان اسے کذاب کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲:۴۲۹]

[۲۷۶] تواجَدَ النبي ﷺ حتى سقطت البردة عنه.

''رسول اللہ ﷺ وجد میں آ گئے یہاں تک کہ اُن کی چادر گر گئی۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: هذا من الكذب الموضوع بإتفاق أهل المعرفة.

[منہاج السنۃ النبویۃ ۴:۱۱۶]

''حدیث کا علم رکھنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بات جھوٹی اور موضوع ہے۔''

[۲۷۷] التراب ربيع الصبيان. [مسند شہاب ۱:۱۸۵' حدیث:۲۷۳]

''مٹی بچوں کے لیے بمنزلہ ربیع کے ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس کے دو راویوں: ابوالقاسم یحییٰ بن احمد بن علی بن حسین، اور اُس کے دادا علی بن حسین بن بُندار کا کتب اسماء الرجال میں کوئی نام ونشان تک نہیں ملتا۔ البتہ میزان الاعتدال ۳: ۱۲۱، اور لسان المیزان ۴: ۲۱۷ علی بن حسن بن بندار اِستراباذی کے ترجمہ میں ہے کہ ابن طاہر کے نزدیک متہم ہے۔ احتمال ہے کہ یہ ہمارا زیر بحث علی بن حسین ہی ہو مگر اس کے والد کا نام حسن کی بجائے حسین میں بدل دیا گیا ہو۔

[۲۷۸] التَّعطر و السواك من سنن الأنبياء.

''خوش بو لگانا اور مسواک کرنا انبیاء کی سنت ہے۔''

ذخیرہ احادیث میں یہ روایت مجھے ان الفاظ میں نہیں ملی۔

حرف الثاء

[۲۷۹] سیدنا ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں مفسرین نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوب مال عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ تھوڑا مال جس کا شکر ادا کیا جائے اس کثیر مال سے بہتر ہے جسے انسان برداشت نہ کر سکے انہوں نے دوبارہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ تو اللہ کے نبی کے مثل ہو جائے؟ اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونے میں تبدیل ہو کر میرے ساتھ چلتے۔ ثعلبہ [رضی اللہ عنہ] نے عرض کیا: اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ اللہ سے دعا فرمائیں پھر وہ مجھے رزق عطا فرمائے تو میں حق دار کا حق پورے کا پورا ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی، انہوں نے ایک بکری خریدی، اس نے لاتعداد بچے جنے، حتی کہ مدینہ منورہ کی سرزمین ان کی بکریوں کے لیے ناکافی ہوگئی، انہوں نے مدینہ منورہ چھوڑ دیا اور ایک وادی میں جا کر بس گئے اور صرف ظہر و عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے، باقی نمازیں ترک کر دیں، پھر جب آیت: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً [سورۃ التوبۃ ۹:۱۰۳] نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے دو افراد صدقہ کی وصول یابی کے لیے بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ ثعلبہ [رضی اللہ عنہ] اور بنی سُلَیم کے فلاں شخص کے پاس جانا، انہیں میرا پیغام سنانا اور ان سے صدقہ حاصل کرنا تو ثعلبہ [رضی اللہ عنہ] کہنے لگے کہ یہ تو جزیہ ہو گیا جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے' اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۞ [سورۃ التوبۃ ۹:۷۵-۷۷]

''اور ان [منافقین] میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنی مہربانی سے ہم کو [مال] عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیک کاروں میں سے ہو جائیں گے لیکن جب اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے [مال] دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کر کے [اپنے

عہد سے] پھر گئے، تو اللہ نے اُن کا انجام یہ کیا کہ اس روز تک جس میں وہ اللہ کے رُو برُو حاضر ہوں گے، ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا، اس لیے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا' اس کے خلاف کیا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔''

بعض تفاسیر مثلاً مراح اللَّبید ۱:۳۴۸' الوجیز ۱:۳۴۸' ارشاد العقل السلیم ۴:۴۵' مدارک التنزیل ۱:۶۳۸' تفسیر کبیر ۶:۱۰۵' الثعالبی ۲:۱۴۴' الکشاف ۲:۲۹۲' جلالین:۲۵۳' تفسیر مولانا عبد الماجد دریابادی:۴۱۵' تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی:۲۶۳' تفسیر مولانا نعیم الدین مراد آبادی:۲۸۸' تفسیر حقانی' ۲:۲۹۳' معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۴:۴۲۶' معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۳:۳۸۲' جواہر القرآن ۱:۴۴۷' حاشیہ:۲۷ وغیرہ میں یہ واقعہ بلا سند منقول ہے، جب کہ دینی معاملات میں بلا سند بات ماننا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

بعض تفاسیر مثلاً ابن جریر ۶:۴۲۵-۴۲۷' ابن ابی حاتم ۶:۱۸۴۷' ابن کثیر ۲:۳۲۳' قرطبی ۸:۱۹۱' روح المعانی ۹-۱۰:۴۶۴' فتح القدیر شوکانی ۱:۹۰۷' معالم التنزیل ۳:۱۲۴' خازن ۲:۲۶۴' مظہری ۴:۲۷۰ اور بعض دیگر کتب مثلاً: واقدی کی المغازی ۱:۱۵۹' طبرانی کی معجم کبیر ۸:۲۱۸-۲۱۹' حدیث:۷۸۷۳' ۲۵:۲۲۵' ابو نُعیم کی معرفۃ الصحابہ ۳:۲۷۱-۲۷۲[۱۳۷۵] اور بیہقی کی دلائل النبوۃ ۵:۲۵۹ میں اس واقعہ کو با سند بیان کیا گیا ہے۔

آیئے میں آپ کو اس کی اسنادی حیثیت سے آگاہ کر دوں۔

۞ معان بن رفاعۃ السلمی الدمشقی الحمصی ابو محمد' ثنا ابو عبد الملک علی بن یزید الالہانی' ثنا ابو عبد الرحمٰن القاسم بن عبد الرحمٰن' عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ.......

[المعجم الکبیر ۸:۲۱۸-۲۱۹' حدیث:۷۸۷۳' الأحادیث الطُّوال مندرجہ در المعجم الکبیر ۲۵:۲۲۵' معرفۃ الصحابۃ' ابونعیم ۱:۴۱۵-۴۱۶' روایت:۱۴۰۶' دلائل النبوۃ ۵:۲۸۹]

– اس سند کے راوی معان بن رفاعۃ کے بارے میں بعض علماء کی رائے تو اچھی ہے لیکن امام یحییٰ ابن مَعین اسے کم زور وضعیف قرار دیتے ہیں۔[التاریخ ۲:۵۷۱' رقم النص:۵۱۳۴]

– دوسرا راوی ابو عبد الملک علی بن یزید دمشقی الہانی ہے جسے امام نسائی اور امام دار قطنی متروک الحدیث قرار دیتے ہیں۔[الضعفاء والمتروکین' نسائی' ترجمہ:۴۳۲' دار قطنی' ترجمہ:۴۰۷]

امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم اسے منکر الحدیث بتاتے ہیں۔[التاریخ الکبیر ۶:۳۰۱' الجرح والتعدیل

۲۰۹:٦]

– اس روایت کا تیسرا راوی ابو عبدالرحمٰن القاسم بن عبدالرحمٰن ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: وحمل علی القاسم و قال: یروي علی بن یزید عنه أعاجیب و تکلم فیهما و قال: ماأری هذا إلّا من قِبَل القاسم. [العلل ومعرفة الرجال ۱:۵٦٦؛ الجرح والتعدیل ۷:۱۱۳]

''علی بن یزید نے اس سے عجیب و غریب روایات نقل کی ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ سب داستانیں قاسم نے تیار کی ہیں۔''

امام ابن حبان فرماتے ہیں: کان یزعم أنه لقي أربعین بدریاً، کان ممن یروي عن أصحاب رسول الله ﷺ المعضلات، و یأتي عن الثقات بالأشیاء المقلوبات حتی یسبق إلی القلب أنه کان المتعمد لها. [المجروحین ۲:۲۱۴-۲۱۵، ترجمہ: ۸۷۳]

''یہ [قاسم] دعویٰ کرتے تھے کہ اس نے چالیس بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ یہ عام صحابہ سے بھی جو روایات نقل کرتا ہے وہ سب مُعْضَل [۱] ہوتی ہیں، اور روایات میں تبدیلیوں پر تبدیلیاں کر کے ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے، اور میرا دل تو یہ کہتا ہے کہ یہ سب روایات خود اس کی تیار کردہ ہوتی ہیں۔''

۞ محمد بن سعد، ثنی ابی [سعد بن محمد بن الحسن العوفی] ثنی عمی [الحسین] ثنی ابی [حسن بن عطیة ابو عبداللہ بن سعد بن جنادة العوفی] عن ابن عباس رضی اللہ عنہ.

[تفسیر ابن جریر ٦:۴۲۵، رقم النص: ۱۰۰۷۱، دلائل النبوة، بیہقی ۵:۲۸۹]

–اس روایت کا پہلا راوی محمد بن سعد بن محمد بن الحسن بن عطیة العوفی ہے، جس کے بارے میں خطیب بغدادی فرماتے ہیں: کان لیناً في الحدیث. [تاریخ بغداد ۵:۳۲۲-۳۲۳]

''حدیث کے معاملے میں سست تھا۔''

– دوسرا راوی سعد بن محمد بن الحسن بن عطیة العوفی ہے۔ امام اثرم فرماتے ہیں: میں نے ایک بار امام احمد بن محمد بن حنبل سے کہا: آج ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ سعد کی روایتیں لکھا کرو کیوں کہ وہ نہایت ثقہ ہے۔ امام احمد نے اسے بہت بڑی بات جانا اور فرمایا:

---

(۱) مُعْضَلُ: وہ روایت ہے جس کی سند کے درمیان سے دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل حذف کئے گئے ہوں۔

لا إله إلّا اللّٰه، سبحان اللّٰه، ذاك جهمي، ولو لم يكن هذا أيضاً لم يكن ممن يستأهل أن يكتب عنه و لا كان موضعاً لذلك. [تاریخ بغداد۹:۱۲۶]

''سعد تو جہمی ہے اور اگر وہ جہمی نہ بھی ہوتے تب بھی اس کے اہل اور مستحق نہ تھے کہ اس کی روایت لکھی جائے۔''

– تیسرا راوی حسین بن حسن بن عطیہ عوفی ہے، جسے امام یحییٰ بن معین ضعیف کہتے ہیں۔

[الکامل فی الضعفاء ۳:۷۳۷، میزان الاعتدال ۱:۵۳۲]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: کچھ اشیاء روایت کرتا ہے جس میں اس کا تابع موجود نہیں ہوتا، اس کی روایات سے احتجاج درست نہیں۔ [المجروحین ۱:۲۴۶]

– اس کا چوتھا راوی حسن بن عطیہ بن سعد ہے جس کے متعلق امام ابو حاتم فرماتے ہیں: حدیث کے سلسلے میں ضعیف تھا۔ [الجرح والتعدیل ۳:۲۶]

امام بخاری فرماتے ہیں: کچھ بھی نہیں ہے۔ [التاریخ الکبیر ۲:۳۰۱]

۞ ابن حمید، حدثنا سلمۃ، عن ابن إسحاق عن عمرو بن عبید، عن الحسن۔

[تفسیر ابن جریر ۶:۴۳۷، رقم النص: ۱۷۰۰۵]

اس روایت میں کئی اسنادی خرابیاں ہیں:

– اس کا راوی محمد بن حمید رازی ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں بدمذہب اور غیر ثقہ ہے جس کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ [احوال الرجال، ترجمہ: ۳۸۲]

محدث اسحاق بن منصور فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا کہ محمد بن حمید جھوٹا تھا۔ [تاریخ بغداد ۲:۲۶۳، تہذیب الکمال ۲۵:۱۰۳]

– ایک راوی سلمۃ بن فضل ابرش ہے جو ''رے'' کا قاضی تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۴:۸۴]

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ہم لوگ سلمۃ بن الفضل کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو پھینک کر شہر ''رے'' سے نکل گئے تھے۔ [التاریخ الکبیر ۴:۸۴]

– اس کا ایک راوی محمد بن اسحاق امام المغازی ہے جو سچا تو تھا لیکن مدلس تھا۔ شیعہ اور قدری بھی تھا۔ [تقریب التہذیب: ۴۹۸، ترجمہ: ۵۷۲۵]

اور یہ روایت مُعَنعَنْ ہے، جب کہ مصطلح الحدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ صحیحین سے باہر مدلس راوی کی مُعَنعَنْ روایت مردود ہوتی ہے' البتہ صحیحین میں وارد مدلس کی مُعَنعَنْ روایت دوسری جہات سے درست تسلیم کی جاتی ہے: ماكان في الصحيحين وغيرهما من الكتب الصحيحة عن المدلسين بعن محمولٌ على ثبوت سماعه من جهةٍ أُخرى.

[ارشاد طُلاب الحقائق ۱:۲۱۱' نوع:۱۲]

– آخری راوی حسن بصری ہیں جو مشہور فقیہ اور فاضل تھے، لیکن تھے مدلس اور تدلیس قبیح کے شکار تھے۔ سند میں ایسے راویوں کے نام لیتے تھے جن سے روایت نہیں سنی ہوتی۔

[تقریب التہذیب:۱۹۷' ترجمہ:۱۲۲۷]

وہ آگے کا سلسلہ نہیں بتاتے کہ آگے کے راوی ضابط، متقن اور ثقہ تھے یا کذاب، وضاع اور ضعیف و منکر الحدیث تھے۔

ان روایات کی اسنادی حیثیت آپ نے پڑھ لی، اب ان پر یقین رکھنا اور خطبات جمعہ و عیدین میں مانعینِ زکوٰۃ کے وعید کے طور پر اس کو بیان کرنا غلط اور گناہ ہے کیونکہ جس ہستی کے بارے میں یہ افسانہ تراشا گیا ہے وہ بدری صحابی ہیں جن کا اسم گرامی سیدنا ثعلبہ بن حاطب انصاری رضی اللہ عنہ ہے: ثعلبه بن حاطب رضي الله عنه صحابيٌ بدريٌّ.

[المعجم الکبیر ۲:۸۷' الثقات' ابن حبان ۳:۳۶' المغازی' واقدی ۱:۱۵۹' جمہرۃ انساب العرب' ابن حزم :۳۳۴' الاصابہ ۱:۱۹۸' اسد الغابہ ۱:۲۸۳۰۵' ترجمہ:۵۹۰]

جب کہ بدری صحابہ کے بارے میں ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا:

إعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم. [صحیح بخاری' کتاب الجہاد والسیر [۵۶] باب الجاسوس [۱۴۱] حدیث: ۳۰۰۷' صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ [۴۴] باب من فضائل الصحابۃ وقصۃ حاطب بن ابی بلتعۃ رضی اللہ عنہ [۳۶] حدیث:۲۴۹۴]

''جو چاہو عمل کرو' میں نے تمھیں معاف کر دیا ہے۔''

مفسرین نے بلا تحقیق ایک بدری صحابی کو خواہ مخواہ منافق بنا ڈالا ہے حالانکہ:

– حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں: وقول مَن قال في ثعلبة رضي الله عنه أنه مانع الزكوٰة ' الذي نزلت فيه الآية غير صحيح. [الدرر فی اختصار المغازی والسیر :۸۱]

''ان لوگوں کا قول صحیح نہیں جو کہتے ہیں کہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ مانع زکوٰۃ تھے اور یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔''

–امام قرطبی فرماتے ہیں: وثعلبة بدريٌّ أنصاريٌّ، وممن شهد الله له ورسوله بالإيمان فما روي عنه غير صحيح. [تفسیر القرطبی ۸:۱۹۱]

''سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ بدری انصاری ہیں جن کے ایمان کی گواہی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے دی ہے پس جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا ہے، صحیح نہیں۔''

–حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: لا أظن يصح. [الاصابہ ۱:۱۹۸]

''میرا گمان نہیں کہ یہ روایت صحیح ہو۔''

–یہ بھی فرمایا: وهذا إسناد ضعيف جداً. [الکافی الشاف ۲:۲۹۴]

''یہ نہایت ضعیف سند ہے۔''

–حافظ سیوطی لکھتے ہیں: بسند ضعيفٍ. [لباب النقول: ۴۵۹]

''اس کی سند کمزور ہے۔''

[۲۸۰] ثلاثٌ مَن كُنَّ فيه فهو من الأبدال الذين بهم قِوام الدنيا وأهلها: الرضاء بالقضاء والبصر عن محارم الله، والغضب في ذات الله. [الفردوس، حدیث: ۲۴۵۷، الحاوی ۲:۲۴۸]

''جس میں تین صفتیں جمع ہو جائیں تو وہ اَبدال میں سے ہوگا جن کی وجہ سے یہ دنیا مع اپنے باشندوں کے قائم ہے، وہ تین صفات یہ ہیں: تقدیر پر رضامندی، محرمات سے پرہیز اور اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے غصہ۔''

اس کا مرکزی راوی محمد بن حسین ابو عبدالرحمٰن سلمی ہے جو صوفیا کے لیے احادیث وضع کیا کرتا تھا جب کہ اس کے باقی راویوں کا کتب اسماء رجال میں کوئی اتا پتا نہیں کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ، صادق تھے یا کاذب و متروک۔ [تاریخ بغداد ۲:۲۴۸، میزان الاعتدال ۳:۵۲۳]

[۲۸۱] ثلاثةٌ لا تُرَدُّ دعوتهم: الصائم حتى يفطر، والإمام العادل، والمظلوم.

[سنن ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ [۳۹] باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمها [۲] حدیث: ۲۵۲۶، کتاب الدعوات [۴۹] باب فی العفو والعافیۃ [۱۲۹] حدیث: ۳۵۹۸]

’’تین قسم کے لوگوں کی دعاء رد نہیں کی جاتی: روزہ رکھنے والا جب تک روزہ سے ہو، عادل بادشاہ اور مظلوم۔‘‘

امام ترمذی لکھتے ہیں: اس روایت کی اِسناد کچھ قوی نہیں۔ میرے نزدیک اس کی سند متصل بھی نہیں ہے۔ [سنن ترمذی ۴:۵۸۰]

یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا سارا دارومدار ابو مُدِلَّة پر ہے، جس کے بارے میں امام ابن المدینی فرماتے ہیں: اس سے سوائے مجاہد کے کسی اور نے روایت نہیں لی ہے اور حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اسے کوئی بھی نہیں پہچانتا۔ [میزان الاعتدال ۴:۵۷۰]

محدث البانی لکھتے ہیں: یہ اس صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے جس میں مذکور ہے:

ثلاث دعوات مستجابات‘لاشك فيهن:دعوة الوالد‘ودعوة المسافر‘ودعوة المظلوم

[سنن ابی داؤد‘ کتاب الصلاۃ [۲] باب الدعاء بظہر الغیب [۳۶۴] حدیث: ۱۵۳۶‘ سنن ترمذی‘ کتاب البر والصلۃ [۲۸] باب ماجاء فی دعوۃ الوالدین [۷] حدیث: ۱۹۰۵]

’’تین شخصوں کی دعا زیادہ مقبول ہے، اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں: والد کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔‘‘ [تمام المنۃ: ۴۱۶]

[۲۸۲] ثلاثةٌ لا يقربهم الملئكة: سكران والمتخلق والجنب. [الضعفاء الکبیر ۲:۲۴۱]

’’تین اَشخاص کے قریب رحمت کے ملائکہ نہیں آتے: نشہ باز، جس نے خلوق [ایک قسم کی خوشبو] استعمال کی ہو اور جنب۔‘‘

امام بخاری فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں۔ [التاریخ الکبیر ۵:۷۴]

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کی سند میں عبداللہ بن حکیم ابوبکر داہری ہے، جو بے اصل روایات نقل کر کے اُن کے ساتھ ثقہ راویوں کے ناموں کی فہرست لگا دیتا ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۲:۲۴۱]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۱۳۱‘ ترجمہ: ۲۱۸]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: کذاب‘ متروک الحدیث اور ليس بشيئ تھا اس لیے اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ [تاریخ بغداد ۹:۴۴۷]

حرف الجیم

[۲۸۳]جاء جبریل بورقة آسٍ علیها:لا إله إلّا اللّٰه،حب معاویة فرض علی عبادي.

''جبریل علیہ السلام آس کا ایک ورق لائے جس پر لا إله إلا اللّٰہ کے بعد لکھا ہوا تھا کہ میرے بندوں پر معاویہ [رضی اللہ عنہ] سے محبت رکھنا لازم ہے۔''

حافظ ذہبی اسی روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔

[سیر اعلام النبلاء ۳:۱۳۰]

[۲۸۴]جاء رجل إلی النبي ﷺ فشکا إلیه قِلَّةَ الولد فأمره بأکل البیض والبصل.

[المجروحین ۲:۳۰۸]

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے اولاد کی قلت کی شکایت کی۔آپ ﷺ نے اُسے بطور علاج انڈے اور پیاز کھانے کا ارشاد فرمایا۔''

امام ابن حبان فرماتے ہیں:اس کا راوی محمد بن یحییٰ بن ضرار مازنی ہے جو اہل بصرہ سے مقلوبات اور ثقہ راویوں سے ملزقات نقل کرتا ہے،اور اس کے موضوع ہونے میں ہمارا کوئی شک نہیں۔

[المجروحین ۲:۳۲۶،ترجمہ:۱۰۱۲،میزان الاعتدال ۴:۶۳،لسان المیزان ۵:۴۲۲]

اس راوی کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں:اس نے مسلم بن ابراہیم اور ابو الربیع سلیمان بن داؤد زہرانی سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔[المدخل إلی الصحیح ۱:۲۲۱،ترجمہ:۱۹۵]

[۲۸۵] جزی اللّٰه العنکبوت عنا خیراً،فإنها نسجت عليَّ وعلیك یاأبابکر في الغار لم یرنا المشرکون ولم یصلوا إلینا.[شرح المواہب اللدنیۃ ۲:۱۱۶]

''ابو بکر!اللہ تعالیٰ مکڑی کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے،اس لیے کہ اس نے میرے اور تیرے اوپر غار میں اپنا جالا تنا،اس لیے مشرکین ہمیں دیکھ نہ پائے،اور ہم تک نہ پہنچ سکے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے،اس لیے کہ اس کا سارا دار و مدار عبداللہ بن موسیٰ سلامی پر ہے،جس کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

اس کی روایات میں عجائب وغرائب اور مناکیر ہوتی ہیں۔ [تاریخ بغداد ۱۰: ۱۴۸-۱۴۹]
اس شدید ضعیف روایت کو بنیاد بنا کر شاعر نے لکھا ہے کہ:

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَ الصِّدِّیْقُ لَمْ یُرَیَا
وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ : مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرِمِ
ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْکَبُوْتَ عَلَی
خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
[قصیدۃ بُردۃ: ۱۸]

''صِدق [رسول اللہ ﷺ] اور صدیق [رضی اللہ عنہ] دونوں غار میں تھے، اور اُن کو نہ دکھائی دیتے تھے اور کافر کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں ہے، انہوں نے گمان کیا کہ مکڑی نے آپ پر جالا نہیں تنا اور کبوتر نے انڈے نہیں دیے مگر دونوں پہلے سے موجود تھے۔''

[۲۸۶] جيءَ بسارق إلى النبي ﷺ فقال: اقتلوه، فقالوا: إنما سرق يا رسول الله، قال: اقطعوه، فقطع، ثم جيءَ به الثانية، فقال: اقتلوه، فذكر مثله، ثم جيء به الثالثة، ثم جيءَ به الرابعة كذلك، ثم جيءَ به الخامسة فقال: اقتلوه، فقال أبو بكر رضي الله عنه: كان رسول الله ﷺ أعلم بهذا حين أمر بقتله، اذهبوا به فاقتلوه، فدفع إلى فتية من قريش فيهم عبدالله بن الزبير رضي الله عنه فقال عبدالله بن الزبير رضي الله عنه: أَمِّروني عليكم فأمَّروه، فكان إذا ضربه ضربوه حتى قتلوه.

وفي رواية: فرميناه بالحجارة فقتلناه ثم ألقيناه في بئر ثم رمينا عليه بالحجارة.

[سنن ابی داؤد، کتاب الحدود [۳۲] باب فی السارق یسرق مراراً [۲۰] حدیث: ۴۴۱۰، سنن نسائی، کتاب قطع السارق [۴۶] باب قطع الیدین والرجلین من السارق [۱۵] حدیث: ۴۹۷۸، مستدرک ۴: ۳۸۲، السنن الکبریٰ بیہقی ۸: ۲۷۲]

''ایک چور کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو مار ڈالو، اس پر صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے محض چوری کی ہے۔ آپ ﷺ کے حکم سے اس کا دایاں ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کو دوسری بار لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو مار ڈالو، پھر پہلی بار کی طرح گفتگو ہوئی اور اس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کو تیسری بار لایا گیا، تو پھر اس کی مانند بات چیت ہوئی۔ آپ ﷺ

نے اس کا پیر کاٹنے کا حکم دیا پھر اس کو چوتھی بار لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا دوسرا پیر کاٹنے کا حکم دیا پھر اس کو پانچویں بار لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اس کے قتل ہونے سے باخبر تھے [اسی لیے تو پہلی بار اس کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا] آپ ﷺ نے انہیں قریش کے کچھ لڑکوں کے حوالے کیا، اُن میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ موجود تھے، وہ ان کے امیر مقرر ہوئے۔ وہ اس آدمی کو لیے گئے اور اسے قتل کر دیا۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ:

- اس میں فَاقْتُلُوْہُ آیت کریمہ: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا [سورۃ المائدۃ ۵:۳۸] کے صریح معارض ہے۔

- امام نسائی فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے اور اس کا راوی مصعب بن ثابت حدیث کے معاملہ میں قوی نہیں۔ [سنن نسائی ۸:۹۱]

مزید فرماتے ہیں: وهذا الحديث ليس بصحيح' ولا أعلم في هذا الباب حديثاً صحيحاً عن النبي ﷺ. [السنن الکبریٰ' نسائی ۴:۳۴۹]

''یہ حدیث صحیح نہیں' اور اسی باب میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث معلوم نہیں۔''

- امام ابن عبد البر لکھتے ہیں: حديث القتل لا أصل له' وقد ثبت عن النبي ﷺ أن لا يحل دمُ إمرئٍ مسلمٍ إلّا بإحدي ثلاث: كفرٍ بعدَ إيمانٍ' أو زِنَى بعد إحصانٍ' أو قتلِ نفسٍ بغير نفسٍ' ولم يذكر فيها السارق. [الاستذکار ۷:۵۴۹]

''چور کو مار ڈالنے کی روایت بے اصل ہے' اس لیے کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ کسی مسلمان کو جان سے مار ڈالنے کے تین وجوہ ہو سکتے ہیں: ارتداد، شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنا اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا۔ آپ ﷺ نے ان میں چور کا ذکر نہیں فرمایا۔''

- امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ حافظ ذہبی اُن کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قلت: بل منكر. [تلخیص المستدرک ۴:۳۸۲]

''میں کہتا ہوں: صحیح نہیں بلکہ منکر ہے۔''

[۲۸۷] الجبن داءٌ' فإذا أُكِل بالجوزِ فهو شفاء. [تاریخ بغداد ۷:۴۰۳]

’’پنیر بیماری ہے، البتہ اسے اگر اخروٹ کے ساتھ کھایا جائے تو پھر شفا ہے۔‘‘

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے، اس کے راوی قزوینی کا نام محمد بن علی ہے جو مجہول ہے، نیز اس کی سند میں ابن بریہ [محمد بن ہارون بن عیسی بن منصور] ہاشمی ہے، جو ذاہب الحدیث تھا اور احادیث وضع کرنے سے متہم تھا۔ [تاریخ بغداد ۷:۴۰۳]

[۲۸۸] الجُمُعَةُ حجُّ الفقراء. [مسند شہاب قضاعی ۱:۸۲' ترجمہ:۵۴' حدیث:۷۹]

’’جمعہ مسکینوں کا حج ہے۔‘‘

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

– اس کا راوی عیسی بن ابراہیم ہاشمی، امام نَسائی اور امام بخاری کی تصریح کے مطابق منکر الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۴۲۶' الضعفاء الصغیر' ترجمہ:۲۶۹' التاریخ الکبیر ۶:۴۰۷]

– اس کا ایک راوی مقاتل بن سلیمان ہے جس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: جھوٹ بولتا تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۵۲۷]

امام وکیع فرماتے ہیں کہ مقاتل کذاب ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۱۷۳' ترجمہ:۸۷۴۱]

محدثین اس کی تکذیب کرتے ہیں اور اس سے روایت لینی ترک کی ہے اور اس پر مجسمہ ہونے کا الزام بھی ہے۔ [تقریب التہذیب ۴:۵۷' ترجمہ:۶۸۶۸]

– مقاتل اس روایت کو امام ضحاک کی سند سے روایت کرتے ہیں حالانکہ اُس پر الزام ہے کہ اس نے اُن کا زمانہ تک نہیں پایا۔ [میزان الاعتدال ۴:۱۷۳' ترجمہ:۸۷۴۱]

۞ یہ روایت اس سند کے ساتھ ان الفاظ میں بھی مروی ہے: الجمعةُ حجُّ المساکین.

[مسند شہاب قضاعی ۱:۸۱' ترجمہ:۵۴' حدیث:۷۸' اخبار اصفہان ۲:۱۹۰]

’’جمعہ مسکینوں کا حج ہے۔‘‘

اور یہ بھی حسبِ سابق موضوع ہی ہے اس لیے کہ اس کا راوی بھی عیسیٰ بن ابراہیم ہاشمی منکر الحدیث ہے اور مقاتل بن سلیمان کذاب ہے۔

حرف الحاء

[۲۸۹] حُبُّ الدُّنيا رأسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ.

[شعب الایمان ۷:۳۳۸، الجامع الصغیر:۳۶۶۲، مشکاۃ المصابیح:۵۲۱۳]

''دنیا کی محبت ہر برائی کا سرچشمہ ہے۔'' [معارف القرآن ۲:۲۸]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: احادیث نبویہ ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں، اس کا تعلق حسن بصری کے مراسیل سے ہے، جب کہ حسن بصری کی مراسیل بالکل بے بنیاد ہوتی ہیں۔ [فتح المغیث:۱۲۸]

امام زرکشی لکھتے ہیں: یہ مالک بن دینار کا قول ہے جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے مکائد الشیطان میں اُن کی سند سے نقل کیا ہے اور امام بیہقی نے اسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے۔ [التذکرۃ:۷۹، حدیث:۹۲]

حافظ ابونعیم لکھتے ہیں: یہ قول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ [حلیۃ الاولیاء ۶:۳۸۸]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ليس هذا محفوظاً عن النبي ﷺ ولكن هو معروف عن جندب ابن عبد الله البَجَلي من الصحابة، ويذكر عن المسيح ابن مريم علیہ السلام وأكثر ما يغلو في هذا اللفظ المتفلسفة، ومَن حذا حذوهم من الصوفية على أصلهم.

[مجموع الفتاویٰ ۱۱:۵۳]

''یہ رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا جندب بن عبداللہ بَجَلِي رضی اللہ عنہ (۱) کے قول سے معروف ہے، جب کہ بعض نے اسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول بتایا ہے۔ فلاسفہ اور ان کے پیروکار صوفیاء اس کو بہت زیادہ بیان کرتے ہیں۔''

یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں: هذا معروفٌ عن جندب بن عبدالله البَجَلِي، وأما عن النبي ﷺ فليس له إسنادٌ معروف. [مجموع الفتاویٰ ۱۸:۶۲]

---

(۱) جندب بن عبداللہ بن سفیان بَجَلِي عَلَقِي ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ پھر بصرہ منتقل ہوئے۔ حسن بصری اور ابن سیرین نے ان سے احادیث کا سماع کیا ہے۔
[الاستیعاب:۱۵۴، ترجمہ:۳۴۲، اسد الغابۃ ۱:۳۸۴، ترجمہ:۸۰۴]

''یہ سیدنا جندب بن عبداللہ بَجَلِي رضی اللہ عنہ کے قول سے معروف ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کوئی معروف سند موجود نہیں۔''

یہ سارے اقوال حافظ سخاوی کی فتح المغیث ۱:۲۴۶ میں بھی منقول ہیں۔

[۲۹۰] حُبُّ الهرَّة من الإيمان.

''بلی سے محبت ایمان سے ہے۔''

امام صغانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[موضوعات الصغانی، بتحقیقی:٦٦، حدیث:۸۱' الاسرار المرفوعۃ:۱۹۱' المصنوع:۹۱]

مولانا عبدالحی لکھنوی نے ملا علی قاری کے حوالہ سے لکھا ہے: حفاظِ حدیث کا اس باب میں اتفاق ہے کہ مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں' بلکہ یہ موضوع ہے۔[ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی:۲۹۲]

[۲۹۱] حُبُّ الوطن من الإيمان.

''وطن کی محبت ایمان سے ہے۔''

یہ بات جڑ مول ہی سے غلط ہے کیونکہ وطن سے محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ سب غیر مسلم اپنے اپنے ملکوں سے محبت رکھتے ہیں' اسے قطعاً ایمان کی علامت نہیں قرار دیا جا سکتا اور بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب (۱):

اِن تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اِس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

[کلیاتِ اقبال اردو:۱٦۰' مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور]

---

(۱) شیخ محمد اقبال بن شیخ نور محمد' ۳ ذوالقعدۃ ۱۲۹۴ھ = ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ خاندان اٹھارویں صدی عیسوی کے اوائل میں حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ والد بزرگوار ان پڑھ تھے لیکن مزاج صوفیانہ اور فلسفیانہ تھا۔ دست کاری ذریعہ معاش تھی۔ علامہ موصوف نے جرمنی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ فارسی اور اردو میں شاعری کی۔ مفکر پاکستان ہیں اور پاکستان کے قومی شاعر۔ ۲۰ صفر ۱۳۵۷ھ = ۲۱- اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔[شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۱:۲۴٦]

[۲۹۲]حسبي مِن سؤالي علمه بحالي.

[معالم التنزیل ۳:۲۱۱،زادالمسیر ۳:۲۰۰،روح المعانی ۱۷-۱۸:۹۰،تفسیر سورۃ الانبیاء ۲۱:۶۸]

''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب منجنیق کے ذریعے آگ میں ڈالنے کی تیاریاں شروع ہوئیں تو جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آ کر پوچھنے لگے: کوئی حاجت ہو تو بتا دیجئے۔آپ نے فرمایا: مجھے سوال کی کیا ضرورت ہے۔میری حالت کا اس کو علم ہے۔میرے لیے یہی کافی ہے۔''

[تفسیر مظہری اُردو ۷:۴۸۵،تفسیر مواہب الرحمٰن ۱۷:۴۹]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ باطل کلام ہے۔[مجموع الفتاوی ۸:۲۶۱]

مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابراہم علیہ السلام نے قطعاً یوں نہیں فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات طلب کرنا افضل عبادت ہے بلکہ دعا تو عین عبادت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:الدعاء هو العبادة.

[سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ [۲] باب الدعاء [۳۵۸] حدیث:۱۴۷۹،سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] تفسیر سورۃ المؤمن [۴۱] حدیث:۳۲۴۷]

''دعا عبادت ہی ہے۔''

اور جو کوئی اللہ تعالی سے اپنی حاجت نہیں طلب کرتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں:

مَن لَّا یدع الله يغضب عليه. [مستدرک ۱:۴۹۱]

خود سیدنا ابراہم علیہ السلام کی ایک جامع دعا سورۃ ابراہیم ۱۴:۳۷-۴۱ میں موجود ہے، نیز ارشادِ ربانی

ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْ خُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ. [سورۃ المؤمن ۴۰:۶۰]

''تمہارے پروردگار نے کہا ہے: مجھے ہی پکارو،میں تمہاری درخواست قبول کر دوں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ بہت جلد جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔''

[۲۹۳]حسنِ محمدی ﷺ

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:

ومنها:مایذکره الوُعَّاظ عند ذِکر الحُسن المحمدي:أنه في ليلة من الليالي سقطت

من يَدِ عائشة رضي الله عنها إبرتها ' ففقدت 'فالتمستها ولم تجد 'فضحك النبي ﷺ و خرجت لمعة أسنانه فأضاء ت الحُجرة ' ورأت عائشة رضي الله عنها بذلك الضوء الإبرة' وهذا وإن كان مذكوراً في معارج النبوة وغيره من كتب السير الجامعة للرطب واليابس 'فلا يستند بكل ما فيها إلّا الناعم والناعس 'لكنه لم يثبت روايةً ودرايةً.

[الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ' بتحقیق:۱۰۴' ذكر بعض القصص المشهورة]

''اوران [جعلی روایتوں] میں وہ روایت بھی ہے جس کو واعظ حسنِ محمدی کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے سوئی گر کر گم ہوگئی' انہوں نے اس کو تلاش کیا مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور آپ کے دانتوں سے نور کی ایک شعاع نکلی جس سے حجرہ روشن ہوگیا اور اس روشنی کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوئی دیکھ لی' یہ روایت اگرچہ معارج النبوۃ وغیرہ سیرت کی کتابوں میں۔ جن میں رطب و یابس سب کچھ ہوتا ہے۔ مذکور ہے' لیکن ان میں درج شدہ ہر چیز سے وہی استناد و استدلال کرے گا جو سویا ہوا ہو یا اونگھ رہا ہو' مگر یہ روایت روایۃً اور درایۃً ثابت نہیں۔''

نیز یہ روایت اُس صحیح روایت کے خلاف میں جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كنتُ أنامُ بينَ يدي رسول الله ﷺ ورِجلايَ في قبلته 'فإذا سجد غمزني 'فقبضتُ رِجلَيَّ 'وإذا قام بَسَطْتُهُمَا 'قالت: والبيوتُ يومئذ ليس فيها مصابيح.

[صحیح بخاری' کتاب الصلاۃ [۸] باب الصلاۃ علی الفراش [۲۱] حدیث: ۳۸۲' صحیح مسلم' کتاب الصلاۃ [۴] باب الاعتراض بین یدی المصلی [۵۱] حدیث: ۲۶۷-[۵۱۲]]

''میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سویا کرتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ کی طرف ہوتے تھے' جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے دباتے پس میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پاؤں پھیلا لیتی اور گھروں میں اُس زمانہ میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔''

امام نووی لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ کی شرح میں لکھتے ہیں: أرادت به الإعتذار 'تقول: لو كان فيها مصابيح لقبضتُ رِجلَيَّ ولما أحوجته إلى غمزي. [شرح صحیح مسلم ۴: ۲۳۰]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ کے جملہ سے عذر پیش کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ

اگر گھروں میں چراغ ہوتے تو آپ کے سجدہ کے وقت میں پاؤں خود سمیٹ لیتی اور آپ کو مجھے دبانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔''

[۲۹۴] حمل العصا علامة المؤمن و سنة الأنبياء.

[الفردوس، حدیث:۲۷۵۰، الجامع الصغیر، حدیث:۳۷۶۱]

''اپنے پاس لاٹھی رکھنا مؤمن کی نشانی اور انبیاء کی سنت ہے۔''

اس کی سند میں یحییٰ بن ہاشم غسانی ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال۴:۴۱۲، فیض القدیر۳:۳۹۷]

[۲۹۵] حياتي خيرٌ لكم و موتي خيرٌ لكم ' أما حياتي فأحدث لكم ' وأما موتِي فتعرض عَلَيَّ أعمالكم عشية الإثنين والخميس ' فما كان من عمل صالح حمدتُ الله عليه، وما كان من عمل سيئٍ استغفرت لكم.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۵۳۳، احیاء علوم الدین۴:۱۴۸]

''میری زندگی اور موت دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں۔ زندگی اس لیے بہتر ہے کہ میں تم سے بات چیت کرتا ہوں اور موت اس لیے کہ مرنے کے بعد پیر اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر اس میں مجھے کوئی نیک عمل دکھائی دے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر کوئی بُرا عمل دکھائی دے تو تمہارے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہوں۔''

–اس کی سند میں خراش بن عبداللہ ہے، جو وضع حدیث سے متہم تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۵۳۵]

– حافظ ذہبی فرماتے ہیں: خراش بن عبداللہ ایک ساقط الاعتبار راوی ہے اس سے نقل کرنے والا سوائے ابوسعید کذاب کے کوئی دوسرا نہیں۔ [میزان الاعتدال۱:۶۵۱، فیض القدیر۳:۴۰۱]

– اس کی سند میں عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد مکی ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: سخت منکر الحدیث ہے۔ اخبار و روایات میں الٹ پلٹ اور ہیر پھیر کرتا ہے۔ مشاہیر سے مناکیر کی روایت کرتا ہے اس لیے چھوڑ دینے کا مستحق ہے۔ [المجروحین۲:۱۵۰]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: امام مسلم نے اگرچہ اپنے صحیح میں عبدالمجید سے روایت لی ہے اور ابن معین اور نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے تاہم اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ [المغنی عن حمل الاسفار۴:۱۴۸]

– اس کا ایک راوی ابوسعید حسن بن علی بن صالح بن زکریا بن یحییٰ بن صالح بن زفر عدوی ہے جو احادیث وضع کرنے اور احادیث چوری کرنے سے بدنام تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۱۹۵]

– نیز یہ روایت اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے، جس میں ارشاد ہے:

تعرض أعمال الناس في كل جمعةٍ مرتين: يوم الإثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبدٍ مؤمن إلّا عبداً بينه وبين أخيه شحناء، فيقال: أتركوا هذين حتى يصطلحا.

[صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ [۴۵] باب النہی عن الشحناء والتہاجر [۱۱] حدیث: ۳۵، ۳۶-[۲۵۶۵]

''ہفتہ میں دودن: پیر اور جمعرات کو انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جائے ہیں، ہر مسلمان کی کوتاہیاں اور غلطیاں معاف کی جاتی ہیں مگر ان دو مؤمنوں کو معاف نہیں کیا جاتا جن کے درمیان عداوت ہو، اُن کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے کہ ان کو اس وقت تک چھوڑ دو جب تک یہ دونوں آپس میں صلح نہ کرلیں۔''

– نیز اُس صحیح روایت کے بھی خلاف ہے، جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر اور جمعرات کے روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس فأحب أن يعرض عملي وأنا صائمٌ.

[سنن ترمذی، کتاب الصوم [٦] باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس [٦] حدیث: ۷۴۷]

''اَعمال، پیر اور جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میں ان دنوں کا روزہ اس لیے رکھتا ہوں کہ میرا عمل روزہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو۔''

[۲۹٦] الحائك ملعونٌ. [الکامل فی ضعفاء الرجال۵:۵٦، الضعفاء الکبیر۲:۱۸۷]

''جولاہا ملعون ہے۔''

امام بخاری فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں اور اس کی سند قائم نہیں۔

[الضعفاء الکبیر۲:۱۸۷، میزان الاعتدال۲:۲٦۹]

اس کا راوی جابر بن یزید جعفی ہے، جو متروک اور کذاب تھا۔[المغنی فی الضعفاء۱:۱۲٦]

[۲۹۷] الحجر الأسود يمين الله في الأرض يصافح بها عباده.

[تاریخ بغداد٦:۳۲۸، اِحیاء علوم الدین۱:۱۰۴، ۲٦۹]

”حجرِ اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے‘ جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔“

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی لکھتے ہیں: بعض حدیثوں میں حجر اسود کو یمین اللہ [اللہ کا ہاتھ] سے تعبیر کیا گیا ہے۔ [تدبر قرآن ۱:۱۸۴]

یہ روایت شدید ضعیف ہے‘ اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی اسحاق بن بشیر کاہلی ہے‘ جس کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں: مالک بن انس‘ ابومعشر نجیح‘ ابوالعلاء کامل اور دیگر اکابر کے نام سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ [تاریخ بغداد ۶:۳۲۸]

امام ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کا شمار حدیث کے وضاعین میں ہوتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۵۵۵-۵۵۸]

امام دارقطنی لکھتے ہیں: متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکین: ۲۸۳‘ ترجمہ: ۹۰]

امام ابن الجوزی لکھتے ہیں: یہ روایت نادرست ہے اس لیے کہ اس کا راوی اسحاق بن بشیر ہے جس کے بارے میں ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں: کذاب تھا اور امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کا شمار واضعین حدیث میں ہوتا ہے۔ [العلل المتناہیۃ ۲:۸۵]

امام ابن فورک نے مشکل الحدیث وبیانہ کے صفحات: ۱۱۷-۱۱۹ میں اس روایت کی تاویلیں نقل کی ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں‘ اس لیے کہ تاویل تصحیح کا فرع ہے اور یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں۔

[۲۹۸] الحديث في المسجد يأكل الحسنات كماتأكل البهائم الحشيش.

[احیاء علوم الدین ۱:۱۵۲‘ الکشاف ۲:۲۵۴‘ تفسیر کبیر ۶:۱۱‘ تفسیر ابی سعود ۴:۵۱‘ تفسیر روح المعانی ۹-۱۰:۳۶۲‘ بذیل تفسیر سورۃ توبۃ ۹:۱۸‘ ۲۱-۲۲:۹۱ بذیل تفسیر سورۃ لقمان ۳۱:۶‘ الکشاف ۳:۴۹۱‘ تفسیر مدارک ۲:۱۳۳۰]

”مسجد میں باتیں کرنا نیکیاں اس طرح کھا جاتی ہیں جیسے جانور گھاس کو کھاتے ہیں۔“

یہ روایت ان الفاظ میں بھی زبان زد ہے:

الحديث المباح في المسجد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب.

”مسجد میں مباح بات چیت نیکیاں اس طرح کھا جاتی ہیں جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔“

حافظ عراقی لکھتے ہیں: میں اس روایت کی اصلیت سے واقف نہیں۔[المغنی عن حمل الاسفار ا:۱۵۲]
ملاعلی قاری لکھتے ہیں: ذخیرۂ احادیث میں یہ روایت نہیں ملتی۔[الاسرار المرفوعۃ:۱۹۴، المصنوع:۹۲]
امام سفارینی (۱) لکھتے ہیں: کذب لا أصل له. [غذاء الالباب شرح منظومۃ الاداب ۲:۲۵۷]
''یہ روایت جھوٹی ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔''
علامہ شامی لکھتے ہیں: مباح کلام مسجد میں جائز ہے، اس لیے کہ اہلِ صفہ کی رہائش مسجدِ نبوی میں تھی، وہیں اُن کا اٹھنا بیٹھنا تھا، وہیں وہ سوتے اور آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے۔[ردالمحتار ا:۴۴۵]

[۲۹۹] الحق يَعْلُو، ولا يُعْلَى.
''حق کامیاب ہوتا ہے اور کبھی ناکام نہیں ہوتا۔''
مولانا محمد انور صاحب کشمیری فرماتے ہیں: الإسلام يعلو ولا يُعلى [صحیح بخاری ۲:۱۱۸] بخاری شریف کے اس ارشاد کو باعتبار تکوین لیا جائے تو اس لیے کہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک مشرق سے مغرب تک حکومت کی ہے حالانکہ اس قدر عرصہ تک شروع دنیا سے اب تک کسی نے بھی حکومت نہیں کی ہے اور پھر حکومت بھی ایسی دبدبہ کی کہ تمام حکومتیں اس کے سامنے ہیچ تھیں۔ انگلستان کا بادشاہ اسلام کو براہ راست خط نہیں لکھ سکتا تھا جو خط لکھا کرتا وہ وزیر کو لکھا کرتا تھا اور باعتبار تشریع کے ظاہر ہے۔لوگوں نے بجائے اس کے الحق يعلو ولا يُعلَى گھڑ لیا ہے، حالانکہ یہ غلط ہے۔
اکثر حق کے مقابلہ میں باطل ہی کامیاب دیکھا ہے، اسی طرح کفر ہمیشہ زیادہ رہا ہے اور مسلمانوں کی تعداد بھی بالنسبۃ بہت کم رہی ہے۔[ملفوظات محدث کشمیری:۴۵۵]

[۳۰۰] الحمد لله دفن البنات من المُكْرَمَات .
[المعجم الکبیر ۱۱:۲۹۰، تاریخ بغداد ۵:۶۷، الکامل فی الضعفاء ۶:۲۹۱، حلیۃ الاولیاء ۵:۲۰۹، تہذیب تاریخ

---

(۱) محمد بن احمد بن سالم سفارینی، ابوالعون۔ حدیث، اصول اور ادب کے محقق عالم تھے۔ نابلس کے ایک گاؤں سفارین میں ۱۱۱۴ھ=۱۷۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ دمشق منتقل ہوئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ نابلس واپس لوٹ کر درس وتدریس اور اِفتاء کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۱۸۸ھ=۱۷۷۴ء کو نابلس ہی میں وفات پائی۔
[سلك الدرر في أعيان القرن العاشر ۴:۳۱-۳۲، الاعلام ۶:۱۴]

دمشق الکبیر ا:۲۹۸‘ ۷:۲۷۹]

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر تعزیت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: الحمدللہ ‘بیٹیوں کو دفنا نا عزت وشرافت ہے۔‘‘

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں اور اپنے اُستاذ حافظ عبدالوہاب الانماطی [۱] کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ قسم اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ قطعی طور پر ہرگز ہرگز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔[الموضوعات۳:۲۳۷]

امام خلیلی [۲] فرماتے ہیں: روی بعض الكذابين عن سفيان عن محمدبن المنكدر عن جابرأن النبي ﷺ قال: دفن البنات من المكرمات‘ وهذا لاأصل له من حديث سفيان وغيره‘ إنما يُروَى عن ابن عطاء الخراساني عن أبيه عن النبي ﷺ مرسلاً‘ وابن عطاء متروكٌ.

[الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث‘ خلیلی:۳۱۸‘ روایت:۵۳‘ التذکرۃ‘ زرکشی:۱۳۷‘ بذیل حدیث:۱۷۸‘ المقاصد الحسنۃ:۳۴۷]

’’بعض کذابین نے سفیان از محمد بن منکدر از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نام سے اسے مرفوعاً نقل کیا ہے حالانکہ سفیان وغیرہ کی سند سے اس کی کوئی اصل نہیں اسے ابن عطا خراسانی اپنے باپ کی سند سے نبی اکرم ﷺ سے مرسلاً روایت کرتا ہے اور ابن عطا متروک ہے۔‘‘

—۱: اس کا پہلا راوی: عثمان بن عطا بن خراسانی ضعیف تھا۔[تقریب التہذیب:۴۱۶‘ ترجمہ:۴۵۰۲]

—۲: دوسرا راوی عطا بن ابی مسلم خراسانی نیک بندہ تھا لیکن اس کا حافظہ ردی اور بے کار تھا اور

---

(۱) عبدالوہاب بن مبارَک بن احمد ابوالبرکات اَنماطی۔ اپنے زمانے میں بغداد کے محدث تھے۔۴۶۲ھ = ۱۰۷۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: سلف صالحین کے مسلک پر تھے۔ اُن کی مجلس میں کبھی کسی کی غیبت نہ سنی گئی۔ سماع حدیث پر کوئی اجر طلب نہیں کرتے تھے۔ بغداد میں ۵۳۸ھ=۱۱۴۳ء کو وفات پائی۔[صید الخاطر:۱۱۴‘ الاعلام۴:۱۸۵]

(۲) خلیل بن عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن خلیل قزوینی ابویعلی خلیلی‘ قاضی اور حافظِ حدیث تھے۔ رجال حدیث سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔۴۴۶ھ=۱۰۵۴ء کو وفات پائی۔[الرسالۃ المستطرفۃ:۱۰۵‘ الاعلام۲:۳۱۹]

بکثرت اَوہام کا شکار ہوا کرتا تھا' اس لیے اس کی روایت نا قابل استدلال ہے۔[المجروحین۲:۱۱۲]
-۳: ایک اور راوی عراک بن خالد بن یزید المری ہے جو مضطرب الحدیث اور غیر قوی تھا۔
[الجرح والتعدیل ۷:۳۸]

[۳۰۱]الحمية رأس الدواء، والمعدةُ بيت الداء، عودوا كل جسم ما اعتاد.

[نفحة العرب:۲۸]

''پرہیز' سارے علاجوں کی بنیاد ہے۔ معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے اور ہر بدن کو اتنا ہی دو جتنا کہ تو نے اس کو خوگر بنایا ہے۔''

حافظ ابن قیم' حافظ سخاوی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: هذا الحديث إنما هو من كلام الحارث ابن كَلَدَةَ طبيب العرب، ولا يصح رفعه إلى النبي ﷺ قاله غير واحد من أئمة الحديث.

[زاد المعاد ۴:۱۰۴' فتح المغیث ۱:۲۴۶' المقاصد الحسنة:۲۱۱' الاسرار المرفوعة:۳۰۹]

''یہ عرب کے طبیب حارث بن کلدۃ کا کلام ہے اور اسے رسول اللہ ﷺ کا کلام بتانا صحیح نہیں۔ یہ اکثر ائمہ فن کی رائے ہے۔''

[۳۰۲] الحيض للجارية البكر ثلاثة أيام ولياليهن، وأكثره خمسة عشر.

''جوان دوشیزہ کا حیض کم از کم تین دن اور تین راتیں اور زیادہ سے پندرہ دنوں کا ہوتا ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے اس روایت کو نقل کرنا باطل' بے بنیاد اور موضوع ہے' اسے ابوالخلد نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے حالانکہ ابوالخلد متکلم فیہ راوی ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے کہ حیض کا اکثر دورانیہ پندرہ دن کا اور کم دورانیہ ایک دن کا ہوتا ہے۔ امام مالک کا مسلک ہے کہ حیض کا مقرر دورانیہ نہیں' لیکن نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے اس بارے میں کچھ بھی منقول نہیں اور اس معاملے میں راجح مسلک یہ ہے کہ یہ ہر عورت کی اپنی اپنی عادت کے مطابق ہوتا ہے۔ بعض کا کم ہوتا ہے اور بعض کا زیادہ۔[مجموع الفتاوی ۲۱:۲۹۷]

حرف الخاء

[۳۰۳] خُذُوا شَطر دينكم عن هذه الحميراء. [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ا:۴۲۱]

''اس گوری [سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا] سے اپنے دین کا بڑا حصہ حاصل کرو۔''

امام زرکشی اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: فأمّا مايلهج به كثير من الفقهاء وعلماء الأصول من إيراد حديث: خذوا شطر دينكم عن هذه الحميراء فإنه ليس له أصلٌ، ولا هو مثبت في شيء من أصول الإسلام، وسألتُ عنه شيخنا أبالحجاج المزي فقال: لاأصل له.

[الاجابۃ فیما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ: ۶۱، البدایۃ والنہایۃ ۸: ۸۵]

''بہت سے فقہاء اور علم اصول کے ماہرین اس روایت کو بکثرت بیان کرتے ہیں لیکن اس کی کوئی اصل نہیں اور دواوین اسلام میں اس کا کہیں بھی کوئی وجود نہیں۔ ہم نے اپنے شیخ حافظ مزی سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے بے اصل قرار دیا۔''

حافظ ابن کثیر ہی نے تخریج احادیث مختصر ابن حاجب میں لکھا ہے کہ یہ روایت شدید ضعیف بلکہ منکر ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۱۹۹، حدیث: ۱۸۵]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: لاأعرفُ له إسناداً، ولا رأيتهُ في شيء من كتب الحديث إلّا في النهاية لإبن الأثير، ذَكَره في مادة: ح م ر، ولم يذكر مَن خَرَّجهُ، و رأيته أيضاً في كتاب الفردوس لكن بغير لفظه، ذكره من حديث أنس رضی اللہ عنہ بغير إسنادٍ أيضاً و لفظه: خُذُوا ثُلُثَ دينكم من بيت الحُمَيرآءَ، وبَيَّضَ له صاحب مسندالفردوس فلم يخرج له إسناداً وذكرالحافظ عمادالدين بن كثير أنه سأل الحافظين: المزي والذهبي عنه فلم يعرفاه.

[مُوَافَقَةُ الْخُبْرِ الْخَبَرَ ا: ۱۴۹، مجلس: ۳۷، الاسرار المرفوعۃ: ۱۹۸، حدیث: ۱۹۵]

''مجھے اس کی کوئی سند معلوم نہیں اور سوائے ابن اثیر کے نہایہ کے میں نے کہیں اور اسے دیکھا ہی نہیں جب کہ ابن اثیر نے بھی یہ نہیں بتایا کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ فردوس میں بھی اس کو نقل کیا گیا ہے مگر اُس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ حمیرا کے گھر سے اپنے دین کا تہائی حصہ حاصل کرو نیز دیلمی نے بھی اسے بغیر کسی سند کے نقل کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ میں

نے حافظ مزی اور حافظ ذہبی سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے اس کے بارے میں اپنی لاعلمی ہی ظاہر کی۔“

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس کی کوئی معروف اصل نہیں۔[المصنوع:۹۸‘ حدیث:۱۲۱]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ ذہبی نے فرمایا: یہ اُن واہی اور بے اصل روایات میں سے ہے جن کی کوئی سند نہیں ہوتی۔[الدرر المنتثرة:۱۱۳‘ حدیث:۲۱۰]

[۳۰۴]خرجَ النبي ﷺ ذات ليلة في رمضان فصلى الناسُ أربعة وعشرين ركعة وأوتر بثلاثةٍ. [تاریخ جرجان‘ حافظ حمزہ بن یوسف سہمی:۳۱۷‘ ترجمہ:۵۵۶]

”رسول اللہ ﷺ رمضان کی ایک رات [گھر سے] باہر تشریف لائیتو لوگوں نے چوبیس رکعتیں پڑھیں [جن میں سے چار رکعتیں فرض نماز کی ہیں اور بیس رکعتیں تراویح کی] اور تین رکعات وتر پڑھی۔“

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی محمد بن حُمید الرازی ہے جو ضعیف تھا۔ یعقوب ابن شیبہ فرماتے ہیں: کثرت سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ امام ابوزرعۃ فرماتے ہیں: جھوٹا ہے۔ امام کوسج فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔ امام ابن خراش فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن حُمید نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم! وہ جھوٹ بولتا تھا اور بہت سے علماء سے منقول ہے کہ ابن حُمید احادیث چوری کرتا تھا۔ امام نسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں اور امام صالح جزرۃ فرماتے ہیں: میں نے جھوٹ بولنے میں ابن حُمید سے بڑھ کر کوئی تجربہ کار نہیں دیکھا۔

[میزان الاعتدال۳:۵۳۰]

[۳۰۵]خصلتان معلقتان في أعناق المؤذنين للمسلمين: صلاتهم وصيامهم.

[سنن ابن ماجۃ‘ کتاب الاذان[۳] باب السنۃ فی الاذان[۳] حدیث:۷۱۲‘ مشکاۃ‘ حدیث:۶۸۸]

”مسلمانوں کی دو چیزیں مؤذنین کے گلوں میں بندھی ہوئی ہوں گی: اُن کی نمازیں اور اُن کے روزے۔“

یہ روایت شدید ضعیف ہے‘ اس لیے کہ:

- اس کا راوی بقیہ بن ولید مدلس تھا اور اکثر وبیشتر ضعفا و مجاہیل کے ناموں میں تدلیس کیا کرتا تھا۔[تعریف اہل التقدیس:۱۲۱‘ ترجمہ:۱۱۷-[۱]] جب کہ اُس کی یہ روایت معنعن بھی ہے۔
- بقیۃ بن ولید کا استاذ مروان بن سالم جزری ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۷:۳۷۳، ترجمہ:۱۶۰۲]
امام ابوعروبۃ فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال ۴:۹۰]
[۳۰۶] خُلِقتُ أنا وعليٌّ من نور، وكُنَّا عن يمين العرش قبل أن يخلق الله آدم بألفي عام ثم خلق اللهآدم فانقلبنا في أصلاب الرجال، ثم جعلنا في صلب عبدالمطلب، ثم شق أسماء نامِن اسمه فالله محمودوأنامحمد وأنا محمد، والله الأعلى، وعلى علياً.
"میں اور علی ایک نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ آدم کی ولادت سے دو ہزار سال پہلے ہم عرش کے دائیں جانب تھے پھر ہمیں مردوں کی اَصلاب میں منتقل کر دیا گیا پھر ہم دونوں ہمارے دادا عبدالمطلب کی پیٹھ کو منتقل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں سے ہمارے ناموں کو مشتق کیا۔ پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ﷺ ہوں۔ اللہ کا نام اعلیٰ ہے اور علی، علی ہیں۔"
امام ابن جوزی اور حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اسے جعفر بن احمد نے وضع کیا ہے جو رافضی اور وضاع تھا۔ [الموضوعات ۱:۳۴۰، اللآلی المصنوعۃ ۱:۲۹۴]
حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ابوالعلاء جعفر بن احمد علی بن بیان بن زید بن سیابہ کے متعلق ہمارا یقین ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا اور وہ رافضی بھی تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۴۰۰]
[۳۰۷] خُلقتُ أناوهارون بن عمران ويحيى بن زكريا وعلي بن أبى طالب من طينة واحد. [تاریخ بغداد ۶:۵۹]
"میں ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریا اور علی بن ابی طالب ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔"
امام ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اس کو وضع کرنے والا محمد بن خلف مروزی ہے جس کے متعلق امام ابن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا اور امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔ [الموضوعات ۱:۳۴۰]
حافظ سیوطی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اور یہ محمد بن خلف بن عبدالسلام مروزی کا کیا دھرا ہے۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱:۲۹۴]
[۳۰۸] خُلِقَت النَّخلة والرمانُ والعنبُ من فضل طينة آدم.
[تاریخ مدینۃ دمشق ۷:۳۸۲، الجامع الصغیر، حدیث:۳۹۳۷]
"کھجور، انار اور انگور [سیدنا] آدم [علیہ السلام] کے فالتو مٹی سے پیدا کیے گئے۔"

علامہ عینی لکھتے ہیں: **وقال الكرماني:** قيل إن النخلة خلقت من بقية طينة آدم فهي كالعمة للأناسي، **قلتُ:** روي فيه حديث مرفوعٌ، ولكنه لم يثبت. [عمدۃ القاری۳:۱۵]

''کرمانی کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ کھجور سیدنا آدم علیہ السلام کی باقی ماندہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے تو یہ انسانوں کے لیے بمنزلہ پھوپھی کے ہے۔ میں [علامہ عینی] کہتا ہوں: اس بارے میں ایک مرفوع حدیث وارِد ہے لیکن وہ ثابت نہیں۔''

علامہ مناوی لکھتے ہیں: اس کا راوی مطعون فیہ ہے۔ [فیض القدیر۳:۴۵۰]

اس کا راوی عُمارۃ بن جُوَین ابو ہارون عبدی ہے جو ہیں تو تابعی لیکن حدیث کے معاملہ میں نہایت کمزور ہے۔ محدث حماد بن زید نے اسے کذاب کہا ہے۔ امام شعبہ کہتے ہیں: میں ابو ہارون سے روایت لینے کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ مجھے قتل کیا جائے۔ امام نسائی کہتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ امام دارقطنی اسے متلون [رنگین مزاج] خارجی اور شیعہ کہتے ہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں: کذاب ومفتری ہے۔ [میزان الاعتدال۳:۱۷۳، ترجمہ:۶۰۱۸]

[۳۰۹] خلق الله الإيمان فحَفَّه بالسماحة والحياء، وخلق الكفر فحَفَّهُ بالبخل والجفاء

''اللہ تعالیٰ نے ایمان کو پیدا کیا اور اسے وفاداری اور حیا سے ڈھانک دیا اور کفر کو پیدا کیا اور اسے بخل اور ظلم سے ڈھانک لیا۔''

امام جورقانی لکھتے ہیں: ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے کیونکہ اس کے دو راوی: ابن زید اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں جب کہ دو راوی: اسماعیل بن ابی اسرائیل اور اسد بن خالد متروک ہیں۔ [الاباطیل ۱:۴۹-۵۰، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ۲:۱۴۲]

[۳۱۰] خُلِقَ الورد الأحمر من عرق جبريل ليلة المعراج، وخلق الورد الأبيض من عرقي وخلق الورد الأصفر من عرق البراق.

[تاریخ مدینۃ دمشق۱۳:۱۳۱، ترجمہ:۱۳۶۲، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر۴:۱۹۳]

''معراج کی رات سرخ گلاب جبریل [علیہ السلام] کے پسینہ سے، سفید گلاب میرے پسینہ سے اور زرد گلاب براق کے پسینہ سے پیدا کیے گئے۔''

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں: سعيد بن محمد والحسن بن عبدالواحد مجهولان، وهذا حديث موضوعٌ، وضعه من لاعلم له، ورَكَّبَهٗ على هذا الإسناد الصحيح.

[تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳:۱۳۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۴:۱۹۳-۱۹۴، لسان المیزان ۲:۲۱۹]

اس کے دو راوی: سعید بن محمد اور حسن بن عبدالواحد مجہول ہیں، یہ روایت موضوع ہے اور اسے کسی بے علم نے وضع کر کے اس صحیح سند کے ساتھ لگا دی ہے۔"

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: حسن بن عبدالواحد قزوینی غیر معروف راوی ہے اور اس کی یہ روایت جھوٹی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۵۰۲، لسان المیزان ۲:۲۱۹]

[۳۱۱] خلقني الله من نوره، وخلق أبابكر من نوري، وخلق عمر من نور أبي بكر، وخلق أمتي من نور عمر، وعمر سراج أهل الجنة.

"اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا کیا۔ ابو بکر [رضی اللہ عنہ] کو میرے اور عمر [رضی اللہ عنہ] کو ابو بکر [رضی اللہ عنہ] کے نور سے پیدا کیا۔ میری ساری امت کو عمر [رضی اللہ عنہ] کے نور سے پیدا کیا اور عمر [رضی اللہ عنہ] سارے جنتیوں کے چراغ ہیں۔"

اس کا راوی احمد بن یوسف مَنبِجی ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: معروف نہیں۔ اس کی ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے اور پھر زیر بحث روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۱۶۶]

حافظ ابونعیم کہتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور کتاب الٰہی کے خلاف ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۱۶۶، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱:۳۳۷]

[۳۱۲] خللوا أصابعكم كي لا تتخللها نار جهنم. [سنن الدارقطنی ۱:۹۵، الهدایۃ ۱:۶]

"انگلیوں کا خلال کیا کرو تا کہ جہنم کی آگ ان کا خلال نہ کرے۔"

حافظ زیلعی فرماتے ہیں: ان الفاظ سے ضعیف ہے۔ [نصب الرایۃ ۱:۲۶]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: اس کی سند نہایت کمزور ہے۔ [الدرایۃ ۱:۲۴]

اس کی سند میں یحییٰ بن میمون التمار ہے جو کذاب اور گھڑنتو تھا۔

[الجرح والتعدیل ۹:۱۸۹، نصب الرایۃ ۱:۲۶]

اس کی ایک اور سند میں عمر بن قیس ہے جس کا لقب سندل ہے، جو متروک اور ضعیف تھا۔

[الجرح والتعدیل ۶:۱۲۹، ۱۳۰ نصب الرایۃ ۱:۲۶]

انگلیوں کے خلال کے متعلق صحیح احادیث وارِد ہیں لیکن ان میں انگلیوں کا خلال چھوڑنے پر اتنی شدید وعید مذکور نہیں۔ دیکھئے :سنن ترمذی' احادیث: ۳۸' ۸۸۷' سنن نسائی' حدیث: ۱۱۴' سنن ابن ماجۃ' احادیث: ۴۴۶' ۴۴۷' مسند احمد ۴: ۳۳' نصب الرایۃ ۱: ۲۷' الدرایۃ ۱: ۲۴۔

[۳۱۳] خیرُ الأعمالِ الصلاۃُ في وقتھا. [المستدرک ۱: ۱۸۹]

''تمام اعمال میں سے بہتر اول وقت میں نماز پڑھنا ہے۔''

قرآن مجید میں ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰباً مَّوْقُوْتاً. [سورۃ النساء ۴: ۱۰۳]

''بے شک نماز اہل ایمان پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔''

جس سے مقررہ اوقات میں نماز پڑھنے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ رہی یہ روایت سو حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اس کی سند میں یعقوب بن ولید مدنی کذاب ہے۔ [تلخیص المستدرک ۱: ۱۸۹]

[۳۱۴] خیرکم من لم یترك آخرته لدنیاه' ولا دنیاه لآخرته' ولم یکن کَلّاً علی الناس.

[تاریخ بغداد ۴: ۲۲۱]

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو نہ تو آخرت کو دُنیا کے لیے اور نہ دُنیا کو آخرت کے لیے ترک کر دے اور لوگوں پر بوجھ بھی نہ بنے۔''

خطیب بغدادی اس روایت کے بعد لکھتے ہیں: اسے نعیم بن سالم بن قنبر نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ [تاریخ بغداد ۴: ۲۲۱]

نعیم کے نام میں اختلاف ہے۔ حافظ ذہبی نے اس کا نام یغنم بن سالم بن قنبر لکھا ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ [میزان الاعتدال ۴: ۴۵۹]

جسے امام ابوحاتم ضعیف اور مجہول کہتے ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۹: ۳۱۴]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: یہ راوی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام لے کر احادیث وضع کرتا تھا۔

[المجروحین ۲: ۴۹۸]

حافظ ابن حجر نے اس کا نام نعیم بن سالم بن قنبر لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کا ضعف مشہور ہے اور یہ متروک الحدیث ہے۔ [لسان المیزان ۶: ۱۶۹]

[۳۱۵]خیر نساء کم العفیفة الغَلِمَةُ.

''تمہاری عورتوں میں سے وہ عورتیں بہتر ہیں جو پاک دامن، ہیجان انگیز اور شہوتی ہوں۔''

اس کا راوی اسماعیل بن عیاش ابوعتبہ حمصی عنسی ہے جو اپنی جوانی کے زمانے میں تو حافظ اور متقی تھا لیکن بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہو گیا اور ایک متن کو دوسری متن اور ایک سند کو دوسری سند میں داخل کرنے لگا۔ جس شخص کی حالت اتنی خراب ہو جاتی ہے اس کی غیر مختلط روایات بھی نا قابل احتجاج ہوتی ہیں۔ [المجروحین ۱:۱۳۲]

[۳۱۶] الخلق کلهم عیال الله، فأحب الخلق إلی الله من أحسن إلی عیاله.

[مسند ابی یعلی ۶:۶۵، حدیث: ۳۳۱۵، ۶:۱۰۶، حدیث: ۳۳۷۱، ۶:۱۹۴، حدیث: ۳۴۷۸، المعجم الأوسط ۴:۱۵۳، حدیث: ۵۵۴۱، مسند شهاب ۲:۲۵۵، ترجمہ: ۱۳۰۶، حدیث: ۸۱۳، شعب الایمان ۶:۴۲-۴۳]

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس ساری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کو وہی شخص پسندیدہ ہے جو اُس کے کنبے کے ساتھ احسان کرے۔''

—اس کا ایک راوی یوسف بن عطیہ ہے۔ امام بخاری نے اس کی کنیت ابوسہل بتائی ہے اور فرمایا ہے: منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۸:۳۸۷]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت اس کی مناکیر میں مثال کی طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۴:۴۶۸-۴۶۹]

امام زرکشی اور امام ہیثمی بھی یوسف بن عطیہ کو جو متروک کہتے ہیں۔

[التذکرۃ: ۱۴۴ حدیث: ۱۹۴، مجمع الزوائد ۸:۱۹۱]

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: متروک تھا۔ [تقریب التهذیب: ۶۴۲، ترجمہ: ۷۸۷۳]

—ایک اور راوی عمیر ابوہارون قرشی ہے جو بھی متروک تھا۔ [مجمع الزوائد ۸:۱۹۱، التذکرۃ: ۱۹۵]

اس روایت کو خطیب نے [تاریخ بغداد ۶:۳۳۴ میں] نقل کیا ہے جس کی سند میں موسیٰ بن عمر قرشی ابوہارون کوفی ہے جو حکم بن عتیبہ کے استاذ اور اسحاق بن کعب بغدادی کے شاگرد ہیں۔

[تہذیب الکمال ۲۹:۱۲۸]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث اور کذاب تھا۔ [الجرح والتعدیل ۸:۱۵۵]

اس لیے امام ابن الجوزی فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں۔ [العلل المتناہیۃ ۲:۲۹]

حرف الدال

[۳۱۷] دخل عليَّ رسول الله ﷺ و بين يدي أربعة آلاف نواة أسبح بها فقلتُ : لقد سَبَّحتُ بهذه فقال: ألا أعلمك بأكثرمما سَبَّحتِ؟ فقلت:علمني،فقال:قولي: سبحان الله عدد خلقه. [سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] بابٌ [۱۰۴] حدیث ۳۵۵۴، المستدرک ۱:۵۴۷ ترغیب وترہیب ۲:۴۳۹]

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا (۱) فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں داخل ہوئے اور میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں پڑی تھیں، جنہیں میں اَوراد کے لیے استعمال کیا کرتی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اس سے زیادہ تعداد سکھاتا ہوں۔کہو! سبحان الله عدد خلقه.

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰:۷۰۰]

امام ترمذی اس روایت کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ روایت غریب یعنی ضعیف ہےاوراس کی سند معروف نہیں، جب کہ امام حاکم اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح الاسناد لکھا ہے حالانکہ ایسا نہیں یہ ان دونوں کی بھول ہے، کیونکہ اس کی سند میں:

۱: ہاشم بن سعید کوفی ہے، جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: وہ ہاشم جس سے کنانہ روایت کرتا ہے۔ليس بشيء تھا۔[التاریخ ۲:۶۱۵، ۳:۴۵۲]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی تمام روایات کی کوئی بھی تائید نہیں کرتا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۲۵۷۴]

۲: اس کی سند میں کنانہ ہے جو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا آزاد کردہ غلام تھا، جو مجہول الحال ہے

---

(۱) صفیہ بنت حُیَی بن اخطب، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔جاہلیت میں شریف خاتون کے طور پر مشہور تھیں۔یہود کے دین پر تھیں۔مدینہ منورہ سے تعلق تھا۔سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں۔علیحدگی ہوئی، جس کے بعد کنانہ بن ربیع کے نکاح میں تھیں، جو غزوۂ خیبر میں قتل کیا گیا انہوں نے اسلام قبول کیا تو ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں، اُن سے دس اَحادیث مروی ہیں۔۵۰ھ=۶۷۰ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائیں۔

[اسد الغابۃ ۵:۴۸۱، ترجمہ:۶۲۶۰، الاعلام ۳:۲۰۶]

اوراس کی توثیق ابن حبان کے سوا کسی اور نے نہیں کی ہے' حالانکہ ابن حبان کی توثیق نا قابل قبول ہے۔

[۳۱۸] دخَلتُ على الجَنَّةِ فإذا أكثَرَ أهلها البُلهُ. [تاریخ مدینۃ دمشق ۴۳: ۵۳۳]

''میں جنت میں داخل ہوا جہاں اکثریت بے وقوفوں کی تھی۔''

حافظ ابن عساکر' امام ابن شاہین کے حوالے سے لکھتے ہیں: مصعب بن ماہان اس کو ثوری سے نقل کرنے میں منفرد ہے۔ [تاریخ مدینۃ دمشق ۴۳: ۵۳۳]

جب کہ مصعب بن ماہان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صدوق' عابد اور کثیر الخطأ تھے۔

[تقریب التہذیب: ۵۶۲' ترجمہ: ۶۶۹۴]

اس کی سند میں احمد بن عیسیٰ بن زید خشاب ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: مجاہیل سے مناکیر اور مشاہیر سے مقلوبات روایت کرتا ہے اس لیے جن روایات میں یہ منفرد ہوں وہ نا قابل استدلال ہوتی ہیں۔ [المجروحین ۱: ۱۶۰' ترجمہ: ۷۷]

امام دارقطنی نے انہیں الضعفاء [ترجمہ: ۷۳] میں ذکر کر کے فرمایا ہے: قوی نہیں ہیں۔

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے ساتھ باطل ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۳۱۵' ترجمہ: احمد بن عیسیٰ بن زید خشاب]

[۳۱۹] دخلتُ الجنة فرأيت فيها ذئباً فقلتُ: ذئبٌ في الجنة؟ فقال: إني أكلتُ ابن شرطي'

قال ابن عباس رضي الله عنه: هذا قد أكل ابنه فلو أكله رُفع في عليين.

''میں جنت کو داخل ہوا تو اس میں ایک بھیڑیے کو دیکھا، میں نے پوچھا: کہاں بھیڑیا اور کہاں جنت بھیڑیے نے مجھے کہا: میں نے پولیس کے ایک سپاہی کا بیٹا کھا لیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تو اُس نے سپاہی کا بیٹا کھا لیا ہے' اگر یہ پولیس کے سپاہی کو کھا لیتا تو اسے علیین میں پہنچا دیا جاتا۔'

امام ابن حبان فرماتے ہیں: بلاشبہ یہ حدیث موضوع ہے' اس لیے کہ اس کا راوی عمرو بن خُلَیف الحتاوی ابو صالح ہے جو جعلی احادیث بنایا کرتا تھا۔ [المجروحین ۲: ۸۰]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند اور اس کے علاوہ تمام دوسری اسناد کے ساتھ باطل ہے' اسے سوائے عمرو بن خُلَیف کے اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ عمرو بن خُلَیف نے اس کے علاوہ کئی اور احادیث وضع کی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۲۶۳]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ حدیث جھوٹی ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۲۵۹؛لسان المیزان۴:۳۶۳]

[۳۲۰]درهمهم حرامٌ،وثوبهم سحتٌ،وكلامهم رياءٌ.

[تفسیر القرطبی۱:۳۷۴،تفسیر سورۃ البقرۃ۲:۴۱]

''[سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے معلمین کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:[ان کی دولت حرام،ان کا اوڑھنا بچھونا حرام اور ان کی باتیں ریاکاری کی ہوتی ہیں۔''

امام قرطبی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کی کوئی اصل واساس نہیں۔

[تفسیر قرطبی۱:۳۷۶]

[۳۲۱] الدجاج غَنَمُ فقراءُ أمتي والجمعةُ حجُّ فقرائها. [المجروحین۲:۴۳۸،ترجمہ:۱۱۵۳]

''مرغی میری امت کے فقرا کے لیے بمنزلہ بکری کے ہے اور جمعہ اُن کے لیے بمنزلہ حج کے ہے۔''

امام ابن حبان اور امام ابن الجوزی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع اور بے اصل ہے۔

[المجروحین۲:۴۳۸،الموضوعات۳:۸]

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی ہشام بن عبداللہ رازی روایات میں وہم کا شکار رہا کرتا تھا۔ ثقہ راویوں سے روایت نقل کرنے میں غلطی کیا کرتا تھا اور مخالفت ثقات(۱) ہی کی وجہ سے اس کی روایت ناقابل استدلال ٹھہری۔[المجروحین۲:۴۳۸]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: یہ جھوٹی اور موضوع روایت ہے اور اس کی ساری ذمہ داری محمش پر عائد ہوتی ہے اس لیے کہ وہ ثقات کی سند سے موضوع احادیث نقل کرتا تھا۔

[الموضوعات، ابن الجوزی۳:۸]

[۳۲۲]الدرجة الرفيعة.

حافظ سخاوی، ملا علی قاری حنفی اور امام عجلونی لکھتے ہیں: اذان کی دعا میں اسے داخل کیا گیا ہے

---

(۱) مخالفتِ ثقات: راوی میں طعن کا آخری سبب مخالفت ثقات، یعنی ثقہ راویوں سے مخالفت ہے، جس کی پانچ قسمیں ہیں:[۱]مُدرَج[۲]مقلوب[۳]المزيد في متصل الأسانيد[۴]مُضطَرب[۵]مُصَحَّف و محرَّف.

حالانکہ روایات حدیث میں اس کا وجود تک نہیں۔

[المقاصد الحسنۃ:۳۴۳'الاسرار المرفوعۃ:۵:۲۰'المصنوع:۱۰۰' کشف الخفاء ۱:۴۸۳]

حافظ ابن حجر اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: اس روایت کے کسی بھی طریق میں الدرجة الرفيعة کا ذکر تک نہیں۔ بعض لوگ اس پر یا أرحم الراحمين کا اضافہ کرتے ہیں جو بھی اس کی طرح بالکل بے اصل ہے۔[تلخیص الحبیر ۱:۲۱۰'ردالمحتار ۱:۲۹۳]

[۳۲۳] الدُّعاءُ مُخُّ العبادةِ . [سنن ترمذی' کتاب الدعوات[۴۹] باب ماجاء فی فضل الدعاء[۱] حدیث: ۳۳۷۱'مشکاۃ المصابیح' حدیث:۲۲۳۱]

''دعا عبادت کا مغز ہے۔''

یہ روایت نہایت کمزور ہے اس لیے کہ:

–اس کا سارا دارومدار عبداللہ بن لہیعۃ پر ہے جو کتابیں جل جانے اور گھر میں چوری ہو جانے کے بعد اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔[تقریب التہذیب:۳۵۳' ترجمہ:۳۵۶۳]

نیز کمزور راویوں سے تدلیس (۱) بھی کرتا تھا جب کہ اُس کی یہ روایت مُعَنعَن ہے' اس لیے یہ روایت شدید ضعیف ہے۔ امام ترمذی بھی اسے غریب ہی کہتے ہیں۔

–اس کا راوی ولید بن مسلم بھی بکثرت تدلیس کیا کرتا تھا اور تدلیس التسویۃ (۲) کا مرتکب تھا۔

[تقریب التہذیب:۶۱۴' ترجمہ:۷۴۵۶]

---

(۱) لغت میں تدلیس کے معنی ہیں: دلَّس فی البیع وفی کل شئ: إذا لم يُبَيِّن عَيْبَهُ. [تہذیب اللغۃ ۱۲:۲۵۲]

''بائع کا مشتری سے فروخت کی جانے والی چیز کا عیب چھپا لینا۔''

تدلیس دَلَّسَ سے مشتق ہے جس کے معنی ظلمت وتاریکی کے ہیں: الدَّلَسُ: السَّواد' و الظلمة.

[تہذیب اللغۃ ۱۲:۲۵۲]

اصطلاح میں تدلیس کے معنی سقطِ خفی کے ہیں' یعنی راوی اپنے استاذ کو، جس سے یہ حدیث سنی ہے' حذف کر کے مافوق سے' جس سے ملاقات تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سنی ہو، اُس سے اس طرح روایت کرے کہ اس استاذ کو محذوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سنا ہو: ومن هذا أُخِذَ التدليسُ في الإسناد' وهو أن يُّحَدِّث به عن الشيخ الأكبر' وكان قدرآهُ ' وإنما سمعه عَمَّن دونَه ممن سمعه منه.

[تہذیب اللغۃ ۱۲:۲۵۳]

(۲) تَدْلِيسُ التَّسْوِيَةِ کا مطلب یہ ہے کہ کسی راوی کے شیخ کا نام اس لیے ذکر نہ کیا جائے کہ وہ ضعیف یا ......

[۳۲۴]الدم مقدارالدرهم يغسل و تعادُ منه الصلاة. [تاریخ بغداد۹:۳۳۰]

''درہم کے برابر خون کو جسم اور کپڑے سے دھویا جائے اور اس کے ساتھ پڑھی گئی نماز کا اعادہ کیا جائے۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کا مرکزی راوی نوح بن ابی مریم کذاب ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ: ۲۰۵، حدیث:۲۰۳]

امام بخاری فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا، اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔

[التاریخ الصغیر۲:۱۶۵، ۲۱۰]

علامہ محمد طاہر ہندی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [تذکرۃ الموضوعات:۳۳]

[۳۲۵] الدنيا جِيفةٌ والناسُ كلابُها.

''دنیا مردار ہے اور لوگ اس کے کتے ہیں۔''

فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ یہ مضمون بلا شبہ حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ سرسری نظر سے بعینہ یہ الفاظ نہیں ملے۔ [احسن الفتاوی۱:۵۱۵]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اسے ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

[الدرر المنتثرۃ:۱۱۹، حدیث:۲۳۰]

امام صغانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [موضوعات الصغانی، بتحقیقی:۴۱، روایت:۳۵]

علامہ عجلونی لکھتے ہیں: اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے لیکن یہ حدیث نبوی نہیں ہے اور نجم فرماتے ہیں: مرفوع حدیث میں یہ ثابت نہیں۔ [کشف الخفاء و مزیل الالباس۱:۴۹۲، حدیث:۱۳۱۳]

[۳۲۶] الدنيا مزرعة الآخرة.

''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔''

......صغیر السن [عمر میں چھوٹے] ہیں، اس کے بجائے یہ ظاہر کیا جائے کہ حدیث صرف ثقات سے مروی ہے تاکہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے، یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے:

منہا تدليس التسوية وهو أن يسقط غير شيخه لضعفه أو لِصِغره فيصير الحديث ثقة عن ثقة فيحكم له بالصحة، وفيه تحذير شديد، وهذا التدليس أفحش أنواع التدليس مطلقاً و شرها.

[الباعث الحثيث:۶۴]

احادیث کی کتابوں میں اس کا نام ونشان تک موجود نہیں۔امام غزالی نے اسے رسول اکرم ﷺ کی حدیث کہہ کر بغیر سند کے نقل کیا ہے۔[احیاءعلوم الدین۴:۱۹]
حافظ عراقی اور حافظ سخاوی لکھتے ہیں: یہ حدیث ہمیں مل نہ سکی۔
[المغنی عن حمل الاسفار۴:۱۱۹،المقاصد الحسنۃ:۳۵۱]

[۳۲۷] الدَّینُ شَینُ الدِّین. [مسند شہاب۱:۵۳،ترجمہ:۱۹،حدیث:۳۱]
''قرض دین داری کے لیے عیب ہے۔''
یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:
–اس کے راوی عبداللہ بن شبیب کے بارے میں محدث ابن خراش فرماتے ہیں: واضعین حدیث سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔امام فضلک رازی فرماتے ہیں: حلال الدم ہے۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال۵:۴۳۰،ترجمہ:۱۳۲-[۱۰۹۹]
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: واہی ہے اور امام ابومحمد الحاکم فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث تھا۔
[المغنی فی الضعفاء۱:۳۴۲،ترجمہ:۳۲۱۲]
حافظ ذہبی ہی نے زیر بحث روایت اُس کے موضوعات میں بطورِ مثال پیش کی ہے۔
[میزان الاعتدال۲:۴۳۹،ترجمہ:۴۳۷۶]
– نیز اس صحیح حدیث کے معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوشحم نامی یہودی سے [مسند امام شافعی بترتیب السندی۲:۱۶۳-۱۶۴،احادیث ۵۶۵،۵۶۶،۵۶۷،بترتیب سنجر۳:۲۱۳،احادیث: ۱۴۷۴-۱۴۷۶] اپنی خانگی ضروریات کے لیے [سنن ابن ماجہ،کتاب الرہون[۱۶]بابٌ[۱]احادیث: ۲۴۳۶-۲۴۳۹] تیس صاع جَو ادھار لیے تھے اور اپنی لوہے کی زرہ اُس یہودی کے پاس رہن رکھی تھی [صحیح بخاری،کتاب المغازی[۶۴]بابٌ[۸۷]حدیث:۴۴۶۷،صحیح مسلم،کتاب المساقاۃ[۲۲]باب الرہن وجوازہ فی الحضر والسفر[۲۴]احادیث:۱۲۴-۱۲۶[۱۶۰۳] جو آپ ﷺ کی وفات پا جانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چھڑائی تھی۔ [فتح الباری۵:۱۴۲،بذیل حدیث:۲۵۰۹]

حرف الذال

[۳۲۸] ذَكاةُ الأرض يُبسها.

''[گندی] زمین کا خشک ہونا اُس کا صاف ہونا ہے۔''

امام زرکشی فرماتے ہیں: مرفوعاً یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔ یہ امام محمد بن حنفیہ کا قول ہے جسے امام ابن جریر نے تہذیب الآثار میں نقل کیا ہے۔ [التذکرۃ: ۳۳، حدیث: ۱۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔ [تلخیص الحبیر ۱: ۳۷، حدیث: ۳۱]

امام ابن ابی شیبہ نے ابوجعفر بن علی، ابوقلابہ اور محمد بن الحنفیۃ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ۱: ۴۳۰-۴۳۱، روایات: ۶۲۹، ۶۳۰]

مولانا عبدالحی لکھنوی حافظ بدرالدین عینی کے [نصب الرایہ ۱: ۲۱۱-۲۱۲ کے] حوالہ سے لکھتے ہیں: اسے کسی نے بھی مرفوعاً روایت نہیں کیا ہے البتہ اسے امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابوجعفر بن علی اور محمد بن الحنفیۃ سے نقل کیا ہے۔ [ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی: ۲۹۲]

[۳۲۹] الذبیح اسحاق علیہ السلام. [التاریخ الکبیر ۲: ۲۹۲، ترجمہ: ۲۵۱۳، المستدرک ۲: ۵۵۹]

''سیدنا اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں۔''

– تاریخ کبیر کی روایت کا راوی حسن بن دینار ہے جو امام ابن معین، امام ابن مہدی، امام وکیع (۱) اور امام عبداللہ بن مبارک کی تصریح کے مطابق متروک ہے۔ امام ابن معین کے نزدیک لیس بشيء تھا۔ [التاریخ ۲: ۱۱۳، نص: ۴۱۵۷]

(۱) وکیع بن الجراح بن ملیح الرؤاسی، ابوسفیان، ثقہ حافظ حدیث تھے۔ اپنے زمانے میں محدثِ عراق تھے۔ ۱۲۹ھ =۷۴۶ء کو کوفہ میں پیدا ہوئے جہاں اُن کے والد بیت المال کے ناظر تھے۔ فقہ اور حدیث کے علوم حاصل کیے خوب شہرت کمائی۔ ہارون الرشید نے انہیں کوفہ کے قضاء کا عہدہ پیش کیا مگر اُنہوں نے ازراہِ تقویٰ قبول کرنے سے انکار کیا صائم الدہر تھے۔ ۱۹۷ھ =۸۱۲ء کو حج سے واپس جاتے ہوئے فَیْد میں وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۹: ۱۴۰، الاعلام ۸: ۱۱۷]

–اس روایت کا ایک راوی علی بن زید بن جُد عان ہے جو اگر چہ صحیح مسلم کا راوی ہے لیکن رافضی تھا اور بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔[میزان الاعتدال ۳:۱۲۷،۱۲۸]

اس کے بارے میں امام جوزجانی لکھتے ہیں: واہی بتاہی ہے۔ضعیف ہے۔سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اس کی روایت سے استدلال درست نہیں۔[احوال الرجال:۱۱۴ ترجمہ ۱۸۵]

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے بزار نے مبارک بن فضالہ کی سند سے نقل کیا ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد ۸:۲۰۲]

–امام حاکم کی روایت میں سنید بن داود ہے جو ثقہ نہیں تھا اور اس کی کئی روایتیں منکر ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲:۲۳۶،ترجمہ: ۳۵۶۷]

حافظ ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام؟ تو انہوں نے جواب دیا:

الذي يجب القطع عليه به أنه إسماعيل علیہ السلام وهذاالذي دَلَّ عليه الكتاب والسنة،وهو الذي تدل عليه التوراة التي بأيدي أهل الكتاب، فإنَّ فيها أنه قال لإبراهيم علیہ السلام : إذبح ابنك وحيدك،وفي ترجمةٍ أخرى:بكرك،وإسماعيل علیہ السلام هو الذي كان وحيده وبِكره بإتفاق المسلمين وأهل الكتاب لكن أهل الكتاب حرفوا فزادوا إسحاق علیہ السلام فتَلَقَّى ذلك عنهم مَن تلقاهُ وشاعَ عند بعض المسلمين أنه إسحاق علیہ السلام وأصله من تحريف أهل الكتاب. [مجموع الفتاوی ۴:۱۷۰]

''اس بارے میں قطعی اور یقینی بات یہ ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔اسی پر قرآن اور سنت کی گواہی موجود ہے اور اہل کتاب کے پاس جو توراۃ ہے وہ بھی اس بات کی دلالت کرتی ہے اس لیے کہ توراۃ میں ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرو لیکن اہل کتاب نے اس کے ساتھ اسحاق علیہ السلام کا اضافہ کر دیا اور لوگوں نے اُن کا یہ اضافہ قبول کیا یہاں تک کہ بعض مسلمان کے نزدیک بھی اسحاق علیہ السلام ہی ذبیح ہیں حالانکہ یہ اہل کتاب کی تحریف ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ کا اشارہ اس عبارت کی طرف ہے:

''اِن باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اُسے کہا اَے ابرہام! اُس نے کہا میں حاضر ہوں،تب اُس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اِضحاق کو جو تیرا اِکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ

لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اُسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔'' [کتاب مقدس: ۲۱' کتاب پیدائش ۲۲:۱-۳]

جب کہ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی اکلوتے ہیں اس لیے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام اُن سے چودہ برس بڑے تھے۔ کتاب مقدس ہی میں ہے:

''اور جب ابرہام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرہام چھیاسی برس کا تھا۔''

[کتاب مقدس: ۱۶' کتاب پیدائش ۱۶:۱۷]

اسی کتاب ہی میں ہے کہ: ''اور جب اُس کا بیٹا اِضحاق اُس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا۔''

[کتاب مقدس: ۲۰' کتاب پیدائش ۵:۲۱]

اس باب میں اہل کتاب جس تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں اُن کی تفصیل استاذ حمید الدین فراہی (۱) کی کتاب **الرأيُ الصحيح في مَن هو الذبيح** کے اردو ترجمہ ''ذبیح کون ہے؟'' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں' جو بڑے سائز کے چھیاسی صفحات پر مشتمل نہایت علمی' قیمتی اور بہترین معلومات کی حامل کتاب ہے۔

حافظ ابن تیمیہ آگے لکھتے ہیں: ومما يدلُّ على أنه إسماعيل علیہ السلام قصة الذبيح المذكورة في سورة الصافات......فهذه القصةُ تدلُّ على أنه إسماعيل علیہ السلام من وجوهٍ: أحدها: أنه بشره بالذبيح و ذكر قصته أولاً ' فلما استوفى ذلك قال : وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰى اِسْحٰقَ [سورة الصافات ۳۷:۱۱۲-۱۱۳] فَبَيَّنَ أنهما بشارتانِ: بشارةٌ بالذبيح وبشارةٌ ثانيةٌ بإسحاق علیہ السلام. [مجموع الفتاوى ۴:۱۷۱]

''سورۃ الصافات کی آیات ۱۰۱-۱۱۳ میں اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی

---

(۱) برعظیم کے ممتاز سکالر اور عالم دین' ضلع اعظم گڑھ [U.P' بھارت] کے ایک گاؤں پھر یہار میں ۱۲۸۰ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ مولانا شبلی نعمانی کے ماموں زاد بھائی تھے اور مولانا شبلی اُن سے چھ سال بڑے تھے۔ علوم کو اپنے دور کے بڑے بڑے علماء سے حاصل کیا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کے شاگرد بھی رہے ہیں۔ نہایت فطین اور ذکی تھے۔ عربی زبان میں مہارت کے ساتھ ساتھ عبرانی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے۔ مسلم علی گڑھ کالج کے پروفیسر رہے ہیں۔ ۱۳۴۹ھ کو وفات پائی۔ [شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۲:۱۲۴۶]

ذبیح تھے‘اس لیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ذبیح کی خوش خبری دی گئی‘ اُس کا واقعہ پہلے سنایا اور جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اُس آزمائش میں پورے اُترے تو انہیں اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری سنائی گئی۔‘‘

آ گے لکھتے ہیں:أنه لم يذكرقصة الذبيح في القرآن إلَّا في هذاالموضع‘وفي سائر المواضع يذكرالبشارة بإسحاق عليه السلام خاصةً‘كمافي سورة هود ۷۱‘وسورة الذاريات ۲۸-۲۹‘وسورة الحجر:۵۳-۵۵‘ولم يذكرأنه الذبيح ثم لما ذكرالبشارتين جميعاً البشارة بالذبيح و البشارة بإسحاق عليه السلام بعده كان هذا من الأدلة على أن إسحاق ليس هو الذبيح. [مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

’’قرآن مجید میں سورۂ ہود:۷۱‘سورۃ الذاریات:۲۸-۲۹‘اورسورۃ الحجر:۵۳-۵۵ میں سیدنا اسحاق علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے‘لیکن ان سورتوں میں ان کے ذبیح کا اشارہ تک نہیں جب کہ سورۃ الصافات میں دونوں بشارتیں یک جا کی گئیں تو پہلے ذبیح کا واقعہ اوراُن کے بعد سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی جو اِس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام ذبیح نہیں تھے۔‘‘

آ گے لکھتے ہیں:أنه ذكرفي الذبيح أنه غلامٌ حليم‘ولماذكرالبشارة بإسحاق ذكرالبشارة بغلام عليم في غيرهذاالموضع‘والتخصيص لابُدَّ لَهٗ من حكمة‘وهذا مما يقوي اقتران الوصفين‘والحلم هومناسب للصبرالذي هو خُلق الذبيح. [مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

’’قرآن کریم میں سیدنا اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری غُلَامٌ عَلِیْمٌ کہہ کردی گئی ہے-جیسے سورۃ الحجر ۱۵: ۵۳‘اورسورۃ الذاریات ۵۱:۲۸-لیکن سورۃ الصافات ۳۷:۱۰۱ میں ذبیح کے تذکرہ میں غُلَامٌ حَلِیْمٌ کہہ کرخوش خبری سنائی گئی ہے۔ذبح اورحلم و بردباری کے مابین جو تعلق ہے وہ کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں۔پھرقرآن کریم نے غلام کی صفت عَلِیْمٌ کی جگہ حَلِیْمٌ تو بغیرکسی حکمت کے بیان نہیں کی ہے۔‘‘

یہ بھی لکھتے ہیں:ومما يدلُّ على أن الذبيح ليس هو إلَّا إسحاق عليه السلام أن الله تعالى قال: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِن وَرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوبَ [سورة هود:۷۱] فكيف يأمربعد ذلك بذبحه والبشارة بيعقوب عليه السلام تقتضي أن إسحاق عليه السلام يعيشُ ويولد له يعقوب عليه السلام ‘ ولا خلاف بين الناس أن قصة الذبيح كانت قبل ولادةيعقوب عليه السلام بل إنما ولد يعقوب

السَّلِيْلِا بعد موت إبراهيم السَّلِيْلِا وقصة الذبيح كانت في حياة إبراهيم السَّلِيْلِا بلاريب.

[مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

''جب سیدنا اسحاق السَّلِيْلِا کی بشارت دی گئی تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اُن کا بیٹا یعقوب بھی پیدا ہوں گے جیسا کہ سورۃ ہود ۱۱:۷۱ میں مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ جس بیٹے کے پوتے کی بھی بذریعہ وحی بشارت دی جا چکی ہو اُس کے متعلق نوجوانی میں ہی قربانی کی وحی آنا محال ہے اس لیے کہ پوتے کی بشارت پہلے دی جا چکی ہے' پھر یہ بھی ہے کہ پوتا سیدنا ابراہیم السَّلِيْلِا کی وفات کے بعد پیدا ہوا جب کہ ذبح کا واقعہ سیدنا ابراہیم السَّلِيْلِا کی زندگی میں وقوع پذیر ہوا ہے۔''

اس مسئلہ پر حافظ ابن قیم نے بھی زاد المعاد جلد اول: ۷۱-۷۲ فصلٌ في نسبه ﷺ کے ذیل میں سیر حاصل بحث کی ہے جو قابل دید ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے أکرمُ الناس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا: اکرم الناس یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم تھے۔ [المعجم الکبیر ۹:۱۸۶' حدیث: ۸۹۱۶' ۱۰:۱۴۹' حدیث: ۱۰۲۷۸]

لیکن محققین کے نزدیک اس میں اسحاق ذبيح الله کے الفاظ منکر ہیں' اس لیے کہ نص قرآنی اور صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ یہ مرفوعاً ان الفاظ میں ثابت نہیں بلکہ:

أکرم الناس يوسف بن يعقوب بن اسحاق بن ابراهيم کے الفاظ میں وارد ہیں۔

[صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً [۸] حدیث: ۳۳۵۳' باب: ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت [۱۴] حدیث: ۳۳۷۴' باب: قول اللہ تعالیٰ: لقد کان لکم فی یوسف واخوتہ آیاتٌ للسائلین [۱۹] حدیث: ۳۳۸۳' کتاب تفسیر القرآن [۶۵] تفسیر سورۃ یوسف [۱۲] باب: قول اللہ تعالیٰ: لقد کان لکم فی یوسف واخوتہ آیاتٌ للسائلین [۲] حدیث: ۴۶۸۹' صحیح مسلم' کتاب الفضائل [۴۳] باب من فضائل یوسف السَّلِيْلِا [۴۴] حدیث: ۱۶۸-[۲۳۷۸]

حرف الراء

[۳۳۰] رأسُ الحكمة مخافةُ الله.

''دانائی کی بنیاد اللہ سے ڈرنا ہے۔''

امام بیہقی نے شعب الایمان ۱: ۴۷۰، حدیث: ۷۴۴ میں اسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے، اور اسے مرفوعاً بھی از عثمان بن زافر، از ابو عمار اسدی از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اِس قول کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ [۱: ۴۶۹-۴۷۰]

جس کی وجہ یہ ہے کہ ابو عمار اسدی مجہول ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۵۵۴، ترجمہ: ۱۰۴۳۹]

امام احمد نے خالد بن ثابت ربعی کے حوالے سے لکھا ہے کہ زبور کی ابتدا: رأسُ الحكمة خشية الرب عزو جل سے کی گئی ہے۔ [الزہد: ۹۲]

[۳۳۱] رأيتُ رجلاً يوم الخندق على صورة دحية بن خليفة الكلبي رضي الله عنه على دابةٍ يُناجي رسول الله ﷺ وعلى رأسه عمامةٌ قدأسْدَلَها عليه فسألتُ رسول الله ﷺ قال: ذلك جبرئيلُ عليه السلام أمرني أن أخرج إلى بني قريظة.

[المعجم الأوسط، طبرانی ۶: ۲۹۳، حدیث: ۸۸۱۸، المستدرک ۴: ۱۹۳-۱۹۴]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے غزوہ خندق کے دن دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ [1] کی صورت کا ایک آدمی سواری پر دیکھا کہ آپ ﷺ سے سرگوشی کر رہا ہے اور اُس کے سر پر عمامہ تھا اور شملہ لٹکایا تھا، میں نے آپ ﷺ سے اُن کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مجھے بنی قریظہ کی طرف قتال کے لیے نکلنے کا حکم دے رہے تھے۔''

---

(۱) دِحیہ بن خلیفہ بن فروۃ بن فضالۃ کلبی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ بہت سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھار اُن کا روپ دھار کر تشریف لایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں قیصر کے نام دعوتی خط لکھ کر بھیجا تھا۔ جنگ یرموک میں شریک رہے ہیں، جس کے بعد دمشق میں رہائش اختیار کی تھی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔ ۴۵ھ = ۶۶۵ء کے لگ بھگ وفات پائی۔

[اسد الغابۃ ۲: ۴۷، ترجمہ: ۱۵۰۷، الاعلام ۲: ۳۲۷]

اس کا راوی عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عمری [جو صحابی نہیں ہیں] ضعیف ہے اس کی روایت لکھی تو جا سکتی ہے لیکن نا قابل استدلال ہوتی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۵:۱۰۹-۱۱۰]

[۳۳۲] رأيت رسول الله ﷺ وهو قاعد في الصلاة رافعاً أصبعه السبابة وقد حناها شيئاً وهو يدعو. [مسند احمد ۳:۴۷۱، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ [۲] باب الاشارۃ فی التشہد [۱۸۶] حدیث: ۹۹۱، سنن نسائی، کتاب السہو [۱۳] باب احناء السبابۃ فی الاشارۃ [۲۸] حدیث: ۱۲۷۴]

''[مالک بن نمیر خزاعی اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ] میں نے رسول اکرم ﷺ کو نماز میں قعدہ میں دیکھا کہ خمیدہ انگشت شہادت کو اٹھائے ہوئے تھے۔''

اس کی سند ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کی سند میں مالک بن نمیر خزاعی ہے، جس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: ان کے والد -جو صحابی ہیں- سے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راوی روایت نہیں کرتا۔ [سوالات البرقانی: ٦٦، ترجمہ: ۴۹۶]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: غیر معروف راوی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۴۲۹، ترجمہ: ۷۰۳۲]

[۳۳۳] رأيت عبدالرحمن بن عوف يدخل الجنه حبواً فبلغ ذلك عبدالرحمن فقال: إن استطعتُ لأدخلتُها قائماً فجعلها بأحمالها وأقتابها كلها في سبيل الله.

[مسند احمد ٦:۱۱۵، المعجم الکبیر ۱:۱۲۹، حلیۃ الاولیاء ۱:۵۸]

''میں نے عبدالرحمٰن بن عوف [رضی اللہ عنہ] (۱) کو جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوتے دیکھا، یہ بات جب عبدالرحمٰن بن عوف [رضی اللہ عنہ] کو پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا: میں اِن شاء اللہ کھڑے کھڑے جنت میں داخل ہو جاؤں گا، اس کے لیے اُنہوں نے اپنا سب مال واسباب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔''

حافظ ابن قیم نے امام احمد کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور منکر ہے۔

[عدۃ الصابرین: ۱۹۷]

---

(۱) عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث ابو محمد الزہری القرشی رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۴۴ قبل ہجری = ۵۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ شجاع و بہادر تھے۔ غزوۂ اُحد میں ۲۱ زخمیں لگیں۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ = ٦۵۲ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۳: ۲۳۹، ترجمہ: ۱۷۳۳، الاعلام ۳: ۳۲۱]

اس کی سند میں عمارۃ بن زاذان ہے، جو ثقہ ہونے کے باوجود کثیر الخطأ تھے۔

[تقریب التہذیب:۴۳۹، ترجمہ:۴۸۴۷]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: عمارہ- جوضعیف تھا- اس کے نقل کرنے میں منفرد ہے۔

[سیر أعلام النبلاء ۱:۷۷]

اس راوی کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: بسا اوقات حدیث میں اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔ [التاریخ الکبیر ۶:۵۰۵]

امام احمد فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے مناکیر کی روایت کرتا ہے۔ [یہ روایت بھی اُن ہی سے منقول ہے] امام ابوحاتم فرماتے ہیں: اس کی حدیث لکھی جائے لیکن اس سے استدلال نہ کیا جائے کیونکہ یہ متین نہیں تھا۔ [الجرح والتعدیل ۶:۳۶۶]

امام ساجی فرماتے ہیں: اس میں کمزوری موجود ہے۔ لیس بشيءٍ ہے اور حدیث کے سلسلے میں قوی نہیں۔ [تہذیب التہذیب ۷:۳۶۵]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہے کہ امت میں سب سے افضل اہل بدر اور ان کے بعد اہل بیعت رضوان ہیں، ان میں عشرہ مبشرہ کو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت حاصل ہے اور خلفاءِ اربعہ سب سے افضل ہیں۔ [مجموع الفتاوی ۱۱:۶۲]

جب کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ بدر و اُحد اور تمام غزوات میں حصہ لیا اور بیعت رضوان میں بھی شریک رہے ہیں۔

[۳۳۴] رأيتُ في النوم بني الحكم أو بني العاص ينزون على منبري كما تنزو القردة، قال: فمارُءِيَ النبي ﷺ مستجمعاً ضاحكاً حتى تُوُفِّيَ.

[المستدرک ۴:۴۸۰، دلائل النبوۃ، بیہقی ۶:۵۱۱، الخصائص الکبری ۲:۲۱۳]

”میں نے خواب میں بنوحکم [یا بنوعاص] کو دیکھا جو میری ممبر پر بندروں کی طرح اوپر نیچے دوڑتے جاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے: اس خواب کے بعد وفات تک رسول اللہ ﷺ مطمئن اور خوش دکھائی نہ دیے۔“

امام جورقانی اور حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: اس روایت کی کوئی اصل نہیں، اس کا راوی مسلم الزنجی ابن خالد ہے، جسے امام ابوزرعۃ نے منکر الحدیث کہتے ہیں اور امام علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ

لیس بشيء تھا۔ [الاباطیل ۱:۳۵۳، العلل المتناہیۃ ۲:۲۱۳]

[۳۳۵] رأيت النبي ﷺ إذا توضأ مسح وجهه بطرف ثوبه.

[سنن ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی التمندل بعد الوضوء[۴۰] حدیث:۵۴]

''سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضوء کرتے دیکھا۔ وضوء سے فارغ ہوجانے کے بعد آپ ﷺ نے اپنے پلو سے اپنا چہرہ خشک کرلیا۔''

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت غریب یعنی ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے دو راوی رشدین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی حدیث کے معاملہ میں ضعیف ہیں۔ [سنن ترمذی ۱:۷۶]

امام ترمذی یہ بھی لکھتے ہیں: ولا يصِحُّ عن النبي ﷺ في هذاالباب شئ. [سنن ترمذی ۱:۷۴، بذیل حدیث:۵۳]

''اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت مروی نہیں۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی وضوء کے بعد اپنے اعضا کے خشک کرنے اور سُکھانے کی کوئی باقاعدہ عادت نہیں تھی۔ [زادالمعاد ۱:۱۹۷]

امام نووی لکھتے ہیں: ورُوِيَ في التنشيف أحاديث ضعيفةٌ. [شرح المہذب ۲:۴۹۷]

''اعضاء کے خشک کرنے اور سُکھانے کے باب میں وارِد احادیث ضعیف ہیں۔''

امام نووی یہ بھی لکھتے ہیں: أن الصحيح في مذهبنا أنه يُستحب تركه، ولا يُقال: التنشيفُ مكروهٌ. [شرح المہذب ۲:۴۹۹]

''ہمارا [شوافع] کا صحیح مذہب یہ ہے کہ تنشیف نہ کرنا ہی مستحب ہے۔ تنشیف کو مکروہ نہیں کہا جائے گا۔''

---

(۱) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو بن اوس، انصاری، خزرجی ابوعبدالرحمٰن، ۲۰ق ھ=۶۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ حلال و حرام کے بہت بڑے عالم اور عہد نبوی ﷺ کے چھ حفاظ کرام میں سے تھے۔ غزوہ تبوک کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں معلم کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا۔ مرویات کی تعداد ۱۵۷ ہے۔ ۱۸ھ=۶۷۹ء کو وفات پائی۔

[صفة الصفوة ۱-۲:۴۸۹، ترجمہ: ۵۱، الاعلام ۷:۲۵۸]

[۳۳۶] رجعنامن الجهاد الأصغرإلى الجهاد الأكبر، قالوا:وما الجهادالأكبر؟قال: جهاد القلب. [تاریخ بغداد۱۳: ۵۲۴، الکاشف عن حقائق السنن۲: ۴۳۷، الجامع الصغیر حدیث: ۶۱۰۷، اِحیاءعلوم الدین۳: ۷، السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ۲: ۱۶۹]

”غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس لوٹے۔ساتھیوں نے پوچھا: جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی خواہشات کے خلاف جدوجہد کرنا۔“

اس کی سند میں خلف بن محمد بن اسماعیل الخیام ہے، جو اِختلاط کا شکار تھا۔شدید ضعف تھا اور غیر معروف متون کی روایت کرتا تھا۔ [سیر اعلام النبلاء۱۶: ۲۰۴، میزان الاعتدال۱: ۶۶۲]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:أما الحديث الذي يرويه بعضهم أنه ﷺ قال في غزوة تبوك: رجعنامن الجهادالأصغرإلى الجهادالأكبر،فلاأصل له،ولم يروِهِ أحدٌ من أهل المعرفة بأقوال النبي ﷺ وأفعاله، وجهادُ الكفارمن أعظم الأعمال، بل هو أفضل ماتطوع به الإنسان. [مجموع الفتاوی۱۱: ۹۳-۹۴]

”بعض لوگ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے غزوۃ تبوک سے واپسی کے بعد رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الأَصْغَرِ فرمایا تو اس کی کوئی اصل نہیں۔رسول اللہ ﷺ کے اَقوال وافعال کی معرفت رکھنے والے کسی عالم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔کفار سے جہاد کرنا افضل ترین عبادات و اعمال میں سے ہے۔“

ملا علی قاری اور علامہ عجلونی لکھتے ہیں:قال العسقلاني في تشديد القوس:هو مشهور على الألسنة،وهومِن كلام ابراهيم بن أبي عَبَلَة. [الاسرار المرفوعۃ: ۲۱۱، کشف الخفاء۱: ۵۱۱]

”حافظ ابن حجر عسقلانی نے تشدید القوس میں لکھا ہے: یہ روایت زبان زد ہے اور یہ ابراہیم بن ابی عبلہ کا کلام ہے۔“

حافظ عراقی فرماتے ہیں:أخرجه البيهقي في الزهد من حديث جابر،وقال:هذا إسناد فيه ضعف. [المغنی عن حمل الاسفار۳: ۷]

”اسے بیہقی نے کتاب الزہد میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔“

[۳۳۷] رحم اللّٰه یوسف،لولا لکلمة التي قالها:أذکرني عند ربك،ما لبث في السجن طول مالبث.

[تفسیر طبری ۷:۲۲۱،نص:۱۹۳۱۹،موارد الظمآن:۴۳۲،حدیث:۱۷۴۷،صحیح ابن حبان ۸:۲۹،حدیث:۲۱۷۳]

''یوسف علیہ السلام پر اللہ رحم کرے،اگر وہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں پر رہائی کی امید نہ رکھتے تو اتنی لمبی مدت قید میں نہ ٹھہرتے۔''

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے لیے ہر جائز کوشش بھی پسند نہیں، کہ کسی انسان کو اپنی خلاصی کا ذریعہ بنائیں،ان کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہونا ہی انبیاء کا اصلی مقام ہے،شاید اسی لیے یہ قیدی یوسف علیہ السلام کے اس کہنے کو بھول گیا اور ان کو مزید کئی سال جیل میں رہنا پڑا۔ایک حدیث میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔[معارف القرآن ۵:۵۹]

لیکن جس روایت سے مفتی صاحب نے اس مسئلے کا استنباط فرمایا ہے اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ضَعِیفٌ جِدًّا ،یعنی شدید ضعیف ہے۔[تفسیر ابن کثیر ۲:۱۴۱]

اور تاریخ میں لکھتے ہیں: إنه حدیثه منکرٌ من هذاالوجه،ومحمد بن عمرو بن علقمة له أشیاء ینفرد بها ، وفیها نکارةٌ،وهذه اللفظة مِن أنکرها وأشدها.[البدایة والنهایة ۱:۲۱۶]

''یہ روایت منکر ہے اور محمد بن عمر علقمہ کئی منکر روایات میں منفرد ہے۔اور اس کی یہ روایت شدید منکر ہے۔''

پھر عکرمہ نے اپنے استاذ کا نام بھی نہیں لیا کہ کون تھے اس لیے یہ منقطع بھی ہوئی۔

[۳۳۸] رُدِّیهِ یاعائشه لو شئت فواللّٰه لأجرَی اللّٰه معي جبال الذهب والفضة.

[کتاب الزہد:۲۰،تاریخ بغداد ۱۱:۱۰۲،دلائل النبوۃ بیہقی ۱:۳۴۵،فتح الباری ۱۱:۲۹۲]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک انصاری عورت ہمارے گھر آئی،اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خستہ حال بچھونا دیکھا۔گھر واپس جا کر ایک نرم و نازک بستر ہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھیجا،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور بستر کو دیکھا تو پوچھا عائشہ! یہ کیا ہے؟ وہ فرماتی ہیں: میں نے ساری صورت حال بتادی،اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! اسے واپس لوٹا دو۔اگر میں چاہتا تو سونے اور چاندی کے پہاڑے میرے ساتھ چلتے۔''

اس کی سند میں دو اسنادی کمزوریاں ہیں:

۱: اس کا راوی مجالد بن سعید قوی نہیں۔ آخری عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

[تقریب التہذیب: ۵۴۹، ترجمہ: ۶۴۷۸]

۲: اس کا راوی عباد بن عباد بن حبیب بن مہلب اگرچہ ثقہ تھا مگر وہم کا شکار ہو جاتا تھا۔ حافظ ابن حبان کی اُن کے بارے قدرے سخت رائے ہے۔ فرماتے ہیں: چھوڑ دینے کا مستحق ہے۔

[تقریب التہذیب: ۳۲۶، ترجمہ: ۳۱۳۴]

حافظ ذہبی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: شدید ضعیف ہے اور مجالد حجت نہیں۔

[تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۶۱]

[۳۳۹] ركعتان بسواكٍ خيرٌ[أفضلٌ]من سبعين ركعة بغيرسواكٍ.

[الفردوس، حدیث: ۳۲۳۶، الجامع الصغیر، احادیث: ۴۴۶۶، ۴۴۶۷، السنن الکبریٰ بیہقی ۱: ۳۸، اِحیاء علوم الدین ۱: ۱۳۲]

''جو دو رکعتیں مسواک کر کے پڑھی جائیں وہ ان ستر رکعتوں سے بہتر ہیں جو مسواک کیے بغیر پڑھی جائیں۔''

الفردوس کی سند میں اسماعیل بن ابی زیاد ہے جس کے بارے میں امام مناوی فرماتے ہیں: یہ اسماعیل بن ابی زیاد اگر شامی ہے تو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق یہ متروک ہے اور احادیث وضع کرتا ہے۔ [سوالات البرقانی: ۱۳، سوال: ۴]

اور اگر یہ اسماعیل بن ابی زیادہ شقری ہے تو اس کے متعلق امام ابن معین فرماتے ہیں کذاب تھا۔

[میزان الاعتدال ۱: ۲۳۱]

اور اگر یہ اسماعیل بن ابی زیاد السکونی ہے تو اس کے متعلق امام ذہبی نے [میزان الاعتدال ۱: ۲۳۰ میں] میں جزماً لکھا ہے کہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ [فیض القدیر ۴: ۳۷]

امام بیہقی اپنی روایت کردہ ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: مجھے ڈر لگتا ہے یہ کہیں محمد بن اسحاق کی تدلیسات میں سے نہ ہو کیونکہ محمد بن اسحاق نے امام زہری سے حدیث نہیں سنی جب کہ وہ یہ حدیث امام زہری ہی سے نقل کرتے ہیں۔ [السنن الکبریٰ، بیہقی ۱: ۳۸]

حرف الزاء

[۳۴۰] زينوا مجالس نسائكم بالمغزل. [الکامل فی الضعفاء ۷:۲۹۸' تاریخ بغداد ۵:۳۸۰]

''اپنی عورتوں کی محفلوں کو سوت کاتنے سے آراستہ کرو۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن زیاد طحان یشکری ہے جس کے بارے میں امام میمون بن مہران فرماتے ہیں: کذاب اور خبیث تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں: اعور، کذاب اور خبیث تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام محمد بن زیاد فرماتے ہیں: متروک اور منکر الحدیث تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۲۹۷-۲۹۸]

[۳۴۱] زينوا موائدكم بالبقل فإنها مطردة الشيطان مع التسمية. [اخبار اصبہان ۲:۲۱۶]

''اپنی دستر خوانوں کو سبزی سے سجایا کرو اس لیے کہ اس سے اور بسم اللہ پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی علاء بن مَسلمة روّاس ہے جس کے بارے میں امام ازدی فرماتے ہیں: اس کی روایت نقل کرنی ناجائز ہے اس لیے کہ یہ اس باب میں کسی احتیاط کا قائل نہیں تھا کہ روایت کن کن سے لینی چاہئے۔ امام ابن طاہر فرماتے ہیں کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا اور امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقات کی سند سے موضوعات نقل کرتا ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۱۰۵' ترجمہ: ۵۷۴۳]

حرف السين

[۳۴۲] سأل آدم بحق محمد ﷺ وعلي و فاطمة والحسن والحسين إلّا تُبتَ فتاب عليه. [درمنثور۱:۱۳۵]

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اُن کلمات کی بابت سوال کیا جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کو وسیلہ بنا کر معافی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعاء قبول فرمائی۔''

یہ روایت محض بے اصل ہے۔ درمنثور میں اسے بحوالہ ابن النجار نقل کیا گیا ہے۔ دارقطنی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن دونوں کتابوں میں ایک ہی سند سے منقول ہے۔ یعنی ابن النجار اور دارقطنی ہر دو کی سند میں حسین بن حسن اشقر عن عمرو بن ثابت ابی المقدام عن ابیہ ہے اور یہ حسین اشقر غالی رافضی تھا، اکثر لوگوں نے نے اس پر جرح کی ہے حتی کہ بعض نے اسے کذاب کہا ہے۔

[الجرح والتعدیل۳:۴۹، میزان الاعتدال۱:۱۵۳۱]

عمرو بن ثابت بھی غالی شیعہ تھا اور قاعدہ ہے کہ جس مبتدع کی روایت سے اُس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو، وہ روایت مردود ہوتی ہے۔ اکثر لوگوں نے اس راوی پر جرح کی ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر سب محدثین کا اتفاق ہے اور بڑے سخت الفاظ میں اس پر جرح کی ہے۔ امام ابوداود نے اسے رافضی خبیث کہا ہے۔ [میزان الاعتدال۳:۲۴۹]

پس یہ روایت موضوع ہے ہرگز قابل اعتماد نہیں، جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے صاف لکھا ہے:

كَذِبٌ موضوعٌ بإتفاقِ أهل العلم. [منہاج السنۃ النبویۃ۴:۳۶]

''اہل علم کے اتفاق سے یہ روایت موضوع اور جھوٹی ہے۔''

اور جب معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حسین یا عمرو کا گھڑا ہوا مضمون ہے تو اس کا دوسرا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر پھر بھی کسی کو جواب کا شوق ہو تو منہاج السنۃ دیکھ لے کہ اس میں دیگر سات جواب موجود ہیں، اور جب معلوم ہوگیا کہ یہ کل روایت ہی سرے سے گھڑی ہوئی ہے تو

پھر بحق محمد ﷺ تک کا صحیح ماننا بھی بلا دلیل ہے اور کلمات کی صحیح اور معتبر تفسیر یہ ہے کہ: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا مراد ہے اس کو چند صحابہ نے بیان فرمایا ہے اور خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔[امداد الاحکام ۱: ۲۹۸-۲۹۹]

[۳۴۳] سألتُ جبرئيل عن الإخلاص ماهو؟فقال:سألت رب العزة عن الإخلاص ما هو؟قال:سِرٌّ مِن سِرّي،اِستودعته قلب مَن أحببته مِن عبادي.

[الفردوس، حدیث: ۳۴۱۰، الرسالۃ القشیریۃ: ۲۴۲، باب الاخلاص]

''میں نے جبریل علیہ السلام سے اخلاص کے بارے میں پوچھا، اس پر انہوں نے کہا: میں نے رب العزۃ سے اخلاص کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تھا: اخلاص میرا سر بستہ راز ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس سے محبت رکھتا ہوں، اسے اس کے دل میں ڈال دیتا ہوں۔''

اس کی سند میں دو خرابیاں ہیں:

– اس کے اکثر راوی مجہول ہیں۔

– حسن بصری کی ملاقات سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

[۳۴۴] سألتُ ربي عزوجل، فأحيالي أمي فآمنت بي ثم ردها.

'' میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے زندہ ہو جانے کی دعا کی تو وہ زندگی ہوگئی، مجھ پر ایمان لائیں اور پھر وفات پا گئیں۔''

امام جورقانی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔[الاباطیل والمناکیر ۱: ۲۲۴]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا گھڑنے والا کوئی جھوٹا حیوان ہے اور اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی دعا کی تو مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ملی، البتہ مجھے اُن کے قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی۔[میزان الاعتدال ۲: ۲۸۴]

حافظ ذہبی نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ ان کتب میں دیکھی جا سکتی ہے:

صحیح مسلم، کتاب الجنائز [۱۱] باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ [۳۶] حدیث: ۱۰۵-[۹۷۶] سنن ابی داود، کتاب الجنائز [۱۵] باب فی زیارۃ القبور [۸۱] حدیث: ۳۲۳۴، سنن نسائی، کتاب الجنائز [۲۱] باب زیارۃ قبر المشرک [۱۰۱] حدیث: ۲۰۳۴، مسند احمد ۲: ۴۴۱۔

[۳۴۵] سألتُ ربي عن اختلاف أصحابي بعدي ، فأوحَى إليَّ يامحمد إنّ أصحابك عندي بمنزلة النجوم في السماء، بعضها أقوى من بعضٍ ولكل نور فمن أخذ بشيء مماهُم عليه من اختلافهم عندي علَى هدًى.

[مشکاۃ المصابیح، حدیث:۶۰۱۹، الجامع الصغیر حدیث:۴۶۰۳]

''میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں اپنے رب سے پوچھا تو میرے رب نے مجھے وحی کی کہ تیرے صحابہ میرے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں جن میں سے کچھ زیادہ اور کچھ معمولی روشن ہیں، جس نے کسی بھی اختلافی مسئلہ میں کسی بھی صحابی کی پیروی کی تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اس کا راوی عبدالرحیم بن زید العمی متروک الحدیث ہے جب کہ اس کا دوسرا راوی نعیم بن حماد صاحب مناکیر ہے۔

[میزان الاعتدال ۲:۱۰۲، ترجمہ زید بن الحواری العمی]

نعیم بن حماد کے بارے میں امام ازدی فرماتے ہیں: سنت کی تقویت کے لیے جھوٹی احادیث اور جھوٹے حکایات وضع کیا کرتا تھا۔ مثالب نعمان [امام ابوحنیفہ] بھی سنایا کرتا تھا جو سب کا سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۲۶۹]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وقد سُئِلَ البزّار عن هذا الحديث فقال: لا يصح هذا الكلام عن النبي ﷺ. [موافقۃ الخبر الخبر ۱:۱۴۷، مجلس:۳۶]

''امام بزار سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ کلام صحیح سند سے ثابت نہیں۔''

[۳۴۶] سؤر المؤمن شفاءٌ . [الاسرار المرفوعۃ:۲۱۴، بذیل حدیث:۲۱۷]

''مومن کا پس خوردہ [جُوٹھا] شفا ہے۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت معنوی طور پر صحیح ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ:۲۱۴، بذیل حدیث:۲۱۷]

یہ بھی لکھتے ہیں: مرفوع روایت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ [المصنوع:۱۰۶، حدیث:۱۴۴]

شیخ احمد الغزی فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ [الجد الحثیث:۱۶۸]

علامہ عجلونی ہیں: یہ حدیث نبوی نہیں ہے۔[کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱: ۵۵۵-۵۵۶]

اس روایت کو امام ابن امیر الحاج نے بلا سند اور حافظ سخاوی نے نوح بن ابی مریم' از ابن جریج از عطا از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کیا ہے۔[المدخل ۱: ۲۱۶' المقاصد الحسنۃ: ۳۷۳' بذیل حدیث: ۵۳۴]

لیکن یہ سند نہایت کم زور ہے اس لیے کہ:

– اس کا راوی نوح بن ابی مریم متروک الحدیث ہے۔[میزان الاعتدال ۴: ۲۷۹]

– ابن جریج [عبدالملک بن عبدالعزیز] مدلس تھا۔[تقریب التہذیب: ۳۹۵' ترجمہ: ۴۱۹۳]

جب کہ اس کی یہ روایت معنعن ہے۔

– عطاء بن ابی رباح ثقہ' فقیہ اور فاضل تھے لیکن کثرت سے اِرسال کیا کرتے تھے۔

[تقریب التہذیب: ۴۲۲' ترجمہ: ۴۵۹۱]

[۳۴۷] سَبُّ أصحابي ذنبٌ لا یُغفر.

''میرے صحابہ کو برا بھلا کہنا ناقابل معافی جرم ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک یہ روایت جھوٹی اور قرآن و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ [مجموع الفتاوی ۳: ۱۶۱' ۴: ۲۷۵' ۲۸۲' ۷: ۳۶۷]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب و خصائل حمیدہ قرآن کریم کی صریح آیات اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں بکثرت موجود ہیں اس لیے اس موضوع حدیث سے اُن کی کسی منقبت کے لیے استدلال نہ کیا جائے تو اچھا ہے۔

[۳۴۸] سبحان اللّٰہ العظیم' سبحان اللّٰہ مصرف القلوب.

[تاریخ الطبری ۲: ۲۳۱' آغاز واقعات: ۵ ہجری]

''ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (۱) سے ملنے اُن کے گھر گئے۔ زید رضی اللہ عنہ گھر پر موجود

---

(۱) زید بن حارثہ بن شراحیل [شرحبیل] کلبی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ بچپن میں والدین سے چرا لیے گئے اور غلام بنا کر فروخت کر دیے گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خریدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے اپنا متبنی بنا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سَرایا میں اُن کو امیر جیش بنایا کرتے تھے۔ ۸ھ = ۶۲۹ء کو وفات پائی۔[الاصابہ ۱: ۵۶۳' الاعلام ۳: ۵۷]

نہیں تھے۔سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کپڑے بدل رہی تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اسی حالت میں دیکھ لیا اور مندرجہ بالا الفاظ پڑھتے ہوئے باہر نکلے۔سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: زینب اگر آپ کو پسند آ گئی ہو تو میں ان کو طلاق دے دوں۔''

اس بے ہودہ افسانے کو وضع کرنے والا محمد بن عمر ہے جو واقدی کے نام سے مشہور ہے' اس کی لغو بیانی مسلم ہے۔امام احمد فرماتے ہیں: بڑا جھوٹا تھا اور احادیث میں ہیر پھیر کرتا تھا۔

[میزان الاعتدال ۳:۶۶۳' الجرح والتعدیل ۸:۲۱]

امام شافعی فرماتے ہیں: واقدی کی سب کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہیں۔امام ابو حاتم فرماتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا اور متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل ۸:۲۱]

قاضی عیاض اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں: لکان هذا نفس الحسد المذموم الذي لا يرضاهُ، و لا يَتَّسِمُ به الأتقياءُ فكيف سيد الأنبياء ﷺ؟ قال القشيري: و هذا إقدامٌ عظيمٌ من قائله و قلَّةِ معرفةٍ بحق النبي ﷺ و بفضله و كيف يُقالُ: رآها فأعجبته و هي بنتُ عَمَّتِهِ ولم يزل يراها مُنذُ وُلِدَتْ، و لا كان النسآءُ يحتجبنَ منه ﷺ.

[الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ۲:۱۶۷]

''اگر اِس بات کو درست تسلیم کیا جائے' تو یہ فعل مذموم حسد کے زمرہ میں آتا ہے' جو قطعاً آپ ﷺ کو پسند نہیں تھا' پھر یہ بھی ہے کہ اس فعل کا اِرتکاب عام متقین کے بارے میں نہایت قبیح ہے تو سید الاتقیاء ﷺ سے اس فعل کا صُدور قطعاً ناممکن ہے۔امام قشیری فرماتے ہیں: اس قول کے قائل کی طرف سے یہ انتہائی اِقدام ہے اور ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کے حق اور فضیلت کے باب میں قلیل المعرفت ہے۔یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اُنہیں دیکھ لیا تو اُن سے محبت پیدا ہوئی

---

(۱) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بن ریاب' اسدیہ' ام المؤمنین' رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبد المطلب تھا' ان کا پہلا نکاح سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا مگر گھریلو ناچاقی کے سبب طلاق ہوئی' ان کا نام برّۃ [نیک کار] تھا۔رسول اللہ ﷺ سے عقد کے بعد ان کا نام زینب رکھا گیا۔۲۰ھ = ۶۴۱ء کو ۵۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔[طبقات ابن سعد ۸:۱۰۱' الاعلام ۳:۶۶]

حالانکہ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور پیدائش سے لے کر شادی ہونے تک برابر آپ ﷺ اُن کو دیکھتے چلے آرہے تھے اور صحابیات رسول اکرم ﷺ سے پردہ بھی نہیں کرتی تھیں [اس لیے کہ پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا]۔''

امام ابن العربی لکھتے ہیں: وهذه الروايات كلُّها ساقطة الأسانيد......قال القاضي: وما وراءَ هذه الرواية غير معتبر، فأمَّا قولهم: إن النبي ﷺ رآها فوقعت فى قلبه فباطلٌ فإنه كان معها في كل وقتٍ و موضعٍ، و لم يكن حينئذٍ حجابٌ، فكيف تنشأ معه و ينشأ معها و يلحظها في كل ساعةٍ، و لا تقع في قلبه إلَّا إذا كان لها زوجٌ، و قد وهَبَتْهُ نفسَها و كرهت غيره، فلم تخطر بباله فكيف يتجدد له هَوًى لم يكن حاشا لذلك القلب المطهَّر مِن هذه العلاقة الفاسدة. [احکام القرآن ۳: ۱۵۴۳]

''یہ سب روایات ساقط الاعتبار ہیں۔ قاضی [عیاض] کہتے ہیں: یہ روایات غیر معتبر ہیں۔ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے پیار ہو گیا' قطعاً غلط اور باطل ہے' اس لیے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہمہ وقت اور ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتی تھی [اس لیے کہ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں] اُن کے درمیان کوئی پردہ بھی نہیں تھا [اس لیے کہ پردے کا حکم تو بعد میں نازل ہوا تھا] کہ رسول اللہ ﷺ اُن کو دیکھ نہ سکتے ہوں' یہ کیوں کر ممکن ہے کہ دونوں نے ایک ساتھ پرورش پائی ہو۔ رسول اللہ ﷺ اُنہیں دیکھتے رہے ہوں' وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رہی ہوں لیکن اُن کی محبت آپ ﷺ کے دل میں پیدا نہ ہوئی ہو اور جب اُن کی شادی ہو چکی ہو تو اچانک آپ ﷺ کے دل میں اُن کی محبت پیدا ہو گئی ہو' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی جان آپ ﷺ کو ہبہ کیا تھا اور کسی دوسرے کو پسند نہ کیا تھا' تاہم ان تمام باتوں کی آپ ﷺ نے پروا نہ کی تھی تو جو محبت اتنے عرصے میں آپ ﷺ کے دل میں پیدا نہ ہوئی ہو وہ بیک وقت اچانک کیسے پیدا ہو گئی؟ یقیناً رسول اکرم ﷺ کا قلبِ اَطہر اس قسم کی خرافات سے قطعاً پاک ہے۔''

مفسر ابوحیان اندلسی (۱) لکھتے ہیں: المراد بقوله: وَتَخْشَى النَّاسَ: إنما هو إرجافُ المنافقين

---

(۱) محمد بن علی بن یوسف بن حیان' اثیر الدین' ابوعبداللہ' اندلسی' غرناطی' ۶۵۴ھ = ۱۲۵۶ء کو غرناطہ میں پیدا ہوئے۔ مالقہ اور دیگر شہروں میں گھومنے پھرنے کے بعد قاہرہ میں رہائش اختیار کی جہاں ۷۴۵ھ = ...

في تزويجِ نسآءِ الأبناء' والنبي ﷺ معصومٌ في حركاته وسكناته' و لِبعضِ المفسرين كلامٌ في الآية يقتضي النقص من منصب النبوةِ ضربنا عنه صفحاً. [البحرالمحیط ۷:۲۳۴]

''وَتَخْشَى النَّاسَ سے مراد منافقین کا منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نبی ﷺ کے نکاح کا ایشو ہے اور نبی ﷺ اپنے تمام حرکات وسکنات میں معصوم ہیں' بعض مفسرین نے یہاں ایسی باتیں لکھی ہیں جو منصبِ نبوت کے منافی ہیں' اِس لیے ہم نے اُن کو نظر انداز کر دیا ہے۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ذَكَرَابن أبي حاتِم وابن جريرهاهُنا آثاراً عن بعض السَّلَفِ ﷺ أحببنا أن نضرب عنها صفحاً لِعدمِ صحتها فلانوردها'وقد روى الإمام أحمد هاهنا أيضاًحديثاً من رواية حماد بن زيد عن ثابت عن أنس ﷺ فيه غَرابةٌ'تركناسياقه أيضاً

[تفسیر ابن کثیر ۳:۵۴۰' تفسیر الاحزاب ۳۳:۳۷]

''ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے اس موقع پر بعض اسلاف سے کچھ روایتیں نقل کی ہیں جس کو ہم صرف اس لیے نظر انداز کرتے ہیں کہ وہ غلط ہیں' اور امام احمد نے بھی اس واقعے کے متعلق سیدنا انس ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے جو غریب ہے۔ ہم اُس کو بھی ذکر نہیں کرتے۔''

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اسی سلسلے میں ابن ابی حاتم اور طبری نے کچھ آثار نقل کیے ہیں' جسے مفسرین نے بھی نقل کیا ہے' لیکن ان آثار اور روایات میں مشغول ہونا مناسب نہیں۔ [فتح الباری ۸:۵۲۴ تفسیر سورۃ الاحزاب]

[۳۴۹] ستفتح عليكم الآفاق'وستفتح عليكم مدينة يقال لها قزوين'مَن رابط فيها أربعين يوماً أوليلة كان له في الجنة عمودٌ مِن ذهبٍ.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب الجہاد [۲۴] باب ذکر الدیلم وفضل قزوین [۱۱] حدیث ۲۷۸۰]

''تم دنیا کے اطراف میں پھیل جاؤ گے اور قزوین جیسے شہر کو فتح کر دو گے' جس نے وہاں چالیس دن یا چالیس رات چوکیداری کی تو اُسے جنت میں سونے کے ستون ملیں گے۔''

اس کا مرکزی راوی یزید بن ابان ہے' جس کے بارے میں محدث ابن حبان لکھتے ہیں: اللہ کا

......ھ۱۳۴۴ءکو وفات پائی۔ عربیت' تفسیر' حدیث' تراجم اور لغات کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔

[الدرر الکامنۃ ۴:۳۰۲' الاعلام ۷:۱۵۲]

نیک بندہ تھا۔ رات کو تنہائیوں میں اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتا رہتا تھا لیکن فن حدیث سے بالکل نابلد، ناواقف اور نا آشنا تھا۔ عبادت میں مشغول ہو جانے کے باعث وہ حافظ حدیث نہ بن سکا۔ غفلت اور لاعلمی سے حسن بصری کی باتوں کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی ﷺ سے مرفوعاً نقل کرنے لگا، اس لیے ناقابل احتجاج ہے۔ [المجروحین ۲:۲۴۸، ترجمہ: ۱۱۷۳]

حافظ ذہبی داود بن محبر کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: امام ابن ماجہ نے اس موضوع حدیث کو اپنی سنن میں داخل کر کے اس کی شان گھٹا دی ہے۔ [میزان الاعتدال ۲:۲۰]

[۳۵۰] سُدُّوا هذه الأبواب كلها إلّا باب علي رضی اللہ عنہ.

''علی [رضی اللہ عنہ] کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی میں کھلنے والے سب دروازے بند کرو''۔

یہ روایت کئی صحابہ سے منقول ہے:

– سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت۔ [تاریخ بغداد ۷:۲۰۵، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۱۷]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: اس کو نقل کرنے میں ابوعبداللہ حسنی علوی منفرد ہے۔

[تاریخ بغداد ۷:۲۰۵]

اس ابوعبداللہ کا نام جعفر بن محمد بن جعفر [وفات: ۳۰۸ھ] ہے۔ [المنتظم ۱۳:۱۹۶]

جو اِمامی [شیعہ] فاضل تھے۔ سامراء میں پیدا ہوئے تھے۔ التاریخ العلوی ان کی مشہور تصنیف ہے۔ [الاعلام ۲:۱۲۸]

علوی کے علاوہ اس روایت کے دو راویوں: احمد بن محمد بن غالب فقیہ اور ابوحفص بن بشران کا کتب اسماء الرجال میں کہیں اتا پتا نہیں، اس لیے خطیب بغدادی اور حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں

لا یصح إسناده، و فيه مجاهيل. [تاریخ بغداد ۷:۲۰۵، الموضوعات ۱:۳۶۶]

''اس کی سند صحیح نہیں کیونکہ اس کے کئی راوی مجہول ہیں''۔

– سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت

[مسند احمد ۴:۳۶۹، المستدرک ۳:۱۲۵، السنن الکبریٰ، نسائی ۵:۱۱۸، حدیث: ۸۴۲۳]

اس روایت کا دارومدار میمون ابوعبداللہ پر ہے جو سیدنا عبدالرحمٰن بن سَمُرۃ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام ہے، جس میں ایک گونہ کمزوری ہے۔ [الضعفاء الکبیر، عقیلی ۴:۱۸۵-۱۸۶]

امام یحییٰ بن سعید قطان اس سے روایت کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اس کی

روایتیں منکر ہوتی ہیں اور امام ابن مَعین فرماتے ہیں: لا شيءٌ تھا۔[میزان الاعتدال ۴: ۲۳۵]

– سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت [مسند احمد ۱: ۱۷۵] اس میں دو اِسنادی کمزوریاں ہیں:

پہلی: اس کا راوی عبداللہ بن الرُّقیم کنانی مجہول ہے۔[تقریب التہذیب: ۳۳۷، ترجمہ: ۳۳۱۷]

دوسری: ایک راوی عبداللہ بن شریک کوفی ہے جو مختاری اور غالی شیعہ تھا۔

[المجروحین ۱: ۵۱۹، الضعفاء الکبیر ۲: ۲۶۶]

امام جوزجانی اسے کذاب کہتے ہیں۔[احوال الرجال: ۴۹، ترجمہ: ۲۵]

– سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت [سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] بابٌ [۲۱] حدیث: ۳۷۳۲،

مسند احمد ۱: ۳۳۰ - ۳۳۱، حلیۃ الاولیاء ۴: ۱۵۳]

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ھذا حدیثٌ غریبٌ.

امام نووی فرماتے ہیں: حدیثِ غریب کی دو قسمیں ہیں: صحیح اور غیر صحیح، اور اس کی غالب اکثریت غیر صحیح ہوتی ہے۔[تقریب النووی مع تدریب ۲: ۱۶۴، نوع: ۳۱]

اس کی توضیح کرتے ہوئے حافظ سیوطی فرماتے ہیں: امام احمد بن محمد بن حنبل فرماتے ہیں: غریب حدیث نہ لکھا کرو کیونکہ یہ منکر، نا آشنا اور اس کے راوی عمومی طور پر ضعیف ہوتے ہیں۔

[تدریب الراوی ۲: ۱۶۴، نوع: ۳۱]

حافظ ابن رجب [۱] فرماتے ہیں: امام ترمذی نے اپنی کتاب میں صحیح، حسن اور غریب روایتیں نقل کی ہیں، ان میں سے غریب روایتیں عام طور پر منکر ہوتی ہیں اور خصوصاً فضائل کے باب میں تو ایسا اکثر ہوتا ہے لیکن امام ترمذی اس پر خاموش نہیں رہتے اور اس کی غربت و نکارت کو اشارہ کرتے ہیں۔[شرح علل الترمذی ۱: ۳۹۵]

اب زیر بحث روایت کو لیجئے، خود امام ترمذی اسے غریب قرار دیتے ہیں، اس کے دو سبب ہیں:

– امام ترمذی کے استاد محمد بن حمید رازی علماءِ اسماء الرجال کے نزدیک کذاب و بدمذہب تھا۔

---

(۱) عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب، سلامی، بغدادی، دمشقی، حنبلی، ابوالفرج، زین الدین، حافظ حدیث تھے۔ ۷۳۶ھ = ۱۳۳۵ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ ۷۹۵ھ = ۱۳۹۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔

[شذرات الذہب ۶: ۳۳۹، الاعلام ۳: ۲۹۵]

[تاریخ بغداد ۲:۲۶۳، احوال الرجال: ۲۰۷]

-۲: ایک راوی ابو بَلَج فزاری واسطی ہے جس کا نام یحییٰ بن سُلیم یا ابن ابی سُلَیم ہے۔ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں: منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ امام جوزجانی اسے غیر ثقہ بتاتے ہیں اور حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو اس کے مناکیر میں شمار کیا ہے۔

[احوال الرجال: ۱۱۷، ترجمہ: ۱۹۰، میزان الاعتدال ۴: ۳۸۴]

- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت [مسند احمد ۲: ۲۶]

جس کی سند میں ہشام بن سعد نامی راوی ہے جو اگرچہ سچا تھا مگر اس کے کئی اوہام ہیں اور وہ شیعہ بھی تھا۔ [تقریب التہذیب: ۶۰۲، ترجمہ: ۷۲۹۴]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: سدوا الأبواب كلها إلا باب علي رضي الله عنه هذا ما وضعته الشيعة على طريق المقابلة فإن الذي في الصحيح عن أبي سعيد رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال في مرضه الذي مات فيه : إنَّ أمنَّ الناس عليَّ في ماله وصحبته أبوبكر و لو كنت متخذاً خليلاً غير ربي لأتخذت أبابكر خليلاً و لكن أخوة الإسلام و مودته، لا يبقين في المسجد خوخة إلّا خوخة أبي بكر ورواه ابن عباس رضي الله عنه أيضاً في الصحيحين.

[منہاج السنۃ النبویۃ ۳: ۹]

''یہ روایت شیعوں نے بطور مقابلہ ومعارضہ کے وضع کی ہے کیونکہ صحیح حدیث میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں فرمایا تھا: میرے حق میں اپنے مال وصحبت کے بارے میں سب سے زیادہ امانت دار ابوبکر [رضی اللہ عنہ] ہیں اور اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر [رضی اللہ عنہ] ہی کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی وجہ سے اُن کے ساتھ محبت واخوت ہے۔ مسجد [نبوی] میں کھلنے والے دروازوں میں سے ابوبکر [رضی اللہ عنہ] کے دروازہ کے علاوہ کوئی دروازہ کھلا نہ رہے [بلکہ سب بند کیے جائیں] صحیحین میں یہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ کی پیش کردہ روایت صحیح بخاری [کتاب الصلاۃ [۸] باب الخَوخۃ والممر فی المسجد [۸۰] حدیث: ۴۶۶، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم [۶۲] باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سدوا الابوب [۳] حدیث: ۳۶۵۴، کتاب مناقب الانصار [۶۳] باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ [۴۵] حدیث: ۳۹۰۴] میں پڑھی جا

سکتی ہے۔

[۳۵۱] سوء الخلق ذنبٌ لا یغفر، وسوء الظن خطیئة تفوح. [احیاء علوم الدین ۳: ۵۲]

''بدخوئی معاف نہ ہونے والی گناہ ہے اور بدگمانی پھیلنے والی گناہ ہے۔''

یہ روایت باطل ہے اس لیے کہ ارشاد ربانی: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ [سورۃ النساء ۴: ۴۸] کے صریح معارض ہے۔

[۳۵۲] سیدُ إدامکم الملح. [مسند شہاب ۲: ۳۶۵، ترجمہ: ۸۲۷، حدیث: ۱۳۲۷، سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ [۲۹] باب الملح [۳۲] حدیث: ۳۳۱۵، مسند ابی یعلیٰ ۶: ۳۷۸، حدیث: ۹۵۹ - [۳۷۱۴]

''نمک تمہارے کھانوں کا سردار ہے۔''

اس کا مرکزی راوی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ حناط الغفاری ہے جو شدید متروک الحدیث اور منکر الحدیث تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۴۳۶، تقریب التہذیب: ۴۶۹، ترجمہ: ۵۳۱۷]

[۳۵۳] سید العرب علي [رضی اللہ عنہ].

''علی [رضی اللہ عنہ] عرب کے سردار ہیں۔''

امام زرکشی فرماتے ہیں: اسے حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء [۱: ۶۳، امام حاکم نے المستدرک ۳: ۱۲۴] میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما (۱) کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے سید العرب کو بلا لیجیے، اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا آپ سید العرب نہیں ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أنا سید ولد آدم، وعلي سید العرب. [التذکرۃ: ۱۱۳، حدیث: ۱۵۰]

''میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور علی [رضی اللہ عنہ] سید العرب ہیں۔''

امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کی اِسناد صحیح ہے۔ حافظ ذہبی اُن کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسے ابن علوان نے وضع کیا ہے اور اس کا راوی عمر بن موسیٰ وجیہی

---

(۱) حسن بن علی رضی اللہ عنہما، ہاشمی قرشی ابومحمد، پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔ ۳ھ = ۶۲۴م کو مدینہ منورہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ عاقل، حلیم، فصیح و بلیغ اور بہت حسین و جمیل تھے۔ مکہ معظّمہ کو پیدل جا کر ۲۲ حج ادا کیے۔ ۵۰ھ = ۶۷۰ء کو وفات پائی۔

[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱: ۳۲۸، الاعلام ۲: ۱۹۹]

وضّاع تھا۔[تلخیص المستدرک۳:۱۲۴]

[۳۵۴] سِینُ بلا ل عند اللّٰہ شِینٌ.

''بلال رضی اللہ عنہ(۱) کا ''س'' [بعض کا خیال ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ أشھَدُ کی بجائے أسھَدُ پڑھا کرتے تھے] اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''ش'' ہے۔

حافظ مزی فرماتے ہیں: عوام کے مابین مشہور ہے لیکن ہم نے اسے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے۔[الاسرار المرفوعة:۱۴۱' بذیل حدیث:۷۶]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل اور نادرست ہے' اس لیے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نہایت فصیح اللسان اور خوش اِلحان تھے۔

[المقاصد الحسنة:۳۹۷' الاسرار المرفوعة:۲۲۵' حدیث:۲۳۹' المصنوع:۱۱۳]

اوران صفات سے کوئی اس وقت موصوف ہوتا ہے جب وہ حروف کو اپنی اصلی شکل میں اپنے مخارج سے ادا کرے۔

[۳۵۵] السلطان ظل اللّٰه في الأرض' فمن غَشّه ضَلَّ و من نصحه اهتدى.

[شعب الایمان ۶:۱۸' حدیث:۷۳۷۶]

''سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے' جس نے اُسے دھوکہ دیا گمراہ ہوا اور جو اُس کے ساتھ خلوص سے پیش آیا اُس نے ہدایت حاصل کی۔''

اس روایت کا مرکزی راوی محمد بن یونس بن موسیٰ الکدیمی ہے جو احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۵۳]

اس راوی کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا' اس نے ایک ہزار سے زیادہ روایتیں وضع کی ہیں۔[المجروحین ۲:۳۳۲]

---

(۱) بلال بن رباح حبشی' ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن اور بیت المال کے خازن تھے۔ نحیف اور طویل القامت تھے۔ سارے غزوات میں شریک رہے ہیں' ۲۰ھ = ۶۴۱ء کو دمشق میں وفات پائی۔

[اسد الغابة ۱:۲۶۹' ترجمہ:۴۹۲' الاعلام ۲:۷۳]

[۳۵۶] السلطان ظل الله في الأرض،يأوي إليه كل مظلوم.

[مسند شہاب ۱:۲۰۱، ترجمہ:۲۱۹، حدیث:۳۰۴، مسند بزار ۲:۱۷، حدیث:۵۳۸۳]

''بادشاہ زمین پر اللہ کا ایسا سایہ ہے، جس کے ہاں ہر مظلوم پناہی حاصل کرتا ہے۔''

اس کا راوی سعید بن سنان ابومہدی حمصی کندی ہے، جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۳:۴۷۸، ترجمہ:۱۵۹۸]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: مجھے اس کا ڈر ہے کہ کہیں اُس کی روایات موضوع نہ ہوں۔ امام ابوالیمان فرماتے ہیں: ہم اُس کے دعا کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے مگر جب میں نے اُن کی روایات دیکھیں وہ سب کے سب معضل نکلیں۔ امام ابن معین فرماتے ہیں: اس کی روایات بواطیل ہوتی ہیں۔ [احوال الرجال:۱۶۸-۱۶۹، ترجمہ:۳۰۱]

[۳۵۷]السُّنَّةُ قَاضِيَةٌ عَلَى كِتابِ اللهِ وَلَيْسَ الْقُرْآنُ بِقَاضٍ عَلَى السُّنَّةِ.

[سنن الدارمی ۱:۱۵۳، الکفایۃ فی علم الروایۃ:۱۴، جامع بیان العلم وفضلہ ۲:۳۳۲]

''سنت کتاب اللہ پر حاکم ہے لیکن کتاب اللہ سنت پر حاکم نہیں ہے۔''

یہ حدیثِ نبوی نہیں بلکہ یحییٰ بن ابی کثیر (۱) کا بدیہی طور پر غلط مقولہ ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر قرآن نہ ہوتو سنت کیا کرے گی؟ اس کی عمارت کس چیز پر استوار ہوگی؟ سنت کی اَساس تو بہر حال قرآن مجید ہی ہے اس کے بغیر سنت کھڑی نہیں ہوسکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں کے مابین روح وقالب اور اجمال وتفصیل کا تعلق ہے۔ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ دونوں یک جان دو قالب ہیں اور ہم ان دونوں کے یکساں محتاج ہیں اور یہی قول اگر درست ہے تو امام شاطبی غرناطی اس کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں:

إن قضاء السنة على الكتاب ليس بمعنى تقديمها عليه و إطراح الكتاب،بل أن ذلك المعبرفي السنة هو المراد في الكتاب ، فكأن السنة بمننزلة التفسير و الشرح لمعاني

(۱) یحییٰ بن ابی کثیر امام اور حافظ تھے۔ بنوطي سے تعلق تھا۔ ابوکثیر کے نام کے تعین میں علماء رجال کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی اس کا نام صالح، کوئی یسار اور کوئی نشیط بتاتا ہے۔ صحاح کے راوی ہیں، ان کی مراسیل مثلُ الرّیح ہوتی ہیں۔ ۱۲۹ھ کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۶:۲۷-۳۱]

أحكام الكتاب. [الموافقات فی اصول الشریعۃ ۴: ۷-۸]

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ سنت کو کتاب اللہ پر مقدم سمجھا جائے اور کتاب اللہ کو بالکلیہ چھوڑ دیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سنت میں جس چیز کی تعبیر کی گئی ہے' وہی کتاب اللہ کی مراد ہے' تو گویا سنت کتاب اللہ کی تفسیر اور اُس کی معانی ومطالب کی وضاحت کرتی ہے۔''

یحییٰ بن ابی کثیر کے اس قول کے بارے میں امام احمد بن محمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ماأجسرعلى هذاأن أقوله' ولكن السنة تفسرالكتاب وتعرف الكتاب وتبينه.

[الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۵]

''میں یہ کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا' سنت تو قرآن کی تفسیر کرتی' اس کی تعریف اور اس کی مجمل باتوں کی وضاحت کرتی ہے۔''

[۳۵۸] السواك يزيد الرجل فصاحةً. [الجامع الصغیر ۴۸۳۸]

''مسواک آدمی کی فصاحت میں اضافہ کرتا ہے۔''

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔ [العلل المتناہیۃ ۱: ۳۳۶]

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کے دو راوی عمر بن داود اور سِنان دونوں مجہول ہیں اور یہ روایت منکر اور غیر محفوظ ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۳: ۱۵۶' میزان الاعتدال ۳: ۱۹۳' فیض القدیر ۴: ۱۴۹]

امام صغانی فرماتے ہیں: اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۲۲۳' المصنوع: ۱۱۲]

حرف الشین

[۳۵۹] شداد کی جنت:

مفسرین نے ارشادِ باری تعالیٰ: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ [سورۃ الفجر ۸۹:۶-۸] کے تحت لکھا ہے کہ:

''مروی ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے: شدید اور شَدَّاد' یہ ملکوں پر قابض ہوئے۔ شدید مر گیا تو شَدَّاد اس کا قائم مقام ہوا' اُس کے اقبال نے ترقی کی۔ بڑے بڑے شہر اُس کے مطیع ہو گئے' اُس نے [انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں] جنت کا ذکر سنا تو کہا: میں بھی ایک ایسی بہشت تیار کرتا ہوں' تب اُس نے یمن کے بعض جنگلوں میں شہر اِرم کی بنیاد ڈالی اور تین سو برس میں ایک شہر آباد ہوا جس میں سونے چاندی کے محل اور زبرجَد کے ستون تھے۔ انواع واقسام کے باغ اس میں لگائے۔ نہریں جاری کیں' یہ شہر جب بن کر تیار ہو گیا تو تمام ارکانِ سلطنت کو جمع کر کے اپنے ساتھ لے کر اُس شہر کی طرف چلا [تاکہ اپنی تیار کی ہوئی بہشت کی سیر کرائے]۔ شَدَّاد جب اپنی بہشت کے قریب پہنچا تو آسمان سے ایک ہیبت ناک کڑک آئی اور اُس نے سب کو ہلاک کر ڈالا۔ تاریخی نقول سے ثابت ہے کہ شداد نو سو برس تک زندہ رہا۔

یہ بھی ایک روایت میں بعض کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ ابوقلابہ ایک مرتبہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کرتے ہوئے اُس جنگل میں جا نکلے جہاں شہر اِرم تھا' وہاں اُن کو کچھ جواہرات ملے' جو اُٹھا لائے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو بلا کر وہاں کے احوال دریافت کیے۔ اُنہوں نے کعب الاحبار (۱) کو بلایا' اُنہوں نے جب تفصیل سنی تو کہنے لگے: یہ اِرم ذات العماد ہے اور کتب سابقہ میں آیا ہے کہ آپ [یعنی: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ] کے زمانہ میں اُس میں ایک مسلمان داخل ہوگا اور لکھا ہے کہ یہ شخص سرخ رخسار' کوتاہ قد بدوی ہوگا' اُس کی بھون پر ایک مسہ ہوگا اور ایڑی پر تل ہوگا اور وہ اپنے کھوئے ہوئے اونٹ تلاش کرنے جائے گا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن قلابہ کو سامنے

---

(۱) کعب بن ماتع حمیری' علمائے اہل کتاب میں سے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مشرف باسلام ہوئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱:۵۲]

بلایا، جیسے ہی کعب الاحبار نے ابن قلابہ کو دیکھا تو کہا: امیر المؤمنین! واللہ وہ شخص یہی ہے جو اِرم ذات العماد میں داخل ہوگا۔‘‘

[التفسیر الکبیر، طبرانی ۶:۴۹۳-۴۹۵، التفسیر الکبیر، رازی ۱۱:۱۵۳، تفسیر نیشا پوری ۶:۴۹۶، زاد المسیر ۴:۴۴۱-۴۴۲، تفسیر الکشاف ۴:۷۴۸، تفسیر الخازن ۴:۴۲۴-۴۲۵، تفسیر البیضاوی ۵:۳۰۹، تفسیر ابی السعود ۹:۱۵۴-۱۵۵، تفسیر القرطبی ۲۰:۴۳-۴۴، تفسیر السراج المنیر ۴:۶۱۰، تفسیر حقانی ۳:۸۵۳-۸۵۴، معارف القرآن، کاندھلوی ۸:۴۴۹]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: فهذه الحكايةُ ليس يصح إسنادها، ولو صَحَّ إلى ذلك الأعرابي فقد يكون اختلق ذلك أو أنه أصابه نوعٌ من الهوس والخبال فاعتقد أن ذلك له حقيقة في الخارج وليس كذلك، وهذا مما يقطع بعدم صحته، وهذا قريبٌ مما يخبر به كثير من الجهلة و الطامعين و المتحيلين من وجود مطالب تحت الأرض، فيها قناطير الذهب والفضة وألوانُ الجواهر واليواقيت واللآلي والإكسير الكبير، لكن عليها موانع تمنع من الوصول إليها والأخذ منها، فيحتالون على أموال الأغنياء والضَّعَفَةِ والسفهاء فيأكلونها بالباطل في صرفها في بخاخير وعقاقير ونحو ذلك من الهذيانات ويطنزون بهم، والذي يُجزمُ به أنَّ في الأرض دفائن جاهلية و إسلامية و كنوزاً كثيرة، مَن ظَفَرَ بشيء منها أمكنه تحويله، فأما على الصفة التي زعموها فكذبٌ وفتراءٌ وبَهتٌ، ولم يصح في ذلك شيءٌ مما يقولون إلّا عن نَقَلَتِهِمُ أو نقل مَن أخَذَ عنهم.

[تفسیر ابن کثیر ۴:۶۵۵]

’’یہ کہانی صحیح نہیں اور اگر اَعرابی والا قصہ [سنداً] صحیح مان لیں تو ممکن ہے کہ اُسے ہوس اور خیال ہوا اور اپنے خیال میں اُس نے یہ نقشہ جما لیا ہو اور خیالات کی پختگی اور عقل کی کمی نے اسے یہ یقین دلایا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے حالانکہ ایسا نہ ہو اس لیے یہ قطعی طور پر نا درست ہے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ بعض جاہل، حریص اور خیالات کے کچے لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین کے نیچے سونے چاندی کے پل ہیں۔ قسم قسم کے جواہر، یاقوت، لؤلؤ، موتی اور اکسیر کبیر ہیں لیکن ایسے چند موانع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے، مثلاً خزانے کے منہ پر کوئی اژدہا بیٹھا ہے، کسی جن کا پیرا ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بناوٹی باتیں ہیں، انہیں گھڑ گھڑ کر بے وقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے

دام میں پھانس کران سے کچھ وصول کرنے کے لیے مکاروں نے مشہور کررکھے ہیں' پھر کبھی چلے کھینچنے کے بہانے سے' کبھی بُخُور [عود' اگربتی' خوشبویوں] کے بہانے سے اور کبھی کسی اور طرح سے اُن کے یہ مکار دولت بٹور لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں' ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین سے جاہلیت کے زمانے کا یا مسلمانوں کے زمانے کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتا جسے چل جائے وہ اُس کے ہاتھ لگ جاتا ہے [نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے' نہ کوئی دیو' بھوت' جن اور پری] جس طرح ان لوگوں نے مشہور کررکھا ہے' یہ بالکل غیر صحیح ہے' یہ ایسے ہی لوگوں کی گھڑنت ہے یا ان جیسے لوگوں سے سنی سنائی ہے۔''

فلسفہ تاریخ کے امام' علامہ ابن خلدون (۱) لکھتے ہیں:

وأبعد من ذلك وأعرف في الوهم مايتناقله المفسرون في تفسيرسورة الفجر في قوله تعالى: اَلَمْ تَرَكَيُفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ' فيجعلون لفظة "إرم" إسماً لمدينة وصفت بأنها ذات عمادٍ أي:أساطينٍ' ويتنقلون أنه كان لعادٍ ...... مزاعم كلها أشبه بالخرافات' والذي حمل المفسرين على ذلك ما اقتضته صناعة الإعراب في لفظة ذات العماد'أنها صفة لإرم'وحملواالعمادعلى الأساطين'ورشج لهم ذلك قراءة ابن الزبير: عاد إرم' على الإضافة من غير تنوينٍ' ثم وقفوا على تلك الحكاية هي أشبه بالأقاصيص الموضوعة'التي هي أقرب إلى الكذب المنقولة في عدادالمضحكات و إلّا فالعمادُ هي عمادُ الأخبية بل الخيام' وإن أريد بهاالأساطين فلا بدع في وصفهم بأنهم أهل بناء وأساطين على العموم بمااشتهر من قوتهم' لأنه بناء خاص في مدينة معينةٍ أوغيرها'وإن أضيفت كمافي قراءةِ ابن الزبير فعلى إضافة الفصيلة أي: القبيلة' كماتقول:قريش كنانة'وإلياس مضر'وربيعة نزار'وأيُّ ضرورة إلى هذاالمحمل البعيد

---

(۱) عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد' ابوزید' حضرمی' اکندی۔ سیدنا وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے تھے۔ فلسفہ تاریخ کے امام تھے۔ تیونس میں ۷۳۲ھ=۱۳۳۲ء کو پیدا ہوئے اور یہیں پلے بڑھے۔ حصول علم ومعاش کے سلسلے میں فاس' غرناطہ' تلمسان اور قاہرہ گئے۔ مصر میں دوبار قاضی قضاۃ رہے۔ ۸۰۸ھ=۱۴۰۶ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔

[الضوء اللامع ۴:۱۴۵' ترجمہ:۳۲۸' الاعلام ۳:۱۳۳۰]

الذي تمحلت لتوجيهه لأمثال هذه الحكايات الواهية، التي يتنزه كتاب الله عن مثلها لبُعدها عن الصحة.[تاریخ ابن خلدون،المقدمۃ ۱:۱۴]

''اوراس سے زیادہ بعیداز عقل اوروہم میں زیادہ معروف وہ روایت ہے جومفسرین سورۃ الفجر کے اس کلام الٰہی کے ذیل میں نقل کرتے ہیں:اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ.

[سورۃ الفجر۸۹:۶-۷]

''دیکھانہیں! تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا، ستونوں والے ارم کے ساتھ۔''

وہ اِرم کوشہر کا نام قرار دے کر ذَاتُ الْعِمَادِ اُس کی صفت ٹھہراتے ہیں اور عماد کے معنی ستون کے لیتے ہیں اور پھر وہ ایک دوسرے سے یہ بات نقل کرتے ہیں کہ یہ عاد کا شہر تھا...... یہ سب مزاعم و خرافات کے مانند ہیں۔مفسرین کو اصل میں ذَاتُ الْعِمَادِ کے اِعراب سے مغالطہ لگا ہے کہ وہ اس کو اِرم شہر کی صفت ٹھہراتے ہیں اور عِمَادٌ کے معنی ستون کے لیتے ہیں تو یہی بات قرار پاتی ہے کہ وہ ایک شہر تھا اور پھر سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی قراءت سے اس خیال کی تقویت ہوتی ہے کہ وہ عَادِ اِرَم کو باضافت بغیر تنوین کے پڑھتے تھے اور دوسری طرف مفسرین کو یہ بے اصل قصے کہانیاں پہنچ چکی تھیں، جو محض بناوٹی اور من گھڑت ہیں اور جو جھوٹی ہنسانے والی باتوں سے زیادہ اپنی حقیقت نہیں رکھتیں، ورنہ عماد در حقیقت چوب ہائے خیمہ کا نام ہے، اور اگر عماد سے ستون ہی مراد ہوں تو یہ بھی اُن کے بارے میں کہنا کہ وہ ستونوں والے قصور ومحلات کے مالک تھے، کوئی اچنبے کی بات نہیں جب کہ اُن کی مشہور ومعروف شان وشوکت کو پیش نظر رکھا جائے۔نہ یہ کہ وہ کسی خاص شہر میں ایک خاص محل یا قصر ہے اور اگر عَادِ اِرَم میں سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی قراءت کو ہی قابل لحاظ رکھا جائے تو اس صورت میں عَادِ اِرَم کی اضافت کو اضافتِ فصیلہ [توضیحی] کہنا چاہیے جس طرح: قریشِ کنانہ، الیاسِ مضر اور ربیعہِ نزار وغیرہ میں ہے، پھر ایسے بعید احتمال کے مراد لینے کی کیا ضرورت پیش آئی کہ ایسی واہی تباہی حکایات اُن پر چسپاں ہوں اور اس سے میل کھائیں جن سے اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام کو پاک اور بری رہنا چاہیے۔''[مقدمہ ابن خلدون، اردو:۳۸]

یاقوت حموی[1] اس سارے قصہ کو لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ہم اس قصہ کی صحت سے براءت کا

---

(۱) یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی شہاب الدین۔۵۷۴ھ=۱۱۷۸ء کو بلادِ روم میں پیدا ہوئے۔صغرسنی......

اعلان کرتے ہیں اور ہمارا یقین ہے کہ اس سارے قصے کو بناوٹی اور ملمع ساز قصہ گو لوگوں نے گھڑ لیا ہے : هذه القصة مما قدِمنا البراءة من صحتها، وظَنَنّا أنهامن أخبارالقُصاص المنمقة وأوضاعها المزوقة. [معجم البلدان ۱: ۱۵۷، مادہ: ارم]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وآثار الوضع عليه لائحة. [الکافی الشاف ۴: ۷۴۸]

''اس روایت پر موضوع ہونے کے آثار واضح اور نمایاں ہیں۔''

حافظ ابن حجر یہ بھی فرماتے ہیں: فيهاألفاظٌ منكرةٌ، وراويهاعبدالله بن قلابة، لا يُعرف، وفي إسناده عبدالله بن لهيعة. [فتح الباری ۸: ۷۰۲]

''اس میں کئی منکر الفاظ موجود ہیں، اس کا راوی عبداللہ بن قلابہ غیر معروف ہے، اور اس کی سند میں ابن لہیعہ بھی ہے [جو ضعیف ہے]۔''

سید آلوسی بغدادی فرماتے ہیں: وخبرشداد المذكورأخوه في الضعف بل لم تصح روايته كما ذكرالحافظ ابن حجرفهوموضوع كخبرأبي قلابة. [روح المعانی ۳۰: ۱۷۲]

''شداد کی بہشت والی روایت میں موضوع ہے اسی طرح ابن قلابہ کا وہاں کا سیر کرنے کا واقعہ بھی گڑنتھو ہے۔''

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: وهذاكذب على كذبٍ وافتراءٌ على افتراءٍ، وقدأُصيب الاسلام واهله بداهيةً دهياء، وفاقرة عُظمى، ورزية على الانبياء، وتارةً على الصالحين، وتارةً على رب العلمين، وتضاعَفَ هذا الشر، وزاد كثرةً بتصدر جماعة من الذين لاعلم لهم بصحيح الرواية من ضعيفها، من موضوعهاللتصنيف والتفسيرللكتاب العزيز، فادخلوا هـذه الخرافات المُختَلَقَة والاقاصيص المنحولة، والاساطيرالمفتَلَقَة في تفسير كتاب الله سبحانه، فَحَرَّفُوا، وغَيَّرُوا، وبَدَّلُوا. [تفسیر فتح القدیر ۲: ۱۲۲۸]

...... میں اسیر ہو کر بغداد میں بطورِ غلام ایک مقامی تاجر عسکر بن ابراہیم حموی کے پاس پہنچے اُس نے اپنا حساب کتاب رکھنے کے لیے یاقوت کو تعلیم دلوائی۔ نحو ولغت اور جغرافیہ وتاریخ میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ ۵۹۶ھ کو اُنہیں آزادی ملی۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔ ۶۲۶ھ = ۱۲۲۹ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۶: ۱۲۷، الاعلام ۸: ۱۳۱]

''یہ جھوٹ پر جھوٹ اور افترا پر افترا ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کو اس قسم کے جھوٹے دجالوں سے جو کبھی بنی اسراءیل پر، کبھی انبیاء پر، کبھی صالحین پر اور کبھی اللہ رب العالمین پر دروغ بیانی کی جرأت کرتے ہیں سخت مصیبت، عظیم نقصان اور بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور پھر ایسے لوگوں کے تصنیف اور کتاب اللہ کی تفسیر میں پیش پیش ہو جانے سے کہ جن کو صحیح وضعیف اور موضوع روایات کا علم نہیں، یہ برائی دگنی ہوگئی اور کثرت سے بڑھ گئی کیونکہ انہوں نے ان من گھڑت خرافات، خود تراشیدہ افسانوں اور خود ساختہ قصوں کو کتاب اللہ کی تفسیر میں داخل کر کے بڑی تحریف کر ڈالی اور تغیر و تبدل کر ڈالا۔''

[۳۶۰]شفعتُ في هؤلاء النفر: في أبي، وعمي أبي طالبٍ، وأخي مِن الرضاعة ابن السعدية ليكونوا يوم البعث هباءً. [تاریخ بغداد۳:۱۶۱]

''میں نے اپنے باپ، چچا ابو طالب اور اپنے رضاعی سعدی بھائی کے لیے سفارش کی ہے کہ وہ روز قیامت دوبارہ زندہ ہو جانے کے بعد گرد کی طرح اڑ کر ناپید ہو جائیں۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

– اس کا ایک راوی خطاب بن عبدالدائم ضعیف اور صاحبِ مناکیر تھا۔

– جب کہ دوسرا راوی یحییٰ بن مبارک شامی صغانی مجہول ہے۔ [تاریخ بغداد۳:۱۶۱]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔ [لسان المیزان ۵:۳۳۹]

[۳۶۱]شهدنا مع علي رضی اللہ عنہ صِفين في ثمانمائة ممن بَايَع بيعة الرضوان.

[الاستیعاب:۵۴۸، ترجمہ: سیدنا عمار بن یاسر [۱۸۸۰] الاصابۃ ۲:۳۸۹، ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ [۵۰۷۵]

''ہم جنگ صفین کے موقعہ پر آٹھ سو ایسے اصحاب، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جو بیعت رضوان کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ [خلافت و ملوکیت: ۱۲۲ حاشیہ]

امام ابن عبدالبر نے اسے عبدالرحمٰن بن ابزی کا قول کہہ کر نقل کیا ہے لیکن چند وجوہ سے یہ بات محل نظر ہے۔

– ایک تو یہ کہ عبدالرحمٰن بن ابزی کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔ [تہذیب التہذیب ۶:۱۲۱]

– دوسرے یہ کہ اس کی کوئی سند موجود نہیں۔ امام ابن عبدالبر اور ابن ابزی کے درمیان تقریباً چار سو سال کا زمانہ ہے، اس طویل زمانہ میں کوئی ایک راوی بھی مذکور اور معلوم نہیں لہٰذا تحقیق کے میدان

میں اس قول کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

- تیسرے یہ کہ بیعت رضوان ہوئی ہے چھ ہجری میں' اُس وقت شرکاءِ بیعت کی تعداد چودہ سو تھی اور جنگ صفین ہو رہی ہے ۳۷ ہجری میں- پورے ۳۱ سال بعد- اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ پورے اکتیس سال بعد چودہ سو صحابہ کرام میں سے آٹھ سو تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں۔ اتنے نہیں تو اس سے کچھ کم ساڑھے سات سو' چلو سات سو' جانے دو صرف چھ سو بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں تو گویا ثلث صدی- ۳۱ سال- میں ایک صحابی نے بھی وفات نہیں پائی۔ کتنا سچا ہے امام ابن عبدالبر اور سید مودودی صاحب کا منقولہ بیان؟

[۳۶۲] شهده الله و ملائكة الليل و ملائكة النهار.

[تفسیر ابن جریر ۸: ۱۲۷' بذیل سورۃ الاسراء ۱۷: ۷۸' فقرہ: ۲۲۵۹۵]

''صبح کی نماز کو اللہ تعالیٰ' اور دن اور رات کے نامہ اعمال لکھنے والے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔''

صبح کی نماز کو ملائکہ کا حاضر ہو جانا صحیح احادیث سے ثابت ہے [دیکھئے صحیح بخاری' کتاب مواقیت الصلاۃ [۹] باب فضل صلاۃ العصر [۱۶] حدیث: ۵۵۵' صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ [۵] باب فضل صلاتی الصبح والعصر [۳۷] حدیث: ۶۳۲] لیکن صحیح احادیث میں صبح کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے حاضر ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ صرف اُس روایت کے اندر ہے جسے زیادۃ بن محمد بن کعب قرظی سے نقل کرتا ہے' جب کہ یہ زیادۃ بن محمد امام بخاری کی تصریح کے مطابق منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۳: ۴۴۶' ترجمہ: ۱۴۹۰]

حافظ ابن کثیر اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: إنه تفرد به زيادة. [تفسیر ابن کثیر ۳: ۶۱]

''اس اضافہ میں زیادۃ [بن محمد] منفرد ہے۔''

حافظ ذہبی نے زیادۃ بن محمد کے ترجمہ میں زیر بحث روایت نقل کر کے لکھا ہے:

فهذه ألفاظٌ منكرةٌ لم يأتِ بها غير زيادة. [میزان الاعتدال ۲: ۹۸' ترجمہ: ۲۹۸۸]

''اس میں یہ اضافہ منکر ہے اور زیادۃ کے علاوہ کوئی دوسرا اِن الفاظ کو بیان نہیں کرتا۔''

[۳۶۳] شهرٌ أوله رحمة' و وسطه مغفرةٌ' و آخره عتق من النار.

[صحیح ابن خزیمہ ۳: ۱۹۱' حدیث: ۱۸۸۷' باب فضائل شهر رمضان ان صح الخبر [۸]' الترغیب والترہیب ۲: ۹۴- ۹۵' مشکاۃ المصابیح ۱: ۵۴۳' حدیث: ۱۹۶۵]

''یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے۔ درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔'' [فضائل رمضان:۴]

حافظ ابن خزیمہ (۱) کو اس روایت کے صحیح ہونے میں تردد ہے اس لیے وہ اس کو نقل کرنے کے باوجود لکھتے ہیں: إِنْ صَحَّ الْخَبَرُ. ''اگر روایت صحیح ہو تو''۔

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔ [علل الحدیث ۱:۲۴۹[۷۳۳]

اس کی نکارت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مرکزی راوی علی بن زید بن جدعان ہے جو شیخ جلیل تو تھے مگر احادیث میں بکثرت وہم وخطا کے شکار ہوتے تھے اور مناکیر کی روایت کرنے لگے تھے اس لیے محدثین نے ان کی روایت سے استدلال واحتجاج چھوڑ دیا ہے۔ [المجروحین ۲:۸۷ ترجمہ:٦٦٩]

حافظ ابن حبان کے اس قول کے تناظر میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا قول بھی پڑھیے اور سوچیے کہ اس میں کتنا وزن ہے۔ لکھتے ہیں: محدثین کو اس کے بعض رواۃ میں کلام ہے لیکن فضائل میں اس قدر کلام قابلِ تحمل ہے۔ [فضائل رمضان:۵]

فضائل اعمال کے بارے میں ضعیف حدیث کے قابل عمل ہونے کا تذکرہ اکثر وبیشتر علما کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں لگ سکتی ہے، لیکن محققین کا مذہب یہ نہیں، چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

وأما العمل بالضعيف في فضائل الأعمال فدعوى الإتفاق فيه باطلةٌ نعم هو مذهب الجمهور لكنه مشروط بأن لا يكون الحديث ضعيفاً شديد الضعف فإن كان كذلك لم يقبل في فضائل الأعمال أيضاً. [الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة، بتحقیق:۱۵٦]

''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کا دعوی باطل ہے، ہاں جمہور کا مذہب یہی ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو، ورنہ فضائل اعمال میں بھی قابل قبول نہیں۔''

---

(۱) محمد بن اسحاق بن خزیمۃ، سلمی [بضم السین وتشدید اللام] ابوبکر، اپنے دور میں نیشاپور کے امام تھے۔ فقیہ، مجتہد اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نیشاپور میں ۲۲۳ھ = ۸۳۸ کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے عراق، شام، جزیرہ اور مصر کے سفر کیے۔ امام الائمہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ تصانیف کی تعداد تقریباً ۱۴۰ ہے۔ بغداد ہی میں ۳۱۱ھ = ۹۲۴ء کو وفات پائی۔ [طبقات الشافعیۃ الکبری ۳:۱۰۹، الاعلام:٦:۲۹]

امام عقیلی اور حافظ ابن عدی نے زیر بحث روایت کا ایک شاہد یوں نقل کیا ہے:

سلام بن سليمان بن سوار' ثنا مسلمة بن الصلت الشيباني عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [الضعفاء الکبیر۲:۱۶۲' الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۳۲۵]

لیکن یہ روایت بھی قطعاً نا قابل التفات ہے اس لیے کہ:

– سلام بن سلیمان منکر الحدیث ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۳۲۳' ترجمہ:۷۷۲]

– مسلمۃ بن الصلت متروک الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل۸:۲۶۹' ترجمہ:۱۲۲۸]

اس لیے امام عقیلی فرماتے ہیں: زہری کی سند سے اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

[الضعفاء الکبیر۲:۱۶۲' ترجمہ:۶۷۱]

[۳۶۴] الشفعة كحل العقال. [سنن ابن ماجہ' کتاب الشفعۃ [۱۷] باب طلب الشفعۃ [۴] حدیث:
۲۵۰۰' السنن الکبریٰ بیہقی۶:۱۰۸' تاریخ بغداد۶:۵۷ بلوغ المرام:۲۶۶' حدیث:۸۹۲]

''شفعہ زانو بند کھول دینے کے مانند ہے۔''

یعنی جب اونٹ کا زانو کھول دیں تو اپنی جگہ پر نہیں رہتا اسی طرح فروخت کی خبر پا کر خواہش ظاہر نہ کرنے سے شفیع کا حق نہیں رہتا۔

اس روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ:

– اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن بیلمانی ہے جو امام یحییٰ بن معین کی تصریح کے مطابق لیس بشيءٍ تھا۔ امام حمیدی اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔ امام نسائی اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی کوئی بھی روایت بلا اور مصیبت سے خالی نہیں ہوتی۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۳۸۲-۳۸۶' ترجمہ:۴۰-[۱۶۶۱] مصباح الزجاجۃ۲:۲۸۳]

– اس کی سند میں محمد بن الحارث الحارثی ہے' جو شدید منکر الحدیث تھا۔ [المجروحین۲:۳۱۰]

– امام ابوزرعۃ فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔ [علل الحدیث ابن ابی حاتم۱:۴۷۹' تلخیص الحبیر۳:۵۶]

[۳۶۵] الشيخ في أهله كالنبي في أمته.

[الفردوس' حدیث:۳۲۲۲' الجامع الصغیر' حدیث:۴۹۷۰' احیاء علوم الدین۱:۸۳]

''کسی بوڑھے آدمی کا اپنی قوم میں ویسا ہی رتبہ ہے جیسا کسی نبی کا امت میں رتبہ ہے۔''

– اس کی ایک سند میں عبداللہ بن عمر بن غانم قاضی افریقہ ہے جس نے امام مالک کا نام لے کر اس

روایت کونقل کیا ہے‘اس راوی کے متعلق امام ابن حبان فرماتے ہیں: امام مالک کا نام لے کر ایسی روایات ان سے منسوب کرتا ہے جسے امام مالک نے قطعاً روایت نہیں کیا ہے‘اس کی روایت کونقل کرنا درست نہیں۔[المجروحین ۱:۵٦٦‘ترجمہ:۵٦٦]

– اس کی ایک سند میں محمد بن عبدالملک قناطری ہے۔کثرت سے جھوٹ بولنے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا یعنی: ڈھیروں جھوٹ بولنے والا۔

–امام خلیلی فرماتے ہیں: اسے صخر بن محمد حاجبی کذاب نے امام مالک کا نام لے کر وضع کیا ہے۔

[الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث:۴۲۰‘روایت:۱۰٦ لسان المیزان ۳:۱۸۴]

اس صخر کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: اس نے مالک بن انس‘لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کے اسناد سے کئی روایات وضع کی ہیں۔[المدخل إلى الصحیح ۱:۱٦۱‘ترجمہ:۸۳]

اس روایت کے بارے میں امام زرکشی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ بعض اہل علم کا قول ہے۔[التذکرۃ:۱۴۰‘حدیث:۱۸۷]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں‘ بلکہ بعض نامعلوم لوگوں کا مقولہ ہے۔

[مجموع فتاوی شیخ الاسلام ۱۸:۱۷۳]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔

[میزان الاعتدال ۳:٦۳۲‘لسان المیزان ۵:۲٦۷]

حرف الصاد

[۳۶۶] صافحوا بعدالعصر تؤجروا بالرحمة والغفرن.

''عصر کی نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کیا کرو، تمہیں رحمت وغفران اجر میں ملیں گے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں: اسے خزانۃ الروایات کے مصنف نے نقل کیا ہے لیکن یہ روایت موضوع ہے۔ [السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ ۲:۲۶۵]

[۳۶۷] صافحوا بعد صلاة الفجر يكتب الله لكم بها عشر حسنات.

''نماز فجر کے بعد مصافحہ کیا کرو اس کے عوض اللہ تمہارے لیے دس نیکیاں لکھے گا۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں: اسے خزانہ الروایات کے مصنف نے نقل کیا ہے لیکن یہ روایت موضوع ہے۔ [السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ ۲:۲۶۵]

[۳۶۸] صدقتَ وبررتَ وبالحق نطقتَ. [ردالمحتار ۱:۲۹۳]

''تم نے سچ کہا۔ نیک اور سچی بات کہی۔''

اسے عام طور پر الصَّلاةُ خيرٌمن النوم کے جواب میں کہا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں۔
[تلخیص الحبیر ۱:۲۱۱، الاسرار المرفوعۃ:۲۳۳]

[۳۶۹] صلاة بخاتم تعدلُ سبعين صلاة بغير خاتم.

''انگوٹھی کے ساتھ پڑھی ہوئی ایک نماز بغیر انگوٹھی کے پڑھی ہوئی ستر نمازوں سے بہتر ہے۔''

حافظ ابن حجر، حافظ سخاوی، امام شوکانی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔
[المقاصد الحسنۃ:۴۲۳، الفوائد المجموعۃ:۱۹۳، الاسرار المرفوعۃ:۲۳۴، المصنوع:۱۱۸]

[۳۷۰] صلاةٌ بعمامةٍ تَعدِلُ خمساًوعشرين صلاةً بلاعِمامةٍ، وجمعةٌ بعمامةٍ تعدلُ سبعين جمعة بلاعمامةٍ، والصَّلاة في العمامة بعشرة آلاف حسنةٍ.

[لسان المیزان ۳:۲۴۴، ترجمہ عباس بن کثیر، مرقاۃ المفاتیح ۸:۱۴۷، بذیل حدیث:۴۳۴۰، بروایت ابن عساکر]

''پگڑی میں پڑھی ہوئی ایک نماز اُن پچیس نمازوں کے برابر ہے جو پگڑی کے بغیر پڑھی گئی ہوں، اور پگڑی میں پڑھی ہوئی ایک جمعہ کی نماز اُن ستر جمعوں کی نمازوں کے برابر ہے جو بلاعمامہ پڑھی

گئی ہوں، اور عمامہ میں پڑھی ہوئی ایک نماز کے بدلے دس ہزار نیکیوں کا اجر ملے گا۔''

حافظ ابن حجر اس روایت کو اسی صفحہ پر موضوع کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے تقریباً تمام راوی مجہول ہیں، اس کے راویوں میں عباس بن کثیر، ابو بشر بن سیار اور محمد بن مہدی مروزی کا کوئی اتا پتا نہیں اس لیے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ روایت کس نے گھڑی ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ: موضوعٌ، قال المَنُوفِي: فذلك كله باطلٌ.

[المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: ۱۱۹، حدیث: ۱۷۷]

''یہ موضوع ہے اور امام منوفی (۱) اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ باطل ہے۔''

[۳۷۱] صلاةٌ في مسجدي تعدل بعشرة آلاف صلاة.

'' میری مسجد میں پڑھی ہوئی ایک نماز دوسری مساجد میں پڑھی ہوئی دس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔''

یہ روایت منکر ہے اس لیے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد میں پڑھی ہوئی ایک ہزار نمازیں مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی ایک نماز کے برابر ہیں۔

[صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مکۃ والمدینۃ [۲۰] باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ [۱] حدیث: ۱۱۹۰، صحیح مسلم، کتاب الحج [۱۵] باب فضل الصلاۃ بمسجدَی مکۃ والمدینۃ [۹۴] حدیث: ۵۰۵-[۱۳۹۴]]

[۳۷۲] صلاة الرجل في بيته بصلاةٍ، وصلاته في مسجد القبائل بخمس و عشرين، و صلاته في المسجد الذي يجمع فيه بخمسمائة صلاة.

[سنن ابن ماجۃ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا [۵] باب ما جاء فی الصلاۃ فی المسجد الجامع [۱۹۸] حدیث: ۱۴۱۳، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۷۵۲]

''ایک آدمی کی اپنے گھر میں پڑھی ہوئی نماز بس ایک ہی نماز ہے، جب کہ گاؤں کی مسجد میں پڑھی ہوئی نماز کا ۲۵ گنا ثواب ملے گا اور جمعہ والی مسجد میں پڑھی ہوئی نماز کا ثواب ۵۰۰ گنا ہوگا۔''

---

(۱) ان کا نام شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد السلام منوفی مصری ہے۔ حافظ سخاوی کے تلمیذ ہیں انہوں نے اپنے شیخ کی کتاب المَقاصِدُ الحَسَنَة کی تلخیص الدُّرَّةُ اللاَّمِعَةُ فِي بَيَان كَثِيرٍ مِّنَ الأحاديث الشائعة کے نام سے لکھی ہے۔ [کشف الظنون ۲: ۱۸۷۰]

یہ روایت شدید ضعیف ہے کیونکہ:
–اس کا راوی رُزیق ابوعبداللہ الہانی کئی ایسی روایات بیان کرنے میں منفرد ہے جو ثقات کے حدیث میں سے نہیں ہوتیں۔سب کے سب محدثین کے نزدیک نا قابل احتجاج ہے۔
[المجروحین ۱:۲۷۶ ترجمہ:۳۴۸]
–اس کا ایک اور راوی ابوالخطاب حماد دمشقی ہے جس کی حالت معلوم نہیں۔
[مصباح الزجاجۃ ۱:۴۵۶]
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: مشہور نہیں اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔[میزان الاعتدال ۴:۵۲۰]

[۳۷۳] صلاۃ الرجل في بيته تطوعا نورٌ فمن شاء نَوَّرَ بيته. [مسند احمد ۱:۱۴]
''کسی شخص کا اپنے گھر میں نفل نماز پڑھنا اُس کے لیے بمنزلہ نور کے ہے پس جو شخص اپنے گھر کو منور اور روشن کرنا چاہے تو گھر میں نوافل پڑھا کرے۔''
گھروں میں سنن و نوافل پڑھنا دوسری صحیح روایات سے ثابت ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی سند میں ایک ایسا شخص ہے جس کا نام مذکور نہیں، جو ضعیف بھی ہوسکتا ہے، اُس کے مجہول ہو جانے کے باعث یہ روایت ضعیف ہے۔

[۳۷۴] صلوا خلف كل بر و فاجر.
[سنن الدارقطنی ۲:۵۷، السنن الکبریٰ بیہقی ۴:۱۹، المبسوط ۱:۴۰، احسن الفتاوی ۳:۲۶۳]
''ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔''
امام دارقطنی، امام بیہقی اور حافظ زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی مکحول کا سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔[سنن الدارقطنی ۲:۵۷، السنن الکبریٰ بیہقی ۴:۱۹ نصب الرایۃ ۱:۲۷]
حافظ ابن حجر اور امام عجلونی فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔
[تلخیص الحبیر ۲:۳۵، کشف الخفاء ۲:۳۷]
نیز مکحول مدلس ہیں۔[میزان الاعتدال ۴:۱۷۷، تعریف اہل التقدیس:۱۱۳]

[۳۷۵] صليتُ مع النبي ﷺ فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره.
[صحیح ابن خزیمہ ۱:۲۴۳، بلوغ المرام:۸۲ حدیث:۲۷۵، بحر الرائق ۱:۳۰۳]

''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ پر رکھا اور سینے کے اوپر ہاتھ باندھ لیے۔''

حافظ ابن قیم اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: رواها الجماعة عن سفيان الثوري، و لم يقل على صدره غير مؤمل بن إسماعيل. [اعلام الموقعین: ۵۷۸]

''سفیان ثوری کے شاگردوں میں مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی نے بھی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا اور وہ اس اضافہ کرنے میں منفرد ہیں۔''

مؤمل بن اسماعیل کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں: وہ صدوق، سنت کے معاملے میں سخت لیکن کثیر الخطأ تھے اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنی یادداشت سے روایت کیا کرتے تھے اور غلطی کر جایا کرتے تھے۔ [الکاشف ۳: ۱۹۱]

امام ابن حاتم فرماتے ہیں: صدوق، سنت کے معاملے میں سخت اور کثیر الخطأ تھے۔

[الجرح والتعدیل ۸: ۳۷۴، میزان الاعتدال ۴: ۲۲۸]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث جب دوسرے راوی ذکر کرتے ہیں تو اس میں على صدره [سینے پر رکھنے] کا اضافہ نہیں کرتے۔ دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ [۴] باب وضع یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ [۱۵] حدیث: ۵۴-[۴۰۱] سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ [۲] باب رفع الیدین فی الصلاۃ [۱۱۶] احادیث: ۷۲۳-۷۲۹، سنن نسائی، کتاب الافتتاح [۱۱] باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ [۹] حدیث: ۸۸۹، مسند احمد ۴: ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹۔ پس على صدره [سینے پر رکھنے] کا اضافہ منکر ہے۔

[۳۷۶] صوموا تصحوا. [المعجم الأوسط ۶: ۱۴۷، حدیث: ۸۳۱۲، الترغیب والترہیب ۲: ۸۳، احیاء علوم الدین ۳: ۸۷]

''روزہ رکھو، صحت پاؤ۔''

---

(۱) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، ابو ہُنَیدۃ، حضرمی، قحطانی، حِمیَر کے اَقیال [رؤساء] میں سے تھے۔ نبی ﷺ نے اُن کے لیے اپنی چادر بچھا دی تھی اور ان کی قوم کو دین اور قرآن کی تعلیم کے لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو اُن کی معیت میں بھیجا تھا۔ ۵۰ھ=۶۷۰ء کو وفات پائی۔ فلسفہ تاریخ کے بانی ابن خلدون ان ہی کی اولاد میں سے تھے۔

[الاصابہ ۳: ۶۲۸، الاعلام ۸: ۱۰۶]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ حافظ طبرانی کے استاذ موسی بن زکریا تُستری متروک الحدیث تھے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۲۰۵، ترجمہ: ۸۸۶۴]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۳: ۸۷]

امام صغانی مبالغہ کرتے ہوئے اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

[موضوعات الصغانی، بتحقیق: ۶۱، روایت: ۲۰، تذکرۃ الموضوعات، محمد طاہر پٹنی، ہندی: ۷۰]

[۳۷۷] الصُّبحَةُ تَمنعُ الرزقَ. [مسند شہاب ۱: ۳۷، ترجمہ: ۴۴، حدیث: ۶۵، حِلیۃ الاولیاء ۹: ۲۵۱]

''صبح [کی نماز کے بعد] کی نیند رزق میں کمی کا سبب ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ ہے جو متروک الحدیث اور متہم [جھوٹ بولنے سے بدنام] ہے اور ضعفا میں اس کا ایک خاص مقام ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۵۳۰-۵۳۵]

ابونعیم کی سند میں سلیمان بن ارقم ہے جو ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب: ۲۸۳، ترجمہ: ۲۵۳۲]

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [العلل المتناہیۃ ۲: ۲۰۷، الموضوعات ۳: ۶۸]

[۳۷۸] الصبر نصف الإیمان و الیقین الإیمان کله. [شعب الایمان ۴: ۱۰۹]

''صبر نصف ایمان ہے اور یقین کامل ایمان ہے۔''

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ مغیرہ بن عامر کا قول ہے۔ [شعب الایمان ۴: ۱۰۹]

یہ بھی لکھا ہے: درست بات یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

[شعب الایمان ۷: ۱۲۳]

اس روایت کو خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۱۳: ۲۲۶ اور ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء ۵: ۳۴ میں محمد بن خالد مخزومی کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے، لیکن یہ محمد بن خالد مخزومی مجروح تھا۔ حافظ ذہبی نے اس کی مجروح روایات میں یہ روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۵۳۴]

حافظ ابن حجر اور حافظ عینی لکھتے ہیں: یہ مرفوعا ثابت نہیں۔ [فتح الباری ۱: ۴۸، عمدۃ القاری ۱: ۱۳۰]

امام نیشاپوری فرماتے ہیں: اس کا مرفوع ہونا منکر اور بے اصل ہے۔ [لسان المیزان ۵: ۱۵۲]

امام بخاری نے اسے صحیح میں کتاب الایمان ۱: ۹ میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے: قال ابن مسعود

رضی اللہ عنہ:الیقین الإیمان کله.

[۳۷۹] الصلاۃُ بِسِواکٍ خیرٌ من سبعین صلاۃٍ بغیر سواکٍ. [صحیح ابن خزیمۃ ۱:۷۱ حدیث:۱۳۷]

''جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اُس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستّر درجہ افضل ہے۔'' [فضائل نماز:۸]

امام ابن خزیمہ اس روایت کی سند اس طرح لکھتے ہیں:عن محمد بن إسحاق،قال:فذکر محمد بن مسلم بن عبیداللّٰه بن شهاب الزهري اور اس روایت سے متعلق اپنا تحفظ اس طرح لکھتے ہیں:إنْ صَحَّ الخبر،یعنی:''اگر روایت صحیح ہو تو''۔

اور محمد بن اسحاق کے ذَکَرفلانٌ کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ جس روایت میں محمد بن اسحاق یہ الفاظ استعمال کرے،وہ روایت اُس راوی سے اُس نے نہیں سنی ہوتی۔[المنار المنیف:۲۱]

امام ابن خزیمہ مزید لکھتے ہیں:أنا استثنیتُ صحة هذا الخبر لأنی خائفٌ أن یکون محمد بن اسحاق لم یسمع من محمد بن مسلم،و إنما دَلَّسَهُ عنه. [صحیح ابن خزیمہ ۱:۷۱]

''میں نے اس روایت کے صحیح نہ ہونے کی استثنا اس وجہ سے کی ہے کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق اسے زہری کی سند سے نقل کرتے ہیں اور وہ اُن کی روایت میں تدلیس کرتے ہیں۔''

[۳۸۰]الصلاۃُ المکتوبة واجبة خلف کل مسلم،براً أو فاجراً و إن عمل الکبائر.

[سنن ابی داوٗد،کتاب الصلاۃ[۲]باب امامۃ البر والفاجر[۶۴]حدیث:۵۹۴،کتاب الجہاد[۹]باب فی الغزو مع ائمۃ الجور[۳۵]حدیث:۲۵۳۳]

''ہر مسلمان کے پیچھے فرض نماز پڑھنا واجب ہے،خواہ وہ نیک کار ہو یا بدکار اور اگر چہ وہ کبائر کا مرتکب ہو۔''

اس کے راوی مکحول کا سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

[سنن دار قطنی ۲:۵۷،سنن بیہقی ۴:۱۹،نصب الرایۃ ۱:۲۷]

مکحول مدلس تھے۔[میزان الاعتدال ۴:۱۷۷،تعریف اہل التقدیس:۱۱۳]

اور یہ روایت معنعن ہے جب کہ اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔[اختصار علوم الحدیث:۶۳]

حرف الضاد

[۳۸۱] ضَع القلم على أذنك فانه أذكر للمُمْلِي.

[سنن ترمذی، کتاب الاستئذان [۴۳] بابٌ [۲۱] حدیث: ۲۷۱۴، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۴۶۵۸]

''قلم کو کان کے اوپر رکھو کیونکہ یہ لکھنے والے کو زیادہ یاد دلانے والا ہے۔''

امام ترمذی لکھتے ہیں: اس کے راوی: عنبسہ بن عبدالرحمٰن اور محمد بن زاذان حدیث کے سلسلے میں ضعیف ہیں۔ [سنن ترمذی ۵: ۶۴]

عنبسہ بن عبدالرحمٰن اُموی کے بارے میں امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [تاریخ بغداد ۱۱: ۲۸۰، الجرح والتعدیل ۶: ۴۰۳]

امام قیسرانی فرماتے ہیں: لاشيء ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات: ۹۷]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [الموضوعات ۱: ۲۵۹]

حرف الطاء

[۳۸۲] طاعة المرأةِ [النساءِ] ندامةٌ .

[مسند شہاب ا:۱٦۰، ترجمہ:۱۵٦، حدیث:۲۲٦، الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۲۵۰]

"عورت کی اطاعت ندامت ہے۔"

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن سلیمان بن ابی کریمہ ہے جس کے بارے میں امام عقیلی لکھتے ہیں: ہشام بن عروہ کے نام سے بے اصل اور موضوع روایات نقل کرتا ہے جن میں سے ایک زیر بحث روایت ہے۔ [الضعفاء الکبیر۴:۴۷، ترجمہ:۱٦۲۸]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کے راوی سلیمان بن ابی کریمہ کی تمام روایتیں منکر ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۲۵۰]

نیز یہ صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ صلح حدیبیہ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر دل شکستہ تھے کہ ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی کوئی آمادہ نہ ہوا تو آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور ام المومنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی، انہوں نے کہا: آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں، آپ ﷺ نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے خود قربانی کرلی اور اپنے بال منڈوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہوسکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارے۔

[صحیح بخاری، کتاب الشروط [۵۴] باب الشروط فی الجہاد [۱۵] احادیث:۲۷۳۱-۲۷۳۲]

[۳۸۳] طلب الحلال جهادٌ . [الفردوس۲:۴۴۲، حدیث:۳۹۱۹، الجامع الصغیر، حدیث:۵۲۷۳]

"رزق حلال کے لیے کوشش کرنا جہاد ہے"۔

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی محمد بن مروان سُدی ہے جو بڑا جھوٹا تھا۔ حافظ ذہبی نے اس کی یہ روایت اس کے جھوٹ کی مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال۴:۳۲-۳۳]

امام جریر فرماتے ہیں: جھوٹا تھا۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث اور متروک تھا اس کی

روایت ہرگز نہ لکھی جائے۔[الجرح والتعدیل:۸:۸۶]

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا [۳۸۴]

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّةِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

[اِکمال المعلم ۶:۲۸۵، بذیل حدیث:۹۵-[۱۸۷۰] المفہم ۳:۷۰۰، بذیل حدیث:۱۳۳۶، مواہب اللدنیۃ مع الشرح ۲:۱۶۵]

''ہجرتِ مدینہ کے وقت مسلمانوں کے جوش کا یہ عالَم تھا کہ خواتین جمالِ نبوی ﷺ کے دیکھنے کے لیے چھتوں پر چڑھی تھیں اور یہ شعر گاتی تھیں: چودھویں رات کے چاند نے ہم پر طلوع کیا ہے۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو پکارنے والا باقی ہے۔''

[سیرت النبی ﷺ، شبلی نعمانی ۱:۱۶۶، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، محمد ادریس کاندھلوی ۱:۴۰۶]

امام بیہقی اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: هذا يذكره علماؤنا عند مَقدَمِهِ مِن مكة.

[دلائل النبوۃ ۵:۲۶۶، البدایۃ والنہایۃ ۵:۲۵]

''ہمارے علماء ان اشعار کا تذکرہ ہجرت مدینہ کے واقعات میں کرتے ہیں۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسے ''شرف المصطفیٰ ﷺ'' اور ''فوائد الخلعی'' کے حوالے سے عبیداللہ ابن عائشہ کی سند سے منقطعاً نقل کر کے لکھا ہے:

وهو سندٌ معضَلٌ، ولعل ذلك كان في قدومه من غزوة تبوك.[فتح الباری:۲۶۱-۲۶۲]

''یہ سند معضل ہے۔ اور شاید غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ایسا ہوا ہو۔''

حافظ قسطلانی نے محبّ الدین طبری کے حوالے سے لکھا ہے: اس روایت کو حلوانی نے شیخین [امام بخاری اور امام مسلم] کے شرط پر نقل کیا ہے۔[مواہب اللدنیۃ ۲:۱۶۶]

مگر حافظ زرقانی لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابن عائشہ [عبیداللہ بن محمد بن حفص] ہے، جس کی کسی روایت کی تخریج شَیخَین نے نہیں کی، پس یہ شَیخَین کے شرط پر نہ ہوئی۔

[شرح مواہب اللدنیۃ ۲:۱۶۶]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: وبعضُ الرُّواة يَهِمُ في هذا ويقولُ: إنما كان ذلك عند مَقدَمِهِ إلى

المدينة من مكةَ، وهو وهمٌ ظاهرٌ، لأن ثنيات الوداعِ إنماهي من ناحية الشامِ، لا يراها القادمُ من مكة إلى المدينة، ولا يمرُّبها إلاّ إذا توَجَّهَ إلى الشام. [زادالمعاد۳:۵۵۱]

''بعض راوی اس باب میں وہم کے شکار ہو کر کہتے ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے، اُس وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔ لیکن یہ وہم ہے، اس لیے کہ ثنیۃ الوداع شام کی طرف ہے، نہ کہ مکہ کی طرف۔ مکہ سے مدینہ جانے والا شخص اسے نہیں دیکھ سکتا بلکہ شام کی طرف سے آنے والا یا شام کی طرف جانے والا شخص اسے دیکھ سکتا ہے۔''

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے عبدالقدوس انصاری کی کتاب آثار المدینۃ المنورۃ: ۱۶۰ کے حوالہ سے لکھا ہے:

''حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس موقع پر ایک علمی بحث پیدا کر دی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ثنیۃ الوداع جس کا ذکر ان اشعار میں آیا ہے مکہ سے مدینہ آنے والے کے راستہ میں [جو جنوب سے شمال کی طرف آتا ہے] نہیں پڑتا ہے، اس لیے کہ ثنیۃ الوداع شام جانے والے یا شام سے آنے والے کے راستہ میں واقع ہے، اُن کی تحقیق یہ ہے کہ یہ اشعار اس موقع پر پڑھے گئے جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے بڑی عزت و کامرانی کے ساتھ واپس تشریف لا رہے تھے۔ خود صحیح بخاری میں غزوہ تبوک کی واپسی پر ثنیۃ الوداع کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن عام طور پر اہلِ سیر جن میں سیرت کے قدیم مصنفین بھی شامل ہیں، ان اشعار کو مکہ سے تشریف آوری کے موقع پر نقل کرتے ہیں۔ راقم نے بعض ایسے حضرات سے دریافت کیا جو مدینے کے گلی کوچہ سے واقف تھے، انہوں نے کہا کہ مکہ سے آنے والا بھی یہ راستہ اختیار کر سکتا ہے اور ہجرت جن حالات میں پیش آئی اُن میں یہ بات بالکل قرینِ قیاس ہے کہ آپ ﷺ نے عام راستہ چھوڑ کر ثنیۃ الوداع سے مدینہ کا رُخ فرمایا ہو، اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مدینہ میں ثنیۃ الوداع کے نام کا ایک ہی مقام نہ تھا۔ مکہ کے راستہ میں بھی ایک ایسی چڑھائی تھی اور وہ چاروں طرف سے حرہ سے گھری ہوئی تھی، یہ اُس زمانہ میں اہلِ مدینہ کی ایک سیر گاہ بھی تھی، جہاں گرمیوں میں شام کو لوگ جمع ہوتے تھے، یہ بالکل ممکن ہے کہ ان اشعار میں اسی مقام کی طرف اشارہ ہو۔ تاریخ کی بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ مکہ جانے والوں کو یہاں تک پہنچانے آتے تھے۔''

[نبی رحمت ﷺ ۱:۱۹۴، حاشیہ]

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی (۱) لکھتے ہیں:

''[صحیح] بخاری میں بھی یہ اشعار منقول ہیں مگر غزوہ تبوک کے موقع پر' لیکن ان دونوں روایتوں میں کچھ تناقض نہیں' ممکن ہے دونوں موقعوں پر یہ اشعار پڑھے گئے ہوں۔''

[حاشیہ سیرت النبی ﷺ ۱:۲۶۶]

شاید مولانا ندوی تسامح کا شکار ہوئے ہیں' اس لیے کہ روایات حدیث میں یہ الفاظ تو ملتے ہیں کہ:

قال السائب بن يزيد رضي الله عنه: ذهبنا نتلقى رسولَ اللّٰه ﷺ مع الصبيان إلى ثنية الوداع مقدمه من غزوة تبوك.

[صحیح بخاری' کتاب الجہاد والسیر [۵۶] باب استقبال الغزاۃ [۱۹۶] حدیث:۳۰۸۳' کتاب المغازی [۶۴] باب کتاب النبی الی کسریٰ وقیصر [۸۳] احادیث:۴۴۲۶' ۴۴۲۷' سنن ابی داؤد' کتاب الجہاد [۹] باب فی التلقی [۱۷۶] حدیث:۲۷۷۹' سنن ترمذی' کتاب الجہاد [۲۴] باب ماجاء فی تلقی الغائب اذا قدم [۳۸] حدیث: ۱۷۱۸]

''سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے بخیر و عافیت واپس لوٹ آئے تو ہم اُنہیں مرحبا اور خوش آمدید کہنے کے لیے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک گئے تھے۔''

مگر ان احادیث میں زیر بحث اشعار کا نام ونشان تک نہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱) سید سلیمان ندوی بن ابوالحسن حسینی زیدی دسنوی بہاری' صوبہ بہار کے مردم خیز گاؤں دِسنہ ضلع پٹنہ میں ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ = ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے چچا ابوحبیب نقش بندی سے ابتدائی علوم سیکھے۔ ۱۳۱۶ھ کو پہلواری چلے گئے جہاں ایک سال تک مولانا محیی الدین مجیبی پہلواری سے علمی استفادہ کیا' پھر دربھنگہ گئے اور مدرسہ امدادیہ میں داخلہ لیا جہاں آپ ایک سال تک رہے۔ ۱۳۱۸ھ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں داخلہ لیا۔ وہاں پانچ سال تک پڑھتے رہے۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ = ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو کراچی میں وفات پائی اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے قریب دفن کیے گئے۔ [نزہۃ الخواطر ۸:۱۷۷' اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۱:۲۶۶]

حرف العين

[۳۸۵] علم الباطن سِرٌّ مِّن أسرارِ اللّٰہ تعالی، وحکم من أحکامہ، یقذفہ في قلوب مَن یشاءِ مِن أولیاءہ. [الفردوس، حدیث:۴۱۰۴]

''علم باطنی اَسرارالٰہیہ میں سے ایک سِر [راز] اوراحکام الٰہیہ میں سے ایک حکم ہے۔اللہ تعالیٰ جب چاہے تو اسے اپنے اولیا کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے۔''

امام ابن الجوزی لکھتے ہیں: اس کے تمام راوی غیر معروف ہیں اور یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ [العلل المتناہیۃ ا:۷۴]

حافظ ذہبی نے تلخیص الواہیات میں لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ [تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ ا:۲۸۰]

[۳۸۶] علماء أمتي کأ نبیاء إسرائیل. [حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۴]

'' میری امت کے علماء انبیاءِ بنی اسرائیل جیسے ہیں۔''

امام زرکشی فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل معلوم نہیں۔ [التذکرۃ:۱۲۰، حدیث:۱۵۴]

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: ہمارے استاذ حافظ ابن حجر اوران سے قبل امام دمیری اورامام زرکشی نے فرمایا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ کسی معتبر کتاب میں اس کا وجود تک نہیں۔

[المقاصد الحسنۃ:۴۵۹، تمییز الطیب من الخبیث:۱۲۱، الاسرار المرفوعۃ:۲۴۷، المصنوع:۱۲۳، کشف الخفا ۲:۸۳]

[۳۸۷] عَلَّمتُ رجلا القرآن فأھدی إلی قوساً فذکرت ذلك لرسول اللّٰہ ﷺ فقال: إن أخذتھا أخذت قوساً من نارٍ، فرددتھا.

[سنن ابن ماجۃ، کتاب التجارات [۱۲] باب الاجر علی تعلیم القرآن [۸] حدیث:۲۱۵۸]

''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو قرآن مجید کی ایک سورت پڑھائی

(۱) اُبی بن کعب بن قیس بن عبید، نجاری، خزرجی، انصاری، ابوالمنذ ر رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل یہود کے احبار میں سے تھے۔ کتبِ سابقہ پر گہری نظر تھی۔ کاتبین وحی میں سے تھے۔ غزوہ بدر، احد، خندق اوردوسرے غزوات......

تھی' اُس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور پر دے دی۔ میں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرۃ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی' سو میں نے وہ واپس کی۔''

[فضائل قرآن مجید:۵٦-۵۷]

امام قرطبی فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے۔[تفسیر القرطبی ۱:۳۷٦تفسیر سورۃ البقرۃ ۲:۴۱]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی سند مضطرب ہے۔[میزان الاعتدال ۲:۵٦۷' ترجمہ عبدالرحمٰن بن سلم]

امام علاء فرماتے ہیں: اس کے راوی عطیہ بن قیس الکلاعی کی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے۔[جامع التحصیل فی احکام المراسیل:۲۳۹]

[۳۸۸] علمت ناساً من أهل الصفة القرآن والكتابه'فأهدى إليَّ رجل منهم قوساً' فقلت:ليس بمالٍ وأرمي عنها في سبل الله فسألت رسول الله ﷺ عنها فقال:ان سرك أن تطوق بها طوقاً من نارٍ فاقبلها.

[سنن ابی داوٗد' کتاب البیوع والاجارات[۱۷] باب فی کسب المعلم[۳۷] حدیث:۳۴۱٦' سنن ابن ماجۃ' کتاب التجارات[۱۲] باب الاجر علی تعلیم القرآن[۸] حدیث:۲۱۵۷]

''سیدنا عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اہل صفہ میں سے بعض لوگوں کو قرآن اور کتابت سکھائی تو اُن میں سے ایک آدمی نے مجھے کمان دے دی۔ میں نے کہا: یہ تو مال نہیں۔ میں اسے لے لوں گا اور اس کے ذریعے جہاد کروں گا۔ میں نے اسی سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اگر تو اُس بات پر راضی ہو کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اسے قبول کرو۔''

[فضائل قرآن مجید:۵۷' اسلام اور تربیت اولاد ۱:۲۷۱]

حافظ ذہبی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کے راوی اسود بن ثعلبہ کا کوئی اتا پتا نہیں' اور اس روایت کا سارا دارومدار مغیرہ بن زیادۃ موصلی پر ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۲۵٦]

...... میں شریک رہے۔ جنگ جابیہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے۔ بیت المقدس والوں کے لیے صلح نامہ آپ ہی نے تحریر کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات ۱٦۴ ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۲۱ھ=٦۴۲ء کو وفات پائی۔

[الاصابۃ ۱:۱۹' الاعلام ۱:۸۲]

جو امام احمد کی تصریح کے مطابق مقلوب الحدیث اور منکر الحدیث تھا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۴۰۰، ۲:۴۵، ۵۱۰]

امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ مغیرہ بن زیادۃ جو بھی روایت مرفوعاً بیان کرے وہ منکر ہوتی ہے۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۳:۲۹]

امام قرطبی لکھتے ہیں: مغیرہ اہل علم کے نزدیک معروف ہے لیکن اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔

[تفسیر قرطبی ۱:۶۷۳، بذیل تفسیر سورۃ بقرۃ ۲:۴۱]

[۳۸۹] علیك بحسن الخلق فإن أحسن الناس خلقاً أحسنهم دیناً.

[المعجم الکبیر ۲۰:۱۴۴، حدیث: ۲۹۵، حِلیۃ الاولیاء ۴:۳۷۶]

''[سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے جب مجھے یمن جانے کا حکم دیا تو میں نے ان سے عرض کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے آپ نے فرمایا:] خوش خلقی اپناؤ، کیونکہ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اُن کا دین سب سے حسین ہوتا ہے۔''

امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے نقل کیا ہے، اس کی سند میں عبدالغفار بن القاسم ہے جو وضاع تھا۔ [مجمع الزوائد ۸:۲۵]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: عبدالغفار بن قاسم ابو مریم الانصاری رافضی تھا۔ ثقہ نہیں تھا۔ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: حدیث وضع کرتا تھا اور یہ بات زبان زد ہے کہ شیعہ کے سرداروں میں سے تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو مریم کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۲:۶۴۰]

[۳۹۰] علیکم بدین العجائز. [احیاء علوم الدین ۳:۷۸]

''بڑی بوڑھیوں کا دین مضبوطی سے تھامے رہو۔''

امام مقدسی فرماتے ہیں: اس روایت کا ثبوت نہ کسی صحیح حدیث میں ہے اور نہ کسی ضعیف حدیث میں، البتہ محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کی اس سے ملتی جلتی ایک روایت ہے مگر یہ راوی مُتَّھَم [جھوٹ بولنے سے بدنام] ہے۔

[معرفۃ التذکرۃ: ۱۶۶، حدیث: ۵۱۱، المقاصد الحسنۃ ۴۶۴، اسنی المطالب: ۱۳۹، کشف الخفا ۲:۹۲]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس معنی اور مطلب کی دوسری روایات بھی موجود ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی ضعف و کمزوری سے خالی نہیں۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۲۴۸]

یہ بھی ارشاد فرمایا: یہ روایت بے اصل ہے۔[المصنوع:۱۲۴' حدیث:۱۹۹]

[۳۹۱]علیکم بالعدس 'فإنه مبارَك مقد س' وإنه یرق القلب ویکثرالدمعة فإنه بارَكَ فیه سبعون نبیاً.[تفسیر القرطبی ۱:۲۹۰ تفسیر البقرة ۲:۶۱]

''مسور کھایا کرو۔ یہ بابرکت اور پاکیزہ ہے۔ دل کو نرم اور سبک کرتا ہے۔ آنکھوں کے پانی کے اِخراج میں اضافہ کرتا ہے اور ستر انبیاء نے اس کی برکت کی دعا کی ہے۔

[طب نبوی اور جدید سائنس ۲:۲۰۸]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: عبداللہ بن مبارَک سے مسور کھانے کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ کہ ستر انبیاءِ کرام نے اس میں برکت کی دعا کی ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ستر انبیاء تو درکنار کسی ایک نبی نے بھی اس میں برکت دینے دعا نہیں کی۔ یہ تو اذیت دینے والا ہے' بادی ہے' تمہیں یہ روایت کون سناتا ہے؟ انہوں نے کہا: سالم اسے آپ کی سند سے ہمیں بیان کرتا ہے' وہ تعجب سے بولے: کیا مجھ سے؟ [تاریخ بغداد ۹:۱۴۳]

امام محمد طاہر پٹنی ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ پھر امام عبداللہ بن مبارَک کے حوالے سے درج بالا قول لکھ کر اس پر یہ اضافہ فرمایا ہے کہ مسور مولد سودا ہے۔ ضیق النفس کا باعث ہے اور خون فاسد کا پیدا کرنے والا ہے۔[تذکرة الموضوعات:۱۴۷]

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: اس روایت کو وضع کرنے والا عبداللہ بن احمد بن عامر یا اُس کا باپ ہے اور یہ دونوں اہل بیت کے نام سے ایک موضوع نسخہ کو روایت کرتے ہیں۔[الموضوعات ۲:۲۹۵]

حافظ ذہبی نے عبداللہ بن عبدالحکم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم لیث بن سعد کی مجلس میں تھے جس میں مسور کی بحث چھڑ گئی تو مَسلَمة بن علی نے کہا: ستر انبیاء نے اس کے مبارَک ہونے کی دعا کی ہے۔ لیث نے نماز پوری کی تو فرمایا: کسی ایک بھی نبی نے اس کے مبارَک ہونے کی دعا نہیں کی یہ تو بارِد اور اذیت دینے والا ہے۔[سیر اَعلام النبلاء ۸:۱۶۱]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت اُن یہود کی وضع کردہ معلوم ہوتی ہے جنہوں نے من وسلویٰ پر مسور کی دال اور پیاز و لہسن کو ترجیح دی تھی۔[الاسرار المرفوعة:۱۴۷]

[۳۹۲] علیکم بالعمائم فإنها سیما الملائکة' وأرخوا لها خلف ظُهُورِکُم.

[شعب الایمان ۵:۱۷۶' حدیث:۶۲۶۲]

''عمامہ باندھا کرو' اس لیے کہ عمامہ فرشتوں کی نشانی ہے اور اس کا شملہ اپنے پیچھے چھوڑو۔''
اس کا راوی احوص بن حکیم ضعیف الحفظ تھا۔ [تقریب التھذیب: ۱۳۵' ترجمہ: ۲۹۰]
اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر ۱۲: ۲۹۳' حدیث: ۱۳۴۱۸ میں انہی الفاظ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے نقل کیا ہے' جس کی سند کا سارا دار و مدار محمد بن فرج پر ہے۔ حافظ ذہبی نے اس روایت کو اس کے ترجمہ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ:

أتی بخبرٍ منکر. [میزان الاعتدال ۴: ۴' ترجمہ: ۸۰۵۰' لسان المیزان ۵: ۳۳۹' ترجمہ: ۱۱۲۰]
''اُس نے ایک منکر روایت نقل کی ہے۔''

[۳۹۳] علیکم بغسل الدُّبُر فإنه مُذهِبَةٌ للباسور. [الجامع الصغیر' حدیث: ۵۵۷۱]
''مقعد دھولیا کرو' اس لیے کہ بواسیر کو ختم کرنے والی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس کا مرکزی راوی عثمان بن مطر شیبانی ہے' جو ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [المجروحین ۲: ۳۷' ترجمہ: ۶۶۳' میزان الاعتدال ۳: ۵۴]
امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۶: ۲۵۳]
یہ بھی فرمایا: اس کے پاس عجائب وغرائب ہیں۔ [التاریخ الصغیر ۲: ۲۲۷]
امام مقدسی فرماتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا ہے۔ [معرفۃ التذکرۃ: ۸۱]
حافظ ذہبی نے اس کی منکر روایات میں یہی روایت نقل کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۵۵]

[۳۹۴] علیکم بلا إله إلّا اللّٰه والإستغفار فأکثروا منها' فإن إبلیس قال: أهلکتُ الناس بالذنوب فأهلکوني بلا إله إلّا اللّٰه والإستغفار' فلما رأیت ذلك أهلکتهم بالأهواء' وهم یحسبون أنهم مهتدون.

[کتاب السنۃ' ابن ابی عاصم ۱: ۹-۱۰' حدیث: ۷' مسند ابی یعلی ۱: ۱۲۳-۱۲۴' حدیث: ۱۳۶]
''لا إله إلّا اللّٰه اور استغفار کو بکثرت پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا' جب میں نے دیکھا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا تو میں نے ان کو ہوائے نفس [یعنی بدعات] سے ہلاک کیا اور وہ اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔ [فضائل ذکر: ۸۷]
یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:
– اس کا ایک راوی عثمان بن مطر شیبانی صاحب مناکیر [التاریخ الکبیر ۶: ۲۵۳] اور صاحب عجائب

[التاریخ الصغیر۲:۲۲۷] ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات بیان کرتا ہے۔
[المجروحین۲:۳۰۷، ترجمہ:۶۶۳، میزان الاعتدال۳:۵۴]
—دوسرا راوی عبدالغفور ابوالصباح الانصاری الواسطی ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا تھا۔[المجروحین۲:۱۳۲، ترجمہ:۷۵۴]

[۳۹۵] علیکم بالوجوہ المِلاح والحدق السود،فإنَّ اللّٰہ یستحیی أن یُّعَذِّبَ وجھاً ملیحاً بالنار. [تاریخ بغداد۷:۳۸۲]

''خوب رؤوں سے چمٹے رہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خوب رؤوں کو عذاب نہیں دے گا۔''
خطیب بغدادی اور حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کا راوی ابوسعید حسن بن علی عدوی احادیث وضع کرتا، احادیث کی چوری کرتا اور ایسے غیر معروف راویوں سے روایات نقل کرتا ہے جو دنیا میں پیدا بھی نہ ہوئے ہوں گے، اس لیے اس کی تمام احادیث موضوع ہوتی ہیں۔
[تاریخ بغداد۷:۳۷۲، الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۱۹۵]
حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: اس کے خبیث واضع کو اللہ تعالیٰ غارت کرے۔
[المنار المنیف:۶۲، الاسرار المرفوعۃ:۴۱۶]

[۳۹۶] علیه قلنسوۃ طولھا أکبر من ذراع، علیھا مکتوب: یامحمد یامنصور.
[الضعفاء الکبیر۲:۳۳۶]

''[عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود المسعودی ایک] لمبی ٹوپی پہنا کرتے تھے جس پر یا محمد یا منصور لکھا ہوا تھا۔''
—اِن صاحب کا یہ فعل ارشادِ ربانی: لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا [سورۃ النور۲۴:۶۳] کے صریح منافی ہے اور قطعاً اس لائق نہیں کہ اسے جائز کہا جائے۔
— محدثین کرام تو ان کی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں، ان کا فعل کیسے حجت ہوسکتا ہے؟ حافظ زیلعی اُن کے بارے میں دو مقامات پر ضعیف [نصب الرایۃ۳:۳۲۴، ۴:۱۳۳] اور ایک جگہ فیہ مقال [نصب الرایۃ۳:۴۱۴] لکھتے ہیں۔
— یہ مسعودی تھے تو سچے اور ثقہ، لیکن بڑھاپے میں اختلاط سے دوچار ہوئے، ان کی حدیثِ قدیم حدیثِ جدید کے ساتھ خلط ہوگئی تھی جس کے باعث متروک ہوئے۔ [المجروحین۲:۱۳، تاریخ بغداد

۲۲۲:۱۰]

اوران کی یہ حالت، جیسے راوی نے بیان کی ہے اختلاط کے بعد کی ہے۔

[الجرح والتعدیل۵:۲۵۱، میزان الاعتدال۲:۵۷۴]

یہ بے چارے اتنے مجذوب اور بے خبر ہو گئے تھے کہ چیونٹیاں ان کے کان میں داخل ہو جاتی تھیں۔[میزان الاعتدال۲:۵۷۵]

جب کہ اصول حدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ اختلاط کے شکار راوی کی اختلاط کے بعد والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

[۳۹۷] عليٌّ [رضی اللہ عنہ] خير البرية. [المجروحين۱:۱۵۲، ترجمہ:٦٦، الکامل فی ضعفاء الرجال۱:۲۷۷]

''علی رضی اللہ عنہ کائنات میں سب سے بہتر ہیں۔''

یہ روایت جھوٹی ہے کیونکہ اس کی سند میں احمد بن سالم بن خالد ابو سمرہ ہے جس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۱:۲۷۷]

اس راوی کے بارے میں امام ابن حِبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے واہی روایات نقل کرتا ہے، اس کی روایت سے کسی بھی حالت میں احتجاج درست نہیں۔[المجروحین۱:۱۵۲، ترجمہ:٦٦]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ جھوٹ ہے، البتہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ سے بہتر جانتے تھے۔[میزان الاعتدال۱:۱۰۰]

نیز اُس صحیح حدیث کے خلاف ہے، جس میں ہے: یاخَیرَ البرية، فقال: ذاك إبراهيم عليه السلام.

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل[۴۳] باب من فضائل ابراہیم الخلیل صلی اللہ علیہ وسلم[۴۱] حدیث:۵۰-[۲۳۶۹] سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن[۴۸] باب: ومن سورۃ لم یکن[۸٦] حدیث:۳۳۵۲، سنن ابی داوٗد، کتاب السنۃ[۳۴] باب فی التخییر بین الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام[۱۴] حدیث:۴٦۷۲]

''کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاخَیرَ البرية سے پکار کر آواز دی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیرُ البَرِیَّۃ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔''

[۳۹۸] عليٌّ خير البشر فمن امترى فقد كفر. [تاریخ بغداد۷:۳۸۲]

''علی رضی اللہ عنہ افضل البشر ہیں جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔''

خطیب بغدادی اس روایت کو نقل کرنے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے مجھے معلوم نہیں کہ اسے

علوی کے سوا کسی اور نے نقل کیا ہو۔ [تاریخ بغداد ۷:۳۸۲]
امام جورقانی لکھتے ہیں: اس روایت کی سند مضبوط نہیں کیونکہ اس کا راوی حسن بن یحییٰ بن حسن بن جعفر علوی کذاب اور رافضی تھا۔ [الاباطیل والمناکیر ۱:۱۶۹، میزان الاعتدال ۵۲۱]
حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس روایت کا باطل ہونا ظاہر ہے۔
[میزان الاعتدال ۱:۵۲۱، لسان المیزان ۲:۲۵۳]

[۳۹۹] عليٌّ خيرالبشرمن أبى فقد كفر.
''علی رضی اللہ عنہ تمام انسانوں میں سے افضل ہیں، جو اس کا منکر ہو، بے شک اُس نے کفر کیا۔''
حافظ سیوطی کہتے ہیں: محمد بن عبداللہ ابو احمد جرجانی اسے وضع کرنے سے متہم ہے، وہ اپنے زمانہ میں شیعوں کا امام تھا۔ اس کا ایک اور راوی حفص بن عمر ہے جو لیس بشيء تھا۔ نیز ایک اور راوی محمد بن شجاع بن ثلجی حنفی ہے جو کذاب تھا۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱:۳۰۰]
اس آخرالذکر راوی کے متعلق حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: حدیث وضع کیا کرتا تھا۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۵۱]
امام زکریا ساجی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۳:۵۷۸]
[۴۰۰] عليٌّ خيرالبشر، مَن أبى فقد كفر، ومَن رضي فقد شكر.
[تاریخ بغداد ۷:۴۲۱، البدایۃ والنہایۃ ۷:۳۳۱]
''علی [رضی اللہ عنہ] تمام بشر میں سے افضل ہیں، جو اِس سے انکار کرے وہ کافر ہے اور جو اس پر راضی ہو جائے تو اس نے شکر ادا کیا۔''
خطیب بغدادی کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے، اس کی روایت سوائے علوی: حسن بن محمد کے کوئی دوسرا نہیں کرتا اور یہ حدیث ثابت نہیں۔ [تاریخ بغداد ۷:۴۲۱، لسان المیزان ۲:۲۵۲]
حافظ ذہبی، حسن بن محمد علوی کے ترجمہ میں اسی روایت کے لکھنے کے ساتھ لکھتے ہیں: اس نے قلتِ حیا کے باعث سورج جیسی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ آگے اس راوی کی ایک اور روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ دونوں روایات اس کی دروغ گوئی اور رِفض کی دلیل ہے۔
[میزان الاعتدال ۱:۵۲۱]
حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے، جس نے اسے وضع کیا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے

غارت کرے۔[البدایۃ والنہایۃ ۷:۳۳۱]

[۴۰۱] عَلِيٌّ عَيْبَةُ عِلمي.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۱۶۱' البدایۃ والنہایۃ ۷:۳۳۱' میزان الاعتدال ۲:۳۲۷]

''علی[رضی اللہ عنہ] میرے علم کے راز دان ہیں۔''

اس کا مرکزی راوی ابونعیم ضرار بن صرد کوفہ کا مشہور شیعہ اور متروک الحدیث ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۱۶۱]

امام ابن معین کی تصریح کے مطابق بہت بڑا جھوٹا تھا۔[تہذیب الکمال ۱۳:۳۰۵]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۳۰۱]

اس لیے حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

هذا حديث لا يصح. [العلل المتناہیۃ ۱:۲۲۲' حدیث:۳۵۵]

''یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔''

[۴۰۲]عليٌّ مني' وأنامِنه' ولا يؤدي عني إلَّا أنا أوعليٌّ.

[مسند احمد ۴:۱۶۴' سنن ترمذی' کتاب المناقب[۵۰] بابٌ [۲۱] حدیث:۳۷۱۹' سنن النسائی الکبریٰ' حدیث:

۸۴۵۹' کتاب السنۃ' ابن ابی عاصم ۲:۵۹۸' حدیث:۱۳۲۰' المعجم الکبیر ۴:۱۶' حدیث:۳۵۱۱]

''علی[رضی اللہ عنہ] مجھ سے ہیں اور میں علی[رضی اللہ عنہ] سے ہوں' میری طرف سے میں خود[ادا کروں گا] یا علی [رضی اللہ عنہ] ادا کریں گے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

– اس کا مرکزی راوی ابواسحاق سبیعی ہے' جس کا نام عمرو بن عبداللہ ہے' اور وہ کثرت سے تدلیس کیا کرتا تھا۔[تعریف اہل التقدیس:۱۰۱' ترجمہ:۹۱–[۲۵]

اس کی یہ روایت معنعن ہے' پس اصول حدیث کی رو سے یہ روایت نا قابل احتجاج ہوئی۔

محدث مغیرہ اس راوی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: اس ہی نے اہل کوفہ کی روایات کو نا کارہ اور نا قابل استدلال بنایا ہے۔[میزان الاعتدال ۳:۲۷۰]

– مسند احمد اور سنن نسائی کی سند میں ابواسحاق کا شاگرد اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق ہے' جس نے ابواسحاق سے اس زمانے میں حدیث کی روایت کی ہے جب کہ ابواسحاق کا حافظہ متغیر ہو گیا

تھا اور اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ [تہذیب الکمال ۲:۵۱۹]
یہ روایت مردود ہو گئی اس لیے کہ مختلط راوی کی اختلاط کے زمانے کی روایات مردود ہوتی ہیں۔
- ترمذی کی سند میں اسماعیل بن موسیٰ فزاری ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا اور اسی کے سبب محدثین اس پر شدید نکیر کیا کرتے تھے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۵۲۸-۵۲۹]
- طبرانی کی روایت میں ایک کمزوری تو یہ ہے کہ اس کے اکثر راویوں کا کتب اسماءِ رجال میں کوئی اتا پتا نہیں کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟
دوسری خرابی یہ ہے کہ اس کا راوی اسماعیل بن موسیٰ فزاری سدی رافضی تھا۔

[تقریب التہذیب: ۱۴۹، ترجمہ: ۴۹۲]

ایک راوی یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی ہے، جسے امام یحییٰ بن معین ثقہ کہتے ہیں لیکن امام احمد اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ظاہر باہر جھوٹ بولتا تھا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: متعصب شیعہ تھا اور کہا کرتا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ملت اسلامیہ میں سے نہیں ہیں۔ [میزان الاعتدال ۴:۳۹۲]

[۴۰۳] عُمَّالُکم أعمالُکم .

''تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں۔''

امام عجلونی لکھتے ہیں کہ بطور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نے کہیں بھی اسے نہیں دیکھا، البتہ اتنا معلوم ہے کہ کوئی حسن بصری کے سامنے حجاج بن یوسف کو بددعائیں دے رہا تھا جس کے جواب میں حسن بصری نے فرمایا: حجاج بن یوسف کو بددعائیں نہ دو کیونکہ اگر وہ وفات پا گیا تو ممکن ہے کہ ان کے بعد بندروں اور خنزیر خصلت لوگ حکمران بن جائیں کیونکہ مشہور ہے کہ تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں۔ [کشف الخفا ۱:۱۶۵]

[۴۰۴] عند کل ختمةٍ للقرآن دعوةٌ مستجابةٌ. [حلیۃ الاولیاء ۷:۲۶۰، تاریخ ابن عساکر ۱۴:۲۷۱، ترجمہ: حسین بن علی بن ہشم لاذقی: ۱۵۷۷، شعب الایمان ۲:۳۷۴، حدیث: ۲۰۸۶]

''قرآن مجید کے ہر ختم کے وقت مانگی ہوئی دعا مستجاب ہوتی ہے۔''

اس روایت کا دارومدار یحییٰ بن ہاشم سمسار پر ہے۔ حافظ ابونعیم لکھتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ اس کو سمسار کے علاوہ کوئی اور راوی روایت کرتا ہو۔ [حلیۃ الاولیاء ۷:۲۶۰]
حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے اس روایت کو یحییٰ بن ہاشم سمسار کے بلایا میں نقل کیا ہے۔

[المجروحین ۲: ۷۸۴، ترجمہ: ۱۲۱۷، میزان الاعتدال ۴: ۴۱۲، ترجمہ: ۹۶۴۳]

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں پر اَحادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اَثبات سے معضلات نقل کرتا ہے، اس کی روایت لکھنا جائز نہیں۔ [المجروحین ۲: ۷۷۴، ترجمہ: ۱۲۱۷]

امام یحییٰ بن معین نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ امام نَسائی فرماتے ہیں: متروک ہے اور حافظ ابن عدی کہتے ہیں: بغداد میں رہا کرتا تھا۔ احادیث کو وضع کرتا تھا اور اس کی چوری کرتا تھا۔

[میزان الاعتدال ۴: ۴۱۲، ترجمہ: ۹۶۴۳]

حافظ زیلعی لکھتے ہیں: متروک الحدیث تھا اور حافظ ابن عدی نے اسے وضاع کہا ہے۔

[نصب الرایۃ ۱: ۷، بذیل حدیث: ۲۹]

[۴۰۵] عُوج بن عُنُق .

قاموس الکتاب ''لغات بائبل'' کا مصنف لکھتے ہیں کہ:

''عوج بسن کے علاقے کا اُموری بادشاہ جو رفائیم کی نسل سے تھا اور ساٹھ فصیل دار شہروں پر حاکم۔ لوگوں کا خیال تھا کہ کوئی عوج بادشاہ کو شکست نہیں دے سکتا کیونکہ اس ملک کے لوگ قد آور اور زبردست تھے اور شہر مضبوط، فصیل دار اور اُونچے تھے...... اُس کا پلنگ بنی عمون کے شہر ربّہ میں بطور ایک عجوبہ رکھا گیا کیونکہ یہ نو ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا تھا۔'' [قاموس الکتاب لغات بائبل: ۶۶۹]

ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں سدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''موسیٰ علیہ السلام نے بارہ نقیبوں کو بھیجا کہ جبابرہ کے حالات معلوم ہو سکے۔ راستہ میں عاج سے ان سے کی ملاقات ہوگئی۔ اُس نے ان بارہ کے بارہ نقیبوں کو اپنے نیفہ میں باندھ لیا حالانکہ وہ سر پر لکڑیوں کا ایک گھٹا بھی اٹھائے ہوئے تھا، وہ ان نقیبوں کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کے سامنے انھیں زمین پر پٹخ دیا اور کہا: یہ لوگ ہم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ کیا میں انہیں ہاتھوں سے مسل نہ دوں؟''

[تفسیر ابن جریر ۴: ۴۸۹-۴۹۰، نص: ۱۱۵۷۵، تفسیر سورۃ المائدۃ ۵: ۱۲]

اور ابن جریر ہی نے اپنی تاریخ میں اس کی درازقدی اور موت کا حال یوں بیان کیا ہے کہ:

موسیٰ علیہ السلام کا قد دس ذراع تھا، اُن کے عصا کی لمبائی بھی دس ذراع تھی، وہ دس ذراع اچھلنے کے بعد عوج کی ایڑھی پر وار کر سکے۔ [تاریخ طبری ۱: ۳۰۳]

امام بغوی لکھتے ہیں: عوج بن عنق کا قد ۹۳۳۹ ذراع تھا۔ وہ بادلوں کو گود میں لیے پھرتا۔ بادلوں

ہی سے پیتا۔ دریا کی تہہ سے مچھلیاں پکڑتا اور سورج کی ٹکیہ پر بھون کر کھاتا تھا۔ یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ طوفان نوح کا پانی اس کے پنڈلیوں ہی کے برابر تھا اور وہ تین ہزار سال تک زندہ رہا۔ [معالم التنزیل ۲: ۱۵، تفسیر سورۃ المائدۃ ۵: ۱۲]

جناب وحید الزمان خان صاحب (۱) لکھتے ہیں: عوج بن عنق ایک مشہور ظالم و کافر بادشاہ تھا [ملک باشان] بعض نے عوج بن عنق اور بعض نے عاج بن عوق کہا ہے۔ کہتے ہیں اُس کا قد اتنا لمبا تھا کہ سمندر کی تہ سے مچھلی نکالتا اور آفتاب سے بھون کر اُس کو کھا جاتا، اس کی عمر تین ہزار چھ سو برس کی ہوئی۔ جب نوح علیہ السلام کا طوفان آیا تو عوج اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھ کو بھی سوار کر لیجئے لیکن نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ تجھ کو سوار کرنے کے لیے مجھ کو حکم نہیں ہوا۔ آخر وہ یونہی رہا لیکن طوفان کا پانی اُس کے گھٹنوں تک پہنچا۔ پھر موسی علیہ السلام کے زمانے تک رہا۔ موسی علیہ السلام نے اُس کو قتل کیا۔ [لغات الحدیث ۳: ۲۱۹، باب العین مع الواو]

حافظ ابن قیم اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ محض ہذیان گوئی ہے اور عقل و نقل دونوں کے صریح خلاف ہے۔ قرآن عزیز میں نص موجود ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ...... ثُمَّ اَغْرَقْنَا الآخَرِيْنَ. [سورۃ الصافات ۳۷: ۷۷، ۸۲]

''ہم نے اولاد نوح علیہ السلام ہی کو باقی رہنے والی بنادی، اور سارے دوسروں کو ڈبو دیا۔''

خود سیدنا نوح علیہ السلام کی دعاء بھی کچھ یوں تھی:

رَبِّ لاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّاراً. [سورۃ نوح ۷۱: ۲۶]

''اے میرے رب! زمین پر کسی کافر کو رہنے سہنے والا نہ چھوڑ۔''

ان نصوص قرآنی کے ہوتے ہوئے اس کو کیوں کر درست تسلیم کیا جائے کہ عوج بن عنق نے طوفان خلق سے نجات پائی تھی۔ نیز صحیح حدیث میں ہے کہ: إن الله خلق آدم و طوله ستون ذراعاً ثم لم يزل الخلق ينقص إلى الآن. [صحیح بخاری، کتاب الاستئذان [۷۹] باب بدء السلام [۱] حدیث:

---

(۱) وحید الزمان بن مسیح الزمان ۱۲۶۷ھ = ۱۸۵۰ء کو کان پور، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد ایک بلند پایہ عالم اور ادیب تھے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم اُن سے حاصل کی۔ ۱۵ سال کی عمر میں علوم اسلامیہ سے فراغت ہوئی کئی کتابیں لکھیں۔ ۱۳۳۸ھ = ۱۹۲۰ء کو وفات پائی۔ [چالیس علمائے اہل حدیث: ۱۰۲-۱۰۹]

۶۲۲۷، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا [۵۱] باب یدخل الجنۃ اقوامٌ افئدتہم مثل افئدۃ الطیر [۱۱] حدیث: ۲۸-[۲۸۴۱]

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اُن کا قد ساٹھ ذراع تھا، اُن کے بعد اُن کی اولاد کے قد کم ہوتے چلے آ رہے ہیں۔''

اب صادق ومصدوق اور معصوم نبی ﷺ کے قول کے خلاف یہ بات کیونکر درست تسلیم کر لی جائے کہ عوج بن عنق کا طول اس قدر تھا، جب وہ سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اُس کا قد کم ہونا چاہئے تھا۔

[المنار المنیف :۶۷-۸۷، فصل ۱۷، البدایۃ والنہایۃ ۱:۱۲۳، بذیل واقعہ نوح علیہ السلام]

سید آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: لوگوں میں عوج بن عنق کے بارے میں عجیب وغریب کہانیاں مشہور ہیں۔ حافظ ابن حجر [ہیثمی (۱)] نے اپنے فتاویٰ [الفتاوی الحدیثیۃ:۲۵۱-۲۵۲، سوال: ۱۹۷] میں حافظ ابن کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ عوج بن عنق کا واقعہ فضول بات اور بے اصل ہے۔ اس کو اہل کتاب نے وضع کیا۔ نوح علیہ السلام کے عہد میں عوج نامی آدمی موجود نہیں تھا۔

[روح المعانی ۵-۶: ۳۵۲، تفسیر سورۃ المائدۃ ۵: ۱۲]

[۴۰۶] العالم لایخرف.

''عالم بڑھاپے کے سبب فاتر العقل نہیں ہوتا''۔

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی العلاء بن زیدل ہے، جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔ کئی علما بڑھاپے کی وجہ سے فاتر العقل ہوئے ہیں، مثلاً: مسعودی، جریری، سعید بن ابی عروبۃ اور عطا بن السائب وغیرہم۔

[علل الحدیث ۲: ۴۳۹، حدیث: ۲۸۲۱]

---

(۱) احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی سعدی اَنصاری، شہاب الدین، شیخ الاسلام، ابوالعباس، فقیہ اور مصری باحث تھے۔ مصر کے اقلیم غربی کے محلّہ ابوالہیثم میں ۹۰۹ھ=۱۵۰۴ء کو پیدا ہوئے جس کی طرف منسوب ہو کر ہیثمی سے مشہور ہوئے۔ سعدی کی نسبت بنوسعد کی وجہ سے ہے جو مصر کے عرب شرقیہ کی ایک شاخ ہے۔ ازہر میں علم حاصل کیا اور ۹۷۴ھ=۱۵۶۷ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

[النور السافر عن أخبار القرن العاشر: ۳۹۰-۳۹۶، الاعلام ۱: ۲۳۴]

امام بخاری فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور منکر الحدیث تھا۔

[التاریخ الکبیر ۶: ۵۲۰]

یاد رہے کہ اس روایت کو بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا نام لے کر نقل کرتا ہے۔

امام ابن حبان فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی سند سے ایک موضوع نسخہ کی روایت کرتا ہے۔[المجروحین ۲: ۱۷۱، ترجمہ: ۸۰۹]

[۴۰۷] العرب بعضهم أكفاء، والموالي بعضهم أكفاء بعض إلّا حائكٌ أو حجامٌ.

[السنن الکبریٰ، بیہقی ۷: ۱۳۴، بلوغ المرام: ۲۹۷ حدیث ۹۹۸]

''عرب آپس میں ایک دوسرے کے مثل ہیں، اور آزاد شدہ غلام بھی آپس میں ایک دوسرے کے مثل ہیں مگر جولاہا اور سینگی لگانے والا۔''

یہ روایت جھوٹی ہے اس لیے کہ درج ذیل نصوص کے صریح معارض ومخالف ہے:

—اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ. [سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۰]

''بے شک مؤمن [باہم دگر] بھائی بھائی ہیں۔''

—يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. [سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳]

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی نر ینہ اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے کہ تم باہم دگر تعارف حاصل کرو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ اشرف وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔''

اور ارشاد نبوی ﷺ: أَلَا! لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى [مسند احمد ۵: ۴۱۱] کے صریح معارض ہے۔

''خبردار رہو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، ہاں مگر تقویٰ سے [برتری حاصل ہوتی ہے۔]''

امام ابن ابی حاتم اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: هذا كذبٌ، لا أصل له.

[علل الحدیث ۱: ۴۱۲، تلخیص الحبیر ۳: ۱۶۴]

''یہ بے اصل اور جھوٹ ہے۔''

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور میں نے ابن ابی شُریح کو اسے بیان کرنے سے منع کیا تھا۔ [علل الحدیث ۱:۴۱۲]

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: یہ منکر اور موضوع ہے۔

[التمہید ۷:۵۶۴، نصب الرایہ ۳:۱۹۸، سبل السلام: ۱۳۳۸-۱۳۳۹، تلخیص الحبیر ۳:۱۶۴]

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا۔

[السنن الکبریٰ ۷:۱۳۴]

اسلام میں اس برہمنی نظام کا تصور تک نہیں۔ سیدنا اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ (۱) کے والد قیس کپڑا بننے میں بڑے ماہر تھے اور اس فن سے ان کو خاص دل چسپی تھی، اس کی شہادت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دی ہے وہ اشعث رضی اللہ عنہ کو حائک ابن حائک کہا کرتے تھے۔

[شرح نہج البلاغۃ، ابن ابی الحدید، ۱:۲۹۱ مطبوعہ ایران ۱۹۵۹]

سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا انہیں قیس کی بیٹی اور اشعث رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ اللہ نے اس کپڑا بُننے والے کو وہ عزت بخشی جس سے بڑی کوئی عزت نہیں ہو سکی۔ یہ کپڑا بُننے والا اس بات پر جتنا فخر کرے کم ہے کہ اشرف الانبیاء والمرسلین محمد النبی الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی لڑکی سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا کو قبول کر لیا تھا۔ سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا یمن میں تھیں اور ان کے بھائی سیدنا اشعث رضی اللہ عنہ نے ولی بن کر اُن کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ طیبہ میں کر دیا تھا۔ یہ نکاح دس ہجری کے

---

(۱) اشعث بن قیس بن معدی کرب کندی ابو محمد رضی اللہ عنہ، جاہلیت اور اسلام دونوں میں کِندہ کے امیر تھے۔ ۲۳ قبل ہجری = ۶۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ رہائش حضر موت میں تھی۔ اسلام کے غلبہ کے زمانے میں اپنی قوم کی ایک جم غفیر کے ساتھ آ کر اسلام قبول کیا۔ غزوۂ یرموک میں شرکت کی جس میں اُن کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب خلافت سنبھالی تو یہ بھی مانعین زکوٰۃ میں سے تھے۔ جنگ میں خود کو مسلمانوں کے حوالے کیا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ہم شیرہ سیدہ ام فروۃ رضی اللہ عنہا سے اُن کا نکاح کر لیا اور اُنہیں رہا کیا یہ اسلام کو پھر لوٹ آئے۔ مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی اور اسلام پر ثابر قدم رہے۔ ۴۰ھ = ۶۶۱ء کو وفات پائی۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے جنازہ پڑھایا۔ صحیحین میں اُن سے نو اَحادیث مروی ہیں۔

[اسد الغابۃ ۱:۱۴۵-۱۴۷، ترجمہ: ۱۸۵، الاعلام ۱:۳۳۲]

اخیر میں ہوا تھا۔ سیدہ قتیلہ رضی اللہ عنہا ابھی یمن سے رخصت ہو کر نہیں آئی تھیں کہ نصف صَفر گیارہ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کی بیماری شروع ہوئی اور امام ابن عبدالبر کے بیان کے مطابق دو ربیع الاول گیارہ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کی وفات سے دنیا میں اندھیر چھا گیا۔

[الاستیعاب بر ہامش اصابہ ۴: ۳۸۸-۳۸۹، الاستیعاب: ۹۱۴، ترجمہ: ۶۳۴]

دوسرا بیان یہ ہے کہ وفات سے دو ماہ پیش تر نکاح ہوا اور تیسرا بیان یہ ہے کہ آپ کی آخری بیماری میں نکاح ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اُن کے حق میں وصیت کی تھی کہ اُن کو اختیار ہے کہ دوسری ازواج مطہرات کی طرح ان پر بھی قانون حجاب نافذ اور قائم ہو۔ اس صورت میں میرے بعد کسی سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ طلاق قبول کریں اور جس سے چاہیں، نکاح کر لیں۔ انہوں نے دوسری صورت اختیار کی اور رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ [الاستیعاب بر ہامش اصابہ ۴: ۳۸۹، الاستیعاب: ۹۱۴، ترجمہ: ۶۳۴]

سب سے اعلیٰ واشرف نبی کا یہ رشتہ دست کاروں کے لیے سب سے بڑا مایہ افتخار ہے اور یہی اس بات کی محکم دلیل ہے کہ بُننے والے کی بیٹی ایک عربی، بلکہ قریشی و ہاشمی بلکہ سب سے اشرف واکرم نبی ﷺ کی کفو ہو سکتی ہے۔ اس طرح وہ اس کی بھی کفو ہو سکتی ہے جو یہ پیشہ نہیں کرتا۔

اب خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کا طرز عمل بھی دیکھیں۔ امام طبرانی کی روایت ہے کہ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ وفات نبوی کے بعد دین سے منحرف ہو گئے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب گرفتار کر کے لائے گئے اور تائب ہو کر دین کی طرف انہوں نے دوبارہ رجوع کیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کے ہاتھ پیر کھلوائے۔ پھر اپنی ہمشیرہ سیدہ ام فروۃ رضی اللہ عنہا سے اُن کا نکاح کر دیا۔ [المعجم الکبیر ۱: ۲۳۷، مجمع الزوائد ۹: ۴۱۵]

دیکھئے یہ وہی اشعث رضی اللہ عنہ ہیں جن کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ حائک بن حائک کہا کرتے تھے۔ کپڑا بُننے والے کا وہی لڑکا کسی معمولی عربی عورت کا نہیں بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کا کفو قرار دیا جاتا ہے۔

امام ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس نکاح کا ذکر دار قطنی اور ابن السکن نے بھی کیا ہے۔ آخر الذکر نے یہ لکھا ہے کہ اشعث رضی اللہ عنہ کے دو لڑکے محمد اور اسحاق ام فروۃ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ امام ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ دو لڑکیاں بھی پیدا ہوئی تھیں ان میں

سے ایک کا نام حبابۃ اور دوسری کا نام قریبۃ تھا۔

[الاستیعاب برالاصابہ ۴:۴۸۴' الاصابۃ ۴:۴۸۳' الاستیعاب: ۹۳۶:۶' ترجمہ: ۷۵۸]

سیدہ ام فروہ رضی اللہ عنہا کا یہی شرف کیا کم ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن تھی' مگر وہ اس سے بھی کہیں زیادہ شرف اور برتری کی مالکہ تھیں۔ اُن کا سب سے بڑا شرف یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' اس کے باوجود ایک بُننے والے لڑکے کو اُن کا کفو قرار دیا گیا۔ اور قرار دینے والے وہ شخص ہیں جو اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اونچا مقام رکھتے ہیں اور جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ:

اقتدوا بالَّذَين من بعدي:أبى بكروعمر.

[سنن ترمذی' کتاب المناقب [۵۰] باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما [۱۶] حدیث: ۳۶۶۲' باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [۳۸] حدیث: ۳۸۰۵' سنن ابن ماجۃ' المقدمۃ' باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [۱۱] حدیث: ۹۷' مسند احمد ۵: ۳۸۲' ۳۸۵' ۳۹۹' ۴۰۱' ۴۰۲]

''وہ دونوں جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکر و عمر' اُن کے قدم بقدم چلو۔''

ابو ہند رضی اللہ عنہ (۱) بنو بیاضہ کے غلام اور حجام تھے۔ [سنن الدارقطنی ۳: ۳۰۰-۳۰۱] انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنگی لگوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: مَنْ سَرَّہ أن ينظر إلى مَن نَوَّرَالله [وفي روايةٍ: صَوَّرَ] الإيمان في قلبه فلينظر إلى أبي هند. [سنن الدارقطنی ۳: ۳۰۱]

''اگر کوئی ایسے آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے جس کے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایمان کو راسخ کر دیا ہے تو وہ ابو ہند کو دیکھے۔''

اسی حجام اور غلام ابو ہند رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورتوں میں سے کسی سے ابو ہند کی شادی کریں۔ اس پر ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم بیٹیوں کی شادی اپنے غلاموں سے کر دیں؟ [سنن ابی داوٗد' کتاب النکاح [۶] باب فی الاکفاء [۲۷] حدیث: ۲۱۰۲' مراسیل ابی داود: ۲۳۰' المستدرک ۲: ۱۶۴]

---

(۱) ابو ہند حجام بیاضی رضی اللہ عنہ' فروۃ بن عمرو بیاضی کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اُن کا نام عبداللہ/ یسار تھا۔ غزوۂ بدر کے علاوہ باقی سارے غزوات اور مشاہد میں شرکت کی۔ [اسد الغابۃ ۱: ۲۵۰' ترجمہ: ۶۳۳۲]

اس پر یہ آیت نازل ہوئی: یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. [سورۃ الحجرات ۴۹:۱۳]

حجامت اور پچھنے لگانے کے پیشے کو کسی سماج میں عزت وتکریم کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا لیکن اسلام کی تعلیمِ مساوات دیکھئے کہ عرب کے انتہائی معزز قبیلہ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ابو ہند رضی اللہ عنہ سے وہ لوگ اپنی لڑکی کی شادی کریں اور ان کی لڑکی سے خود بھی اپنے لڑکوں کے ساتھ مناکحت کا رشتہ قایم کریں۔

اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے نکاح میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

[مراسیل ابی داود:۲۳۱، سنن الدار قطنی ۳:۳۰۲]

دیکھئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ غلام، حبشی اور عجمی ہیں اور ان کے نکاح میں یکے از عشرہ مبشرہ کی بہن تھیں جو قریشیہ ہیں۔

[۴۰۸] العقیقۃُ تُذْبَحُ لِسَبعٍ أو أربع عشر، أو إحدی وعشرین.

[المعجم الأوسط ۳:۲۷۸، حدیث:۴۸۸۲]

''عقیقہ ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن ہوگا۔''

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: فیه إسماعیل بن مسلم المکي وھو ضعیفٌ لکثرۃ غلطه ووھمه.

[مجمع الزوائد ۴:۵۹]

''اس میں اسماعیل بن مسلم مکی ہے جو کثیر الغلط اور کثیر الوہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

یہ روایت تو شدید ضعیف ہے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک موقوف روایت میں ہے کہ:

ولیکن ذاك یوم السابع فإن لم یکن ففي أربعة عشر، وإن لم یکن ففي إحدی و عشرین. [المستدرک ۴:۲۳۸]

''عقیقہ ساتویں دن ہونا چاہیے، اگر اُس دن نہ ہو تو چودھویں دن، یہ بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔''

لیکن یہ روایت بھی موقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہے، اس لیے کہ اس میں عبدالملک ابن ابی سلیمان میسرۃ عزرمی ہے۔ صدوق ہونے کے باوجود اس کے کئی اَوہام ہیں۔

[تقریب التہذیب:۳۹۴، ترجمہ:۴۱۸۴]

امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں: عبدالملک بن ابی سلیمان مقطوع کو متصل اور متصل کو مقطوع بناتا ہے۔ [الضعفاء الکبیر۳:۳۲]

[۴۰۹] العلم علمان: علم الأديان وعلم الأبدان.

''علم حقیقت میں دو ہیں: دین کا علم اور طب کا علم۔''

امام صغانی، امام طیبی، امام شوکانی اور ملا علی قاری سب بیک زبان اسے موضوع کہتے ہیں۔

[الخلاصة: ۲۵، الفوائد المجموعة: ۲۸۴، الاسرار المرفوعة: ۲۴۷، المصنوع: ۱۲۳-۱۲۴]

علامہ عجلونی کہتے ہیں: حافظ ابن حجر اسے موضوع قرار دیتے ہیں، جب کہ امام سیوطی نے الطب النبوی کے مقدمہ میں اسے امام شافعی کا قول قرار دیا ہے۔ [کشف الخفا ومزیل الالباس۲:۸۹]

[۴۱۰] العلمُ ثلاثةٌ: آيةٌ محكمةٌ، وسنةٌ قائمةٌ، ولا أدري. [تذکرۃ الحفاظ۳:۸۰۸، ترجمہ:۷۹۶]

''علم تو بس تین ہی چیزیں ہیں: [قرآن مجید کی] آیتِ محکمہ [جو غیر منسوخ ہو] سنتِ قائمہ [جس میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی تخصیص نہ ہو] اور [نہ جاننے کی صورت میں یہ کہنا کہ] میں نہیں جانتا۔''

اس کی سند کچھ اس طرح ہے: ابوحذافۃ المدنی از مالک از نافع از سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[تذکرۃ الحفاظ۳:۸۰۸]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: هذا لم يصح مسنداً ولا هو مما عُدَّ في مناكير أبي حذافة السهمي، فما أدري كيف هذا؟ وكأنه موقوفٌ. [تذکرۃ الحفاظ۳:۸۰۸]

''یہ روایت مسنداً [یعنی: مرفوعاً] تو صحیح نہیں ہے لیکن یہ ابوحُذافہ سہمی کی منکر روایات میں سے بھی نہیں ہے، پس میں نہیں جانتا کہ یہ کیسی ہے؟ اور گویا کہ یہ روایت موقوف ہے۔''

امام طبرانی نے المعجم الأوسط [۱:۲۸۴، حدیث:۱۰۰۱] میں، خطیب بغدادی نے [تاریخ بغداد ۴:۲۳] میں، حافظ ابن عدی نے [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۲۸۸] میں اور حافظ ذہبی نے [میزان الاعتدال ۱:۸۴، ترجمہ:۳۰۰] میں موقوفاً ہی نقل کیا ہے۔

[۴۱۱] العلم في الصغر كالنقش في الحجر.

''بچپن میں حصولِ علم پتھر میں نقش جیسا ہے۔''

امام بیہقی نے اسے حسن بصری کا کلام کہہ کر نقل کیا ہے۔

[المدخل الی السنن الکبریٰ: ۳۷۵، روایت: ۶۴۰]

امام ابن عبدالبر نے بھی اسے حسن بصری کا قول کہہ کر قدرے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے:
طلب الحديث في الصغر كالنقش في الحجر. [جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۳۰۴' روایت:۴۸۲]
حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یہ ضرب المثل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔
[منہاج السنۃ النبویۃ ۴:۱۲۵' ط۔قدیم' ۷:۵۲۶' تحقیق ڈاکٹر رشاد سالم]
حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۴۶۰' کشف الخفا ۲: ۸۵-۸۶]

[۴۱۲] العمائم تِيجانُ العرب.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۱۹۵' مسند شہاب ۱: ۷۵' ترجمہ: ۵۷' حدیث: ۶۸]

''عمامے عربوں کے تاج ہیں۔''

- حافظ ابن عدی کی روایت کی سند شدید کمزور ہے اس لیے کہ اس کی سند میں عبیداللہ بن ابی حمید ہے جو متروک الحدیث ہے۔ [تلخیص المستدرک ۴:۱۹۳' مجمع الزوائد ۵:۱۱۹]
امام بخاری اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۵:۳۷۷' ۳۹۶]
- شہاب قضاعی کی روایت کا مرکزی راوی موسیٰ بن ابراہیم مروزی ہے' جسے امام یحییٰ بن معین کذاب کہتے ہیں' جب کہ امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔
[میزان الاعتدال ۴:۱۹۹' ترجمہ: ۸۸۴۴]

[۴۱۳] العمائم وَقار المؤمن' وعز العرب' فإذا وضعت العرب عمائمها فقد خلعت عزها.

[شعب الایمان ۵:۱۷۶' حدیث: ۶۲۶۳]

'' پگڑیاں مؤمن کا وقار اور عربوں کی عزت ہے' جب وہ عمامہ باندھنا چھوڑ دیں گے تو اپنی عزت کھو بیٹھیں گے۔''

اس کا مرکزی راوی موسیٰ بن ابراہیم مروزی ہے' جسے امام یحییٰ بن معین کذاب کہتے ہیں' جب کہ امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۱۹۹' ترجمہ: ۸۸۴۴]
پھر اس کا آخری راوی امام زہری ہے' جو آگے کا سلسلہ نہیں بتاتے' کہ یہ کس کا ارشاد ہے؟
امام زہری کا نام محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ شہاب ہے' اُن کی تاریخ ولادت کے سلسلے

میں مؤرخین کے مابین اختلاف ہے، بعض مؤرخین ۵۱ ہجری بتاتے ہیں اور بعض ۵۶ یا ۵۸ ہجری بتاتے ہیں۔ [تہذیب الکمال ۲۶: ۴۴۰-۴۴۱]

اُن کی سن وفات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام یحیٰ بن سعید القطان اور امام یحیٰ بن مَعین فرماتے ہیں کہ ۱۲۳ یا ۱۲۴ ہجری کو وفات ہوئے، جب کہ امام ابوعبید ۱۲۳ ہجری اور ایک جم غفیر ۱۲۰ ہجری اُن کی وفات کا سن کہتے ہیں۔ [تہذیب الکمال ۲۶: ۴۴۱]

پس یہ روایت منقطع ہوئی، جو شدید کمزور ہوتی ہے۔

حرف الغین

[۴۱۴] غارِ ثور پر تارِ عنکبوت اور فاختاؤں کا گھونسلہ اور اُن کا انڈے دینا

مشہور ہے کہ جب کفار ہجرت کی رات کو غارِ ثور کے قریب آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ دفعۃً ببول کا ایک درخت اُگا اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر رسول اللہ ﷺ کو چھپا لیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور گھونسلا بنا کر انڈے دیے۔ کہا جاتا ہے کہ حرم کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔

بوصیری (۱) نے لکھا ہے:

فَالصِّدُقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيُقُ لَمُ يُرَيَا وَ هُمُ يَقُولُونَ : مَا بِالغَارِ مِنُ أَرَمِ
ظَنُّواالْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنُكَبُوُتَ عَلى خَيُرِ الْبَرِيَّةِ لَم تَنُسُجُ وَ لَمُ تَحُمِ

[قصیدہ بردہ:۱۸]

''آپ ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ دونوں غار میں تھے مگر کفار کو نہ دکھائی دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے گمان کیا کہ مکڑی نے آپ ﷺ پر جالا نہیں تنا اور کبوتر نے انڈے نہیں دیے بلکہ پہلے سے یوں ہی ہے۔''

اس روایت کے کئی طرق ہیں:

— ابن سعد کا پہلا طریق: [طبقات ابن سعد ۱: ۲۲۸–۲۲۹، دلائل النبوۃ، ابو نعیم ۲: ۱۱۱، دلائل النبوۃ، بیہقی ۲: ۴۸۱–۴۸۲، شرح المواہب اللدنیۃ ۲: ۱۱۴–۱۱۵]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: وھذا حدیثٌ غریبٌ جِدًّا. [البدایۃ والنہایۃ ۳: ۲۲۳]

''یہ روایت نہایت ہی ضعیف ہے۔''

---

(۱) محمد بن سعید بن حماد بن عبداللہ صنہاجی، بوصیری، مصری، شرف الدین، ابو عبداللہ۔ شاعر اور صوفی تھے۔ مصر کے علاقے بنو سویف کے بوصیر نامی گاؤں سے تعلق تھا۔ ان کی ماں یہاں کی تھیں۔ بہنساویہ کے بہشیم نامی قصبے میں ۶۰۸ھ = ۱۲۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ قصیدہ بردہ اُن کے شہرت کی وجہ بنی۔ ان کی وفات ۶۹۶ھ = ۱۲۹۶ء کو اسکندریہ میں ہوئی۔ [فوات الوفیات ۲: ۳۴۱–۳۴۷، ترجمہ: ۴۵۶، الاعلام ۶: ۱۳۹]

اس کی وجہ یہ ہے کہ:

–اس کا ایک راوی ابو مصعب المکی مجہول ہے۔[الضعفاء الکبیر۳:۴۲۳' میزان الاعتدال۳:۳۰۷]

–اس کا ایک راوی عوین بن عمرو[یا عون بن عمرو] ہے' جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: مجہول اور منکر الحدیث ہے۔[میزان الاعتدال۳:۳۰۶]

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: لاشے ہے۔[الجرح والتعدیل۶:۳۸۷]

–ابن سعد کا دوسرا طریق: [طبقات ابن سعد۱:۲۲۸-۲۲۹]

اس کا راوی محمد بن عمر واقدی ہے جس نے متعدد روایتوں کو یکجا کر کے اُن کی ایک مشترک روایت ہجرت تیار کی ہے جس کے آخری الفاظ یوں ہیں:

إنَّ علیه العنکبوت قبل میلاد محمد[ﷺ]فانصرفوا.[طبقات ابن سعد۱:۲۲۸]

–حافظ ابن کثیر کی مرسل روایت:[البدایۃ والنہایۃ۳:۲۲۲]

اس کا ایک راوی حسن بصری ہیں' جس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ثقةٌ فاضلٌ مشهورٌ' و کان یرسل کثیراً و یُدَلِّسُ' قال البزار: کان یروي عن جماعةٍ لم یسمع منهم فیتجوَّزُ و یقول: حَدَّثَنا و خَطَبَنَا.[تقریب التہذیب:۱۹۷' ترجمہ:۱۲۲۷]

''ثقہ فاضل اور مشہور تھے۔ کثرت سے اِرسال و تدلیس کیا کرتے تھے۔ بزار کہتے ہیں: ایک ایسی جماعت سے روایت بیان کرتے ہیں جن سے روایت نہیں سنی' اور عام روش سے ہٹ کر حَدَّثَنا اور خَطَبَنَا کہتے تھے۔''

اس کا ایک راوی بشار بن موسیٰ خفاف شیبانی بصری عجلی ہے جو کثیر الحدیث ہونے کے باوجود ضعیف اور کثیر الغلط [کثرت سے غلطیاں کرنے والا] تھا۔[تقریب التہذیب:۱۶۱' ترجمہ:۶۷۴]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔[التاریخ الکبیر۲:۱۳۰' التاریخ الصغیر۲:۳۱۵]

–امام احمد کی روایت:[مسند احمد۱:۳۴۸' مصنف عبدالرزاق۵:۳۸۹' حدیث:۹۷۴۳' المعجم الکبیر ۱۱:۳۲۱' حدیث:۱۲۱۵۵' تاریخ بغداد۱۳:۱۹۱]

جس میں گھونسلے اور کبوتر کا اس میں انڈے دینے کا کوئی ذکر نہیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا إسنادٌ حسنٌ' و هو من أجود ماروي في قصة نسج العنکبوت علی فم الغار.

[البدایۃ والنہایۃ۳:۲۲۱]

''یہ اِسناد حسن ہےاور غارِ ثور پر تارِ عنکبوت کی روایات میں یہ سب سے جید ہے۔''

لیکن اس کی اِسناد حسن کیسے ہوسکتی ہے جب کہ امام احمد نے عثمان جزری - جسے عثمان مشاہد بھی کہا جاتا ہے - کے بارے میں فرمایا ہے: اس نے منکر روایات نقل کی ہیں۔[الجرح والتعدیل۶:۱۷۴]

[۴۱۵]غزوہ بدر کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے دوران ملائکہ نے نقارہ[بڑا ڈول] بجایا تھا جس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے تمام غزوات میں نقارہ بجایا جانے لگا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ بات عقل و نقل کے اعتبار سے بالکل باطل، غلط اور جھوٹ ہے اگر چہ اسے ابن مرزوق[ابوعبداللہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی، وفات: ۷۸۱ھ] نے ذکر کیا ہے اور اسی غلط بات کو امام قسطلانی[شہاب الدین احمد بن محمد، وفات: ۹۲۳ھ] نے اپنی تصنیف مواہب لدنیہ[۲:۳۱۷] میں ابن مرزوق کی اتباع کرتے ہوئے نقل کی ہے۔

[الاسرار المرفوعة:۳۶۸، بذیل حدیث:۵۹۵، کشف الخفاء۲:۴۸۹، حدیث:۳۰۶۹]

[۴۱۶]غَسُلُ الإناءِ، وطهارة الفِناءِ يورثان الغِنَى.

[تاریخ بغداد۱۲:۹۲، الفردوس، حدیث:۴۲۸۵، الجامع الصغیر، حدیث:۵۷۶۶]

''برتن دھونا اور صحن کی صفائی کرنا دونوں مال داری کے باعث ہیں۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اس کا راوی علی بن محمد الزہری کذاب تھا۔[تاریخ بغداد۱۲:۹۲]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اسے علی بن محمد الزہری نے ابویعلی کی سند سے وضع کیا ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۱۵۵، لسان المیزان۴:۲۵۸]

[۴۱۷] اَلْغِناءُ رقية الزنا.[تلبیس ابلیس:۲۲۲]

''موسیقی زنا کا زینہ ہے۔''

علامہ ابن الاثیر اور علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: یہ ضرب المثل ہے۔

[النہایة فی غریب الحدیث والاثر۴:۳۵، عمدة القاری۲۲:۱۸۶، کتاب الادب، باب مایجوز من الشعر والرجز]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ عرب کے مشہور ضرب الامثال میں سے ہے۔[الاسرار المرفوعة:۲۵۱، حدیث:۳۱۲]

امام غزالی لکھتے ہیں: یہ فضیل بن عیاض کا قول ہے۔

[احیاء علوم الدین۲:۲۸۷، الاسرار المرفوعة:۲۵۱، المصنوع:۱۲۷، حدیث:۲۰۳]

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے، کسی حدیث کی کتاب میں اس کا نشان نہیں۔[مجموعة الفتاویٰ، طبع شہزاد لاہور ا:۱۵۷]

[۴۱۸]اَلْغِیْبَةُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، لأن المُغتاب لایُغْفَرحتی یُغْفَرَله صاحبه.

[شعب الایمان ۵:۳۰۶، مجمع الزوائد ۸:۹۲، مشکاۃ المصابیح، حدیث:۴۸۷۴-۴۸۷۵]

''غیبت زنا سے بھی سخت گناہ ہے کیوں کہ غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہو۔''

[معارف القرآن ۸:۱۲۲، ماہ نامہ بینات کراچی، ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ=مئی ۱۹۹۶، صفحہ:۲۳، نیک بندوں کی پہچان، مضمون نگار: ڈاکٹر حبیب اللہ مختار]

یہ روایت خطیب تبریزی نے مشکاۃ المصابیح [۴۸۷۴-۴۸۷۵] میں سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما کی سند سے اور [۴۸۷۶] میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے ان الفاظ میں نقل کی ہے: صاحب الزنایتوبُ وصاحب الغیبة لیس له توبة اور پھر لکھا ہے: روی البیهقي الأحادیث الثلاثة في شعب الإیمان.

اول الذکر روایت امام بیہقی کی شعب الایمان ۵:۳۰۶، حدیث:۶۷۴۱ اور حافظ طبرانی کی المعجم الأوسط ۵:۶۳، حدیث: ۶۵۹۰ کی ہے جس کا سارا دارومدار عباد بن کثیر ثقفی بصری پر ہے جس کو امام بخاری اور امام نسائی متروک الحدیث کہتے ہیں۔

[التاریخ الکبیر ۶:۴۳، ترجمہ:۱۶۴۲، الضعفاء والمتروکین، نسائی، ترجمہ:۴۰۸]

حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے اس کی مکذوب روایتوں میں زیر بحث روایت نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔[المجروحین ۲:۱۵۸، ترجمہ:۷۸۸، میزان الاعتدال ۲:۳۷۶، ترجمہ:۴۱۳۴]

امام ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الأوسط میں نقل کیا ہے، لیکن اس کا راوی عباد بن کثیر متروک ہے۔[مجمع الزوائد ۸:۹۲]

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ روایت حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال ا:۴۴۷، ترجمہ حامد بن آدم المروزی: ۱۶۷۱ میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ حافظ سلیمانی نے اس راوی کے متعلق لکھا ہے کہ احادیث وضع کرنے سے مشہور ہے۔ ابوداؤد سنجی کہتے

ہیں: میں نے امام ابن مَعین سے پوچھا کہ حامد بن آدم حدیث بیان کرتے ہیں کہ الغیبة أشدُّ من الزنا اس کے متعلق آپ کچھ فرمائیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا:

هذا كذابٌ، لعنه الله. [میزان الاعتدال ۱: ۴۴۷، ترجمہ: ۱۶۷۱]

''اس کا راوی جھوٹا ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

امام جوزجانی اور حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: احمقانہ اور ناقابل یقین جھوٹ بولتا تھا:

كان يَكذِبُ ويَحمِقُ في الكذب.

[احوال الرجال: ۲۰۶، ترجمہ: ۳۸۱، الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۴۰۹، ترجمہ: ۵۶۹]

''احمقانہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت امام بیہقی نے شعب الایمان ۵: ۳۰۶، حدیث: ۶۷۴۲ میں نقل کیا ہے لیکن اس کی سند کے دو راوی مجہول ہیں۔ امام صغانی زیر بحث روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [کشف الخفا و مزیل الالباس ۲: ۱۰۶، حدیث: ۱۸۱۲]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔ [علل الحدیث ۲: ۳۱۹، حدیث: ۲۴۷۴]

محدثین نے زیر بحث روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ مرفوع حدیث نہیں ہے اور یہی بات درست ہے۔ [شعب الایمان ۵: ۳۰۶، مرقاۃ المفاتیح ۸: ۶۱۰]

[۴۱۹] الغيبة تنقض الوضوء والصلاة.

[اخبار اصبہان ۲: ۱۲۷۹، الفردوس، حدیث: ۴۳۲۲، زہر الفردس ۲: ۳۴۵، جامع صغیر، حدیث: ۵۸۲۳]

''غیبت وضوء اور نمازوں کو توڑتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس کا مرکزی راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبداللہ ابو یحییٰ تمیمی ہے، جو کذاب اور وضّاع تھا۔ ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع اور بے اصل روایات نقل کیا کرتا تھا۔ اس کی روایت نقل کرنا اور اس سے استدلال کرنا کسی بھی حالت میں درست اور جائز نہیں۔

[المجروحین ۱: ۱۳۳-۱۳۴، ترجمہ: ۴۵]

محدث صالح بن محمد جزرۃ کہتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام ازدی فرماتے ہیں: اساطین

جھوٹ میں سے ایک ہے، کسی بھی حالت میں اس سے روایت لینا درست نہیں۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں: سب محدثین کے نزدیک بالاتفاق متروک ہے۔[میزان الاعتدال ۱:۲۵۳، ترجمہ ۹۶۵]

امام حاکم فرماتے ہیں: اس نے کئی موضوع احادیث نقل کی ہیں۔

[المدخل إلی الصحیح ۱:۱۲۱، ترجمہ ۸]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک اور کذاب تھا۔[الضعفاء والمتروکین: ۵۸، ترجمہ: ۸۱]

— اس کا ایک اور راوی سہل بن صُقَیر الخلاطی ہے، جس کے متعلق حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: مشہور نہیں۔ میرا خیال ہے کہ قصداً جھوٹ نہیں بولتا۔ ہاں غلطی اور اِشتباہ کے سبب جھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۵۱۶]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[تہذیب الکمال ۱۲:۱۹۵]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: مُتَّہَم [جھوٹ بولنے سے بدنام] تھا۔[الکاشف ۱:۴۰۷، ترجمہ ۲۱۹۴]

حرف الفاء

[۴۲۰] **فترۃِ وحی** (۱) **سے متعلق ایک روایت میں ہے:** وفَتَرالوحيُ فَتْرَةً حتى حزِنَ النبيُّ ﷺ فيمابَلَغَنَاحُزناً غدا منهُ مِراراًكَيْ يَتَرَدَّىٰ من رءوسِ شَواهِقِ الجبالِ فكلما أوفى بِذِرْوَةِ جبلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ منهُ نَفسَهُ تَبَدَّىٰ له جبريلُ عليه السلام فقال: يا محمد!إنَّكَ رسولُ اللّٰهِ حَقًّا، فَيَسكُنُ لِذٰلِك جَأْشُهُ وتَقِرُّنفسُهُ فيرجعُ،فإذاطالت عليه فَتْرَةُالوحي غَدَالِمِثلِ ذلك،فإذا أوفى بِذِرْوَةِ جبلٍ تَبَدَّى له جبريل عليه السلام فقال له مثل ذلك.

[صحیح بخاری ۸:۸۷، کتاب التعبیر [۹۲] باب واول مابدئ به رسول اللہ ﷺ من الوحی: الرؤیا الصالحۃ [۱] بذیل حدیث: ۶۹۸۲]

''اور کچھ مدت کے لیے وحی آنے کا سلسلہ بند ہوگیا یہاں تک کہ ہمیں جو خبر پہنچی ہے اُس کے مطابق رسول اللہ ﷺ اتنے زیادہ غمگین ہوگئے کہ کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے لیکن جب بھی اپنے آپ کو گرانے کے لیے آپ ﷺ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو جبرئیل علیہ السلام سامنے آجاتے اور کہتے: اے محمد ﷺ! بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔اس پر آپ کے دل کو سکون اور

---

(۱) فَتْرَةٌ کے معنی اِنقطاع اور بندش کے ہیں۔ سورۃ إقرأ کے نزول کے بعد کچھ عرصہ تک وحی آنی بند ہوگئی تھی۔ اسے فترتِ وحی کا عرصہ کہتے ہیں۔فترتِ وحی کی مدت کے متعلق امام سہیلی فرماتے ہیں کہ ڈھائی سال تک رہی۔
[الروض الانف ۱:۱۶۱]

امام احمد بن حنبل اور امام شعبی کی تصریح کے مطابق فترتِ وحی کا عرصہ تین سال تک رہا۔
[فتح الباری ۱:۲۷، بذیل حدیث: ۳]

امام ابن سعد نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بندش چند دنوں کے لیے تھے۔امام سہیلی نے مرسلِ شعبی کے حوالہ سے جو کچھ لکھا ہے وہ قطعاً پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتا۔[فتح الباری ۱:۲۷]

حافظ ابن حجر کے نزدیک فترت کی مصلحت یہ تھی کہ پہلی وحی سے رسول اللہ ﷺ کو جو دہشت ہوئی تھی، وہ جاتی رہے۔آپ ﷺ رفتہ رفتہ اس کو برداشت کرنے کے عادی ہوجائیں اور جبرئیل علیہ السلام کو دوبارہ دیکھنے کا اشتیاق بھی پیدا ہوجائے: ثم كان من مقدمات تأسيس النبوة فترة الوحى ليتدرج فيه ويمرن عليه.
[فتح الباری ۱۲:۳۶۰، کتاب التعبیر [۹۱] باب [۱] بذیل حدیث: ۶۹۸۲]

قرار آجاتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور آپ واپس چلے آتے' پھر جب آپ پر وحی کی بندش طویل ہو جاتی تو آپ پھر اپنے آپ کو گرانے کے لیے کسی پہاڑ پر چلے جاتے مگر جبرئیل علیہ السلام پھر سامنے آجاتے اور وہی تسلی آمیز جملہ دُہراتے کہ: اے محمد ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

یہ روایت منقطع ہے، اس لیے ضعیف ہے۔ امام بخاری نے اس کی کوئی سند نقل نہیں کی' بلکہ اس کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ "ہمیں یہ روایت پہنچی ہے۔" جب پہنچانے والے راویوں کے نام غیر مذکور اور نامعلوم ہیں تو اس تفصیل کو کیوں کر درست تسلیم کیا جائے؟

پھر اس پر یہ بھاری بھرکم درایتی اعتراض بھی موجود ہے کہ علم و دانش کا ذوق رکھنے والوں کا تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے پر غمگین اور رنجیدہ ہونا تو حیرت اور اچنبے کی بات نہیں ہے لیکن اتنا زیادہ غمگین اور رنجیدہ ہونا کہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرا کر بار بار خودکشی کا ارادہ کیا جائے' رسالت و نبوت کے شان کے منافی ہے بلکہ ذہنی اور دماغی فتور کی علامت ہے' جس سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے سے بعد معصوم ہوتے ہیں۔

علامہ قاضی عیاض نے "انبیاء کی بشریت" کا عنوان لگا کر لکھا ہے کہ انبیائے کرام بشر ہونے کے باوصف باطنی طور پر عام انسانوں سے بڑے قوی اور مضبوط ہوتے ہیں' اور اس باب میں جو سوالات واعتراضات وارد ہوتے ہیں' اُن کا ایک ایک کر کے جواب دیا ہے' اور زیرِ بحث روایت کو اِن الفاظ میں نقل کر کے جواب دیتے ہیں: وقولُ مَعمَرفي فَترة الوحي: حتى حزِنَ النبيُّ ﷺ فيما بَلَغَنا حُزناً غَدا منهُ مِراراً كَيْ يَتَرَدَّى مِن رءوسِ شَواهِقِ الجبالِ' لا يَقدَحُ في هذا الأصل لقول مَعمرعنه: فيمابلغنا' ولم يُسنِدهُ' ولاذَكَرَ رُواتُهُ' ولامَن حَدَّث به' ولاأنَّ النبي ﷺ قاله' ولايُعرفُ مثلُ هذا إلَّا مِن جهة النبي ﷺ.

[الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ' القاسم الثالث' الباب الاول' فصل فی حکم عقد قلب النبی ﷺ من وقت نبوتہ ۸۷:۲]

"وحی کے انقطاع کے بارے میں معمر سے جو یہ قول مروی ہے کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس اِنقطاع کی وجہ سے اتنے شدید غمگین ہو گئے تھے کہ کئی بار صبح کے وقت پہاڑوں کی چوٹیوں

پر چڑھ جاتے تا کہ اپنے آپ کو نیچے گرادیں' تو یہ قول اس قاعدہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا [کہ اللہ تعالیٰ کے نبی نبوت کے باب میں شک کرنے سے معصوم ہوتے ہیں] اس لیے کہ معمر کا یہ قول بَـلَـغَنَا کے لفظ کے ساتھ نقل ہوا ہے' اور اُس نے اِس کی سند بیان نہیں کی ہے' نہ اُس کے راوی ذکر کیے ہیں' نہ اُس شخص کا نام لیا ہے جس نے یہ حدیث بیان کی ہے اور نہ نبی ﷺ نے یہ بات کی ہے، جب کہ اس قسم کی خبر رسول اللہ ﷺ سے ہی معلوم کی جاسکتی ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ثم إنَّ القائل فيما بَلَغَنَا هو الزهري' ومعنى الكلام: أنَّ في جملة ما وصل إلينا من خبر رسول الله ﷺ في هذه القصة' وهو من بلاغات الزهري' و ليس موصولاً' و قال الكرماني: هذا هو الظاهر' و يحتملُ أن يكون بلغه بالإسناد المذكور' ووقع عند ابن مردويه في التفسير من طريق محمد بن كثير عن معمر بإسقاط قوله: فيما بلغنا'......و الأول هو المعتمد. [فتح الباری ۱۲: ۳۵۹-۳۶۰]

''فيما بَلَغَنَا'' کا قائل ابن شہاب زہری ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ بدء الوحی اور فترۃِ وحی کی حدیث میں ہم کو یہ اضافہ بھی پہنچا ہے مگر یہ اضافہ زُہری کے بلاغات میں سے ہے اور متصل سند کے ساتھ مروی نہیں ہے۔ کرمانی نے بھی کہا ہے کہ یہ روایت موصول نہیں ہے بلکہ منقطع ہے۔ احتمال تو یہ بھی ہے کہ یہ اضافہ زہری کو سند مذکور [یعنی عروۃ از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا] کے ذریعے پہنچا ہو جیسا کہ ابن مردویہ کی تفسیر میں یہ اضافہ محمد بن کثیر از معمر کے سند سے موجود ہے' لیکن پہلا قول [یعنی: بلاغ اور اس روایت کا مقطوع ہونا] معتمد ہے۔''

ابن مردویہ کی روایت بھی نا قابل استناد ہے اس لیے کہ محمد بن کثیر [بن ابی عطا ثقفی] جو بھی روایت معمر سے نقل کرتے ہیں' وہ حدیث منکر ہوتی ہے۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۳: ۲۵۱' فقرہ: ۵۱۰۹' الجرح والتعدیل ۸: ۶۹' ترجمہ: ۳۰۹]

[۴۲۱] فرق ما بيننا و بين المشركين: القلانس على العمائم.

[سنن ابی داوٗد' کتاب اللباس [۲۶] باب فی العمائم [۲۴] حدیث: ۴۰۷۸' سنن ترمذی' کتاب اللباس [۲۵] باب العمائم علی القلانس [۴۲] حدیث: ۱۷۸۴' تاریخ کبیر ۱: ۸۲' ۳: ۳۳۸' تفسیر القرطبی ۴: ۱۹۴' بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳: ۱۲۶]

''ہمارے اور مشرکین کے مابین فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔''

یہ حدیث معلول ہے، اس لیے کہ:

- امام ترمذی اسے نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند قائم نہیں۔ ہم اس کے راوی ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں پہچانتے۔[سنن ترمذی ۴: ۲۱۷]

- امام بخاری فرماتے ہیں: محمد بن رکانہ قرشی کی اِسناد مجہول ہے اور ان کی آپس میں روایت کرنا ثابت نہیں۔[التاریخ الکبیر ۱: ۸۲، تفسیر القرطبی ۴: ۱۹۴]

[۴۲۲] فَضُلُ الصَّلاة بالسِّواك على الصَّلاة بغيرِ سِواكٍ سبعين ضعفاً.

[مسند احمد ۶: ۲۷۲، المستدرک ۱: ۱۴۶]

''مسواک کر کے پڑھی ہوئی نماز بلا مسواک کیے پڑھی ہوئی ستّر نمازوں سے زیادہ ثواب کی حامل ہے۔''

امام احمد اور امام حاکم دونوں اس روایت کی سند اس طرح لکھتے ہیں: عن محمد بن إسحاق، قال: فذكر محمد بن مسلم بن عبيدالله بن شهاب الزهري.

جب کہ محمد بن اسحاق کے ذَکَرَ فلانٌ کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ جس روایت میں محمد ابن اسحاق یہ الفاظ استعمال کرے، وہ روایت اُس راوی سے اُس نے نہیں سنی ہوتی۔

[المنار المنیف: ۲۱]

اس سے معلوم ہوا کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق اسے زہری کی سند میں تدلیس کر کے نقل کرتے ہیں جو اس کی اہمیت اور اِسنادی حیثیت کو بالکل تباہ کر دیتا ہے۔

[۴۲۳] فضل العالم على غيره كفضل النبي على أمته. [تاریخ بغداد ۸: ۱۰۷]

''کسی عالم کی غیر عالم پر فضیلت اتنی ہے جتنی فضیلت نبی کی اپنے امتی پر ہوتی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

- اس کا ایک راوی سلیمان بن ابی سلمۃ ہے، جس کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[العلل المتناہیۃ ۱: ۶۹]

- اس کا ایک راوی حسین بن محمد بن علی المعروف با بن البزری ہے، جس کے بارے میں خطیب بغدادی نے حافظ ابوالفتح کے حوالہ سے لکھا ہے: بغداد کے جن رُواۃ کو کذاب کہا گیا ہے، میں نے اُن میں سے کسی ایک سے بھی روایت نہیں لی، باستثنائے چار کے، جن میں ایک ابن البزری بھی

ہے۔[تاریخ بغداد۸:۱۰۷]

اور محمد بن علی الصوری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ابن البزری مصر آئے تھے جہاں وہ قبیح اِختلاط کا شکار ہو گئے اور کئی ایسی چیزوں کا دعویٰ کیا جن سے اُن کی کذب بیانی اور غلطی آشکارا ہوتی تھی۔

[تاریخ بغداد۱۲:۱۰۷]

[۴۲۴] فضل ما بين لَذَّةِ الُمرأة ولَذَّةِ الرجل كأثرِالمَخِيطِ في الطين إلَّا أنَّ اللّٰه يَسترَهُنَّ بالحياء.[مجمع الزوائد٤ :٢٩٣‘حقق]

’’مرد کی لذتِ[جماع کے] مقابلے میں عورت کی لذتِ[جماع کے] اتنی زیادہ ہے جتنا کہ گیلی مٹی میں کسی سوئی[کے چھبونے] کا اثر‘ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیا کی چادر اُوڑھا دی ہے۔‘‘

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: هذا لايصح عن رسول اللّٰهﷺ‘ وإسناده مظلَمٌ‘لايُحتَجُّ بمثله.

[روضة المحبين ونزهة المشتاقين:۸۹]

’’رسول اللہﷺ کی طرف یہ روایت منسوب کرنا نادرست ہے‘ اس کی سند تاریکیوں سے بھری پڑی ہے اور نا قابل احتجاج ہے۔‘‘

[۴۲۵] فقيهٌ واحدٌ أشدُّ على الشيطان من ألف عابدٍ.

[سنن ترمذی‘ کتاب العلم[۴۲] باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ[۱۹] حدیث:۲۶۸۱]

اس کا ایک راوی رَوح بن جَناح ہے، جس کے بارے میں امام حاکم لکھتے ہیں: مجاہد کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المدخل إلى الصحيح۱:۱۴۸‘ ترجمہ:۵۸]

اس روایت کو بھی مجاہد ہی کی سند سے نقل کیا گیا ہے۔

[۴۲۶] فِكُرَةُ ساعةٍ خيرٌمن عبادة ستين سنة .[الجامع الصغير‘حديث:۵۸۹۷]

’’ایک گھڑی آیات قدرت میں غور کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔‘‘

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح ملطی ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم فرماتے ہیں: سب جھوٹوں سے بڑھ کر جھوٹا تھا۔[الجرح والتعدیل۲:۲۳۳]

امام یحییٰ بن معین سے اسی راوی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ضعیف تھا۔ اللہ اس پر رحم نہ کرے۔[التاریخ ۲:۲۷‘ ۴:۴۳۴]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا تھا۔[الضعفاء والمتروکین ۱:۱۰۴]

اورامام ابن حبان فرماتے ہیں: دجالوں میں سے تھا۔ظاہر باہر رسول اللہ ﷺ پر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[المجروحین ا:۱۴۴ ترجمہ:۵۸]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: جھوٹ بولنے اور احادیث وضع کرنے میں معروف ومشہور ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ا:۵۳۵ ترجمہ:۱۵۵]

اس کا ایک اور راوی عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان ہے جو موضع نصیبین میں رہائش پذیر تھا۔ ہر جگہ ثقات کے نام لے کر مناکیر روایت کرتا ہے اور اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفا الرجال ۶:۳۰۱ ترجمہ:۳۶۸-[۱۳۳۶]

اسی وجہ سے حافظ ابن جوزی اور علامہ محمد طاہر ہندی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں کیوں کہ اس کی سند میں دو جھوٹے راوی ہیں۔[الموضوعات ۳:۱۴۴ تذکرۃ الموضوعات:۱۸۹]

جب کہ حافظ عراقی فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔[المغنی عن حمل الاسفار ۴:۴۲۳]

حافظ سیوطی نے امام ابن الجوزی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حافظ عراقی نے اسے ضعیف کہا ہے[موضوع نہیں] پھر مزید برآں اس کا ایک شاہد بھی موجود ہے اُس شاہد اور تابع کو انہوں نے باسند یوں نقل کیا ہے: سعيد بن ميسرة قال: سمعت أنس بن مالك ﷺ يقول: تفكر ساعة في اختلاف الليل والنهار خير من عبادة ألف سنة. [اللآلی المصنوعۃ ۲:۲۷۶]

''سعید بن میسرہ کہتے ہیں: میں نے انس ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دن کے الٹنے پلٹنے کے سلسلے میں ایک گھڑی غور وفکر کرنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

اس سلسلے میں عرض ہے کہ:

–یہ روایت موقوف ہے۔

–اس میں ثواب کی مقدار ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہونے کا ذکر ہے، یہ تو صریح تضاد ہے۔ ساٹھ اور ہزار سال کے مابین جو تفاوت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

– اس سند میں سعید بن میسرہ ہے جس کے بارے امام بخاری فرماتے ہیں: وہ سعید بن میسرۃ البکری جو سیدنا انس ﷺ سے روایت کرتا ہے اُس کے پاس مناکیر ہیں۔[التاریخ الصغیر ۲:۱۵۱]

امام حاکم فرماتے ہیں: سیدنا انس ﷺ کے نام سے موضوع روایات کرتا ہے اور امام یحییٰ بن سعید نے اس کی تکذیب کی ہے۔[المدخل إلى الصحيح ا:۱۵۲ ترجمہ:۴۴ میزان الاعتدال ۲:۱۶۰]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اس کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، اُن کے نام موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المجروحین ۱:۳۹۶-۳۹۷، ترجمہ:۳۸۰]

اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اس مکذوب روایت کو بطور شاہد پیش کر کے امام سیوطی نے کوئی علمی کام نہیں کیا، بلکہ وہ ایک مکذوب روایت کو دوسری مکذوب روایت کے بل بوتے پر صحیح ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

انہوں نے ایک اور روایت بھی پیش کی ہے لیکن اس کی سند عمرو بن قیس الملائی سے اوپر نہیں جاتی جو عکرمہ کے شاگرد تھے۔

یہ بھی یاد ہے کہ اس قول کو حافظ ابن کثیر نے حسن بصری [(۱)] کی طرف منسوب کیا ہے۔

[تفسیر ابن کثیر ۱:۴۷۴، تفسیر آل عمران ۳:۱۹۱]

جب کہ ملا علی قاری نے اسے سری سقطی [(۲)] کا قول قرار دیا ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ:۱۷۵، روایت:۱۴۱، المصنوع:۸۲، روایت:۹۴، کشف الخفا ۱:۳۷۰]

امام غزالی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے اسے بغیر سند کے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

تَفَکُّرُ ساعة خیر من عبادة سنة. [اِحیاء علوم الدین ۴:۴۲۳، تنبیہ الغافلین:۹]

اس میں ایک سال کا ذکر ہے۔ پھر اس کی کوئی سند بھی انہوں نے نہیں لکھی جب کہ دین کے سلسلے

---

(۱) ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری، مشہور تابعی ہیں۔ علم، زہد، تقوی اور عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے والد ماجد یسار سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۱ھ=۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سایہ عاطفت میں رہے۔ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۱۰ھ=۷۲۸ء کو فوت ہوئے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کثرت سے تدلیس کیا کرتے تھے اس لیے اُن کی معنعن روایت مقبول نہیں۔ حسن بصری کبھی کبھار سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے "عَـــنْ" کے ساتھ روایت کرتے ہیں حالانکہ اُن کی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں ہے اس لیے اُن کی روایات منقطع ہوتی ہیں۔

[وفیات الاعیان ۲:۶۹، میزان الاعتدال ۱:۵۲۷، الاعلام ۲:۲۲۶]

(۲) سری بن مغلس سقطی، ابو الحسن۔ بڑے صوفیاء میں سے تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں اہل بغداد کے امام اور شیخ تھے۔ جنید بغدادی کے خالو اور استاذ ہیں۔ بغداد ہی میں ۲۵۳ھ=۸۶۷ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۹:۱۸۷-۱۹۲، ترجمہ:۴۷۶۹، الاعلام ۳:۸۲]

میں بلاسند بات بے وقعت ہوتی ہے۔

[۴۲۷] في مسجد الخِيفِ قبرُ سبعين نبياً.

[المعجم الکبیر طبرانی ۱۲:۳۱۶'حدیث:۱۳۵۲۵'زوائدالبزار'حدیث:۱۱۷۷]

''مسجد خیف میں ستّر انبیائے کرام کی قبریں ہیں۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے،اس لیے کہ:

-اس کا راوی عیسیٰ بن شاذان حافظ حدیث ہونے کے باوجود غرائب نقل کیا کرتا تھا۔

[الثقات'ابن حبان ۸:۴۹۴]

- اس کا ایک راوی ابراہیم بن طہمان ہے جو ابن عمار موصلی کی تصریح کے مطابق ضعیف الحدیث اور مضطرب الحدیث تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۳۸]

دوسرے محدثین انہیں ثقہ جانتے ہیں'لیکن امام ابن حبان لکھتے ہیں:أمره مشتبهٌ' له مدخلٌ في الثقات' و مدخلٌ في الضعفاء' قد رَوَى أحاديث مستقيمة تشبه أحاديث الثقات'وقد تَفَرَّدَ عن الثقات بأشياء معضلات.[الثقات ۶:۲۷]

''ان کا معاملہ ذرا مشتبہ ہے،ان کا شمار ثقات میں بھی کیا جاتا ہے اور ضعفاء میں بھی۔ان کی کئی روایات ثقات کی روایات کی طرح صحیح وسالم ہیں لیکن ثقات سے معضلات نقل کر کے تفرد کا شکار بھی رہے ہیں۔''

حافظ ابن حجر بھی لکھتے ہیں:ثقةٌ'يُغرِبُ.[تقریب التہذیب:۱۲۹'ترجمہ:۱۸۹]

''ثقہ ہیں اور غریب روایات بھی نقل کرتے ہیں۔''

-یہ بھی ممکن ہے کہ اِن دونوں میں سے کوئی ایک تحریف وتصحیف کا شکار ہوا ہو'اور اصل روایت یوں ہو کہ:صَلَّى في مسجد الخيف سبعون نبياً.

[المعجم الکبیر ۱۱:۳۵۸'حدیث:۱۲۲۸۳'المعجم الأوسط ۴:۱۱۷'حدیث:۵۴۰۷]

''مسجد خیف میں ستّر انبیائے کرام نے نماز پڑھی۔''

''صَلَّى في مسجد الخيف '' والی روایت کی سند اگرچہ عطا بن سائب کی وجہ سے کمزور ہے کیونکہ آپ اِختلاط کا شکار ہوگئے تھے،لیکن ازرقی کی تاریخ مکہ جلد اول:۶۹'۷۳ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یہ روایت صحیح سند کے ساتھ موجود ہے'اس لیے صَلَّى في مسجد الخيف

والی روایت حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

[۴۲۸] في المسجدالحرام بين زمزم والركن قبرسبعين نبيا' منهم: هود' وصالح' و إسمٰعيل' وقبر آدم' وإبراهيم' وإسحٰق ويعقوب' ويوسف في بيت المقدس.

[تاریخ مکہ ۱: ۷۳]

''مسجد حرام میں زمزم اور رکن کے مابین سترّ انبیاء کی قبریں ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں: [سیدنا] ہود [سیدنا] صالح [سیدنا] اسماعیل [سیدنا] آدم [سیدنا] ابراہیم [سیدنا] اسحاق اور [سیدنا] یعقوب علیہم السلام' جب کہ [سیدنا] یوسف علیہ السلام کی قبر بیت المقدس میں ہے۔''

اس روایت کا آخری راوی مقاتل بن سلیمان ہیں' وہ اپنے سے آگے کے راوی کا نام تک نہیں بتاتے۔ مقاتل بن سلیمان بن بشیر ازدی' خراسانی' بلخی' کنیت ابوالحسن تھی۔ محدث اور مفسر قرآن تھے۔ بلخ میں پیدا ہوئے اور مَرو' بغداد اور بصرہ میں سکونت پذیر رہے۔ ۱۵۰ھ = ۷۶۷ کو بصرہ میں وفات پا گئے۔ کچھ عرصہ بیروت میں ان کے قیام کا ذکر ملتا ہے' ان کی زندگی کے حالات کے متعلق کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ سوائے ان چند تفصیلات کے جن سے ایک محدث کی حیثیت سے ان کی قوتِ فیصلہ کا پتا چلتا ہے۔ [تہذیب الکمال ۲۸: ۴۳۹]

بعض کے نزدیک وہ عرب کے موالی میں سے تھے۔ [یہ امام ابن درید: ۲۲۳-۳۲۱ھ' کا قول ہے۔ الاشتقاق: ۵۰۱] بعض جگہ ان کا نام مقاتل بن جَوال دُوز یا دَوال دُوز بھی لکھا گیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دَوال دُوز' مقاتل کے والد کا لقب تھا۔

[لسان المیزان ۶: ۸۳' ترجمہ: ۲۲۹۷' طبقات المفسرین' از: داوودی ۲: ۳۳۰' ترجمہ: ۶۴۲]

جس کے معنی خَرّاز یعنی: موچی کے ہیں۔ [تہذیب التہذیب ۱۰: ۲۵۰' ترجمہ: ۴۸۱]

مقاتل کی اہمیت بطور محدث کچھ زیادہ نہیں اور ان پر منکر اور غیر صحیح اِسناد پیش کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے اور انہیں جھوٹا اور متروک تک کہا گیا ہے۔

[تاریخ بغداد ۱۳: ۱۶۴' المجروحین ۲: ۳۴۷-۳۴۹' وفیات الاعیان ۵: ۲۵۶' تہذیب الکمال ۲۸: ۴۴۳]

بلکہ بعض محدثین نے تو انہیں دَجَّالٌ جَسُورٌ یعنی دلیر دجال تک کہا ہے۔

[احوال الرجال' جوزجانی' ترجمہ: ۲۰۲]

[۴۲۹] الفقر فخري و به افتخر.

’’ فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں۔‘‘

حافظ ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ۱۱: ۱۸،۵۷: ۶۲ میں لکھتے ہیں: یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے۔ حدیث کے کسی بھی عالم نے اس کی روایت نہیں کی ہے، اس کا معنی بھی باطل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی چیز پر فخر و غرور نہیں کیا بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے: أنا سید آدم و لا فخر.

[سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب: تفسیر سورۃ بنی اسرائیل [۱۸] حدیث: ۳۱۴۸]

’’میں اولادِ آدم کا سردار ہوں لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اور موضوع ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۴۸۰، الاسرار المرفوعۃ: ۲۵۴، حدیث: ۳۲۰، المصنوع: ۱۲۸، حدیث: ۲۰۷]

آپ یہ بھی فرماتے ہیں: یہ بات جو مشہور ہے کہ:

إنه ﷺ اختار الفقر علی الغِنَی ،هذا الإختيار لاأصل له. [تلخیص الحبیر ۳: ۱۶۴]

’’رسول اللہ ﷺ کا فقر اختیاری تھا اور آپ نے فقر کو غناء پر ترجیح دی تھی، یہ بات بے اصل ہے۔‘‘

حرف القاف

[۴۳۰] قال آدم علیہ السلام: يا رب شغلتني بكسب يدي فعلمني مجامع الحمد و التسبيح فأوحى الله إليه: ياآدم إذاأصبحتَ فقل ثلاثاً و إذا أمسيتَ فقل ثلاثاً: الحمدُ للّٰهِ رب العٰلمينَ حمداً يُوافي نِعمه و يُكافئُ مزيدهُ فذلك مُجامعُ الحمد و التسبيح.

[الاذکار نووی ۱: ۱۳۰ حدیث: ۲۹۸]

''آدم علیہ السلام نے فرمایا: میرے پروردگار! تو نے مجھے محنت کرنے میں مشغول کیا۔ اب مجھے حمد و تسبیح پر مشتمل دعا سکھا لیجئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو وحی فرمائی کہ صبح وشام یہ دعا تین تین بار پڑھا کرو: الحمدُ للّٰهِ رب العٰلمينَ حمداً يُوافي نِعمه و يُكافئُ مزيده یہ حمد و تسبیح پر مشتمل ایک جامع دعا ہے۔''

یہ روایت منقطع الاسناد معضل اور شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

– اس کا آخری راوی محمد بن نضر اتباع تابعی التابعین میں سے تھے جس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک طویل زمانہ ہے جس کے راوی مذکور نہیں۔

– اس محمد بن نضر کے بارے میں حافظ ابونعیم لکھتے ہیں: عابد وزاہد تھے اور حدیث نبوی کے میدان کے شہسوار نہیں تھے۔ لوگ اُن کے فرمودات لکھا کرتے تھے۔ [حلیۃ الاولیاء ۸: ۲۱۷-۲۲۴]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: قال ابن الصلاح في مشكل الوسيط: هذاحديث ضعيفٌ منقطعُ الإسناد...... و محمدبن النضرلم يكن صاحب حديث.

[نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار ۳: ۲۸۹]

''ابن صلاح نے مشکل الوسیط میں لکھا ہے: یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند منقطع ہے اور محمد بن نضر حدیث کے عالم نہیں تھے۔''

– معنی کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں اس لیے کہ قطعی حقیقت کا متضاد ومخالف ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی پوری حمد نہ کر سکے تو پھر اور کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے برابر حمد کر سکے؟

رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: أللهُمَّ لَا أُحصِي ثناءً عليك ، أنتَ كما أثنيتَ على

نفسك. [صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ [۴] باب مایقال فی الرکوع والسجود [۴۲] حدیث: ۲۲۲-[۴۸۶] سنن ابی داوٗد، کتاب الصلاۃ [۲] باب القنوت فی الوتر [۳۴] حدیث: ۱۴۲۷]

[۴۳۱] قال اللّٰه تعالی: وعزتي وجلالي، إني لاأتقبل الصلاة إلّا لمن تواضَعَ لعظمتي.

[التاریخ الکبیر ۸: ۱۵، ترجمہ: ۱۹۸۱]

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اُن لوگوں کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے تواضع کرتے ہیں۔''

اس کی سند نہایت کمزور ہے، اس لیے کہ اس میں شیخٌ من أهل اليمن کے الفاظ ہیں اور اس شیخ کا نام نہیں لیا گیا ہے جس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ غیر مذکور راوی ثقہ ہیں یا غیر ثقہ۔

[۴۳۲] قال أصحاب رسول اللّٰه ﷺ يا رسول اللّٰه ماهذه الأضاحي؟ قال: سنة أبيكم إبراهيم علیہ السلام قالوا: فالصُّوفُ يارسول اللّٰه؟ قال: لكل شعرة من الصُّوف حسنة.

[مسند احمد ۴: ۳۶۸، سنن ابن ماجۃ، کتاب [الاضاحی [۲۶] باب اضاحی رسول اللہ ﷺ [۱] حدیث: ۳۱۲۷، المستدرک ۲: ۳۸۹، المعجم الكبير ۵: ۱۹۷، السنن الکبریٰ ۹: ۲۶۱، الترغیب والترہیب ۲: ۱۵۴، مشکاۃ المصابیح، حدیث: ۱۴۷۶]

''صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دادا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ انہوں نے پوچھا: ہمارے لیے ان میں کتنا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی، انہوں نے پھر اُون کے بارے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اُون کے ریشے کے بدلے بھی ایک نیکی ہوگی۔''

امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کی اسناد صحیح ہے۔

حافظ ذہبی ان کی بات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نہیں! اس کی اِسناد صحیح نہیں، اس لیے کہ اس کا راوی عائذ اللہ منکر الحدیث ہے۔ [تلخیص المستدرک ۲: ۳۸۹]

امام منذری اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت واہی ہے، اس کے دو راوی: عائذ اللہ مجاشعی اور ابوداود نفیع بن حارث اعمی ساقط الاعتبار ہیں۔ [الترغیب والترہیب ۲: ۱۵۴]

اس ابوداود کے بارے میں امام عقیلی فرماتے ہیں: غالی رافضی تھا۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۳۰۶]

امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی وثاقت میں محدثین کو کلام ہے۔
[التاریخ الکبیر ۸:۱۱۴، التاریخ الصغیر ا:۳۰۳]
امام دارقطنی اسے ضعیف ومتروک کہتے ہیں۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۵۴۸]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: وہم میں مبتلا ہو کر ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے، اس کی روایت سے استدلال جائز نہیں۔ [المجروحین ۲:۳۹۸، ترجمہ: ۱۱۱۶]
امام ابن حبان اور حافظ ذہبی نے زیر نظر روایت اس کے ضعف کے مثال کے طور پر پیش کی ہے۔
[المجروحین ۲:۳۹۸-۳۹۹، میزان الاعتدال ۴:۲۷۲، مصباح الزجاجۃ ۳:۵۱]

[۴۳۳] قال لي جبريلُ: لِيَبْكِ الإسلامُ على موتَ عمر.
''جبرئیل [علیہ السلام] نے مجھے فرمایا: اسلام موتِ عمر [رضی اللہ عنہ] پر روئے۔''
یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک بڑا سانحہ ہے، البتہ اس روایت کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: هذا حديثٌ منكرٌ، وحبيب [کاتب مالک] ليس بثقة مع أنَّ سعيداً [بن المسيب] عن أُبَي [بن كعب رضی اللہ عنہ] منقطعٌ. [سیر أعلام النبلاء ۴:۲۲۰]
''یہ حدیث منکر ہے اور حبیب [کاتب مالک] ثقہ راوی نہیں ہے، پھر یہ بھی ہے کہ سعید بن مسیّب کی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہوتی ہے۔''

[۴۳۴] قحط أهل المدينة قحطاً شديداً فشكوا إلى عائشة رضي الله عنها فقالت: انظروا قبر النبي ﷺ فاجعلوا منه كوةً إلى السماء حتى لايكون بينه و بين السماء سقفٌ، قال: ففعلوا، فمطروا مطراً حتى نبت العُشب و سمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم فسمي عام الفتق. [سنن الدارمی ۱:۵۶ حدیث ۹۲]
''مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: نبی ﷺ کی قبر پر سے چھت ہٹا لو اور آسمان کی طرف ایسا روشن دان بنا ڈالو کہ آسمان اور قبر کے درمیان کوئی شے حائل نہ ہو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بہت شدید بارشیں ہوئیں۔ چارے اُگ آئے اور اونٹ اتنے فربہ ہوئے کہ چربی سے پھٹنے لگے، اس وجہ سے اس سال کا نام عَامُ الْفَتَقِ یعنی پھٹ جانے کا سال مشہور ہوا۔''
حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: و ماروي عن عائشة رضي الله عنها من فتح الكوة مِن قبره ﷺ

إلى السماء لينزل المطر فليس بصحيح، ولا يثبت إسناده، و إنما نقل ذلك مَن هو معروفٌ بالكذب. [کتاب الرد علی البکری:٦٧]

''یہ روایت صحیح نہیں، اس کی سند بھی ثابت نہیں اور اس کی روایت ان لوگوں نے کی ہے جو جھوٹ بولنے سے مشہور ہیں۔''

– اس کا ایک راوی سعید بن زید ہے جو حماد بن زید کا بھائی ہے، اس کے بارے میں امام یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: ضعیف تھا۔ امام سعدی لکھتے ہیں: حجت نہیں اور محدثین اس کو ضعیف کہتے ہیں جب کہ امام نسائی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔ [میزان الاعتدال ۲:۱۳۸]

– اس کا ایک راوی ابوالنعمان محمد بن فضل ہے جس کی کنیت عارم ہے۔ یہ اگرچہ ثقہ تھے لیکن آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ [نہایۃ الاغتباط: ۳۳۵، ترجمہ: ۱۰۳]

اور یہ بات نہیں معلوم کہ امام دارمیؒ نے اُن سے قبل از اِختلاط روایتوں کا سماع کیا ہے یا بعد از اِختلاط؟ اس لیے یہ روایت معلول اور نا مقبول ہوئی۔

– اس کا دوسرا راوی سعید بن زید بن درہم الازدی ہے، جس کی بعض محدثین توثیق کرتے ہیں لیکن امام سعدی فرماتے ہیں: حجت نہیں۔ محدثین اس کی روایت کو ضعیف جانتے ہیں۔ امام نَسائی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔ [میزان الاعتدال ۲:۱۳۸، ترجمہ: ۳۱۸۵]

– اس کا تیسرا راوی عمرو بن مالک نکری بصری ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ثقہ راویوں کی سند سے منکر روایتیں نقل کرتا اور احادیث کی چوری کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ٦: ۲۵۸، ترجمہ: ۳۴۷ - [۱۳۱۵]

یہ تو رہی اس روایت کی اِسنادی حالت، اس کے متن پر بھی کئی اعتراض وارِد ہوتے ہیں:

– پہلا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ منسوب کرنا کہ اُنہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے اوپر مکان کی چھت کھول دی جائے تا کہ آسمان اور قبر کے درمیان چھت کا پردہ حائل نہ ہو۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر میں دفن کیے گئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بدستور اسی کمرے میں رہتی رہیں، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہی گھر کو منہدم کر دینے اور ویرانہ بنا دینے کا حکم دیں گی اور گھر میں بلا چھت کے سکونت پذیر رہیں گی؟

– دوسرا: اگر یہ بات صحیح ہے کہ سیدہ عائشہ کے مشورہ کے مطابق چھت ہٹا دی گئی اور قبر سے آسمان تک ایک جھروکہ نکال دیا گیا تو کیا جسم مبارک کو ظاہر کرنے کے لیے قبر بھی کھول دی گئی؟ اور اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ایسا کیا گیا تو بتایا جائے کہ ایسا کب کیا گیا اور کس طرح کیا گیا؟ اور اتنی اہم خبر تاریخ کے صفحات سے اب تک کیسے غائب اور مخفی رہ گئی؟

– تیسرا: اگر جسمِ اَطہر کو کھولتے ہی آسمان سے بارش شروع ہو جایا کرتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جب قحط پڑا تھا اور لوگوں کے مال واسباب تباہ ہو رہے تھے اُس وقت رسول اللہ ﷺ کا جسمِ اَطہر آسمان کے سامنے کھلی فضا میں موجود تھا لیکن اس کے سبب بارش نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ ﷺ کو شہر سے نکل کر میدان میں جانا پڑا تھا اور اِستسقاء کے لیے نماز پڑھانی پڑی اور تضرع وعاجزی کے ساتھ دعاء مانگنی پڑی پھر کہیں آپ کی نماز ودعاء کی برکت سے بارش ہوئی۔

– چوتھا: جب رسول اللہ ﷺ کی قبر سے آسمان تک روشن دان کھول دیا گیا تو بارش کے بعد پانی قبر میں بھی آیا ہوگا اور حجرے میں بھی، اُس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہاں رہی ہوں گی؟

– پانچواں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب بارش کا یہ نسخہ معلوم تھا تو قحط پڑنے پر فوراً کیوں نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کھلوا دیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی قحط کی اس سختی وشدت میں عوام کو خواہ مخواہ مبتلا رکھا۔ قحط پڑتے ہی کیوں نہ قبر سے جسمِ اطہر کو جھروکے کے ذریعہ کھلی فضا کے سامنے کر دیا؟ آخر کیا وجہ تھی کہ اُنھوں نے اِس نسخہ کو استعمال نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرح خود بھی لوگوں کو لے کر میدان میں پہنچے اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے دعاء کرائی تب کہیں جا کر بارش ہوئی۔

– چھٹا: صحیح روایات کے مطابق جب دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور دیہاتی نے شدید قحط سالی اور اس کے سبب مال و اسباب کی بربادی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فوراً دعاء کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے اور دیکھتے ہی دیکھتے مُوسلا دھار بارش شروع ہوگئی جو ہفتہ بھر جاری رہی یہاں تک کہ دوسرے جمعہ کو پھر وہی دیہاتی صحابی ٹھیک اُسی وقت جب کہ آپ ﷺ منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے، مسجد میں آئے اور بارش کی کثرت کا رونا رو کر فریاد کی کہ سیلاب سے راستے بند ہو گئے ہیں۔ آپ بارش بند ہونے کی دعاء فرمائیں۔ آپ نے دعاء کے لیے ہاتھ اُٹھائے، بارش تھم گئی اور سورج چمکنے لگا۔

یہ سب کچھ اس حالت میں ہوا جب آپ ﷺ کا جسمِ اطہر مسجد کی چھت کے نیچے چُھپا ہوا تھا' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محض آپ کی دعاء کی برکت سے بارش نازِل بھی فرمائی اور روک بھی دی۔ اگر جسمِ اطہر کے فضا میں کھلتے ہی بارش ہونے لگتی تو آپ منبر پر کھڑے ہوکر دعاء نہ فرماتے بلکہ صحنِ مسجد میں آکر کھڑے ہوجاتے اور بارش ہوگئی ہوتی لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ کیا خود ساقیِ کوثر ﷺ ہی کو یہ نسخہ معلوم نہ تھا؟

- ساتواں: پھر جب ایسا ہی تھا تو قبر شریف کو ہمیشہ کے لیے کھلی رکھنا چاہیے تھا۔ اُس کو گنبدِ خضراء سے ڈھانکنے اور چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟ تاکہ جب کبھی ضرورت پڑتی' خود بخود بارش شروع ہوجاتی اور حجاز مقدس کے لیے تو اور بھی اس کی ضرورت تھی کیونکہ اس کے موسم پر خشکی غالب ہے اور وہ علاقہ دوسروں کی بہ نسبت پانی کا زیادہ محتاج ہے۔

- آٹھواں: اس حدیث سے واضح ہورہا ہے کہ بارش کی کثرت سے خوب سبزہ اُگا اور اونٹ چر کر اتنے فربہ ہوگئے کہ اُن کی چربی بہہ پڑی اور اسی لیے اس سال کو عَـامُ الْـفَتَقُ کا نام دے دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سال مکمل بربادی اور تباہی کا تھا اور اس بارش نے تمام جانوروں کو خراب اور ناکارہ بنا ڈالا اور رحمت کے بجائے یہ عذاب ہی کا باعث بنی (۱)۔

[۴۳۵] قد أجيبت دعوتكما [سورۃ یونس' ۱۰:۸۹] أنه كان موسى يدعو' وهارون يؤمِّنُ.

[تفسیر ابن جریر ۶:۶۰۳' فقرات: ۱۷۸۶۱-۱۷۸۶۹]

''تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی' یہ خطاب اس لیے کیا گیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام یہ دعا کر رہے تھے تو ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔''

[معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۴:۵۶۳' معارف القرآن مولانا کاندھلوی ۳:۴۹۹' احسن التفاسیر ۳:۶۱]

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں: یہ روایت بڑی تباہ کن اور واہی ہے۔ معلوم نہیں یہ روایت راوی کو کس ذریعے سے مل گئی؟ اس راوی کو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام تک کس نے پہنچایا؟ اسی سلسلے میں

---

(۱) **متن پر وارِد یہ سارے اعتراضات** كتاب الرد على البكري' الإستغاثة في الرد على البكري' تلخيص الإستغاثة' قاعدةٌ جليلةٌ في التوسل والوسيلة' الصارم المنكي في الرد على السبكي ' صيانة الإنسان عن وسوسة شيخ دحلان **اور** التوسل أنواعه وأحكامه **سے ماٴخوذ ہیں۔**

رسول اکرم ﷺ سے کچھ بھی بسند صحیح ثابت نہیں، یہ کسی نامعلوم قائل کا قول ہے جس کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں کہ اُس نے خود یہ روایت کہاں سے لی۔ [المحلی ۲:۲۶۶، مسئلہ:۳۶۹]

[۴۳۶] قد بلغنا أن النبي ﷺ قد ذکرها یوماً فقال: لقد اهتدیت للعُزّی شاةً عفراءَ وأنا علی دین قومي. [معجم البلدان ۴:۱۶۶، فیض الباری ۵:۴۰۴، بذیل حدیث:۴۸۵۸]

''ابوالمنذر کہتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عزیٰ دیوی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اس کے نام ایک خاکی رنگ کی بکری کی منت کی تھی جب کہ میں اپنی قوم کفار مکہ کے دین پر تھا۔''

کیا یہ درست ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے دین شرک پر تھے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ یہ بات قطعاً غلط اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس کا راوی ابوالمنذر آپ نہیں جانتے ہوں گے، یہ اُس شریف ہستی کا نام ہے جسے دنیا ہشام بن محمد بن سائب کلبی کے نام سے جانتی ہے جو مشہور دروغ گو، خبیث رافضی اور غیر ثقہ تھا۔ [میزان الاعتدال ۴:۳۰۴]

لہٰذا اس روایت کا کوئی بھی اعتبار نہیں۔ معلوم نہیں کہ فیض الباری کے جامعین نے بغیر کسی ردو تنبیہ کے اس کو نقل کرنا کیوں گوارا کیا؟

[۴۳۷] قد علمنا ما الفاکهة فما الأبُّ؟ ثم أحسبُه قال: إن هذا لهو التکلف.

[تفسیر طبری ۱۲:۴۵۱، المستدرک ۲:۵۱۴، شعب الایمان ۲:۴۲۴، قرطبی ۲۰:۱۹۴]

''فواکہ تو ہم جانتے ہیں لیکن أَبٌّ کیا ہے؟ پھر خود فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ اس کے تعیین کا ہم کو مکلّف کیا ہے، اور نہ حکم دیا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ روایت زبان زد ہے کہ انہوں نے سورۃ عبس ۸۰ کی آیت: ۳۱ پڑھی اور یہ بات ارشاد فرمائی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ۴:۵۰۰]

مولانا حمید الدین فراہی لکھتے ہیں:

''یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما، جیسا کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، اِس لفظ سے ناواقف تھے۔ اس روایت کا پہلا حصہ منقطع ہے اور دوسرا حصہ

مضطرب اور مندرجہ ذیل وجوہ سے ہمارے نزدیک یہ روایت بالکل ضعیف ہے:

۱- یہ سورہ مکی ہے۔ مکی زندگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اصلی مشغلہ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا ہی تھا۔ اگر یہ لفظ اُن کو معلوم نہ تھا تو دن رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے سہنے کے باوجود انہوں نے اِس کو آپ ﷺ سے کیوں نہیں دریافت کیا؟ اور آپ ﷺ نے اُن کو کیوں نہیں بتایا؟ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن مجید سے اس قدر بے پروا تھے کہ جب رسول اکرم ﷺ کی وفات ہو چکی تب اُنہیں معلوم ہوا کہ یہ لفظ بغیر تحقیق کے رہ گیا ہے اور اُس وقت اُن کو اِس کے عدم علم کا اعتراف کرنا پڑا۔

۲- قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کی زبان نہایت واضح اور سہل ہے۔ عرب کے اشعار اور خطبات کی جو عام زبان تھی اُسی زبان میں وہ نازل ہوا ہے۔ عکاظ میں جو کلام پیش ہوتے اُن کے حُسن و قبح کا فیصلہ قریش ہی کرتے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے مشہور سرداروں اور خطیبوں میں ہوتا تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو گویا قریش کی زبان اور اُن کے ترجمان تھے۔ کلام پر اُن کی تنقیدیں اہل علم سے مخفی نہیں ہیں' اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ زبان کے معاملہ میں اُن کا رُتبہ کس قدر بلند تھا۔ پھر حیرت یہ ہے کہ ماہرینِ ادب و لغت قرآن مجید کے ایک لفظ سے بالکل بے خبر رہ گئے۔

۳- قرآن مجید عرب کی نہایت معروف اور کھلی ہوئی زبان میں اُترا' تاکہ لوگوں کو اِس کے ذریعہ سے دین کی دعوت دی جائے اور لوگ اِس کی تعلیمات آسانی سے سمجھ لیں۔ اِس بات کو خود قرآن مجید نے مختلف موقعوں پر مختلف انداز سے بیان کیا ہے' مثلاً فرمایا:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ. [سورۃ ابراہیم ۱۴:۴]

''ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اُس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ انہیں خوب وضاحت کرے۔''

ایک دوسری جگہ فرمایا: اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ. [سورۃ یوسف ۱۲:۲]

''ہم نے اِس کو بنایا عربی قرآن تاکہ تم اِس کو سمجھ سکو۔''

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید ایسے لفظ استعمال کرے جن کے معنی بڑے بڑے صحابہ کو بھی معلوم نہ ہوں؟ یہ بات تو اِس کے عربی مبین ہونے کی صریح خلاف ہو گی۔

۴- جن لوگوں نے یہ روایت گھڑی ہے اُنہوں نے اِس کو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بدنام کرنے کے شائق تھے وہ بیش تر بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی

کونشانہ بناتے تھے۔[مجموعہ تفاسیر فراہی:۲۷۰'تفسیر سورۃ عبس]

[۴۳۸]

قد لَسَعَتُ حَيَّةُ الْهَوَى كَبِدِيُ فَلاَ طبيبَ لها و لاَ رَاقِي

إلَّا الطبيبُ الذي شَغَفُتُ به فعنده رُقُيَتي و تريَاقِي

[عوارف المعارف:۱۲۱'التفسیرات الاحمدیہ'ملاجیون:۶۰۲]

''رسول اللہ ﷺ ایک دن اصحاب صفہ کے پاس تشریف لائے اوران کے درمیان رونق افروز ہوئے۔پھر فرمایا:تم میں کوئی ایسا ہے جو ہمیں کچھ اشعار سنائے؟ حاضرین میں سے کسی ایک نے مندرجہ بالا شعر سنائے جن کا مطلب یہ ہے کہ محبت کے اژدہا نے میرے جگر کو کاٹا ہے'جس کے لیے اب نہ تو کوئی طبیب ہے اور نہ کوئی جھاڑ پھونکنے والا۔البتہ میرا وہ محبوب جو میرے دل کی گہرائیوں میں داخل ہوگیا ہے'اس کے ہاں میرا جھاڑ پھونک اور میری دوا ہے۔''

یہ اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب وجد میں آ گئے'یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے کندھوں سے گر پڑی تو اصحاب صفہ نے اس کو چار سو حصوں میں تقسیم کر دیا''۔

شیخ سہروردی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:یہ روایت ہم نے یوں مسند اور مرفوع سنی ہے۔علمائے حدیث نے اس کے صحیح ہونے سے انکار کیا ہے۔میرا دل بھی یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اور میرا دل اس کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔[عوارف المعارف:۱۲۱]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے۔

[مجموع الفتاوی۱۱:۸۰'۲۶۰'التذکرۃ'زرکشی:۱۶۱'حدیث:۲۱۷'المقاصد الحسنۃ:۵۳۰'حدیث:۸۵۶]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:یہ خرافات عمار بن اسحاق کی گھڑی ہوئی ہیں۔[میزان الاعتدال۳:۱۶۴]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:یہ روایت بے اصل ہے۔[الاسرار المرفوعۃ:۲۷۵'حدیث:۳۵۹]

یہ بھی فرماتے ہیں:موضوع ہے۔[مرقاۃ المفاتیح ۷:۳۱'بذیل حدیث:۴۱۴۲]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:علما کے نزدیک یہ روایت باطل اور موضوع ہے۔[الحاوی۱:۳۶۶]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:وهو لعمري كذبٌ صريحٌ و إفكٌ قبيحٌ'لاأصل له بإجماع محدثي أهل السنة ' وما أراه إلَّا مِن وضع الزنادقة.

[روح المعانی ۲۱-۲۲:۹۹'بذیل تفسیر سورۃ لقمان ۳۱:۶]

''اللہ کی قسم! یہ صریح جھوٹ اور بدترین بہتان ہے' اور اہل سنت کے محدثین کا اجماع ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور میرا یقین ہے کہ اسے زندیقوں نے وضع کیا ہے۔''

آگے لکھتے ہیں: یہ رقص اور تالیاں بجانا بے وقوفی اور ڈھیلا پن ہے جو عورتوں کے ڈھیلے پن سے مشابہ ہے۔ یہ کام بے وقوفوں' تکلف کرنے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ [روح المعانی ۲۱-۲۲: ۹۹]

[۴۳۹] قُدِّسَ العَدَسُ على لسان أربعين نبياً.

''مسور کی تعریف ستر انبیاء کی زبانی گئی ہے۔''

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت مقطوع ہے کیونکہ اس کا آخری راوی عبدالرحمٰن بن دلہم صحابی نہیں۔ [الموضوعات ۲: ۲۹۵]

- اس کی سند میں عیسی بن شعیب ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: فاش غلطیاں کرتا ہے اس لیے چھوڑ دینے کا مستحق ہے۔ [المجروحین ۲: ۱۰۱' ترجمہ: ۷۰۳]

خطیب بغدادی اور امام زرکشی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ عبداللہ بن مبارَک اور حافظ ابوموسیٰ المدینی نے اس کی تصریح کی ہے۔ عبداللہ بن مبارَک نے فرمایا: کسی ایک نبی نے مسور کی تعریف نہیں کی ہے اور فرمایا: یہ اذیت ناک اور تبخیر لانے والی ہے۔

[تاریخ بغداد ۹: ۱۴۳' التذکرۃ: ۱۰۴' حدیث: ۱۳۵]

ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اس کی تصریح حفاظ کی ایک جماعت نے کی ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ: ۲۵۶' حدیث: ۳۲۶' المصنوع: ۱۲۹' حدیث: ۲۱۲]

[۴۴۰] قدم وفد عبدالقيس على رسول الله ﷺ فقال: أيكم يعرف قس بن ساعدة الأيادي؟ قال: كلنا يارسول الله نعرفه' قال: فما فعل؟ قالوا اهلك' قال: ماأنساه بعكاظ في الشهر الحرام على جمل له أحمر وهو يخطب الناس وهو يقول: أيها الناس! إجتمعوا واسمعوا' وعوا' مَن عاش مات' ومَن مات فات' وكل ما هو آتٍ آت' إن في السماء لخبراً' وإن في الأرض لعبرا' مهادٌ موضوعٌ' وسقفٌ مرفوعٌ' ونجوم تمورُ' وبحارٌ لاتفورُ' أقسم قس قسماً لئن كان في الأمر لتعودن سخطا' إن لله ديناً هو أحب إليه من دينكم الذي أنتم عليه' مالي أرى الناس يذهبون فلايرجعون؟ أرضوا فأقاموا' أم تركوا فناموا؟ ثم

قال:أيكم يروى شعره؟ فأنشدوه:

في الذاهبين الأوليـ نَ مِن القرون لنا بصائرُ
لما رأيت مواردًا للموت ليس لها مصادرُ
و رأيت قومي نحوها يسعَى الأصاغر و الأكابرُ
لا يرجع الماضي إليَّ و لا من الباقين غابرُ
أيقنت أني لا محالة حيث صار القوم صائرُ

[المعجم الکبیر۱۲:۶۹، تاریخ بغداد۲:۲۸۱، دلائل النبوۃ بیہقی ۲:۱۰۴، الاصابۃ۳:۲۷۹]

''قبیلہ عبدالقیس کا وفد مدینہ منورہ آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: تم میں قس بن ساعدۃ الایادی کو جاننے والا کون ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہم سب اُسے جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا وہ آج کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ تو مر گیا ہے۔ اس بات پر آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے خوب یاد ہے کہ حج کے موقع پر عکاظ میں وہ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر لوگوں سے مخاطب ہو کر تقریر کر رہا تھا کہ: اے لوگو! سنو اور یاد رکھو' جو زندہ ہے وہ مرے گا' جو مرے گا وہ دنیا سے چلا جائے گا' جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ یقیناً آسمان میں کوئی خاص قوت ہے اور زمین میں عبرتیں ہیں۔ زمین بچھی گئی بچھونا ہے اور آسمان چھت مرفوع۔ آسمان میں جگمگ جگمگ کرتے ستارے ہیں اور زمین میں خشک نہ ہونے والے دریا ہیں۔ قس قسم اٹھا کر کہتا: اگر ساری دنیا سے اللہ تعالیٰ راضی ہو تو تم پھر بھی سوائے غضب الٰہی کے کچھ حاصل نہ کر سکو گے کیونکہ اللہ کا ایک دین ہے جو تمہارے دین کے مقابلے میں اُسے پسند ہے' یہ لوگ کہاں جاتے ہیں کہ پھر وہاں سے واپس نہیں آتے؟ کیا وہ وہاں پر رضا مند ہو گئے یا پھر دنیا چھوڑ کر سو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کس کو اس کے اَشعار زبانی یاد ہیں' ان میں سے ایک نے یہ شعر پڑھے:
ہم سے پہلے گزرنے والی اقوام میں ہمارے لیے عبرت خیز انجام ہے۔ جب میں نے موت کے گھاٹوں کو دیکھا کہ ان پر اُتر آنے کے لیے واپس آنے کے راستے نہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ میری قوم کے سب چھوٹے بڑے اس گھاٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی جا کر پھر وہاں سے ہمارے پاس نہیں آتا اور نہ پسماندوں میں کوئی رہنے والا باقی ہے اب مجھے یقین آ گیا کہ جو تمام قوم کا نتیجہ ہوا ہے' وہی بالضرور میرا بھی انجام ہوگا۔'' [تاریخ ادب عربی:۶۶]

محدث ازدی فرماتے ہیں: یہ موضوع اور بے اصل ہے۔[تاریخ بغداد۲:۲۸۱؛ الموضوعات ۱:۲۱۴]
حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت جمیع جہات سے باطل ہے۔[الموضوعات ۱:۲۱۴]
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس کے تمام طرق ضعیف ہیں۔[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۳:۲۷۹]
کیونکہ:
–اس کا راوی محمد بن الحجاج اللخمي ہے جس کے متعلق امام ہیثمی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔
[مجموع الزوائد ۹:۴۱۹]

اور امام بیہقی فرماتے ہیں: متروک تھا۔[دلائل النبوۃ، بیہقی ۲:۱۰۴]
–اس کا ایک راوی محمد بن سائب کلبی عن ابی صالح ہے۔ کلبی کہا کرتا تھا: میرے استاد ابو صالح نے مجھے کہا: میں نے تمہیں جو بھی حدیث پڑھائی ہے وہ جھوٹی ہے۔[التاریخ الصغیر ۲:۴۸-۴۹]

[۴۴۱] قراءة سورة القدر.[ردالمحتار ۱:۹۷]

”حدیث میں ہے جو کوئی ایک بار وضوء کے بعد سورۃ ”اِنَّا اَنۡزَلۡنٰہُ“ پڑھے تو وہ صدیقین سے جنتی ہوگا۔[بہشتی زیور ۱:۴۵]

اور سورۃ اِنَّا اَنۡزَلۡنَا پڑھے۔[بہار شریعت ۲:۱۶]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں: قال في الحلية: سئل عنها شيخنا الحافظ ابن حجر العسقلاني فأجاب بأنه لم يثبت منها شيء عن النبي ﷺ لا من قوله، ولا من فعله.
[ردالمحتار ۱:۹۷]

”الحلیۃ میں ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے کہ: اسی سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کی کوئی قولی یا فعلی حدیث ثابت نہیں۔“

حافظ سخاوی اور ملا علی قاری بھی اسے بے اصل قرار دیتے ہیں۔
[المقاصد الحسنۃ: ۴۶۴[۱۱۶۲]، الاسرار المرفوعۃ: ۳۴۰[۵۱۶]

[۴۴۲] قسمت الحكمة عشرة أجزاء، أعطي عليٌّ تسعة، والناس جزءاً واحداً.
[حلیۃ الاولیاء ۱:۶۵، تاریخ مدینۃ دمشق ۴۲:۳۸۴]

”حکمت اور دانائی کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ نو حصے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے گئے اور ایک حصہ میں باقی تمام لوگ شریک ہیں۔“

حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں اور اس کے کئی راوی مجہول ہیں۔
[العلل المتناہیۃ ۱:۲۳۹]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: وسکت حافظ ابن عساکر علی هذاالحدیث ولم ینبه علی أمره' وهو منکربل موضوع مرکب علی سفیان الثوري بإسناده'قبح الله واصعه ومن افتراه واختلقه. [البدایۃ والنہایۃ ۷:۳۳۲]

''ابن عساکر نے اس روایت کو نقل کر کے اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی مگر یہ روایت منکر بلکہ موضوع ہے' اس کی اَسناد موضوع ہے۔ کسی نے سفیان ثوری کا نام لے کر اسے وضع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھڑے والے کو غارت کرے۔''

یہ روایت اس لیے بھی موضوع ہے کہ اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی برتری تمام انبیاء اور رسل پر ثابت ہوتی ہے' جو بداہۃً غلط ہے۔

[۴۴۳] قصہ ابوشحمۃ رضی اللہ عنہ. [اللآلی المصنوعۃ ۲:۱۶۵-۱۶۷]

یہ بات زد خواص وعوام ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک حافظ قرآن بیٹے تھے جن کا نام اُسامہ تھا اور کنیت ابوشحمہ تھی۔ ایک عورت نے اُس پر زنا کا دعویٰ کیا اور ایک بچہ برسر اجلاس سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے روبرو رکھ دیا۔ ثبوت زنا ہونے پر آپ نے اُس کے درے لگائے۔ ابھی دُرّے پورے نہ ہونے پائے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے بقیہ دُرّے اُن کی لاش کو لگوائے اور اُن سے کہا کہ جب اپنے رب سے ملاقات ہو تو اُسے کہو کہ عمر رضی اللہ عنہ زمین میں تیرے احکام وحدود نافذ کیے ہوئے ہے۔ رات کو خواب میں اُسامہ کو دیکھا کہ جنت میں ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہیں اور اپنے والد کو دعائیں دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ حد اُس کے اوپر جاری کر کے اُسے آخرت کے عذاب سے نجات دلا دی۔

حافظ سیوطی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: موضوعٌ' وضعه القصاص' وفي الإسناد مَن هو مجهولٌ. [اللآلی المصنوعۃ ۲:۱۶۵]

''یہ موضوع ہے' اسے قصہ گو واعظین نے وضع کیا ہے اور اس میں کئی مجہول راوی ہیں۔''

آگے لکھتے ہیں: لیس بصحیحٍ......وعبدالقدوس کذابٌ یضع' وصفوان بینه وبین عمر رضی اللہ عنہ رجال. [اللآلی المصنوعۃ ۲:۱۶۷]

''یہ روایت صحیح نہیں ہے' اس کی سند میں عبدالقدوس ہے جو کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا پھر اس کے راوی صفوان اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین کئی سال ہیں اور یہی راوی درمیان کے راوی بیان نہیں کرتا کہ کون تھے۔''

مولا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں: محدثین نے اس روایت کو باطل اور موضوع کہا ہے۔
[بوادر النوادر: ۳۲۹]

[۴۴۴] قَصَّرَ رسول اللّٰه ﷺ الصَّلاةَ في السَّفَرِ و أَتَمَّ.
[ترتیب مسند الشافعی ۱:۱۸۲' حدیث: ۵۱۸' سنن الدار قطنی ۲:۱۸۹' شرح السنۃ ۴:۱۶۶]

''نبی ﷺ نے سفر کی حالت میں قصر کی نماز بھی پڑھی اور کبھی کبھی پوری نماز بھی پڑھی ہے۔''

اس کا مرکزی راوی ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ہے' جس کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں: محدثین نے اس سے حدیث لینا چھوڑ دیا ہے اور یہ قدری بھی تھا۔
[العلل و معرفۃ الرجال ۲:۵۰۳' نص ۳۳۱۷]

یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ہاں یہ جھوٹ بولنے سے متہم تھا۔ اس میں ہر مصیبت اور ہر برائی موجود ہے۔ [العلل و معرفۃ الرجال ۲:۵۳۵' نص ۳۵۳۳]

اس کا ایک راوی طلحہ بن عمرو ہے جو لا شيء اور متروک الحدیث تھا۔
[العلل و معرفۃ الرجال ۱:۴۱۱' ۲:۵۳۰' نص ۸۶۶' ۳۴۹۷]

حافظ ابن تیمیہ اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: أما القصر في السفر فهو سنة النبي ﷺ و سنة الخلفاء الراشدين رضي الله عنهم ...... و أما الحديث المذكور فلا ريب أنه خطأ...... و إبراهيم ابن محمد هو إبن أبي يحيى المدني القدري' وهو و طلحة بن عمرو المكي ضعيفان بإتفاق أهل الحديث' لا يحتج بواحد منهما فيما هو دون هذا. [مجموع الفتاوی ۲۴:۶]

''سفر میں نماز قصر پڑھنا رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور حدیث مذکور بلا شک و شبہ غلط ہے۔ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ مدنی قدری تھا' وہ اور طلحہ بن عمرو مکی دونوں علمائے حدیث کے نزدیک متفقہ طور پر ضعیف اور نا قابل احتجاج ہیں۔''

امام بیہقی اور امام دار قطنی نے ایک اور سند سے اس کی روایت کی ہے اور مؤخر الذکر لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ [سنن الدار قطنی ۲:۱۸۹' السنن الکبریٰ' بیہقی ۲:۱۴۱]

لیکن جب اس کی سند میں سعید بن محمد بن ثواب راوی مجہول ہے تو سند کیونکر صحیح ہوئی؟
امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اسے مغیرہ بن زیاد کی سند سے نقل کیا ہے۔
[سنن الدارقطنی ۲:۱۸۹' السنن الکبریٰ بیہقی ۳:۱۴۱-۱۴۲]
جب کہ مغیرہ بن زیاد کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔[سنن الدارقطنی ۲:۱۸۹]
امام بیہقی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔[السنن الکبریٰ ۲:۴۹۷] ضعیف ہے۔[السنن الکبریٰ ۳:۱۴۱]
اور حاکم کے حوالہ سے لکھتے ہیں: صاحب مناکیر تھا۔[السنن الکبریٰ ۶:۳۸]

[۴۴۵] قلوبُ بني آدم تلين في الشتاء و ذلك لأن الله خلق آدم عليه السلام من طين' و الطينُ يلين في الشتاء. [حلیۃ الاولیاء ۵:۲۱۶' الفردوس' حدیث: ۴۵۸۳' الجامع الصغیر' حدیث: ۶۱۴۹]

''انسانوں کے دل موسم سرما میں نرم ہو جاتے ہیں اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا' اور مٹی موسم سرما میں نرم ہو جاتی ہے۔''

حافظ ابونعیم اور امام ابن جوزی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن زکریا ہے جو احادیث وضع کرتا تھا۔ نیز اس کی سند میں عمرو بن یحییٰ بھی ہے جو متروک ہے۔
[حلیۃ الاولیاء ۵:۲۱۶' الموضوعات ۱:۱۵۲' فیض القدیر ۴:۵۲۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[میزان الاعتدال ۳:۲۳۰]

[۴۴۶] القلس حدثٌ. [سنن الدارقطنی' ۱:۱۵۵' الہدایۃ' ۱:۲۳' کتاب الطہارۃ' فصل فی نواقض الوضوء]

''قے پلیدی ہے۔''

امام دارقطنی اسے نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا راوی مصعب بن سوار متروک ہے۔[سنن الدارقطنی ۱:۱۵۵' نصب الرایۃ ۱:۴۳' الدرایۃ ۱:۳۲]

[۴۴۷] القبر الذي غرس عليه النبي صلى الله عليه وسلم العسيب هو قبر سعد بن معاذ رضي الله عنه.
[التذکرۃ فی احوال الموتی واُمور الآخرہ: ۱۵۲-۱۵۳]

''ہمارے بعض ساتھیوں کا خیال ہے کہ جس قبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب میں تخفیف کے لیے کھجور کی شاخیں رکھی تھیں وہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ [1] کی قبر تھی۔''

---

(۱) سعد بن معاذ بن نعمان بن امرء القیس اوسی انصاری رضی اللہ عنہ۔ قبیلہ اوس کے سردار اور غزوہ بدر میں اُن کے علم بردار=

امام قرطبی یہ روایت نقل کر کے فرماتے ہیں: یہ باطل ہے۔

[التذکرۃ فی احوال الموتی واُمور الآخرۃ:۱۳۸]

حافظ عینی لکھتے ہیں: هذا قولٌ فاسدٌ، لایُلتفت إليه. [عمدۃ القاری ۳:۱۲۰]

''یہ قول فاسد اور نا قابل التفات ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: وما حكاهُ القرطبي في التذكرة، وضعفه عن بعضهم أن أحدهما سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فهو قولٌ باطلٌ، لا ينبغي ذِكره إلَّا مقرونًا ببيانه، ومما يدل على بطلان الحكاية المذكورة أن النبي ﷺ حضر دفن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ كما ثبت في الحديث الصحيح، وأما قصة المقبورين ففي حديث أبى أمامة رضی اللہ عنہ عند أحمد أنه ﷺ قال لهم: مَن دفنتم اليومَ هاهنا؟ فدلَّ على أنه لم يحضرهما، وإنما ذكرتُ هذا ذبًّا عن هذا السيد الذي سماه النبي ﷺ سيداً وقال لأصحابه: قوموا إلى سيدكم، و قال: إن حكمه قد وافقَ حكم اللّٰه وقال: إن عرش الرحمن اهتز لموته إلى غيرذلك من مناقبه الجليلة، خشية أن يغترناقص العلم بماذكره القرطبى فيعقد صحة ذلك، وهو باطلٌ.

[فتح الباری ۱:۳۲۰-۳۲۱، بذیل حدیث: ۲۱۶، کتاب الوضوء [۴] باب من الکبائر ان لایستتر من بولہ [۵۵]

''یہ بات بوجوہ ذیل قطعاً غلط ہے:

-۱: سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ اور دفن میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک تھے جب کہ ان دونوں قبر والوں کے متعلق آپ ﷺ نے پوچھا تھا: مَن دفنتم اليوم هاهنا؟ [مسند احمد ۵:۲۶۶]

''تم نے آج یہاں کن کن کو دفن کیا ہے؟'' اس سے بداہۃً معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی جنازہ اور اُن کی دفن میں رسول اللہ ﷺ شریک نہ تھے۔

-۲: ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں ''سید'' یعنی سردار کہا تھا اور فرمایا تھا:

قوموا إلى سيدكم. [صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر [۵۶] باب اذا نزل العدو علی حکم رجل [۱۶۸] حدیث: ۳۰۴۳، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر [۳۲] باب اخراج الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب [۲۱] حدیث:

...... تھے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگ خندق میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے۔ ۵ھ = ۶۲۶ء کو وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ [اسد الغابۃ ۲:۲۷۲، الاعلام ۳:۸۸]

۱۷۶۷]

''اپنے سردار [کو گدھے سے اتارنے] کے لیے اٹھو۔''

–۳: بنوقریظہ کے متعلق سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ فرمایا تھا کہ ان میں سے جو لوگ لڑنے والے ہیں' اُن کو غلام بنا دیا جائے اور مال تقسیم کر دیا جائے' اسی فیصلہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: حکمت فیھم بحکم [الملك] اللّٰه.

[صحیح بخاری' کتاب الجہاد والسیر [۵٦] باب اذا نزل العدو علی حکم رجل [۱٦۸] حدیث: ۳۰۴۳' صحیح مسلم' کتاب الجہاد والسیر [۳۲] باب اخراج الیہود والنصارٰی من جزیرۃ العرب [۲۱] حدیث: ۱۷٦۷]

''تو نے ان کے بارے میں اللہ تعالی کے فیصلہ کے عین موافق فیصلہ کیا۔''

–۴: ان کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: إنَّ عرش الرحمن اهتز بموته.

[صحیح بخاری' کتاب مناقب الانصار [٦۳] باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ [۱۲] حدیث: ۳۸۰۳' صحیح مسلم' کتاب فضائل الصحابۃ [۴۴] باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ' حدیث: ۱۲۳' ۱۲۴–[۲۴٦٦]

''اس کے لیے رحمٰن کا عرش ہلنے لگا۔''

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل اور بھی ہیں' جن میں سے کچھ اس لیے پیش کیے گئے

گئے کہ کوئی کم علم والا شخص امام قرطبی کے قول کو پڑھ کر اس کے صحیح ہونے کا خیال نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ روایت باطل ہے۔''

حرف الکاف

[۴۴۸] کاد حَمَلَةُ القرآن أن یکونوا أنبیاء إِلَّا أنهم لایوحَی الیهم.

[طحاوی علی مراقی الفلاح ۱:۲۷]

''نزدیک ہے کہ علمائے قرآن انبیا ہوں مگران کو وحی نہیں کی جاتی۔''

اسے بنیادی طور پر امام دیلمی نے الفردوس ۱:۵۷ [حدیث:۲۲۱] میں نقل کیا ہے۔حافظ سخاوی لکھتے ہیں: یہ حدیث روایة الأکابر عن الأصاغر کے قبیل سے ہے اور شدید غریب ہے۔اس میں غیر معروف راوی ہیں اور میں اسے صحیح تسلیم نہیں کرتا۔[المقاصد الحسنة:۱۴۳' بذیل حدیث:۱۵۲]

[۴۴۹] کعب الاحبار [کعب بن ماتع حمیری] نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا: میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ تین دن کے بعد مر جائیں گے۔آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تجھے کہاں سے معلوم ہوا؟ اُس نے جواب دیا: میں اللہ کی کتاب توراۃ میں یہ پاتا ہوں' اس پر سیدنا آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تم عمر بن خطاب کو توراۃ میں پاتے ہو؟ اُس نے کہا: نہیں' لیکن آپ کی صفت اور آپ کا حلیہ توراۃ میں موجود ہے اور بے شک تیری عمر ختم ہوگئی ہے۔دوسرے روز اُس نے پھر آ کر آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک شب و روز گزر گیا اور دو دن باقی ہیں' تیسرے روز آ کر کہنے لگا کہ دو دن گزر گئے اور ایک دن رات باقی ہیں اور صبح کے وقت آپ کی وفات ہوگی۔[تاریخ طبری ۳:۲۶۴' حوادث:۲۳ھ]

اس کہانی کا ایک راوی سلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے جو اسے اپنے باپ عبدالعزیز بن ابی ثابت [عمران] کے حوالے سے بیان کرتا ہے' جس کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۴۱۳]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے اس کی روایت نہ لکھی جائے۔

[التاریخ الکبیر ۶:۲۹' التاریخ الصغیر ۲:۲۳۴]

عمر بن شبہ کہتے ہیں: اپنی حدیث میں کثرت سے غلطیاں کرتا تھا اس لیے کہ اس کی کتابیں جل جانے کے بعد اپنی یادداشت سے احادیث بیان کرتا تھا۔

[تہذیب التہذیب ۶:۳۰۸' ترجمہ:۲۶۶' تقریب التہذیب:۳۹۰' ترجمہ:۴۱۱۴]

[۴۵۰] کان ﷺ إذا أشفق من الحاجة أن ينساها ربط في يده خيطاً . [تاریخ بغداد ۱۱: ۸۵]

''رسول اللہ ﷺ جب کسی کام کو بھول جانے کا خطرہ محسوس فرماتے تو اپنے ہاتھ سے تار باندھ لیتے۔''

علامہ ابن شاہین (۱) فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں اور اس کی سب سندیں منکر ہیں۔

[ناسخ الحدیث ومنسوخہ: ۴۴۲]

امام زرکشی لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [التذکرۃ: ۳۴، حدیث: ۱۶]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [علل الحدیث ۲: ۲۵۲]

اس کی سند میں سالم بن عبدالاعلیٰ ابوالفیض ہے، جس کے بارے میں امام بن حبان فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا، اس کی روایت کو لکھنا اور اس کو نقل کرنا حلال نہیں۔

[المجروحین ۱: ۳۴۵، ترجمہ: ۴۳۰]

امام ابن معین فرماتے ہیں: اس کی حدیث کچھ بھی نہیں، پھر انہوں نے اس راوی کی ضعیف روایات میں بطور مثال یہی روایت پیش کی ہے۔ [التاریخ ۱: ۳۳۹، ۲: ۱۸۶، ۱۸۷، ۳: ۵۶۶]

اس کی ایک اور سند میں بشر بن ابراہیم انصاری ہے، جس کی یہی روایت امام ابن عدی نے نقل کی ہے۔ پھر فرماتے ہیں: اس کی ساری روایات بواطیل ہیں اور یہ اس کی ثقات پر وضع کردہ ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۱۶۷-۱۶۹، ترجمہ: ۷-[۲۵۰]

[۴۵۱] کان ﷺ إذا صعد المنبر سَلَّمَ. [سنن ابن ماجۃ، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا [۵] باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ [۸۵] حدیث: ۱۱۰۹، شرح السنۃ ۴: ۲۴۲، السنن الکبریٰ، بیہقی ۳: ۲۰۵، مصنف ابن ابی شیبۃ ۴: ۹، حدیث: ۵۲۳۸، مصنف عبدالرزاق ۳: ۱۹۲-۱۹۳]

''رسول اللہ ﷺ جب منبر چڑھ جاتے تو حاضرین کو السلام علیکم کہہ دیتے۔''

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [علل الحدیث ۱: ۲۰۵]

---

(۱) عمر بن احمد بن عثمان ابن شاہین، ابوحفص، واعظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ اہل بغداد میں سے تھے۔ حافظِ حدیث تھے اور لگ بھگ تین سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۲۹۷ھ = ۹۰۹ء کو پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ = ۹۹۵ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۱: ۲۶۵، الاعلام ۵: ۴۰]

اس لیے کہ:

—اس کی سند میں عمرو بن خالد ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ غیر ثقہ اور غیر مامون تھا۔ [التاریخ ۲:۴۴۲، ۳:۳۱۵]

امام وکیع فرماتے ہیں: ہمارا ہمسایہ تھا۔ احادیث گھڑ لیا کرتا تھا' جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو یہ وہاں سے واسط منتقل ہوا۔ [میزان الاعتدال ۳:۲۵۷]

—اس کی سند میں مجالد بن سعید بھی ہے' جو ثقہ تھا لیکن اس کی روایت سے استدلال واحتجاج درست نہیں۔ [التاریخ ۲:۵۴۹، ۴:۶۱]

قوی نہیں۔ آخری عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔ [تقریب التہذیب: ۵۴۹، ترجمہ: ۶۴۷۸]

— اس کی سند میں عیسی بن عبداللہ بن الحکم بن النعمان بن بشیر بھی ہے' جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: شیخ ہے۔ نافع سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جن میں اس کا کوئی شاہد اور تابع نہیں ہوتا' جس روایت میں یہ منفرد ہوں اس سے استدلال مخالفت ثقات کے باعث نادرست ہوتی ہے۔ [المجروحین ۲:۱۰۲، ترجمہ: ۷۰۵]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کی روایات کا کوئی تابع اور شاہد نہیں ہوتا۔

[الکامل فی الضعفاء ۶:۴۴۶، ترجمہ: ۴۲۹-[۱۳۹۷]

[۴۵۲] کان ﷺ إذا صلى وفرغ من صلاته مسح يمينه على رأسه وقال: بسم الله الذي لا إله إلّا هو الرحمن الرحيم أللهم اذهب عني الهَمَّ والحَزَنَ.

[المعجم الأوسط ۲:۵۷، حدیث: ۲۴۹۹، عمل الیوم واللیلۃ' ابن السنی: ۵۹، حدیث: ۱۱۲، الاذکار' نووی ۱:۸۱، حدیث: ۱۷۵، تاریخ بغداد ۱۲:۴۸۰، حلیۃ الاولیاء ۲:۱۳۱۰، الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۱۹۹]

''رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. أَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنِّي الْهَمَّ وَالْحَزَنَ.''

یہ روایت شدید ضعیف اور نا قابل عمل ہے' اس لیے کہ:

—امام طبرانی' ابن السنی' ابو نُعیم اور امام نووی کی روایت کا سارا دارومدار سلام [طویل] بن سلیم خراسانی پر ہے' جو متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' بخاری' ترجمہ: ۱۵۲، التاریخ الکبیر ۴:۱۳۳، ترجمہ: ۲۲۲۴، الضعفاء والمتروکین' نسائی' ترجمہ: ۲۳۷]

محدث ابن خراش کہتے ہیں: کذاب تھا۔[الضعفاء والمتروکین'ابن جوزی۲:۶'ترجمہ:۱۴۵۹]
– خطیب اور حافظ ابن عدی کی روایت کا مرکزی راوی کثیر بن سُلَیم ابوسلمہ ہے، جس کے بارے میں امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث اور منکرالحدیث ہے' سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بے بنیاد روایات نقل کرتا ہے۔[الجرح والتعدیل ۷:۱۵۲'ترجمہ:۸۴۶]
جب کہ زیر بحث روایت بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئی ہے۔ پس یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس لیے نا قابل عمل ہے۔

[۴۵۳] کان رسول اللہ ﷺ إذا سافر فرسخاً قصر الصلاۃ .

[مصنف ابن ابی شیبہ۵:۳۵۲' حدیث:۸۱۹۷]

''رسول اللہ ﷺ جب ایک فرسخ (۱) کے فاصلے پر باہر نکلتے تو قصر کی نماز پڑھتے۔''

اس کا راوی ابوہارون العبدی ہے، جس کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔ بعض محدثین اسے متروک الحدیث کہتے ہیں' جب کہ بعض محدثین اسے کذاب جانتے ہیں۔

[تقریب التہذیب:۴۳۹'ترجمہ:۴۸۴۰]

[۴۵۴] کان رسول اللہ ﷺ إذافاتتہ الأربع قبل الظھر صلاھن بعدالرکعتین بعدالظھر.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب اِقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا[۵] باب من فاتتہ الاربع قبل الظہر [۱۰۶] حدیث:۱۱۵۸]

''رسول اللہ ﷺ سے جب ظہر کی پہلی سنتیں فوت ہو جاتیں تو بعد والی دو سنتیں پڑھ لینے کے بعد اُن کو ادا کرتے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی قیس بن الربیع الاسدی ابومحمد الکوفی صدوق تو تھے لیکن بڑھاپے میں اِختلاط اور تغیر کا شکار ہوئے اور اُن کے بیٹے نے اُن کی روایات میں ایسی روایات داخل کیں جو اُن کی مرویات میں سے نہ ہوتیں۔[تقریب التہذیب:۴۸۷'ترجمہ:۵۵۷۳]

[۴۵۵] کان رسول اللہ ﷺ إذا قرأ: اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی' قال: بلٰی' و إذا قرأ: اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ' قال: بلی.[المستدرک۲:۵۱۰]

---

(۱) استاذ ابوعوامہ لکھتے ہیں: ایک فرسخ 5.544 کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

[ہامش مصنف ابن ابی شیبۃ ۵:۳۵۲]

''رسول اللہ ﷺ جب: اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡـیِۦَ الۡمَوۡتٰی پڑھتے تو[اس کے جواب میں] بَلٰی[کیوں نہیں] پڑھتے اسی طرح: اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ کے جواب میں بھی بَلٰی[کیوں نہیں] پڑھتے۔''

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ القیامۃ کی اس آیت کی تلاوت کرے تو اُس کو یہ کلمات کہنا چاہیے: بَلٰی، وأنا علی ذلك من الشاهدين ۔اسی حدیث میں یہی الفاظ سورۃ والتین کے آخری آیت اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِاَحۡکَمِ الۡحٰکِمِیۡنَ پڑھنے کے وقت بھی کہنے کی تعلیم دی گئی ہے اوراسی حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص سورۂ مرسلات کی اس آیت پر پہنچے: فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ تو اُس کو آمَنَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہیے۔''

[معارف القرآن ۸:۶۲۸]

شیخ عبدالسلام صاحب رستمی لکھتے ہیں: ابوداؤد، احمد اور ابن جریر کے حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡـیِۦَ الۡمَوۡتٰی کے جواب میں سُبحانك فَبَلٰی یا سُبحانَكَ وبَلٰی یا بَلٰی اور یا صرف بَلۡ پڑھتے ۔ابوداؤد کے حدیث میں بَلٰی کہنے کا حکم ہے، اس لیے اس کا پڑھنا ضروری ہے، خواہ نماز کی حالت میں ہو، یا نماز سے باہر۔

[احسن الکلام ۶:۱۶۶، تفسیر سورۃ القیامۃ ۷۵:۴۰]

مفتی صاحب اس جواب کو مستحب قرار دیتے ہیں جب کہ شیخ القرآن صاحب اسے ضروری قرار دیتے ہیں، خواہ نماز کے اندر ہی کیوں یہ جواب دینا نہ پڑے۔

آیئے ان روایات کی اسنادی حیثیت معلوم کریں۔

-امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: هذاحديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

حافظ ذہبی بھی اس پر صاد کر کے لکھتے ہیں: صحیح. لیکن اس کی سند میں یزید بن عیاض ہے، جسے امام بخاری منکرالحدیث کہتے ہیں۔[التاریخ الکبیر ۸:۳۵۲]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵۸۸]

اور امام مالک اسے جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ یہ سارے جرحی کلمات اس راوی کے ترجمہ میں حافظ ذہبی نے بھی نقل کیے ہیں۔[میزان الاعتدال ۴:۴۳۷]

حافظ ابن حجر بھی اسے متروک ہی کہتے ہیں۔[الکافی الشاف ۴:۶۶۵]

پس یہ روایت شدید ضعیف ہے جس کو بنیاد بنا کر کوئی شرعی حکم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

—ابوداؤد کی روایت [کتاب الصلاۃ [۲] باب الدعاء فی الصلاۃ [۱۵۳] حدیث:۸۸۴] میں دو اِسنادی خرابیاں ہیں:

—۱: یہ کہ اس کا راوی موسیٰ بن ابی عائشہ مخزومی ہمدانی ثقہ اور تھے۔ اِرسال کرتے تھے۔

[تقریب التہذیب:۵۸۱، ترجمہ:۶۹۸۰]

—۲: یہ کہ اس کا آخری راوی کوئی ایسا شخص ہے جس کا نام معلوم نہیں اور وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

اب کیا وہ شخص واقعی صحابی ہیں؟ اگر صحابی ہیں، تو چشم ما روشن دل ما شاد لیکن یہاں تو اس کا کوئی قرینہ نہیں لہٰذا اس روایت سے نہ استحباب ثابت ہو سکتی ہے اور نہ وجوب۔

امام حاکم فرماتے ہیں: وصفة الحديث الصحيح أن يرويه عن رسول الله ﷺ صحابي زائل عنه اسم الجهالة. [معرفۃ علوم الحدیث:۶۲]

"صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ سے ایسا صحابی روایت کرے جو مجہول نہ ہو۔"

علامہ طاہر الجزائری (۱) لکھتے ہیں: وقد كان في عصر الصحابة منافقون، فلا يُقبلُ حديث قال راويه: عن رجل من الصحابة، أو حدثني مَن صحب رسول الله ﷺ حتى يسميه، و يكون معلوماً بالصحبة الفاضلة. [توجیہ النظر الی اصول اہل الاثر:۲۴۶]

" صحابہ کے زمانہ میں منافق اور مرتد بھی موجود تھے، اس لیے جس روایت میں راوی یہ کہے: عن رجل من الصحابة، یا حدثني مَن صحب رسول الله ﷺ تو ایسی سند اور ایسی حدیث اُس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک وہ راوی اُس کا نام نہ بتلائے اور جب تک اُس کا صحابی ہونا معلوم نہ ہو جائے، اُس کی بات توجہ اور التفات کے قابل ہی نہیں۔"

—ابوداؤد کی روایت [کتاب الصلاۃ [۲] باب الدعاء فی الصلاۃ [۱۵۳] حدیث:۸۸۳] میں بھی دو

---

(۱) طاہر بن صالح [محمد صالح] بن احمد بن موہوب، سمعونی، الجزائری، دمشقی، دمشق میں ۱۲۶۸ھ=۱۸۵۲ء کو پیدا ہوئے۔ لغت وادب کے چوٹی کے علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ الجزائر سے تعلق تھا۔ ۱۳۳۸ھ=۱۹۲۰ء کو وفات پائی۔ [الاعلام ۳:۲۲۱-۲۲۲]

اِسنادی کمزوریاں ہیں:

–۱:اس کا راوی ابواسحاق سُبَیعی عمرو بن عبداللہ مدلس تھا۔[تعریف اہل التقدیس:۱۰۱، ترجمہ:۹۱]

اور اُس کی یہ روایت معنعن ہے، جب کہ مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔

سنن ترمذی کی روایت کی سند اس طرح ہے:اسماعیل بن أمية، قال: سمعتُ رجلاً بدوياً أعرابياً، يقول:سمعتُ أباهريرة رضی اللہ عنہ......۔

[سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن[۴۸]تفسیر سورۃ التین[۸۳]حدیث:۳۳۴۷]

اور مسند احمد کی سند اس طرح ہے: اسماعيل بن أمية سمع من شيخ.[مسند احمد۲:۲۴۹]

''اسماعیل بن امیہ ایک بدوی اعرابی شیخ سے نقل کرتا ہے۔''

کوئی کیا جانے کہ یہ غیر مذکور الاسم بدوی اعرابی ثقہ تھا یا غیر ثقہ، جب اس کا نام ہی مذکور نہیں، تو اُس کی پیش کردہ روایت سے وجوب یا استحباب جیسے احکام کیسے ثابت کئے جا سکتے ہیں؟

امام ابن العربی تو اس کے بارے میں یہاں تک لکھ گئے ہیں:

هو حديث باطل.[عارضۃ الاحوذی۱۲:۲۵۰]

''یہ روایت باطل ہے۔''

– رہی ابن جریر[۱۲:۳۵۲، سورۃ القیامۃ] والی روایت، تو

–۱:اس میں وہی یزید بن عیاض راوی ہے، جو متروک تھا اور جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

–۲:اس کا آخری راوی قتادۃ بن دعامۃ[وفات:۱۱۸ھ=۷۳٦ء] ہے، جو فرماتے ہیں:

ذُكِرلنا أن نبي الله ﷺ كان إذا قرأها قال:سبحانك وبلى.

''ہمیں یہ بات بیان کی گئی کہ جب رسول اللہ ﷺ اس آیت کو پڑھتے تو اس کے جواب میں سبحانك وبلى پڑھتے۔''

قتادۃ اپنے استاذ کا نام نہیں لیتے کہ کون ہیں؟ ثقہ ہیں یا کذاب وگڑنتھو؟ اس لیے کسی مجہول راوی کی روایت سے بھی کسی شرعی حکم کا ثبوت مہیا نہیں کیا جا سکتا۔

[۴۵٦]كان رسول الله ﷺ في الصحراء فإذا منادياً يُناديهِ:يارسولَ الله!فالتَفَتَ فلم يَرَ أحداً ثم التفتَ فإذا ظبية موثقةٌ، فقالت:أُدْنُ مِنّي يارسول الله! فدنا منها فقال: حاجتك؟ قالت: إنَّ لي خشفين في ذلك الجبل فحلني حتى أذهبَ فأرضعهما ثم

أرجع إليك ' قال : و تفعلين ؟ قالت:عذبني الله بعذاب العشار إن لم أفعل ' فأطلقها فذهبت فأرضعت خشفيها ثم رجعت فأوثقها 'وانتبه الأعرابي'فقال: لك حاجةٌ يا رسولَ الله؟قال:نعم'تطلق هذه'فأطلقها فخرجت تعدو وهي تقول:أشهدُ أن لَّآإلٰه إِلَّا الله وأَنَّكَ رسولُ الله. [المعجم الکبیر'طبرانی ۲۳:۳۳۱-۳۳۲'حدیث:۷۶۳]

''رسول اللہ ﷺ صحرا میں تھے۔اچانک انہوں نے آواز سنی: یارسول اللہ! آپ ﷺ ملتفت ہوئے تو کسی کو نہیں دیکھا البتہ ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی' وہ کہنے لگی: یارسول اللہ! میرے قریب آیئے۔ آپ ﷺ اُس کے قریب تشریف لے گئے اور پوچھا: تیری کوئی حاجت؟ وہ کہنے لگی: میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں' مجھے کھول دیجیے تاکہ میں اُن کے پاس جاکر اُنہیں دودھ پلاؤں' میں پھر آپ کے پاس واپس آوں گی'اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی تو واپس لوٹ کر آؤ گی؟ اُس نے کہا کہ اگر میں واپس نہ لوٹی تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار [محصول لینے والے] کی سزا کی طرح سزا دے آپ ﷺ نے اسے کھول دیا اُس نے جاکر اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور واپس آ گئی۔آپ ﷺ نے اُسے باندھ دیا'اس پر اَعرابی متنبہ ہوا اور پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کی کوئی حاجت؟ آپ نے فرمایا:اس ہرنی کو کھول دے۔اعرابی نے اسے کھول دیا' وہ دوڑ لگاتی ہوئی اور أشهدُ أن لَّآإلٰه إِلَّا الله وأَنَّكَ رسولُ الله کہتے ہوئی چل پڑی۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے' جو اس طرح ہے:حَبان بن اَغلب بن تمیم المسعودی' از والدِ او' از ہشام بن حسان' از حسن' از ضبہ بن محصن' از سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا۔

–اس کا راوی اَغلب بن تمیم' امام بخاری کی تصریح کے مطابق منکر الحدیث تھا۔

[التاریخ الکبیر ۲:۷۰' ترجمہ:۱۷۲۰]

–اس کا بیٹا:حَبان بھی ضعیف تھا جیسا کہ ابوحفص فلاس کہتے ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اُس کی منکر روایات میں زیرِ بحث روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔[لسان المیزان ۲:۱۶۵' ترجمہ:۷۳۶]

اس قسم کی ایک اور روایت حافظ ابونعیم کی دلائل النبوۃ [ص:۳۷۵-۳۷۶' روایت:۲۷۳] اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ [۶:۳۴-۳۵] میں بھی ہے جس کی سند یہ ہے:یعلیٰ بن ابراہیم الغزال' از ہیثم ابن حماد' از ابی کثیر از سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

لیکن اس کی سند بھی شدید ضعیف اور ناقابل اعتماد ہے اس لیے کہ:

– حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ہیثم بن حماد اور اس کا شیخ واستاذ: ابوکثیر دونوں غیر معروف ہیں۔

[میزان الاعتدال۴:۳۲۱‘ ترجمہ:۹۲۹۷]

– حافظ ذہبی ہی یعلیٰ بن ابراہیم کے بارے میں لکھتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ اُس کی ایک باطل روایت ہے جسے وہ ایک واہی [شدید کمزور] استاذ سے نقل کرتا ہے۔ پھر آگے یہ ساری کہانی لکھی ہے۔ [میزان الاعتدال۴:۴۵۶‘ ترجمہ:۹۸۳۳]

[۴۵۷] كان رسول الله ﷺ لايعود مريضاً إلّا بعد ثلاثٍ .

[سنن ابن ماجۃ‘ کتاب الجنائز[٦] باب ماجاء فی عیادۃ المریض[۱] حدیث:۱۴۳۷‘ مشکاۃ المصابیح‘ حدیث: ۱۵۸۷]

”رسول اللہ ﷺ کسی مریض کی عیادت تین دن مرض میں مبتلا ہونے سے پہلے نہ کرتے۔“

یہ روایت موضوع ہے‘ اس لیے کہ اس کا راوی مَسلمة بن عُلَيٍّ متروک الحدیث ہے۔

[التذکرۃ:۲۷‘ بذیل حدیث:٦]

اسے حافظ ابن عدی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

لايُعادُ المريضُ إلّا بعد ثلاثٍ . [الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۴۸]

لیکن اس کا راوی رَوح بن غُطَيف متروک الحدیث ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۴۷]

[۴۵۸] كان رسول الله ﷺ يجعل الرجال قدام الغلمان‘ و الغلمان خلفهم‘ و النساء خلف الغلمان . [سنن ابی داوٗد‘ کتاب الصلاۃ[۲] باب مقام الصبیان من الصّف[۹۷] حدیث:٦٧٧]

”رسول اللہ ﷺ پہلی صف میں بالغ مردوں کو کھڑا کرتے‘ پھر بچوں کو اور پھر عورتوں کو۔“

یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی شہر بن حوشب کثیر الارسال والاوہام ہے۔

[تقریب التہذیب:۳۰۳‘ ترجمہ:۲۸۳۰]

۞ مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں: ”مگر اس زمانہ میں لڑکوں کو مردوں کی صفوف میں کھڑا کرنا چاہیے‘ کیونکہ دو یا زیادہ لڑکے ایک جگہ جمع ہونے سے [نہ صرف] اپنی نماز خراب کرتے ہیں بلکہ بالغین کی نماز میں بھی خلل پیدا کرتے ہیں۔“ [احسن الفتاویٰ۳:۲۸۰]

[۴۵۹] كان رسول الله ﷺ يرى في الظلمة كمايرى في الضوء.

[تاریخ بغداد۴:۲۷۲‘ دلائل النبوۃ‘ بیہقی٦:۷۴-۷۵]

''رسول اللہ ﷺ کو روشنی کی طرح تاریکی میں بھی نظر آتا تھا۔''

- خطیب بغدادی اور ابن عدی کی سند میں عبداللہ بن محمد بن مغیرۃ نزیل کوفہ ہے، جو قوی نہیں، بلکہ منکرالحدیث ہے۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے اس کی مرویات بشمول زیر بحث روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ سب کے سب موضوع ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲: ۴۸۷-۴۸۸، ترجمہ: ۴۵۴۱، لسان المیزان ۳: ۳۳۳، ترجمہ: ۱۳۷۸]

- عبداللہ بن محمد بن مغیرۃ نزیل کوفہ کے استاذ معلیٰ بن ہلال ہیں جس کے کذاب ہونے پر سب ناقدین حدیث متفق ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۵۷۰، ترجمہ: ۶۸۰۷]

- بیہقی کی سند کے چھ راوی معلوم نہیں کہ کیسے ہیں؟ کسی کتاب میں اُن کا اتا پتا نہیں۔

[۴۶۰] کان رسول اللہ ﷺ یستاك آخر النهار و هو صائم. [المجروحین ۱: ۱۵۷، ترجمہ: ۷۳]

''رسول اللہ ﷺ باوجود روزہ رکھنے کے دن کے آخری حصہ میں مسواک کر لیا کرتے تھے۔''

حافظ ابن حبان کو تسلیم ہے کہ اس کے راوی احمد بن عبداللہ بن میسرۃ کی روایت ناقابل استدلال ہوتی ہے۔ [المجروحین ۱: ۱۵۷]

حافظ زیلعی حنفی فرماتے ہیں: یہ روایت مرفوعاً تو باطل ہے البتہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں ہونے کے باوجود دن کے آخری پہر مسواک کر لیا کرتے تھے۔ [نصب الرایۃ ۱: ۴۶۰]

ہاں یہ بات درست ہے کہ روزہ دار جس وقت چاہے، مسواک کر سکتا ہے۔

امام طبرانی نے عبدالرحمٰن بن غنم (۱) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں روزہ کی حالت میں مسواک کر سکتا ہوں؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا، پھر پوچھا کہ کچھ لوگ تو عصر کے بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنے کو مکروہ کہتے ہیں اور دلیل میں حدیث پیش کرتے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کا خلوف [وہ مہک جو پیٹ خالی ہو جانے کے باعث منہ میں موجود ہوتا ہے] اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ محبوب ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا:

---

(۱) عبدالرحمٰن بن غنم بن کریز اشعری رضی اللہ عنہ۔ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل شام کو تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔ بہت بڑے تابعی ہیں۔ ان کے والد سیدنا غنم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ۷۸ھ = ۶۹۷ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۵۱، ترجمہ: ۳۰، الاعلام ۳: ۳۲۲]

سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ نے امت کو مسواک کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ قصداً عمداً اپنے منہ کو بدبودار کیا جائے۔ مسواک نہ کرنے میں کوئی خیر نہیں بلکہ مسواک نہ کرنا سراسر شر ہی شر ہے۔[المعجم الکبیر ۲۰:۷۰-۷۱ حدیث:۱۳۳ (۱)]

[۴۶۱] كان رسول اللّٰه ﷺ يستفتح بصعاليك المهاجرين.

[المعجم الکبیر ۱:۲۹۲، شرح السنۃ ۷:۶۲، مشکاۃ المصابیح، حدیث:۵۲۴۷]

''رسول اللہ ﷺ فقراءِ مہاجرین کے ذریعہ اللہ تعالی سے [کفار پر] فتح حاصل کرنے کی دعا فرمایا کرتے تھے۔'' [نداء الحق:۲۷۰ از ڈاکٹر مطہر شاہ، ہومیو]

اس روایت کو وسیلہ بالذات کے لیے دلیل بنانا دو وجوہ سے محل نظر ہے۔

- ایک یہ کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ اس کا آخری راوی امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید صحابی نہیں، جیسا کہ امام ابن حبان حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن حجر نے اس کی تصریح کی ہے۔

[الثقات ۴:۴۰، الاستیعاب:۸۹، ترجمہ:۶۷، الاصابۃ ۱:۱۲۷]

- دوسری بات یہ کہ یہ روایت معنعن ہے اور اس کا راوی ابو اسحاق سبیعی عمرو بن عبداللہ مدلس ہے۔

[تعریف اہل التقدیس:۱۰۱، تہذیب التہذیب ۸:۵۹]

جب کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

[۴۶۲] كان علي بن أبي طالب قائماً يصلي ، فَمَرَّ سائلٌ ، وهو راكعٌ ، فأعطاهُ خاتمه، فنزلت : اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ. [سورۃ المائدۃ ۵:۵۵]

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ [سورۃ المائدۃ ۵:۵۵] سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے وہ یہ کہ ایک روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں مشغول تھے، جب آپ رضی اللہ عنہ رکوع میں گئے تو کسی سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی حالت رکوع میں اپنی ایک انگلی سے انگوٹھی نکال کر اُس کی طرف پھینک دی۔ غریب فقیر کی حاجت روائی میں اتنی دیر کرنا

---

(۱) حافظ ابن حجر طبرانی والی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کی سند جید ہے۔ [تلخیص الحبیر ۲:۲۰۲]

بھی پسند نہیں فرمایا کہ نماز سے فارغ ہوکر اُس کی ضرورت پوری کریں، یہ مسابقت فی الخیرات اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند آئی اور اِس جملہ کے ذریعہ اُس کی قدر افزائی فرمائی گئی۔

[معارف القرآن ۳: ۱۷۸-۱۷۹]

مفتی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں علماء ومحدثین کو کلام ہے۔

[معارف القرآن ۳: ۱۷۹]

اس روایت کو امام طبرانی نے المعجم الأوسط ۴: ۳۵۷، حدیث: ۶۲۳۲ میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند شدید ضعیف اور نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ اس کا راوی خالد بن یزید عمری امام ابن معین کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔

[الجرح والتعدیل ۳: ۳۶۰، ترجمہ: ۱۶۳۰، میزان الاعتدال ۱: ۶۴۶، ترجمہ: ۲۴۷۶]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: سخت منکر الحدیث ہے، قطعاً اِس لائق نہیں کہ اُس کا تذکرہ کیا جائے اس لیے کہ اَثبات سے موضوعات نقل کرتا ہے۔ [المجروحین ۱: ۳۴۶، ترجمہ: ۳۰۵]

۞ اس قسم کی ایک اور روایت واحدی نے اسباب النزول: ۳۹۷ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سند سے نقل کی ہے مگر وہ بھی موضوع ہے اس لیے کہ:

-۱: اُس کی سند میں محمد بن سائب کلبی ہے جو جھوٹ بولنے اور رفض سے مُتَّہَمُ [بدنام] تھا۔

[تقریب التہذیب: ۵۱۰، ترجمہ: ۵۹۰۱]

-۲: اس سند میں محمد بن مروان بن عبداللہ بن اسماعیل المعروف بسدی صغیر بھی ہے جو جھوٹ بولنے سے مُتَّہَمُ [بدنام] تھا۔ [تقریب التہذیب: ۵۳۵، ترجمہ: ۶۲۸۴]

۞ اس قسم کی ایک تیسری روایت امام ابن جریر طبری نے [اپنی تفسیر ۴: ۶۲۸، نص: ۱۲۲۱۵] میں سدی ہی سے نقل کی ہے، مگر سدی چونکہ مُتَّہَمُ بِالْکَذِبِ ہے اس لیے اس کو شاہد کے طور پر نہیں پیش کیا جا سکتا پھر یہ سدی کا اپنا قول ہے۔ آگے کا سلسلہ مفقود ہے۔ پس اصول حدیث کے لحاظ سے یہ روایت معضل ہوئی جو ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

۞ اس قسم کی ایک اور روایت حافظ ابن کثیر نے ابن مردویہ کی سند کے ساتھ ان تنبیہات کے ساتھ نقل کیا ہے:

- من طريق محمد بن السائب الكلبي، وهو متروك. [تفسیر ابن کثیر ۲: ۹۹]

''یہ محمد بن سائب کلبی کی سند کے ساتھ مروی ہے' جو متروک تھا۔''

–وهذا إسنادٌ لَّايُفْرَحُ. [تفسیر ابن کثیر۲:۹۹]

''یہ کوئی خوش کن اِسناد نہیں۔''

–وليس يصحُّ شيء منهابالكلية لِضعف أسانيدهاو جهالة رجالها. [تفسیر ابن کثیر۲:۹۹]

''ان میں بالکل کوئی بھی روایت صحیح نہیں اس لیے کہ ان کی اسانید ضعیف اور رُواۃ مجہول ہیں۔''

۞ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اہل علم کا اِس روایت کے موضوع ہونے پر اِجماع ہے۔

[مجموع الفتاوی' مقدمۃ التفسیر۱۳:۱۶۰]

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: قدوضع بعض الكذابين حديثاً مفترىً أن هذه الآية نزلت في علي رضی اللہ عنہ لمَّاتَصَدَّقَ بخاتمه في الصلاةوهذاكذبٌ بإجماع أهل العلم بالنقل وكذبه بَيّنٌ مِن وجوهٍ كثيرةٍ منها : أنَّ قوله:اَلَّذِيْنَ صيغةُ جمعٍ وعليٌّ رضی اللہ عنہ واحدٌ'ومنها: أنَّ الواو ليست واو الحال ' إذ لو كان كذلك لكان لايسوغ أن يتولى إلَّا من أعطى الزكاة في حال الركوع'فلايتولى سائرالصحابة والقرابة. ومنها:أن المدح إنما يكون بعمل واجبٍ أومستحب ' وإيتاءُ الزكاة في نفس الصلاة ليس واجباً و لا مستحباً بإتفاق علماء الملة فإن في الصلاة شغلاً. ومنها:أنه لو كان إيتاؤها في الصلاة حسناً لم يكن فرق بين حال الركوع'بل إيتاؤها في القيام والقعودأمكن.

ومنها: أنَّ علياً رضی اللہ عنہ لم يكن عليه زكاةٌ على عهدالنبي صلی اللہ علیہ وسلم ومنها:أنَّ إيتاء غيرالخاتم في الزكاة خير من إيتاء الخاتم'فإن أكثرالفقهاء يقولون: لايجزئ إخراج الخاتم في الزكاةومنها:أنَّ هذا الحديث فيه أنه أعطاه السائل'والمدح في الزكاة أن يخرجها ابتداءً و يخرجها على الفور و لاينتظرأن يسأله سائلٌ . [منہاج السنۃ النبویۃ ۱:۱۵۵-۱۵۶]

''بعض کذابین نے ایک جھوٹی روایت گھڑی ہے کہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ نماز اپنی انگوٹھی خیرات کی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حالانکہ علم منقول کے اہلِ علم کے اجماع کے مطابق یہ جھوٹ ہے اور کثیر وجوہ کی بنا پر اس کا جھوٹ ہونا واضح ہے:

–۱:اَلَّذِیْنَ جمع کا صیغہ ہے [جس کے مصداق بہت سے لوگ ہیں] جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ واحد ہیں۔

[اکیلے آپ رضی اللہ عنہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے]۔

-۲: ''واؤ'' حال کے لیے نہیں' اور اگر ایسا ہوتا [یعنی واو حال کے لیے ہوتا] تو پھر اس کا مطلب یہ ہوتا کہ رکوع میں تصدق کرنے والوں ہی سے محبت وموالات اور تعلق قائم کیا جائے' اور اسی طرح سارے صحابہ اور اہل بیت اس [موالات] میں سے نکل جاتے۔

-۳: کسی واجب یا مستحب عمل کی وجہ سے کسی کی مدح کی جا سکتی ہے جب کہ رکوع میں تصدق کرنا نہ تو واجب ہے اور نہ مستحب۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے' اس لیے کہ نماز کے شغل الگ ہیں۔

-۴: اگر نماز ہی میں تصدق کرنا بہتر ہے تو پھر رکوع کی تخصیص کیوں؟ قیام اور قعود [وسجود] میں بھی تو اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

-۵: عہد نبوی ﷺ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اتنے مال دار نہیں تھے کہ اُن پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی۔

-۶: اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ [بنی بنائی] انگوٹھی زکوٰۃ میں دینا جائز نہیں بلکہ انگوٹھی کے علاوہ [کھلا سونا چاندی] دینا زیادہ بہتر ہے۔

-۷: اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سائل نے اُن [سیدنا علی رضی اللہ عنہ] سے کچھ طلب کیا جب کہ زکوٰۃ کے معاملے میں بہتر یہ ہے کہ کسی کے طلب کرنے کے بغیر ہی زکوٰۃ ادا کی جائے۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: قد تَوَهَّمَ بعضُ الناس أن هذه الجملة في موضع الحال من قوله: ويؤتون الزكوٰة' أي: في حال ركوعهم' ولو كان هذا كذلك لكان دفع الزكوٰة في حال الركوع أفضل من غيره' لأنه ممدوحٌ' وليس الأمر كذلك عند أحد من العلماء ممن نعلمه من أئمة الفتوى. [تفسیر ابن کثیر ۲: ۹۸]

''وَهُمْ رَاكِعُوْنَ کے بارے میں کچھ لوگ غلطی کا شکار ہو گئے ہیں' اُن کا خیال ہے کہ یہ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكوٰةَ سے حال کی جگہ واقع ہے یعنی وہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' اگر اُن کی بات درست مان لی جائے تو پھر رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی افضل ہوگی' اس لیے کہ اس کی مدح کی گئی' حالانکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس افضلیت کا کوئی عالم قائل نہیں ہے۔''

مولانا امین صاحب اصلاحی لکھتے ہیں:

رکوع یہاں اپنے اصطلاحی مفہوم میں نہیں بلکہ اپنے عام لغوی مفہوم میں ہے۔ رَكَعَ الرَّجُلُ کے معنی ہیں: اِفْتَقَرَ وَانْحَطَّتْ حَالُهٗ اس وجہ سے فروتنی' نیاز مندی' عاجزی اور دل شکستگی اس لفظ کی اصل روح ہے' نماز میں رکوع درحقیقت آدمی کے دل کی اس حالت کی تعبیر کی ایک عملی شکل ہے۔

اسلام کے دوراول میں منافقین کونماز بھی پڑھنی پڑتی تھی اورزکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوتی تھی،اس کے بغیراس مبارک عہد میں کوئی شخص اپنے آپ کومسلمانوں میں شمار کراہی نہیں سکتا تھا لیکن سورۃ النساء میں ہے کہ اُن کی نمازیں برباد ہیں۔قرآن نے اُن کے لیے کُسَالٰی کا لفظ استعمال کیا ہے،اسی طرح اُن کا اِنفاق محض نمائش کے لیے ہوتا تھا۔وَهُمْ رَاكِعُونَ کی قید نے یہ واضح کیا کہ دین کو جو صلوٰۃ وزکوٰۃ مطلوب ہے وہ دل کی خستگی اورفروتنی کے ساتھ مطلوب ہے۔ریا،تکبر اور کراہت کے ساتھ نہیں۔ [تدبر قرآن۲:۵۴۹]

[۴۶۳] كان عيسى بن مريم يعلم أصحابه:لو كان على أحدكم جبل ذهبٍ فدعا الله بذلك لقضاه الله عنه:اللهم فارج الهَمِّ كا شفَ الغم، مجيب دعوةالمضطرين، رحمٰن الدنيا والآخرة ورحيمها ترحمني ، فارحمني برحمة تعنيني بها عن رحمة من سواك. [المستدرک ۱:۵۱۵، دلائل النبوۃ، بیہقی ۶:۱۷۱-۱۷۲]

''سیدنا عیسی بن مریم علیہما السلام اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے:اگر تمہارے ذمہ پہاڑ برابر کسی کا سونا قرض ہو اور تم یہ دعاء پڑھو تو اللہ تعالی اُس کی ادائیگی کا انتظام فرمائیں گے۔''

اس کا راوی حکم بن عبداللہ بن سعد الایلی ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں۔[تلخیص المستدرک ۱:۵۱۶]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[التاریخ الکبیر۲:۳۴۵، میزان الاعتدال ۱:۵۷۲]

امام احمد فرماتے ہیں:اس کی تمام روایات موضوع ہوتی ہیں۔

[میزان الاعتدال ۱:۵۷۲، التاریخ الکبیر ۲:۳۴۵]

حافظ منذری لکھتے ہیں: متروک اور متہم ہے۔[الترغیب والترہیب ۲:۶۱۶]

[۴۶۴] كان في جيشه ثمانون بدرياً ، ومائة وخمسون ممن بايَع تحت الشجرة.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جنگ صفین کے دوران قریش 80 بدری صحابہ اور 150 شرکاءِ بیعت رضوان تھے۔''

یہ اثر قطعاً غلط اور جھوٹی ہے۔اس کا مرکزی راوی ابواسرائیل ہے جس کا نام اسماعیل بن ابی اسحاق ہے۔محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۲۲۲، ۴:۴۹۰]

کٹر سبائی اور غالی رافضی تھا اور سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو کافر کہتا تھا۔[میزان الاعتدال ۴:۴۹۰]

مشہور ثقہ تابعی امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں: هاجت الفتنة وأصحاب رسول الله ﷺ عشرات الألوف فلم يحضرها منهم مائة' بل لم يبلغوا ثلاثين. [البدایۃ والنہایۃ ۷: ۲۳۵]

''جب فتنہ بپا ہوا اُس وقت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ہزاروں کی تعداد میں تھے لیکن جنگ صفین میں اُن میں سے 100 بلکہ 30 بھی موجود نہ تھے۔''

[۴۶۵] كان فيمن خلا من إخواني من الأنبياء ثمانية آلاف نبي.

[مسند ابی یعلی ۷: ۱۳۲' حدیث ۴۰۹۲' مجمع الزوائد ۸: ۲۱۱' المطالب العالیۃ ۳: ۲۰۷' حدیث: ۳۴۵۶]

''میری بعثت آٹھ ہزار انبیاء کے بعد عمل میں آئی ہے۔''

اس کی سند میں محمد بن ثابت العبدی ہے' جو حسب تصریح امام ابن معین ليس بشيء تھا۔

[التاریخ ۲: ۵۰۷' ۴: ۱۱۲' ۲۰۶' الجرح والتعدیل ۷: ۲۱۶]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اکثر محدثین کے نزدیک قوی نہیں' پھر اس کی منکر روایات میں زیر بحث روایت بھی درج کردی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۴۹۵]

نیز اس کی سند میں معبد بن خالد انصاری ہے جو مجہول ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۱۴۰]

نیز اس کی سند میں یزید بن ابان الرقاشی بھی ہے' جو متروک الحدیث اور ضعیف ہے' جب کہ امام احمد اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۴: ۴۱۸]

[۴۶۶] كان لرسول الله ﷺ خرقةٌ يُنشِّفُ بها بعد الوضوء.

[سنن ترمذی' ابواب الطہارۃ [۱] باب ماجاء فی التمندل بعد الوضوء [۴۰] احادیث: ۵۳-۵۴' سنن الدارقطنی ۱: ۱۱۰' احیاء علوم الدین ۱: ۱۳۴]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے وضوء کے بعد اعضا خشک کر لیتے تھے۔''

[نماز کی کتاب' اکرام الحق راولپنڈی: ۴۹]

یہ روایت دو سندوں سے مروی ہے:

– ایک سند کا راوی ابو معاذ متروک تھا۔ اس واسطے امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ روایت قائم نہیں اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں۔ اس کی سند میں ابو معاذ سلیمان بن ارقم ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ [سنن ترمذی ۱: ۷۴-۷۵]

امام دارقطنی بھی ابو معاذ کو متروک کہتے ہیں۔ [سنن الدارقطنی ۱: ۱۱۰]

–دوسری سند میں دوضعیف راوی عبدالرحمٰن بن زیادہ بن انعم اوررشدین بن سعد ہیں، جو دونوں امام ترمذی کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں۔[سنن ترمذی۱:۷۶]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں تھا جس سے آپ ﷺ وضوء سے فارغ ہوجانے کے بعد اپنے اعضا خشک کرلیا کرتے تھے بلکہ صحیح حدیث میں اس کے خلاف موجود ہے۔[زادالمعاد۱:۱۹۷]

[۴۶۷] كان لرسول الله ﷺ قَلَنْسُوَةً بيضاءَ لاطِئَةً يلبسها. [تاریخ ابن عساکر۴:۱۹۳]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس سفید ٹوپی تھی جسے آپ پہنا کرتے تھے، وہ آپ کے سر پر جمی رہتی تھی۔''

اس کی سند میں عاصم بن سلیمان الکوزی ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کا شمار اُن لوگوں میں ہے جو حدیث گھڑتے تھے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۶:۴۱۲، ترجمہ:۴۱۸–[۱۳۸۶]

امام نَسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۳۹]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: بصری ہے۔ کذاب ہے۔ ہشام وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۱۱]

[۴۶۸] كان لرسول الله ﷺ مؤذن يُطَرِّبُ، فقال له رسول الله ﷺ: إن الأذان سهل سمح، فإذا كان أذانك سمحاً سهلاً وإلا فلا تؤذن. [سنن الدارقطنی۲:۸۶]

''رسول اللہ ﷺ کا ایک مؤذن اذان دینے میں گانے کی طرح تال سرلگا تا تھا۔ اسے آپ ﷺ نے فرمایا: اذان تو سیدھی سادی ہے۔ تم اگر سیدھی سادی اذان دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اذان نہ دیا کرو۔''

یہ روایت واہی ہے کیونکہ:

– اس کے راوی اسحاق بن ابی یحییٰ کعبی کے متعلق امام ابن حبان لکھتے ہیں: اس سے روایت لینا جائز نہیں اس لیے کہ نیک سیرت اور ثقہ راویوں کے نام سے ضعفاء اور کذابین کی روایات نقل کرتا ہے۔[المجروحین۱:۱۴۸، ترجمہ:۶۱]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: هالِكٌ ہے۔ ثقہ راویوں کے نام لے کر مناکیر کی روایت کرتا ہے، پھر اُس کے موضوع روایات کے شاہد کے طور پر زیر بحث روایت لکھی ہے۔[میزان الاعتدال۱:۲۰۵]

– یہ روایت معنعن ہے اور اس کا راوی ابن جریج مدلس ہے۔ امام دارقطنی لکھتے ہیں: ابن جریج [عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج] کی تدلیس بدترین اور قبیح ترین ہے اس نے جو روایت کسی مجروح راوی سے سنی ہو اُس میں تدلیس کرتا ہے۔ [تعریف اہل التقدیس: ۹۵، ترجمہ: ۸۳]

[۴۶۹] كان لعلي رضی اللہ عنہ أربعة خواتيم يتختم بها: ياقوت لقبله، وفيروزج لبصره، وحديدٌ صيني لقوته، وعقيق لحرزه.

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں جنھیں وہ پہنتے رہتے۔ قوت قلب کے لیے یاقوت کی بینائی کے لیے فیروزہ کی، قوت باہ کے لیے چینی لوہے کی اور اپنی حفاظت و پناہ کے لیے عقیق کی۔"

اس کا ایک راوی سدی ہے جس کا جھوٹا ہونا اظہر من الشمس ہے۔

اس کا ایک راوی ابو جعفر الرازی ہے جس کا پورا نام محمد بن احمد بن سعید ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں: میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ پھر فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور یہ ساری آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۴۵۷]

[۴۷۰] كان لي من رسول الله ﷺ مُدخَلان: مُدخَلٌ بالليل ومُدخلٌ بالنهارِ، فكنتُ إذا أتيته وهو يُصلي يتنحنح لي. [سنن نسائی، کتاب السہو [۱۲] باب التنحنح فی الصلاۃ [۱۷] احادیث: ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، سنن ابن ماجۃ، کتاب الادب [۳۳] باب الاستئذان [۱۷] حدیث: ۳۷۰۸]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے میرے لیے دو وقت مقرر تھے۔ ایک دن اور دوسرا رات کے وقت۔ میں جب اُن کے پاس چلا جاتا اور وہ نماز میں مشغول ہوتے [میں اُنہیں سلام دیتا تو] وہ نماز ہی میں میرے لیے کھنکھارتے۔"

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

– اس کا دارومدار عبداللہ بن نجی پر ہے جو اس کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے براہ راست نقل کرتا ہے حالانکہ اُس کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام ابن معین کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے۔ آگے لکھتے ہیں: یہ حدیث میں قوی نہیں۔ [تہذیب التہذیب ۶: ۵۲]

اس لیے یہ روایت منقطع ہوئی۔

– امام شافعی فرماتے ہیں: مجہول ہے۔ [تہذیب التہذیب ۶: ۵۲]

[۴۷۱] كان النبيﷺ إذا أفطرَ قال:بسم الله،أللهم لك صُمتُ وَعلى رزقك أفطرتُ.

[المعجم الأوسط ۵: ۳۴۴، برقم: ۵۴۹۵؛المعجم الصغير ۲: ۵۲]

’’رسول اللہﷺ جب روزہ اِفطار کرتے تو یہ دعاء پڑھتے: بسم الله،أللهم لك صُمتُ وَعلى رزقك أفطرتُ.‘‘

-اس روایت کا ایک راوی اسماعیل بن عمرو بَجلی ہے، جو ضعیف تھا۔

[میزان الاعتدال ۱: ۲۳۹، ترجمہ: ۹۲۲]

-اس کا ایک اور راوی داود بن زبرقان رقّاشی ہے جو متروک الحدیث تھا۔ امام ازدی نے اسے کذاب کہا ہے۔ [تقریب التہذیب: ۲۳۴، ترجمہ: ۱۷۸۵]

[۴۷۲] كان النبي ﷺ إذاأفطرَقال:صُمتُ لَكَ وَعلى رزقك أفطرتُ فتقبَّل مني إنك أنت السميع العليم. [المعجم الكبير ۱۲: ۱۱۳-۱۱۴، برقم: ۱۷۲۰]

’’رسول اللہﷺ جب روزہ اِفطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے: صُمتُ لَكَ وَعلى رزقك أفطرتُ فتقبَّل مني إنك أنت السميع العليمُ.‘‘

اس کا مرکزی راوی عبدالملک بن ہارون بن عنترۃ عن ابیہ عن جدہ نقل کرتا ہے، جب کہ امام حاکم لکھتے ہیں: یہ اپنے باپ کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

[المدخل الى معرفة الصحيح من السقيم: ۱۸۷، ترجمہ: ۱۳۰؛لسان المیزان ۴: ۷۲، ترجمہ: ۲۱۳]

امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں: کذاب تھا۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں: متروک اور ذاہب الحدیث تھا۔ حافظ ابن حبان کہتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال ۲: ٦٦٦، ترجمہ: ۵۲۵۹]

[۴۷۳] كان النبي من الأنبياء إذا هلكت أمته لحق بمكة فيتعبد فيهاوَمن معه حتى يموتَ فيها،فمات بهانوح،وهود،وصالح،وشعيب،وقبورهم بين زمزم والحجر.

[تاریخ مکۃ ۱: ٦٨]

’’سابقہ انبیا میں سے جن کی امت ہلاک کی جاتی، تو وہ اپنے باقی ماندہ امتیوں کو لے کر مکہ معظّمہ چلے آتے اور وفات تک وہیں عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ سیدنا نوح، سیدنا ہود، سیدنا صالح اور سیدنا شعیب علیہم السلام مکہ معظّمہ میں وفات پا گئے اور اُن کی قبریں چاہِ زمزم اور حجر اسود کے درمیان ہیں۔‘‘

اس روایت کی سند اس طرح ہے: مہدی بن ابی المہدی، از عبدالرحمٰن بن عبداللہ مولی بنی ہاشم، از حماد بن سلمۃ، از عطاء بن سائب، از محمد بن سابط، از نبی اکرم ﷺ۔ [تاریخ مکۃ ۱:۶۸]
اس کے بعض راوی غیر معروف ہیں۔ عطاء بن سائب اِختلاط کا شکار ہو گئے تھے، ان سے حماد بن زید، شعبہ اور سفیان کی روایت چونکہ اِختلاط سے پہلے کے دور کی ہے، اس لیے اُن کی روایت درست مانی جاتی ہے۔ دوسرے رُواۃ کی ان سے روایت قابل استدلال نہیں ہوتی۔

[تہذیب الکمال ۲۰:۹۲]

اس کا آخری راوی محمد بن سابط ہے جو اسے رسول اکرم ﷺ سے براہ راست نقل کرتے ہیں۔ وہ صحابی نہیں۔ تابعی اور تبع تابعی بھی نہیں۔ امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔

[الجرح والتعدیل ۷:۲۸۳، ترجمہ: ۱۵۲۶]

ایسی روایت کا کیا اعتبار؟ اور اس سے یہ استدلال کیسے کہ مساجد میں قبریں بنائی جائیں، یا قبروں کے پاس مساجد تعمیر کی جائیں؟

[۴۷۴] کان ﷺ يأكل بكفه كلها. [الضعفاء الکبیر ۴:۹۰]

''رسول اللہ ﷺ اپنے پورے ہاتھ سے کھانا کھاتے تھے۔''

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا ایک راوی – جو ایک عورت ہے – مجہول ہے۔ اُس کا باپ بھی مجہول ہے جو اس روایت کا راوی ہے۔ [الموضوعات ۳:۳۶]

نیز اس صحیح حدیث کے خلاف ہے: كان رسول الله ﷺ يأكل بثلاث أصابعه ويلعق يده قبل أن يمسحها. [صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ [۳۶] باب استحباب لعق الاصابع [۱۸] حدیث: ۱۳۱- [۲۰۳۲] سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمۃ [۲۱] باب فی المندیل [۵۲] حدیث: ۳۸۴۸]

''رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور ہاتھ کو پانی اور کپڑے سے صاف کرنے سے پہلے چاٹتے۔''

[۴۷۵] کان ﷺ يصلي قبل الجمعة أربعاً وبعدها أربعاً.

[المعجم الأوسط، طبرانی ۳:۹۱، حدیث: ۳۹۵۹]

''رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ سے قبل اور بعد چار چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

یہ روایت منقطع ہے، اسے ابوعبیدہ عامر اپنے والد محترم سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں

حالانکہ ابوعبیدہ کی اپنے والد سے روایت ثابت نہیں۔[تہذیب التہذیب ۵:۶۸، ترجمہ: ۳۲۰۶]
اس کا ایک راوی خصیف بن عبدالرحمٰن الجزری ہے جو اگرچہ صدوق تھا لیکن سیئ الحفظ تھا اور اخیر عمر میں اس کا حافظہ اتنا خراب ہو چکا تھا کہ اختلاط سے دوچار رہوتا تھا۔

[تقریب التہذیب: ۲۲۹، ترجمہ: ۱۷۱۸]

اس کا ایک راوی عتاب بن بشیر ہے جو مختلف فیہ ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: یہ خصیف کی سند سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔[العلل ومعرفة الرجال ۱:۲۴۷]
امام نسائی فرماتے ہیں: حدیث کے معاملے میں کچھ بھی نہیں۔ امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ہمارے ساتھی اسے ضعیف جانتے ہیں۔[میزان الاعتدال ۲:۲۷]
اس کی سند میں سلیمان بن عمرو بھی ہے جس کی توثیق کسی نے نہیں کی ہے۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: طبرانی کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔ اسے عبدالرزاق نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے اور یہی بات درست ہے۔

[فتح الباری ۲:۴۲۶، کتاب الجمعة [۱۱] باب الصلاة بعد الجمعة [۳۹] بذیل حدیث: ۹۳۷]

[۴۷۶] كان ﷺ يصلي قبل الجمعة أربعاً و بعدها أربعاً، يجعل التسليم في آخرهن ركعةً. [المعجم الأوسط، طبرانی ۱:۴۴۰، حدیث: ۱۶۱۷]
''رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ سے قبل اور بعد چار چار رکعت پڑھا کرتے تھے، جن کی آخری رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے تھے۔''
اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن سہمی ہے، جنہیں امام بخاری ضعیف کہتے ہیں۔ امام اثرم فرماتے ہیں: یہ روایت واہی ہے۔[فتح الباری ۲:۴۲۶]
[۴۷۷] كان ﷺ يصلي قبل الجمعة ركعتين وبعدها ركعتين. [تاریخ بغداد ۶:۳۶۵]

''رسول اللہ ﷺ نماز جمعہ سے پہلے اور بعد دو دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی سند میں حسن بن قتیبہ ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: أرجو أنه لا بأس به. [الکامل فی الضعفاء ۲:۱۷۴]
حافظ ذہبی ان کی بات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نہیں بلکہ وہ تو ہالک ہے۔ امام دارقطنی نے اسے متروک الحدیث، امام ابو حاتم نے ضعیف، امام ازدی نے واہی الحدیث اور امام عقیلی نے

اسے کثیر الوہم کہا ہے۔[میزان الاعتدال:۵۱۹]

[۴۷۸] كان النبيﷺ إذا دخل رجب قال:أللّٰهم بارك لنا في رجب و شعبان و بارك لنا في رمضان.

[مسند احمد ا:۲۵۹، عمل الیوم واللیلۃ ابن سنی:۳۱۰، باب:۴۰۴، حدیث ۶۵۹، المعجم الأوسط ۳:۸۵، حدیث:۳۹۳۹، شعب الایمان ۳:۳۷۵، حدیث:۳۸۱۵، حلیۃ الاولیاء ۶:۲۶۹]

''جب ماہ رجب آ جاتا تو رسول اللہﷺ یوں دعا فرماتے:اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان ہمارے لیے باعث برکت بنا دے۔''

اس روایت کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

–اس کا راوی زائدہ بن ابی الرقاد منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۳:۴۳۳، ترجمہ:۱۴۴۵، شعب الایمان ۳:۳۷۵، مجمع الزوائد ۲:۱۶۵]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: زیاد النمیری از سیدنا انسؓ مرفوع و منکر روایات نقل کرتا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کارستانی زائدہ کی ہے یا زیاد کی۔[الجرح والتعدیل ۳:۶۱۳، ترجمہ:۲۷۷۷]

– اس کا ایک راوی زیاد بن عبداللہ النمیری ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث تھا اور امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: اس کی روایت لکھنے کے تو لائق ہے مگر نا قابل احتجاج ہوتی ہے۔[الجرح والتعدیل ۳:۵۳۶، ترجمہ:۲۴۱۹]

حافظ ابن حجر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: موضوع ہے یہ تنبیہ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی اس سے دھوکا میں نہ پڑ جائے۔[تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب:۱۲]

[۴۷۹] كان النبيﷺ يركع قبل الجمعة أربعاً، لا يفصل في شيء منهن.

[سنن ابن ماجۃ، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا[۵] باب ما جاء فی الصلاۃ قبل الجمعۃ[۹۴] حدیث:۱۱۲۹]

''رسول اللہﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعتیں ایک نیت سے پڑھا کرتے تھے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

–اس کا راوی مبشر بن عبید قرشی ابو حفص حمصی کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔امام جوزجانی فرماتے ہیں: میری نظر میں اس کی سب احادیث بواطیل ہیں۔

[احوال الرجال:۱۷۰، ترجمہ:۳۰۳]

–اس کا ایک اور راوی عطیہ بن سعد بن جنادۃ عوفی کو محدثین بالاتفاق ضعیف کہتے ہیں۔

[تہذیب الکمال ۲۰:۱۴۷-۱۴۸]

–اس کا ایک اور راوی حجاج بن ارطاۃ مدلس تھا۔ [تعریف اہل التقدیس: ۱۲۵، ترجمہ: ۱۱۸]

–اس کا ایک اور راوی بقیہ بن ولید بھی مدلس تھا اور بکثرت ضعفاء و مجاہیل سے تدلیس کیا کرتا تھا۔

[تعریف اہل التقدیس: ۱۲۱، ترجمہ: ۱۱۷]

پھر یہ روایت ہے بھی معنعن، جب کہ مدلس کی معنعن روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے اور اس کے مسلسل راوی ضعیف ہیں۔ [مصباح الزجاجۃ ۱:۳۷۷]

حافظ زیلعی فرماتے ہیں: اس کی سند واہی [شدید کمزور] ہے۔ مبشر بن عبید قرشی ابوحفص حمصی کا شمار وَضّاعین میں ہوتا ہے اور حجاج و عطیہ دونوں ضعیف ہیں۔ [نصب الرایۃ ۲:۲۰۶]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کی سند واہی ہے۔ [الدرایۃ ۱:۲۱۷]

مزید ارشاد فرمایا: ابن ماجہ نے کمزور سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ امام نووی نے الخلاصۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ [فتح الباری ۲:۴۲۶]

[۴۸۰] کانت یهود خیبر تقاتل غطفان فکلما التقوا هزمت یهود خیبر فعاذت الیهود بهذاالدعاء: أللهم إنا نسألك بحق محمد النبي الأمي الذي وعدتنا أن تخرجه لنا في آخرالزمان إلّا نصرتنا علیهم، فکانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاءِ فهزموا غطفان ، فلما بعث النبي ﷺ کفروا به فأنزل اللّٰه: وقد کانوا یستفتحون بك یامحمد علی الکافرین.

[المستدرک ۲:۲۶۳، دلائل النبوۃ، بیہقی ۲:۷۶]

''خیبر کے یہود غطفان والوں کے ساتھ لڑا کرتے تھے لیکن ہر بار منہ کی کھاتے۔ ایک دفعہ یہود نے یہ دعا پڑھی: اے اللہ! ہم تم سے بحق محمد نبی امی سوال کرتے ہیں، جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ آخری زمانہ میں اُن کی پیدائش ہوگی اور ہم اُن پر غالب ہوجائیں گے، اس دعا کے پڑھتے ہی غطفان کو شکست ہوگئی، پھر جب رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو انہی لوگوں نے اُن کی نبوت سے انکار کیا، اس پر آیۃ کریمۃ نازل ہوئی۔''

یہ روایت موضوع ہے‘ اس لیے کہ اس کی سند میں عبدالملک بن ہارون بن عنترہ ہے، جس کے بارے میں امام ابن حِبان فرماتے ہیں: واضعین حدیث میں سے تھا۔

[المجروحین۲: ۱۱۵‘ ترجمہ: ۷۲۸]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث‘ کذاب اورذاہب الحدیث ہے۔

[الجرح والتعدیل۵: ۳۷۴]

امام حاکم فرماتے ہیں: اپنے باپ سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔

[المدخل الی الصحیح۱: ۱۸۷‘ ترجمہ: ۱۳۰]

امام ابونُعیم فرماتے ہیں: اپنے باپ سے منکر روایتیں نقل کرتا ہے۔ [لسان المیزان۴: ۷۲]

امام یحییٰ فرماتے ہیں: کذاب [بہت ہی جھوٹا] ہے۔ [التاریخ ۲: ۳۵۰]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: بڑا فریبی اور بہت جھوٹا ہے۔ [احوال الرجال: ۶۸‘ ترجمہ: ۷۷]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: متروک اور ہالک ہے۔ [تلخیص المستدرک۲: ۲۶۳]

[۴۸۱] کانوا یستحبون إذاسوي علی المیت قبره وانصرف الناس عنه أن یقال للمیت عند قبره: یافلان قل: لا إله إلّااللّٰه‘ أشهدأن لاإله إلا اللّٰه ثلاث مرات‘ قل ربي اللّٰه‘ دیني الإسلام‘ ونبیي محمد ﷺ. [بلوغ المرام: ۱۶۱‘ حدیث: ۵۷۰‘ تلخیص الحبیر ۲: ۱۳۶‘ کشف الغمۃ ۱: ۲۱۹]

’’راشد بن سعد تابعی کہتے ہیں: وہ یہ مستحب جانتے تھے کہ جب کوئی مردہ دفن کیا جائے اور لوگ قبر کے پاس سے چلے جائیں تو ایک آدمی مردے کو یوں مخاطب کرے: اے فلاں! لا اله إلّا اللّٰه‘ أشهدأن لاإله إلّااللّٰه‘ ربي اللّٰه‘ دیني الإسلام اور نبیي محمد ﷺ پڑھو۔‘‘

امام محمد بن اسماعیل امیر صنعانی (۱) لکھتے ہیں: إنَّ حدیث التلقین هذا حدیثٌ‘ لایشك أهل المعرفة بالحدیث في وضعه وإنه حدیثٌ ضعیفٌ‘ و یتحصَّلُ من کلام أئمة التحقیق

---

(۱) محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد‘ حسنی‘ کحلانی‘ صنعانی‘ ابوابراہیم‘ عزالدین۔ مجتہد تھے۔ یمن سے تعلق تھا۔ کحلان میں ۱۰۹۹ھ = ۱۶۸۸ء کو پیدا ہوئے۔ صنعاء میں پلے بڑھے۔ اپنے اسلاف کی طرح امیر کہلائے۔ جاہل عوام نے انہیں بڑی تکلیفیں دیں۔ ۱۰۰ کے لگ بھگ کتابیں لکھیں۔ ۱۱۸۲ھ = ۱۷۶۸ء کو صنعاء میں وفات پائی۔ [البدرالطالع ۲: ۱۳۳-۱۳۹‘ ترجمہ: ۴۱۷‘ الاعلام ۶: ۳۸]

أنه حدیث ضعیفٌ، والعمل به بدعةٌ، ولا یغتر بکثرة مَن یفعله.

[سبل السلام ۲: ۳۰۷، بذیل حدیث: ۴۹- [۵۴۶]

''تلقین کی اس حدیث کے موضوع ہونے میں حدیث کا علم و معرفت رکھنے والا کوئی فرد شک نہیں کرتا اور ائمہ تحقیق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت ہے۔ کثرت کے ساتھ اسے کرنے والوں سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے۔''

[۴۸۲] کذب النسابون إن اللّٰہ یقول: لایعلمھم إلَّا اللّٰہ.

[طبقات ابن سعد ۱: ۵۶، تفسیر القرطبی ۹: ۲۹۳، حدیث: ۳۷۵۳، بذیل تفسیر سورۃ ابراہیم ۱۴: ۹]

''رسول اللہ ﷺ نے معد بن عدنان تک اپنے نسب نامے کی تصویب کی اور فرمایا: اس سے آگے نسب بیان کرنے والوں نے غلطی کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قومِ نوح، قوم عاد اور قوم ثمود سے لے کر بعد تک کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کچھ نہیں جانتا۔''

یہ روایت باطل اور جھوٹی ہے، اس کی سند اس طرح ہے: ہشام از محمد بن سائب کلبی از ابوصالح از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

– ہشام بن محمد بن صالح کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے اور ابن عساکر فرماتے ہیں: رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۳۰۴، ترجمہ: ۹۲۳۷]

– محمد بن السائب کلبی کے بارے میں امام بخاری نے امام یحییٰ بن معین اور امام ابن مہدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ متروک تھا اور سفیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ مجھے کلبی نے کہا کہ میں نے ابوصالح کے نام سے جتنی تفسیر تجھے سنائی ہے وہ سراپا جھوٹی ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۵۵۷، ترجمہ: ۷۵۷۴]

[۴۸۳] کفَی بالموت واعظاً، و کفَی بالیقین غِنًی، و کفَی بالعبادۃِ شُغُلاً.

[مسند شہاب قضاعی ۲: ۳۰۳، ترجمہ: ۸۶۲، حدیث: ۱۴۱۰، شعب الایمان ۷: ۳۵۳، احیاء علوم الدین ۴: ۶۵، ۴۵۰]

''موت مکمل طور پر نصیحت آموز ہے۔ یقین پوری مالداری اور عبادت پورا شغل ہے۔''

اس کی سند شدید کمزور ہے اس لیے کہ اس کا راوی ربیع بن بدر متروک الحدیث ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۱: ۲۲۷]

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن اس کی سند میں ربیع بن بدر متروک راوی ہے۔ [مجمع الزوائد ۱۰: ۳۰۸]

امام احمد نے ایک مجہول راوی کے حوالہ سے اسے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔

[الزہد: ۲۱۹]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں بلکہ فضیل بن عیاض کا قول ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۶۵، ۴۵۰]

[۴۸۴] كَلِّمِ المجذومَ وبينك وبينه قيد رمحٍ أو رمحين. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۰۴]

"جب تم کسی کوڑھی سے بات کرو تو اپنے اور اُس کے درمیان ایک سے دو تیر کے برابر فاصلہ رکھو۔" [طب نبوی اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی ۱: ۲۱]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اسے حافظ ابو نعیم نے طب میں نقل کیا ہے مگر اس کی سند شدید کمزور ہے۔ [فتح الباری ۱۰: ۱۵۹]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کا راوی حسن بن عمارۃ کثیر الوہم والخطا تھے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۱۱۵]

[۴۸۵] كلامي لاينسخ كلام الله، وكلام الله ينسخ كلامي، وكلام الله ينسخ بعضه بعضاً. [سنن الدارقطنی ۴: ۱۴۵]

"میرا کلام، کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور ایک کلام الٰہی دوسرے کلام الٰہی کو منسوخ کرتا ہے۔"

اس کا راوی جبرون بن واقد افریقی ہے۔ حافظ ابن عدی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اُس کی دو روایات نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ دونوں موضوع ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۴۴۳، میزان الاعتدال ۱: ۳۸۸، لسان المیزان ۲: ۹۴، التعلیق المغنی ۴: ۱۴۵]

جن میں سے ایک یہی زیر بحث روایت بھی ہے۔

[۴۸۶] كلُّ بدعةٍ ضلالةٌ إلّا بدعةٌ في العبادة. [الفردوس حدیث:۴۷۷۱]

''ہر بدعت گمراہی ہے لیکن عبادت میں بدعت گمراہی نہیں۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس کا ایک راوی کذاب اور دوسرا مُتَّہَم ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ:۲۶۸، المصنوع:۱۶]

استاذ عبد الفتاح ابوغدۃ لکھتے ہیں: اس کے کذاب راوی کا نام الہیثم بن عدی الطائی المنبجی الکوفی ہے جس کا ترجمہ میزان الاعتدال [۳:۳۲۴-۳۲۵ ترجمہ:۹۳۱۱] میں ہے، جب کہ مُتَّہَم راوی کا نام ابوبکر محمد بن الحسن البغدادی النقاش المقرئ المفسر ہے جس کا ترجمہ بھی میزان الاعتدال [۳:۵۱۶، ترجمہ:۷۳۹۰] میں ہے۔ [حاشیۃ المصنوع:۱۳۶]

[۴۸۷] كم تعبد؟ قال: سبعةٌ، سِتًّا في الأرض وواحداً في السماء.

[سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] بابٌ [۷۰] حدیث:۳۴۸۳]

''سیدنا حصین رضی اللہ عنہ (۱) نے جب اسلام قبول کیا تو نبی ﷺ نے اُن سے سوال کیا کہ تم کتنے آلہہ کی عبادت کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: سات کی، جن میں سے چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں۔''

امام ترمذی لکھتے ہیں: یہ غریب حدیث ہے۔ [سنن ترمذی ۵:۴۸۶] اس کی وجہ یہ ہے کہ:

- اس کا راوی شبیب بن شیبہ قوی راوی نہیں، یہ راوی جس روایت میں منفرد ہو، وہ ناقابل استدلال ہوتی ہے۔ [المجروحین ۱:۳۶۱، ترجمہ:۴۷۵]
- اس کا راوی حسن بصری ہیں جو ثقہ اور جلالت شان کے باوصف مدلس تھے۔

[تعریف اہل التقدیس:۵۶، ترجمہ:۴۰]

- اور امام ابن المدینی، امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام ابن معین کی تصریح کے مطابق اُن کی سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ [تہذیب التہذیب ۲:۲۴۶]

جب کہ وہ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہی کی سند سے اس کی روایت کرتے ہیں۔

---

(۱) حصین بن عبید بن خلف بن عبد نُہم بن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حُبشیہ بن کعب بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ۔ [اسد الغابۃ ۱:۵۲۴، ترجمہ:۱۱۸۵]

[۴۸۸] کماأناخاتم النبیین کذلك علي وذریته یختمون الأوصیاء إلی یوم القیامة.

''جیسا میں خاتم الانبیاء ہوں اسی طرح علی [رضی اللہ عنہ] قیامت تک خاتم الاوصیاء ہیں۔''

اس روایت کے متعلق امام جورقانی لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے، میں نہیں جانتا کہ اسے سوائے حسین بن محمد العلوی کے کسی اور نے نقل کی ہو جو منکر الحدیث اور رفض کی طرف مائل تھا۔

[الاباطیل والمناکیر ا:۲۸۰]

حافظ ابن الجوزی بھی اسے موضوع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ راوی رافضی تھا۔ نیز اس کا ایک راوی ابراہیم بن عبداللہ بن خالد مصیصی ہے جس کے متعلق امام ابن حبان [المجروحین ا:۱۱۵، ترجمہ:۳۱ میں] فرماتے ہیں: احادیث کی چوری کر کے اس کے لیے سند بناتا ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات سناتا ہے جن سے وہ بے خبر ہوتے ہیں۔ [الموضوعات ا:۳۷۷]

[۴۸۹] کنتُ کنزاًمخفیاًلاأعرف، فأحببت أن أعرف، فخلقتُ الخلقَ لیعرفوني.

[فصوص الحکم ا:۶-۷ (۱)، رسائل اخوان الصفا ۳:۳۵۶]

---

(۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ومِن أردأِ توالیفه کتاب الفصوص، فإن کان لا کفرفیه، فمافي الدنیا کفرٌ.

[سیر اعلام النبلاء ۲۳:۴۸]

''اور ابن عربی کی کتابوں میں سب سے بری کتاب ''فصوص الحکم'' ہے۔ اگر اس میں مندرجہ اشیاء کفر نہیں تو پھر دنیا میں کہیں بھی کفر موجود نہیں۔''

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے حوالہ سے لکھتے ہیں: شیخ سوءٍ، کذابٌ، یقول بِقِدَمِ العالَم، ولایحرِّمُ فرجاً. [سیر اعلام النبلاء ۲۳:۴۹]

''شیخ ہیں۔ برے ہیں۔ کذاب ہیں۔ عالم کو قدیم کہتے ہیں اور کسی عورت کو حرام نہیں مانتا۔''

آگے جا کر لکھتے ہیں: قلتُ: إن کان محیی الدین رجع عن مقالاته تلك قبل الموت فقد فازَ، وماذلك علی الله بعزیز ......ولاریب أنَّ کثیراً من عباراته له تأویل إلّا کتابَ الفصوص.

[سیر اعلام النبلاء ۲۳:۴۹]

''میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: اگر مرنے سے پہلے محی الدین ابن عربی نے اپنی ان باتوں سے توبہ کر کے رجوع کر لیا ہے، تو یقیناً فوز و فلاح کا راستہ یہی ہے اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل بھی نہیں [کہ مرنے سے پہلے کسی کو توبہ کرنے کی توفیق سے نوازے] بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اُن کے ہر کلام میں تاویل کی جا سکتی ہے صرف فصوص الحکم ایسی کتاب ہے جس کی تاویل ممکن نہیں۔''

''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔کوئی مجھے نہیں پہچانتا تھا۔میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں' اسی مقصد کے لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔''

[کائنات قرآن اور سائنس:۴۴' ڈاکٹر دلدار احمد قادری]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں۔اس کی نہ تو کوئی صحیح سند موجود ہے اور نہ ضعیف سند۔[مجموع الفتاوی ۱۸:۶۲' درء تعارض العقل والنقل ۸:۵۰۷-۵۰۸' تحقیق: ڈاکٹر محمد رشاد سالم]

امام زرکشی' حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی نے بھی یہی بات کی ہے۔

[التذکرۃ:۸۹' حدیث:۱۱۳' المقاصد الحسنۃ:۵۲۱' المصنوع:۱۴۱' حدیث:۲۳۲]

سید آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: شیخ اکبر نے فتوحات کے باب ۱۹۸ میں اسے نقل کیا ہے لیکن حافظ ابن تیمیہ اور اُن کے علاوہ دوسرے حفاظ حدیث اُن کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ قطعاً نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی نہیں ہے اور اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند معروف نہیں یہی بات امام زرکشی اور حافظ ابن حجر نے بھی کی ہے۔صوفیا بھی روایۃً اِس کے ثبوت کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ اسے کشف کے ذریعے ثابت حقیقت بتاتے ہیں اور:

وَالتَّصحِيحُ الكَشْفِيُّ سُنُشَنَةٌ لَّهُمْ. [روح المعانی ۲۷-۲۸:۳۲' تفسیر سورۃ الذاریات ۵۱:۵۶]

''کشف کے ذریعے حدیث کی تصحیح اُن ہی کی عادت ہے۔''

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔[الدرر المنتشرۃ:۱۶۳' حدیث:۳۳۰]

علامہ حوت بیروتی [تلمیذ علامہ شامی حنفی] فرماتے ہیں: بعض صوفی تساہل وتجاہل سے اسے احادیث قدسیہ میں سے سمجھتے ہیں۔[اسنی المطالب:۱۶۵]

[۴۹۰] كنتُ نبياً وآدم علیہ السلام بين الماء والطين.

''میں اُس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی بیچ پانی اور مٹی کے تھے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یہ باطل اور جھوٹ ہے۔صحیح حدیث میں منقول الفاظ بھی اس کے خلاف ہیں' جیسا کہ سنن ترمذی [حدیث:۳۶۰۹] میں ہے: كنتُ نبياً وآدم بين الروح والجسد.

[مجموع الفتاوی ۱۸:۱۷۳]

امام زرکشی' حافظ سیوطی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت بالکل بے اصل ہے۔

[التذکرۃ:۱۲۴' حدیث:۱۶۲' الدرر المنتشرۃ:۱۶۳' حدیث:۳۳۱' المصنوع:۱۴۲' حدیث:۲۳۳]

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: منقولہ روایت ان الفاظ میں ہمیں بالکل نہیں ملی۔[المقاصد الحسنۃ:۵۲۱]
علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[تذکرۃ الموضوعات:۸۶]

[۴۹۱] کن مؤذناً أو إماماً أو بإزاء الإمام.

[التاریخ الکبیر ۱:۳۷، المعجم الأوسط ۵:۳۹۸، حدیث:۷۷۳۷]

''مؤذن بن جاؤ، یا امام، یا امام کے برابر کھڑے ہو جاؤ۔''

امام بخاری فرماتے ہیں: اس کا راوی محمد بن اسماعیل ضبی منکر الحدیث ہے۔[التاریخ الکبیر ۱:۳۷]
حافظ ابن عدی، امام عقیلی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس پر صاد ہے۔

[الکامل فی الضعفاء ۷:۲۸۲، الضعفاء الکبیر ۴:۲۱-۲۲، میزان الاعتدال ۳:۴۸۱، لسان المیزان ۵:۷۷]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: مجہول ہے۔[الجرح والتعدیل ۷:۱۸۹، ترجمہ:۱۰۷۴]

[۴۹۲] كُنَّا مع رسول الله ﷺ بتبوك، فطلعت الشمس بضياء ولها نورٌ وشعاع، لم أرها طلعت فيما مَضَى فأتى جبريل علیہ السلام رسولَ الله ﷺ: فقال: يا جبريل، مالي أرى الشمس اليومَ طلعت بيضاء و نورٌ، وشعاعٌ لم أرها طلعت فيما مضى؟ فقال: ذلك أن معاوية الليثي مات بالمدينة اليوم، فبعث الله إليه سبعين ألف مَلَكٍ يصلون عليه، قال: و فيم ذلك؟ قال: بكثرة قراءته قل هو الله أحد بالليل والنهار، وفي ممشاه وفي قيامه وقعوده، فهل لك يا رسول الله أن أقبض لك الأرض فتصلي عليه؟ قال: نعم فصلى عليه ثم رجع. [السنن الکبریٰ ۴:۵۰، ۵۱، البدایۃ والنہایۃ ۵:۱۷]

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم تبوک میں تھے، تو سورج نہایت چمکتا دمکتا نمودار ہوا۔ اچانک جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے سورج کی چمک دمک کے بارے میں پوچھا، اس پر انہوں نے جواب دیا کہ آج معاویہ لیثی مدینہ منورہ میں وفات پا گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کا جنازہ پڑھنے کے لیے ستر ہزار ملائک بھیجے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: معاویہ بن معاویہ سورۃ الاخلاص کی تلاوت کثرت سے کیا کرتے تھے۔ وہ صبح و شام، اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے اس کو پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ کے رسول! میں آپ کے لیے زمین سمیٹ لیتا ہوں، تاکہ آپ ان کا جنازہ پڑھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھ لیا پھر تبوک سے واپس لوٹ آئے۔''

یہ روایت دو اَسناد سے مروی ہے اور دونوں اسناد کے ساتھ نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ:
– اس کی ایک سند میں العلاء بن زید ہے جو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام لے کر منکر روایات نقل کرتا ہے۔[السنن الکبری۴:۵۰]
امام ابوحاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث اور متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۶:۳۵۵]
امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔[التاریخ الکبیر۶:۵۲۰]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے نام سے ایک موضوع نسخہ کو نقل کرتا ہے۔
[المجروحین۲:۱۷۱، ترجمہ:۸۰۹]
– اس کی دوسری سند میں محبوب بن ہلال ہے، جو حسب تصریح حافظ ذہبی مجہول ہے اور اس کی حدیث منکر ہوتی ہے۔[میزان الاعتدال۳:۴۴۲]
حافظ ابن قیم نے حافظ ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے: اگر کوئی مؤمن غیر مسلموں کے درمیان وفات پا جائے اور کوئی مسلمان اُس کا جنازہ نہ پڑھے تو اُس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا چاہیے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کا غائبانہ جنازہ پڑھ لیا تھا کیونکہ وہ کفار کے درمیان وفات پا گئے تھے اور کسی نے اُن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی اور اگر کوئی ایسی جگہ مر جائے جہاں دوسرے لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی ہو تو اُس کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ ایک بار جنازہ پڑھنے سے فرض کفایہ ساقط ہو گیا ہے۔[زاد المعاد۱:۵۲۰]
[۴۹۳] كنا مع النبي ﷺ فسمع صوت غناءٍ فقال: انظروا ما هذا؟ فصعدت فنظرتُ فإذا معاوية وعمرو بن العاص يتغنيان فجئت فأخبرته، فقال: أللهم أركسهما ركساً و دعهما في النار دعًّا. [المعجم الكبير ۱۱:۳۲، سیر أعلام النبلاء۲:۱۳۲، ۶:۳۱۳]
''ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے گانا گانے کی آواز سنی تو فرمایا: دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ ابو برزة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اوپر چڑھا تو دیکھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں گانا گاتے ہیں۔ واپس آ کر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی جس پر آپ ﷺ نے یوں بددعا کی: اے اللہ ان دونوں کو فتنہ میں مبتلا کر، انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں داخل کر۔''
طبرانی کی سند میں عیسیٰ بن سودة بن جعد نخعی ہے جو امام ابن ابی حاتم کی تصریح کے مطابق منکر الحدیث اور امام بن معین کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔[الجرح والتعدیل۶:۲۷۷، میزان الاعتدال

۳۱۲:۳]

حافظ ذہبی کی پیش کردہ روایت میں یزید بن ابی زیاد کوفی ہے جو ثقہ نہیں تھا بلکہ صاحبِ مناکیر تھا۔ حافظ ذہبی نے پیش نظر روایت اس کی مناکیر کے نمونے کے طور پر پیش کی ہے۔

[سیر أعلام النبلاء ۳:۱۳۲،۲ ۱۳۱:۶، میزان الاعتدال ۴:۴۲۳]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں اس لیے کہ یزید بن ابی زیاد آخری عمر میں لقمہ لیا کرتے تھے۔[الموضوعات ۲:۲۸]

[۴۹۴]الکلمة الحکمة ضالّة المؤمن فحیث وجدها فھو أحق بھا.

[سنن ترمذی، کتاب العلم[۴۲] باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ[۱۹] حدیث:۲۶۸۷، سنن ابن ماجۃ کتاب الزہد[۳۷] باب الحکمۃ[۱۵] حدیث:۴۱۶۹]

''حکمت مؤمن کی متاع گم گشتہ ہے۔ جہاں ملے وہ دوسروں کے مقابلے میں اسے لینے کا زیادہ حق دار ہے۔''

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ روایت غریب ہے، اس کا راوی ابراہیم بن فضل مدنی مخزومی حدیث کے معاملے میں ضعیف جانا جاتا ہے کیونکہ اس کا حافظہ کچھ اچھا نہیں تھا۔

[سنن ترمذی ۵:۴۹]

حافظ ذہبی بھی اس راوی کو ضعیف بتاتے ہیں۔[الکاشف ۱:۸۹، ترجمہ:۱۸۴]

امام احمد فرماتے ہیں: حدیث کے معاملے میں قوی نہیں تھا۔ ضعیف الحدیث تھا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ۲:۴۰۰، نص:۲۷۸۸]

امام بخاری اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔[التاریخ الکبیر ۱:۳۱۱، ترجمہ:۹۸۹]

جب کہ امام نسائی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: متروک تھا۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴، تقریب التہذیب:۱۳۱، ترجمہ:۲۲۸]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ھو مِن کلام بعض السلف.[الاسرار المرفوعۃ:۲۷۸]

''یہ سلف میں سے کسی کا قول ہے۔''

معلوم ہوا کہ یہ روایت مرفوعاً صحیح نہیں۔

حرف اللام

[۴۹۵] لَأعرِفَنَّ ما صُلِّيَتُ على جنازةٍ في المسجد . [مصنف عبدالرزاق ۳:۵۲۷،رقم:۶۵۸۰]

''[کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں:]''میں خوب جانتا ہوں کہ [عہد نبوی میں] کسی بھی جنازہ پر نماز مسجد میں نہیں پڑھی گئی۔[نماز اہل السنۃ والجماعۃ:۱۵۷،متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن]

گھمن صاحب بزعم خویش اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھا جائے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ:

– اس روایت کو امام ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

لا أعرفن،ما صَلَّيتُ على جنازةٍ في المسجد.[مصنف ابن ابی شیبہ ۷:۴۲۷،حدیث:۱۲۰۹۹]

''مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کتنی بار نماز جنازہ مسجد میں پڑھا۔''

–اسی مصنف عبدالرزاق میں اس روایت سے ایک روایت پہلے یہ بھی موجود ہے کہ:

عن عائشةأنهاأمرت أن يمرَّعليهابجنازة سعدبن مالك في المسجدحين مات لتدعو فأنكرذلك الناس، فقالت عائشة ما أسرع نسي الناس، ما صلى رسول الله ﷺ على سهيل بن بيضاء إلَّا في المسجد.[مصنف عبدالرزاق ۳:۵۲۶-۵۲۷،حدیث:۶۵۷۸]

''جب سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اُن کی لاش مسجد[نبوی]لائی جائے تاکہ وہ بھی دعا[جنازہ] پڑھیں،لوگوں کو یہ بات عجیب لگی تو سیدہ نے فرمایا: لوگ بہت جلد بھولنے والے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے سہل بن بیضاء[رضی اللہ عنہ (۲)] کا نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھا تھا۔''

---

(۱) کثیر بن عباس بن عبدالمطلب،قرشی،ہاشمی،ابوتمام،مدنی۔نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔تمام کے شقیق ہیں۔اُن کی والدہ ام ولد تھیں۔نبی اکرم ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ثقہ تابعی تھے۔کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ عبدالملک بن مروان کے عہد میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[الثقات،ابن حبان ۵:۳۲۹]

(۲) سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ،بیضاء اُن کی والدہ تھیں۔اُن کے والد کا نام وہب بن ربیعہ بن عمرو بن عامر بن ربیعہ......

–رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ (۱) کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھایا تھا۔

[موطا امام مالک ۱:۲۲۹‘ کتاب الجنائز [۱۶] باب الصلاۃ علی الجنائز فی المسجد [۸] حدیث:۲۲]

–سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ (۲) نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھایا تھا۔[الاستذکار ۳:۴۷]

[۴۹۶] لِدُوا للموت وابنُوا لِلْخَراب. [شعب الایمان ۷:۳۹۶‘ احادیث:۱۰۷۳۰‘ ۱۰۷۳۱]

''اولاد مرنے کے لیے جنو اور آبادیاں خراب ہو جانے کے لیے تعمیر کرو۔''

اس کی سند میں موسی بن عبیدہ اور محمد بن ثابت دونوں ضعیف راوی ہیں جب کہ ابو حکیم مجہول ہے۔

[المقاصد الحسنۃ:۵۲۹‘ الاسرار المرفوعۃ ۲۷۲]

اس روایت کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: زبان زد عوام ہے لیکن اس کی کوئی اصل نہیں۔

[المقاصد الحسنۃ:۵۲۹‘ الاسرار المرفوعۃ ۲۷۲]

دراصل یہ مشہور شاعر ابو العتاہیہ کے نظم کا ایک شعر ہے، جس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

لِدوا للموت وابنوا للخراب فكلكم يصير إلى ذهاب

لمن نبني و نحن إلى التراب نصير كما خلقنا مِن تراب

...... ابن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی فہری۔ بیضاء کا نام دَعد بنت جحدم بن امیہ بن ضبہ بن حارث بن فہر ہے۔ انہوں نے مکہ معظّمہ میں اپنے اسلام کا اِظہار کیا تھا اور یہ اُن لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے مسلمانوں سے بائی کاٹ پر مشتمل صحیفہ پھاڑ ڈالا تھا۔

[اسد الغابۃ ۲:۳۵۲‘ ترجمہ:۲۲۸۴]

(۱) سیدنا سہل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کا جنازہ رسول اکرم ﷺ نے مسجد میں پڑھایا تھا۔[اسد الغابۃ ۲:۳۵۲‘ ترجمہ:۲۲۸۴]

(۲) صہیب بن سنان بن مالک رضی اللہ عنہ‘ بنو نمر بن قاسط سے ہیں۔ جلیل القدر صحابی اور سابقون اولون میں سے ہیں۔ اُن کی قوم کی رہائش فرات کے ساحلی شہر موصل میں تھی۔ ۳۲ قبل ہجری = ۵۹۲ء کو موصل میں پیدا ہوئے۔ رومیوں نے انہیں بچپن میں غلام بنایا۔ آپ اُن کے درمیان رہنے لگے۔ زبان میں لکنت کا شکار ہوئے۔ بنو کلب کے ایک شخص نے انہیں خرید کر مکہ معظّمہ میں عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کیا جس نے اُنہیں بعد میں آزاد کیا۔ مدینہ منورہ میں ۳۸ھ = ۶۵۹ء کو وفات پائی۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۴۴۶‘ الاعلام ۳:۲۱۰]

وموعد كل ذي عمل و سعي بما أسدَى غداً دار الثواب
تقلدتُّ العظامَ من الخطايا كأني قد أمنت من العقاب
ومهما دُمتُ في الدنيا حريصاً فإني لا أُوَفَّقُ للصواب
سأُسأَلُ عن أمور كنت فيها فما عذري هناك وما جوابي
هما أمرانِ يوضح عنهما لي كتابي حين أنظُر في كتابي
فإمَّا أن أخلد في نعيم وإمَّا أن أُخُلَدَ في عذابي

[دیوان ابی العتاہیۃ:۳۳]

''اولاد، مرنے کے لیے جنو اور آبادیاں خراب ہو جانے کے لیے تعمیر کرو۔ ہم یہ آبادیاں کس کے لیے تعمیر کرتے ہیں؟ ہم جیسے مٹی سے پیدا کیے گئے تھے بالکل اُسی طرح مٹی میں دوبارہ لوٹائے جائیں گے۔ ہر باعمل کو کل دارالثواب میں اُس کے کیے دھرے کا اجر ملے گا۔ میری ہڈیاں برائیاں کرنے کے لیے بہت بے تاب ہیں گویا کہ مجھے امن کا سرٹیفیکیٹ مل چکا ہے۔ اگر میں دنیا کا اتنا حریص رہا تو پھر تو مجھے ٹھیک اور درست عمل کی توفیق نہیں ملے گی۔ کل مجھ سے میرے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا تو وہاں میرا عذرِ لنگ اور جواب کیا ہوگا۔ بس دو ہی چیزیں ہیں جن میں سے ایک مجھے ضرور ملنے والی ہے: میرے عمل کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ کی جنت یا ابدی جہنم۔''

[۴۹۷] لعن الله زائرات القبور والمتخذين عليهاالمساجد والسُّرُج.

[سنن ابی داوٗد' کتاب الجنائز[۱۵] باب فی زیارۃ النساءِ القبور[۸۲] حدیث:۳۲۳۶]

''اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور اُن پر چراغ روشن کرنے والوں پر لعنت کی ہے۔'' [راہِ سنت:۱۹۲]

یہ روایت زبان زد ہونے کے باوجود ضعیف الاسناد ہے اس لیے کہ اسے ابوصالح باذام، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نام سے نقل کرتا ہے۔ جب کہ باذام جمہور کے نزدیک ضعیف اور امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام ابن مہدی کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔ [المجروحین ا:۲۱۰' ترجمہ:۱۲۸]

[۴۹۸] لقدنزلت آية الرجم ورضاعة الكبيرعشراًولقد كان في صحيفةٍ تحت سريري فلما مات رسول الله ﷺ وتشاغلنا بموته دخل داجن فاكلها. [مسند احمد ۶:۲۶۹' سنن

ابن ماجۃ' کتاب النکاح[۹] باب رضاع الکبیر[۳٦] حدیث:۱۹۴۴]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رجم کرنے اور بالغ آدمی کی رضاعت سے متعلق جو آیات نازل ہوئی تھیں وہ ایک صحیفہ میں لکھی ہوئی میری چارپائی کے نیچے رکھی تھیں پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور ہم لوگ ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گئے تو ایک پالتو بکری اندر آ کر وہ آیات کھا گئی۔''

یہ روایت آیت کریمہ: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[سورۃ الحجر ۹:۱۵] کے بالکل معارِض ہے اس لیے نادرست ہے۔

اس کے راوی محمد بن اسحاق ہیں، جن کو اگرچہ بعض ناقدین فن نے ثقہ کہا ہے لیکن یہ اکثر نقاد محدثین کے نزدیک ناپسندیدہ شخص تھے یہاں تک کہ امام ہشام بن عروۃ نے اُن کی تکذیب کی ہے۔ امام یحییٰ بن سعید نے فرمایا ہے: میں نے اللہ کے لیے اُن سے روایت لینا ترک کر دیا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۲۵٦]

امام جوزجانی لکھتے ہیں: لوگ اس کی روایات پر فریفتہ ہیں حالانکہ یہ کئی قسم کے بدعات سے بدنام تھا۔[احوال الرجال:۱۳۲ ترجمہ:۲۳۰]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: قابل احتجاج و استدلال تو نہیں البتہ اس کی روایت شاہد و اعتبار کے طور پر لکھی جا سکتی ہے۔[سوالات البرقانی:۵۸' ترجمہ:۴۲۲]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: سیرت کے بارے میں تو ان کی روایت قابل تسلیم ہے لیکن احادیث احکام میں ان کی روایت صحت کے اعلیٰ درجہ سے گر کر حسن درجہ کی ہوتی ہے، البتہ جس روایت میں اِنفراد و شذوذ کا شکار ہو جائیں' وہ روایت منکر ہوتی ہے۔[سیر اَعلام النبلاء ۷:۴۱]

امام سرخسی [۱] اس روایت کے بارے میں لکھے ہیں کہ:

---

(۱) محمد بن احمد بن سہل ابوبکر' شمس الائمۃ' قاضی اور حنفی فقیہ و مجتہد تھے۔ سرخس[خراسان] سے تعلق تھا۔ المبسوط اُن کی نہایت قیمتی تصنیف ہے' جسے اوزجند[فرغانہ] کے جیل میں تہہ خانہ میں اَسارت کی حالت میں اِملا کروایا۔ خاقان کو نصیحت کرنے کی پاداش میں جیل کی ہوا کھانی پڑی تھی۔ رہائی کے بعد فرغانہ میں رہائش اختیار کی جہاں ۴۸۳ھ=۱۰۹۰ء کو وفات پائی۔[المنتظم ۹:۵۲' الاعلام ۵:۳۱۵]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کردہ یہ حدیث صحت کے قریب تک نہیں پہنچتی اور عقل سلیم بھی اس کو تسلیم نہیں کرتی کیونکہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم اچھی طرح حفظ تھا۔ وہ رات دن قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ فرض نمازوں اور نوافل کے علاوہ اٹھتے بیٹھتے ہمہ وقت قرآن کریم کی تلاوت میں رطب اللسان رہتے۔ ان سے قرآن مجید کا کوئی ایک حرف بھی چھپا ہوا نہیں تھا اس لیے قرآن مجید کا وہ حصہ جو بقول راوی کے بکری کھا گئی تھی، اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سن کر دوبارہ صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جا سکتا تھا۔ نیز متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کی باقاعدہ کتابت بھی فرمایا کرتے تھے، اس لیے یہ آیات قرآن مجید میں ہوتیں تو وہ بھی اپنے صحائف میں ان آیات کریمہ کو ضرور قلم بند فرماتے اور بکری کے کھا جانے سے کوئی نقصان نہ ہوتا کیونکہ اگر واقعۃً کوئی ایک صحیفہ بکری کھا جاتی، یا کسی اور طریقہ سے تلف بھی ہو جاتا تو دوسرے صحائف سے دیکھ کر ان آیات کی کتابت دوبارہ کی جا سکتی تھی، اس لیے یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایت بالکل بے سروپا ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔'' [اصول السرخسی ۲:۷۹-۸۰]

مفسر قرطبی، مفسر نسفی اور سید آلوسی فرماتے ہیں: یہ بات بے دین ملحدوں اور رافضیوں کی تصنیف کردہ ہے۔

[تفسیر قرطبی ۱۴:۱۰۳، مدارک التنزیل ۴:۱۵۱، روح المعانی ۲۱-۲۲:۱۹۱، بذیل تفسیر سورۃ الاحزاب ۳۳:۱]

[۴۹۹] لقیت رسول اللہ ﷺ فقلت: تقبل اللہ منا ومنك، قال: نعم، تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا ومنك.

[السنن الکبریٰ ۳:۳۱۹، فتح الباری ۳:۳۱۹]

''[سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ [1] فرماتے ہیں] میں عید کے روز رسول اللہ ﷺ سے ملا اور انہیں تَقَبَّلَ اللّٰہ مِنَّا وَمِنْكَ کہا یعنی ''اللہ ہم سے اور آپ سے اعمال صالحہ قبول فرمالے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) واثلہ بن اسقع بن عبدالعزیٰ بن عبد یالیل، لیثی، کنانی رضی اللہ عنہ، ۲۲ قبل ہجری = ۶۰۱ء کو مدینہ منورہ کے اطراف میں ایک بستی میں پیدا ہوئے۔ اہل صفہ میں سے ہیں۔ ایک دن مدینہ منورہ اُس وقت تشریف لائے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اُن کے ساتھ نماز پڑھی اور اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ اُن دنوں غزوۂ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے۔ انہوں نے بھی شرکت کی۔ فتح دمشق میں شریک رہے اور دمشق کے نواحی گاؤں بلاط میں رہائش اختیار کی جہاں ۸۳ھ = ۷۰۲ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ ۴:۶۸۴، ترجمہ: ۵۴۳۱، الاعلام ۸:۱۰۷]

ہاں! پھر آپ نے بھی تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْكَ سے دعاء فرمائی۔"

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی محمد بن ابراہیم بن العلاء شامی دمشقی ہے، جو شامیین پر احادیث وضع کرتا تھا۔
[المجروحین ۲:۳۱۸، ترجمہ:۱۰۰۳]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[میزان الاعتدال ۳:۴۴۶]

امام ابن حبان نے زیر بحث روایت کو اُس کے وضعی روایات کے نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔
[المجروحین ۲:۳۱۹]

-اس کا ایک راوی بقیۃ بن ولید ہے جس کے بارے میں محدثین کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اُس کی روایات ناصاف ہوتی ہیں لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔[الجرح والتعدیل ۲:۴۳۵]

-یہ روایت معنعن ہے اور اس کا راوی بقیۃ بن ولید مدلس ہے جو کثرت کے ساتھ ضعفا اور مجاہیل سے تدلیس کرتا ہے۔[تعریف اہل التقدیس:۱۲۱]

عید کی مبارَک بادی کے بارے میں علامہ حلبی حنفی (۱) نے لکھا ہے: واختُلِف في قول الرجل لغيره يوم العيد: تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ، رُوي عن أبي أمامة الباهلي و واثلة بن الأسقع رضي الله عنهما أنهما كانا يقولان ذلك. قال ابن حنبل: إسنادُ حديث أبي أمامة رضی اللہ عنہ جيدٌ، وروي مثله عن ليث بن سعد، وقال أحمد بن حنبل لابأس به، وذُكرهذه المسئلة في القنية واختلاف العلماء فيهاو لم يذكرالكراهة عن أصحابنا، وعن مالك أنه كرههٗ وقال: هومن فعل الأعاجم، و عن الأوزاعي: أنه بدعةٌ، والأظهرأنه لابأس به (۲).
[کبیری شرح منیۃ المصلی:۵۷۳]

---

(۱) ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی، حنفی فقیہ ہیں، حلب سے تعلق تھا۔ حلب اور مصر میں حصول علم کیا۔ قسطنطنیہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور وہیں ۹۵۶ھ = ۱۵۴۹ء کو ۹۰ سال سے زیادہ کی عمر میں وفات پائی۔
[کشف الظنون ۲:۱۸۱۴، الاعلام ۱:۶۶]

(۲) علمائے اَحناف کے نزدیک لَابَأْسَ بِهٖ عمومی طور پر کراہت کی دلیل مانی جاتی ہے، لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ بسا اوقات اس کا استعمال مستحب کاموں کے لیے کیا جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ:
كلمة لابأس قدتستعملُ في المندوب كمافي البحر. [ردالمحتار ۱:۶۲۱، کتاب الصلاۃ، باب العیدین]

''تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکَ کے بارے میں اختلاف ہے' سیدنا ابواُمامہ باہلی اور سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں عید کی مبارَک بادی ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند جید [کھری] ہے، اسی طرح لیث بن سعد بھی فرماتے ہیں امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ عید کی مبارَک بادی دینے میں کوئی حرج نہیں۔ قنیہ میں یہ مسئلہ اور اس میں اختلاف کی ساری بحث موجود ہے لیکن اُنہوں نے ائمہ احناف سے اس کے بارے میں کراہت کی کوئی بات نہیں لکھی۔ امام مالک (۱) سے منسوب ہے کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے اور اسے عجمیوں کا کام کہتے ہے۔ امام اَوزاعی اسے بدعت کہتے ہیں' مگر سب سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عید مبارَک کہنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اس میں اثر [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول وفعل] موجود ہے۔''

علامہ ابن الترکمانی نے محمد بن زیاد کے حوالے سے لکھا ہے کہ: كنتُ مع أبي أمامة الباهلي رضی اللہ عنہ وغيره من أصحاب النبي ﷺ فكانوا إذا رجعوا يقول بعضهم لبعض: تقبل اللّٰه مِنَّا ومنك. قال أحمد بن حنبل: إسنادهٗ إسنادٌ جيد. [الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ' بیہقی ۳:۳۲۰]

''میں سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحابِ نبی ﷺ کے ساتھ تھا' جب وہ نماز عید پڑھ کر واپس آتے تو ایک دوسرے کو تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکَ کہتے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس کی سند جید [عمدہ اور کھری] ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے محاملیات کے حوالے سے جبیر بن نفیر کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: كان أصحاب رسول اللّٰه ﷺ إذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعضٍ: تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ. [فتح الباری ۲:۴۴۶' کتاب العیدین [۱۳] باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام [۳] بذیل ترجمۃ الباب]

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب عید کے روز ایک دوسرے سے ملتے تو ایک دوسرے کو تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَ مِنْکَ کہتے۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ [فتح الباری ۲:۴۴۶]

---

(۱) مالک بن اَنس بن مالک' اَصبحی' حمیری ابوعبداللہ' امام دار الہجرۃ' ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ۹۳ھ = ۷۱۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۷۹ھ = ۷۹۵ء کو وفات پائی۔ دینی امور میں متصلب اور امراء' وزراء اور سلاطین سے کوسوں دور رہتے تھے۔ [وفیات الاعیان ۴:۱۳۵' الاعلام ۵:۲۵۷]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان صحیح آثار سے عید مبارک کہنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

[۵۰۰] لَكَ السواك إلى العصر، فإذا صليت العصر فألقه.

[سنن الدارقطنی ۲: ۲۰۳، السنن الکبریٰ، بیہقی ۴: ۲۷۴]

''عصر تک مسواک کرلیا کرو اور عصر کے بعد اسے پرے پھینک دو۔''

یہ روایت نا قابل استدلال ہے، اس لیے کہ:

– یہ روایت موقوف ہے۔ مرفوع نہیں۔

– اس کا راوی ابو حفص عمر بن قیس مکی جو سندل کے نام سے معروف ہے، متروک الحدیث تھا۔

[تقریب التہذیب: ۴۴۷، ترجمہ: ۴۹۵۹]

اسانید میں قلب [ہیر پھیر] کرتا تھا۔ [المجروحین ۲: ۵۶، ترجمہ: ۶۳۴]

ساقط الاعتبار تھا۔ [احوال الرجال: ۱۴۹، ترجمہ: ۲۶۰] منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۶: ۱۸۷، ترجمہ: ۲۱۲۲]

– صحیح حدیث جسے امام بخاری نے [کتاب الجمعة [۱۱] باب السواک یوم الجمعة [۸] حدیث: ۸۸۷ میں] ان الفاظ میں نقل کیا ہے: لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة کے خلاف ہے۔

[۵۰۱] لكل شيء زكاةٌ، وزكاة الدار بيت الضيافة. [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۳۴۲]

''ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور مکان کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے۔''

یہ روایت قطعاً نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ اس کی سند میں حدثنا شیخ کے لفظ ہیں، جس روایت میں کوئی راوی اپنے استاذ کا نام ذکر نہیں کرتا اُس سے کسی شرعی حکم کا استنباط اور استدلال کیونکر جائز اور درست ہوگا؟

– امام جورقانی نے اسے ایک اور سند سے نقل کر کے لکھا ہے: یہ حدیث منکر ہے اور اس کا راوی عبداللہ بن عبدالقدوس مجہول اور غیر معروف ہے۔ [الاباطیل والمناکیر ۲: ۶۴-۶۵]

– حافظ ذہبی نے اسے احمد بن عثمان نہروانی کی سند سے نقل کر کے امام نقاش کی الموضوعات کے حوالے سے لکھا ہے: اسے احمد بن عثمان یا اُس کے استاذ احمد بن محمد الحافظ نے وضع کیا ہے۔

[میزان الاعتدال ۱: ۱۱۹، ترجمہ: ۴۶۵]

[۵۰۲] لِكُلِّ شَيْءٍ زكاةٌ، وزكاةُ الجَسَدِ: الصِّيَامُ. [سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام [۷] باب

فی الصوم زکاۃ الجسد [۴۴] حدیث:۱۷۴۵'المعجم الکبیر۶:۱۹۳
'حدیث:۵۹۷۳'المستدرک۴:۳۱۳' تاریخ بغداد۸:۱۵۳'حِلیۃ الاولیاء۷:۱۳۶]

''ہر چیز کی زکوۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۔''

اس کا ایک راوی موسیٰ بن عبیدۃ ربذی ہے، جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: میرے نزدیک اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔[الجرح والتعدیل۸:۱۵۲]

ایک بار فرمایا: لا بأسَ بہٖ ہے لیکن مناکیر کو نقل کرتا ہے۔[التاریخ' یحییٰ بن معین۲:۵۹۴]

امام ابن معین فرماتے ہیں: اس کی روایت سے استدلال نہ کیا جائے۔
[التاریخ' یحییٰ بن معین۲:۵۹۴]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: منکرالحدیث ہے۔[الجرح والتعدیل۸:۱۵۲]

امام نسائی انہیں ضعیف کہتے ہیں۔امام یعقوب بن شیبۃ فرماتے ہیں: سچا تو تھا لیکن شدید ضعیف الحدیث تھا۔[میزان الاعتدال۴:۲۱۳' ترجمہ:۸۸۹۵]

اس کی سند میں جُمھان بھی ہے جسے حافظ ابن حجر نے مقبول تسلیم کیا ہے۔
[تقریب التہذیب:۱۸۰' ترجمہ:۹۶۵]

یہ اُن کی خاص اصطلاح ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی متابعت کی جائے تو اس کی روایت قابلِ قبول ہوگی ورنہ غیر مقبول ہوگی۔

اس کی ایک اور سند کے بارے میں حافظ ابن عدی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ سفیان ثوری سے اسے حماد بن ولید ازدی کوفی کے علاوہ کسی اور نے بھی روایت کی ہو جب کہ اس حماد کے پاس غرائب اور ثقات کے نام سے تفرد والی احادیث ہوتی ہیں' اس کی عام روایات کی متابعت نہیں کی جاتی۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۱۱' ترجمہ:۴۷-[۴۱۶]

حافظ ابونعیم کہتے ہیں: ثوری کی سند سے غریب ہے۔حماد بن ولید اس کو نقل کرنے میں متفرد ہے۔
[حلیۃ الاولیاء۷:۱۳۶]

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں۔[العلل المتناہیہ۲:۴۹]

[۵۰۳] لکل شيءٍ معدنٌ و معدن التقوی قلوب العارفین [العاقلین]. [المعجم الکبیر

۱۲:۲۳۴‘ حدیث: ۱۳۱۸۵‘ الترغیب فی فضائل الاعمال‘ ابن شاہین‘ حدیث: ۲۵۷‘ تاریخ بغداد۴: ۱۱‘ مقالاتِ مولانا عبدالشکور ترمذی: ۱۶۲]

’’ہر چیز کا ایک معدن ہوتا ہے اور تقویٰ کا معدن عارفین [عقلاء] کے دل ہیں۔‘‘

اس روایت کی سند یہ ہے: وثیمۃ بن موسیٰ بن الفرات‘ از سلمۃ بن الفضل‘ از ابن سمعان‘ از زہری‘ از سالم‘ از ابِ اُو‘ از سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً.

[الترغیب فی فضائل الاعمال‘ ابن شاہین‘ حدیث: ۲۵۷‘ تاریخ بغداد۴: ۱۱]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

– اس کے راوی وثیمۃ بن موسیٰ کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: سلمۃ بن الفضل سے موضوع اَحادیث نقل کرتا ہے۔

[الجرح والتعدیل ۹: ۵۱-۵۲‘ ترجمہ: ۲۱۹‘ میزان الاعتدال ۴: ۳۳۱‘ ترجمہ: ۹۳۳۶]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ان [موضوع روایات] میں سے ایک زیر بحث روایت بھی ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۳۳۱‘ ترجمہ: ۹۳۳۶]

– اس کے راوی ابن سمعان [عبداللہ بن زیاد بن سمعان] کے بارے میں امام احمد نے فرمایا ہے میں نے ابراہیم بن سعد سے یہ حلف اُٹھاتے ہوئے سنا ہے ابن سمعان کذاب ہے۔ امام جوز جانی کہتے ہیں: ذاہب الحدیث ہے۔ ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ابن سمعان کذاب ہے۔ حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت اس کے جھوٹا ہونے کے ثبوت کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۲: ۴۲۲-۴۲۳‘ ترجمہ: ۴۳۲۴]

امام طبرانی کی سند اس طرح ہے: ابو عقیل: انس بن سلم خولانی‘ از محمد بن رجا سختیانی‘ از منبہ بن عثمان‘ از عمر بن محمد بن زید‘ از سالم‘ از ابِ اُو‘ از سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً. [المعجم الکبیر ۱۲: ۲۳۴]

یہ روایت بھی موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن رجا جھوٹ بولنے سے مُتَّہَم ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی سند سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک باطل حدیث نقل کی ہے‘ جس کے وضع کرنے کا الزام اس پر ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۵۴۵‘ ترجمہ: ۷۵۱۷]

پھر یہ بھی ہے کہ ابو عقیل کا تذکرہ کسی نے نہیں کیا کہ کون تھا؟

[۵۰۴]لم يتكلم في المهد إلّاثلاثة:عيسى بن مريم‘وشاهد يوسف‘وصاحبُ جريج و ابن ماشطة بنت فرعون. [مستدرک۲:۵۹۵‘تفسیرقرطبی۹:۱۴۸‘حدیث:۳۶۶۳]

’’تین بچوں نے گہوارہ میں باتیں کیں: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام‘ شاہد یوسف علیہ السلام‘ صاحبِ جریج اور فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی کا بیٹا۔‘‘

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:’’شاہد یوسف کی جو تفسیر ہم نے بیان کی ہے کہ وہ ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ گویائی عطا فرمادی، یہ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں نقل کرکے حدیث صحیح قرار دیا ہے، اس حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار بچوں کو گہوارہ میں گویائی عطا فرمائی ہے۔‘‘ [معارف القرآن ۵:۵۵]

معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے مسند امام احمد‘ مستدرک حاکم اور صحیح ابن حبان کی طرف مراجعت نہیں فرمائی اور تفسیر مظہری کے حوالے سے لکھا کہ:’’اللہ تعالیٰ نے چار بچوں کو گہوارہ میں گویائی عطا فرمائی ہے‘‘۔

ہمارے نزدیک یہ روایت غیر صحیح ہے‘ اس لیے کہ:

– اس میں مذکور ہے کہ تین بچوں نے گہوارہ میں باتیں کیں اور جب اُن کے نام لینے کی نوبت آئی تو چار کے نام گن لیے۔ اب اِن میں سے کون سی بات صحیح تسلیم کی جائے۔ تین والی یا چار والی؟

– مسند احمد۲:۳۰۷-۳۰۸‘ ۴۳۳‘ ۴۳۴ اور صحیح ابن حبان ۱۴:۴۱۱-۴۱۳‘ حدیث:۶۴۸۸ کا جو حوالہ مفتی صاحب نے دیا ہے، اُس میں بھی تین بچوں کی تصریح ہے، جن کی تفصیل میں شاہد یوسف اور ابن ماشطہ بنت فرعون کے نام نہیں بلکہ ایک اور بچے کا ذکر ہے۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ صحیح بخاری[کی حدیث:۳۴۳۶] اور صحیح مسلم[کی حدیث:۲۵۵۰ میں]لم يتكلم في المهد إلّا ثلاثةٌ کی جو تفسیر و تفصیل کی گئی ہے اُس میں بھی شاہد یوسف اور ابن ماشطہ بنت فرعون کے الفاظ منقول نہیں، اس لیے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ان بچوں کے ناموں کی تفصیل میں امام حاکم یا اُن کے استاذ وہم کا شکار ہو چکے ہیں۔

– تفسیر قرطبی میں شاہد یوسف کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

كان رجلاً ذَا لِحُيَةٍ. [تفسیر القرطبی ۹:۱۴۷]　　”وہ ایک باریش شخص تھا۔“

امام ابوجعفر نحاس [۱] نے لکھا ہے:

والأشبه بالمعنى:أن يكون رجلاًعاقلاًحكيماًشاوَرَه الملك فجاء بهذه الدلالة، ولو كان طفلًا لكانت شهادته ليوسف عليه السلام تغني عن أن يأتي بدليل من العادة لأن كلام الطفل آيةٌ معجزةٌفكانت أوضح من الإستدلال بالعادة،وليس هذابمخالف للحديث ......وقد تواترت الرواية عن ابن عباس رضي الله عنه أن صاحب يوسف ليس بصبى.

[اِعرابُ القرآن، نحاس:۴۴۵، تفسیر القرطبی ۹:۱۴۹]

”زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ شاہد کوئی مرد کامل اور عاقل وحکیم ہے، جس کے ساتھ بادشاہ نے صلاح ومشورہ کیا، جس نے اُس کے جواب میں یہ عقلی قرینہ اور دلیل پیش کی، اگر شاہد یوسف ایک بچہ ہوتا تو وہ یہ عقلی دلیل پیش نہ کرتا بلکہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی محض پاک دامنی بیان کرتا اس لیے کہ گہوارہ میں بچے کی یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی بات کرنا ایک معجزہ اور برہان ہے جو قطعاً عقلی استدلال کی بیساکھی کی محتاج نہیں۔ یہ تفسیر حدیث کے خلاف بھی نہیں اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے گواہی دینے والا کوئی بچہ نہیں تھا۔“

امام قرطبی نے اس آیت کی چار تفسیریں لکھی ہیں، جن میں وہ آخری تفسیر کو ترجیح دے کر لکھتے ہیں:

والرابع: أنه رجلٌ حكيمٌ،ذوعقلٍ،كان الوزيريستشيره فيأموره،وكان من جملة أهل المرأة،وكان مع زوجها،هذاقول الحسن،وعكرمة،وقتادة والضحاك،ومجاهد أيضاًو السدي،وروي عن ابن عباس رضي الله عنه وهو الصحيح في الباب. [تفسیر القرطبی ۹:۱۴۹]

”چہارم: وہ ایک عاقل اور ہوشیار مرد تھا جس سے عزیز مصر مشورہ لیا کرتا تھا، اس عورت کا رشتہ دار بھی تھا اور اس واقعہ کے ظہور پذیر ہو جانے کے وقت اُس کے ساتھ تھا اور یہی حسن، عکرمہ، قتادہ،

---

(۱) احمد بن محمد بن اسماعیل، المرادی، المصری، ابوجعفر النحاس۔ قرآن مجید کے مفسر اور ادیب تھے۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت معلوم نہیں۔ نفطویہ اور ابن الانباری کے ہم درس رہے ہیں۔ امام نسائی اور اخفش صغیر سے کسب فیض کیا۔ تصانیف میں تفسیر القرآن، ناسخ القرآن ومنسوخہ اور معانی القرآن وغیرہ شامل ہیں۔ ۳۳۸ھ=۹۵۰ء کو فوت ہوئے۔ [العبر فی خبر من غبر ۲:۵۴، الاعلام ۱:۲۰۸]

ضحاک، مجاہد، سدی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے جو اِس باب میں صحیح ہے۔‘‘

[۵۰۵] لما رجع ﷺ استقبله داعي امرأته فأجابَ و نحنُ معه فجيء بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم،فأكلوا. [مشكاة المصابيح ۳:۳۱۳، کتاب الفضائل، حدیث:۵۹۴۲]

’’رسول اللہ ﷺ جب ایک میت کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس میت کی بیوی کا قاصد رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دینے آیا اور ہم سب اُن کے ساتھ تھے۔ کھانا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اُس میں رکھا تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے ہاتھ رکھے اور سب نے کھانا کھایا۔‘‘

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ﴿فلمارجع﴾أي:عن المقبرة﴿استقبله داعي امرأته﴾أي:زوجة المتوَفّى......هذاالحديث بظاهره يرد على ماقرره أصحاب مذهبنا من أنه يُكرهُ اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث. [مرقاة المفاتیح ۱۰:۲۷۸]

’’جب آپ مقبرہ سے واپس لوٹے تو اُس میت کی عورت کا داعی آپ ﷺ سے ملا۔ یہ روایت بظاہر ہمارے اصحاب کے مقرر کردہ مذہب کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ میت کے گھر سے پہلے یا تیسرے روز کھانا مکروہ ہے۔‘‘

علامہ حلبی کبیر اور علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: رواه الإمام أحمدبسندصحيح......فهذايدلُّ على إباحةِ صنع أهل الميتِ الطعامَ والدعوة اليه.

[کبیری شرح منیۃ المصلی :۶۰۹، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۲:۲۶۹]

’’اسے امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔......اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میت کے گھر سے کھانا اور اس کی دعوت دینا مباح ہے۔‘‘

ایک صاحب لکھتے ہیں: ’’علامہ حلبی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ میت کے گھر سے کھانا درست ہے، ورنہ رسول اللہ ﷺ ہرگز نہ کھاتے۔‘‘ [انوار ساطعہ :۱۰۹]

تحقیق کیے بغیر کسی روایت سے استدلال کرنے کا یہی نقصان ہے کہ انسان کوئی ٹھوس اور مبنی بر حقیقت بات نہیں کرسکتا۔ صاحبِ مشکاۃ نے اس روایت کو نقل کر کے سنن ابی داود اور امام بیہقی کے دلائل النبوۃ کا حوالہ دیا ہے، جب کہ علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی نے مسند احمد کا حوالہ دیا ہے اس لیے اصولی طور پر ان کتابوں کی طرف مراجعت ضروری ہے۔

دراصل اس ساری بات کا دارومدار اس پر ہے کہ اس روایت میں استقبله داعي امرأته کے الفاظ

ہیں جس کا معنیٰ ہے: ''اُس میت کی عورت کا داعی آپ ﷺ سے ملا۔'' جب کہ اصل میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں: استقبله داعي امرأةٍ. ''کسی عورت کا داعی آپ ﷺ سے ملا۔''

[سنن ابی داوٗد، کتاب البیوع والاجارات [۱۷] باب فی اجتناب الشبہات [۳] حدیث: ۳۳۳۲، مسند احمد ۵: ۲۹۳، نصب الرایۃ ۴: ۱۶۸، حدیث: ۶۹۶۹، دلائل النبوۃ، بیہقی ۶: ۳۱۰، سنن کبریٰ، بیہقی ۵: ۳۳۵، مستدرک ۴: ۲۳۴]

اور سنن دار قطنی ۴: ۲۸۶ میں اس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: استقبله داعي امرأةٍ من قريش. ''کسی قریشی عورت کا داعی آپ ﷺ سے ملا۔''

استقبله داعي امرأةٍ کو استقبله داعي امرأته بنانا صاحب مشکاۃ یا کاتب کی غلطی ہے اور لفظ امرأته پر سارے استدلال کا دارومدار ہے، جو سراسر غلط ہے اس لیے کہ روایات میں امرأةٍ کا لفظ ہے، نہ کہ امرأته کا۔

[۵۰۶] لما نزلت ألحمد لله رب العٰلمين، وآية الكرسي، وشهد الله، وقل اللهم مٰلك الملك إلى بغير حساب تعلقن بالعرش وقلن: أنزلتنا على قوم يعملون بمعاصيك، فقال: وعزتي وجلالي وارتفاع مكاني لا يتلوكن عبدٌ عند دبر كل صلاةٍ مكتوبةٍ إِلَّا غفرتُ له ما كان فيه، وأسكنته جنة الفردوس، ونظرتُ له كل يوم سبعين مرةً، وقضيتُ له سبعين حاجة، أدناها المغفرة. [درمنثور ۲: ۱۶۲، اللآلی المصنوعۃ ۱: ۲۰۹-۲۱۰، روح المعانی ۳-۴: ۱۴۱]

''جب ألحمد لله رب العٰلمين، آیۃ الکرسي، شهد الله اور قل اللهم مٰلك الملك ...... بغير حساب نازل ہوئیں تو یہ عرش کے ساتھ پیوست ہو کر کہنے لگیں کہ ہمیں ایک ایسی قوم پر نازل کیا جو تیری نافرمان ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال اور اپنے بلند رتبہ کی قسم! جو بندہ تمہیں ہر فرض نماز کے بعد پڑھے گا میں اس کے سارے گناہ معاف کروں گا اسے جنت الفردوس کا مکین بناؤں گا، روزانہ اس کی طرف ستر بار دیکھوں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا جن میں کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔''

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور آیت شَهِدَ الله اور قُلِ

اَللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ سے بغیر حساب تک پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے جن میں کم سے کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔ [معارف القرآن ۲:۳۵، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳:۱۸]

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ:

- اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن مجبر بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن بُحَیر بن رَیسان ہے جو ثقہ راویوں سے منکر روایات اور امام مالک سے باطل روایتیں نقل کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۴۷، ترجمہ:۱۵۲-[۱۷۷۳]

- اس قسم کی ایک اور روایت حافظ ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ: ۶۵، حدیث: ۱۲۵ میں نقل کی ہے مگر اُس کی اسنادی حالت بھی کچھ اچھی نہیں، اس لیے کہ اس کی سند میں حارث بن عمیر ہے، جس کو بعض محدثین نے ثقہ کہا ہے لیکن امام حاکم لکھتے ہیں: اس کی کنیت ابو عمیر ہے۔ حمید الطّویل اور جعفر بن محمد الصادق سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

[المدخل الی معرفۃ الصحیح من السقیم ۱:۱۳۴، ترجمہ:۳۳]

حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو اس کے ترجمہ میں نقل کر کے فرمایا ہے:

موضوعٌ، لا أصل له. [المجروحین ۱:۲۶۶، ترجمہ:۲۰۲، میزان الاعتدال ۱:۴۴۰، ترجمہ:۱۶۳۸]

''یہ روایت موضوع اور بے اصل ہے۔''

[۵۰۷] لَمُبارَزَةُ علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ لعمرو بن عبد وُدٍّ يوم الخندق أفضلُ من أعمال أمتي إلى يوم القيامة. [تاریخ بغداد ۱۳:۱۹، المستدرک ۳:۳۲، دلائل النبوۃ، بیہقی ۳:۴۳۵-۴۳۹]

''علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدوُد کا جو مقابلہ جنگ خندق کے دوران کیا وہ میری امت کے: قیامت تک ظہور پذیر ہونے والے تمام اعمال کے مقابلہ میں بہتر ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

- مستدرک کی روایت میں احمد بن عیسیٰ خشاب ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس کا بُرا کرے۔ رافضی تھا اُس نے اِس روایت کو وضع کیا ہے۔ [تلخیص المستدرک ۳:۳۲]

- خطیب کی سند میں اسحاق بن بِشر ہے جو متروک اور کذاب ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۱۸۴، ترجمہ:۷۳۹]

[۵۰۸] لمَّا أراد اللّٰہ حبس یونس علیہ السلام في بطن الحوت أوحَی اللّٰه إلی الحوت أن خذه ولا تخدش له لحماً، ولا تکسر عظماً، فأخذه ثم هَوِيَ به إلی مسکنه من البحر فلما انتَهَی به إلی أسفل البحر فسبح وهو في بطن الحوت فسمعت الملئکة تسبیحه فقالوا: یاربنا إنَّا نسمع صوتاً ضعیفاً بأرضٍ غریبةٍ، قال: ذاك عبدي یونس، عصاني فحبسته في بطن الحوت في البحر. [تفسیر ابن جریر ۹:۷۷-۷۸، نص: ۸۷۷۸، ۲۴۷، بذیل تفسیر سورۃ الانبیاء ۲۱:۸۷، تفسیر القرطبی ۱۵:۱۱۰، حدیث: ۵۲۱۷]

''جب اللہ تعالی نے ارادہ کیا کہ یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں ایک عرصہ کے لیے بند رکھے تو اُس نے ایک مچھلی کو یہ حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو پکڑ تو لو مگر اس کے گوشت کو زخمی نہ کرو اور نہ اس کی ہڈی توڑو۔ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جا کر تسبیح پڑھنی شروع کر دی تو ملائکہ نے اس کی تسبیح سن کر بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کیا کہ بار الٰہا! ہم ایک اجنبی زمین میں کمزور سی ایک آواز سن رہے ہیں۔ یہ کون ہے؟ اللہ نے جواب دیا: یہ میرا بندہ یونس علیہ السلام ہے، اس نے میری نافرمانی کی ہے جس کی پاداش میں مَیں نے مچھلی کے پیٹ میں اُسے دریا میں بند کر رکھا ہے۔

[مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ، مفتی محمد یوسف ۱:۱۵۲-۱۵۳]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

– امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے بزار نے اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کیا ہے لیکن ان کے ناموں کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ [مجمع الزوائد ۷:۹۸]

اور ابن جریر کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو اپنے استاذ کا نام نہیں لیتے۔

– ابن جریر کی سند میں محمد بن حمید رازی ہے جو کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۳:۵۳۰]

– اس کی سند میں سلمۃ بن الفضل الابرش بھی ہے، جو منکر الحدیث اور ضعیف تھا۔

[التاریخ الکبیر ۴:۸۴]

– یہ روایت معنعن ہے اور اس کے راوی محمد بن اسحاق مدلس تھے اور اپنے ان اساتذہ کو پردہ میں رکھتے جو ضعیف اور مجاہیل ہوتے۔ [تعریف اہل التقدیس: ۱۳۲]

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

[۵۰۹] لَمَّا اقترف آدم الخطیئة، قال: یارب أسألك بحق محمدٍ لما غفرت لي فقال

اللّٰه:یا آدم و کیف عرفت محمداً ولم أخلقه؟قال:یارب لأنك لماخلقتني بیدك ونفخت فِيّ من روحك رفعتُ رأسي فرأیتُ علی قوائم العرش مکتوباً : لا إله إلّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ، فعلمتُ لم تضف إلی إسمك إلّا أحب الخلق إلیك ، فقال اللّٰه: صدقت یا آدم إنه لأحب الخلق إلیّ ، أدعني بحقه فقد غفرت لك و لو لا محمد لما خلقتك. [المستدرک۲:۶۱۵، المعجم الصغیر ۲:۸۲-۸۳، دلائل النبوۃ ۵:۴۸۹]

''سیدنا آدم علیہ السلام سے جب وہ گناہ صادر ہوگیا [جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیے گئے] تو ہر وقت روتے تھے اور دعا واستغفار کرتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور عرض کیا یااللہ! محمد ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔وحی نازل ہوئی کہ محمد ﷺ کون ہیں جس کے واسطے سے تم نے استغفار کی؟ عرض کیا کہ جب آپ نے مجھ کو پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا:لاإله إلااللّٰه محمدرسول اللّٰه تو میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبین ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم نہ پیدا کیے جاتے۔'' [فضائل ذکر:۹۵-۹۶]

اس کا مرکزی راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے، جس کے بارے امام بخاری فرماتے ہیں: شدید ضعیف ہے۔[التاریخ الکبیر ۶:۲۸۴]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: لاعلمی سے روایات میں ہیر پھیر کیا کرتا تھا اور کثرت سے اس کا شکار ہوگیا اور مدلس کو مرفوع اور موقوف کو مسند کہنے لگا تو چھوڑ دینے کا مستحق ٹھہرا۔

[المجروحین ۲:۲۲، ترجمہ:۵۹۳]

خود امام حاکم اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں: اپنے باپ کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المدخل الی الصحیح ۱:۱۷۰، ترجمہ:۹۸]

جب کہ یہ روایت بھی اپنے باپ ہی سے نقل کرتا ہے۔

حافظ ذہبی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: موضوع ہے۔اس کا مرکزی راوی عبدالرحمٰن ابن زید بن اسلم واہی ہے اور اس کا ایک اور راوی عبداللہ بن مسلم فہری مجہول ہے۔

[تلخیص المستدرک ۲:۶۱۵]

اس تناظر میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا یہ ارشاد کس حد تک صحیح ہے کہ:

’’ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کو بڑے بڑے اکابر، علامہ طبرانی، علامہ حاکم، ابونعیم [یہ سب مشہور محدث ہیں] نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہو۔‘‘

[کتب فضائل پر اشکالات اور اُن کے جوابات:۱۴۲]

[۵۱۰] لَمَّا أهبط الله آدم من الجنة قال: إني مهبط معك بيتًا يطاف حوله كما يطافُ حول عرشي، ويُصَلَّى عنده كما يُصَلَّى عند عرشي. [الترغیب والترہیب۲:۱۶۸]

’’جب اللہ تعالیٰ نے آدم [علیہ السلام] کو جنت سے اتارا تو اُن کے ساتھ اپنا گھر بھی اتارا اور فرمایا: اے آدم! میں تیرے ساتھ اپنا گھر اتارتا ہوں، اس کا طواف اس طرح کیا جائے گا جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کی نماز اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح میرے عرش کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے۔ [فضائل حج:۸]

امام منذری اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے معجم کبیر میں موقوفاً نقل کیا ہے لیکن شاید شیخ الحدیث صاحب کی نظر اس جملے پر نہ پڑی ہوگی۔ اور شاید شیخ الحدیث صاحب یہ بھول گئے ہوں کہ آسمانوں میں طواف عرش کا نہیں بلکہ البیت المعمور کا کیا جاتا ہے اور اس ہی کی طرف منہ کر کے ملائکہ نماز پڑھتے ہیں، وہ بیت معمور جس کے پاس رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو معراج کی رات ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تھا۔

[صحیح مسلم۱:۱۴۶، ۱۵۰، کتاب الایمان [۱]، کتاب الاسراء [۷۴] حدیث:۲۵۹-[۱۶۲]]

[۵۱۱] لَمَّا حملت حواء طاف بها ابليس، وكان لايعيش لها ولدٌ، فقال: سميه عبد الحارث، فسمته عبدالحارث فعاش ذلك وكان ذلك من وحي الشيطان وأمره.

[سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب من سورۃ الاعراف [۸] حدیث:۳۰۷۷، المعجم الکبیر۷:۲۱۵ المستدرک۲:۵۴۵، مسند احمد۵:۱۱، طبقات ابن سعد۱:۳۴، تفسیر ابن جریر۶:۱۴۴-۱۴۵، بذیل تفسیر سورۃ الاعراف ۷:۱۹۰]

’’جب حوا کو حمل ٹھہرا تو ابلیس نے اُن کا چکر لگایا اور حوا کے یہاں کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا۔ شیطان نے حوا سے کہا کہ آئندہ جو بچہ ہو اس کا نام عبدالحارث رکھنا تو وہ زندہ رہا اور یہ نام شیطان نے حوا کو وحی کیا تھا اور اسی نے یہ نام رکھنے کا حکم دیا تھا۔‘‘

یہ روایت موضوع ہے کیوں کہ:

– ترمذی طبرانی حاکم اوراحمد کی سند میں عمر بن ابرہیم ہے جس کے بارے میں امام احمد کہتے ہیں کہ قتادہ سے منکراور مخالف روایات نقل کرتا ہے۔[الضعفاء الکبیر۲:۱۴۶]
یادرہے کہ زیرنظر روایت بھی قتادۃ کی سند سے ہے۔

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ جو بھی روایت بسند قتادۃ بیان کرتا ہے، وہ خصوصی طور پر مضطرب ہوتی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۸۹، ترجمہ:۲۴۴-۱۲۱۱]
حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔[میزان الاعتدال۳:۱۷۹]
اسی سند میں حسن بصری بھی ہے جو اپنی جلالتِ شان کے باوجود مدلس تھے۔

[تعریف اہل التقدیس:۵۶]

اُن کی یہ روایت معنعن ہے اور اصولی قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔
– طبقات ابن سعد کی سند میں ابوصالح باذام ہے جس کے بارے میں محدث حبیب بن ابی ثابت کہا کرتے تھے کہ ہم ابوصالح باذام کو ''دروغزن'' یعنی: جھوٹا کہا کرتے تھے۔امام ابن مہدی نے اُس سے حدیث لینی ترک کی ہے۔[التاریخ الصغیر۱:۲۷۰، التاریخ الکبیر۲:۱۴۴]
اس سند میں ابوصالح کا شاگرد محمد بن سائب کلبی بھی ہے، جسے خود اعتراف ہے کہ جو بات میں نے ابوصالح کی سند سے ذکر کی ہے وہ جھوٹی ہے۔[میزان الاعتدال۳:۵۵۷]

اس سند کا ایک اور راوی ہشام بن محمد بن سائب کلبی ہے جو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵۶۳]
امام ابن عساکر اس کے بارے میں فرماتے ہیں: رافضی ہے اور ثقہ نہیں۔

[میزان الاعتدال۴:۳۰۴، لسان المیزان ۶:۱۹۶]

– ابن جریر والی روایت میں اُن کا استاذ محمد بن حمید رازی ہے جسے امام یعقوب بن شیبۃ، امام کوسج امام ابن خراش اور امام صالح بن جزرۃ نے کذاب کہا ہے۔ [میزان الاعتدال۳:۵۳۰]

[۵۱۲] لَمَّا خلَق اللّٰہُ العقلَ قال له: أَقبِل فأَقبَلَ، ثم قال له: أدبِر فأَدبَرَ، قال: وعزتي ما خلقت خلقاً أعجب إلَيَّ منك، بك أعطى بك الثواب وعليك العقاب.

[المعجم الکبیر ۸:۲۸۳، حدیث:۸۰۸۶، حجۃ اللہ البالغۃ ۱:۱۳، باب ذکر عالم المثال]

''جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اُسے فرمایا: میری طرف متوجہ ہو جا، وہ متوجہ ہوئی پھر اُسے

فرمایا: چلی جا، وہ چلی گئی، پھر فرمایا: مجھے اپنے جلال کی قسم! میں نے تم سے بڑھ کر کسی اور کو محبوب بنا کر پیدا نہیں کیا۔ تیری وجہ سے میں لوگوں کو ثواب وعذاب دوں گا۔‘‘

امام ابن جوزی اور حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ کہ اس کے تین راوی: سعد بن فضل قرشی، عمر بن ابی صالح عتکی اور ابو غالب سب کے سب مجہول ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: موضوع اور بے اصل ہے۔ [الموضوعات ۱:۱۷۵؛ بغیۃ المرتاد:۱۷۸]

امام عقیلی اور حافظ ابن حجر بھی اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔

[الضعفاء الکبیر ۳:۱۷۸؛ المطالب العالیۃ ۳:۱۳]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: عقل اور اس کی فضیلت کے بارے میں منقولہ روایت باطل ہے۔

[میزان الاعتدال ۳:۲۰۶]

[۵۱۳] لَمَّا خلق اللّٰہ العقل قال: قُم ‘فقام‘ ثم قال له: أدبر فأدبر‘ ثم قال له: أقبِل‘ فأقبل‘ ثم قال له: أقعد‘ فقعد‘ ثم قال: ما خلقت خلقاً هو خير منك‘ ولا أفضل منك‘ ولا أحسن منك‘ بك آخذ‘ وبك أعطى‘ وبك أعرف‘ وبك أعاتب‘ وبك الثواب وعليك العقاب.

[مشکاۃ المصابیح‘ حدیث:۵۰۶۴]

’’جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اُسے مخاطَب کر کے فرمایا: کھڑی ہو جا وہ کھڑی ہوگئی، پھر فرمایا: چلی جا، وہ چلی گئی پھر فرمایا: میری طرف متوجہ ہو جا، وہ متوجہ ہوگئی، پھر فرمایا: بیٹھ جا، وہ بیٹھ گئی پھر فرمایا: میں نے تم سے بڑھ کر بہتر، افضل اور حسین مخلوق پیدا نہیں کی ہے۔ تیری ہی وجہ سے میں لوگوں کو پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے میں انہیں انعامات سے نوازوں گا، تیری ہی کے ذریعے سے میری معرفت ہوگی اور تیری ہی وجہ سے میں ثواب وعذاب دوں گا۔‘‘

صاحب مشکاۃ المصابیح اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس روایت کی صحت کے متعلق بعض علماء نے کلام کیا ہے۔

صاحب مشکاہ المصابیح کے استاذ امام طیبی فرماتے ہیں: کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ فرماتے ہیں: حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے۔ ابو جعفر عقیلی، ابو حاتم بستی، ابو الحسن دارقطنی اور ابن الجوزی کی بھی یہی رائے ہے۔

[الکاشف عن حقائق السنن ۱۰:۳۲۲۷؛ مرقاۃ المفاتیح ۸:۷۹۴]

امام ابن جوزی اور حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اس کا راوی فضل بن عثمان برا شخص تھا، اس کا ایک اور راوی حفص بن عمر بھی ہے جس کے متعلق امام ابن حبان [المجروحین ۱:۳۱۴ میں] فرماتے ہیں:

موضوع روایات نقل کرتا ہے اس کی روایت کسی بھی حال میں قابل احتجاج واستدلال نہیں ہوتی اس کا ایک اور راوی سیف بن محمد بھی ہے جو بالاتفاق کذاب تھا۔ [الموضوعات ۱:۱۷۴، بغیۃ المرتاد: ۱۷۵-۱۷۶، التاریخ، یحییٰ بن معین ۲:۲۴۶، تقریب التہذیب: ۲۹۶، ترجمہ: ۲۷۲۶]

حافظ سخاوی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس روایت کے موضوع ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۱۹۸، مرقاۃ المفاتیح ۸:۷۹۴]

[۵۱۴] لما نزلت: وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ [سورۃ الحجر ۱۵:۴۳] صاح سلمان الفارسي صيحةً ووقع على رأسه، ثم خرج هارباً ثلاثة أيام.

''جب سورۃ الحجر کی آیت: ۴۳ وإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِيْنَ نازل ہوئی تو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اس کے سنتے ہی چیخ ماری۔ بے ہوش گر پڑے اور پھر تین دن تک ویرانوں میں دوڑتے رہے۔''

حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ قطعاً ناممکن ہے اور سفید جھوٹ ہے کیونکہ:

- اس کی کوئی صحیح یا ضعیف وکمزور سند موجود نہیں۔
- یہ آیت کریمہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے۔
- کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں کہ قرآن عزیز سننے سے وہ دیوانوں کی طرح جنگلوں میں دوڑتے پھرتے ہوں۔ [تلبیس ابلیس: ۲۵۱]

[۵۱۵] لما وضعت أم كلثوم ابنة رسول الله ﷺ في القبر فقال: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى. [مسند احمد ۵:۲۵۴]

''جب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت کو قبر میں رکھا گیا تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔''

یہ روایت قطعاً ناقابل عمل ہے کیوں کہ شدید کمزور ہے اس کا مرکزی راوی عبید اللہ بن زحر ضمری

افریقی کنانی از علی بن یزید از قاسم ہے۔ عبید اللہ کے بارے میں امام ابن معین فرماتے ہیں: لیس بشيءٍ تھا۔ [التاریخ ۲: ۳۸۲، ترجمہ: ۵۱۰۷]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: علی بن زید سے ایک باطل نسخہ کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۳۲۷]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے اور جب علی بن یزید کی سند سے روایت نقل کرتا ہے تو بڑی مصیبت ڈھا دیتا ہے اور جب ایک ہی سلسلے میں ان دونوں کے ساتھ قاسم ابوعبدالرحمٰن بھی شامل ہو جائے تو وہ حدیث بالکل موضوع ہوتی ہے۔

[المجروحین ۱: ۲۹، ترجمہ: ۶۰۳، میزان الاعتدال ۳: ۷]

[۵۱۶] لماولدت فاطمة بنت رسول الله ﷺ سماها المنصورة: فنزل جبرئیل علیہ السلام فقال: یامحمد! الله یقرئك السلام، ویقرء مولودك السلام وهو یقول: ماولد مولود أحب إلی منها وأنها قد لقبتها خیر مما سمیتها، سماها فاطمة لأنها تفطم شیعتها من النار.

[میزان الاعتدال ۳: ۴۳۹]

''جب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کا نام منصورہ رکھا، اُس وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لا کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ آپ اور آپ کی نومولود بیٹی کو سلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی یہ بیٹی مجھے تمام بچوں سے پسند ہے اور آپ نے اس کا جو نام رکھا ہے میں نے اسے بدل کر اس سے بہتر نام اس کے لیے تجویز کیا ہے اور وہ ہے فاطمہ۔ اس لیے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو آگ سے نجات دلائے گی۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ صریح جھوٹ ہے کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے تقریباً ۵ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں، اُس وقت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات آپ سے ہرگز نہیں ہوئی تھی۔

[میزان الاعتدال ۳: ۴۳۹، تہذیب التہذیب ۱۰: ۳۷، ترجمہ: ۶۷۸۰]

[۵۱۷] لو حَسَّنَ أحدکم ظنه بحجرٍ لنفعه.

''تم میں سے کوئی اگر کسی پتھر سے حسن ظن رکھے، تو وہ بھی اسے نفع دے گا۔''

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں اسے مشرکین اور صنم پرستوں نے وضع کیا ہے۔ [المنار المنیف: ۱۳۹]

ملا علی قاری، حافظ ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ اور حافظ ابن قیم کے

حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ ان بت پرستوں کا کلام ہے جو پتھروں سے حسن ظن رکھتے ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ: ۲۸۲، ۳۲۲: المصنوع: ۱۴۸]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: صریح مناقض دین اسلام است، نسبت وضع عابدان اصنام مقابر یہ نزدیک جہال واہلِ ضلال رواج یافتہ اند، این جاہلاں نہ می فہمند جز ایں نیست کہ خدا تعالیٰ رسول اللہ ﷺ فرستادہ است تا قتل کند آناں را کہ حسن ظن بسنگ و درخت می داشتند۔

[البلاغ المبین: ۲۸]

''یہ روایت صراحۃً دینِ اسلام کا مناقض ومخالف ہے، اسے بت پرستوں نے وضع کیا ہے اور جاہل وگمراہ قبر پرستوں کے درمیان رواج پا چکا ہے، ان جاہلوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو اِس لیے مبعوث فرمایا تھا کہ اُن لوگوں سے قتال وجہاد کرے جو پتھروں سے حسن ظن رکھتے ہیں۔''

[۵۱۸] لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه. [نوادر الاصول ۱: ۳۸۹، اصل: ۱۴۵، تفسیر القرطبی ۱۲: ۹۶، بذیل تفسیر سورۃ المؤمنون ۲۳: ۲، الجامع الصغیر، حدیث: ۷۴۴۷]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حالتِ نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء بھی خاشع ہی رہتے۔''

اس کی سند اس طرح ہے: صالح بن محمد عن سلیمان بن عمرو عن ابن عجلان عن المقبری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [نوادر الاصول ۱: ۳۸۹، فتح القدیر مناوی ۵: ۳۱۹]

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ اس کا راوی سلیمان بن عمرو نخعی کے بارے میں محدثین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۲۲۸، نصب الرایۃ ۴: ۴۱۷]

پھر یہ بھی ہے کہ خشوع کے معنی تذلل، نیازمندی اور فروتنی کے ہیں، یہ لفظ مختلف شکلوں میں قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، جیسے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْساً. [سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۱۰۸]

''اور ساری آوازیں رحمٰن کے آگے پست ہو جائیں گی۔''

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُھُمۡ لِذِکۡرِاللّٰہِ. [سورۃ الحدید ۵۷:۱۶]
”کیا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کی یاددہانی کے آگے جھک جائیں۔“

ان استعمالات سے لفظ کی اصل روح پر روشنی پڑتی ہے، اس وجہ سے جن لوگوں نے اس کے معنی مجرد سکون کے لیے ہیں، اُن کی رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ یہ دراصل نماز کی اصل روح کی طرف اشارہ ہے جس پر فلاح وکامیابی وکامرانی کا اِنحصار ہے۔ مطلب یہ کہ آدمی کی کمر اوراس کا سر ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے نہ جھکے بلکہ اُس کا دل بھی سرفگندہ ہوجائے۔ اہلِ ایمان کی کیفیت یہی ہے کہ نمازوں میں اُن کے قیام، اُن کی ہیئت، اُن کی آواز اوراُن کے رکوع وسجود ایک ایک چیز سے اُن کے دل کے خشوع کی شہادت ملتی ہے۔

[۵۱۹] لوعلم العباد ما في رمضان لتَمَنَّت أمتي أن يكون رمضان السنة كلها، فقال رجل من خزاعة: حدثنا به، قال: إن الجنة تزين لرمضان من رأس الحولِ إلى الحول.

[مسند ابی یعلی ۹:۱۸۰-۱۸۱، حدیث: ۵۲۷۳، صحیح ابن خزیمہ ۳:۱۹۰-۱۹۱، و قال: إن صح الخبر فإن في القلب من جرير بن أيوب البَجَلي شئ]

”اگر لوگوں کو رمضان کی برکات کا علم ہوتا تو وہ تمنا کرتے کہ رمضان کا مہینہ سال بھر رہا کرے اور رمضان کے استقبال کے لیے جنت کو سال کے شروع ہی سے مزین کیا جاتا ہے۔“

اس روایت کا سارا دارومدار جریر بن ایوب بجلی کوفی پر ہے جو امام نسائی اور حافظ ابن عدی کی تصریح کے مطابق متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۱۰۲، الکامل فی الضعفاء ۲:۳۴۲، ترجمہ: ۳۳۰]

امام بخاری اور امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۲:۲۱۵، ترجمہ: ۲۲۳۸، الجرح والتعدیل ۲:۵۰۴، ترجمہ: ۲۰۷۵]

حافظ ابونعیم کہتے ہیں: احادیث گھڑتا ہے۔ [المجروحین ۱:۲۶۰، ترجمہ: ۱۹۷]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: جریر بن ایوب اس روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہے اور یہ راوی شدید ضعیف ہے۔ [المطالب العالیہ ۱:۲۷۳-۲۷۴]

امام شوکانی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [الفوائد المجموعۃ: ۸۸]

[۵۲۰] لوعلمت ما لها في الحلبة لا شتروها ولو بوزنها ذهباً. [الکامل فی ضعفاء الرجال

۳:۲۳۲‘۵:۵۱۷‘میزان الاعتدال۱:۵۴۳‘ترجمہ:۲۰۲۷]

’’میری امت اگر میتھی کے فوائد کو سمجھ لے تو وہ اسے سونے کے ہم وزن خریدنے سے بھی دریغ نہ کرے۔[طب نبوی اور جدید سائنس۱:۳۵۸]

–الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۳۲ کی سند میں حسین بن علوان کوفی ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور اس کی عام روایات موضوع ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۳۳]

– الکامل فی ضعفاء الرجال۵:۵۱۷ کی سند میں عبدالرحمٰن بن الحارث ہے[جس کا لقب جحدر ہے] جو ضعیف تھا۔احادیث کی چوری کرتا تھا اس نے کی منکر روایات نقل کی ہیں اور اسانید میں کمی بیشی کی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۵:۵۱۶-۵۱۸]

–ایک اور سند کے بارے میں حافظ سخاوی لکھتے ہیں:اسے طبرانی نے معجم میں سلیمان بن سلمۃ الخبائری کی سند سے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن خبائری کذاب تھا۔

[المقاصد الحسنۃ:۵۵۶‘حدیث:۹۱۰‘الاسرار المرفوعۃ:۲۸۹‘حدیث:۳۸۸]

حافظ ابن قیم اسے بعض اطباء کا قول بتاتے ہیں۔[زاد المعاد۴:۳۰۳]

اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں:یہ روایت موضوع ہے۔[الدرر المنتثرہ:۱۷۰‘حدیث:۳۵۱]

[۵۲۱] لو لاك لما خلقت الأ فلاك.

’’اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔‘‘

امام صغانی فرماتے ہیں:یہ روایت موضوع ہے۔[الاحادیث الموضوعۃ‘صغانی ۷‘الاسرار المرفوعۃ:۲۸۸‘المصنوع:۱۵۰‘تذکرۃ الموضوعات‘محمد طاہر پٹنی:۸۶]

ملا علی قاری فرماتے ہیں:اس کا معنی صحیح ہے کیوں کہ دیلمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے:أتاني جبريل فقال:يا محمد لو لاك ما خلقت الجنة و ما خلقت النار.

[الاسرار المرفوعۃ:۲۸۸]

لیکن اس کا معنی بھی غلط ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو صرف اظہارِ توحید کے لیے بنائی ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ.[سورۃ الحجر۱۵:۸۵]

’’ہم نے آسمانوں اور زمین کو اِظہارِ حق[توحید]ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔‘‘

رہی دیلمی کی روایت تو اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:در اتقانِ معرفت و علم او

قصور است، و در صحیح و سقیم احادیث تمیز نمی کند، و لہذا دریں کتابِ اُو موضوعات و واہیات تو دہ تو دہ مندرج۔[بستان المحدثین:۱۶۲]

''دیلمی کے اتقانِ معرفت اور علم میں کچھ قصور تھا۔ سقیم اور صحیح احادیث میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے اس لیے اُن کی اس کتاب میں کثرت سے موضوعات اور واہیات درج ہیں۔''

[۵۲۲] ليؤم القوم أحسنهم وجهاً فإنه أحرى أن يكون أحسنهم خلقاً.

[الاباطیل۲:۲۲، الفردوس، حدیث:۵۴۱۳، الکامل فی الضعفاء۳:۲۳۸، تہذیب تاریخ دمشق۴:۳۶۴]

''قوم کی امامت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ خوب صورت ہو کیوں کہ وہ بہت زیادہ لائق ہے اس بات کے کہ اُس کے اخلاق بھی سب سے اچھے ہوں گے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے کیونکہ:

– اس کی ایک سند میں حضرمی ہے جو حسان بن یوسف تمیمی سے روایت کرتا ہے اور یہی حضرمی مجہول ہے۔[الاباطیل۲:۲۲]

– اسی سند میں محمد بن مروان سدی بھی ہے جو جھوٹ بولنے سے بدنام تھا۔

[تقریب التہذیب:۵۳۵، ترجمہ:۶۲۸۴]

– ابن عدی اور ابن عساکر کی اسانید میں اسماعیل بن عیاش ہے جو اختلاط کا شکار تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۱:۴۸۸]

– ان دونوں ہی کی سند میں حسین بن مبارک طبرانی بھی ہے جس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۲۳۹]

– ابن عساکر کی سند میں بقیۃ بن ولید بھی ہے، جو مدلس تھا اور ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کیا کرتا تھا۔[تعریف اہل التقدیس:۱۲۱]

اور یہ روایت معنعن ہے جب کہ مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے، اس لیے امام جورقانی اسے منکر اور امام ابن جوزی اور ملا علی قاری اسے موضوع کہتے ہیں۔

[الاباطیل والمناکیر۲:۲۲، الموضوعات۲:۱۰۰، الاسرار المرفوعہ:۳۷۷، المصنوع:۲۰۹]

[۵۲۳] ليس على النساء أذانٌ، ولا إقامةٌ، ولا جمعةٌ، ولا إغتسالُ جمعةٍ.

[الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۴۷۹]

''عورت کے ذمے نہ اذان ہے اور نہ اقامت، نہ نمازِ جمعہ اور نہ نمازِ جمعہ کے لیے غسل۔''
[ماہ نامہ گلستان اسلام سرگودھا - جلد ۱۱۱۳-۱۲' صفحہ: ۲۱' بابت ماہ ذوالقعدۃ وذوالحجۃ ۱۴۱۸ھ مطابق مارچ اپریل ۱۹۹۸ء]

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا مرکزی راوی حکم بن عبداللہ بن سعید بن عبداللہ الایلی ہے۔ حافظ ابن عدی ان کی یہ روایت دوسری پندرہ روایتوں کے ساتھ ذکر کر کے لکھتے ہیں: میں نے اسی راوی کی سند کے ساتھ جتنی روایتیں ذکر کی ہیں سب موضوع ہیں اور جن کے متن مشہور ہیں وہ اسی سند کے ساتھ باطل ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۴۷۹]
اس راوی کے متعلق امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ: ۱۲۲]
امام بخاری اس کو متروک بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں: کہ امام ابن المبارک اسے کمزور جانتے تھے جب کہ امام احمد لوگوں کو اس سے روایت لینے سے منع کیا کرتے تھے۔ [التاریخ الکبیر ۲: ۳۴۵]
امام جوزجانی فرماتے ہیں: جاہل اور کذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۱۵۱' ترجمہ: ۲٦٦]
امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ جھوٹ بولا کرتا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۳: ۱۲۱]
امام بیہقی اسی روایت کو حافظ ابن عدی کی سند سے نقل کر کے لکھتے ہیں: اسے حکم بن عبداللہ ایلی نے نقل کیا ہے جو ایک ضعیف راوی ہے۔ [سنن الکبری ۳: ۱۷۹] اور اسی روایت کو ہم نے اذان و اِقامت کے باب میں سیدنا انس بن مالک ﷺ سے مرفوعاً اور موقوعاً نقل کیا ہے لیکن یہ روایت مرفوعاً ضعیف ہے اور اصل میں یہ حسن بصری' ابن المسیب' ابن سیرین اور نخعی کا قول ہے۔ [السنن الکبری ۱: ۴۰۸]
امام بیہقی یہ بھی لکھتے ہیں: یہ روایت مرفوعاً لیس بشيء ہے۔ آگے لکھتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اذان و اقامت کیا کرتی تھیں۔ عورتوں کی امامت بھی کرتی تھیں اور ان کے عین درمیان کھڑی ہوا کرتی تھیں۔ [معرفۃ السنن والآثار ا: ۴۳۴' مسئلۃ: ۵۷۲]
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عورتوں کی امامت کا ذکر المستدرک ا: ۲۰۳-۲۰۴ اور المحلی بالآثار ۲: ۱٦۸ میں بھی ہے۔

[۵۲۴] لیس للفاسق غیبةٌ. [المعجم الکبیر ۱۹: ۴۱۸' شعب الایمان ۷: ۱۰۹]

''کسی فاسق کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں۔'' [مقالات اصلاحی ۱:۱۵۸]

یہ روایت باطل ہے اس لیے کہ اس کا راوی جعدبۃ بن یحییٰ ہے جو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔ [لسان المیزان ۲:۱۰۵، ۴:۱۸۳]

امام ابن حبان نے کتاب الثقات میں العلاء بن بشر کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ جعدبۃ نے اس کے نام سے منکر روایتیں نقل کی ہیں۔ [الثقات ۸:۵۰۴]

زیرنظر روایت بھی العلاء بن بشر ہی کے سند سے ہے۔

اس کا ایک راوی جارود بن یزید ہے جو ضعیف تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۴۳۳]

امام حاکم فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں۔ [لسان المیزان ۴:۱۸]

امام احمد فرماتے ہیں: منکر ہے۔ [فیض القدیر ۵:۳۷۷]

امام دارقطنی اور خطیب بغدادی فرماتے ہیں: باطل ہے۔

[المنار المنیف: ۱۳۴، التذکرۃ، زرکشی: ۲۵، حدیث: ۵]

امام بیہقی فرماتے ہیں: غیر صحیح اور غیر معتمد ہے۔ [شعب الایمان ۷:۱۰۹]

جب کہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ حسن بصری کا کلام ہے۔

[مجموع الفتاوی ۲۸:۹۹]

[۵۲۵] لیس مِن عبدیقول: لاإله إلاالله مائة مرةً إلّا بعثه الله يوم القيامة ووجهه كالقمر ليلة البدر، ولم يرفع لأحد يومئذ عمل أفضل من عمله إلّا مَن قال مثل قوله.

[الترغیب والترہیب ۲:۴۴۹، مجمع الزوائد ۱۰:۸۶]

''جو شخص سو مرتبہ لاإلـه إلّاالله پڑھا کرے۔ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن کو اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔'' [فضائل ذکر: ۱۰۷]

یہ موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی عبدالوہاب بن ضحاک متروک ہے۔ [مجمع الزوائد ۱۰:۸۶]

امام بخاری لکھتے ہیں: غرائب وعجائب نقل کرتا ہے۔ [التاریخ الکبیر ۶:۱۰۰ ترجمہ: ۳۴۶]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کی روایات مقلوب اور باطل ہوتی ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۳۴۶]

حافظ مزی فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے، اس کی روایتیں جھوٹی ہیں۔[تہذیب الکمال ۱۸:۴۹٦]
امام ابوداود فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[الکاشف ۲:۲۲]
امام ابوحاتم فرماتے ہیں تھا: کذاب تھا۔[الجرح والتعدیل ٦:۷۴]

[۵۲٦] لِيُغَسِّل موتاكم المأمونون.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب الجنائز[٦] باب ماجاء فی غسل المیت[۷] حدیث:۱۴٦۱]

''تمہارے مُردوں کو پاک دامن لوگ سے نہلائیں۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ:
- اس کا ایک راوی بقیۃ بن ولید ہے جس کے بارے میں محدثین کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اُس کی روایات ناصاف ہوتی ہیں لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔[الجرح والتعدیل ۲:۴۳۵]
- یہ روایت معنعن ہے اور اس کا راوی بقیۃ بن ولید مدلس ہے جو کثرت کے ساتھ ضعفاء و مجاہیل سے تدلیس کرتا ہے۔[تعریف اہل التقدیس:۱۲۱]
- اس کا ایک راوی مبشر بن عبید حمصی ابوحفص الکوفی ہے جو متروک الحدیث ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اَحادیث وضع کیا کرتا تھا۔[تقریب التہذیب:۵۴۸' ترجمہ:٦۴٦۷]

[۵۲۷] ليلةً عُرِجَ بي إلى السماء' رأيت على باب الجنة مكتوباً: لا إله إلّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه' عَلِيٌّ حِبُّ اللّٰهِ والحسنُ والحسينُ صَفوةُ اللّٰهِ' و فاطمةُ خيرة اللّٰه' عَلَى باغضِهم لعنة اللّٰه. [تاریخ بغداد ۱:۲۵۹]

''مجھے جس رات آسمانوں پر اٹھایا گیا تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی: لا إله إلّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ﷺ۔ علی رضی اللہ عنہ اللہ کے پیارے ہیں۔ حسن و حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم اُس کے منتخب کردہ ہیں اور ان سے بغض رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔''

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: اس کا راوی محمد بن اسحاق بن مہران ابوبکر المقری ہے جو کثیر المناکیر تھا۔[تاریخ بغداد ۱:۲۵۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اس کو موضوع کہتے ہیں۔[میزان الاعتدال ۳:۴۷۸' لسان المیزان ۵:۷۰]

حرف اللام الف :لا

[۵۲۸] لا أدري نصف العلم. [سنن الدارمی ۱:۴۷، حدیث: ۱۸۰]

''میں نہیں جانتا، کہنا نصف علم ہے۔''

امام ابن ابی یعلیٰ (۱) نے اسے امام شعبی کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔ [طبقات الحنابلہ ۱:۱۷]

امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ لاأدري نصف العلم سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (۲) کا قول ہے۔ [الإنتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ٦٧]

اور ایک دوسری جگہ بھی ان الفاظ میں اسے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے:

قول الرجل فیما لایعلمُ :لاأعلمُ، نصف العلم. [جامع بیان العلم وفضلہ ۲:۴۷، روایت: ۱۵۸۶]

حافظ ذہبی اسے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کرتے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۲:۳۱۸، ۸:۷۷]

حافظ ذہبی ہی اسے عطاء بن ابی رباح (۳) کا قول کہہ کر نقل کرتے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۵:۸۵]

حافظ سخاوی اور حافظ سیوطی لکھتے ہیں۔ اسے دارمی نے سنن میں اور بیہقی نے المدخل [الی السنن الکبریٰ: ۴۳۵، روایت: ۸۱۰] میں امام شعبی [ابوعمرو عامر بن شراحیل حمیری کوفی بغدادی] کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۳۷، الدرر المنتثرۃ: ۲۰۹]

---

(۱) محمد بن محمد [ابی یعلیٰ] بن حسین بن محمد، ابوالحسین، ابن الفراء، المعروف، ابن ابی یعلیٰ، ۴۵۱ھ = ۱۰۵۹ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ مؤرخ اور حنبلی فقیہ تھے۔ اُن کے بعض خدام نے اُن کے مال کے حصول کے لیے انہیں ۵۲۶ھ = ۱۱۳۱ء کو بغداد میں شہید کیا۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔ [ذیل طبقات حنابلہ ۳:۱۸۴، ترجمہ: ۸۲، الاعلام ۷:۲۳]

(۲) عویمر بن مالک بن قیس بن امیہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ ہوشیار، شہ سوار اور قاضی تھے۔ بعثت نبوی سے قبل مدینہ منورہ میں تجارت کرتے تھے۔ پھر عبادت کے لیے خود کو وقف کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عبادت اور شجاعت سے شہرت پائی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو حفظ کیا۔ ۳۲ھ = ۶۵۲ء کو شام میں وفات پائی۔ اُن سے ۱۷۹ احادیث مروی ہیں۔ [الاستیعاب: ۹۲۷-۹۳۰، ترجمہ: ۱۱۳۰، الاعلام ۵:۹۸]

(۳) عطاء بن ابی رباح اسلم بن صفوان، جلیل القدر تابعی، محدث اور فقیہ تھے۔ جند [یمن] میں ۲۷ھ = ۶۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ مکہ معظّمہ میں رہائش پذیر تھے، اور وہیں ۱۱۴ھ = ۷۳۲ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳:۲۶۱، الاعلام ۴:۲۳۵]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے بلکہ امام شعبی [ابوعمرو عامر بن شراحیل حمیری کوفی بغدادی] کا قول ہے۔[المصنوع:۲۰۵]

[۵۲۹]لا بأس ببول حمارٍ و كل ما أكل لحمه.[تاریخ بغداد۵:۲۸۸]

''گدھے اور حلال جانوروں کے بول لگ جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔''

امام جورقانی اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع اور باطل ہے اور اس کے دو راوی: محمد بن موسیٰ اور اس کا باپ موسیٰ بن عبدالرحمٰن دونوں مجہول ہیں۔

[الاباطیل والمناکیر۱:۳۵۹'اللآلی المصنوعۃ۲:۳]

اس کا ایک راوی اسحاق بن محمد بن احمد بن ابان نخعی ہے جس کے بارے میں خطیب بغدادی اور امام جورقانی لکھتے ہیں: بدمذہب اور بدعقیدہ تھا۔ کہا کرتا تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ إلٰہ ہیں۔

[تاریخ بغداد٦:۳۸۰'الاباطیل والمناکیر۱:۳۵۹]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: حافظ ابن جوزی نے اسی اسحاق کے متعلق [الضعفاء والمتروکین۱:۱۰۳'ترجمہ:۳۳۱ میں] لکھا ہے: کذاب اور غالی رافضی تھا لیکن میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: غالی رافضی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو إلٰہ نہیں کہتے جب کہ یہ راوی الوہیت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتا تھا جیسا کہ نصاری الوہیت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ تو کافر ہے، اسی فرقہ کا نام نصیریہ ہے۔

[میزان الاعتدال۱:۱۹۷]

[۵۳۰] لاتدع فإن البركة في البنات.

''[سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو دیکھا جو اپنی بیٹیوں کو موت کی بددعاء دے رہا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:] بددعا نہ کرو کیونکہ بیٹیوں میں برکت ہوتی ہے۔''

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: اس کی سند میں ابراہیم بن حکیم مدنی ہے جو احادیث وضع کرنے سے بدنام تھا۔[المقاصد الحسنۃ:٦۷۸'ضمن حدیث:۱۲۰۵]

اس حدیث کے موضوع ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو خواہ مخواہ بددعا دی جائے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: لا تدعوا على أنفسكم'ولا تدعوا على أولادكم'ولاتدعوا على أموالكم'لا توافقوا من الله ساعةً يُسأل فيها عطاءٌ فيستجيب لكم.

[صحیح مسلم' کتاب الزہد والرقائق[۵۳] باب حدیث جابر الطّویل[۱۸] حدیث:۳۰۰۹'سنن ابی داود' کتاب

الصلاۃ[۲]باب النہی عن ان یدعوالانسان علی اہلہ ومالہ[۳۶۲]حدیث:۱۵۳۲]

''اپنی جانوں' اپنی اولاد اور اپنی مال ودولت کو بددعا نہ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ دعا اوقاتِ قبولیت میں ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اُسے شرف قبولیت سے نوازے۔''

[۵۳۱] لا تَدَعُوا العَشاءَ ولو بكف تمرٍ فإنَّ تَرْكَهُ يُهْرِمُ.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب الاطعمۃ[۲۹]باب ترک العشاء[۵۴]حدیث:۳۳۵۵]

''رات کا کھانا مت چھوڑو اگرچہ ایک مٹھی بھر کھجور ہی کیوں نہ ہو'اس لیے کہ رات کا کھانا چھوڑنے سے بڑھاپا جلد آجاتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

–اس کا راوی ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن باباہ مخزومی ہے۔حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:

غیر معروف ہے۔مناکیر کی روایت کرتا ہے اور میرے نزدیک احادیث کی چوری کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۴۱۹' ترجمہ:۹۱' الکاشف:۸۶' ترجمہ:۱۶۶]

–اس کا ایک راوی عبداللہ بن میمون ہے۔حافظ مزی لکھتے ہیں:اس سے ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن باباہ مخزومی احد الضعفاء والمتر وکین روایت لیتا ہے۔میرا خیال یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن میمون قداح نہیں ہے'اس لیے کہ عبداللہ بن میمون قداح نے محمد بن المنکدر کا زمانہ نہیں پایا البتہ یہ کہ اُن سے اس کی روایت مرسل مانی جائے۔ [تہذیب الکمال ۱۶:۲۰۲' تہذیب التہذیب ۶:۴۶]

[۵۳۲] لا تُرفع الأيدي إلَّا في سبعة مواطن: عند افتتاح الصلاة' واستقبال البيت و الصفاء والمروة والوقفين والجمرتين.

[صحیح ابن خزیمۃ' حدیث:۲۷۰۳' المعجم الکبیر ۱۱:۳۰۴' ۳۰۵' ۳۵۸' جزء رفع الیدین:۱۳۴' حدیث:۱۴۳' المبسوط ۱:۱۴' بدائع الصنائع ۱:۲۰۷]

''رفع یدین صرف سات مقامات پر کیا جائے:ابتداءِ نماز کے وقت' بیت اللہ کی زیارت کے وقت صفا پر قیام کے وقت' مروہ پر قیام کے وقت' وقوف عرفات کے وقت' وقوفِ مزدلفہ کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔'' [نورالصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح:۶۸]

یہ روایت صد فی صد غلط ہے اس کا مرکزی راوی ابن ابی لیلیٰ محمد بن عبدالرحمٰن ہے جس کے بارے میں امام طحاوی لکھتے ہیں:شدید اضطرابِ حفظ کا شکار تھا۔[مشکل الآثار ۳:۲۲۶]

حافظ زیلعی فرماتے ہیں: ضعیف تھا۔[نصب الرایۃ ۱:۳۱۸]
علامہ ابن الترکمانی لکھتے ہیں: متکلم فیہ ہے۔[الجوہر النقی ۷:۲۴۷]
مولانا نیموی (۱) لکھتے ہیں: قوی نہیں۔[التعلیق الحسن:۱۵]
اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۲) لکھتے ہیں: کثیر الوھم تھا۔[بذل المجھو د فی حل ابی داود ۹:۳۷]
جب کہ علم مصطلح الحدیث کا قاعدہ ہے کہ جس شخص کی روایات میں خطا اور اَوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کردی جاتی ہے۔
[الجرح والتعدیل ۲:۳۲،المحدث الفاصل:۲۰۶،۴۱۰، الکفایۃ فی علم الروایۃ:۱۴۳-۱۴۴،شرح علل الترمذی ابن رجب ۱:۱۰۹-۱۱۰]
نیز اگر واقعی رفع الیدین ان ساتھ مقامات کے ساتھ خاص ہے تو پھر نماز عیدین، دعاءِ قنوت، نماز استسقاء اور دعاء وغیرہ میں کیوں رفع الیدین کیا جاتا ہے۔؟[نصب الرایۃ ۱:۳۹۱]
حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: وہ تمام روایات باطل ہیں جن میں نماز میں رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین سے باز رہنے کا حکم ہے۔
[المنار المیف:۱۳۷،الاسرار المرفوعۃ:۴۷۰]

[۵۳۳] لاتدعوا ركعتي الفجر وإن طردتكم الخيل.
[مسند احمد ۲:۴۰۵، سنن ابی داوٗد کتاب الصلاۃ[۲] باب فی تخفیفھما[۲۹۲] حدیث:۱۲۵۸]

---

(۱)

(۲) خلیل احمد بن شاہ مجید علی۔۱۲۲۹ھ=۱۸۵۲ء کو اپنے ننہالی قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ بنیادی تعلق U.P کے ضلع سہارن پور کے قصبہ انبیٹھ سے تھا اس لیے سہارن پوری کہلائے۔ ابتدائی تعلیم اپنے نانا مولانا مملوک علی سے حاصل کی۔۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد اُن کے ماموں مولانا محمد یعقوب نانوتوی وہاں کے صدر مدرس مقرر ہوئے تو آپ نے کافیہ کے کلاس میں وہاں داخلہ لیا۔ چھ ماہ بعد مدرسہ مظاہر العلوم چلے گئے اور ۱۲۸۸ھ میں درس نظامی سے فارغ ہوئے۔۱۳۴۶ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور قبہ اہل بیت کے متصل دفن ہوئے۔[اکابر علمائے دیوبند:۴۵-۵۲]

''فجر کی سنتیں کسی بھی حالت میں نہ چھوڑو' اگر چہ تمہیں گھوڑے روند ڈالے۔''

یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ اس کے راوی ابن سیلان کے بارے میں حافظ ابن حجر نے امام ابن القطان فاسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کا حال مجہول ہے' اس لیے کہ اس کا نام نہیں لکھا جاتا' نیز اُس سے روایت کرنے والا اصرف ابن قنفذ ہے۔

[تہذیب التہذیب ۲:۴۷' ترجمہ: جابر بن سیلان]

[۵۳۴] لا تُسرِف' لا تُسرِف. [سنن ابن ماجۃ' کتاب الطہارۃ وسننہا [۱] باب ماجاء فی القصد فی الوضوء وکراہیۃ التعدی فیہ [۴۸] حدیث: ۴۲۴]

''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا تو اُسے فرمایا: اِسراف نہ کرو' اِسراف نہ کرو۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی بقیۃ ہے جو مدلس تھا اور اس کی یہ روایت معنعن ہے لہٰذا نا قابل استدلال اور ضعیف ٹھہری۔ بقیہ کے بارے میں امام ابو مسہر کہتے ہیں:

احذر أحاديث بقيّة و كُن منها على تقيّة فإنها غير نقيّة.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۲۵۹]

''بقیہ کی روایات سے بچتے رہو اور ان کی روایات سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ اس کی روایات نا ستھری ہوتی ہیں۔''

[۵۳۵] لا تسكنوهن الغُرَف' و لا تعلموهن الكتابة' وعلموهن المِغزَلَ و سورة النور.

[تاریخ بغداد ۱۴:۲۲۴' شعب الایمان ۲:۴۷۸' تفسیر قرطبی ۲۰:۱۱۳' حدیث: ۶۴۰۱]

''عورتوں کو بنگلوں میں نہ بساؤ' انہیں لکھنا بھی مت سکھاؤ' انہیں اُون کا تنا سکھاؤ اور سورۃ النور پڑھاؤ۔''

— اس روایت کی ایک سند کا دار و مدار محمد بن ابراہیم الشامی ابو عبداللہ پر ہے جس کے بارے میں امام ابن حِبان لکھتے ہیں: شامی راویوں کے نام لے کر موضوع احادیث روایت کرتا ہے' اس سے روایت لینی جائز ہی نہیں' مگر اس صورت میں کہ اس کا کوئی صحیح شاہد مل جائے۔

[المجروحین ۲:۳۱۸' ترجمہ: ۱۰۰۳]

امام حاکم فرماتے ہیں: اس نے ولید بن مسلم اور سوید بن عبدالعزیز سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔[المدخل إلی الصحیح ا: ۲۲۰ ترجمہ: ۱۹۲]

امام دارقطنی اسے کذاب کہتے ہیں۔[سوالات البرقانی: ۵۸ ترجمہ: ۴۲۳]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: دارقطنی اس راوی کو کذاب کہنے میں حق بجانب ہیں۔

[میزان الاعتدال ۳: ۴۴۶ ترجمہ: ۷۱۰۲]

علامہ محمد بن طاہر مقدسی فرماتے ہیں: اس کا راوی محمد بن ابراہیم احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[معرفۃ التذکرۃ: ۲۴۸ حدیث: ۹۵۷]

قاضی شوکانی اور علامہ محمد طاہر ہندی بھی محمد بن ابراہیم شامی کو واضع حدیث بتاتے ہیں۔

[الفوائد المجموعۃ: ۱۲۶ تذکرۃ الموضوعات: ۱۲۹]

[۵۳۶] لا تظهر الشماتة لأخيك فيرحمه الله ويبتليك.

[سنن ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع [۳۸] بابٌ [۵۴] حدیث: ۲۵۰۶ حلیۃ الاولیاء ۵: ۱۸۶ مشکاۃ المصابیح حدیث: ۴۸۵۶]

''اپنے بھائی کی تکلیف پر اپنی خوشی مت ظاہر کر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالی اس پر رحم کرے اور تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دے۔''

امام صغانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ وجیز میں ہے کہ اس کا راوی عمر بن اسماعیل کذاب ہے۔[الفوائد المجموعۃ: ۲۶۵]

علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: یہ راویت موضوع اور بے اصل ہے۔[تذکرۃ الموضوعات: ۲۱۷]

اس روایت کی سند میں ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ اس کا راوی مکحول مدلس ہے اور یہ روایت معنعن ہے اور مصطلح الحدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔ اس سقم کو دور کرنے کے لیے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ مکحول نے اسے سیدنا واثلة بن الأسقع رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی سنی ہے۔[سنن ترمذی ۴: ۵۷۱]

لیکن اصل مسئلہ پھر بھی جوں کا توں ہے اور وہ یہ کہ امام ترمذی کے استاذ عمر بن اسماعیل بن مجالد ہمدانی کذاب تھے۔ امام عقیلی اور امام ابن معین فرماتے ہیں: شیطان' کذاب' ليس بشيء اور برا آدمی تھا۔ [الضعفاء الکبیر ۳: ۱۵۰ الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۱۳۰ ترجمہ: ۷۷-۱۲۴۴] تہذیب الکمال

۲۷۶:۲۱]

حافظ ابن حجر بھی اسے متروک بتاتے ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۴۴۱، ترجمہ: ۴۸۶۶]

[۵۳۷] لا تقضِيَنَّ و لا تفصِلَنَّ إلّا بما تعلم ، و إن أشكل عليك أمرٌ فقِفُ حتى تبينه أو تكتب إليَّ فيه. [سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب اجتناب الرای والقیاس [۸] حدیث: ۵۵]

''سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا عامل [گورنر] بنا کر بھیجا تو فرمایا: صرف وہی فیصلہ کرو جس کا تجھے علم ہو، اس سلسلے میں کوئی مشکل پیش آ جائے تو جلدی سے کام نہ لو، بات واضح ہو جائے گی، یا اس بارے میں مجھے خط لکھو۔''

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا دارومدار محمد بن سعید بن حسان بن قیس اسدی شامی پر ہے، جسے محدثین نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ امام احمد بن صالح کہتے ہیں: اس نے چار ہزار احادیث وضع کی ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: اس کے زندیق اور بے دین ہونے کے باعث منصور نے اسے سولی پر چڑھا دیا تھا۔ [تقریب التہذیب: ۵۱۰، ترجمہ: ۵۹۰۷]

[۵۳۸] لا تقولوا رمضان ، فإن رمضان إسمٌ من أسماء الله تعالى ، ولكن قولوا: شهر رمضان. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۳۱۳، ترجمہ: ۱۹۸۴، السنن الکبری ۴: ۲۰۱، الاذکار ۲: ۴۶۶، حدیث: ۱۰۰۰، میزان الاعتدال ۴: ۲۴۷، ترجمہ: ۹۰۱۷]

''رمضان مت کہو بلکہ رمضان کا مہینہ کہو، کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام ہے۔''

اس کا راوی نجیح ابو معشر مدنی سندی مولیٰ بن ہاشم ہے جو ليس بشيء اور ضعیف تھا۔
[الکامل فی الضعفاء ۸: ۳۱۱-۳۱۲]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی وہ روایتیں جو ابو سعید مقبری کی سند سے ہوں، منکر ہوتی ہیں۔
[میزان الاعتدال ۴: ۲۴۶]

جب کہ یہ روایت اس ہی کی سند سے ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے اور اس کا ضعیف ہونا ظاہر ہے، اس لیے کہ کسی نے بھی رمضان کو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ذکر نہیں کیا ہے۔ آگے امام بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کسی چیز کی کراہت شرعی دلیل ہی سے ثابت ہو سکتی ہے۔
[الاذکار ۲: ۴۶۶]

[۵۳۹] لاتقولوا سورة البقرة، ولا سورة آل عمران، ولا سورة النساء، وكذلك القرآن كله ولكن قولوا: السورة التى يذكر فيها آل عمران، وهكذا القرآن كله.

[المعجم الأوسط ۴: ۲۱۳، حدیث: ۵۷۵۵، شعب الایمان ۲: ۵۱۹ حدیث: ۲۵۸۲]

''سورتوں کے نام یوں نہ لیا کرو کہ سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران یا سورۃ النساء بلکہ یوں نام لیا کرو کہ وہ سورۃ جس میں بقرۃ، آل عمران یا النساء کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی طرح باقی قرآن۔''

امام بیہقی فرماتے ہیں: اس کا راوی عیسیٰ بن میمون منکر الحدیث ہے، اس کی یہ روایت صحیح نہیں۔

[شعب الایمان ۲: ۵۱۹]

اس راوی کے بارے میں امام بخاری اور امام احمد فرماتے ہیں: اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔

[التاریخ الکبیر ۷: ۹، ترجمہ: ۳۵۹، التاریخ الصغیر ۲: ۱۶۷، الجرح والتعدیل ۷: ۳۴، ترجمہ: ۱۸۳]

امام بخاری یہ بھی فرماتے ہیں: اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ [التاریخ الصغیر ۲: ۱۸۷]

امام فلاس (۱) اور امام ہیثمی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ [الموضوعات ۱: ۲۵۱، مجمع الزوائد ۷: ۱۵۷]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: اہل مدینہ اس سے روایت کرتے ہیں۔ شدید منکر الحدیث ہے۔ ثقات کی سند سے موضوع روایات کو نقل کرتا تھا اس لیے اُس کی روایت سے اجتناب کرنا ضروری ہے اور چونکہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں اس لیے نا قابل استدلال ہوتی ہیں۔

[المجروحین ۲: ۹۹، ترجمہ: ۶۹۷]

امام احمد فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۳: ۴۵۹، ترجمہ: ۵۹۵۳]

[۵۴۰] لا تلعنها فإنها نبَّهَت نبياً من الأنبياء للصلاة.

[مسند ابی یعلی ۵: ۳۳۳، حدیث: ۲۰۴-[۲۹۵۹]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص کو پسّو نے کاٹا جس پر وہ اُسے بُرا بھلا کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا: اسے بُرا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ اس نے

---

(۱) عمرو بن علی بن بحر، ابو حفص السقاء، الفلاس، باحث تھے۔ اہل بصرہ میں سے تھے۔ بغداد میں رہائش تھی۔ ۲۴۹ھ = ۸۶۴ء کو سر من رآی میں وفات پائی۔ بعض اصحاب حدیث انہیں امام علی بن المدینی پر ترجیح دیتے ہیں۔

[تہذیب الکمال ۲۲: ۱۶۲-۱۶۵، ترجمہ: ۴۴۱۶، الاعلام ۵: ۸۲]

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی کو نماز کے لیے بیدار کیا تھا۔‘‘

اس کی سند نہایت کمزور ہے‘ اس لیے کہ اس کا ایک راوی سوید بن ابراہیم جحدری ہے‘ جس کے بارے میں حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: اہل بصرہ میں سے تھا۔ قتادۃ سے روایت کرتا ہے۔ اَثبات [کھرے راویوں] سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ صاحبِ برغوث ہے [یعنی پسّو والی روایت کا راوی ہے]۔‘‘ [المجروحین ۱: ۴۴۵‘ ترجمہ: ۴۴۷]

[۵۴۱] لا تنزلوا النساء الغرف و لا تعلموھن الکتابة‘ وعلموھن سورة النور والغزل.

[المعجم الأوسط ‘طبرانی ۴: ۲۰۱‘ حدیث: ۵۷۱۳‘ المجروحین ۲: ۳۱۸‘ ترجمہ: محمد بن ابراہیم شامی‘ الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۳۹۵‘ ترجمہ: جعفر بن نصر عنبری کوفی‘ المستدرک ۲: ۳۹۶‘ شعب الایمان ۲: ۴۷۷‘ مجمع الزوائد ۴: ۹۳‘ معالم التنزیل ۳: ۳۰۵‘ آخر سورة النور‘ زاد المسیر ۳: ۲۷۵‘ ابتداءِ سورة النور‘ تفسیر فتح القدیر‘ شوکانی ۲: ۲۳۴ ابتداءِ سورة النور‘ درمنثور ۶: ۱۱۶‘ تفسیر مظہری ۶: ۵۰۷‘ معارف القرآن مولانا کاندھلوی ۵: ۹۳]

’’عورتوں کو بالا خانوں میں نہ اتارو اور نہ ان کو لکھنا سکھاؤ [یعنی: ان کو تعلیم یافتہ نہ بناؤ] اور ان کو سورة النور اور سوت کاتنا سکھاؤ۔‘‘

۞ امام حاکم اور امام بیہقی کی ایک سند میں عبدالوہاب بن ضحاک ہے جو امام ابوحاتم کی تصریح کے مطابق جھوٹ بولا کرتا تھا۔ [الجرح والتعدیل ۶: ۷۴]

امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے‘ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ حافظ ذہبی نے امام حاکم کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا:

قُلت: بل موضوعٌ وآفته عبد الوھاب بن الضحاك. [تلخیص المستدرک ۲: ۳۹۶]

’’نہیں! بلکہ یہ روایت موضوع ہے اور ساری بلا عبدالوہاب بن ضحاک کی طرف سے ہے۔‘‘

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ احادیث چوری کرتا تھا‘ اس سے احتجاج و استدلال درست نہیں۔

[المجروحین ۲: ۱۳۱‘ ترجمہ: ۷۵۳]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کی روایتیں مقلوب [الٹی پلٹی] اور بواطیل ہوتی ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین‘ ترجمہ: ۳۴۶]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: متروک تھا۔ ابوحاتم نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

[تقریب التہذیب: ۳۹۹‘ ترجمہ: ۴۲۵۷]

❁ امام ابن حبان، امام طبرانی اور امام بیہقی کی دوسری روایت کی سند میں محمد بن ابراہیم شامی ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: شامی محدثین کے نام لے کر احادیث وضع کیا کرتا تھا، اس کی روایت قبول کرنا جائز نہیں، اس نے کئی بے اصل روایات نقل کی ہیں۔

[المجروحین ۲:۳۰۱، ترجمہ: ۱۰۰۳، الموضوعات ۲:۲۶۸]

امام دارقطنی اسے کذاب کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی نے امام دارقطنی کی رائے کو لکھنے کے بعد زیر بحث روایت لکھ کر فرمایا ہے کہ دارقطنی نے درست لکھا ہے اور ابن ماجہ اسے نہ پہچان سکے۔

[میزان الاعتدال ۳:۴۴۶، ترجمہ: ۷۱۰۲]

❁ ابن عدی کی سند میں جعفر بن نصر ابو میمون عنبری کوفی ہے جس کے بارے میں امام ابن عدی خود فرماتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۳۹۴، ترجمہ: ۲۱[۳۴۶]، الموضوعات ۲:۲۶۸]

اس راوی کے متعلق امام ابن حبان فرماتے ہیں: شام میں مٹر گشت کرتا رہا، ثقہ راویوں کے نام ایسی احادیث نقل کرتا ہے جن کو اِن محدثین نے کبھی بھی بیان نہیں کیا۔

[المجروحین ۱:۲۵۲، ترجمہ: ۱۸۶]

[۵۴۲] لاتنکحوا النساء إلا الأکفاء، ولا یزوجهن إلا الأولیاء، ولا مهر دون عشرة دراهم.

[مسند ابی یعلیٰ ۴:۲۷، حدیث: ۲۰۹۴، المعجم الأوسط ۱:۱۰، حدیث: ۳، سنن دارقطنی ۳:۲۴۴، السنن الکبریٰ ۷:۱۳۳]

”عورتوں کا نکاح کفو ہی میں کرو، ان کا نکاح اُن کے اولیاء ہی کرے اور دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں۔“

امام بیہقی لکھتے ہیں: هذا حديثٌ ضعيفٌ بمرةٍ. [السنن الکبریٰ ۷:۱۳۳]

”یہ حدیث کرات ومرات سے ضعیف [یعنی شدید ضعیف] ہے۔“

امام دارقطنی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند میں مبشر بن عبید ہے جو متروک الحدیث ہے۔ [سنن دارقطنی ۳:۲۴۴]

امام احمد فرماتے ہیں: مبشر بن عبید نے موضوع اور جھوٹی روایات نقل کی ہیں۔

[الجرح والتعدیل ۸:۳۴۳، ترجمہ: ۱۵۷۲، معرفۃ السنن والآثار ۵:۲۷۹، بذیل حدیث: ۴۲۹۸]

[۵۴۳] لاحليم إلَّاذُو عَثْرَةٍ، ولا حكيم إلَّا ذُو تَجْرِبَةٍ. [سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ [۲۸] باب ماجاء فی التجارب [۸۶] حدیث: ۲۰۳۳، مسند احمد۳: ۶۹،۷، المستدرک ۴: ۲۹۳، شعب الایمان، حدیث: ۴۶۴۸، موارد الظمآن، حدیث: ۲۰۷۸، الاحسان، حدیث: ۱۹۳، حلیۃ الاولیاء ۸: ۳۲۴]

''کوئی شخص عقل مند نہیں ہوتا جب تک اس کو لغزش نہ ہوئی ہو اور کوئی شخص حکیم نہیں ہوتا جب تک اس کو تجربہ نہ ہو۔'' [لغات الحدیث، مولانا وحید الزمان: ۲۲، مادہ: ع ث ر]

اس روایت کا راوی دراج امام احمد اور امام نسائی کی تصریح کے مطابق صاحب مناکیر تھا۔

[میزان الاعتدال ۲: ۲۴]

امام ابن جوزی، امام دارقطنی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اس کو نقل کرنے میں عبداللہ وہب، عمرو بن الحارث سے وہ دراج سے وہ ابوالہیثم سے اور وہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منفرد ہیں۔

[العلل المتناہیۃ ۱: ۴۲]

امام محمد طاہر ہندی اور امام شوکانی اسے موضوع بتاتے ہیں۔

[تذکرۃ الموضوعات: ۲۰۴، الفوائد المجموعۃ: ۲۶۰]

صحیح بخاری [۷: ۱۳۴، کتاب الادب [۷۸] کے باب [۸۳] کے عنوانِ باب] میں لا حكيم إلَّا ذو تجربة کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول بتایا ہے۔ [فتح الباری ۱۰: ۵۲۹]

[۵۴۴] لاربِاً بين المسلم والحربي في دارالحرب. [الهدایۃ مع فتح القدیر ۷: ۳۸، باب الربا]

''مسلمان اور حربی کافر کے مابین دار الحرب میں سود [گناہ] نہیں۔''

امام شافعی فرماتے ہیں: هذا ليس بثابتٍ، ولا حجة فيه.

[کتاب الام ۷: ۵۸۹، نصب الرایۃ ۴: ۴۴، حدیث: ۶۳۹۶، معرفۃ السنن والآثار ۷: ۴۷]

''یہ روایت ثابت نہیں اور اس میں [دار الحرب میں سود کے حلال ہونے کی] کوئی حجت نہیں۔''

اس روایت کی سند اس طرح ہے: بعض المشيخة حدثنا عن مكحول عن رسول الله ﷺ أنه قال: لاربا بين أهل الحرب. [کتاب الام ۷: ۵۸۹، فتح القدیر ۷: ۳۹]

''ہمیں بعض مشایخ نے بروایتِ مکحول رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی کہ اہل حرب کے مابین [رہنے والے مسلمان کے لیے] سود [حرام] نہیں۔''

اس میں بعض المشیخة کا نام مذکور نہیں اس لیے یہ ضعیف ٹھہری' پھر یہ بھی ہے کہ امام ابن ہمام لکھتے ہیں: و هذا لا یفید لمعارضة إطلاق النصوص إلّا بعدثبوت حجیة حدیث مکحول'و قد یقالُ: لو سلم حجیته فالزیادةُ بخبر الواحد لا تجوزُ' و إثبات قید علی المطلق من نحو: لَاتَأْكُلُوا الرِّبٰوا' و نحوہ الزیادة. [فتح القدیر۷:۳۹]

''دارالحرب میں سود کے جواز کی یہ وجہ مفید ثابت نہیں ہوسکتی اس لیے کہ حرمت سود کی مطلَق اور عام نصوص سے یہ دلیل ٹکراتی ہے اور حدیث: لَا ربا بین المسلم و الحربي نصوص مطلَقہ کے مقابلہ میں اُس وقت پیش کی جاسکتی ہے جب یہ صحیح اور قوی ہو اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ قابلِ قبول ہے تو پھر بھی چونکہ یہ خبر واحد ہے جس کے ذریعے مطلَق پر اضافہ اور زائد کوئی قید لگانا جائز نہیں اور لَاتَأْكُلُوا الرِّبٰوا اور اس مفہوم کی دوسری آیات مطلَق ہیں جن پر کوئی اضافی قید لگانا جائز نہیں [مثلاً یہ کہ صرف دارالاسلام میں سود نہ کھاؤ]۔''

امام سرخسی نے امام محمد کے حوالے سے اس کے جواز کے لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُس شرط سے استدلال کیا ہے جو اُنہوں نے مشرکین مکہ سے غلبہ روم کے سلسلے میں لگائی تھی اور جس کا ذکر سنن ترمذی [حدیث: ۳۱۹۳] میں ہے۔ [المبسوط ۱۴: ۵۷]

لیکن اس سے استدلال اس لیے نادرست ہے کہ اُس وقت تک قِمَارٌ [جوئے] کے حرمت کا حکم نہیں تھا۔

[۵۴۵] لا سیف إلّا ذو الفَقار' ولا فَتی إلّا علي.

''ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں اور جوان تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔''

اس کا مرکزی راوی عیسیٰ بن مہران مستعطف ہے جس کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

روافض کے سرکش شیطانوں میں سے تھا۔ میں نے اس کی لکھی ہوئی ایک کتاب پڑھی ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ضال مضل اور فاسق و کافر تک کہا ہے۔ اس کتاب میں کوفہ کے بدنام زمانہ جھوٹے راویوں کی ظلمت سے بھری ہوئی اسانید سے موضوع احادیث اور جعلی قصے کہانیاں مذکور ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ اس کا لکھنے والا بے بصیرت اور بدباطن ہے اور اس کے دل میں بغض صحابہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

[تاریخ بغداد ۱۱: ۱۶۸' میزان الاعتدال ۳: ۳۲۴' لسان المیزان ۴: ۴۰۶]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: موضوع اور منکر روایات نقل کرتا ہے۔ جلا بھنا رافضی تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۴۵۷]

حافظ ذہبی اسے رافِضِيٌّ كَذَّابٌ جَبَلٌ کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳:۳۲۴]

''رافضی اور جھوٹ کا پہاڑ تھا۔''

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ صریح جھوٹ ہے اور ذوالفقار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نہیں بلکہ ابوجہل کی تلوار تھی جو مسلمانوں کو جنگ بدر کی غنیمت سے ملی تھی۔

[مجموع الفتاوی ۱۸:۱۶۵-۱۶۶، المنتقی من منہاج الاعتدال:۵۴۳]

[۵۴۶] لا صلاة لجار المسجد إلَّا في المسجد. [المبسوط ۱:۱۹۳، نصب الرایۃ ۴:۳۱۳، المستدرک ۱:۲۴۶، سنن الدارقطنی ۱:۴۲۰، السنن الکبریٰ، بیہقی ۳:۵۷:۱۱۱]

''مسجد کے قریب رہائش رکھنے والے شخص کی نماز مسجد کے علاوہ اور کہیں ادا نہیں ہوتی۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے کیونکہ:

– اس کا ایک راوی سلیمان بن داؤد ہے، جسے امام بخاری منکر الحدیث کہتے ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۴:۱۱]

[یہ امام بخاری کی خاص اصطلاح ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: كل من قلتُ فيه: منكر الحديث، فلا تحل الرواية عنه [میزان الاعتدال ۱:۶، لسان المیزان ۱:۲۰]

''میں جس کے بارے میں منکر الحدیث کہہ دوں تو اس سے روایت لینا حلال نہیں ہوتا۔''

– اس کی ایک اور سند میں محمد بن سکین ہے۔ جو بنو شقرہ کا مؤذن ہے، جو اسی وجہ سے شقری کہلاتا تھا۔ اُس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یہ راوی مجہول ہے اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔

[الجرح والتعدیل ۷:۲۹۳]

– صحیح حدیث: جُعِلَت لنا الأرض مسجداً وطهوراً کے معارض ہے۔

[صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ [۵] حدیث:۴-[۵۲۲]]

[۵۴۷] لا صلاةَ لمن عليه صلاةٌ.

''اس شخص کی وقت کی نماز ادا نہیں ہوتی جس کے ذمہ کوئی قضا نماز ہو۔''

ابراہیم حربی فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن محمد بن حنبل سے اس روایت کے بارے میں پوچھا

تو آپ نے فرمایا: مجھے اس روایت کا علم نہیں۔

[العلل المتناہیۃ ۱:۴۴۳، نصب الرایۃ ۲:۱۶۶، الاسرار المرفوعۃ:۴۵۹]

امام ابن العربی نے عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی [۱:۲۹۳، کتاب الصلاۃ [۲] باب ما جاء في الرجل تفوته الصلوات بأيهن يبدأ [۱۸] بذیل حدیث:۱۷۹] میں فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

[تلخیص الحبیر ۱:۲۷۲]

[۵۴۸] لاغيبة لفاسق.

''فاسق کی غیبت کوئی گناہ نہیں۔''

امام زرکشی نے امام دارقطنی اور خطیب بغدادی کے حوالے سے، اور حافظ سیوطی نے امام دارقطنی، خطیب بغدادی اور حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔

[التذکرۃ:۲۵، حدیث:۵، الدرر المنتثرۃ:۲۰۷، حدیث:۴۴۹]

[۵۴۹] لا فَتًى إلَّا علي ولا سيف إلَّا ذو الفقار.

''نوجوان تو علی [رضی اللہ عنہ] ہی ہیں اور تلوار تو ذوالفقار ہی ہے۔''

حافظ سخاوی، ملا علی قاری اور علامہ عجلونی لکھتے ہیں: اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور اس کی سند واہی [نہایت کمزور] ہے۔ [المقاصد الحسنۃ:۷۲۵، الاسرار المرفوعۃ:۳۶۷، کشف الخفاء ۲:۴۸۸]

[۵۵۰] لا وضوء لمن لم يصل على النبي ﷺ. [سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا [۱] باب ما جاء فی التسمیۃ علی الوضوء [۴۱] حدیث:۴۰۰، المعجم الکبیر ۶:۱۲۱]

''اس شخص کا وضوء کامل نہیں ہوتا جو نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے۔'' [کامل نماز:۱۱۰]

اس کی سند میں عبدالمہیمن بن سہل ہے، جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۶:۱۳۷]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: واہی [شدید کمزور] تھا۔ [تلخیص المستدرک ۱:۲۹، میزان الاعتدال ۱:۷۸]

اس کی سند ضعیف ہے، اس لیے کہ عبدالمہیمن متفقہ طور پر ضعیف ہے۔

[مصباح الزجاجہ ۱:۱۶۲]

طبرانی کی ایک اور روایت میں اُبیّ بن عباس بن سہل ہے جس کی امام ابن معین نے تضعیف کی

ہے۔امام احمد بن محمد بن حنبل فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔امام نسائی اور امام دولابی فرماتے ہیں قوی نہیں تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۸۷]

[۵۵۱]لا يَحِلُّ لرجل يؤمن بالله واليوم الآخر أن يَؤُمَّ قوماً إلّا بإذنهم، ولا يخصُّ نفسه بدعوةٍ دونهم، فإن فعل فقد خانَهُم.

[سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ[۱]بابٌ أيصلي الرجل وهو حاقنٌ[۴۳]حدیث:۹۰، مسند احمد ۵:۲۸۰]

''کسی شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، جائز نہیں کہ وہ کسی قوم کو اُن کی مرضی اور اجازت کے بغیر نماز پڑھائے اور صرف اپنے آپ کے لیے دعا نہ کرے اور اگر ایسا کیا تو یقیناً اُس نے اُن سے خیانت کی۔''

اس روایت کا پہلا حصہ تو درست ہے اور دیگر صحیح روایات سے اس کی تائید ہو جاتی ہے لیکن امام کا اپنے لیے دعا مانگنے کو خیانت کہنے والی بات نادرست ہے، چنانچہ امام ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ باب الرُّخصةِ في خصوصية الإمام نفسَهُ بالدعاءِ دون المأمومين خلاف الخبر غير الثابت المروي عن النبي ﷺ:أنه قد خانَهُم إذا خَصَّ نفسه بالدعاء دونهم.[صحیح ابن خزیمہ ۳:۶۳]

''باب:امام کو اپنے لیے خصوصی دعا کی اجازت، برخلاف اُس غیر ثابت حدیث کے جسے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا جاتا ہے کہ اگر امام نے صرف اپنے لیے دعا کی تو بے شک اُس نے اُن سے خیانت کی۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

والمحفوظ في أدعيته ﷺ في الصلاة كلها بلفظ الإفراد، كقوله:رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ (۱) وسائر الأدعية المحفوظة عنه. **ومنها:** قوله ﷺ في دعاء الإستفتاح:اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ، اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (۲) .[زاد المعاد ۱:۲۶۳-۲۶۴]

''رسول اللہ ﷺ سے نماز میں جو دعائیں ماثور و منقول ہیں، وہ سارے کے سارے اِفراد[واحد]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء[۴۸]باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء[۱۰]حدیث:۳۳-[۲۶۹۶]

(۲) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ[۵]باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ[۲۷]حدیث:۵۹۸

کے صیغہ سے ہیں، جیسا کہ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ اوراس طرح کی ساری ماثوراد عیہ جیسا کہ دعائے استفتاح میں ہے: اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ، اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔"

حافظ ابن تیمیہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔[مجموع الفتاویٰ ۲۳: ۵۸-۵۹، سوال: ۵۲۴]

[۵۵۲] لایزال المیت یسمع الأذان مالم یطین قبره.

[الفردوس، حدیث: ۷۵۸۷، زہر الفردوس ۴: ۲۱۱، کبیری: ۵۹۹]

''جب تک قبر کی لپائی نہ کی جائے اُس وقت تک مُردہ قبر کے اندر سے اذان کی آواز سنتا رہتا ہے۔'' [سماع الموتی: ۲۳۱]

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اور اس کی سند میں کئی کمزوریاں ہیں:

- حسن بصری کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔
- اس کی سند میں کثیر بن شنظیر ہے جس کے بارے میں امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں: لیس بشيء تھا۔[التاریخ ۲: ۴۹۳، ۴: ۲۱۲]
- اس کی سند میں ابو مقاتل سمرقندی [حفص بن سلم] کے بارے میں امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اس سے روایت لینا جائز نہیں۔[الضعفاء والمتروکین، ابن جوزی ۱: ۲۲۱]
- اس کی سند میں محمد بن قاسم طایکانی بھی ہے جس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: اس نے کئی موضوع روایات نقل کی ہیں۔[المدخل إلى الصحيح ۱: ۲۲۲، ترجمہ: ۱۹۶]

یہ راوی کذابین ووضاعین کے رؤساء میں سے تھا۔[الموضوعات ۳: ۲۳۸]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس کی سند باطل ہے اور اس کا راوی محمد بن قاسم طایکانی کذاب تھا۔
[تلخیص الحبیر ۲: ۱۳۳]

امام ابن عراق اور امام محمد طاہر ہندی بھی اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۲: ۲۶۳، تذکرۃ الموضوعات: ۲۱۹]

[۵۵۳] لايُعَادُ المريضُ إلَّا بعد ثلاث. [سنن ابن ماجۃ، حدیث: ۱۴۳۶، بلفظ: كان النبي ﷺ لايعودُ

مریضاً إِلَّا بعدَ ثلاثٍ' الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۴۸]

''مریض کی عیادت [اُس کے بیمار ہونے کے] تین دن کے بعد کی جائے۔''

امام زرکشی لکھتے ہیں: اس کی اِسناد میں مسلمة بن عُلَيّ ہے جو متروک ہے۔

[التذکرة: ۲۷' روایت: ٦]

اور امام ابن عدی کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ منکر ہے اور زہری سے محفوظ نہیں اس کا راوی رَوْح بن غُطَیف متروک الحدیث ہے۔ [التذکرة: ۲۷' روایت: ٦]

خود امام ابن عدی لکھتے ہیں: یہ روایت اس سند کے ساتھ منکر ہے اور یہ زہری سے محفوظ نہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۴:۴۸]

[۵۵۴] لا یغتسلن أحدکم بأرض فلاةٍ' ولا فوقَ سطحٍ لا یواریهِ' فإن لم یکن یَرَی' فإِنَّهٗ یُری. [سنن ابن ماجہ' کتاب الطہارة وسننہا [۱] باب ماجاء فی الاستتار عند الغسل [۱۱۳] حدیث: ٦۱۵]

''تم میں سے کوئی ویران زمین میں نہ نہائے اور نہ چھت کے اوپر' جو اُسے نہ چھپائے' اس لیے کہ اگر وہ کسی کو نہیں دیکھ پاتا لیکن اسے دیکھ لیا جاتا ہے۔''

اس کی سند نہایت کم زور ہے' اس لیے کہ:

- اس کا راوی حسن بن عُمارة بجلی ابو محمد کوفی قاضی بغداد متروک الحدیث ہے۔

[تقریب التہذیب: ۲۰۰' ترجمہ: ۱۲٦۴]

- اس کا راوی ابوعبیدة بن سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے' جو اپنی کنیت ہی سے مشہور ہیں، بلکہ کہا جاتا ہے کہ کنیت ہی اُن کا نام ہے' ابوعبیدة اسے اپنے والد محترم کی سند سے نقل کرتا ہے' جب کہ راجح یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے والد محترم سے حدیث نہیں سنی۔

[تقریب التہذیب: ٦۸۰' ترجمہ: ۸۲۳۱]

[۵۵۵] لا یُغَرَّمُ السَّارِقُ إذا أقیم علیه الحد.

[سنن نسائی' کتاب قطع السارق [۴٦] باب تعلیق ید السارق فی عنقه [۱۸] حدیث: ۴۹۸۴' سنن الدار قطنی ۳:۱۸۲' ۱۸۳' السنن الکبریٰ' بیہقی ۸:۲۷۷' حلیة الاولیاء ۸:۲۲۲' بلوغ المرام: ۳۷۵' حدیث: ۱۲۳۴]

''جب چور پر حد قائم کی جائے تو اس پر غرامت مثل یا قیمت نہ ڈالی جائے۔''

یہ روایت منکر ہے کیونکہ:

– آیت کریمہ وَلَاتَاْکُلُوْااَمْوَالَکُمْ بِالْبَاطِلِ [سورۃ البقرۃ۲:۱۸۸] کے خلاف ہے۔

– حدیث: لایحل مال امرئٍ مسلم إلا بِطِیبةٍ من نفسه [مسند احمد۵:۷۲] کے خلاف و معارِض ہے۔ [سبل الاسلام۴:۴۹]

– امام نسائی فرماتے ہیں: یہ مرسل ہے اور ثابت نہیں۔ [سنن النسائی۸:۹۳]

– امام بیہقی فرماتے ہیں: منقطع ہے۔ [السنن الکبری بیہقی۸:۲۷۷]

– امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کا ایک راوی سعد بن ابراہیم مجہول ہے۔ [سنن الدارقطنی۳:۱۸۳]

– امام ابن حاتم فرماتے ہیں: یہ منکر ہے اور چونکہ مسور کی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے رؤیت و ملاقات ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت مرسل بھی ہے۔ [علل الحدیث۱:۴۵۲]

[۵۵۶] لا یَقبَل الله لصاحب بدعةٍ صوماً و لا صلاةً و لا صدقةً و لا حجًّا و لا عمرةً و لا جهاداً، و لا صرفاً و لا عدلاً، یخرج من الإسلام کما تخرج الشعرة من العجین.

[سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب اجتناب البدع والجدل [۷] حدیث:۴۹]

''اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے اور نہ نماز اور نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ جہاد اور نہ کوئی فرض عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفل اور وہ اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔'' [راہِ سنت:۲۷، ماہ نامہ نغمہ توحید، جلد ۷، شمارہ ۵، اکتوبر ۱۹۹۵، صفحہ:۱۱]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن محصن [محمد بن اسحاق بن ابراہیم اسَدی] ہے، جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر احادیث بیان کرتا تھا۔ [التاریخ الکبیر۱:۴۰، ترجمہ:۶۳]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: مجہول و کذاب تھا اور مکذوب و موضوع روایات نقل کرتا تھا۔

[الجرح والتعدیل۷:۱۹۴-۱۹۵، ترجمہ:۱۰۸۹، ۱۰۹۳]

امام حاکم اور امام ابن حبّان فرماتے ہیں: اوزاعی اور دیگر ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع احادیث بیان کیا کرتا تھا۔ [المدخل إلی الصحیح۱:۲۱۴، ترجمہ:۱۸۰، المجروحین۲:۲۸۹، ترجمہ:۹۶۶]

امام ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی سب روایتیں منکر و موضوع ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۳۶۷' ترجمہ:۱۶۵۳]

[۵۵۷] لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواهُ تبعاً لما جئتُ به.

[تاریخ بغداد ۴:۳۶۹' شرح السنۃ ۱:۲۶۳]

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں: اس روایت کو صحیح کہنا بہت دشوار ہے اس لیے کہ اس کا راوی نُعیم ابن حماد ہے جس کے بارے میں بعض علماء کی رائے تو اچھی ہے مگر بعض علماء اس پر وضعِ حدیث کا الزام لگاتے ہیں' نیز ثقفی کا استاذ مجہول ہے اور ایک اور راوی عقبہ بن اوس سدوسی بھی مجہول ہے۔

[جامع العلوم والحِکم ۲:۳۹۴' حدیث:۴۱]

حرف المیم

[۵۵۸]ما اجتمعَ قومٌ قطُّ في مشورةٍ معهم رجلٌ اسمه محمد لم يدخلوه في مشورتهم إلَّا لم يبارَك لهم.

[مُوَضِحُ أوهامِ الجمعِ والتَّفريق ۱:۴۴۶‘ ذِکراحمد بن حفص الجزری[۵۱]

’’کوئی قوم مشورہ کے لیے جمع ہو اور محمد نام والا کوئی شخص اُن کے مشورہ میں داخل نہ ہو تو اُن کے کام میں برکت نہیں ہوگی۔‘‘

حافظ ابن عدی نے اس روایت کو احمد بن کنانہ کے ترجمہ [حالاتِ زندگی] میں لکھ کر ارشاد فرمایا ہے: احمد بن کنانہ شامی منکر الحدیث ہے‘ معروف نہیں اور یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۲۷۴-۲۷۵‘ ترجمہ:۴]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے یہ روایت مع دیگر اَحادیث نقل کر کے فرمایا: یہ احادیث مکذوب [جھوٹی] ہیں۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۲۹‘ ترجمہ:۵۲۲‘ لسان المیزان ۱:۲۵۰‘ ترجمہ:۷۷۸]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کا راوی عثمان واہی [حدیث کے معاملہ میں کمزور] ہے‘ اس کا استاذ مجہول ہے اور اس کی روایت ساقط الاعتبار ہے۔ [ترتیب الموضوعات:۳۱‘ روایت:۵۱]

عثمان بن عبدالرحمٰن بن مسلم طرائفی کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صدوق تھا مگر اس کی اکثر روایتیں ضعفاء و مجاہیل سے ہیں جس کے سبب ضعیف ٹھہرا‘ یہاں تک کہ محدث ابن نمیر نے اسے جھوٹا کہا ہے۔ [تقریب التہذیب:۴۱۶‘ ترجمہ:۴۴۹۴]

[۵۵۹] ما أَصَرَّ مَنِ استغفَرَ و إن عادَ في اليوم سبعين مرَّةً .

[سنن ابی داوٗد‘ کتاب الصلاۃ [۲] باب فی الاستغفار [۳۶۱] حدیث:۱۵۱۴‘ سنن ترمذی‘ کتاب الدعوات [۴۹] بابٌ [۱۰۷] حدیث:۳۵۵۹]

’’جو شخص استغفار پڑھ لے‘ اُس نے گناہ پر اِصرار نہیں کیا اگرچہ وہ روزانہ ستّر بار توبہ کی خلاف ورزی کرتا رہے۔‘‘

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

– سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کرنے والا اُن کا آزاد کردہ غلام ہے، جس کا نام مذکور نہیں۔
اب یہ کیسے معلوم ہے کہ وہ ثقہ ہے، یا غیر ثقہ؟
– سنن ابی داؤد کی سند میں مَخلَد بن یزید ہے جو صدوق ہونے کے باوجود اَوہام کا شکار تھا۔
[تقریب التہذیب:۵۵۲، ترجمہ:۶۵۴۰]
– امام ترمذی کے استاذ حسین بن یزید کوفی لین الحدیث ہیں۔ [تقریب التہذیب:۲۰۶، ترجمہ:۱۳۶۱]
– سنن ترمذی کی سند میں ابو یحییٰ الحمانی [عبدالحمید بن عبدالرحمٰن] ہے جو صدوق ہونے کے باوجود حدیث کو روایت کرنے میں خطاً کا شکار ہوا کرتا تھا۔ نیز اِرجاء سے بھی مُتَّہَم [بدنام] تھا۔
[تقریب التہذیب:۳۶۷، ترجمہ:۳۷۷۱]

[۵۶۰] ما بالُ أقوام يصلون معنا لايحسنون الطهور؟ فإنما يُلبس عليناالقرآن أولئك.
[سنن نَسائی، کتاب الافتتاح [۱۱] باب القراءۃ فی الصبح بالروم [۴۱] حدیث:۹۴۷، مسند احمد ۳:۴۷۲، ۵:۳۶۳]
''اُن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح وضوء کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہم سے قرآن کو بھلا دیتے ہیں۔''
مولانا وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ نکلا کہ سنن اور آداب کے ترک کا اثر دوسرے ہم نشینوں پر بھی پڑتا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اثر ہوا تو دوسروں پر بطریق اَولٰی ہوگا اور صالحین اور اولیاء اللہ کا اثر اس کے خلاف ہوتا ہے، اُن کی صحبت میں بُھولا ہوا بھی یاد ہو جاتا ہے۔ [لغات الحدیث:۱۰، بذیل مادہ: ل، ب، س]
یہ دراصل علامہ طیبی کے اس قول کی ترجمانی ہے: فيه إشارةٌ أن السنن و الآداب بركتهاتسري في الغير كماأن التقصيرفيها يتعَدَّى إلى حِرمان الغير، ثم تأمَّل أيُّهاالناظرفي هذه الحالة، فإنَّ مثل رسول الله صلى الله عليه وسلم مع جلالة قدره إذا كان يتأثرُ من مثل تلك الهيئة فكيف بالغير من صحبة أهل الأهواء و البدع و المعاشَرةِ معهم، وصحبة الصالحين على عكس ذلك. [الکاشف عن حقائق السنن ۳:۵۲۷، بذیل حدیث:۲۹۵]
لطائف و معارف کو مستنبط کرنے سے پہلے حدیث کی پوزیشن واضح کرنی چاہئے تھی، مگر ان اکابر نے اس طرف توجہ ہرگز مبذول نہیں کی اور کسی شخص کے ناقص وضوء کے اثر کا نتیجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

پر ظاہر کر دیا کہ اُن پر تلاوت خلط ملط ہوگئی' حالانکہ یہ استنباط واستدلال نادرست معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ:

– نص قطعی: مَنْ عَمِلَ صٰلِحاً فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا. [سورۃ حم السجدۃ ۴۱:۴۶]

''جو نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اسی پر آئے گا۔''
کے صریح مخالف ہے۔

– سنن نَسائی' حدیث: ۹۴۷' اور مسند احمد ۵: ۳۶۳ میں اس روایت کی سند اس طرح ہے:

شبیب بن ابی روح عن رجل مِن أصحاب النبي ﷺ جب کہ مسند احمد ۳: ۴۷۲ میں یہی شبیب ابوروح کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی' جس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ یہ کھلا اضطراب ہے۔

– شبیب بن نعیم' ابن ابی روح الحمصي کے بارے میں امام ابن القطان کا ارشاد ہے کہ: اس کا عادل ہونا معروف نہیں۔ [تہذیب التہذیب ۴: ۲۸۲]

شبیب بن نعیم صحابی نہیں ہو سکتے' اس لیے کہ ان کا معروف العدالۃ ہونا مشکوک ہے' جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجہول العدالۃ نہیں ہوتے۔ بازار میں حدیث کی نو کتابوں پر مشتمل ایک مفید سافٹ ویئر دستیاب ہے' جس کے کارپردازوں نے شبیب کو صحابی کے طور پر متعارف کرایا ہے جو بداہۃً غلط ہے۔

– ان تینوں روایتوں کا ایک راوی عبدالملک بن عمیر ہے' جو ثقہ اور فقیہ تھا' اُس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور بکثرت تدلیس کیا کرتا تھا۔ [تقریب التہذیب: ۳۹۶' ترجمہ: ۴۲۰۰]

جب کہ اُن کی یہ روایت معنعن بھی ہے۔

– اس کی سند میں عن رجل من الأصحاب کے الفاظ ہیں' جب کہ: صفة الحديث الصحيح أن يرويه عن رسول الله ﷺ صحابيٌ زائلٌ عنه اسم الجهالة. [معرفۃ علوم الحدیث: ۶۲]

''صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ اُسے رسول اللہ ﷺ سے ایسا صحابی روایت کرے جس کی صحابیت معلوم ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کا صحابی ہونا معلوم نہ ہو جائے تب تک اُس کی روایت

صحیح تصور نہیں کی جائے گی' اس لیے کہ عصر صحابہ میں منافقین و مرتدین بھی موجود تھے:

وقد كان في عصر الصحابة منافقون ومرتدون فلايقبل حديث قال راويه: عن رجل من الصحابة ' أو حدثني مَن صحب رسول الله ﷺ حتى يُسميه ' و يكون معلوماً بالصحبة الفاضلة' قال الله تعالى: وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لاتَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ.

[سورۃ التوبۃ ۹:۱۰۱] [توجیہ النظر الی اصول الاثر: ۲۴۶-۲۴۷]

[۵۶۱] ما بلغكم عني من قولٍ حسنٍ لم أقلهُ فأنا قلتهُ.

''تمہیں میری طرف منسوب ہو کر کوئی اچھی بات پہنچے' جو میں نے نہیں کی ہو تو وہ میری کہی ہوئی ہے [اُسے قبول کرو]۔''

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: اس کے راوی: حارث بن نبہان اور محمد بن عبداللہ عزرمی دونوں ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن سعید بن ابی سعید مشہور کذاب ہے اور:

هذاهو نسبة الكذب إلى رسول الله ﷺ لأنه حكى عنهُ أنه قال: لم أقلهُ فأناقُلتهُ، فكيف يقول: مالم يقلهُ' هل يستجيزهذا إلّا كذّابٌ زنديقٌ كافرٌ أحمقٌ.

[الإحكام في أصول الأحكام' المجلد الأول ۱-۴: ۲۱۳]

''یہ تو بعینہ رسول اللہ ﷺ کو جھوٹ کی نسبت کرنا ہے اس لیے کہ اس میں کہا گیا ہے ''جو بات میں نے نہیں کی ہے' وہی میں نے کی ہے۔'' تو جو بات آپ ﷺ نے نہیں فرمائی ہے' وہ کیونکر اُن ہی کی بات ہوئی؟ اسے کوئی کذاب' زندیق' کافر اور احمق ہی درست کہہ سکتا ہے۔''

[۵۶۲] ماترك القاتل على المقتول من ذنب. [البدایۃ والنہایۃ ۱:۱۰۲' بذیل قصہ قابیل وہابیل]

''قاتل نے مقتول کے ذمہ کوئی گناہ نہیں چھوڑا۔''

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: لاأصل له' ولايُعرفُ في شيء من كتب الحديث بسند صحيح' ولاحسن ولاضعيفٍ أيضاً. [البدایۃ والنہایۃ ۱:۱۰۲]

''یہ بالکل بے اصل ہے۔ حدیث کی کتابوں میں کسی صحیح' حسن بلکہ ضعیف سند کے ساتھ اس کا کوئی وجود نہیں۔''

[۵۶۳]ماتَغَنَّيتُ ولاتَمَنَّيتُ ولامَسِستُ ذَكَرِيَ بيميني منذُبايعتُ بهارسولَ الله ﷺ.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب الطہارۃ وسننہا[۱] باب کراہۃ مس الذکر بالیمین [۱۵] حدیث:۳۱۱' مسند ابی یعلی ۷:۴۶]

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جب سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ بیعت کی ہے اُس وقت سے آج تک نہ کوئی گانا گایا ہے' نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ اپنے آلہ تناسل کو داہنے ہاتھ سے چھوا ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ سنن ابن ماجہ کا راوی صلت بن دینار ازدی ابوشعیب المجنون متروک الحدیث اور ناصبی تھا۔ [تقریب التہذیب:۳۱۱' ترجمہ:۲۹۴۷]

مسند ابی یَعلی کی روایت کا دارو مدار صقر بن عبدالرحمٰن پر ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی نے امام ابویعلی کے حوالے سے لکھا ہے: ضعیف ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۱۴۴]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: جھوٹ بولنے سے مُتَّہَم ہے۔ [دیوان الضعفاء:۱۹۶' ترجمہ:۱۹۶۸]

یہ بھی لکھتے ہیں: امام ابوحاتم ان کو قوی جانتے ہیں جب کہ دیگر سب علمائے جرح وتعدیل انہیں جھوٹا جانتے ہیں۔ [المغنی فی الضعفاء ۱:۳۰۹' ترجمہ:۲۸۹۱]

حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

هذا حديثٌ موضوعٌ'فيه كلامٌ. [المطالب العالیۃ ۴:۱۹' بذیل حدیث:۳۸۴۲]

''یہ روایت موضوع ہے اور اس میں [لمبا چھوڑا] کلام ہے۔''

[۵۶۴] ماجاء كم عني فأعرضوهُ على كتاب اللّٰهِ'فما وافَقَهُ فأنا قُلتهٗ'وماخالَفَهٗ فلم أقله. [الرسالۃ:۲۲۴' فقرہ:۶۱۷]

''میری جو حدیث تمہیں پہنچے تو اُسے قرآن کریم پر پیش کرو۔ اگر اُس کے موافق ہوئی تو میرا ہی فرمودہ ہے اور اگر اُس کے خلاف ہے تو میرا فرمودہ نہیں ہے۔''

امام شافعی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ماروَى هذاأحدٌيثبتُ حديثه في شيءٍ صَغُرَ ولا كبُرَ'وهذه روايةٌ منقطعةٌ عن رجلٍ مجهولٍ'ونحنُ لانقبلُ مثلَ هذه الروايةِ في شيءٍ.

[الرسالۃ:۲۲۵' فقرات:۶۱۸-۶۱۹]

''اسے حدیث کے کسی چھوٹے بڑے مستند راوی نے نقل نہیں کیا بلکہ یہ ایک مجہول راوی کی منقطع روایت ہے' جب کہ ہم دین کے معاملے میں کسی مجہول راوی کی روایت قابل اعتنا نہیں

سمجھتے۔‘‘

امام بیہقی لکھتے ہیں:قال أحمد:هذه الرواية منقطعةٌ،و كأنه أراد بالمجهول خالد بن أبي كريمة،فلم يُعرف من حاله مايثبت به خبره،وقد رُوِيَ من أوجهٍ أُخر كلها ضعيفٌ ، قد بَيَّنتُ ضعف كل واحد منها في كتاب المدخل.[معرفۃ السنن والآثار۱:۶۹]

’’امام احمد فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے،اور مجہول سے اُن کی مراد خالد بن ابی کریمہ ہے جس کی اتنی حالت معلوم نہیں جو کسی راوی کی روایت کے قبول کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ یہ روایت کئی دیگر اَسناد سے بھی منقول ہے جو سب کے سب ضعیف ہیں،جن کا ضعیف ہونا میں نے اپنی کتاب ’’المدخل‘‘میں واضح کیا ہے۔‘‘

[۵٦۵] مَا خالَطَتِ الصَّدَقَةُ مالاً قَطُّ إلَّا أهلَكَتْهُ .[التاریخ الکبیر۱:۱۸۰،بذیل ترجمہ:۵۴۹]

’’صدقہ[فرض ہو یا نفل]جب دوسرے مال کے ساتھ شامل ہو جائے تو اُسے برباد کر دیتا ہے۔‘‘

اس روایت کا راوی محمد بن عثمان بن صفوان بن امیۃ الجمحي القرشی ہے۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں:منکر الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۸:۲۴]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:امام حمیدی کے استاذ ہیں۔ پھر امام ابوحاتم کی درج بالا عبارت لکھنے کے بعد زیر بحث روایت اُس کے منکر روایات کے نمونہ کے طور پر پیش فرمائی ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۶۴۱،ترجمہ:۷۹۲۹]

[۵٦٦] ما رآه المسلمون حسناً فهو عندالله حسنٌ.

’’جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔‘‘

حافظ زیلعی لکھتے ہیں: مرفوعاً ضعیف ہے۔ میں نے اس روایت کو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف ہی پایا ہے۔[نصب الرایۃ۴:۱۳۳،حدیث:٦۸۰۴]

پھر اس میں اَلْمُسْلِمُوْنَ سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں نہ کہ دوسرے مسلمان۔ چنانچہ امام ابوداوٗد طیالسی نے یہ روایت اِن الفاظ میں نقل کی ہے:إنَّ الله عزوجل نظر في قلوب العباد فاختار محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فبعثه برسالاته و انتخبه بعلمه ثم نظر في قلوب الناس بعده فاختار له أصحابه فجعلهم أصحاب دينه و وُزراء نبيه صلی اللہ علیہ وسلم فما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسنٌ ومارآه قبيحاً فهوعند الله قبيحٌ.[مسند ابی داوٗد الطیالسی:۳۳،حدیث:۲۴٦]

’’اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر کی تو رسول اللہ ﷺ کو اپنے علم کے بموجب رسالت کے لیے چُنا اور اُنہیں انتخاب فرمایا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد لوگوں کو دیکھا تو اُن کے صحابہ کرام کو چُنا اور اُن کو اپنے دین کے مددگار اور اپنے نبی کے وزیر بنایا‘ سو جس چیز کو مؤمن اچھا سمجھیں تو وہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہوگی اور جس چیز کو وہ بُرا سمجھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بُری ہوگی۔‘‘

اور امام حاکم اس حدیث کے الفاظ اس طرح بیان کرتے ہیں: ما رآہ المسلمون حسناً فھو عند اللّٰہ حسنٌ و ما رآہ المسلمون سیئاً فھو عنداللّٰہ سیئٌ‘ وقد رأى الصحابة جميعاً أن يستخلفوا أبابکر رضی اللہ عنہ. [المستدرک ۳:۷۸]

’’جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہوگی اور جس چیز کو مسلمان برا سمجھیں تو وہ عنداللہ بھی بُری ہوگی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا [اور اُن کی خلافت کو اچھا سمجھا لہٰذا اُن کی خلافت عنداللہ بھی اچھی ہے]۔‘‘

[۵۶۷] مَا رأیت عورة [فرجَ] رسول اللّٰہ ﷺ قط‘ ولا رآہ مني.

[مسند احمد ۶:۶۳‘ سنن ابن ماجۃ‘ کتاب الطہارۃ وسننہا [۱] باب النہی ان یری عورۃ اخیہ [۱۳۷] حدیث: ۶۶۲‘ کتاب النکاح [۹] باب التستر عند الجماع [۲۸] ۱۹۲۲‘ تاریخ بغداد ۱: ۲۲۵‘ حلیۃ الاولیاء ۸: ۲۴۷]

’’[سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:] میں نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عورت کو نہیں دیکھا اور نہ انہوں نے میری عورت دیکھی ہے۔‘‘

یہ روایت شدید ضعیف ہے‘ اس لیے کہ:

- مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی سند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی یا غلام کا نام ذکر نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ۔ [مصباح الزجاجۃ ۲: ۹۵]
- خطیب اور ابونعیم کی سند میں برکۃ بن محمد ابوسعید حلبی ہے جو حافظ ابن عدی کی تصریح کے مطابق جھوٹ بولا کرتا تھا اور اُس کی ساری روایات منکر اور باطل ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۲۲۴-۲۲۶]

امام دارقطنی لکھتے ہیں: ’’برکۃ‘‘ احادیث گھڑ لیا کرتا تھا۔

[سنن دارقطنی ۱: ۱۱۵‘ میزان الاعتدال ۱: ۵۰۴‘ لسان المیزان ۲: ۸]

یہ بات امام حاکم نے ان الفاظ میں لکھی ہے کہ یہ یوسف بن اسباط سے موضوع احادیث کو نقل کرتا ہے۔ [المدخل إلی الصحیح ۱:۱۳۲، ترجمہ:۲۸]

حافظ ابن حجر نے اس کی منکر روایات میں زیر بحث روایت بھی نقل کی ہے۔ [لسان المیزان ۹:۲]

نیز یہ اُس صحیح حدیث کے معارض ہے جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ:

کنتُ أغتسل أنا والنبي ﷺ من إناءٍ واحدٍ.

[صحیح بخاری، کتاب الغسل [۵] باب غسل الرجل مع امراتہ [۲] حدیث:۲۵۰]

''میں اور نبی ﷺ اکٹھے ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔''

حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: واستدل به الداودي علی جواز نظرالرجل إلی عورة إمرأته، وعکسه، ویؤیده ما رواه ابن حبان من طریق سلیمان بن موسی أنه سأل عن الرجل ینظرإلی عورة إمرأته، فقال: سألتُ عنها عطاء، فقال: سألتُ عنها عائشة فقالت هذاالحدیث بمعناه، وهو نصٌّ في المسألة. [فتح الباری ۱:۳۶۴]

''علامہ داودی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی کی عورت کو اور بیوی اپنے شوہر کی عورت کو دیکھے تو جائز ہے، اس کی تائید امام ابن حبان کی اُس روایت سے بھی ہوتی ہے جو اُنہوں نے سلیمان بن موسیٰ سے نقل کی ہے، کہ اُن سے کسی آدمی نے اس بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے جواب میں فرمایا: میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا اور انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں پوچھا تھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کنتُ أغتسل أنا والنبي ﷺ مِن إناءٍ واحدٍ والی حدیث بیان فرمائی اور یہ اس مسئلہ میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔''

یہ روایت صحیح ابن حبان جلد:۱۲، صفحہ:۳۹۰ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

[۵٦۸] ماصام مَن ظَلَّ یأکل لحوم الناس. [مصنّف ابن ابی شیبۃ ٦:۱۰۲، حدیث:۸۹۸۳]

''جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہے اُس نے روزہ ہی نہیں رکھا۔''

اس کا ایک راوی یزید بن اَبان متروک ہے جو امام نسائی کی تصریح کے مطابق ہے۔

[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵۹۳]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: شب زندہ دار اور نیک آدمی تھے مگر حدیث سے قطعاً ناواقف تھے اس

لیےان کی روایت لیس بشيء ہوتی ہے۔[المجروحین۲:۴۴۸-۴۴۹، ترجمہ:۱۱۷۳]
امام احمد فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے جب کہ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں: ان کی وہ روایتیں محل نظر ہوتی ہیں جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہوں، یہ پرہیز گار مرد تھے لیکن ان کی روایتیں بناوٹی ہوتی ہیں۔[الجرح والتعدیل۹:۲۵۲، ترجمہ:۱۰۵۳]
حافظ زیلعی لکھتے ہیں: ورد في ذلك أحاديث كلها مدخولةٌ، فمنها مارواه ابن أبي شيبة في مصنفه، وإسحق بن راهويه في مسنده، قالا: ثنا وكيع، ثنا الربيع، ثنايزيد ابن أبان الرقاشي عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: ماصام مَن ظَلَّ يأكل لحوم الناس.

[نصب الرایہ۲:۴۸۲، حدیث:۳۸٦۷]

''غیبت کرنے سے روزہ فاسد ہو جانے کے متعلق کئی احادیث مروی ہیں، جو سب کے سب بناوٹی[موضوع] ہیں، جن میں سے ایک روایت کو ابن ابی شیبہ نے مصنَّف اور اسحاق بن راہویہ نے مسند میں بسند وکیع از ربیع از یزید بن ابان رقاشی از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ میں نقل کیا ہے: جو لوگوں کا گوشت کھاتا رہے اُس نے روزہ ہی نہیں رکھا۔''

[۵٦۹]ما فقدتُ جسد النبي صلی اللہ علیہ وسلم ليلة المعراج.[ظفر الامانی:۴۵۳]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں کھویا۔''
یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ معراج کی رات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر نہیں تھی۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔

[تفسیر ابن کثیر۳:۲٦]

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے گھر سے رخصتی ہجرت کے بعد شوال میں ہوئی ہے اس لیے یہ روایت اُن کا نام لے کر وضع کی گئی ہے۔[ظفر الامانی:۴۵۳]

[۵۷۰]ما قعد يتيم، مع قومٍ على قصعتهم فيقرب قصعتهم شيطان.

[المعجم الأوسط۵:۲۳۰-۲۳۱، حدیث:۵٦۱۷]

''جس قوم کے دستر خوان پر کوئی یتیم بیٹھ گیا، شیطان اُن کے دستر خوان کے قریب نہ جا سکے گا۔''
علامہ محمد طاہر پٹنی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے کیونکہ اس کا راوی حسن بن واصل کذاب ہے۔

[تذکرۃ الموضوعات:۱۲۴]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: حسن بن دینار کو حسن بن واصل بھی کہتے ہیں: اسی حسن کو امام احمد اور امام یحییٰ ابن معین جھوٹا کہا کرتے تھے۔ [میزان الاعتدال:۴:۴۸۹]

[۵۷۱] ما مات رسول اللهﷺ حتى قرأ و كتب. [السنن الکبریٰ، بیہقی ۷:۴۲]

''رسول اکرمﷺ اپنی وفات سے قبل پڑھ لکھ لیتے تھے۔''

امام بیہقی لکھتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے اور اس کی سند میں ضعفاء و مجہولین کی ایک بڑی جماعت ہے۔ [السنن الکبریٰ ۷:۴۳]

حافظ سیوطی نے امام طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے: یہ روایت منکر ہے۔ قرآن کریم کا صریح مخالف اور معارض ہے اور اس کا راوی ابوعقیل یحییٰ بن متوکل حدیث کے معاملے میں ضعیف ہے۔ [ذیل الموضوعات:۵]

[۵۷۲] ما مكث نبي في قبره أكثرمن أربعين ليلةٍ حتى يرفع. [حیاۃ الانبیاء بعد وفاتہم:۷۶]

''[سفیان ثوری نے جامع میں روایت بیان کی ہے کہ ہمیں ہمارے ایک شیخ نے سعید بن مسیّب کے حوالے سے یہ روایت سنائی کہ] کوئی نبی اپنی قبر میں چالیس رات سے زیادہ نہیں رکھا جاتا مگر انہیں اوپر اُٹھا لیا جاتا ہے۔''

یہ روایت اس لیے ضعیف ہے کہ اس میں سفیان ثوری کے استاذ کا نام مذکور نہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ پھر سعید بن مسیّب تابعی ہیں، وہ بھی آگے کا سلسلہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت اُنہوں نے کسی تابعی سے سنی، یا صحابی سے، اور اس نے رسول اللہﷺ سے۔

[۵۷۳] ما مِن رجل يمربقبرالرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلّاعرفه وردَّ عليه.

[الفوائد، تمام رازی ۱:۶۳، حدیث:۱۳۹، الاستذکار ۱:۱۸۵، تاریخ بغداد ۶:۱۳۷، تاریخ دمشق الکبیر ۲۷:۶۵، ترجمہ:۴:۳۱۷، تہذیب تاریخ دمشق ۷:۲۹۲، مجموع الفتاوی ۱:۲۶۰، ۲۴:۱۳۲، ۱۳۵، ۱۶۰، میزان الاعتدال ۲:۵۶۵]

''جو بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو جب وہ اس پر سلام کہتا ہے، وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔''

سید آلوسی نے حافظ ابن رجب کے حوالے سے لکھا ہے: یہ روایت ضعیف بلکہ منکر ہے۔

[روح المعانی ۲۱-۲۲:۸۷، بذیل تفسیر سورۃ الروم ۳۰:۵۳]

وجہ اس کی یہ ہے کہ:

– امام ابن عبدالبر کے استاذ کا نام ابوعبداللہ عبید بن محمد ہے، جو ایک فاضل شخص، بکثرت نماز پڑھنے والے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے اور جہاد کرنے والے تھے۔

[تاریخ العلماء والرُّواۃ للعلم بالاندلس ۱:۳۸۴، ترجمہ:۱۰۰۴]

ظاہر ہے کہ یہ الفاظ تعدیل اور وثاقت کے الفاظ نہیں۔

– پھر امام ابن عبدالبر کے استاذ ابوعبداللہ عبید بن محمد کی استانی فاطمہ بنت ریّان کے بارے میں نہیں معلوم کہ ثقہ تھیں یا نہ۔

– تاریخ بغداد اور ابن عساکر کی روایت میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے، جس کے بارے امام بخاری فرماتے ہیں: شدید ضعیف ہے۔ [التاریخ الکبیر ۶:۲۸۴]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: لاعلمی سے روایات میں ہیر پھیر کیا کرتا تھا اور کثرت سے اس کا شکار ہوگیا اور مدلس کو مرفوع اور موقوف کو مسند کہنے لگا تو چھوڑ دینے کا مستحق ٹھہرا۔

[المجروحین ۲:۲۲، ترجمہ:۵۹۳]

امام حاکم لکھتے ہیں: اپنے باپ کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

[المدخل إلی الصحیح ۱:۱۷۰، ترجمہ:۹۸]

جب کہ یہ روایت بھی اپنے باپ ہی سے نقل کرتا ہے۔

[۵۷۴] مامن شيء إلَّا له توبةٌ إلَّا صاحب سُوءِ الخلق فإنه لا يتوب مِن ذنبٍ إلَّا عادَ في شرمنه. [المعجم الصغیر ۱:۲۰۰، المغنی عن حمل الاسفار ۳:۵۲]

''ہر گناہ سے توبہ ہوسکتا ہے مگر بدخو آدمی اگر ایک گناہ سے توبہ کرلے تو اس سے بدتر گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس کی سند میں عمرو بن جمیع ہے جو کذاب تھا۔ [مجمع الزوائد ۸:۲۵]

امام ابن معین فرماتے ہیں: ثقہ اور محفوظ نہیں ہے۔ [التاریخ ۲:۴۴۱، ۳:۴۰۰]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: کذاب اور خبیث تھا اور احادیث وضع کرنے سے مُتَّھَم تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۱۹۶]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۴۶]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: اَثبات کی سند سے موضوعات اور مشاہیر کے نام سے مناکیر روایت کرتا ہے۔[المجروحین ۲:۴۳، ترجمہ:۶۲۲]

[۵۷۵] ما من عبد قال لاإله إلّا اللّٰه في ساعةٍ من ليل أو نهار إلّا طُمِسَتُ ما في الصحيفة من السيئآت حتى تسكن إلى مثلها من الحسنات.

[مجمع الزوائد ۱۰:۸۲، الترغیب والترہیب ۲:۴۱۶]

''جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا إله إلّا اللّٰه کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' [فضائل ذکر:۷۶]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی سند میں عثمان بن عبدالرحمٰن الزہری ہے جو امام ہیثمی کی تصریح کے مطابق متروک ہے۔[مجمع الزوائد ۱۰:۸۲]

شیخ الحدیث صاحب نے حافظ ہیثمی کی یہ تصریح عربی میں لکھی ہے لیکن اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ کیا یہ بھی دین کی کوئی خدمت ہے کہ عوام کے لیے لکھی جانی والی کتاب میں عربی الفاظ کا ترجمہ نہ لکھا جائے؟

حافظ ابن عدی اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کی عام روایتیں منکر ہوتی ہیں۔ یا تو اُن کی اِسناد منکر ہوتی ہے یا اُن کا متن۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۲۷۳، ترجمہ:۳۵۳-[۱۳۲۲]]

[۵۷۶] مامن عبدٍ يُصلِّي عَلَيَّ إلّاعرج بها مَلَكٌ حتى يجيئ بهاوجه الرحمن عز وجل فيقول اللّٰه:إذهبوابها إلى قبر عبدي تستغفر لقائلها وتقربها عينه.

[الفردوس، حدیث:۶۰۲۶، القول البدیع:۲۶۰]

''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اس درود کو لے جا کر اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ میں پیش کرتا ہے، وہاں سے ارشاد عالی ہوتا ہے کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ، یہ اس کے لیے استغفار کرے گا اور اس وجہ سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔

[فضائل درود شریف:۲۶-۲۷]

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: اس کی سند میں عمر بن حبیب قاضی ہے جسے امام نسائی نے ضعیف کہا

ہے۔[القول البدیع:۲۶۰' کتاب الضعفاء والمتروکین' نسائی' ترجمہ:۴۷۱]
امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: جھوٹ بولا کرتا تھا۔
[میزان الاعتدال ۳:۱۸۴' تہذیب التہذیب ۷:۳۷۹]

[۵۷۷] ما مِن غني ولا فقير إلَّا وَدَّ يومَ القيامةِ أنه أُتِيَ من الدُّنيا قُوتاً.
[سنن ابن ماجۃ' کتاب الزہد [۳۷] باب القناعۃ [۹] حدیث:۴۱۴۰' مسند احمد ۳:۱۱۷' ۱۶۷' حِلیۃ الاولیاء ۱۰:۶۹-۷۰]

''ہر فقیر وامیر روزِ قیامت یہ آرزو کرے گا کہ اے کاش! دنیا میں اُسے قوت لایموت ہی کی روزی دی جاتی۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ اس کا راوی نُفَیع بن حارث ابوداود کوفی ہے' جو متروک ہے اور امام یحییٰ بن معین اُسے کذاب کہتے ہیں۔[تقریب التہذیب:۵۹۴-۵۹۵' ترجمہ:۷۱۸۱]

[۵۷۸] ما مِن مسلم دنَامِن زوجته' وهو ينوي إن حملت منه يسميه محمداً رزقه الله ولَداً ذكراً.

''جب کوئی مسلمان اپنی عورت سے جماع کرنے لگے اور اس کا ارداہ ہو کہ پیدا ہونے والے بچے کا نام محمد رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے نرینہ اولاد عطا کرے گا۔''

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت درست نہیں کیونکہ اس کی سند میں یحییٰ بن سُلَیم ہے جو ناقابل احتجاج ہے۔ ایک اور راوی سلیمان ہے جو مجروح ہے' جب کہ تیسرا راوی عبثر مجہول ہے۔
[الموضوعات ۱:۱۵۸' اللآلی المصنوعۃ ۱:۹۸]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔[المنار المنیف:۶۱]
ملا علی قاری فرماتے ہیں: اسی سلسلے میں ایک جزءٔ منقول ہے جو سارا کا سارا جھوٹ کا پلندہ ہے۔
[الاسرار المرفوعۃ:۴۱۵]

[۵۷۹] ما مِن نبي نُبِّئَ إلَّا بعد الأربعين. [اتحاف السادۃ المتقین ۱:۴۶۶]
''ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔''

امام ابن جوزی' حافظ سخاوی' حافظ سیوطی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔
[المقاصد الحسنۃ:۵۸۸' الدرر المنتثرۃ:۱۷۴' الاسرار المرفوعۃ ۳۰۰' المصنوع:۱۶۳-۱۶۴]

[۵۸۰] ما مِن ولدٍ بارٍ ينظر نظرة رحمة إلّا كتب الله بكل نظرةٍ حجةً مبرورةً ' قالوا: وإن نظر كل يومٍ مائة مرةً؟قال:نعم'الله أكبر و أطيب.

[شعب الایمان ٦:١٨٦' احادیث: ٧٨٥٦' ٧٨٥٩' مشکاۃ المصابیح' حدیث: ۴۹۴۴]

''جب کوئی نیک اولاد اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے اس کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتے ہیں۔ صحابہ نے سوال کیا: اگر کوئی روزانہ سو بار اپنے والدین کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھے تو؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ سب سے بڑا اور سب سے پاکیزہ ہے۔''

یہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے:

- ایک کی سند میں محمد بن حُمید رازی ہے' جو بد مذہب اور غیر ثقہ تھا۔

[اَحوال الرجال: ۲۰۷' ترجمہ: ۳۸۲]

نیز اِسی سند میں زافر بن سلیمان بھی ہے جو صدوق اور کثیر الاوہام تھا۔

[تقریب التہذیب: ۲۴۸' ترجمہ: ۱۹۷۹]

- دوسری سند میں نہشل بن سعید متروک الحدیث راوی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ اُسے کذاب کہا کرتے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۵۹۵' ترجمہ: ۷۱۹۸]

[۵۸۱] ما وسعني أرضي ولا سمائي 'ولكن وسعني قلبُ عبدي المؤمن.

[اِحیاء علوم الدین ۳: ۱۴]

''مجھے اپنی زمین وآسمان اپنے اندر تو سما نہ سکے مگر میرے مؤمن بندہ کے دل مجھے سما سکا۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ نبی ﷺ سے اس کی کوئی معروف سند نہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میری محبت اور معرفت کسی مؤمن بندے کے دل ہی کا کام ہے۔

[مجموع الفتاوی ۱۸: ٦٢]

امام زرکشی درج بالا کلام نقل کر کے لکھتے ہیں: وإلّا فَمَن قال: إنَّ الله يحلُّ في قلوب الناس فهو أكفرُ من النصارى الذين خصُّوا ذلك بالمسيح علیہ السلام وحده.

[التذکرۃ: ۸۹' بذیل حدیث: ۱۱۱]

''اس کی یہی تاویل درست ہے ورنہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں

میں حلول کر جاتے ہیں، وہ نصاریٰ سے بڑھ کر کافر ہیں، اس لیے کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اُن کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر چکے ہیں۔''
امام عجلونی کا بھی اِس پر صاد ہے۔[کشف الخفاء ۲: ۱۹۵، حدیث: ۲۲۵۶]

[۵۸۲] مِدادُ العلماءِ أفضل من دم الشهداء.
''علماء کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے۔''
امام زرکشی لکھتے ہیں: یہ حسن بصری کا کلام ہے۔
[التذکرۃ: ۱۲۱، حدیث: ۱۵۶، الاسرار المرفوعۃ: ۳۰۳، الفوائد المجموعۃ، شوکانی: ۲۸۷]
علامہ حوت بیروتی اور امام سمہودی لکھتے ہیں: اس کی سند میں محمد بن جعفر ہے جو متہم بالوضع ہے۔
[اسنی المطالب: ۱۹۳، الغماز علی اللماز: ۲۰۰]
علامہ عجلونی نے خطیب بغدادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔
[کشف الخفا ۲: ۲۶۲، حدیث: ۲۲۷۶]

[۵۸۳] مَرَّ أبو هريرة رضي الله عنه وصاحبٌ له على قبر فقال أبو هريرة رضي الله عنه: سلم، فقال الرجل: أسَلِّمُ على القبر؟ فقال أبو هريرة رضي الله عنه: إن كان رآك في الدنيا يوماً.
[مصنف عبد الرزاق ۳: ۵۷۶، حدیث: ۶۷۲۳]
''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک قبر کے قریب گزرے تو اپنے ساتھی سے فرمایا صاحب قبر کو سلام کیجئے، اس پر وہ شخص بولا: کیا میں قبر کو السلام علیکم کہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر اس سے تیری ایک بھی ملاقات ہو چکی ہے پھر بھی اسے سلام کرنا۔''
اس کا مرکزی راوی یحییٰ بن العلاء الرازی البَجَلِی ہے جسے امام دارقطنی نے ضعفاء ومتروکین میں شمار کیا ہے۔[الضعفاء والمتروکین: ترجمہ: ۵۷۹]
امام نَسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین: ترجمہ: ۶۲۷]
امام احمد بن حنبل اسے کذاب اور احادیث گھڑنے والا بتاتے ہیں۔[میزان الاعتدال ۴: ۳۹۷]
امام عمرو بن علی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل ۹: ۱۸۰ ترجمہ: ۷۴۴]
حافظ ابن عدی امام بخاری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ اور امام نَسائی کے حوالہ

سے لکھا: امام عبدالرزاق اُس سے روایت لیتے ہیں۔ متروک الحدیث تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۹:۲۳' ترجمہ:۵۱-[۲۱۰۴]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: محدثین کے نزدیک متروک تھا۔[الکاشف ۳:۲۶۵' ترجمہ:۶۳۳۰]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس پر احادیث وضع کرنے کا الزام ہے۔

[تقریب التہذیب:۶۲۶' ترجمہ:۶۱۸۷]

[۵۸۴] مَرَّالنبيُ ﷺ بالصبيان وهم يلعبون بالتراب فنهاهم عمربن الخطاب فقال النبيﷺ: دعهم يا عمرفإن التراب ربيع الصبيان.

[المعجم الكبير ۶:۱۴۰' حدیث:۵۷۷۵' الکامل فی الضعفاء ۷:۵۰۳]

''نبی اکرم ﷺ مٹی میں کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرے' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کھیلنے سے روک دیا' جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! انہیں کھیلنے دو' اس لیے کہ مٹی بچوں کا ربیع ہے۔''

اس کا مرکزی راوی محمد بن مَخلَد رُعَینی حِمصی ہے' جو اِس روایت کے وضع کرنے سے متہم ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۰۳' مجمع الزوائد ۸:۱۵۹]

یہ راوی امام مالک بن انس وغیرہ سے بواطیل نقل کرتا رہتا ہے۔[الکامل فی الضعفاء ۷:۵۰۳]

جب کہ زیرِ بحث روایت بھی اُن ہی کی سند سے نقل کی گئی ہے۔

[۵۸۵] مَسحُ الرَّقَبَةِ أمان من الغل.

''گردن کا مسح [جہنم کے] طوق سے امن ہے۔''

امام نووی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔[المجموع شرح المہذب ۲:۵۰۳' تلخیص الحبیر ۱:۹۲' الاسرار المرفوعۃ ۳۰۵' اسنی المطالب:۱۹۴' کشف الخفا ۲:۲۷۲]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: لم يصح عن النبيﷺ أنه مسح على عنقه في الوضوء' بل ولا رُوِي عنه ذلك فى حديث صحيح.[مجموع الفتاوی ۲۱:۷۳]

''کسی صحیح حدیث میں ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوء میں گردن کا مسح کیا ہو۔''

[۵۸۶] مسح العينين بباطن أنملتي السبابتين.

''جس نے أشهدُ أنَّ محمداً رسول الله سنتے وقت أشهدُ أن محمداًعبده ورسوله'

رضیتُ باللّٰہ ربًا، و بالإسلام دِینًا، و بمحمد ﷺ نبیاً پڑھا اور پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے تو اُس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگی۔‘‘

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: دیلمی کی جو روایت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے وہ صحیح نہیں بعض لوگ اسے سیدنا خضر علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن اس کی سند میں مجاہیل ہیں جس کے ساتھ ساتھ یہ روایت منقطع بھی ہے۔ دو تین اور روایات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسی سلسلے میں کوئی صحیح مرفوع روایت نہیں۔ [المقاصد الحسنۃ: ۶۰۵-۶۰۶]

یہی بات علامہ شامی حنفی، ملا علی قاری حنفی، علامہ حوت بیروتی تلمیذ علامہ شامی حنفی اور علامہ محمد طاہر پٹنی نے بھی لکھی ہے۔ [ردالمحتار ۱: ۲۹۳، الاسرار المرفوعۃ: ۳۰۶، اسنی الطالب: ۱۹۴، تذکرۃ الموضوعات: ۳۴، مجمع بحار الانوار ۴: ۵۱۱]

بعض لوگ اسے مستحب عمل قرار دیتے ہیں لیکن یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ:

- کسی کام کو مستحب کہنا محتاجِ دلیل ہے۔ دلیل کے بغیر کسی کام کو مستحب نہیں کہا جا سکتا۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے: الإستحباب حکم شرعي لا بُدَّ له من دلیل. [ردالمحتار ۵: ۲۸۸]

- قہستانی [۱] اس عمل کو مستحب جانتے ہیں، جن کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: فقیہ نہیں تھے بلکہ کتابوں کے دلال اور حاطب لیل تھے۔ [السعایۃ ۱: ۳۷، النافع الکبیر: ۱۸]

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے، کیونکہ اکثر لوگ اس کو ثواب سمجھتے ہیں اور وہ موقوف ہے روایت پر اور روایت اس بارے میں کوئی ثابت نہیں کما قال السخاوي في المقاصد الحسنة: و لا یصح في المرفوع من کل هذا شيء اور فضائل اعمال میں ضعیف حدیث قبول ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس میں ثواب سمجھے بغیر عمل کرے بشرطے کہ ضعیف شدید نہ ہو اور وہ عمل کسی اصل شرعی کے تحت داخل ہو کما صرح به في الدر المختار اور آج کل لوگ ثواب سمجھنے کے علاوہ تارک پر ملامت کرتے ہیں، اس لیے اِس فعل سے

---

(۱) محمد قہستانی [کوہستانی] شمس الدین، حنفی فقیہ ہیں۔ بخارا کے مفتی رہے ہیں۔ ۹۵۳ھ = ۱۵۴۶ء کو فوت ہوئے کوہستان خراسان کے ایک قصبے کا نام ہے جو ہرات اور نیشاپور کے مابین واقع ہے۔
[شذرات الذہب ۱۰: ۴۳۰، الاعلام ۷: ۱۱]

روکا جائے گا۔[امداد الاحکام ۱:۹۶-۹۷]

[۵۸۷] مُعَلِّمُوا صبیانکم شرارکم، أقلھم رحمةً بالیتیم و أغلظھم علی المسکین.

[تفسیر القرطبی ۱:۵۷ ۳، تفسیر سورۃ البقرۃ ۲:۴۱]

''تمہارے بچوں کے استاذ بدترین لوگ ہیں۔یتیم پر بہت کم رحم کرنے والے اور مسکین کے لیے بہت سخت ہوتے ہیں۔''

اس کا وضع کرنے والا سعد بن طریف ہے۔ایک دفعہ اس کا بیٹا مکتب سے روتا ہوا آیا۔باپ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو بیٹا کہنے لگا: مجھے استاذ نے مارا پیٹا ہے، اس پر سیف کہنے لگا: میں آج اُن کو رسوا کر کے چھوڑوں گا اور پھر حدثني عکرمة عن ابن عباس کہہ کر یہ جھوٹی روایت بنائی۔

[المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل:۱۳۹، روایت:۴۶]

امام قرطبی بھی سعد بن طریف کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔[تفسیر القرطبی ۱:۶ ۳۷]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس میں مسلسل تین جھوٹے راوی: عبید اللہ ابن اسحاق کوفی عطار، سیف بن عمر ضبی کوفی اور سعد اسکاف ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۵۰۷، ترجمہ سیف بن عمر]

حافظ ابن جوزی، حافظ سیوطی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[الموضوعات ۱:۴۲، اللآلی المصنوعۃ ۱:۱۹۹، الاسرار المرفوعۃ ۸:۲۲، المصنوع:۱۱۲]

[۵۸۸] مِن التواضع أن یشرب الرجل سؤر أخیه، و مَن شرب من سؤر أخیه ابتغاء وجه اللّٰہ رفعت له سبعون درجة و محیت عنه سبعون خطیئة و کتب له سبعون درجة.

[الموضوعات ۳:۴۰]

''اپنے بھائی کا باقی بچا ہوا پانی پینا تواضع ہے اور جس نے اپنے بھائی کے پیئے ہوئے پانی کا بقایا پی لیا تو اُس کو ۷۰ درجات دیے جائیں گے اس کی ۷۰ گناہیں اور خطائیں معاف کردی جائیں گی اور اس کے لیے مزید ستر درجے لکھ دیئے جائیں گے۔''

یہ روایت موضوع ہے۔اس کا مرکزی راوی نوح بن ابی مریم الجامع ہے چونکہ یہ تفسیر، حدیث، مغازی اور فقہ حنفی کا جامع تھا اس لیے الجامع کہلایا۔[میزان الاعتدال ۵:۲۷۹]

امام حاکم فرماتے ہیں: سوائے سچ بولنے کے اسے نعمت سے نواز گیا تھا۔سچ بولنے سے اسے محروم

کر دیا گیا تھا۔ہم اللہ کے ہاں ذلت وخواری سے پناہ مانگتے ہیں۔

[المدخل إلى الصحیح ۱: ۲۲۸، ترجمہ: ۲۰۹]

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں: نوح الجامع اگر چہ جلیل القدر فقیہ تھے مگر محدثین ان پر اعتماد نہیں کرتے اور اسے وضاع کہتے ہیں۔[الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ: ۳۶۳-۳۶۴، ترجمہ: ۴۹۰]

نیز اس میں ابن جریج کا عنعنہ بھی ہے۔امام دار قطنی فرماتے ہیں: ابن جریج قبیح التدلیس تھے اور ضعیف رُواۃ سے تدلیس کے عادی تھے۔[تہذیب التہذیب ۶: ۳۵۵]

[۵۸۹] مِن سعادة المرء خِفَّةُ لحيته[عارِضَيهِ].

[المعجم الکبیر ۱۲: ۱۶۳، حدیث: ۱۲۹۲۰، تاریخ بغداد ۱۴: ۲۹۷، ردالمحتار ۵: ۲۸۸]

''آدمی کی داڑھی کا خفیف اور ہلکا ہونا اس کی سعادت مندی ہے۔''

خطیب بغدادی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا راوی سُکین بن ابی سراج مجہول اور منکر الحدیث ہے، جب کہ ایک اور راوی مغیرۃ بن سوید مجہول اور ایک اور راوی یوسف بن الغرق منکر الحدیث ہے، اس لیے یہ روایت ہر گز صحیح نہیں ہے۔[تاریخ بغداد ۱۴: ۲۹۸]

امام ہیثمی فرماتے ہیں: یوسف بن الغرق کو امام ازدی نے کذاب کہا ہے۔

[مجمع الزوائد ۵: ۱۶۵، ۱۶۷]

امام ابو حاتم اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: موضوع اور باطل ہے۔

[علل الحدیث ۲: ۲۶۳-۲۶۴، حدیث: ۲۲۸۶]

امام ابن قتیبہ لکھتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔[تاویل مختلف الحدیث: ۱۲۸]

حافظ ذہبی اِسے ایک دوسری سند کے ساتھ نقل کر کے لکھتے ہیں: هذا كَذِبٌ.

[میزان الاعتدال ۱: ۵۴۸]

[۵۹۰] مَوتُ غُربَةٍ شَهَادَةٌ. [سُنن ابن ماجۃ، کتاب الجنائز [۶] باب ما جاء فی من مات غریباً [۶۱] برقم: ۱۶۱۳]

''غریب الوطنی کی موت، شہادت ہے۔''

اس کی سند میں ابوالہذیل بن الحکم ہے۔امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔حافظ ابن عدی کہتے ہیں: اس کی روایت درست نہیں ہوتی۔امام ابن معین فرماتے ہیں: یہ روایت منکر اور

لیس بشیئ ہے۔[مصباح الزجاجۃ۱:۵۳۶]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: أخرجه ابن ماجة بسند واهٍ، وأخرجه الطبراني في أثناءِ حديث، من طريق عبد الملك بن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده قال : والغريب شهيد ، و عبدالملك متروك. [بذل الماعون فی فضل الطاعون:۱۸۵]

"اسے ابن ماجہ نے ایک کمزور سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور حافظ طبرانی نے [المعجم الکبیر ۱۸:۸۸، حدیث:۱۶۱] **ایک حدیث کے ضمن میں اسے بیان کیا ہے، جس کی سند میں عبد الملک بن ہارون بن عنترہ ہے، اور وہ متروک ہے۔"**

[۵۹۱] المتعبدُ بغيرفقهٍ كالحمارِفي الطاحونة. [حلیۃ الاولیاء۵:۲۱۹، الفردوس۴:۱۹۷]

"بغیر فقہ کے عبادت کرنے والا چکی کے گدھے کی طرح ہے۔"

اس روایت کا ایک راوی:

– **محمد بن ابراہیم بن العلاء الشامی الدمشقی ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں:**

شامی راویوں پر احادیث وضع کرتا تھا۔[المجروحین۲:۳۱۸، ترجمہ:۱۰۰۳]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[میزان الاعتدال۳:۴۴۶]

امام ابن حبان اور حافظ ذہبی نے اس کی وضعی روایات میں یہی روایت بطور مثال پیش کی ہے۔

[المجروحین۲:۳۱۹، میزان الاعتدال۳:۴۴۶]

– **اس کا ایک راوی نعیم بن حماد مروزی ہے جو سنت کی تقویت کے لیے احادیث اور مثالب امام ابوحنیفہ کے سلسلے میں کہانیاں وضع کرتا تھا۔**[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۲۵۱، ترجمہ:۱۹۵۹]

– **اس کا ایک راوی بقیہ بن الولید ہے جس کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں: اس کی روایات ستھری نہیں ہوتیں لہٰذا اس کی روایات سے دور رہنا ضروری ہے۔**[الجرح والتعدیل۲:۴۳۵]

– **یہ روایت معنعن ہے اور اس کا راوی بقیہ بن الولید مدلس ہے جو کثرت کے ساتھ ضعفا اور مجاہیل سے تدلیس کرتا ہے۔**[تعریف اہل التقدیس:۱۲۱]

ان وجوہات سے یہ روایت موضوع ہے۔

[۵۹۲]المعدة حوضُ البدن، والعروقُ إليها واردةٌ، فإذاصحت صدرت العرق بالصحة وإذا أسقمت المعدة صدرت العروق بالسقم. [المعجم الأوسط۳:۲۰۶، حدیث:

۴۳۴۳' شعب الایمان ۵:۶۶' احادیث: ۵۷۹۵-۵۷۹۶]

''معدہ' بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی نہریں ہیں' جب معدہ درست ہو جائے تو رگیں ساری بدن میں صحت کو پھیلا دیتی ہیں اور جب معدہ میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو رگوں کے ذریعے سارے جسم میں بیماری پھیل جاتی ہے۔'' [طب نبوی اور جدید سائنس ۱:۲۲]

حافظ عقیلی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۱:۵۱]

حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔ اس کا راوی ابراہیم بن جریج متروک الحدیث اور ناقابل احتجاج ہے۔ [الموضوعات ۲:۲۸۴]

امام زرکشی لکھتے ہیں: یہ طبیب حارث بن کلدۃ یا کسی دوسرے طبیب کا کلام ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہرگز نہیں ہے۔ [التذکرۃ: ۹۷' حدیث: ۱۲۶]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے اور اس کا راوی ابراہیم بن جریج عمدہ راوی نہیں۔

[میزان الاعتدال ۱:۲۵]

حافظ ابن حجر نے امام دارقطنی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں بلکہ ابن الجود کا کلام ہے' جو طبیب تھا' اُس کے لیے ابراہیم بن جریج رُہاوی نے سند بنا کر رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے طور پر پیش کیا۔ [لسان المیزان ۱:۴۳' ترجمہ: ۸۸]

[۵۹۳] مَن ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله ' كان عليه من الإثم مثل آثام مَن عمل بها' لا ينقص مِن أوزارهم شيئاً.

[سنن ترمذی' کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع [۱۶] حدیث: ۲۶۷۷' سنن ابن ماجہ' المقدمة ' باب من احیا سنة قد امیتت [۱۵] حدیث: ۲۱۰' السنة' ابن ابی عاصم ۱:۲۳' المعجم الکبیر ۱۷:۱۶' ترغیب وترہیب ۱:۸۷' ۹۱' مشکاۃ المصابیح' حدیث: ۱۶۸]

''جس نے گمراہی کی ایسی بدعت ایجاد کی جو اللہ اور اُس کے رسول کو پسند نہ ہو تو اُس پر جتنے لوگ عمل کریں گے، موجد کو بھی اُس میں سے حصہ ملے گا اور اُن کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

یہ روایت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ کی سند سے ہے اور ہرگز قابل استدلال نہیں کیونکہ کثیر بن عبداللہ کے متعلق امام شافعی اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ارا کین اور اساطین جھوٹ میں سے ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۴۰۷]

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: واہی ہے اور قوی نہیں۔ [الجرح والتعدیل ۷:۱۵۴]
اس لیے قاضی عیاض لکھتے ہیں: یہ روایت منکر اور غیر صحیح ہے۔ [اکمال المعلم ۱:۱۱۲]
امام ابن البیع اس روایت کو واہی [شدید کمزور] کہتے ہیں۔ [اکمال المعلم ۱:۱۱۲]
محدث قرطبی درجِ بالا قول کو نقل فرمانے کے بعد یہ اضافہ بھی کرتے ہیں: قد اغتر بهذه الزيادة أناسٌ ممن يقصد الخير ولا يعرفه، فظن أن هذا الوعيد إنما يتناول مَن قصد الإضلال بالكذب على رسول الله ﷺ فأمَّا مَن قَصَد الترغيب في الأعمال الصالحة، وتقوية مذاهب أهل السنة فلا يتناوله، فوَضَعَ الأحاديث لذلك، وهذه جهالةٌ، لأن هذه الزيادة تُروَى عن الأعمش ولا تصح عنه، وليست معروفةٌ عند نقلة ذلك الحديث مع شهرته.

[المُفهِم لِما أُشكل من كتاب تلخيص مسلم ۱:۱۱۴-۱۱۵]

''اس روایت میں اس اضافے کے سبب بہت سے ایسے لوگ غلطی کے شکار ہو گئے جو خیر و فلاح کے اعمال کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کا علم نہیں رکھتے کہ کون سا کام نیکی کا ہے، ان کے خیال میں دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے جو روایت وضع کی جائے وہ تو گناہ اور جرم ہے مگر اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور اہل سنت کے مذہب کی تقویت میں وضع کی ہوئی حدیث ان کے ہاں کوئی جرم نہیں، لیکن یہ سراسر نادانی اور دین سے بے خبری ہے، اس لیے کہ یہ اضافہ صرف اعمش کی روایت میں منقول ہے اور دوسرے ناقلینِ حدیث کے ہاں اس کا وجود نہیں۔''

[۵۹۴] مَن اتَّخَذ خاتماً فَصُّهُ ياقوتٌ نُفِيَ عنه الفقر.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۲۸۱، میزان الاعتدال ۱:۱۰۸]

''جو کوئی یاقوت والی انگوٹھی پہن لے تو اُس سے فقر و غربت دور ہو گی۔''

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے۔ اس کا راوی احمد بن عبداللہ بن حکیم منکر روایات نقل کرتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۲۸۱-۲۸۲]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اس کا راوی احمد بن عبداللہ بن حکیم الفریانانی ہے جو ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی سند سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو اُن کی احادیث میں سے نہ ہوں، یہ روایت باطل ہے، اسے نہ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اور نہ انس رضی اللہ عنہ اور حمید طویل نے اس کو بیان ہے۔

[المجروحین ۱:۱۵۸، ترجمہ: ۷۵]

اس روای کے بارے میں حافظ ابونعیم فرماتے ہیں: احادیث وضع کرنے سے مشہور تھا۔

[میزان الاعتدال ۱:۱۰۸]

[۵۹۵] مَن أحبَّ أن يحيا حياتي ويموتُ ميتتي ويدخل الجنة التي وعدني ربي وهي جنةُ الخلد فليتول عليًّا وذريته من بعده فإنهم لن يخرجوكم باب هوىً ولن يدخلوكم باب ضلالةٍ.

[کنز العمال ۶:۱۵۵، حدیث: ۲۵۷۸، بر ہامش مسند احمد ۵:۳۲، حلیۃ الاولیاء ۴:۳۴۹، المستدرک ۳:۱۲۸]

''جو کوئی میری زندگی کی طرح زندگی گزارنا چاہتا ہے اور میری موت کی طرح کی موت چاہتا ہے اور اس جَنَّةُ الْخُلُدِ میں داخل ہونا چاہتا ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا ہے تو وہ علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے بعد اُن کی ذریت کو دوست رکھے اس لیے کہ وہ تمہیں خواہشات کے دروازے پر نہیں لے جائیں گے اور نہ تمہیں گمرہی کے دروازے سے داخل کریں گے۔''

امام حاکم نے اس روایت کو لکھ کر کہا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔ [المستدرک ۳:۱۲۸]

حافظ ذہبی نے اُن کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے: أنّٰی له الصحة، والقاسم متروكٌ، وشيخه الأسلمي ضعيفٌ، واللفظ ركيكٌ، وهو إلى الوضع أقرب. [تلخیص المستدرک ۳:۱۲۸]

''اس میں صحت کہاں سے آئی، جب کہ قاسم متروک، اس کا شیخ ضعیف اور حدیث کے الفاظ رکیک ہیں اور یہ موضوع کے زیادہ قریب ہے۔''

-اس کی سند میں ابو اسحاق سبیعی [عمرو بن عبداللہ بن عبید] بھی ہے جو مدلس ہونے کے ساتھ اختلاط کا شکار بھی تھا۔ [تقریب التہذیب: ۴۵۳، ترجمہ: ۵۰۶۵، تعریف اہل التقدیس: ۱۰۱، ترجمہ: ۹۱-[۲۵]

اور اُن کی یہ روایت معنعن ہے۔

تَسَامُح: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے: قلتُ: في إسناده يحيى بن علي المحاربي وهو وَاهٍ. [الاصابہ ۱:۵۵۹، ترجمہ: زیاد بن مطرف: ۲۸۶۵]

''میں [حافظ ابن حجر] کہتا ہوں: اس کی سند میں یحییٰ بن علی محاربی ہے اور وہ واہی [کمزور] ہے۔''

جب کہ یحییٰ بن علی محاربی بالاتفاق ثقہ راوی ہیں۔ امام بخاری نے عمرۃ الحدیبیہ میں اور امام مسلم نے حدود میں ان سے روایت لی ہے۔ دراصل یہ راوی یحییٰ بن یعلیٰ اسلمی ہے، جو امام بخاری کی تصریح کے مطابق مضطرب الحدیث تھا۔ [میزان الاعتدال ۴:۴۱۵، ترجمہ: ۹۶۵۷]

[۵۹۶] مَن أحدث في الإسلام فاقطعوا لسانه. [طبقات ابن سعد ۷:۴۲۹، اصول السنۃ، عربی:۲۷]
''جو شخص اسلام میں نئی چیز گھڑ لے تو اس کی زبان کاٹ ڈالو۔'' [اصول السنۃ، اردو:۳۹]
یہ روایت باطل ہے اس لیے کہ:
اس کا ایک راوی اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:
متروک تھا اور امام احمد بن محمد بن حنبل اس کی روایت سے منع کیا کرتے تھے۔ [التاریخ الکبیر ۱:۳۹۶]
امام جوزجانی لکھتے ہیں: میں نے اس کے بارے میں امام احمد سے سنا ہے کہ اس کی روایت کا لکھنا جائز نہیں۔ [احوال الرجال:۱۲۶]
امام ابوزرعۃ فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۹۳]
پھر یہ روایت معنعن ہے جب کہ اس کا ایک راوی مکحول ہے جو مدلس تھا۔ [میزان الاعتدال ۴:۱۷۷]
اور مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

[۵۹۷] مَن أحسن منكم أن يتكلم بالعربية فلا يتكلمن بالفارسية فإنه يورث النفاق.
[المستدرک ۴:۸۷، الجامع الصغیر، حدیث:۸۳۴۱]
''تم میں جو کوئی عربی میں گفتگو کر سکتا ہے تو اسے چاہئے کہ فارسی میں بات چیت نہ کرے ورنہ نفاق پیدا ہونے کا ڈر ہے۔''
امام حاکم اس روایت کی تصحیح و تضعیف کے بارے میں خاموش ہیں لیکن حافظ ذہبی فرماتے ہیں:
اس کا راوی عمرو بن ہارون بلخی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ليس بشيء تھا۔ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک متروک ہے۔ [تلخیص المستدرک ۴:۸۷، فیض القدیر ۶:۳۸]
امام یحییٰ بن معین کا اس راوی سے متعلق تبصرہ اُن کی تاریخ ۲:۴۳۵ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[۵۹۸] مَن أحيَا ليلة الفطر وليلة الأضحَى لم يمت قلبه يوم تموت القلوب.
[مجمع الزوائد ۲:۱۹۸، الترغیب والترہیب ۲:۱۵۳]
''جس نے شب عید الفطر اور شب عید الاضحیٰ کو [عبادت سے] زندہ رکھا تو اُس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دل مر جائیں گے۔''
امام منذری فرماتے ہیں: اس روایت میں نکارت ہے۔ [الترغیب والترہیب ۲:۱۵۳]

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں نقل کیا ہے، جس کی سند میں عمر بن ہارون بلخی ہے جس پر ضعف غالب ہے۔ ابن مہدی نے اگر چہ اس کی تعریف کی ہے لیکن محدثین کی ایک بڑی جماعت نے اسے ضعیف کہا ہے۔[مجمع الزوائد۲:۱۹۸]

امام احمد اور امام نسائی اسے متروک الحدیث اور صالح جزرۃ اسے کذاب کہتے ہیں۔

[میزان الاعتدال۲:۲۲۸]

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: لیس بشيء تھا۔[التاریخ ۲:۴۳۵]

[۵۹۹]مَن أحيا الليالي الأربع و جبت له الجنة:ليلة التروية، وليلة عرفة وليلة النحر و ليلة الفطر. [الجامع الصغیر، حدیث:۸۳۴۲، الترغیب والترہیب۲:۱۰۰]

''جس نے چار راتیں ذکر وفکر سے زندہ رکھیں اس کے لیے جنت لازم ہوگیا۔ترویہ(۱) عرفہ اور عیدین کی راتیں۔''

امام مناوی حافظ ابن جوزی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی امام یحییٰ ابن معین کی تصریح کے مطابق کے کذاب تھا اور امام نسائی اسے متروک کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر کے تخریج الاذکار کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اس کا راوی عبدالرحیم بن زید العمی متروک ہے۔[فیض القدیر۶:۳۹]

پس یہ روایت موضوع ہے۔

[۶۰۰] مَن أدرك رَمَضانَ بمكة، فصام وقام منه ماتيسَّرله، كتب الله له مائة ألف شهر رمضان، و كتب الله له بكل يومٍ عتق رقبة و كل ليل عتق رقبة، و كل يوم حملان فرس في سبيل الله، وفي كل يوم حسنة وفي كل ليلة حسنة.

[سنن ابن ماجۃ۲:۱۰۴۱، کتاب المناسک[۲۵] باب صیام شہر رمضان بمکۃ[۱۰۶] حدیث:۳۱۱۷]

''جو شخص مکہ میں ہو اور رمضان آجائے اور وہ وہیں روزے رکھے اور حسب توفیق قیام اللیل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے سو ہزار رمضانوں کا اجر لکھ دے گا اور اس کے لیے ہر ہر دن کے عوض اللہ

---

(۱) تَرْوِيَةٌ: آٹھ ذی الحجۃ کی رات، اس رات کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ حاجی اس دن اونٹوں کو پانی پلا کر خوب سیراب کرتے۔

کی راہ میں گھوڑے کے دو بوجھوں کے برابر اجر لکھ دے گا۔''

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے اس لیے کہ اس کا راوی عبدالرحیم بن زید العمی متروک الحدیث ہے۔[علل الحدیث ۱:۲۵۰، حدیث:۷۳۵، الجرح والتعدیل ۵:۳۴۰، ترجمہ:۱۶۰۳]

امام ابن معین اسے کذاب فرماتے ہیں۔[تقریب التہذیب:۳۸۶۲، ترجمہ:۴۰۵۵]

پس یہ روایت موضوع ہوئی۔

[۶۰۱]مَن أذَّنَ سبعَ سنين محتسباً كتب الله له براءة من النار.

[سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ[۲] باب ماجاء فی فضل المؤذن[۳۸] حدیث:۲۰۶، سنن ابن ماجۃ، کتاب الاذان والسنۃ فیہا[۳] باب فضل الاذان وثواب المؤذنین[۵] حدیث:۷۲۷]

''جس نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے سات سال تک اَذان دی اُس کے لیے آگ سے براءت لکھ دی جائے گی۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کا راوی جابر بن یزید جعفی ضعیف اور رافضی تھا۔

[تقریب التہذیب:۱۷۵، ترجمہ:۸۷۸]

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کوئی اور نہیں دیکھا۔ میں نے جب بھی کسی چیز کے بارے میں اپنا اجتہاد اُس کے سامنے پیش کیا، وہ فوراً اس سے متعلق حدیث وضع کرتا۔

[میزان الاعتدال ۱:۳۸۰]

[۶۰۲] مَن أطاعَ الله فقد ذكرالله وإن قل صلاته وصومه وصنيعه للخيرومَن عصى الله فقد نسي الله وإن كثر صلاته وصومه و صنعه للخير.

[المعجم الكبير ۲۲:۱۵۴، حدیث:۴۲۳]

''جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ یاد کرتا ہے اگرچہ اس کے دوسرے اعمال خیر اور صوم وصلاۃ کم ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو یقیناً اُس نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اگرچہ اُس کے دوسرے اعمال خیر اور صوم وصلاۃ زیادہ ہوں۔''

امام ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی ہیثم بن جماز حنفی البکاء ہے جو متروک ہے۔[مجمع الزوائد ۲:۲۵۸]

اس راوی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: بصرہ میں وعظ کیا کرتا تھا مگر ضعیف اور کمزور تھا اور حدیث کے معاملہ میں کچھ بھی نہیں۔[التاریخ ۲:۶۲۶]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۶۰۹]

[۶۰۳] مَن أعان تارك الصلاة بلقمة فكأنما أعان على قتل الأنبياء كلهم.

''جس نے کسی بے نمازی کو ایک نوالہ بھی دیا تو بے شک اس نے سارے انبیاء کے قتل میں تعاون کیا۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ ۳۱۷، المصنوع: ۱۷۸]

اس کی موضوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں رتن ہندی ہے جو چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوا اور صحابی ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ دجال اور کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۲: ۴۵]

حافظ ابن حجر نے رتن ہندی کی وضع کردہ روایات میں زیر نظر روایت بطور مثال پیش کی ہے۔

[لسان المیزان ۲: ۴۵۱]

[۶۰۴] مَن اعتكف عشراً في رمضان كان كحجتين و عمرتين.

[شعب الایمان ۳: ۴۲۵، احادیث: ۳۹۶۶ - ۳۹۶۷، الترغیب والترہیب ۲: ۱۴۹، کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ ۱: ۲۶۹]

''جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرے اس کے لیے دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے۔''

[فضائل رمضان: ۵۴، فصل ثالث، اعتکاف کے بیان میں]

یہ روایت دو سندوں سے منقول ہے اور دونوں کا مرکزی راوی محمد بن زاذان ہے۔ امام ابن ابی حاتم اور امام بیہقی کی تصریح کے مطابق یہ راوی متروک تھا۔

[الجرح والتعدیل ۷: ۲۶۰، شعب الایمان ۳: ۴۲۵]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہے اس کی روایت نہ لکھی جائے۔

[التاریخ الکبیر ۱: ۸۸، ترجمہ: ۲۴۲]

اس کی ایک سند میں ساتھ عنبسۃ بن عبدالرحمٰن بھی ہے، جو متروک الحدیث ہے اور امام ابوحاتم کے نزدیک احادیث وضع کرتا ہے۔ [تقریب التہذیب: ۴۶۲، ترجمہ: ۵۲۰۶]

امام مناوی حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں: احادیث وضع کرنے سے متہم تھا۔

[فیض القدیر ۶: ۷۴]

اس روایت پر یہ بھاری بھرکم اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ ایک مستحب عبادت کسی فرض عبادت

سے کیوں کر افضل ہو سکتی ہے؟

[۶۰۵] مَن أفرد بالإقامة[الإقامةَ] فليس منا.

''جس نے اکہری اِقامت[اِقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے] کی' وہ ہم میں سے نہیں۔''

حافظ ابن جوزی' حافظ سیوطی اور ملا علی قاری کہتے ہیں: اِکہری اِقامت سنت سے ثابت ہے اور یہ روایت موضوع اور جعلی ہے اس کے کئی راوی مجہول ہیں اور کئی راوی مجروح۔ سنت سے بغض اور عداوت رکھنے والوں نے اسے وضع کیا ہے۔

[الموضوعات۲:۹۲' اللآلی المصنوعۃ۲:۱۳' الاسرار المرفوعۃ:۲۱۸' المصنوع:۱۸۰]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [مختصر الاباطیل والموضوعات:۹۶' حدیث:۳۱]

وجہ اس کی یہ ہے کہ:

-اس کا ایک راوی جویبر بن سعید ابوالقاسم ازدی بلخی مفسر، صاحبُ ضحاک ہے، جس کے بارے میں امام ابن معین کہتے ہیں: لیس بشيء تھا۔ امام نسائی اور امام دارقطنی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال۱:۴۲۷' ترجمہ:۱۵۹۳]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: شدید ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب:۱۸۲' ترجمہ:۹۸۷]

-اس کا ایک راوی ضحاک بن مزاحم ہلالی ہے جو صدوق اور کثیر الارسال تھا۔

[تقریب التہذیب:۳۱۴' ترجمہ:۲۹۷۸]

اور پھر یہ اُس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ:

أُمِرَ بلالاً أن يشفع الأذان و يوتر الإقامة. [صحیح بخاری' کتاب الاذان[۱۰] باب الاذان مثنیٰ مثنیٰ[۲] حدیث:۶۰۵' صحیح مسلم' کتاب الصلاۃ[۴] باب الامر بشفع الاذان وایتار الاقامۃ[۲] حدیث:۲-[۳۷۸]

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمے دو دو بار کہیں اور اِقامت کے ایک ایک بار۔''

[۶۰۶] مَن أفطر يوماً في شهر رمضان في الحضر فليهد بُدنةً فإن لم يجد فليطعم ثلاثين صاعاً من تمر المساكين. [سنن الدارقطنی۲:۱۹۱]

''جس نے حضر میں[سفری صعوبتوں کے بغیر] رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا' وہ کفارہ میں ایک اونٹ کی قربانی کرے' اور اگر اُس کے لیے یہ ممکن نہ ہو تو پھر تیس مسکینوں کو تیس صاع[75 کلو] کھجور کھلائے۔''

اس روایت کا سارادارومدار مقاتل بن سلیمان پر ہے جس کے بارے میں امام وکیع کہتے ہیں: کذاب تھا۔[میزان الاعتدال ۴:۱۷۳]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: بہت جرأت مند دجال ہے۔[احوال الرجال:۲۰۲، ترجمہ:۳۷۳]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: جھوٹ بولا کرتا تھا۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۵۲۷]

حافظ ذہبی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۶۳۷، ترجمہ: خالد بن عمرو:۲۴۴۸]

حافظ ابن جوزی بھی اس روایت کو موضوع کہتے ہیں۔[الموضوعات ۲:۱۹۶]

حافظ سیوطی نے امام ابن جوزی کی عبارت کو اللآلی المصنوعۃ ۲:۹۰ میں بغیر کسی تبصرہ کے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ مقاتل بن ابی سلیمان کذاب تھا مگر الجامع الصغیر حدیث:۴۸۹۳ میں اسے صرف ضعیف لکھا ہے حالانکہ یہ ضعف کے اعلیٰ درجے میں ہے یعنی موضوع ہے۔

[۶۰۷]مَن أفطر یوماً مِن رمضان من غیر علةٍ و لا مرضٍ لم یقضهِ صیامُ الدهر و إن صامه.

[صحیح بخاری ۲:۲۸۹ تعلیقاً، کتاب الصوم[۳۰] باب اذا جامع فی رمضان[۲۹]، سنن أبی داود، کتاب الصوم[۸] باب التغلیظ فی من افطر عمداً[۳۸] حدیث:۲۳۹۶، سنن ترمذی، کتاب الصوم[۶] باب ما جاء فی الافطار متعمداً [۲۷] حدیث:۷۲۳، سنن ابن ماجۃ، کتاب الصیام[۷] باب ما جاء فی کفارۃ من افطر یوماً من رمضان [۱۴] حدیث:۱۶۷۲]

''جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کا روزہ نہ رکھے، غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔''

[فضائل رمضان:۳۲، ہفت روزہ جہاد ٹائمز لاہور، جلد ۳، شمارہ ۶، ۲۹ شعبان-۵ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ = ۱۶-۲۲ ستمبر ۲۰۰۱، ص:۲. ''رمضان المبارک کے احکام و مسائل از عبدالوارث ساجد'']

بخاری کی یہ معلق روایت ضعیف ہے اور حافظ ابن حجر تصریح فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ضعف کی تین علتیں ہیں:

- اضطراب، حافظ ابن ابی حاتم نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

[علل الحدیث ۱:۲۵۴، حدیث:۷۵۰]

- اس کے راوی ابوالمطوس[یزید بن المطوس] کی حالت سے لاعلمی اور ناواقفیت۔

-ابوالمطوس کے والد کی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سماع میں اختلاف۔[فتح الباری۴:۱۶۱]

[۶۰۸] مَن اكتحل بالإثمد يوم عاشورا لم يرمد أبداً. [شعب الایمان۳:۳۶۷]

''جس نے عاشورا[محرم کا دسواں دن] کے دن اثمد[ایک خاص قسم کا سرمہ] آنکھوں میں لگایا اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی۔''

امام حاکم فرماتے ہیں: عاشورا کے دن کے سرمہ لگانے سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت ثابت نہیں، اسی دن خصوصی طور پر آنکھوں میں سرمہ لگانا قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کی وضع کی ہوئی بدعت ہے۔[الموضوعات۲:۱۰۴، المقاصد الحسنۃ:۶۳۳، الاسرار المرفوعۃ:۳۲۱، المصنوع:۱۷۶، التذکرۃ زرکشی:۱۰۸]

زیر نظر روایت کو محدثین نے بالاتفاق میں موضوع کہا ہے۔[فیض القدیر۶:۸۲]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: عاشورا کو سرمہ، تیل اور خوش بو لگانے کی حدیثیں کذابین کی وضع کردہ ہیں ان کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں نے اسے حزن والم کا دن بنا رکھا ہے۔ یہ دونوں گروہ بدعتی ہیں اور سنت سے خارج، جب کہ اہل سنت اُس دن روزہ رکھتے ہیں جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے اور شیطان جن بدعات کی ترغیب دیتا ہے وہ اس سے اجتناب کرتے ہیں۔

[المنار المنیف فی الصحیح والضعیف:۱۱۲-۱۱۳]

[۶۰۹] مَن أكرم سلطان الله في الدنيا أكرمه الله يوم القيامة، ومَن أهانَ سلطانَ الله أهانه الله يوم القيامة.

[سنن ترمذی، کتاب الفتن[۳۴] باب[۴۷] حدیث:۲۲۲۴، مسند احمد۵:۴۲، ۴۹]

''جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سلطان کی عزت کی، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُس کی عزت کرے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے سلطان کی اِہانت کی، اللہ تعالیٰ اُس کی اِہانت کرے گا۔''

شعب الایمان کی روایت کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں: السلطان ظل الله في الأرض، مَن أكرمه، أكرمه الله، ومَن أهانه، أهانَه الله. [شعب الایمان۶:۱۷]

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس کا راوی سعد بن اوس العدوی العبدی البصری سچا تو تھا لیکن کثرت سے غلطیاں کیا کرتا تھا۔[تقریب التہذیب:۲۶۵، ترجمہ:۲۲۳۱]

[۶۱۰] مَن أكل لقمة من حرام لم يقبل الله له صلاة أربعين ليلة.

''جس نے حرام کا ایک لقمہ بھی کھایا تو چالیس رات تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

اس کا راوی فضل بن عبداللہ بن مسعود یشکری ہروی ہے جو عجائب وغرائب کی روایت کرتا ہے اور بہرصورت ناقابل احتجاج واستدلال ہے۔[المجروحین ۲:۲۱۲ ترجمہ:۸۷۱]

حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

[المغنی عن حمل الاسفار ۲:۸۹، لسان المیزان ۴:۴۴۴]

امام شوکانی لکھتے ہیں: موضوع ہے۔[الفوائد المجموعۃ:۱۴۶]

[۶۱۱] مَن أكل الطين فقد أعان على قتل نفسه.[تاریخ بغداد ۴:۳۶۲، اخبار اصفہان ۱:۵۷، المعجم الکبیر ۶:۲۵۳، حدیث ۶۱۳۸، السنن الکبریٰ ۱۰:۱۱، ۱۲]

''جس نے مٹی کھائی تو اس نے خود قتل کرنے کی کوشش کی۔''

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اس کے دو راوی سہیل بن عبداللہ المروزی اور عبدالملک بن مہران الرفاعی دونوں مجہول ہیں۔

[علل الحدیث ۲:۵، حدیث:۱۴۸۷، الجرح والتعدیل ۴:۲۰۱، ترجمہ:۸۶۶]

امام بیہقی لکھتے ہیں: عبدالملک بن مہران مجہول ہے۔[السنن الکبریٰ ۱۰:۱۲]

امام ابن عدی فرماتے ہیں: مجہول ہے۔ معروف نہیں۔ انہوں نے زیر بحث روایت کو اُس کے مناکیر کے نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۵۳۲-۵۴۴]

اس کی دوسری سند میں یحییٰ بن یزید اہوازی ہے جو مجہول ہے۔[مجمع الزوائد ۵:۴۵]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: مجہول سا ہے۔ [الموضوعات ۳:۳۳]

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مٹی کھائی جائے۔ فطرت سلیمہ مٹی کھانے سے گھن کرتی ہے۔

[۶۱۲] مَن أكل مع مغفورٍ غفرله.

''جس نے ایسے شخص کے ہاں کھانا کھایا جس کے گناہ بخش دیے گئے ہوں تو اس کے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: هذا ليس له إسنادٌ عن أهل العلم، ولا هو في شيئ من كتب المسلمين، وإنما يروونه عن سالم، وليس معناه صحيحاً على الإطلاق فقد يأكل مع المسلمين الكفار والمنافقون. [مجموع الفتاوی ۱۸:۱۷۴]

''اہل علم کے ہاں اس روایت کی کوئی اصل واَساس نہیں، اور نہ مسلمانوں کی کتابوں میں اس کا کوئی وجود ہے۔ لوگ ''سالم'' سے اس کی روایت کرتے ہیں، جس کا معنی مطلقاً صحیح نہیں۔ منافقین اور مشرکین بھی مسلمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے چلے آئے ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں: لم ينقل هذا أحدٌ عن النبي ﷺ في اليقظة، وإنما ذكروا أنه رُؤِيَ في المنام يقول ذلك. [مجموع الفتاوی ۳۲:۱۰۶]

''کسی نے بھی بیداری کی حالت میں اس کی روایت رسول اللہ ﷺ سے نہیں کی ہے۔ لوگ بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ کسی کو خواب میں دکھائی دیے جو یہ بات ارشاد فرما رہے تھے۔''

یہی بات امام زرکشی نے بھی لکھی ہے۔ [التذکرۃ: ۱۴۰، حدیث: ۱۸۸]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل اور موضوع ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۶۲۸ الاسرار المرفوعۃ ۳۱۹]

ملا علی قاری بھی اسے موضوع کہتے ہیں۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۴۷۵]

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: بے اصل ہے۔ [الدرر المنتثرۃ: ۱۸۰]

[۶۱۳] مَن أكل القثاء بلحم وُقِيَ الجذام.

''جو گوشت کھانے کے بعد ککڑی کھائے وہ جذام [کوڑھی] سے محفوظ رہے گا۔''

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے جس نے اسے وضع کیا ہے اللہ اُسے برکت نہ دے۔ [الموضوعات ۲:۲۹۴]

حافظ ذہبی نے خديج بن دعلج أبو حليس کے ترجمہ میں لکھا ہے: یہ حدیث موضوع ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۶۶۴]

مزید لکھتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۷:۱۹۶]

[۶۱۴] مَن ألقى جلباب الحياء فلا غيبة له.

[تاریخ بغداد ۸:۴۳۸، سنن کبری بیہقی ۱۰:۲۱۰، تفسیر قرطبی ۱۶:۲۹۰، حدیث: ۵۶۰۲، بذیل تفسیر سورۃ الحجرات ۴۹:۱۲]

''جو کوئی حیا کی چادر اتار پھینکے تو پھر اس کی غیبت کوئی گناہ نہیں۔''

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ روایت قوی نہیں اور سورۃ الحجرات ۴۹:۱۲ کی آیت کریمہ: وَ لَا يَغْتَبْ

بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا کے خلاف ہے۔[السنن الکبریٰ ۱۰:۲۱۰]
حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اس کی سند کمزور ہے۔[الدرر المنتثرۃ:۲۰۷]
اس کی سند میں رواد بن جراح ابو عاصم عسقلانی ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: سچا تھا لیکن آخری وقت میں مختلط ہوا اس لیے متروک ٹھہرا۔[تقریب التہذیب:۲۴۶ ترجمہ:۱۹۵۸]
اس کی سند میں ابوسعد الساعدی بھی ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: مجہول ہے۔ امام علی بن احمد سلیمانی فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ حافظ ذہبی نے ان کی کمزور روایات میں زیر بحث روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔ اس سے رواد حدیث نقل کرتا ہے جو کھرا اور عمدہ راوی نہیں۔[میزان الاعتدال ۴:۵۲۸]
حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔
[مجموع الفتاوی ۲۸:۹۹]

[۶۱۵] مَن امتَشَط قائماً رکِبَه الدَّیۡنُ.
''جو کھڑے کنگھی کرے گا' اُسے قرض لے ڈوبے گا۔''
حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی سند میں عبداللہ ہروی جویباری ہے جو احادیث وضع کرتا تھا نیز اس کا ایک اور راوی ابوالبختری ہے جس کا نام وہب بن وہب ہے' یہ بھی وضاع تھا۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۲۹۲' ترجمہ:۱۷]
حافظ ابن جوزی بھی ان دونوں راویوں کو کذاب کہتے ہیں۔[الموضوعات ۲:۵۴]
علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[تذکرۃ الموضوعات:۱۶۰]
[۶۱۶] مَن أمر بالمعروف و نھی عن المنکر فھو خلیفة اللّٰه في الأرض و خلیفةُ کتابه و رسوله ﷺ. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۲۳۰]
''جس نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو وہ زمین پر اللہ تعالیٰ' اُس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کا خلیفہ ہے۔''
یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی کادح بن رحمۃ ہے جس کے بارے میں امام حاکم لکھتے ہیں: موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔[المدخل إلی الصحیح ۱:۲۰۶' ترجمہ ۱۶۴]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقات سے مقلوبات نقل کرتا تھا۔ کثرتِ اوہام میں مبتلا تھا۔ بکثرت

مناکیر نقل کرتا تھا اس لیے متروک ہے اور ایک ایسے نسخہ کی روایت کرتا ہے جس کا اکثر حصہ موضوع اور مقلوب ہے۔ [المجروحین۲:۲۳۵، ترجمہ:۹۰۱]

امام اَزدی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال۳:۳۹۹]

[۶۱۷] مَن انتهر صاحبَ بِدعةٍ ملأ الله قلبه أمناً و إيماناً.

[اتحاف السادۃ المتقین ۶:۱۹۶، الاشارۃ الی مذہب اہل الحق:۲۷۲]

''جس نے کسی بدعتی کو ڈانٹ پلائی۔ اللہ اس کا دل اطمینان و ایمان سے بھر دے گا۔''

ملا علی قاری، علامہ محمد طاہر ہندی اور علامہ عجلونی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ:۳۲۱، المصنوع:۱۷۶، تذکرۃ الموضوعات:۱۵، کشف الخفا۲:۲۹۸]

[۶۱۸] مَن بَرَّتْ يمينه، وصدق لسانه، واستقام قلبه، وعف بطنه وفرجه، فذاك مِن الراسخين في العلم.

[تفسیر ابن جریر۳:۱۸۵، فقرہ:۶۶۳۴، تفسیر ابن ابی حاتم۲:۵۹۹، فقرہ:۳۲۰۵]

''جو شخص قسم پورا کرے، بات کا سچا ہو۔ اس کے دل میں استقامت ہو۔ کھانے پینے اور تعلقات خاصہ میں عفیف و پاک دامن ہو، وہی شخص راسخین فی العلم میں سے ہے۔''

اس روایت کا دارومدار عبداللہ بن یزید بن آدم دمشقی پر ہے، جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کی احادیث موضوع ہوتی ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین، ابن جوزی۲:۱۴۶، المغنی فی الضعفاء۱:۳۶۳، ترجمہ:۳۴۲۵]

امام جوزجانی لکھتے ہیں: راسخین فی العلم کی تفسیر میں اُس کی بیان کردہ حدیث معضل ہے۔

[احوال الرجال:۱۶۳، ترجمہ:۲۹۰]

[۶۱۹] مَن بلغه عن الله شئ فيه فضيلةٌ فأخذ به إيماناً به و رجاءَ ثوابه أعطاهُ اللهذلك، وإن لم يكن كذلك. [تاریخ بغداد۸:۲۹۶]

''جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کی فضائل کے بارے میں کوئی بات پہنچے اور وہ اپنے ایمان کی بنیاد پر اُسے قبول کرے اور اُس کے ثواب کی امید پر اُسے عملی جامہ پہنائے تو میں اُسے وہ ثواب دوں گا اگرچہ پہنچی ہوئی بات ایسی [صحیح] نہ بھی ہو۔''

اس روایت کے بل بوتے پر لوگ ضعیف اور موضوع حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اُس جھوٹی ثواب کا اُمید رکھتے ہیں جو کسی موضوع حدیث میں مذکور ہو اور اسی کو بنیاد بنا کر ضعیف احادیث کو قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اسے ابوالشیخ نے مکارم الاخلاق میں بشر بن عبید از حماد از ابوالزبیر از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کیا ہے' اور بشر بن عبید متروک الحدیث ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۶۳۵' بذیل حدیث: ۱۰۹۱]

رہی تاریخ بغداد والی روایت' سو اُس کی سند میں ابو رجاء ہے جو غیر معروف ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۶۳۵' بذیل حدیث: ۱۰۹۱]

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے' اس کا راوی ابو رَجاء کذاب تھا۔

[الموضوعات ۱: ۲۱۴]

[۶۲۰] مَن بلغه عن الله فضيلةً فلم يصدق بها ' لم ينلها.

[المعجم الأوسط' طبرانی ۴: ۳۷' حدیث: ۵۱۲۹' مسند ابی یعلیٰ ۶: ۱۶۳' حدیث: ۶۸۸ - [۳۴۴۳]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: اس میں شدید ضعف ہے۔ [المطالب العالیۃ ۳: ۱۱۱' حدیث: ۳۰۱۹]

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی بزیغ بن حسان ابوالخلیل خصاف بصری ہے' جس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: موضوع احادیث کو ثقہ راویوں کی سند لگا کر بیان کرتا ہے۔

[المدخل إلى الصحيح ۱: ۱۳۰' ترجمہ: ۲۵]

امام برقانی (۱) لکھتے ہیں: میں نے امام دارقطنی سے اس کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے کہا: متروک الحدیث ہے' خصوصاً ہشام بن عروۃ کی سند سے عجیب اور باطل روایات بیان کرتا ہے' پھر فرمایا: اس کی ساری روایتیں باطل ہیں۔ [سوالات البرقانی: ۱۹' ترجمہ: ۶۱]

[۶۲۱] مَن تَخَتَّم بالعقيق لم يزل يَرَى خيراً. [مجمع الزوائد ۵: ۱۵۴]

''جو عقیق کی انگوٹھی پہن لے' وہ خیر ہی خیر پائے گا۔''

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابوبکر بن شعیب ہے جو امام مالک کا نام لے کر ایسی

---

(۱) ابوبکر احمد بن محمد بن احمد خوارزمی بَرقانی' شافعی' اپنے دور میں بغداد کے شیخ تھے۔ بغداد میں ۴۲۵ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۵: ۳۷۳]

روایات اُن سے منسوب کر کے بیان کرنے کا عادی ہے جواُن کی مرویات میں سے نہیں ہوتیں‘ اس سے احتجاج واستدلال درست نہیں۔اورزیر بحث روایت اس کے مثال کے طور پر پیش کی ہے۔[المجروحین۲:۵۰۸‘ترجمہ:۱۲۶۸‘الموضوعات۳:۵۸]

حافظ ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: غیر ثقہ تھا پھر زیر بحث روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

فمَالِك بَرِيئٌ من هذا. [میزان الاعتدال۴:۴۹۹]

’’امام مالک اس روایت سے بری الذمہ ہیں۔‘‘

[۶۲۲]مَن ترك الصلاة حتى مضى وقتها ثم قضى عُذِّبَ في النار حقباً‘والحقب ثمانون سنة‘والسنة ثلثمائة وستون يوما‘يوم كان مقدار ألف سنة.

[مجالس الابرار:۳۰۱‘مجلس۵۱]

’’جوشخص نماز کو قضا کردے‘ گووہ بعد میں پڑھ بھی لے‘ پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسّی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سوساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ و اٹھاسی لاکھ برس ہوئی۔

[فضائل نماز:۳۷‘نماز کی کتاب‘اکرام الحق:۲۱۹‘خواتین کا طریقہ نماز‘عبدالرؤف سکھروی:۲۵-۲۶]

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب آگے لکھتے ہیں:قلتُ:لم أجده فيماعندي من كتب الحديث إلّاأن مجالس الأبرارمدحه شيخ مشايخناالشاه عبدالعزيز.[فضائل نماز:۳۷]

’’میں کہتا ہوں کہ میرے پاس حدیث کی جس قدر کتابیں موجود ہیں اُن میں سے کسی کتاب میں اس حدیث کو میں نہ پاسکا البتہ ہمارے شیخ الشیوخ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مجالس الابرار کی تعریف کی ہے۔‘‘

کیا کسی بڑے آدمی کا کسی کتاب کی تعریف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلاسند روایات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے انہیں احادیث کا نام دیا جائے؟ معلوم نہیں شیخ الحدیث صاحب اس سلسلہ میں اتنی بے احتیاطی کیوں برت رہے ہیں؟ شاید انہیں یہ حدیث یاد نہیں رہی کہ:

مَن قال عَلَيَّ مالم أقل فليتبوأمَقعده من النار.[مسند احمد۱:۶۵]

’’جوکوئی میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی ہو تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔‘‘

احادیث نبویہ کے سلسلے میں نہایت حزم واحتیاط کی ضرورت ہے۔امام غزالی کی کتاب اِحیاءعلوم الدین کی اہمیت سے کون واقف نہیں لیکن اس کے باوجود حافظ ذہبی اور دوسرے محدثین تسلیم کرتے ہیں: کہ اس میں کئی روایات بےاصل اور موضوع ہیں۔

[٦٢٣] مَن تزوج فقد استكمل نصف دينه،فليتق الله في النصف الباقي.

[المعجم الأوسط ٥:٣٧٢،حديث:٦٤٧٢،٦:٢٨٦،حديث:٨٧٩٤]

’’جس نے شادی کی تو بےشک اُس نے نصف دین کو مکمل کیا۔اب باقی نصف میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔‘‘

یہ روایت شدید ضعیف ہے،اس لیے کہ:

– اس کے راوی جابر بن یزید جعفی کے بارے میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کوئی اور نہیں دیکھا،میں نے جب بھی کسی چیز کے بارے میں اپنا اجتہاد اُس کے سامنے پیش کیا،وہ فوراً اس سے متعلق حدیث وضع کرتا۔[میزان الاعتدال ١:٣٨٠]

–اس کا ایک راوی یزید بن ابان رقاشی ہے،جو متروک الحدیث اور منکر الحدیث تھا۔

[میزان الاعتدال ٤:٤١٨]

–ایک اور راوی عبداللہ بن صالح بن محمد بن مسلم جہنی ابوصالح مصری کاتبُ اللیث صدوق مگر کثیر الغلط اور غفلت کا شکار تھا۔[تقریب التہذیب:٣٤٢،ترجمہ:٣٣٨٨]

[٦٢٤]مَن تَكَلَّمَ بكلام الدُّنيا في المسجد أحبط الله أعماله أربعين سَنَةٍ.

[تفسیر الکشاف:٦:٤٢٦،بذیل تفسیر سورۃ التوبۃ ٩:١٨،ص:٨٣٥،بذیل تفسیر سورۃ لقمان ٣١:٦،تفسیر کبیر ٦:١١،بذیل تفسیر سورۃ التوبۃ ٩:١٨،تفسیر ابوالسعود ٤:٥١،بذیل تفسیر سورۃ التوبۃ ٩:١٨،تفسیر مدارک ٢:١٣٣٠،بذیل تفسیر سورۃ لقمان ٣١:٦،تفسیر روح المعانی ٩-١٠:٦٢:٣،بذیل تفسیر سورۃ التوبۃ ٩:١٨]

’’جو شخص مسجد میں دنیاوی باتیں کرے۔اللہ تعالیٰ اُس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کردیتا ہے۔‘‘

امام صغانی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔

[موضوعات الصغانی، بتحقیق:۴۳، روایت:۴۰المصنوع:۱۸۲، حدیث:۳۲۸]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: الجلوسُ في المسجد للحديث مأذونٌ شرعاً لأن أهل الصُّفَّةِ كانوا يلازمون المسجد ، وكانوا ينامون ويتحدثون ، ولهذا لايحلُّ لأحدٍ منعه، كذافي الجامع البرهاني. [ردالمحتار ا:۴۸۹]

''مسجد میں بات چیت کرنے کے لیے بیٹھنے کی شرعاً اجازت ہے، کیوں کہ اصحاب صفہ کا رہن سہن مسجد نبوی میں تھا وہ مسجد ہی میں سوتے تھے اور وہیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے رہا کرتے تھے لہٰذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ لوگوں کو اس سے روکے۔''

[۶۲۵] مَن تَمَسَّك بسنتي عند فساد أمتي فله أجرمائة شهيد.

[حلیۃ الاولیاء۸:۲۰۰، مشکاۃ المصابیح، حدیث:۱۷۶]

''جو میری امت کی فساد کے زمانہ میں میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھے تو اس کے لیے سو شہیدوں کا اجر ہے۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی حسن بن قتیبہ مدائنی ہالک ہے۔ امام ازدی فرماتے ہیں: واهي الحديث [حدیث میں کمزور] ہے۔ [میزان الاعتدال ا:۵۱۹، لسان المیزان۲:۲۴۶]

امام عقیلی فرماتے ہیں: کثیرالوہم تھا۔ [الضعفاء الکبیر ا:۲۴۱]

حافظ ابونعیم کی روایت میں عبدالعزیز بن ابی رواد ہے جو ضعیف تھا۔ [میزان الاعتدال۲:۶۲۸-۶۲۹]

نیز اس سند میں محمد بن صالح العدوی بھی ہے جس کے متعلق امام ہیثمی فرماتے ہیں: مجھے اس کا ترجمہ نہ مل سکا۔ [مجمع الزوائد ا:۱۷۲]

[۶۲۶] مَن تواضَع لأخيه المسلم رفعه الله ومَن ارتفع وضعه الله.

[المعجم الأوسط ۵:۳۹۰، حدیث:۱۱۷۷، مجمع الزوائد۸:۸۳، ترغیب وترہیب۳:۵۶۱]

''جس نے اپنے مؤمن بھائی کے سامنے عاجزی اور انکساری کی، اللہ اسے اور ترقی دے گا اور جو اپنے آپ کو اس سے بڑا جانے تو اللہ اسے ذلیل کرے گا۔''

امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے نقل کیا ہے، جس کی سند میں عبدالعظیم بن حبیب ہے جو ضعیف تھا۔ [مجمع الزوائد۸:۸۳]

اس راوی کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں تھا۔[میزان الاعتدال۲:۶۳۹]
امام احمد فرماتے ہیں: حدیث میں ثقہ نہیں تھا۔[لسان المیزان۴:۴۰]

[۶۲۷] مَن تواضَع لله رفعه الله.

''جس نے اللہ کے لیے تواضع کی۔اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا۔''

اس روایت کی کئی طرق ہیں:

طریق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ: [تاریخ بغداد۲:۱۱۰'المعجم الأوسط۶:۱۴۵'حدیث:۸۳۰۷'شعب الایمان۶:۲۷۶'حدیث:۸۱۴۰'مشکاۃ المصابیح'حدیث:۵۱۱۹] جس میں دو اسنادی خرابیاں ہیں۔

–اعمش مدلس ہے اور اس کی یہ روایت معنعن ہے۔

–اس کا مرکزی راوی سعید بن سلام عطار ہے' جو کذاب تھا۔[مجمع الزوائد۸:۸۲]

طریق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: [المعجم الأوسط۳:۳۸۲'حدیث:۴۸۹۴'ترغیب وترہیب۴:۱۹۷]

اس کا راوی نعیم بن مورع العنبری ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ضعیف ہے احادیث کی چوری کرتا ہے اور اس کی تمام روایتیں غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۲۵۰'ترجمہ:۱۹۵۷]

طریق سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ: [حلیۃ الاولیاء۸:۴۶]

اس کا راوی محمد بن عجلان مدنی صدوق ہیں لیکن سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایات میں خصوصی طور پر اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔[تقریب التہذیب:۵۲۷'ترجمہ:۶۱۳۶]

[۶۲۸] مَن توضأ فأحسن الوضوء و رفع بصره إلى السماء فقال:أشهدُ أن لّاإله إلّا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله فتحت له ثمانيةأبو اب من الجنة يدخل مِن أيها شاء. [مسند ابی یعلی ۱:۱۶۲'حدیث:۴۱[۱۸۰] مسند احمد ۱:۱۹'سنن ابی داؤد' کتاب الطہارۃ [۱] باب مایقول الرجل اذا توضأ [۶۵] حدیث:۱۷۰'سنن دارمی ۱:۱۹۶'حدیث:۷۱۶'عمل الیوم واللیلۃ'ابن السنی:۱۸'حدیث:۳۱'اِحیاء علوم الدین ۱:۱۳۴]

''جو احسن طریقہ سے وضوء کرے پھر آسمان کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھے:أشهدأن لاإله إلّا الله وحده لاشريك له وأشهد أنَّ محمداً عبده ورسوله تو اُس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے۔وہ جس دروازے سے بھی داخل ہونا چاہے گا تو اسے اجازت

ہوگی۔''

اس دعا کی یہ فضیلت صحیح مسلم ۱:۲۱۰، سنن ابی داؤد، حدیث:۱۶۹، سنن ترمذی، حدیث:۵۵، سنن نسائی، حدیث:۱۴۱۸، اور مسند احمد ۴:۱۵۳ میں بھی ہے لیکن اس میں آسمان کی طرف منہ کرنے والی بات نہیں۔ یہ اضافہ جس روایت میں منقول ہے وہ ضعیف ہے اور قابل عمل نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی مجہول ہے اور وہ ابن عقیل کا چچازاد بھائی ہے، جس کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں کہ ابن عقیل کا چچازاد بھائی کیسا ہے؟ ثقہ اور مامون ہے یا غیر ثقہ اور کذاب و وضاع؟ اس لیے یہ اضافہ غیر صحیح ہے۔

[۶۲۹] مَن تَوَضَّأَ فأ سبغ الوضوء ثم صلى ركعتين يتممها أعطاهُ الله ماسألَ معجلاً أو مؤخراً. [مسند احمد ۶:۴۴۲-۴۴۳]

''جس نے اچھی طرح وضوء کیا اور صحیح طریقے سے دو رکعت نماز پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی مانگی ہوئی چیز اُسے جلد یا بدیر دیں گے۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے۔ اس میں میمون ابو محمد ہے جو غیر معروف راوی ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۲:۶۹۱، ترجمہ:۶۵۶۷، دیوان الضعفاء:۴۰۶، ترجمہ:۴۳۳۱، مجمع الزوائد ۲:۲۷۸]

حافظ ابن عدی نے امام یحییٰ بن معین کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں اُسے نہیں پہچانتا اور پھر لکھتے ہیں: جس راوی کو امام یحییٰ بن معین نہیں پہچانتے، وہ مجہول ہوتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۱۶۲، ترجمہ:۲۷۸-۱۸۹۹]

[۶۳۰] مَن توضَّأَ وذَكَراسمَ الله عليه فإنه يطهرجسده كله ومن توضأ ولم يذكر اسم الله لم يطهرإلَّا موضع الوضوء. [مشكاة المصابیح، حدیث:۴۲۸]

''جس نے بسم اللہ پڑھ کر وضوء کیا تو اس کا سارا جسم صاف ستھرا ہوگیا اور جس نے بسم اللہ پڑھے بغیر وضوء کیا تو صرف وہ اعضاء پاک ہوئے جسے دھوڈالا ہے۔''

یہ روایت تین اسناد سے منقول ہے:

— سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت جس کے الفاظ یہ ہیں: إذا تَطَهَّرَأحدكم فليذكراسم الله فإنه يطهرجسده كله، وإن لم يذكرالله في طهره لم يطهرمنه إلَّا مامَرَّعليه الماء.

[سنن الدارقطنی ۱:۷۳]

اس کی سند میں یحییٰ بن ہاشم السمسار ہے جسے امام ابن معین نے کذاب کہا ہے۔ امام صالح ابن جزرۃ فرماتے ہیں: احادیث کے معاملے میں جھوٹا تھا۔ [میزان الاعتدال۴:۴۱۲]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی کنیت ابوزکریا تھی۔ بغداد میں رہائش پذیر تھا۔ احادیث کی چوری کرتا اور احادیث وضع کرتا تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال۹:۱۲۰، ترجمہ:۲۱۵۳]

– سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت جس کے الفاظ وہی ہیں جو صاحب مشکاۃ نے نقل کیے ہیں، اس کی سند میں مرداس بن محمد بن عبداللہ ہے، جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا اور اس کی روایت کردہ حدیث تسمیہ علی الوضوء منکر ہے۔ [میزان الاعتدال۴:۸۸]

– سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت، جس کے الفاظ یوں ہیں: مَن توضأ فذكراسم الله على وضوئه

[سنن الدارقطنی ۱:۷۴، ۷۵، السنن الکبریٰ، بیہقی ۱:۴۴، ۴۵]

اس کی سند میں عبداللہ بن حکیم ابوبکر داہری ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔

[احوال الرجال:۱۳۱]

محدث ابن خراش فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [تاریخ بغداد۹:۴۴۷]

امام ابوحاتم لکھتے ہیں: ضعیف الحدیث، ذاہب الحدیث تھا۔ [کتاب الجرح والتعدیل۵:۴۱]

پس یہ روایت طرق ثلاثہ سے نقل ہونے کے باوجود شدید ضعیف ہے۔

[۶۳۱] مَن جاوزَ الأربعين ولم يأخذ العصا فقد عصى.

''جس کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر گئی اور [اُس نے اپنے ہاتھ میں] عصا [لاٹھی] نہ اُٹھائی تو بے شک اُس نے عصیان [گناہ] کا اِرتکاب کیا۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ملا علی قاری نے اپنے رسالہ الإنباء بأنَّ العصامِن سنن الأنبياء میں لکھا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ [ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی:۲۹۳]

[۶۳۲] مَن جَمَعَ بين صلاتينِ مِن غيرعذرٍ فقد أتَى باباًمن أبوابِ الكبائر.

[سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ [۲] باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین فی الحضر [۱۳۸] حدیث:۱۸۸، المعجم الکبیر ۱۱:۲۱۷، المستدرک ۱:۲۷۵، مسند ابی یعلی ۵:۱۳۶، حدیث:۲۷۵۱]

''جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے گا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں

سے ایک دروازے پر پہنچ گیا۔'' [فضائل نماز: ۲۷]

یہ روایت شدید ضعیف ہے۔ امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کا راوی حنش ابوعلی الرجبی ہے جس کا نام حسین بن قیس ہے، اور علمائے حدیث کے نزدیک ضعیف ہے۔

[سنن ترمذی ۱:۳۵۶]

امام حاکم فرماتے ہیں: اس کا راوی حنش بن قیس الرجبی ثقہ تھا۔ [المستدرک ۱:۲۷۵]

مگر حافظ ذہبی ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نہیں، بلکہ محدثین نے حنش کی تضعیف کی ہے۔ [تلخیص المستدرک ۱:۲۷۵]

اس راوی کے متعلق حافظ منذری لکھتے ہیں: واہی ہے۔ [الترغیب والترہیب ۱:۳۸۷]

حافظ زیلعی فرماتے ہیں: امام حاکم کی توثیق قابل اعتبار نہیں کیونکہ حنش بن قیس کو امام احمد نے کذاب کہا ہے اور امام نسائی اور امام دارقطنی اسے متروک قرار دیتے ہیں۔ [نصب الرایۃ ۲:۱۹۳]

امام بیہقی لکھتے ہیں: اس کو نقل کرنے میں حسین بن قیس متفرد ہے جو اہل نقل کے نزدیک ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ [السنن الکبری ۳:۱۶۹]

حافظ عقیلی فرماتے ہیں: حنش متروک اور ضعیف الحدیث تھا۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: لیس بشيء تھا اور اس کی یہ زیر بحث روایت بے اصل ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۱:۲۴۸ تہذیب التہذیب ۱:۲۱۴]

نیز صحیح حدیث کے خلاف ہے: صلی رسول الله ﷺ الظهر و العصر جميعا و المغرب و العشاء جميعا في غير خوف و لا سفرٍ.

[صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا [۶] باب الجمع بین الصلاتین فی الحضر [۶] حدیث ۷۰۵]

''رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی خوف اور سفر کے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں۔''

[۶۳۳] مَن حَافَظَ على الأذانِ سَنَةً وجبت له الجنة.

[موضح أوهام الجمع والتفريق ۲:۳۹۹، ترجمہ: محمد بن سعید مصلوب: ۴۱۰]

''جس نے مسلسل ایک سال تک اَذان دی، اُس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔''

یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی ابوقیس دمشقی: محمد بن سعید زندیق مصلوب ہے، اسے زندقہ کی سزا میں سولی لٹکایا گیا تھا۔ اہلِ شام نے اُس کے نام سے سو کے لگ بھگ احادیث وضع کی ہیں۔

[موضح أوهام الجمع والتفريق ۲:۳۹۹، دیوان الضعفاء والمتروکین: ۳۵۳، ترجمہ: ۳۷۳۰، المغنی فی

الضعفاء۲:۵۸۵' ترجمہ:۵۵۵۳]
امام احمد فرماتے ہیں: اس کی روایت موضوع ہوتی ہے۔[العلل ومعرفۃ الرجال۲:۳۸۰' ترجمہ:۲۶۹۷]
امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[التاریخ الکبیر۱:۹۴' ترجمہ:۲۵۷]
[۶۳۴] مَن حج البيت ولم يزرني فقد جفاني.
[المجروحین۲:۴۱۴' الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۲۴۸' ترجمہ نعمان بن شبل' اِحیاء علوم الدین ۱:۲۵۸]
''جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو بے شک اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔''
[فضائل حج:۹۸]
حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اسے امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں' ابن عدی نے الکامل میں' ابن حبان نے الضعفاء میں اور دارقطنی نے العلل اور غرائب مالک میں بیان کیا ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔[المقاصد الحسنۃ:۶۶۹' حدیث:۱۱۷۸]
امام مقدسی لکھتے ہیں: اس کی سند میں نعمان شبل ہے جو ثقہ راویوں کی طرف ایسی روایات کی نسبت کرتا ہے جو انہوں نے نقل کی ہوں۔[معرفۃ التذکرۃ:۲۱۰' حدیث:۷۸۶]
نعمان بن شبل کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: مُتَّهَمُ تھا۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۲۴۸]
حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: ثقات سے طامات اور اَثبات سے مقلوبات نقل کرتا ہے۔
[المجروحین۲:۴۱۴]
حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[میزان الاعتدال۴:۲۶۵]
[۶۳۵] مَن حج فزارقبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي.
[المعجم الکبیر ۱۲:۳۱۰' حدیث:۱۳۴۹۷' سنن الدارقطنی ۲:۲۷۸' سنن کبریٰ بیہقی ۵:۲۴۶' مشکاۃ المصابیح' حدیث:۲۷۵۶]
''جس نے حج اور میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا کہ اُس نے میری زندگی ہی میں میری زیارت کی۔[فضائل حج:۹۷]
یہ روایت شدید ضعیف بلکہ موضوع ہے' اس لیے کہ:

– اس کا راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ ثقہ تھا لیکن اخیر عمر میں شدید اِختلاط کا شکار ہو گیا اور اس کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کی روایتیں آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو گئیں جن میں جدائی مشکل ہو گئی اس لیے اس کی روایات بالکلیہ متروک ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۴۹۵، ترجمہ: ۵۶۸۵]

– اس کا ایک راوی حفص بن سلیمان اَسدی ہے جو قراءت کے امام ہونے کے باوجود متروک الحدیث تھا۔ [الجرح والتعدیل ۳: ۱۷۴، تقریب التہذیب: ۲۰۹، ترجمہ: ۱۴۰۵]

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۲۶۸]

محدث عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش فرماتے ہیں: متروک اور احادیث وضع کرنے والا تھا۔

[تاریخ بغداد ۸: ۱۸۸]

علامہ حوت بیروتی لکھتے ہیں: حفص القاری کذاب تھا اور اس کی یہ روایت امام ابن الجوزی نے الموضوعات میں نقل کی ہے۔ [اسنی المطالب: ۲۰۵]

[۶۳۶] مَن حدَّثَ حديثاً فعطس عنده فهو حَقٌّ.

[مسند ابی یعلیٰ ۱۱: ۲۳۴، حدیث: ۶۳۵۲-۵۱۲ [ ] المعجم الأوسط ۵: ۳۸، حدیث: ۶۵۰۹]

''جس شخص نے کوئی بات کی، جس میں اُسے چھینک آئی، تو وہ اپنی بات میں سچا ہے۔''

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا: هذا حديثٌ كذِبٌ. [علل الحدیث ۲: ۳۴۲، حدیث: ۲۵۵۲]

''یہ روایت جھوٹی ہے۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: وهذا وإنْ صَحَّ بعضُ الناسِ فالحِسُّ يشهدُ بوضعه لأنّا نشاهد العطاس، والكذب يعمل عمله، ولو عطس مئة الف رجل عند حديث يُروَى عن النبي ﷺ لم يُحكَم بصحته العطاس، ولو عطسوا عند شهادةِ زورٍ لم تُصَدَّقْ.

[المنار المنيف في الصحيح والضعيف: ۵۱، فصل ۶، روایت: ۵۶]

''اگرچہ بعض لوگوں نے اس روایت کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے لیکن حِس اور مشاہدہ اس کے موضوع ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم چھینک مارنے والوں کو دیکھتے ہیں اور جھوٹ اپنا کام کر جاتا ہے۔ اگر سو ہزار آدمی بھی کسی بات کرتے وقت چھینک ماریں تب بھی وہ بات

حدیث نبوی نہیں ہوسکتی اور اگر اسی قدر لوگ کسی جھوٹی گواہی کے دوران چھینک ماریں، تب بھی اُنہیں سچا تسلیم نہیں کیا جائے گا۔''

اس کی سند میں:

- بقیۃ بن ولید ہے جو مدلس تھا اور اس کی یہ روایت معنعن ہے لہذا نا قابل استدلال اور ضعیف ٹھہری۔ بقیہ کے بارے میں امام ابو مسہر کہتے ہیں: احذر أحادیث بقیَّة و کُن منها علی تقیَّة فإنها غیر نقیَّة. [الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۲۵۹]

''بقیہ کی روایات سے بچتے رہو اور ان کی روایات سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ اس کی روایات غیر ستھری ہوتی ہیں۔''

- اس کا راوی معاویہ بن یحییٰ ابو مطیع طرابلسی صدوق ہونے کے باوجود وہم واِختلاط کا شکار تھا۔

[تقریب التہذیب:۵۶۸، ترجمہ:۶۷۷۳]

اس تناظر میں امام نووی کی یہ بات قطعاً درست معلوم نہیں ہوتی کہ: نعم، له أصلٌ أصیلٌ، روی أبو یعلَی الموصلي في مسنده بإسنادٍ جیدٍ حسنٍ ...... کل رجال إسناده ثقات متقنون إِلَّا بقیَّة بن الولید فمختلفٌ فیه، و أکثر الحفاظ و الأئمة یحتجون بروایته عن الشامیین، و هو یروي هذا الحدیث عن معاویة بن یحیی الشامي.

[فتاویٰ امام نووی:۴۴-۴۵، مسئلۃ:۸۸]

''ہاں! اس کی ایک مضبوط اصل واَساس ہے، اسے ابو یعلی موصلی نے جید حسن اِسناد سے نقل کیا ہے ......اس کے سارے راوی ثقہ اور متقن ہیں، جن میں سے صرف بقیۃ بن ولید مختلفٌ فیه راوی ہے۔ اکثر حفاظ اور ائمہ حدیث اُن کی وہ روایات قبول کرتے ہیں جو شامی راویوں سے مروی ہوں جب کہ اُن کی یہ روایت معاویہ بن یحییٰ شامی سے منقول ہے۔''

امام نووی یہاں تسامح کا شکار ہو رہے ہیں، اس لیے کہ بقیۃ بن الولید مدلس ہیں اور اُن کی یہ روایت معنعن ہے، تو اس میں جودت اور حسن کہاں سے آئی؟ اس لیے کہ مدلس کی معنعن روایت بالاتفاق مردود ہوتی ہے۔

[۶۳۷] مَن حفظ علی أمتي حدیثاً واحداً کان له أجر أحد و سبعین نبیًّا صدیقاً.

[تذکرۃ الحفاظ۴:۱۲۳۹، اِتحاف السادۃ المتقین ۱:۹۸]

''جس نے میری امت کوایک حدیث بھی زبانی یادکرائی تو اسے ستر انبیااورصدیقین کے برابر اجر ملے گا۔''

یہ روایت موضوع ہے۔اس کی سند میں محمد بن رزام ہے جس کے بارے میں امام ازدی فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث اور متروک الحدیث تھا۔امام دارقطنی فرماتے ہیں: باطل احادیث کونقل کرتا ہے۔[الضعفاء والمتروکین‘ابن جوزی۳:۵۸]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے۔[میزان الاعتدال۳:۵۴۵]

حافظ ذہبی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:هذا مما تُحرم روايته إلّا مقرونًا بأنه مكذوبٌ مِن غير تردُّدٍ‘قَبَّحَ اللّٰهُ مَن وضعهُ‘وإسناده مُظلَمٌ‘وفيهم ابن رزام كذابٌ‘ لعله آفته .[تذکرۃ الحفاظ۴:۱۲۳۹]

''ہم بغیر کسی تردد کے کہتے ہیں کہ اس روایت کو بیان کرنا حرام ہے سوائے اس کے کہ اس کا موضوع ہونا بیان کیا جائے جس نے اسے وضع کیا ہے اللہ اُسے غارت کرڈالے اس کی سند نہایت تاریک ہے اس کی سند میں ابن رزام مروزی ہے جو کذاب تھا اور شاید یہ روایت اُس نے وضع کی ہو۔''

[۶۳۸] مَن حَفِظَ على أمتي أربعين حديثاً من أمر دينها بعثه اللّٰه تعالى يوم القيامة فقيهاً عالماً. [شعب الایمان۲:۲۷۰‘۱۷۲۶‘مشکاۃ المصابیح‘حدیث:۲۵۸]

''جوشخص میری امت کے لیےان کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو قیامت میں عالم اُٹھائے گا۔'' [فضائل قرآن:۴]

– اس کی ایک سند میں اسحاق بن نجیح الملطي ہے جو بغداد کا باشندہ تھا۔دجالوں میں سے ایک دجال تھا اور رسول اللہ ﷺ پر ظاہر باہر احادیث وضع کرتا تھا۔[المجروحین۱:۱۴۴‘ترجمہ:۵۸]

– ایک اور سند میں یعقوب بن اسحاق العسقلانی ہے جو کذاب تھا۔حافظ ذہبی نے اس کی مکذوب روایات میں زیر بحث روایت نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔[میزان الاعتدال۴:۴۴۹]

–امام بیہقی کی سند میں عبدالملک بن ہارون بن عنترۃ ہے جس کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں: اپنے باپ کا نام لے کر موضوع احادیث بیان کرتا ہے۔[المدخل إلى الصحيح۱:۱۸۷‘ترجمہ:۱۳۰]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: دجال اور کذاب تھا۔[احوال الرجال:۶۸]
امام ابن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[التاریخ ۲:۶۷۲'۳:۳۱۸'النص:۱۵۱۶]
امام ابن ابی فرماتے ہیں: متروک اور ذاہب الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل ۵:۳۷۴]
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: وضع حدیث سے مُتَّہَم تھا۔[میزان الاعتدال ۲:۶۶۷]
اس روایت کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ متن لوگوں کے درمیان تو مشہور ہے لیکن اس کی کوئی بھی سند صحیح نہیں۔[شعب الایمان ۲:۲۷۱]

[۶۳۹] مَن حمل جنازة أربعين خطوة كفرت عنه أربعين كبيرة.
[بدائع الصنائع ۱:۳۰۹' کبیری شرح منیۃ المصلی:۵۹۲'الجامع صغیر'حدیث:۸۶۴۸]
''جو کسی جنازہ کو چالیس قدم تک لے چلے اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کیئے جائیں گے۔''
اس کا راوی علی بن محمد بن ابی سارہ ضعیف ہے۔[فیض القدیر ۶:۱۲۲]
امام بخاری اسے متروک بتاتے ہیں۔حافظ ذہبی نے اس کی منکر روایات میں مندرجہ حدیث بطور مثال پیش کی ہے۔[میزان الاعتدال ۳:۱۳۰]

[۶۴۰] مَن خرج من بيته إلى الصلاة فقال: أللهم إني أسئلك بحق السائلين عليك' و أسألك بحق ممشاي هذا' فإني لم أخرج أشراً و لا بطراً و لا رياءً و لا سمعة و خرجت إتقاء سخطكت و ابتغاء مرضاتك فأسلك أن تعيذ ني من النار' و أن تغفرلي ذنوبي إنه لا يغفرالذنوب إلا أنت' أقبل الله عليه بوجهه و استغفرله سبعون ألف ملك.
[سنن ابن ماجۃ' کتاب المساجد والجماعات[۴] باب المشی الی الصلاۃ[۱۴] حدیث:۷۷۸' مسند احمد ۳:۲۱' الترغیب والترہیب ۱:۲۱۵'۲:۴۵۸'۴۵۹]
''جو کوئی نماز پڑھنے کے ارداہ سے گھر سے نکلے اور یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرنے والوں کے حق اور وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں شر اور غرور اور تکبر کے لیے نہیں نکلا ہوں بلکہ تیرے قہر اور غضب سے بچنے اور تیری رضا کے حصول کے لیے نکلا ہوں۔ میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے آگ سے اپنی پناہ وحفاظت میں رکھئے۔ میرے تمام گناہ معاف کیجئے۔ تیرے بغیر کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔ جو مذکورہ دعا پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور ستر ہزار ملائک اس کی معافی کی دعا کرتے ہیں۔''

اس روایت کے بارے میں امام بوصیری (۱) فرماتے ہیں: اس کے راوی عطیہ عوفی، فضیل بن مرزوق اور فضل بن موفق سب کے سب ضعیف ہیں۔[مصباح الزجاجۃ ۱:۲۷۴]

عطیہ بن سعد کوفی ضعیف الحفظ اور تدلیسِ قبیح سے مشہور تھا۔[تعریف اہل التقدیس:۱۳۰]

عطیہ بن سعد کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: اس نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے چند احادیث سنیں۔ ان کی وفات کے بعد عطیہ کلبی کذاب کے ہاں آنے جانے لگا اور اس سے حدیث سننے لگا۔ کچھ عرصہ بعد جب خود احادیث سنانے بیٹھ گیا تو کلبی کذاب کی سند سے اُس کا نام لیے بغیر روایات سنانے لگا اور اس کے نام کی بجائے اس کی کنیت ابوسعید کہہ کر لوگوں کو وہم اور دھوکہ میں مبتلا رکھا کرتا تھا۔ لوگ خیال کرتے تھے کہ اس کی مراد سیدنا ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ ہیں، حالانکہ دراصل مراد کلبی کذاب ہی تھا، اس لیے اس کی حدیث کی روایت کرنی جائز نہیں۔

[المجروحین ۲:۱۶۷، ترجمہ:۸۰۴، تہذیب التہذیب ۷:۱۹۵، ترجمہ:۴۷۸۱]

اصول حدیث میں اسی قسم کی تدلیس کو تدلیس الشیوخ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور تدلیس کی یہ قسم قطعاً حرام ہے۔ دیکھئے الباعث الحثیث شرح إختصار علوم الحدیث:۶۴.

[۶۴۱] مَن دخل المقابر فقرأ سورة يسٓ خفف الله عنهم يومئذ و كان له بعددِ مَن فيها حسنات . [اِمداد الفتاح:۶۴۳]

’’جو کسی مقبرے میں جا کر وہاں سورۃ یٰس پڑھے اُس روز اللہ تعالیٰ اُن کے عذاب میں تخفیف کریں گے اور سب مُردوں کی گنتی کے برابر اُسے بھی اجر ملے گا۔‘‘

اس میں دو اسنادی خرابیاں ہیں:

– اس کا راوی احمد بن یزید بن دینار ابوالعوام الریاحی مجہول ہے۔[لسان المیزان ۱:۳۲۵-۳۲۶]

– ایک راوی ایوب بن مدرک حنفی ہے جو امام ابن معین کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔

[التاریخ ۲:۵۰، نص:۴۶۶۰]

---

(۱) احمد بن ابی بکر [عبدالرحمٰن؟] بن اسماعیل بن سلیم بن قایماز بن عثمان بوصیری کنانی شافعی ابوالعباس شہاب الدین، مصری، حافظ حدیث تھے۔ ۷۶۲ھ=۱۳۶۰ء کو ابوصیر میں پیدا ہوئے۔ ابوصیر اور قاہرہ میں علم حاصل کیا۔ ۸۴۰ھ=۱۴۳۶ء کو ثانیہ [مصر] میں وفات پائی۔[الضوء اللامع ۱:۲۰۸، ترجمہ:۵۳۹، الاعلام ۱:۱۰۴]

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: اس نے مکحول کی سند سے ایک موضوع نسخہ نقل کیا ہے حالانکہ اس نے مکحول کو دیکھا تک نہیں۔ [المجروحین ۱:۱۸۶' ترجمہ:۹۹]

[۶۴۲] مَن رَبَّی صبیاً حتی یقول لا إله إلّا اللّٰه و جبت له الجنة.

''جس نے ایک بچے کو تربیت کی یہاں تک وہ لا إله إلّا اللّٰه پڑھنے لگا' تو اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

بچے کی صحیح تربیت مطلوب و مقصود ہے اور لا إله إلّا اللّٰه ہمارے عقیدہ کی اَساس و بنیاد ہے لیکن زیر تبصرہ روایت موضوع ہے' اس کا راوی ابراہیم بن براء جھوٹا ہے۔ شام کے مختلف علاقوں میں چکر کاٹا کرتا اور ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات پھیلایا کرتا تھا۔

[المجروحین ۱:۱۱۷' ترجمہ:۳۲]

[۶۴۳] مَن رفع یدیه في الرکوع فلا صلاة له. [کشف الظنون ۱:۸۶۹]

''جس نے رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کیا تو اس کی نماز ادا نہیں ہوئی۔''

امام حاکم لکھتے ہیں: قیل لمحمد بن عکاشة الکرماني: إنَّ قومًا عندنا یرفعون أیدیهم في الرکوع و بعد رفع الرأس من الرکوع فقال : حدثنا...... مَن رفع یدیه في الرکوع فلا صلاة له. و کل مَن رزق الفهم من نوع العلم و تَأَمَّلَ هذه الأحادیث عَلِمَ أنها موضوعة علی رسول اللّٰه ﷺ. [المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل:۱۳۹-۱۴۰' حدیث:۴۸' نصب الرایۃ ۱:۴۰۵]

''محمد بن عکاشہ کرمانی سے کہا گیا: یہاں کچھ لوگ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے ہیں' اُن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اُس نے باسند یہ مرفوع روایت سنائی کہ جس نے رکوع کو جاتے وقت رفع الیدین کیا اُس کی نماز ادا نہیں ہوئی۔ [امام حاکم فرماتے ہیں] جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے بہت علم وفہم سے نوازا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔''

علامہ ابن نُجَیْم (۱) فرماتے ہیں: إنَّ الفساد برفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الرأس

---

(۱) زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد' مصری' حنفی عالم اور فقیہ ہیں۔ ابن نُجَیْم سے مشہور ہیں۔ مصر سے تعلق تھا۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ علامہ قاسم بن قُطلو بغا اور علامہ برہان کرکی کے شاگرد رہے ہیں۔ اپنے......

منه رواية شاذة رواها مكحول النسفي عن أبي حنيفة وليست بصحيحة روايةً ودراية.
[البحرالرائق ۲:۴۵]

''رفع یدین سے نماز کے باطل ہو جانے کی روایت شاذ ہے' جسے مکحول نسفی نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے اور یہ روایت اور درایت دونوں کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔''

اس قسم کی ایک روایت حافظ ابن حبان نے بھی المجروحین ۲:۳۸۲ نقل کیا ہے' جس کے بارے میں علامہ محمد بن طاہر مقدسی اور علامہ محمد طاہر ہندی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔
[معرفۃ التذکرۃ:۲۱۴' حدیث:۸۰۵' تذکرۃ الموضوعات ہندی:۳۹]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: اس کا راوی مامون بن احمد سلمی ہروی ہے' جس کا تعلق بظاہر مذہب کرامیہ سے ہے' جب کہ باطن کی حقیقت کوئی نہیں جانتا اس نے زیر بحث روایت وضع کی ہے۔
[المجروحین ۲:۳۸۳' ترجمہ:۱۰۹۴]

امام ابونعیم اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: خبیث اور وضاع ہے۔[لسان المیزان ۵:۸]

ملاعلی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[الاسرارالمرفوعۃ:۳۳۱]

حافظ زیلعی حنفی' امام ابن جوزی کے [الموضوعات ۲:۹۷-۹۸] کے حوالہ سے لکھتے ہیں: وما أبله مَن وضع هذه الأحاديث الباطلة ليُقاوِمَ بها الأحاديث الصحيحة...... فقد روي الرفع من الصحابة رضی اللہ عنہم جماعة كثيرون' وسمَّى ستة وعشرين رجلاً' قال: ومَن لم يكن الحديث صناعته لم ينكر عليه الإحتجاج بالأخبار الواهية. [نصب الرایۃ ۱:۴۰۵]

''ان احادیث کو وضع کرنے والا کتنا اور بے وقوف ہے' جو اس قسم کی ضعیف روایات کو صحیح احادیث کے مقابلہ میں پیش کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے رفع الیدین کی احادیث کی روایت کی ہے۔ پھر اُنہوں نے ۲۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھے ہیں اور آخر میں لکھا ہے: جو شخص حدیث کے میدان کا شہ سوار نہ ہو' اس کے بارے میں یہ کوئی اَن ہونی بات نہیں کہ وہ واہی [کمزور] روایات سے استدلال نہ کرے۔''

......زمانہ میں احناف کے سرخیل تھے۔ ۹۷۰ھ=۱۵۶۳ء کو وفات پائی۔
[شذرات الذہب ۱۰:۵۲۳' معجم المؤلفین ۴:۱۹۲' الاعلام ۳:۶۴]

[۶۴۴]مَن زارالعلماء فکأنما زارني ومَن صافَحَ العلماء فکأنماصافَحَنِي' ومَنْ جالَس العلماء فکأنما جالَسني' و مَن جالسني في الدنیا أُجلِس إليَّ یوم القیامة.

''جس نے علماء سے ملاقات کی تو گویا اُس نے میری ملاقات کی اور جس نے علماء سے مصافحہ کیا تو گویا کہ اُس نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور جو علماء کی مجلس میں بیٹھ گیا تو گویا کہ وہ میری مجلس میں بیٹھ گیا اور جو دنیا میں میری مجلس میں بیٹھ گیا اسے قیامت کے روز میری مجلس میں بٹھایا جائے گا۔''

ملاعلی قاری لکھتے ہیں: اس کا راوی حفص بن عمر عدنی ہے جو کذاب تھا۔

[الاسرار المرفوعۃ: ۳۳۱' المصنوع: ۱۸۴]

[۶۴۵]مَن زارقبرأبویه أوأحدهما في کل جمعة غفرله و کتب بَرًّا.

[نوادرالاصول ۱: ۲۷' اصل: ۱۵' المعجم الأوسط ۴: ۳۲۱' حدیث: ۶۱۱۲' مشکاۃ المصابیح' حدیث: ۱۷۶۸' اِحیاء علوم الدین ۴: ۴۹۰]

''جس نے ہفتہ میں ایک بار اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو اُسے اُس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور اسے نیک کار لکھا جائے گا۔''

حافظ عراقی فرماتے ہیں: اس میں تین اِسنادی کمزوریاں ہیں۔

- یہ روایت معضل ہے اگرچہ محمد بن نعمان اسے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔
- محمد بن نعمان مجہول ہے۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر بھی اسے مجہول کہتے ہیں۔

[میزان الاعتدال ۴: ۵۶' لسان المیزان ۵: ۴۰۶]

- اس کا راوی یحییٰ بن العلاء البَجَلِي متروک ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۴۹۰]

اس راوی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: کذاب تھا اور احادیث وضع کرتا تھا۔

[میزان الاعتدال ۴: ۳۹۷]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: اس روایت کی سند مضطرب ہے۔ حدیث کا متن سخت منکر بلکہ موضوع ہے۔ [علل الحدیث ۲: ۲۰۹' حدیث: ۲۱۱۶]

[۶۴۶]مَن زارقبر والدیه في کل جمعة فقرأعندهما[أوعنده] یٰسٓ غفر له بعدد کل آیةٍ [أو حرف]. [اخبار اصبہان ۲: ۳۴۵]

''جس نے ہفتہ میں ایک بار اپنے والدین کی قبروں کی زیارت کی اور اُن کی قبروں کے پاس

سورۃ یٰس پڑھا تو اُسے ہر ہر آیت اور حرف کے عوض بخش دیا جائے گا۔“

اس میں دو اسنادی خرابیاں ہیں: ایک یہ کہ اس کا راوی ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام جو اگرچہ ثقہ اور فقیہ تھا مگر مدلس تھا۔ [تقریب التہذیب: ۶۰۳' ترجمہ: ۷۳۰۲]

اور یہ روایت معنعن ہے۔ پس نا قابل استدلال ہے۔

دوسری یہ کہ اس کا ایک راوی عمرو بن زیاد باہلی ہے' جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور کَذَّابٌ وأَفَّاكٌ [پرلے درجے کا جھوٹا] تھا۔ [الجرح والتعدیل ۶: ۲۳۴]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ عمرو بن زیاد نے اس روایت کے علاوہ کئی روایات کی چوری کی ہے اور کئی موضوعات کو تخلیق کیا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۲۶۰' ترجمہ: ۱۳۱۶]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت اس کے کذاب ہونے پر برہان و دلیل کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۲۶۱]

[۶۴۷] مَن زار قبرَ والديه أو أحدهما يوم الجمعة كان كحجة. [اخبار اصبہان ۲: ۲۵۰]

”جس نے جمعہ کے دن والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے حج ادا کیا۔“

اس کا مرکزی راوی ابو مقاتل سمرقندی ہے جس کا نام حفص بن سلم ہے۔ امام قتیبہ بن سعید اسے واہی اور امام ابن مہدی اسے کذاب کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۱: ۵۵۷]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: عابد اور متقشف تھا لیکن حدیث کی کتابیں پاس نہ ہونے کے سبب منکر روایتیں بیان کرتا رہا۔ محدث عبدالرحمٰن بن مہدی اس کو کذاب کہتے ہیں۔ امام وکیع ابن جراح بھی اسے کذاب کہتے ہیں۔ [المجروحین ۱: ۳۱۳' ترجمہ: ۲۵۵]

حافظ ابن حبان اور امام ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔

[المجروحین ۱: ۳۱۴' الموضوعات ۳: ۲۴۰]

[۶۴۸] مَن زار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي.

[سنن الدارقطنی ۲: ۲۷۸' المعجم الکبیر ۱۲: ۳۰۹' حدیث: ۱۳۴۹۶]

”جس نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا کہ اُس نے میری زندگی میں میری

زیارت کی۔''
دارقطنی کی سند میں رجلٌ من آل حاطب کا ایک بے نام ونشان مجہول راوی ہے۔
اور طبرانی کی سند میں لیث بن بنت اللیث اور اس کی دادی ''عائشہ'' دونوں مجہول ہیں۔
[۶۴۹] مَن زار قبري كنتُ له شفيعاً و شهيداً. [مسند ابی داود طیالسی:۱۲،۱۳، السنن الکبریٰ ۵:۲۴۵]
''جس نے میری قبر کی زیارت کی میں روزِ قیامت اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔''
امام بیہقی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: إسناده مجهول. [السنن الکبریٰ ۵:۲۴۵]
''اس کی سند مجہول ہے۔''
اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں رَجُلٌ مِّنُ آلِ عُمَرَ ہے جس کا نام نہیں لیا گیا ہے اب معلوم نہیں کہ یہ مجہول ثقہ تھا یا غیر ثقہ پس روایت نا قابل اعتبار ٹھہری۔
علامہ ابن عبد الہادی [1] لکھتے ہیں: اس کی سند میں سوار بن میمون ہے جو مجہول الحال اور قلیل الروایۃ ہے بلکہ اس ضعیف اور مضطرب روایت کے علاوہ اس کی کوئی دوسری روایت ہمیں معلوم نہیں۔ [الصارم المنکی:۸۲]
[۶۵۰] مَن زار قبري وجبت له شفاعتي.
[سنن الدارقطنی ۲:۲۷۸، السنن الکبریٰ، بیہقی ۵:۲۴۶، نوادر الاصول ۱:۳۲۰، اصل:۱۱۰، الجامع الصغیر:۸۷۱۵]
''جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت ضرور ہوگی۔ [فضائل حج:۹۲]
یہ روایت شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کا مرکزی راوی موسیٰ بن ہلال العبدی ہے اور اس کی کوئی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہوتی۔ امام عقیلی اور حافظ ذہبی نے اس کی یہی غیر صحیح روایت بطورِ مثال کے پیش کی ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴:۱۷۰، میزان الاعتدال ۴:۲۲۶]

---

(۱) محمد بن احمد بن عبد الہادی بن عبد الحمید بن عبد الہادی شمس الدین ابو عبد اللہ ابن قدامہ مقدسی جماعیلی دمشقی صالحی، حافظ حدیث تھے۔ ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اپنے جد اعلیٰ کی طرف منسوب ہو کر ابن عبد الہادی کہلائے۔ ۷۰۵ھ = ۱۳۰۵ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی کے شاگرد رہے ہیں۔ ۷۰ سے اوپر کتابیں لکھیں۔ ۷۴۴ھ = ۱۳۴۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔
[الدرر الکامنۃ ۳:۳۳۱، ترجمہ:۸۸۸، الاعلام ۵:۳۲۶]

علامہ حوت بیروتی فرماتے ہیں: اس کی سند میں عبداللہ بن عمر العمری ہے جو مجہول ہے۔
[اَسنی المطالب: ٢٠٨]

[٦٥١] مَن زارني فزار أبي إبراهيم عليه السلام في عامٍ واحدٍ دخل الجنة.
''جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے دادا ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اور حدیث کے کسی بھی عالم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔ [مجموع الفتاوی ١٨: ٦٣]
یہ بھی فرمایا: یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے۔ [مجموع الفتاوی ١٨: ١٢٣]
یہ بھی فرمایا: اہل علم اس روایت کے موضوع اور جھوٹی ہونے پر متفق ہیں۔
[مجموع الفتاوی ٢٤: ١٥٧، ٢٧: ١٩، ٨٥]

امام نووی، امام زرکشی اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اور موضوع ہے اور اس کی کوئی اصل و اَساس نہیں۔
[فتاوی الامام النووی: ١٥٤، مسئلہ: ٣٣٠، التذکرۃ، زرکشی: ١٢٤، حدیث: ١٦١، الدرر المنتثرۃ: ١٨٣]

امام نووی نے یہ بھی لکھا کہ دورِ حاضر میں شام کے عوام کے درمیان ہر اچھی بات بطور حدیث نبوی کے شائع و ذائع ہے لیکن زیر بحث روایت باطل ہے اور قطعاً رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں اور کسی بھی معتبر یا ضعیف کتاب میں موجود نہیں بلکہ اسے بعض فاجروں، نافرمانوں نے وضع کیا ہے اگرچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبر کی زیارت ایک ایسی فضیلت ہے جس سے انکار کرنا ناممکن ہے لیکن تعجب خیز امر یہ روایت اور اس میں بیان کردہ فضیلت پر اعتماد رکھنا ہے، اس لیے کہ یہ تو مسلم ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبر کی زیارت کا حج بیت اللہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ایک مستقل قربت ہے۔
[المجموع شرح المہذب ٩: ٣٠٦، کتاب الحج، باب صفۃ الحج والعمرۃ]

[٦٥٢] مَن زارني في مماتي كان كمن زارني في حياتي. [إحیاء علوم الدین ١: ٢٥٨]
''جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ [مجموع الفتاوی ٢٤: ١٥٧]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ موضوع ہے۔

[میزان الاعتدال۳: ۳۴۹‘ لسان المیزان۴: ۴۳۶]

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کی سند میں فضالہ بن سعید بن زُمَیل المآربی ہے جس کی روایت غیر معروف ہے۔ [الضعفاء الکبیر۳: ۳۵۷]

[۶۵۳] مَن سَبَّ أصحابي فعليه لعنةُ الله والملئكة والناس أجعين لايقبل منه صرفاً ولاعدلا. [تاریخ بغداد۱۴: ۲۴۱-۲۴۲‘ ترجمہ: ۷۵۵۷‘ تاریخ جرجان: ۲۷۵‘ ترجمہ: ۴۵۶]

’’جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے تو اس پر اللہ‘ ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ تعالی اس کی کوئی فرض اور نفل عبادت قبول نہیں کرتے۔‘‘

اس روایت کا مرکزی راوی علی بن یزید بن سلیم صُدائی کوفی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی روایت ثقہ راویوں کے احادیث کے مطابق نہیں ہوتی۔ ثقہ راویوں کے نام لے کر منکر روایات بیان کرتا ہے اور بسا اوقات مجہول راویوں سے روایت نقل کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۶: ۳۶۳]

اس کا ایک راوی ابوشیبۃ یوسف بن ابراہیم جوہری ہے‘ جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: اس کے پاس عجائب ہوتی ہیں۔ [التاریخ الکبیر۸: ۳۷۸‘ ترجمہ: ۳۳۸۸]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ راوی ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے اس کی روایات عجائب ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل۹: ۲۱۹‘ ترجمہ: ۹۱۱]

اس روایت کے موضوع ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ جس کے جی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو کچھ آئے‘ وہ اُسے کہتا پھرے۔ دفاعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقت کا اہم ترین دینی فریضہ ہے‘ اُن ہی کے واسطہ سے ہمیں اسلام اور قرآن مجید ملے ہیں‘ اس بارے میں بے شمار آیاتِ قرآنیہ اور صحیح احادیث موجود ہیں‘ جنہیں ہم بغیر کسی تردد کے پیش کرسکتے ہیں۔ تفصیل مطلوب ہو تو میری کتاب ’’انبیائے کرام اور صحابہ عظام پر اعتراضات کا علمی جائزہ‘‘ کا مطالعہ کیجیے۔ یہاں مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب کے باب میں ہمیں کسی موضوع حدیث کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

[٦٥٤] مَن سَبَّ الأنبياءَ قُتِل ومن سَبَّ أصحابي جُلِدَ .

[المعجم الصغير ١:٢٣٦، المعجم الأوسط ٣:٢٨٥، حديث:٤٦٠٢]

''جو شخص انبیاء کو برا بھلا کہے وہ قتل کیا جائے اور جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے، اسے کوڑے مارے جائیں۔''

انبیائے کرام علیہم السلام کو برا بھلا کہنا گناہِ کبیرہ ہے، یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اور اس میں کسی دو مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں، لیکن یہ روایت موضوع ہے، اس کا راوی عبید اللہ ابن محمد عمری قاضی ہے جو امام نسائی کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔ [مجمع الزوائد ٦:٢٦٠]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے امام نسائی کی اس تصریح کے بعد زیر بحث روایت اس راوی کے مناکیر میں سے پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ٣:١٥، لسان المیزان ٤:١١٢]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اس کی ایک سند صحیح ہے مگر اس کے ساتھ کئی بے بنیاد روایات جوڑ دی گئی ہیں۔ [الصارم المسلول علی شاتم الرسول:٩٣]

[٦٥٥] مَن سَرَّهُ أن يحيا حياتي ويموت مماتي ويسكن جنة عدن غَرَسَها ربي فَلْيُوَالِ عَلِيًّا من بعدي، ولْيُوَالِ وليَّهُ، وليَقْتَدِ بالأئمةِ من بعدي، فإنهم عترتي، خُلِقُوا من طينتي، و رُزِقُوا فَهْماً وعلماً، ويل للمكذبين بمفصلهم من أمتي، القاطعين فيهم صلتي، لاأنالهم الله شفاعتي . [حلیۃ الاولیاء ١:٨٦، تاریخ ابن عساکر ٤٢:٢٤٠]

''جو کوئی میری زندگی کی طرح زندگی گزارنا اور میری موت کی طرح کی موت چاہتا ہے اور جنۃ عدن میں رہنا چاہتا ہے جسے میرے رب نے بویا ہے تو وہ علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ولی کو دوست رکھے اور میرے بعد ائمہ کی اقتدا کرے کیونکہ وہ میری عترت ہے۔ میری مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور انہیں فہم و علم دی گئی ہے۔ میری امت میں سے جو شخص اُن کو جدا کرنا چاہتا ہے وہ دراصل میری صلہ رحمی ختم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں میری سفارش سے محروم کرے۔''

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں: هذا حديث منكرٌ، وفيه غيرواحد من المجهولين.

[تاریخ ابن عساکر ٤٢:٢٤١]

''یہ روایت منکر ہے اور اس کے اکثر راوی مجہول ہیں۔''

[٦٥٦] مَن سَرَّه أن يلقي الله طاهراً مطهراً فليتروج الحرائر. [الفردوس، حدیث:٥٦٧٩]

''جو کوئی چاہے کہ اپنے رب سے بالکل بے گناہ اور پاک وصاف ملے تو اُسے چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔''

اس کی ایک سند میں نہشل بن سعید بصری ہے جس کے بارے میں امام اسحاق بن راہو یہ فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ امام ابو حاتم اور امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الموضوعات ٢:٢٦٢، میزان الاعتدال ٤:٢٧٥]

دوسری سند میں جو یبر بن سعید ابو القاسم ازدی بلخی ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کذاب وخبیث تھا۔ امام ابن عدی کہتے ہیں: احادیث وضع کرنے سے مُتَّہَم تھا۔ [الموضوعات ٢:٢٦١]

[٦٥٧] مَن سَقَى مسلماً مِن ماءٍ في موضعٍ يوجدُ فيه الماء فكأنما أعتقَ رَقَبَةً، فإن سقاهُ في موضعٍ لايوجدُ فيه الماءُ فكأنما أحيا نَسَمَةً مُّؤمِنَةً.

[سنن ابن ماجۃ، کتاب الرہون [١٦] باب المسلمون شرکاء فی ثلاث [١٦] حدیث:٢٤٧٤، المعجم الأوسط ٥:٦٤، حدیث:٦٥٩٢، تاریخ بغداد ٩:٣١٠]

''جس نے کسی مسلمان کو کسی ایسی جگہ میں پانی کا ایک گھونٹ پلایا جہاں پانی موجود ہو تو [اُسے اتنا اجر ملا کہ] گویا کہ اُس نے ایک غلام کو آزاد کیا اور جس نے کسی ایسی جگہ میں اُسے پانی پلایا جہاں پانی نہ ہو تو [اُسے اتنا اجر ملا کہ] گویا کہ اُس نے ایک مؤمن روح کو زندہ کیا۔''

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے:

-١: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا پہلا طریق: علی بن غراب از زہیر بن مرزوق از علی بن زید بن جدعان از سعید بن مسیّب از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً۔ [سنن ابن ماجۃ، کتاب الرہون [١٦] باب المسلمون شرکاء فی الثلاث [١٦] حدیث:٢٤٧٤، المعجم الأوسط ٥:٦٤، حدیث:٦٥٩٢]

اس کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

-اس کا راوی علی بن غراب کوفی قاضی مدلس اور مُختَلَفٌ فِیہِ ہے۔

[التاریخ الکبیر ٦:٢٩٢، ترجمہ:٢٤٣٨، تعریف اہل التقدیس:٩٩، ترجمہ:٨٩-[٢٣]

اور اس کی زیر بحث روایت مُعَنعَن ہے۔

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: غالی شیعہ اور روایات میں بکثرت خطائیں کرتا تھا' اُس کی اکثر روایتیں مقلوب ہیں۔ ثقہ راویوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اُس کی روایات نا قابل استدلال ہوتی ہیں۔[المجروحین۲: ۸۰' ترجمہ:۶۷۳]

- اس کا ایک راوی علی بن زید بن جدعان ہے۔ امام شعبہ کہتے ہیں: موقوف روایات کو مرفوع بناتا تھا۔ امام حماد بن زید کہتے ہیں: احادیث میں قلب کیا کرتا تھا۔ امام یحییٰ بن سعید القطان اس کی روایات سے اپنے آپ کو بچاتے تھے۔ امام بخاری اور امام ابوحاتم کے نزدیک نا قابل احتجاج ہے امام فسوی کہتے ہیں: اختلاط کا شکار ہوا تھا اور امام ابن خزیمہ کہتے ہیں: اس کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے میں اس کی روایت نہیں لیتا۔[میزان الاعتدال۳: ۱۲۷-۱۲۸' ترجمہ:۵۸۴۴]

-۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا طریق: احمد بن محمد بن علی بن حسن بن شقیق از حسین بن عیسیٰ ازعبداللہ بن نمیر از ہشام بن عروۃ از ابِ اُو: عروۃ از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۱: ۳۳۸' ترجمہ:۵۲]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر وضع کی گئی ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۱: ۳۳۸]

اس کا راوی احمد بن محمد بن علی بن حسن بن شقیق ابوبکر المروزی ثقات پر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۱: ۳۳۷]

-۳: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا طریق: صالح بن بیان الأنباري الثقفي از سفیان الثوری از ابوعبیدۃ از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔[تاریخ بغداد۹: ۳۱۰]

خطیب بغدادی نے اس کے ایک راوی: صالح بن بیان الانباری ثقفی کے بارے میں لکھا ہے کہ ضعیف تھا اور ثقہ شیوخ سے مناکیر نقل کرتا تھا۔[تاریخ بغداد۹: ۳۱۰' ترجمہ:۴۸۴۶]

[۶۵۸] مَن صام الأربعاء والخميس كتب له براءة من النار.

[مسند ابی یعلی۱۰: ۱۰' حدیث:۵۶۳۶]

''جو کوئی بدھ اور جمعرات کے دن روزہ رکھے' اس کے لیے [جہنم کی آگ] سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔''

اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے جو مدلس تھا اور اس کی یہ روایت معنعن ہے لہذا نا قابل استدلال

اور ضعیف ٹھہری۔ بقیہ کے بارے میں امام ابومسہر کہتے ہیں: احذر أحادیث بقیَّة و کُن منها علی تقیَّة فإنها غیر نقیَّة. [الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۲۵۹]
''بقیہ کی روایات سے بچتے رہو اور ان کی روایات سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ اس کی روایات غیر ستھری ہوتی ہیں۔''
نیز اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ہے جو ضعیف تھا۔ [مجمع الزوائد۳:۱۹۸]
نیز سوید بن سعید بھی ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: غیر معروف ہے اور اس کی روایت منکر ہوتی ہے: لا یُعرف و خبره منکر. [المغنی فی الضعفاء۱:۳۵۷]

[۶۵۹] مَن صَلَّی بعدالمغرب سِتَّ رکعات غفرله ذنوبه' وإن کانت مثل زبدالبحر.
[المعجم الصغیر۲:۴۸]
''جس نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں' اُس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔''
امام طبرانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: اس روایت کو بیان کرنے میں صالح بن قطن متفرد ہے۔ [المعجم الصغیر۲:۴۸]
جس کے بارے میں حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: مجھے کسی کے ہاں ان کا ترجمہ نہیں ملا۔
[مجمع الزوائد۲:۲۳۰]
حافظ منذری فرماتے ہیں: مجھے اس کی وثاقت اور عدم وثاقت معلوم نہیں۔
[الترغیب والترہیب۱:۴۰۴]
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس کی سند میں ''مجہول'' راوی ہیں۔ [لسان المیزان۳:۱۷۵-۱۷۶]
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری [۱] اپنے استاذ محترم مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے حوالے

---

(۱) محمد یوسف بنوری: ۱۹۰۸ء کو [مردان شہر کے قریب مضافاتی گاؤں: محبت آباد میں] پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا سید محمد زکریا سے حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند [انڈیا] میں مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری سے دورہ حدیث کی سند لی۔ ۱۹۳۰ء کو پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند لی۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی وفات کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل [سورت' انڈیا] کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مقرر رہوئے۔ جنوری ۱۹۵۱ء میں پاکستان چلے آئے۔ پہلے ٹنڈو الہ یار [سندھ] اور بعد میں نیوٹاؤن [حالاً بنوری ٹاؤن کراچی] میں تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ۱۹۷۴ء میں......

سے لکھتے ہیں:قال الشیخ : لم یصح فیھا حدیثٌ أي:في فضل السِّتِّ والأربع والعشرین مع کثرۃ الأحادیث الواردۃ فیھافإنھالاتخلوعن ضعیف أومجھول[معارف السنن۴:۱۱۴]

''اس سلسلہ میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں' خواہ اس میں چھ رکعت کا ذکر ہو یا چوبیس کا' اگرچہ اس سلسلہ میں بکثرت احادیث وارد ہیں لیکن ان میں کوئی بھی روایت ضعیف اور مجہول راوی سے خالی نہیں۔''

عوام بلکہ خواص میں نماز مغرب کے بعد پڑھی جانے والی نماز صلوٰۃ الأوابین کہلائی جاتی ہے' حالانکہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ: صلاۃ الأوّابین حین ترمض الفصال' وفي روایۃٍ:صلاۃ الأوابین إذارمضت الفصال.[صحیح مسلم۱:۵۱۵-۵۱۶' حدیث:۱۴۳'۱۴۴-[۷۴۸]' مسند احمد۴:۳۶۶' ۳۶۷'۳۷۲'۳۷۵' مسندابی عوانہ۲:۲۷۱-۲۷۲' صحیح ابن خُزَیمہ۲:۲۲۹' حدیث:۱۲۲۷]

''صلاۃ الاوابین اس وقت کی نماز ہے جب تپتی ریت میں اونٹ کے بچے شدت گرمی اور پاؤں کے گرم ہونے کی وجہ سے بیٹھ جاتے ہیں۔''

امام ہروی (۱) اور امام ابن اثیر (۲) فرماتے ہیں:

وھي أن تَحمَی الرَّمضاء' وھي الرمل' فتَبرُك الفصال من شدۃ حرھا' وإحراقھاأخفافھا.

[الغریبین فی القرآن والحدیث۳:۷۷۸' النہایہ۲:۲۳۹-۲۴۰' مادہ:رمض]

......تحریک ختم نبوت کے مسئلے پر اُنہوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو وفات پائی۔[انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا:۳۰۹-۳۱۰]

(۱) احمد بن محمد بن محمد بن[عبدالرحمٰن] ابی عبیدٗ باشانی' ابوعبید ہروی' خراسان کے اہل ہرات میں سے تھے۔ باحث' لغوی' محقق اور محدث تھے۔ ابومنصور ازہری لغوی کے شاگرد رہے ہیں۔ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ لذت وطرب کے مجالس میں شرکت کیا کرتے تھے۔ ہَرات کو سیدنا احنف بن قیس نے صلحاً فتح کیا تھا۔ باشان[فاشان] ہَرات کا ایک قصبہ تھا۔[وفیات الاعیان۱:۹۵-۹۶' ترجمہ:۳۶' الاعلام۱:۲۱۰]

(۲) ابوالسعادات مبارَک بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی' ۵۴۴ھ=۱۱۵۰ء کو جزیرہ ابن عمر رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوئے۔ محدث تھے۔ لغت اور اصول کے عالم تھے۔ موصل میں نقرس کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے جس کے باعث ان کے ہاتھ پاؤں بے کار ہوگئے' مگر پھر بھی اپنی ساری کتابیں اسی مرض ہی کے زمانے میں املاء کروائیں۔ موصل ہی میں ۶۰۶ھ=۱۲۱۰ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان۴:۱۴۱' الاعلام۵:۲۷۲]

''یہ نماز اس وقت پڑھی جاتی ہے جب ریت گرم ہو جاتی ہے اور اس تپتی ریت میں اونٹ کے بچے شدت گرمی اور پاؤں کے گرم ہونے کی وجہ سے بیٹھ جاتے ہیں۔''

امام نووی فرماتے ہیں: والرمضاء: الرمل الذي اشتدت حرارته بالشمس، أي: حين تحترق أخفاف الفصال، وهي الصِّغار من أولاد الإبل، جمع فصيل، من شدة حَرِّ الرمل، والأوابُ المطيع، وقيل: الراجع إلى الطاعة، وفيه فضيلة الصلاة هذا الوقت، قال أصحابنا: هو أفضل وقت صلاة الضحى، وإن كانت تجوز من طلوع الشمس إلى الزوال.

[شرح صحیح مسلم ۶: ۳۰]

''رَمضاء شدید گرم ریت کو کہا جاتا ہے اور فصال فَصِیل کی جمع ہے، اونٹ کے چھوٹے بچے کو کہا جاتا ہے۔ أوَّابٌ کے معنی مطیع و فرمان بردار کے ہیں۔ یہ چاشت کی نماز کا دوسرا نام ہے مگر اتنی دیر تک اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے جس وقت اونٹ کے بچے شدت گرمی کے سبب چرنے سے بیٹھ جاتے ہیں۔''

شیخ عبد القادر جیلانی (۱) لکھتے ہیں: فصلاة الضحى هي صلاة الأوّابين.

[الغنیۃ لطالبی طریق الحق ۲: ۹۵]

''چاشت کی نماز ہی صلاة الأوَّابین ہے۔''

اور اس کا افضل ترین وقت زوال سے تھوڑا آگے ہے اور یہی وہ وقت ہے جس میں اونٹوں کے بچے گرم ریت میں شدت گرمی کے باعث چرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

[۶۶۰] مَن صَلَّى بعد المغرب سِتَّ ركعاتٍ ما لم يتكلم فيما بينهن بسوءٍ عدلن له بعبادة ثِنتي عشرة سنةً.

[سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ [۲] باب ماجاء فی فضل التطوع وست رکعات بعد المغرب [۳۲۱] حدیث: ۴۳۵، سنن ابن ماجہ، کتاب اِقامۃ الصلاۃ [۵] باب ماجاء فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء [۱۸۵] حدیث: ۱۳۷۴،

---

(۱) عبد القادِر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن جنگی دوست، حسینی، ابو محمد۔ ۴۷۱ھ = ۱۰۷۸ کو گیلان [طبرستان سے آگے] میں پیدا ہوئے۔ عالم دین اور صوفی تھے۔ ۴۸۸ھ کو بغداد منتقل ہوئے اور وہیں ۵۶۱ھ = ۱۱۶۶ء کو وفات پائی۔

[طبقات کبریٰ شعرانی: ۱۸۱، الاعلام ۴: ۴۷]

قیام اللیل، محمد بن نصر مروزی: ۸۷]

''جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی اور ان کے درمیان اُس نے کوئی بری بات زبان سے نہیں نکالی تو اُس کو بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا۔''

[نماز مسنون کلاں، صوفی عبدالحمید سواتی: ۵۶۵]

اس روایت کو پیش کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں اس کی سند میں عمر بن عبداللہ بن ابی خثعم ہے جو منکر روایات بیان کرتا ہے اور میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ شدید ضعیف ہے۔

[سنن ترمذی ۲: ۲۹۹]

اس راوی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کی نقل کردہ روایت کچھ بھی نہیں۔

[العلل المتناہیۃ ۱: ۴۵۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اس کا ذکر سوائے ردو انکار کے جائز نہیں۔ ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [المجروحین ۲: ۵۴، ترجمہ: ۶۳۲، العلل المتناہیۃ ۱: ۴۵۶]

امام ابوزرعہ اسے واہی الحدیث قرار دیتے ہیں۔ [تہذیب الکمال ۲۱: ۴۰۸]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اس کی دو منکر روایتیں ہیں جن میں سے ایک یہی زیر بحث روایت ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۲۱۱]

[۶۶۱] مَن صَلَّى بين المغرب و العشاء عشرين ركعة بَنَى الله له بيتاً في الجنة.

[سنن ابن ماجہ، کتاب اِقامۃ الصلاۃ [۵] باب ما جاء فی الصلاۃ بین المغرب والعشاء [۱۸۵] حدیث: ۱۳۷۳]

''جس نے مغرب اور عشا کے درمیان میں بیس رکعتیں پڑھیں تو اس کے عِوض اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔''

اس کی سند میں یعقوب بن ولید ہے جو ثقہ راویوں کے نام لے کر روایات وضع کرتا تھا۔

[المجروحین ۲: ۴۹۱، ترجمہ: ۱۲۳۶]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: احادیث وضع کرتا اور جھوٹ بولا کرتا تھا، اس نے جو بھی حدیث نقل کی ہے وہ موضوع ہے اور یہ متروک راوی تھا۔ [الجرح التعدیل ۹: ۲۱۶]

امام ابن مَعین فرماتے ہیں: لیس بشيءٍ تھا۔ [التاریخ ۲: ۶۸۱، ۳: ۱۰۴]

امام حاکم فرماتے ہیں: ہشام بن عروۃ، مالک بن انس اور موسیٰ بن عقبہ جیسے مدنی محدثین کی سند

سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔[المدخل إلی الصحیح ۱: ۲۴۰، ترجمہ: ۲۳۳]
اور زیر بحث روایت بھی ہشام ہی سے منقول ہے۔
امام بوصیری فرماتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں: جھوٹ کے اساطین میں سے تھا۔ محدثین اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ احادیث وضع کرتا تھا۔[مصباح الزجاجۃ ۱: ۴۴۲]

[۶۶۲] مَن صلّی باللیل حَسُن وجهه بالنهار.
''جو رات کو نماز پڑھے گا اُس کا چہرہ دن کو روشن ہوگا۔''
امام ابن نمیر فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔
[علل الحدیث، ابن ابی حاتم ۱: ۷۴، توجیہ النظر: ۲۷۲]

[۶۶۳] مَن صَلَّی خلفَ عالِمٍ تقيٍ فكأنما صَلَّی خلفَ نبيٍ.
[الہدایۃ ۱: ۱۰۱، باب الامامۃ، بدائع الصنائع ۱: ۱۵۸، فصل: من ہو احق بالامامۃ]
''جس نے کسی متقی عالم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو گویا اُس نے نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔''
حافظ زیلعی فرماتے ہیں: یہ روایت غریب [ضعیف] ہے۔[نصب الرایۃ ۲: ۲۶]
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت نہیں ملی۔[الدرایۃ ۱: ۱۶۸]
ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔[الاسرار المرفوعۃ ۳۴۴، المصنوع: ۱۸۶]

[۶۶۴] مَن صَلَّی سِتَّ رکعاتٍ بعد المغرب قبل أن یتکلم غفرله بها ذنوب خمسین سنة. [مختصر قیام اللیل، محمد بن نصر مروزی: ۸۷]
''جس نے نماز مغرب کے بعد چھ رکعت نفل نماز پڑھی اور درمیان میں کوئی بات نہیں کی تو اس کے پچاس سالوں کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔''
اس روایت کے بارے میں امام ابو زرعۃ فرماتے ہیں: اس کو بیان نہ کیا جائے، اس لیے کہ یہ موضوع کی طرح ہے اور اس کا راوی محمد بن غزوان دمشقی منکر روایات بیان کرتا ہے۔
[علل الحدیث، ابن ابی حاتم ۱: ۷۸]

[۶۶۵] مَن صَلَّی صلاةً فریضةً فله دعوةٌ مستجابةٌ، ومن ختم القرآن فله دعوةٌ مستجابةٌ. [المعجم الکبیر ۱۸: ۲۵۶، حدیث: ۶۴۷]
''جس نے کوئی فرض نماز پڑھی اور جس نے ختمِ قرآن مجید کیا تو اُس کی دعا قبول ہوگی۔''

اس کا راوی عبدالحمید بن سلیمان مدنی ہے - جو فُلَیح کا بھائی ہے - امام یحییٰ کہتے ہیں: ثقہ نہیں ۔ یہ بھی فرمایا: کچھ بھی نہیں ۔ یہ بھی فرمایا: اس کی حدیث نہ لکھی جائے ۔ امام علی بن المدینی، امام نَسائی اور امام دارقطنی کہتے ہیں: ضعیف الحدیث تھا ۔ امام ابوداود کہتے ہیں: غیر ثقہ تھا ۔

[میزان الاعتدال ۲: ۵٤۱، ترجمہ: ٤۷۷۷]

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: یہ ان لوگوں میں سے تھا جو خطاً کرتے اور اَسانید میں قلب [ہیر پھیر] کرتے ہیں ۔ اس کی مرویات میں جب ان چیزوں کی کثرت ہوئی تو ناقابل احتجاج ٹھہرا ۔

[المجروحین ۲: ۱۲٤، ترجمہ: ۷٤۳]

[٦٦٦] مَن صَلَّى على جنازةٍ في المسجد فلا أجرله. [الهدایۃ ۱: ۱٦۱]

’’جو مسجد میں نماز جنازہ پڑھے [تو] اس کے لیے کوئی اجر نہیں ۔‘‘

امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں: أما رواية أبي حذيفة عن الثوري لهذاالحديث وقوله فيه: فليس له أجر، فخطأٌ، لا إشكال فيه، ولم يقل أحد في هذاالحديث ماقاله أبو حذيفة.

[التمہید ۸: ٥٤٦، نصب الرایۃ ۲: ۲۷٥، تہذیب السنن ۳: ۱٥۲۲، الاسرار المرفوعۃ: ۳۳٤]

’’یہ صرف ابوحذیفہ کی روایت میں ہے اور خطاً ہے اور اس کے غلط ہونے میں کوئی اِشکال نہیں ہے، اس لیے کہ ابوحذیفہ کے علاوہ کسی اور راوی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ملتے ۔‘‘

فلا شيءَ له والی روایت سنن ابن ماجۃ، کتاب الجنائز [٦] باب ماجاء فی الصلاۃ علی الجنائز فی المسجد [۲۹] حدیث: ۱٥۱۷] حلیۃ الاولیاء ۷: ۹۳، مسند احمد ۲: ٤٤٤، مصنف عبدالرزاق ۳: ٥۲۷ [حدیث: ٦٥۷۹] اور مصنف ابن ابی شیبۃ ۷: ٤۲۷ [حدیث: ۱۲۰۹۷] میں ہے اور سب میں صالح بن نبہان [1] ہے

---

(۱) امام ترمذی لکھتے ہیں: صالح بن نبہان مولی التوامہ آخری عمر میں مختلط ہوئے تھے، اُن سے قدیم السماع لوگوں کی احادیث درست ہیں ۔ اور ابن ابی ذئب نے اُن سے اختلاط سے قبل روایت سنی ہے ۔

[شرح علل الترمذی ۲: ٥۷۳]

امام بیہقی لکھتے ہیں: قرأتُ في كتاب العلل عن أبي عيسى الترمذي فيما سأل عنه محمدبن إسماعيل البخاري قال: كان أحمد بن حنبل يقولُ: من سمع من صالح قديماً فسماعه حسنٌ، ومن سمع منه أخيراً كأنه يضعف سماعه. قال محمد: وابن أبي ذئب سماعه منه أخيراً، يروي عنه مناكير.

[معرفۃ السنن والآثار ۳: ۱۸۰-۱۸۱، بذیل حدیث: ۲۱۷۱] ......

جو ثقہ تھا۔۱۲۵ ہجری کو اختلاط کا شکار ہوگیا جس کے بعد ثقہ راویوں کی سند سے موضوع روایات سناتا رہا یہاں تک کہ اس کی صحیح اور ضعیف روایات گڈ مڈ ہوگئیں لہذا متروک ٹھہرا۔

[التاریخ ۳:۶:۲۷۱ الجرح والتعدیل ۴:۴۱۷،۴۱۸، المجروحین ۱:۳۶۶، فتح القدیر ابن ہمام ۲:۱۲۸، نصب الرایۃ ۲:۲۷۵،۲۷۶]

امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں: ومعنی قوله: لاشیئ له، یرید: لاشیئ علیه، قالوا: وهذا صحیح معروف فی لسان العرب، قال الله عز وجل: اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا [سورۃ الاسراء ۱۷:۷] بمعنی: فعلیها، ومثله کثیر. [التمہید ۸:۵۴۷، الاستذکار ۳:۴۶]

'' فلاشیئ له '' کے معنی یہ ہیں کہ اُس پر کوئی گناہ نہیں، اس کا یہ معنی بالکل صحیح اور عربوں کی زبان کے بالکل موافق ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں فَلَهَا فَعَلَیْهَا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔''

اس معنی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھایا تھا۔

[موطا امام مالک ۱:۲۲۹، کتاب الجنائز [۱۶] باب الصلاۃ علی الجنائز فی المسجد [۸] حدیث: ۲۲]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اور سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھایا تھا۔ [الاستذکار ۳:۴۷]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: ولم یکن من هدیه الراتب: الصلاة علیه في المسجد، وإنما کان یصلي علی الجنازة خارجَ المسجدِ، ورُبما کان یصلي أحیاناً علی المیت في المسجد

......''میں نے ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب العلل میں اُن سوالات کے بارے میں پڑھا ہے جو امام ترمذی نے امام بخاری کے سامنے اٹھائے تھے۔ اس سلسلے میں اُنہوں نے امام احمد بن حنبل کا قول پیش کیا ہے کہ جس راوی نے صالح بن نبہان سے قبل از اختلاط روایتیں لی ہیں تو اُس کی سماع حسن [درست] ہے اور جس نے اختلاط کے بعد روایتیں لی ہیں تو اُس کی سماع کمزور ہے۔ محمد [امام بخاری] نے فرمایا ہے: ابن ابی ذئب نے صالح بن نبہان سے بعد از اختلاط روایتیں لی ہیں، جو ساری کی ساری منکر ہیں۔''

حافظ ذہبی نے بھی امام بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن ابی ذئب نے صالح بن نبہان سے بعد از اختلاط روایتیں لی ہیں، جو ساری کی ساری منکر ہیں۔ [المغنی فی الضعفاء ۱:۳۰۵، ترجمہ: ۲۸۴۷]

كماصلى على سهل بن بيضاء وأخيه في المسجد'ولكن لم يكن ذلك سُنَّتَهٗ وعادَتَهٗ.
[زادالمعادفی ہدی خیرالعباد ا:۵۰۰]

''مسجد میں نماز ہ جنازہ پڑھنا آپ ﷺ کی دائمی سنت نہیں۔[عمومی طور پر] آپ ﷺ نماز مسجد سے باہر[کسی جگہ] پڑھتے تھے لیکن کبھی کبھار مسجد میں بھی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ سیدنا سہل بین بیضاء اوراُن کے بھائی رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھا لیکن یہ اُن کی دائمی سنت اور عادت نہیں تھی۔''

کچھ آگے جا کر لکھتے ہیں:وأنَّ سنته وهديه:الصلاة على الجنازة خارج المسجد إلا لعذر وكِلاَ الأمرين جائزٌ'والأفضل الصلاة عليها خارج المسجد.[زادالمعاد ا:۵۰۲]

''آپ ﷺ کی دائمی سنت اور عادت یہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے' ہاں! کسی عذر کی وجہ سے مسجد کے اندر بھی پڑھنا جائز ہے اور دونوں امور[مسجد کے باہراوراندرنماز جنازہ پڑھنا] جائز ہیں جب کہ افضل یہ ہے کہ جنازے کی نماز مسجد سے باہر پڑھی جائے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:واحتج بعضهم بأن العمل استقر على ذلك لأن الذين أنكروا ذلك على عائشة كانوا من الصحابة'ورُدَّ بأن عائشة لما أنكرت ذلك الإنكار سلموا لها ' فدلَّ على أنها حفظت ما نَسُوْهُ ' وقد روى ابن أبي شيبة وغيره:أنَّ عمر صلى على أبي بكر في المسجد' وأن صهيباً صلى على عمر في المسجد ' و زاد في روايةٍ: ووضعت الجنازة في المسجد تجاه المنبر ' وهذا يقتضي الإجماع على جوازذلك.

[فتح الباری ۳:۱۹۹' کتاب الجنائز[۲۳] باب الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد[٦٠]

''بعض مانعین [1] نے استدلال کیا ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا سعد بن ابی

---

(۱) جیسا کہ امام ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:فإنكارهم-وهم الصحابة والتابعون-دليلٌ على أنه استقر بعد ذلك على تركه.[فتح القدیر ۲:۱۲۹]

''پس اُن کا انکار–حالانکہ وہ صحابہ اور تابعین تھے–اس بات کی دلیل ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے پر اجماع ہو چکا ہے۔''

وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں لانے کے لیے ارشاد فرمایا تو اُنہوں [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم] نے اسے نا آشنا سمجھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ سارے کے سارے جنازہ کی نماز مسجد سے باہر پڑھنے کے قائل تھے اور اس پر ایک قسم کی اجماع ہے لیکن یہ اس لیے مردود ہے کہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا سہل بن بیضاء اور اُن کے بھائی کے بارے میں بتایا کہ رسول اکرم نے تو اُن کا نماز جنازہ مسجد نبوی ہی میں پڑھایا تھا تو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ سر تسلیم خم کر لیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ کو وہ عمل یاد رہا جسے دوسرے لوگ بھول چکے تھے۔ نیز ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ اور یہ سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد نبوی میں پڑھایا تھا اور ایک روایت میں اس کا اضافہ بھی ہے کہ جنازہ کو مسجد نبوی میں منبر کے سامنے رکھا گیا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اجماعاً مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے[1]۔"

[۲۶۷] مَن صَلّٰی عند قبري سمعته و من صَلّٰی عَلَيَّ نائیاً اُبلغته.

[شعب الایمان ۲: ۲۱۸' مشکاۃ المصابیح' حدیث: ۹۳۴' تاریخ بغداد ۳: ۲۹۲' الجامع الصغیر: ۸۸۱۲]

"جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں' اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔" [فضائل درود: ۱۸' تسکین الصدور: ۳۳۲]

خطیب بغدادی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: میں نے محدث ابن نُمیر سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کو چھوڑ دیجئے' اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن مروان سُدی صغیر لیس بشیئ ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ثقہ نہیں اور محدث صالح بن محمد نے فرمایا ہے: موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [تاریخ بغداد ۳: ۲۹۲-۲۹۳]

امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے۔ اعمش سے اس کا کوئی ثبوت نہیں اور یہ روایت محفوظ نہیں ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۱۳۷]

---

(۱) امام ابن ابی شیبہ لکھتے ہیں:
-ماصُلِّيَ علی أبي بکرٍ وعمر إلّا في المسجد.
-صُلِّيَ علی أبي بکرٍ وعمر تُجاه المنبر.
-أنَّ عمر صُلِّيَ علیه في المسجد. [مصنف ابن ابی شیبہ ۷: ۴۲۵' احادیث: ۱۲۰۹۲-۱۲۰۹۴]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وھذا قد رواہ محمد بن مروان السدي عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي ھریرۃ رضی اللہ عنہ وھذا ھو السدي الصغیر، ولیس بثقۃ، ولیس ھذا من حدیث الأعمش. [مجموع الفتاویٰ ۱:۱۹۸]

''اسے محمد بن مروان سدی نے اعمش از ابی صالح از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے اور یہ سدی صغیر غیر ثقہ تھا۔ نیز یہ روایت اعمش کی مرویات میں سے بھی نہیں ہے۔''

یہ بھی ارشاد فرمایا: وھذا إنما یرویہ محمد بن مروان السدي عن الأعمش، وھو کذابٌ بالإتفاق، وھذا الحدیث موضوع علی الأعمش بإجماعھم. [مجموع الفتاویٰ ۲۷:۱۰۹]

''محمد بن مروان سدی صغیر اعمش کا نام لے کر اسے نقل کرتا ہے، حالانکہ محدثین کے ہاں بالاتفاق کذاب تھا اور یہ روایت ان کے اجماع کے مطابق اعمش پر وضع کی گئی ہے۔''

حافظ ابن قیم اس روایت کو غَریبٌ جِدًّا کہتے ہیں۔ [جلاء الافہام:۱۹]

علامہ ابن عبدالہادی فرماتے ہیں: قلتُ: ھذا الحدیث موضوعٌ علی رسول اللہ لیس لہ أصلٌ، و لم یحدث بہ أبو ھریرۃ، ولا أبو صالح، ولا الأعمش، ومحمد بن مروان السدي متھمٌ بالکذب والوضع. [الصارم المنکی:۲۱۶]

''یہ روایت موضوع ہے اسے نہ تو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، نہ ابو صالح نے اور نہ اعمش نے بلکہ اسے محمد بن مروان نے وضع کیا ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا اور روایات وضع کیا کرتا تھا۔''

حافظ ابن الجوزی، حافظ ذہبی اور علامہ مناوی اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

[الموضوعات ۱:۳۰۳:۳۳، میزان الاعتدال ۴:۳۳، فیض القدیر ۶:۱۷۰]

حافظ ابن قیم اس قسم کی ایک روایت ان الفاظ میں لکھتے ہیں: ابو الشیخ [اصبہانی] نے اپنی کتاب الصلاۃ علی النبي صلی اللہ علیہ وسلم میں عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج، از الحسن بن الصباح، از ابو معاویہ، از اعمش، از ابو صالح، از سیدنا ابو ہریرۃ صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

مَن صَلّٰی عَلَيَّ عندَ قبري سمعتُہ ومَن صَلّٰی عَلَيَّ من بعیدٍ أُعلِمتُہٗ.

[جلاء الافہام:۹۲، حدیث:۳۳]

''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو میں اُسے خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دُور سے درود

پڑھا تو وہ مجھے [بواسطہ فرشتوں کے] بتلایا جاتا ہے۔" [تسکین الصدور: ۳۱۸-۳۱۹]

حافظ ابن قیم اس روایت کو غَرِیبٌ جِدًّا کہتے ہیں۔ [جلاء الافہام: ۹۲، حدیث: ۳۳]

امام ابن الجوزی، حافظ ذہبی اور علامہ مناوی اس روایت کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

[الموضوعات ۱: ۳۰۳: ۳۳، میزان الاعتدال ۴: ۳۳، فیض القدیر ۶: ۱۷۰]

حافظ ابن قیم نے اس روایت کو بروایت معاویہ عن الاعمش نقل کیا ہے، اس سلسلہ میں علامہ ابن عبدالہادی فرماتے ہیں: وقد روى بعضهم هذاالحديث من رواية أبي معاوية عن الأعمش ، وهو خطأٌ فاحشٌ ، وإنما هو حديث محمد بن مروان ، تفرَّد به، وهو متروك الحديث ، متهمٌ بالكذب. [الصارم المنکی: ۲۱۶]

"اس روایت کو بواسطہ ابومعاویہ نقل کرنا صریح غلط ہے یہ بواسطہ محمد بن مروان منقول ہے جو اس کے نقل کرنے میں منفرد ہے اور وہ متروک الحدیث اور جھوٹ بولنے سے مُتَّہَم تھا۔"

حافظ ابن قیم اس روایت کو غَرِیبٌ جِدًّا فرمانا بالکل درست ہے اس لیے کہ ابوالشیخ اصبہانی کا استاذ عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج اس قدر گُم نام [مجہول/مستور] ہے کہ اُن کا تذکرہ اسماء الرجال کی متداول کتابوں میں نہیں ملتا اور اگر ملتا ہے تو صرف حافظ ابونعیم کی اخبار اصبہان ۱: ۲۹۲، ۲: ۱۱۳ میں، جن سے قاضی ابواحمد محمد بن احمد بن ابراہیم نے روایت لی ہے۔ معلوم ہوا کہ اُن کے شاگرد اس کی ساری زندگی میں صرف دو ہوئے: ایک ابوالشیخ اصبہانی اور دوسرا قاضی ابواحمد محمد بن احمد ابن ابراہیم، پھر حافظ ابونعیم نے عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج کی توثیق نہیں کی ہے، اس لیے اس مجہول شخص کی روایت دلیل میں پیش نہیں کی جا سکتی، خصوصاً بابِ عقائد میں اسے پیش کرنا حق وانصاف کا خون کرنا ہے۔

سوال: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: أخرجه أبو الشيخ في كتاب الثواب بسندجيد.

[فتح الباری ۶: ۴۸۸، کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب قول اللہ: واذکر فی الکتٰب مریم [۴۸] بذیل حدیث: ۳۴۴۱]

"اسے ابوالشیخ نے جید سند کے ساتھ کتاب الثواب میں نقل کیا ہے۔"

اور حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قلتُ: و سنده جيدٌ، كما أفاده شيخنا.

[القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۳۲۵، تحقیق: استاذ ابوعوامۃ]

''میں [حافظ سخاوی] کہتا ہوں: اس کی سند جید ہے جیسا کہ ہمارے شیخ [حافظ ابن حجر] نے فرمایا ہے۔''

جواب: حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مجہول الحال [مستور] وہ مُقِل [کم حدیث والا] راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو مگر کسی امام نے اُس کی توثیق نہ کی ہو۔

مجہول الحال کو مستور بھی کہتے ہیں: وإن رَوَى عنه اثنان فصاعداً ولم يوثق فهو مجهول الحال وهو المستور. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰]

جمہور کے نزدیک مستور کی روایت مقبول نہیں ہے، وہ تب روایت کو قبول کرتے ہیں جب راوی کا ثقہ ہونا متحقق ہو جائے اور چونکہ مستور کا حال مخفی ہے اس لیے اُس کی روایت قبول نہیں ہوگی اس باب میں تحقیقی بات یہ ہے کہ کسی مقبول راوی کی روایت اُس وقت تک مقبول یا مردود نہیں ہوگی جب تک اُس کی حالت واضح نہ ہو جائے: وقد قبل روايته جماعةٌ بغير قيد، ورَدَّها الجمهور، **والتحقيق**: أن رواية المستور ونحوه مما فيه الإحتمال، لا يُطلق القول بردِّها ولا بِقبولها بل هي موقوفةٌ إلى إستبانة حاله كما جزم به إمام الحرمين. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰-۱۰۱]

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: الجهالةُ تستوجبُ ضعف الحديث، ولا حُجَّةَ في رواية المجهول. [فتح الباری ۱:۲۴۶، ۳:۳۴۸، ۶:۶۳۵، ۹:۱۷۴، ۱۰:۴۰، ۱۹۵]

''جہالت، حدیث کے ضعف کا موجب ہے اور مجہول کی روایت میں کوئی حجت نہیں۔''

اور یہ بھی لکھتے ہیں: ليس بمجهولٍ مَن رَوَى عنهُ أربعة ثقات. [الہدی الساری: ۳۹۸]

''جس راوی سے چار ثقہ راویوں نے روایت کی ہو، وہ مجہول نہیں رہتا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی کے ان اقوال کے تناظر میں معلوم ہوا کہ اس روایت کو جید کہنا حافظ صاحب موصوف کا تسامح ہے۔ عَافَانَا اللهُ وَ إِيَّاهُ[1]۔

---

(۱) شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر لکھتے ہیں: ''مشہور محدث امام دارقطنی [وفات: ۳۸۵ھ] لکھتے ہیں کہ: وارتفاعُ اسم الجهالة أن يروي عنه رجلان فصاعداً، فإذا كان هذه صفته ارتفع عنه اسم الجهالة، وصار حينئذٍ معروفاً. [الدارقطنی ۲:۳۶۱، وفي نسخة دار نشر الكتب الإسلامية......

......۳:۴:۱۷]

''جب دو یا دو سے زیادہ راوی کسی سے روایت کریں تو وہ جہالت کے دائرہ سے نکل جاتا ہے اور جب یہ صفت اس میں پائی جائے تو وہ مجہول نہیں رہتا بلکہ معروف ہو جاتا ہے۔''

امام دارقطنی کے اس ضابطہ کے مطابق عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج مجہول نہیں بلکہ معروف ہے اورعن قریب ذکر ہوگا کہ حافظ ابن حجر اور امام سخاوی وغیرہ محدثین اس حدیث کی سند کو جید کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج نہ تو مجہول العین ہیں اور نہ مجہول العدالت بلکہ ثقہ ہے لہٰذا ان کو مجہول قرار دے کر اُن کی حدیث سے اِعراض کرنا علم وانصاف سے کوسوں دور ہے۔'' [تسکین الصدور: ۳۱۸، بذیل چھٹی دلیل]

محترم شیخ الحدیث صاحب کی خدمتِ اَقدس میں مؤدبانہ عرض ہے کہ:

-۱: حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول: وإن رَوَى عنه اثنان فصاعداً ولم يوثق فهو مجهول الحال وهو المستور. [شرح نخبۃ الفکر: ۱۰۰] کے تناظر میں عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج مجہول ہے۔ امام دارقطنی کا قول پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، جب کہ اس بارے میں حافظ ابن حجر کا اپنا قول موجود ہے؟

-۲: آپ کے اس قول پر کہ ''نافع بن محمود مجہول ہیں۔'' مولانا مبارک پوری صاحب نے فرمایا تھا کہ ''نافع بن محمود سے مکحول اور حرام بن حکیم روایت کرتے ہیں لہٰذا یہ مستور نہ ہوں گے۔'' جس کے جواب میں آپ نے اپنی کتاب احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام ایک طویل بحث کی ہے، جو من وعن سپرد قلم ہے، اب یہ آپ پر ہے کہ آپ کے نزدیک آپ کی ان ہر دو تحقیقات میں کون سی تحقیق درست اور کون سی نادرست ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''(۲) امام ابن حبان اور دارقطنی کا توثیق رجال کے بارے میں مسلک ہی جمہور محدثین سے الگ ہے۔ جمہور تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی سے دو راویوں نے روایت کی ہو اور اُس کی توثیق کسی سے ثابت نہ ہو (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ متفرد خود یا غیر جب کہ توثیق کا اہل ہو اور اُس کی توثیق کرے تو صحیح قول پر وہ ثقہ ثابت ہو جائے گا۔ شرح نخبۃ الفکر، ص: ۷۰، اور اسی قاعدہ سے مؤلف خیر الکلام نے ص: ۲۳۶ میں سہارا لیا ہے لیکن شرح نخبۃ الفکر ص: ۷۰ میں اسی قول کے رد میں لکھا ہے: الصحيح الذي عليه أكثر العلماء من أهل الحديث وغيرهم أنه لا يُقبلُ مطلقاً کہ اکثر محدثین وغیرہم کے نزدیک مطلقاً یہ توثیق غیر مقبول ہے) تو وہ مجہول و مستور ہی رہتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: إن روى عنهُ اثنان فصاعداً ولم يؤثق فهو مجهول الحال وهو المستور [شرح نخبۃ الفکر: ۷۰]

''اگر کسی شخص سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت بیان کریں اور اس کی توثیق نہ کی گئی ہو تو وہ مجہول الحال ہوتا ہے اور وہی مستور کہلاتا ہے۔''

اور امام ابن صلاح [وفات: ۶۴۳ھ] نے نچلے دو راویوں کے عادل ہونے کی قید بھی لگائی ہے۔ [شرح شرح

......نخبۃ الفکر، ص:۱۵۴، طبع مصر] لیکن امام ابن حبان اور امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص سے دو راویوں نے روایت کی ہو تو وہ مجہول نہیں رہتا اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے چنانچہ امام دار قطنی لکھتے ہیں:

وارتفاع اسم الجهالةِ له عنه أن يروي عنه رجلان فصاعداً فإذا كانت هذه صفته ارتفع عنه اسم الجهالة، وصار حينئذ معروفاً. [دار قطنی جلد۲ صفحہ:۳۶۱، وفي نسخة دار نشر الكتب الإسلامية ۳:۱۷۴]

''راوی سے جہالت کا اسم اس وقت اٹھتا ہے جب کہ اس سے دو یا دو سے زیادہ راوی روایت کریں جب ایسا ہو تو اس سے جہالت کا اسم مرتفع ہو جاتا ہے اور وہ راوی معروف ہو جاتا ہے۔''

اور علامہ سخاوی [وفات:۹۰۲ھ] نے ان کا مسلک یوں نقل کیا ہے کہ: من روى عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته وثبتت عدالته. [فتح المغیث، ص:۱۳۷، وفي نسخة المدينة المنورة ۱:۲۹۸]

''جس شخص سے دو ثقہ راوی روایت کریں تو اُس سے جہالت رفع ہو جاتی ہے اور اس کی عدالت ثابت ہو جاتی ہے۔''

مطلب یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک اس صورت میں راوی اگرچہ مجہول العین نہیں رہا مگر مجہول الوصف اور مجہول الحال بدستور رہے گا لیکن امام دار قطنی وغیرہ کے نزدیک باوجود مجہول الحال اور مستور ہونے کے وہ عادل ہو جاتا ہے اور اس کی حدیث حسن، صحیح اور جید ہو جاتی ہے اور جمہور نہ تو اس کو ثقہ اور عادل تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں چنانچہ علامہ خطیب الشافعی [وفات:۴۶۳ھ] لکھتے ہیں کہ:

قلتُ: إلا أنه لا يثبت له حكم العدالة بروايتهما عنه، وقد زعم قومٌ أن عدالته تبثت بذلك، ونحن نذكر فساد قولهم بمشية الله تعالى وتوفيقه. [الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص:۸۹]

''میں [خطیب بغدادی] کہتا ہوں کہ ایسے مجہول راوی سے دو راویوں کی روایت کر لینے سے اس کی عدالت ثابت نہیں ہو سکتی اور ایک قوم نے (مثلاً ابن حبان اور دار قطنی وغیرہ۔صفدر) یہ خیال کیا ہے کہ اس طرح اس کی عدالت ثابت ہو جائے گی مگر ہم اِن شآء اللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس قول کا فساد اور بطلان ذکر کریں گے۔''

اور جو مسلک امام دار قطنی کا ہے سو وہی نظریہ امام ابن حبان کا ہے چنانچہ اس کی تصریح موجود ہے کہ:

وتبعه ابن حبان إذِ العدلُ عنده مَن لا يعرفُ فيه الجرح. [شرح شرح نخبۃ الفکر، ص:۱۷]

''ابن حبان بھی اسی نظریہ کے حامی ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک بھی ثقہ وہ ہے جس پر کوئی جرح معلوم نہ ہو۔''

علامہ ذہبی، عمارۃ بن حدید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: إنه مجهولٌ، ولا تفرح بذكر ابن حبان له في الثقات، فإن قاعدته معروفة من الإحتجاج لمن لا يعرف.

[میزان الاعتدال، جلد۲، صفحہ:۳۲۲؛ وطبع دار المعرفۃ ۳:۱۷۵، ترجمہ:۶۰۲۰]

''وہ مجہول ہے اور اس پر خوش مت ہو کہ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ ان کا قاعدہ ہی یہ مشہور ہے کہ مجہول راویوں سے بھی احتجاج کر لیتے ہیں۔''

[٦٦٨] مَن صلى عَلَيَّ في كتاب لم تزل الصلاة جارية له مادام إسمي في ذلك الكتاب. [تفسیر ابن کثیر۳:۵٦٧‘بذیل سورۃ الاحزاب ۳۳:٦٠]

''جو کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھ دے تو جب تک اُس میں میرا نام لکھا ہوا ہو اُس وقت تک درود کا اجر جاری رہے گا۔''

حافظ ابن کثیر ہی لکھتے ہیں: وقد ورد في الحديث من طريق كادح بن رحمة عن نهشل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ وليس هذا الحديث بصحيح من وجوهٍ كثيرة، وقد رُوِيَ من حديث أبى هريرة رضی اللہ عنہ و لا يصح أيضاً ' قال الحافظ أبو عبد الله الذهبي شيخنا: أحسبه موضوعاً، وقد رُوِيَ نحوه عن أبي بكر و بن عباس رضی اللہ عنہم و لا يصح من ذلك شيئ. وقد ذكر الخطيب البغدادي في كتابه الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع قال: رأيتُ بخط الإمام أحمد بن حنبل كثيراً ما يكتب اسم النبي ﷺ من غير ذكر الصلاة عليه كتابةً، قال: وبلغني أنه كان يصلي عليه لفظاً.

[تفسیر ابن کثیر۳:۵٦٧‘بذیل سورۃ الاحزاب ۳۳:٦٠]

......**اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:** ویحیی الكندي غير معروف، ذكره البخاري وابن أبي حاتم، ولم يذكرا فيه جرحاً، وذكره ابن حبان في الثقات كعادته فيمن لم يجرح.

[فتح الباری، پ:۲۱، ص:۵۴، باب ما یحل من النساء وما یحرم، وطبع دار نشر الکتب الاسلامیۃ ۹:۱۵٦]

''یحییٰ الکندی مجہول ہے۔ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن اس پر انہوں نے جرح ذکر نہیں کی اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں لکھا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے کہ جن راویوں پر جرح نہیں ہوتی وہ ان کو ثقہ کہتے ہیں۔''

اِن تمام ٹھوس حوالوں سے یہ امر ثابت ہو گیا کہ جس راوی کو امام دارقطنی اور امام ابن حبان ثقہ اور عادل کہتے ہیں وہ جمہور کے نزدیک بدستور مجہول الحال اور مستور رہتا ہے اس لیے ان کے نافع کو ثقہ کہنے میں اور جمہور کے اس کو مستور اور مجہول کہنے میں کوئی تعارُض نہیں کیونکہ:

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جدا جدا
آخر کو ہم دونوں درِ جاناں پہ جا ملے

[احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام ۲:۱۰۱-۱۰۳، طبع نہم ۲۰۰۴ء]

''یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے' جن میں سے ایک طریق بھی صحیح نہیں ہے۔ ہمارے استاذ حافظ ذہبی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے: میرا یقین ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ خطیب بغدادی نے الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل جب رسول اللہ ﷺ کا نام لکھتے تو زبان سے درود پڑھنے پر اکتفا کرتے۔''

[۶۶۹]مَن ضَحّی طیبة بها نفسه محتسباً لأضحیته کانت له حجاباً من النار.

[المعجم الکبیر ۳:۸۴' الترغیب والترہیب ۲:۱۵۵]

''جس نے اخلاصِ نیت سے اللہ کی رضا مندی کے لیے قربانی کی تو اُس کے لیے آگ سے حجاب ہوگا۔''

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کا مرکزی راوی سلیمان بن عمرو نخعی ہے جو کذاب تھا۔

[مجمع الزوائد ۴:۱۷]

اس راوی کو محدثین نے بالاتفاق کذاب اور وضاع کہا ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں: بظاہر نیک آدمی تھا لیکن احادیث وضع کرنے والا اور قدری تھا اُس کی روایت نہ لکھی جائے۔

[المجروحین ۱:۴۱۹' ترجمہ:۴۱۱' میزان الاعتدال ۲:۲۱۷]

[۶۷۰]مَن طافَ بهذاالبیت اُسبوعاً وصَلَّی خلف المقام رکعتین وشرِبَ من ماءِ زمزمَ غُفِرت له ذنوبه بالغة مابلغت.

''جس نے ایک ہفتہ تک اس گھر کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم میں نماز پڑھی اور آبِ زم زم کو پیا اُس کے سارے گناہ' خواہ کتنے بھی ہوں' معاف کر دیے جائیں گے۔''

حافظ سخاوی نے اسے تفسیر واحدی اور دیلمی کے حوالے سے دو اَسناد کے ساتھ نقل کر کے لکھا ہے:

ولایصحُّ باللفظین' وقدولع به العامة کثیراً' لاسیمابمکة بحیث کُتِبَ علی بعضِ جُدُرِهاالملاصق لزمزم' وتَعَلَّقُوافي ثبوته بمنامٍ وشبهه ممالاتثبت الأحادیث بمثله' مع العلم بسعة فضل اللّٰه والترجي لما هوأعلی وأغلی.

[المقاصد الحسنۃ:۶۵۴-۶۵۵' بذیل حدیث:۱۱۴۴]

''دونوں طرق سے ثابت نہیں اگرچہ عوام کثرت اس کو [بولنے اور سننے کے] حریص ہیں' خصوصاً مکہ معظّمہ میں' جہاں زمزم سے پیوست دیواروں پر اسے لکھا گیا ہے' اور اس روایت کو ثابت کرنے

کے لیے یہ لوگ منامات [خوابوں] اور دیگر [حکایات کا] سہارا لیتے ہیں حالانکہ احادیث منامات و حکایات سے ثابت نہیں کیے جاتے۔ہاں اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل وکرم کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ کہ وہ اس سے زیادہ اجر دینے پر قادر ہے۔"

[٦٧١] مَن طَلبَ العلمَ کان کفارةً لِمَامَضَی. [سنن ترمذی، کتاب العلم [٤٢] باب فضل طلب العلم [٢] حدیث: ٢٦٤٨، سنن دارمی، المقدمة، باب البلاغ عن رسول اللہ ﷺ وتعلیم السنن [٤٦] حدیث: ٥٦١]

"جو شخص علم حاصل کرتا ہے تو یہ اس کے ماضی کا کفارہ بن جاتا ہے۔"

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: **قال أبو عیسی**: هذا حدیث ضعیفُ الإسناد، أبو داؤد یُضَعَّفُ، و لا نعرفُ لعبداللّٰہ بن سخبرة کبیرشیئ و لا لأبیه، و اسمُ أبي داؤد نُفَیعٌ الأعمَی، تَکَلَّمَ فیه قتادة و غیر واحد من أهل العلم. [سنن ترمذی ٥:٢٩]

"ابو عیسیٰ [امام ترمذی کی کنیت] کہتا ہے: اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ابو داود ـ جس کا نام نُفَیع اعمیٰ ہے ـ حدیث کے معاملے میں ضعیف ہے۔قتادۃ اور دوسرے محدثین نے اُس کے بارے میں کلام کیا ہے۔عبداللہ بن سخبرۃ اور اُن کے والد سے زیادہ روایتیں ہمیں معلوم نہیں۔"

یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ:

— امام ترمذی اور امام دارقطنی کے استاذ محمد بن حُمید الرازی ہے، جو ضعیف تھا۔یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں: کثرت سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔امام ابو زرعۃ فرماتے ہیں: جھوٹا ہے۔امام کوسج فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔امام ابن خراش فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن حُمید نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا تھا اور بہت سے علماء سے منقول ہے کہ ابن حُمید احادیث چوری کرتا تھا۔امام نسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں اور امام صالح جزرۃ فرماتے ہیں: میں نے جھوٹ بولنے میں ابن حُمید سے بڑھ کر کوئی تجربہ کار نہیں دیکھا۔

[میزان الاعتدال ٣:٥٣٠]

امام بخاری لکھتے ہیں: فیه نظرٌ (١). [التاریخ الکبیر ١:٦٩، ترجمہ: ١٦٧]

---

(١) حافظ ابن کثیر نے بعض محدثین کی خاص خاص اصطلاحات سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: مِن ذلك أنَّ البخاري إذا قال في الرجلِ: "سکتوا عنه" أو "فیه نظرٌ" فإنه یکون في أدنی المنازل و أردَئِهَا عنده......

– اس کا ایک راوی ابوداود: نُفَیع بن حارِث اعمیٰ ہے، جس کے بارے میں محدث ہمام کہتے ہیں: اس نے ہمارے پاس آکر سیدنا براء بن عازب اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کچھ احادیث سنائیں، پھر ہم قتادہ کے پاس آئے اور اُن سے ان احادیث کا تذکرہ کیا تو اُنہوں نے کہا: اُس نے جھوٹ بولا ہے [اُس نے کوئی حدیث کسی سے نہیں سنی بلکہ] وہ تو جارف کے طاعون کے دوران لوگوں سے خیرات مانگتا پھرتا تھا۔ محدث ابوحفص عمرو بن علی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: منکرالحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔

[الجرح والتعدیل ۸: ۴۹۰، ترجمہ: ۲۲۴۳]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: نفیع بن حارث اعمیٰ، اپنی کنیت سے مشہور ہے۔ کوفی ہے۔ نافع کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ متروک ہے اور امام یحییٰ بن معین نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

[تقریب التہذیب: ۵۹۴-۵۹۵، ترجمہ: ۷۱۸۱]

[۶۷۲] مَن عرف نفسه فقد عرف ربه.

''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو بے شک اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''

امام نووی سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ليس هو بثابتٍ، ولو ثبت كان معناهُ: مَن عرفَ نفسه بالضعفِ والإفتقارِ إلى الله تعالى والعبودية له عرف ربه بالقوة والقهر والربوبية والكمال المطلق والصفات العُليا، ومن عرف ربه بذلك كَلَّ لسانه عن بلوغ حقيقة شكره والثناء عليه. [فتاوی الامام النووی: ۱۴۷، سوال: ۳۲۳]

''یہ روایت ثابت نہیں اور اگر ثابت ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس نے اپنے نفس کی کمزوری اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی عبودیت کی حقیقت سمجھ لی، وہ اپنے رب کی طاقت، غلبہ،

......ولكنه لطيف العبارة في التجريح، فَلِيُعلَم ذلك.

[اختصار علوم الحدیث: ۱۰۷، نوع: ۲۳: معرفة من تقبل روايته ومن لاتقبل، وبيان الجرح والتعديل]

''اِن [اصطلاحات] میں سے ایک [اصطلاح] امام بخاری کا یہ قول ہے، جب وہ کسی راوی کے بارے میں سَكَتُوا عَنهُ یا فِيهِ نَظَرٌ کہیں تو یہ اُن کے نزدیک ان دونوں مرتبوں سے موصوف راوی ادنیٰ ترین اور نہایت ردی [بے کار] ہوتا ہے، لیکن آپ چونکہ جرح کے سلسلہ میں نہایت لطیف عبارت استعمال کرتے ہیں [اس لیے اکثر لوگ اس جرح کو سمجھ نہیں سکے ہیں] پس اسے خوب سمجھا جائے۔''

ربوبیت، کمال مطلق اور صفاتِ عُلیا کو جان گیا اور جس شخص کو یہ معرفت حاصل ہو جائے اُس کی زبان کما حقہ اللہ تعالی کا شکر یہ ادا نہ کر سکے گا۔“

امام زرکشی نے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے: یہ روایت ثابت نہیں ہے اور امام ابوالمظفر ابن السمعانی کی کتاب القواطع في الكلام على التحسين و التقبيح العقلي کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ یحیٰی بن معاذ الرازی کا قول ہے۔ [التذکرۃ:۸۶، حدیث:۱۰۳]

حافظ سیوطی نے اس موضوع سے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام القول الأشبه في حديث مَن عرف نفسه فقد عرف ربه ہے، جو اُن کی کتاب الحاوی للفتاوی ۲:۲۳۹-۲۴۱ میں مندرج ہے، جس میں انہوں نے حافظ زرکشی اور امام نووی کے درج بالا اقوال بھی لکھے ہیں۔

ملا علی قاری نے حافظ ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے: یہ روایت موضوع ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ:۳۳۷، حدیث:۵۰۶، المصنوع:۱۸۹، حدیث:۳۴۹]

[۶۷۳] مَن عشق فعف و كتم و مات فهو شهيد.

[تاریخ بغداد۵:۱۵۶، ۶:۲۶۲، ۵۰، ۵۱، ۱۳:۱۸۴، اِحیاء علوم الدین۳:۱۰۵، ذم الھوی:۲۵۶-۲۵۸]

”جو عشق میں مبتلا ہوا اور اس نے پاک بازی اختیار کی اور اپنے عشق کو چھپا لیا اور اس حالت میں اُسے موت آئی وہ شہید ہو کے مرا۔“

یہ روایت موضوع ہے اس کا مرکزی راوی سوید بن سعید ہے جس کی اس روایت کو یحیٰی بن معین نے سنا تو فرمایا: اگر مجھے ایک نیزہ اور ایک گھوڑا مل جائے تو میں سوید کے خلاف جہاد کروں گا۔

[میزان الاعتدال۲:۲۵۰]

ایک بار فرمایا: سوید حلال الدم ہے۔ [تاریخ بغداد۹:۲۳۰]

امام بخاری فرماتے ہیں: اخیری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ان احادیث میں تلقین قبول کیا کرتے تھے جو اُن کی روایت میں سے نہ ہوتے۔ [التاریخ الصغیر۲:۳۴۳]

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: یہ قطعاً رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں کیونکہ شہادت ایک اونچا درجہ ہے جو درجہ صدیقیت کے لگ بھگ ہے۔ [زاد المعاد۴:۲۷۵]

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: و هذا حديثٌ باطلٌ على رسول الله قطعاً لَايُشْبِهُ

كلامه ' وقد صَحَّ عنه عَدَّ الشُّهداءَ سِتًّا ' فلم يذكرفيهم قتيل العشق شهيداً' ولا يُمكن أن يكون كلُّ قتيلٍ بالعشق شهيداً ' فإنه قد يعشق عشقاً يستحقُّ عليه العقوبة . و قد أنكرحُفَّاظُ الإسلام هذاالحديث على سُوَيد وقد تكلم الناسُ فيه' فقال ابن المديني: ليس بشيءٍ' والضريرإذا كان عنده كتبٌ فهوعيبٌ شديدٌ. [روضة المحبين ونزهة المشتاقين:١٦٦-١٦٧]

''یہ حدیث قطعی طور پر باطل ہے۔رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے اور قطعاً اُن کے کلام کے مشابہ نہیں۔صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ چھ قسم کے لوگ شہید ہیں (١)۔آپ ﷺ نے قتیل عشق کو ان شہیدوں میں شمار نہیں کیا ہے۔یہ بھی ناممکن ہے کہ ہر قتیل عشق شہادت کا درجہ پالے اس لیے کہ بسا اوقات لوگ ایسی عشق میں مبتلا ہوتے ہیں جو مستحق عقوبت ہو۔حُفَّاظِ اسلام نے سوید پر اس لیے شدید نکیر کی ہے کہ اُنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس لیے اُنہوں نے سوید پر تنقید کی ہے۔امام ابن المدینی کہتے ہیں: یہ روایت کچھ بھی نہیں اور جب کسی نابینا کے ساتھ [حدیث کی لکھی ہوئی] کتاب ہو تو یہ شدید عیب اور سخت نقصان کا باعث ہوتا ہے۔''

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وفي سنده مقالٌ. [بذل الماعون فی فضل الطاعون:١٨٥]

''اس کی سند میں کلام ہے۔''

مزید تفصیل حافظ ابن قیم کی روضة المحبين ونزهة المشتاقين:١٦٦-١٦٧اور حافظ ابن حجر کی تلخیص الحبیر ٢:١٤٢ ذیل حدیث:٨٠٧ کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

[٦٧٤]مَن غداإلى صلاة الصبح غدا برأية الإيمان ومَن غداإلى السوق غدابرأية إبليس. [سنن ابن ماجة' کتاب التجارات[١٢] باب الاسواق ودخولها[٤٠] حدیث:٢٢٣٤]

''جو شخص صبح صبح فجر کی نماز کو گیا وہ گویا ایمان کا جھنڈا لے کر گیا اور جو نماز کی بجائے بازار گیا وہ گویا

---

(١) حافظ ابن قیم کا اشارہ ان احادیث کی طرف ہے: الشهداءُ خمسةٌ : المطعونُ' والمبطونُ' والغَرِقُ' و صاحبُ الهَدَمِ' والشهيدُ في سبيل الله عزوجل. [صحیح مسلم' کتاب الامارة[٣٣] باب بیان الشهداء[٥١] حدیث:١٦٤-(١٩١٤)]

''شہداء کی پانچ قسمیں ہیں: طاعون میں مرنے والا' پیٹ کی بیماری میں مرنے والا' ڈوبنے والا' کسی چیز کے نیچے آکر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔''

ابلیس کا جھنڈا لے کر گیا۔ [ترجمان السنۃ محمد بدر عالم ٢: ٢٢٩]

امام بوصیری لکھتے ہیں: اس کی سند میں عیسیٰ بن میمون قرشی مدنی ہے جو متفقہ طور پر ضعیف ہے۔

[مصباح الزجاجۃ ٢: ١٨٧]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ٦: ٤٠١ التاریخ الصغیر ٢: ١٢٩]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: شدید منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں کی سند سے موضوعات نقل کرتا ہے اسی وجہ سے اس کی روایت کردہ احادیث سے اجتناب ضروری ہے۔

[المجروحین ٢: ٩٩ ترجمہ: ٦٩٧]

[٦٧٥] مَن صَلَّى ليلة الفطر و الأضحَى لم يمت قلبه يوم تموت القلوب.

[المعجم الأوسط ١: ٥٩ حديث: ١٥٩]

"جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو عبادت کی اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دل مر جاتے ہیں۔"

اس روایت کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا سارا دارومدار عمر بن ہارون بن زید ثقفی بلخی پر ہے جو حافظ حدیث ہونے کے باوجود متروک الحدیث تھا۔

[تقریب التہذیب: ٤٤٨ ترجمہ: ٤٩٧٩]

امام ابن معین اسے لیس بشیئ کہتے ہیں۔ [التاریخ ٢: ٤٣٥]

[٦٧٦] من غشّ العرب لم يدخل في شفاعتي ولم تَنَله مودّتي.

"جس نے عربوں سے دھوکہ دیا [نقصان پہنچایا] اُس کے لیے میری شفاعت نہیں ہو گی۔"

[سنن ترمذی کتاب المناقب [٥٠] باب فی فضل العرب [٧٠] حدیث: ٣٩٢٨ مسند احمد ١: ٧٢ نوادر الاصول ١: ٢١٤ اصل: ٦٧ از حکیم ترمذی میں اسے بلا سند نقل کیا گیا ہے]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس کا ایک راوی حُصَین بن عمر اَحمسی ہے جس کے بارے میں امام علی ابن المدینی فرماتے ہیں: ليس بالقوي روى عن مُخارِق عن طارق أحاديث منكرةٌ.

[تاریخ بغداد ٨: ٢٦٤ ترجمہ: ٤٣٦٣]

"قوی نہیں۔ مخارق از طارق کی سند سے منکر احادیث نقل کی ہیں۔"

امام احمد فرماتے ہیں: إنه كان يكذب ، وقال أبو حاتم : واهي الحديث جداً، متروك الحديث . [الجرح والتعدیل ۳: ۱۹۴، ترجمہ: ۸۴۲]

''جھوٹ بولتا تھا۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: حدیث کے باب میں شدید ضعیف اور متروک الحدیث ہے۔''

علامہ مناوی تسامح وتصحیف کا شکار ہو کر حصین بن عمر کے بجائے حفص بن عمر احمسی لکھتے ہیں، اُن کی اس غلطی میں نوادرالاصول کے محقق نے بھی اُن کی پیروی کی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے: فیض القدیر ٦: ١٨٦، بذیل حدیث: ٨٨٨٠، نوادرالاصول ١: ٢١٤، اصل: ٦٧۔

[٦٧٧] مَن قاد أعمى أربعين خطوةً غفرالله له ماتقدم من ذنبه.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ٧: ٣٤٥]

''جس نے چالیس قدم تک کسی نابینا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اُس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا راوی محمد بن عبدالملک انصاری ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: آنکھوں سے معذور تھا۔ جھوٹ بولتا تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال ٢: ٢١٢، نص: ٤٩١٨، الکامل فی ضعفاء الرجال ٧: ٣٤٤]

امام بخاری فرماتے ہیں: جو محمد بن عبدالملک ابوعبداللہ الانصاری مَن قاد أعمى أربعين خطوةً والی روایت نقل کرتا ہے وہ منکرالحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ١: ١٦٤، ترجمہ ٤٨٧]

امام ابن عدی فرماتے ہیں: اس کی تمام روایات میں کوئی ثقہ راوی اس کی متابعت نہیں کرتا اور یہ شدید ضعیف ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ٧: ٣٥٢]

[٦٧٨] مَن قَادَ أعمَى أربعين خطوةً وجبت له الجنة.

[مسند ابی یعلی ٩: ٤٦٦، حدیث: ٥٦١٣، المعجم الکبیر ١٢: ٢٧١، حدیث: ١٣٣٢٢، تاریخ بغداد ٥: ١٠٥، حلیۃ الاولیاء ٣: ١٥٨]

''جو کسی نابینا کو چالیس قدم تک لے چلے اُس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا راوی علی بن عروہ دمشقی منکرالحدیث ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ٦: ٣٥٦]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الجرح والتعدیل۶:۱۹۸]
امام ہیثمی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[مجمع الزوائد۳:۱۳۸]

[۶۷۹] مَن قاد أعمی أربعین خطوۃً غفرله ما تقدم من ذنبه. [تاریخ بغداد۹:۲۱۴]

''جو کسی نابینا کو چالیس قدم تک لے چلے اُس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے گئے۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ایک راوی عبید اللہ بن ابی حمید ہذلی ابوالخطاب بصری ہے جو متروک الحدیث ہے۔[تقریب التہذیب:۴۰۲' ترجمہ:۴۲۸۵]

جب کہ ایک راوی سنان بن البختری کا ترجمہ تلاش بسیار کے باوجود مجھے مل نہ سکا۔

[۶۸۰] مَن قاد أعمی أربعین ذراعاً فإن له كعتق رقبةٍ.

[المعجم الأوسط ۲:۳۸۰' حدیث:۳۵۹۴]

''جو کسی اندھے کو چالیس گز تک لے چلے تو اسے ایک غلام کو آزاد کرنے کا اجر ملے گا''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا راوی یوسف بن عطیۃ الصفار متروک الحدیث ہے۔

[مجمع الزوائد۳:۱۳۸]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ روایت شدید ضعیف ہے اور اس باب میں کوئی بھی روایت ثابت نہیں۔[المطالب العالیۃ۲:۴۰۶]

[۶۸۱] مَن قاد أعمَی حتی یبلغه مأمنه غفر اللّٰه له أربعین كبيرة وأربع كبائر توجب النار. [المعجم الكبير۱۲:۱۷۰' حدیث:۱۲۹۴۲]

''جو کسی آنکھوں سے معذور شخص کا ہاتھ پکڑ کر اُسے امن کی جگہ تک پہنچائے تو اس کے ایسے چالیس کبیرہ گناہ معاف کیے جائیں گے جو باعث جہنم ہوں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا ایک راوی عمر بن یحییٰ الایلی ہے جس کی ایک روایت کو حافظ ابن عدی نے جاریہ بن ہرم کے ترجمہ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ عمر بن یحییٰ بن بسطام نے اس کی چوری کی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۴۳۵' لسان المیزان۴:۳۳۸]

اس کا ایک اور راوی علی بن زید بن عبداللہ جدعان بھی ضعیف ہے۔

[تقریب التہذیب:۴۳۲' ترجمہ:۴۷۳۴]

[۶۸۲] مَن قاد مكفوفاً أربعین خطوۃً غفرله مامضی من ذنوبه. [الکامل فی ضعفاء الرجال

۳۳۶:۸]

”جوکسی نابینا کو چالیس قدم تک لے چلے اُس کے سارے سابقہ گناہ معاف کیے جائیں گے۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا راوی وہب بن وہب ابوالبختری کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۳۳۳]

امام ابن معین کے سامنے کسی نے ابوالبختری کا نام لے کر رحمہ اللہ کہا' اس پر امام ابن معین نے فرمایا: اللہ اُس پر رحم نہ کرے کیونکہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۳۳۳]

[۶۸۳] مَن قاد مكفوفاً أربعين ذراعاً أدخله الله الجنة. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۳۸۰]

”جو چالیس قدم تک کسی نابینا کو لے چلے۔ اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا راوی عبداللہ بن ابان بن عثمان ثقفی غیر معروف راوی ہے جو ثقات سے مناکیر کی روایت کرتا ہے۔ یہ حدیث منکر ہے اور اس کا راوی مجہول ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۳۸۰]

[۶۸۴] مَن قال: جزى الله محمداً عنا ما هو أهله' أتعب سبعين كاتباً ألف صباحٍ.

[المعجم الکبیر ۱۱:۱۶۵ تاریخ بغداد ۸:۳۳۸ مجمع الزوائد ۱۰:۱۶۳ حلیۃ الاولیاء ۳:۲۶]

”جو شخص یہ دعا کرے: جزى الله محمداً عنا ماهو أهله' اس کا ثواب ستر ہزار فرشتوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے گا۔“ [فضائل درود:۴۳]

اس کا راوی ہانی بن متوکل ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: اُس کی روایات میں اُس کی لاعلمی میں منکر روایات کا اضافہ کیا جاتا جسے وہ نقل کرتا اور جب اُس کی روایات میں منکر روایات بکثرت داخل ہو گئیں تو اُس کی روایات نا قابل استدلال ہوئیں۔

[المجروحین ۲:۴۴۶' ترجمہ:۱۱۷۱]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے اس کی منکر روایات میں یہی روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۴:۲۹۱' لسان المیزان ۶:۱۸۶]

[۶۸۵] مَن قال: سبحان الله وبحمده غرس الله له ألف نخلة في الجنة أصلها ذهبٌ وفروعها دُرٌّ.

''جوایک دفعہ سبحان اللّٰہ و بحمدہ پڑھ لے۔اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں کھجور کے ایسے دس ہزار پودے لگادے گا جس کی جڑیں سونے کی ہوں گے اور شاخیں جواہرات کی ہوں گی۔''

اس کا راوی جعفر بن جسر بن فرقد ہے جسے امام یحییٰ بن معین لا شیئ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں: وہ اس لائق نہیں کہ اس کی حدیث لکھی جائے۔امام نسائی اور امام دارقطنی اُسے ضعیف کہتے ہیں: امام ابن حبان لکھتے ہیں: حدودعدالت سے باہر ہو چکا ہے حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:

اس کی اکثر روایات غیر محفوظ ہیں۔[المنار المیف:۴۴]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: صاحب مناکیر تھا۔اور پھر زیر بحث روایت مثال اور دلیل کے طور پر پیش کی ہے۔[میزان الاعتدال۱:۴۰۴]

[۶۸۶] مَن قال في ديننا برأيه فاقتلوه. [تاریخ بغداد۶:۳۲۲]

''جس نے ہمارے دین میں اپنی رائے سے بات کی تو اُس کو قتل کرو۔''

ملاعلی قاری فرماتے ہیں: اسے اسحاق الملطي نے وضع کیا ہے۔[المصنوع:۱۹۰]

اس اسحاق بن نجیح الملطي کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں: لوگوں میں اس سے بڑا جھوٹا کوئی نہ تھا۔امام یحییٰ بن معین لکھتے ہیں: جھوٹ بولنے اور احادیث وضع کرنے سے مشہور تھا۔امام نسائی اور امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک تھا۔امام فلاس کہتے ہیں: ظاہر باہر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[میزان الاعتدال۱:۲۰۰-۲۰۱، الکشف الحثیث:۹۴]

حافظ ابن عدی اور حافظ ذہبی نے اس کے موضوع روایات میں یہی روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔[الکامل فی الضعفاء۱:۵۳۹، میزان الاعتدال۱:۲۰۲]

[۶۸۷]مَن قال في كل يوم مائة مرةً: لاإله إلّا اللّٰه الحق المبينُ، كان له أماناً من الفقر، و استجلب به الغِنَى، و أمن مِن وحشة القبر، و استقرع به باب الجنة.

[تاریخ بغداد۱۲:۳۵۸]

''جوشخص روزانہ سومرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه الحَقُّ الْمُبِيْنُ پڑھے گا تو یہ اس کے لیے فقر وفاقہ سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا، اسے مال داری نصیب ہوگی۔قبر کی وحشت دور ہوگی اور قیامت کے دن جنت کے دروازے پر سب سے پہلے دستک دے گا۔''

یہ روایت ضعیف ہے، اس کا راوی الفضل بن غانم الخزاعی ضعیف، لیس بشیئ، لیس بالقوي اور امرد پرست تھا۔ محدث سعید بن عیسیٰ نے اسی وجہ سے اسے چھوڑا تھا۔

[تاریخ بغداد۱۲:۳۵۹، میزان الاعتدال۳:۳۵۷، لسان المیزان۴:۴۴۶]

[٦٨٨] مَن قال: لاإله إلّاالله غفر له ذنوب خمسين سنة، قيل: يارسول الله من لم تكن له ذنوب خمسين سنة؟ قال: لوالديه ولقرابته ولعامة المسلمين.

''جس شخص نے لا إله إلّاالله پڑھا، اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول! جس کے پچاس سال کے گناہ نہ ہوں؟ فرمایا: اس کے والدین، قرابت داروں اور عام مسلمانوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' [فضائل ذکر:۱۰۲]

عوام کے لیے لکھی جانی والی کتاب میں اس حدیث کے بارے میں شیخ الحدیث صاحب نے عربی میں لکھا ہے: رواه السيوطي في ذيل اللآلي، وتَكلَّمَ على سنده وقال: الإسناد كله ظلمات، ورمى رجاله بالكذب. کاش! محترم شیخ الحدیث صاحب حافظ سیوطی کے اس کلام کا یہ ترجمہ بھی لکھ لیتے، تو علمی امانت پوری طرح ادا کرتے۔

''اس روایت کو سیوطی نے ذیل اللآلی المصنوعۃ میں نقل کیا ہے اور اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تاریکیاں ہی تاریکیاں ہیں اور اس کے راویوں کو جھوٹا کہا ہے۔''

[٦٨٩] مَن قال: لاإله إلّا الله من قلبه خالصاً، ومَدَّهابالتعظيم كَفَّرَالله عنه أربعة آلاف ذنب من الكبائر، قيل: إن لم يكن له أربعة آلاف ذنب؟ قال: يُغفرمن ذنوب أهله وجيرانه. [تنبیہ الغافلین:۱۵۰]

''جس نے خلوص کے ساتھ لاإله إلّاالله پڑھا اور تعظیم کی وجہ سے اسے لمبا کر کے پڑھا تو اس کے ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ اگر اس کے چار ہزار گناہ نہ ہوں تو؟ فرمایا اس کے اہل وعیال اور ہمسایوں کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' [فضائل ذکر:۱۰۲-۱۰۳]

شیخ الحدیث صاحب اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: حكموا عليه بالوضع.

''محدثین نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔''

اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا کسی موضوع حدیث کے بل بوتے پر کوئی فضیلت ثابت کی جاسکتی

ہے؟ نیز یہ بھی کہ شیخ الحدیث صاحب نے اس عربی عبارت کا ترجمہ کس مصلحت کے بنا پر چھوڑ دیا ہے؟ امام محمد طاہر بن علی ہندی لکھتے ہیں: اس کا راوی نعیم ہے جو کذاب تھا۔

[تذکرۃ الموضوعات:۵۵]

[۶۹۰] مَن قال: لاإله إلّاالله وحده لاشريك له، أحداً صمداً، لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد، كتب الله له ألفي ألف حسنة.

''جو شخص لا إله إلّاالله وحده لا شريك له، أحداً صمداً ولم يولد ولم يكن له كفواً أحدٌ پڑھے اُس کے لیے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔'' [فضائل ذکر:۱۰۵]

شیخ الحدیث صاحب لکھتے ہیں: فيه أبو الورقاء، متروك.

''اس کا راوی ابو الورقاء متروک ہے۔''

جب کہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ متروک کی روایت موضوع ہوتی ہے۔ پس یہ روایت نا قابل اعتبار ہے اور قطعاً قابل عمل نہیں۔

ابو الورقاء کا نام فائد بن عبد الرحمٰن الکوفی ہے۔ جو اس روایت کو سیدنا ابن اوفی رضی اللہ عنہ کا نام لے کر نقل کرتا ہے حالانکہ فائد مذکور کے بارے میں امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: اس کی ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث باطل ہیں۔ یعنی فائد کی تراشیدہ ہیں، اور اگر کوئی یہ حلف اٹھائے کہ فائد کی تمام روایات جھوٹی ہیں تو وہ اس حلف اٹھانے میں جھوٹا نہیں ہوگا۔

[الجرح والتعدیل ۷:۸۴، ترجمہ:۴۷۵]

امام حاکم فرماتے ہیں: اس نے سیدنا ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ [المدخل إلى الصحيح ۱:۲۰۰، ترجمہ:۱۵۶]

[۶۹۱] مَن قالَ للمدينةِ يَثْرِبَ فليقل: أستغفر الله ثلاثاً، هي طَيْبَةٌ، هي طَيْبَةٌ، هي طَيْبَةٌ.

[مصنف عبد الرزاق ۹:۲۶۷-۲۶۸، حدیث:۱۷۱۶۷]

''جو آدمی مدینہ طیبہ کو یثرب کہے گا اُسے چاہیے کہ تین دفعہ استغفار کرے کیونکہ اب یہ شہر پاکیزہ بن گیا ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔'' [ماہنامہ القاسم، خالق آباد، جلد ۱۵، شمارہ:۱، صفحہ:۴۷]

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے:

۞ پہلا طریق: عبدالرزاق، عن ابن جریج، وہ کہتے ہیں: مجھے یزید بن ابی زیاد کی سند سے بیان کیا گیا ہے [اپنے استاذ کا نام نہیں لیا] از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از رسولِ اکرم ﷺ۔
[مصنف عبدالرزاق ۹: ۲۶۷-۲۶۸]

اس کی سند میں کئی کمزوریاں ہیں:
– ابن جریج نے اپنے استاذ کا نام نہیں لیا جو ضعیف بھی ہوسکتا ہے اور ثقہ بھی۔
– یزید بن ابی زیاد قرشی ہاشمی ابوعبداللہ الکوفی ضعیف تھے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بڑھاپے میں اُن کا حافظہ متغیر ہوگیا تو لقمہ لینے لگا تھا۔ [تقریب التہذیب: ۶۳۲، ترجمہ: ۷۷۱۷]
– عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اَنصاری تابعی ہیں، انہوں نے اوپر کا راوی نہیں بتایا۔
۞ دوسرا طریق: صالح بن عمر الواسطی، از یزید بن ابی زیاد، از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ مرفوعاً بلفظ:
مَن سمَّى المدينة يثرب فليستغفر الله عزوجل، هي طابة، هي طابة.
[مسند احمد ۴: ۲۸۵، تاریخ المدینۃ، ابن شبہ ۱: ۱۶۵، مسند ابی یعلیٰ ۳: ۲۴۷، حدیث: ۱۶۸۸]
''جو مدینہ منورہ کو یَثرِب کہے گا وہ تین دفعہ استغفار کرے، یہ تو طابہ ہے، یہ تو طابہ ہے۔''
اس کی سند بھی ضعیف ہے اس لیے کہ یزید بن ابی زیاد قرشی ہاشمی ابوعبداللہ الکوفی ضعیف تھے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بڑھاپے میں اُن کا حافظہ متغیر ہوگیا تو لقمہ لینے لگا تھا۔
[تقریب التہذیب: ۶۳۲، ترجمہ: ۷۷۱۷]

اس روایت کے دو شاہد بھی موجود ہیں:
پہلا شاہد: ابراہیم بن ابی یحییٰ، از عبدالحمید، از عکرمہ، از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔
[تاریخ المدینۃ، ابن شبہ ۱: ۱۶۵]
دوسرا شاہد: ابراہیم بن ابی یحییٰ، از عبداللہ بن ابی سفیان، از والد، از افلح مولیٰ ابی ایوب، از سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [تاریخ المدینۃ، ابن شبہ ۱: ۱۶۵]
لیکن یہ دونوں شاہد کسی کام کے نہیں اس لیے کہ دونوں کی سند میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ابواسحاق مدنی ہے، جو متروک ہے۔ [تقریب التہذیب: ۱۳۲، ترجمہ: ۲۴۱]
اس لیے یہ دونوں سند شاہد و متابع نہیں بن سکتے۔

[٦٩٢]مَن قام لیلتي العیدین محتسباً للّٰہ لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب الصیام[٧] باب فی من قام فی لیلتی العیدین[٦٨] حدیث:١٧٨٢' احیاء علوم الدین ٣٦١:١]

''جو عیدین کی راتوں کو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے[عبادت سے] زندہ رکھے اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دل مرتے ہیں۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

– اس کا راوی بقیۃ بن ولید حمصی قبیح ترین تدلیس کا شکار تھا اور ضعفاء' کذابین' غیر معروف اور مجاہیل تک سے تدلیس کر کے روایت لیا کرتا تھا۔[المجروحین ٢٣١:١' ترجمہ:١٥٩]

اس لیے محدث ابو مسہر فرمایا کرتے تھے: بَقِیَّۃٌ'أحادیثہ لیست نَقِیَّۃٌ'فَکُن منھا علی تَقِیَّۃٍ.

[الجرح والتعدیل ٤٣٥:٢' ترجمہ:١٧٢٨' الکامل فی ضعفاء الرجال ٢٥٩:٢' ترجمہ:٣٠٢]

''بقیہ کی روایات غیر ستھری ہوتی ہیں اس لیے اس کی روایات کے قریب نہ جاؤ۔''

–اس کا راوی خالد بن معدان بھی مدلس ہے۔[تعریف اہل التقدیس:٦٢' ترجمہ:٤٦]

مطلب یہ ہے کہ اس روایت میں دو مدلسین ہیں اور اسناد دو جگہوں سے مُعَنعَنٌ ہے' جب کہ مدلس کی مُعَنعَنٌ روایت مردود ہوتی ہے۔

حافظ ابن قیم نے رسول اللہ ﷺ کے حج کے تذکرہ میں فرمایا ہے:ثم نام ﷺ حتی أصبح 'ولم یحیی تلك اللیلۃ' ولاصح عنہ في إحیاء لیلتي العیدین شیئٌ.[زاد المعاد ٢٤٧:٢]

''عید الاضحیٰ کی رات آپ ﷺ طلوع فجر تک سوئے رہے اور اس رات کو[عبادت سے] زندہ نہیں فرمایا بلکہ عیدین کی راتوں کو زندہ رکھنے کے سلسلے میں آپ سے کوئی چیز[قولاً وفعلاً] صحیح سند کے ساتھ منقول نہیں۔''

[٦٩٣] مَن قرأ حٰمٓ الدُّخان في لیلۃٍ أصبح یستغرلہ سبعون الف ملكٍ.

[سنن ترمذی' کتاب فضائل القرآن[٤٦] باب ماجاء فی فضل حم الدخان[٨] حدیث:٢٨٨٨]

''جس نے کسی رات سورۃ حم الدخان پڑھی تو وہ صبح کو اس حال میں اُٹھے گا کہ ستر ہزار ملائکہ اُس کی مغفرت کی دعا کریں گے۔''

امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے اور اسی ایک ہی سند کے ساتھ

مروی ہے۔اس کا راوی عمر بن ابي خثعم ضعیف ہے۔محمد[امام بخاری] نے فرمایا ہے: منکر الحدیث ہے۔[سنن ترمذی۵:۱۵۰]

[٦٩٤]مَن قرأ حٰمٓ التي يُذكر فيها الدُّخان في ليلة الجمعة أصبح مغفوراً له.

[سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن[۴٦]باب ماجاء فی فضل حم الدخان[۸]حدیث:۲۸۸۹،عمل الیوم واللیلۃ،ابن سنی،حدیث:٦٧٩]

''جس نے جمعہ کی رات میں سورۃ حم الدخان پڑھی تو وہ صبح کو بخشا ہوا اُٹھے گا۔''

اس کی سند شدید کمزور ہے اس لیے کہ:

–اس کا راوی حسن بصری ہے جو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اس روایت کو نقل کرتا ہے، حالانکہ امام ابوزرعۃ فرماتے ہیں: حسن بصری کی نہ تو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اور نہ اُن سے سماع حدیث۔[سنن ترمذی ۵:۱۵۱،المراسیل،ابن ابی حاتم:۳۴،۳٦]

پس محدثین کی اصطلاح میں یہ روایت منقطع ہوئی جو مردود ہوتی ہے۔

– اس کی سند میں ہشام بن زیاد ابوالمقدام بھی ہے جو ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المجروحین۲:۴۳٦،ترجمہ:۱۱۵۰]

[٦٩٥]مَن قرأ خلف الإمام فلا صلاة له.[المجروحین۱:۱۸۰]

''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی تو اُس کی نماز نہیں ہوئی۔''

اس کا راوی احمد بن علی بن سلمان مروزی متروک الحدیث ہے۔[تاریخ بغداد۴:۳۰۳]

امام ابن حبان اور حافظ زیلعی لکھتے ہیں: هذا مما لا أصل له.[المجروحین۱:۱۸۰،نصب الرایۃ۲:۱۹]

''اس روایت کی کوئی اصل واَساس ہی نہیں۔''

[٦٩٦] مَن قرأ خلف الإمام مُلِئَ فوه ناراً.[المجروحین۲:۳۸۳]

''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اُس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔''

اس روایت کا سارا دارومدار مامون بن احمد ہروی پر ہے جو دجّال تھا اور وضعی روایات بیان کیا کرتا تھا۔[التذکرۃ فی الاحادیث الموضوعۃ،محمد بن طاہر مقدسی:۲۲۸،حدیث:۸۵۸]

امام ابن حِبّان نے اس روایت کو اس کی واہی روایات میں نقل کیا ہے۔[المجروحین۲:۳۸۳]

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔[التعلیق الممجد:۱۰۱]

[۶۹۷] مَن قرأخلف الإمام لم يصب الفطرة. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۴۶۵]

''جس نے امام کے پیچھے قراءت کی وہ فطرت تک نہیں پہنچا۔''

اس کا راوی محمد بن سلیمان اصبہانی مضطرب الحدیث اور قلیل الحدیث ہے' اور کئی روایات میں غلطی کا شکار رہا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۴۶۴-۴۶۵]

اس لیے امام ابوحاتم لکھتے ہیں: اس کی روایت لکھی جائے مگر اُسے استدلال میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ [الجرح والتعدیل ۷:۲۶۸]

[۶۹۸] مَن قرأ سورة العنكبوت وسورة الروم في ليلة الثلاثة والعشرين من رمضان فهو من أهل الجنة.

''جس نے رمضان کی رات کو سورۃ العنکوت اور سورۃ الروم کی تلاوت کر لی تو وہ جنتی ہے۔''

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں: فضائل قرآن کی صحیح روایات میں مہینے یا دن اور تاریخ کی قید نہیں یہ روایت احادیث صحیحہ میں نظر سے نہیں گزری اغلب یہ ہے کہ موضوع ہے پس جب تک حدیث کا صحیح ہونا معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس فضیلت کا اعتقاد جائز نہیں' نہ اس پر عمل کرنا جائز اور انیس الواعظین کی روایات معتبر نہیں۔ [امدادالاحکام ۱:۲۴۶]

[۶۹۹] مَن قرأفي الفجر: اَلَمْ نَشْرَحْ واَلَمْ تَرَ كَيْفَ' لم يرمد.

''جس نے فجر میں اَلَمْ نَشْرَحْ اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ پڑھیں اُس کی آنکھیں نہ دکھیں گی۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں' خواہ اس سے مراد صبح کی نماز لی جائے یا مطلق صبح کا وقت اس لیے کہ یہ سنت قراءت کے خلاف ہے۔ [صبح کی سنتوں میں سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص پڑھنے کا رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا]۔''

[۷۰۰] مَن قرأ القرآن وتلاهُ وحفظه أدخله الله الجنة وشَفَّعَه في عشرة من أهل بيته كُلٌّ قد وجبت له النار. [شعب الایمان ۲:۵۵۲' احادیث: ۲۶۹۱' ۲۶۹۲]

''جس نے قرآن مجید پڑھا' اس کی تلاوت کی اور اس کو زبانی یاد کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے خاندان میں سے ایسے دس افراد کے بارے اس کی سفارش قبول کرے گا جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔''

اس روایت کا سارا دارومدار حفص بن سلیمان اَسدی پر ہے جو قراءت کے امام ہونے کے باوجود

متروک الحدیث تھا۔[الجرح والتعدیل۳:۱۷۴‘ تقریب التھذیب:۲۰۹‘ ترجمہ:۱۴۰۵]

[۷۰۱]مَن قرأ الواقعة في كل ليلةٍ لم تصبه فاقةٌ أبداً.

’’جس نے ہر رات سورۃ الواقعۃ تلاوت کی اُسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔‘‘

یہ روایت تین طرق سے مروی ہے:

طریق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ابویعلیٰ‘ از اسحاق بن ابی اسرائیل‘ از محمد بن منیب عدنی‘ از سری بن یحییٰ شیبانی‘ از ابوظبیۃ‘ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

مَن قرأ الواقعة في كل ليلةٍ لم تصبه فاقةٌ أبداً‘قال:وقد أمرتُ بناتي أن يقرأنها في كل ليلةٍ. [عمل الیوم واللیلۃ‘ ابن سنی:۳۲۰‘ حدیث:۶۸۰‘ شعب الایمان۲:۴۹۱‘ حدیث:۲۴۹۸]

’’جس نے ہر رات سورۃ الواقعۃ تلاوت کی اُسے کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔ میں[سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ] نے اپنی بیٹیوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ اسے ہر رات تلاوت کریں۔‘‘

اس کی سند میں شدید اضطراب ہے:

– ۱:اس کی ایک سند اس طرح ہے: سری بن یحییٰ شیبانی ابوالہیثم‘ از شجاع‘ از ابی فاطمہ‘ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔[تاریخ ابن عساکر۳۳:۱۸۸‘ شعب الایمان۲:۴۹۱‘ حدیث:۲۴۹۷]

– ۲:اس کی ایک سند اس طرح ہے: سری بن یحییٰ شیبانی ابوالہیثم‘ از شجاع‘ از ابوظبیۃ‘ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔[شعب الایمان۲:۴۹۱‘ ۴۹۲‘ حدیث:۲۴۹۸‘ ۲۴۹۹‘ ۲۵۰۰]

– ۳:اس کی ایک سند اس طرح ہے: سری بن یحییٰ شیبانی ابوالہیثم‘ از ابوشجاع‘ از ابوظبیۃ‘ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔[فضائل القرآن:۱۳۸‘ حدیث:[۲-۴۲]

– ۴:اس کی ایک سند اس طرح ہے: سری بن یحییٰ شیبانی ابوالہیثم‘ از ابوشجاع‘ از ابوظبیۃ‘ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔[تاریخ ابن عساکر۳۳:۱۸۶‘ ۱۸۷]

– ۵:اس کی ایک سند اس طرح ہے: سری بن یحییٰ شیبانی ابوالہیثم‘ از ابوظبیۃ‘ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔[عمل الیوم واللیلۃ:۳۲۰‘ حدیث:۶۸۰]

اس شدید اضطراب کا جواب کسی کے پاس نہیں کہ:

– سری بن یحییٰ شیبانی کے استاذ: شجاع ہیں‘ یا ابوشجاع‘ یا ابوظبیۃ؟

– شجاع یا ابوشجاع کے استاذ: ابوظبیۃ ہیں یا ابوفاطمہ؟

-ابوطیبة کون ہے؟

ابوطیبہ کے بارے میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا نام عیسیٰ بن سلیمان جرجانی ہے لیکن حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں' کہ یہ نرا وہم ہے' اس لیے کہ:

أبو طيبة الجرجاني عيسى بن سليمان متأخر' وأبو طيبة هذا غيره أقدم منه' لايُعرف له اسم. [تاریخ ابن عساکر ۳۳: ۱۸۷]

''ابوطیبۃ جرجانی: عیسیٰ بن سلیمان متأخر ہے' جب کہ زیر بحث ابوطیبۃ اس سے بہت پہلے ہو گزرا ہے' اس کا نام معروف نہیں۔''

-ابوظبیۃ کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا۔

[میزان الاعتدال ۲: ۲۶۵' ۴: ۵۳۶]

-ابوظبیہ کا نام عیسیٰ بن سلیمان جرجانی ہے اور اس کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے۔

[لسان المیزان ۷: ۶۱]

طریق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ: احمد بن محمد بن عمر بن یونس' از عمرو بن یزید' از محمد بن الحسن' از منذر الافطس' از وہب بن منبہ' از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

مَن قرأَ كل ليلةٍ: إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لم يصبه فقرٌ أبداً' ومن قرأ كل ليلةٍ: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ لقي الله يوم القيامة ووجهه كالقمر ليلة البدر.

[تاریخ ابن عساکر ۳۶: ۴۴۴' بذیل ترجمہ: عبدالکریم بن عبدالرحمٰن: ۴۱۹۲]

یہ روایت موضوع ہے' اس لیے کہ اس کا راوی احمد بن محمد بن عمر بن یونس بن قاسم الحنفی ابوسہل الیمامی ہے۔ امام ابوحاتم اور امام ابن صاعد اسے جھوٹا کہتے ہیں۔ امام دارقطنی کہتے ہیں: ضعیف و متروک تھا۔ حافظ ابن عدی کہتے ہیں: ثقات سے مناکیر نقل کرتا ہے۔ عبید کشوری کہتے ہیں: وہ تم میں واقدی کی طرح ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۱۴۳' ترجمہ: ۵۵۹]

اس کا ایک راوی عمر بن یزید ہے' جو منکر الحدیث ہے اور اس کی روایت ليس بشيءٍ ہوتی ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۲۹۳' ترجمہ: ۶۴۷۷]

طریق سیدنا انس رضی اللہ عنہ: [ذیل الاحادیث الموضوعۃ' سیوطی: ۲۷۷]

حافظ سیوطی اور علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: اس کا راوی عبدالقدوس بن حبیب متروک الحدیث

ہے۔[ذیل الاحادیث الموضوعۃ:۱۷۷، تذکرۃ الموضوعات:۷۸]

[۷۰۲] مَن قرأ یٰسٓ أصبح مغفوراً له.

[المعجم الصغیر ۱:۱۴۹، مسند ابی یعلی ۱۱:۹۴، مسند ابی داود طیالسی، حدیث:۲۴۶۷]

''جس نے رات کے وقت سورۃ یٰسٓ پڑھی۔صبح اس حالت میں اٹھے گا کہ اس کے تمام گناہ معاف ہوں گے۔''

اس کی سند نہایت کمزور ہے کیونکہ:

- اس کا راوی حسن بصری سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر اس کو روایت کرتا ہے حالانکہ حافظ ابوزرعۃ فرماتے ہیں: حسن بصری کی نہ تو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اور نہ اُن سے سماع حدیث۔[سنن ترمذی ۵:۱۵۱، المراسیل، ابن ابی حاتم:۳۴، ۳۶]

پس محدثین کی اصطلاح میں یہ روایت منقطع ہوئی جو مردود ہوتی ہے۔

امام ابوزرعۃ سے پوچھا گیا: اس سلسلے میں جو حدثنا منقول ہے جیسا کہ اسی سند میں ہے اُس کا کیا بنے گا؟ انہوں نے جواباً فرمایا: لوگ غلطی سے ایسا کر جاتے ہیں۔[المراسیل، ابن ابی حاتم:۳۴، ۳۶]

- اس کی سند میں ہشام بن زیاد ابوالمقدام ہے جو ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوعات نقل کرتا ہے۔[المجروحین ۳:۸۰]

[۷۰۳] مَن قضى صلاةً من الفرائض في آخر جمعة من شهر رمضان كان ذلك جابراً لكل صلاةٍ فأئتةٍ في عمره إلى سبعين سنة.

''جو کوئی رمضان کے آخری جمعہ کو کسی بھی فرض نماز کی قضا کر دے تو اس سے اس کے ستر سال کی فوت شدہ نمازوں کی تلافی ہوگی۔''

ملا علی قاری، علامہ حوت بیروتی، علامہ جمال الدین شامی اور مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

باطل قطعاً، لأنه مناقض للأجماع، على أن شيئاً من العبادات لايقوم مقام فائتة سنواتٍ، ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية و لا بقية شراح الهداية فإنهم ليسوا من المحدثين، و لاأسندوا الحديث إلى أحدٍ من المخرجين.

[الاسرار المرفوعۃ:۲۴۲، المصنوع:۱۹۱، اسنی المطالب:۲۱۹، قواعد التحدیث:۱۸۲، الاجوبۃ الفاضلۃ:۳۰]

''یہ روایت قطعی طور پر باطل اور موضوع ہے' کیونکہ اس مسئلہ میں تمام امت کا اجماع ہے کہ کوئی عبادت کئی سالوں کی فوت شدہ عبادتوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتی' یہ بھی پیش نظر رہے کہ صاحب نہایہ اور دیگر شارحینِ ہدایہ نے اگرچہ اس روایت کو نقل کر دیا ہے مگر اس کا کچھ اعتبار نہیں اس لیے کہ اول تو یہ لوگ محدث نہ تھے اور دوسرے یہ کہ انہوں نے کسی تخریج کرنے والے محدث کی طرف نسبت کر کے اس حدیث کی سند بھی بیان نہیں کی۔''

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: موضوعٌ لاإشكال فيه' ولم أجده فی شيئ من الكتب التی جمع مصنفوها فيها الأحاديث الموضوعة' ولكنه اشتهر عند جماعةٍ من المتفقهة بمدينة صنعاء فی عصرناهذا' وصار كثيرمنهم يفعلون ذلك' ولاأدری من وضعه لهم' فقبح الله الواضعين. [الفوائد المجموعۃ:۵۴-[۱۱۵]

''یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے' جن علما نے اپنی کتابوں میں موضوع احادیث جمع کی ہیں' میں نے ان میں سے کسی کتاب میں اس روایت کو نہیں پایا لیکن ہمارے اس زمانہ میں صنعاء شہر میں نام نہاد فقہاء کی ایک جماعت کے ہاں یہ روایت شہرت پا چکی ہے اور ان میں سے اکثر اس پر عامل ہیں' کچھ معلوم نہیں کہ یہ حدیث کس نے وضع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں کا بُرا کرے۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں: خاتمہ: علامات وضعِ حدیث......علامہ پنجم: آنکہ مخالف مقتضیٰ عقل وشرع باشد' مثل قضاء عمری۔ [عجالہ نافعہ:۲۴]

'' **خاتمہ:** موضوع احادیث کی نشانیوں اور علامات کے بارے میں۔ موضوع حدیث کی پانچویں نشانی یہ ہے کہ وہ عقل وشرع دونوں کے تقاضے کے خلاف ہوگی' جیسے: قضائے عمری وغیرہ۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: وخلاصة المرام في هذاالمقام: إن الروايات في باب القضاء العمري مكذوبة وموضوعة' والإهتمام به مع إعتقاد تكفيرمامضَى بدعةباطلة' وليس العمل به إلّا كالعمل بأحاديث صلاة الرغائب وصلاة شعبان وغيرهما مما صرحوا بوضعها واختلاقها' وقد صرحوا بأن العمل بالحديث الموضوع وكذاذِكره من دون إقتران حكم وضعه محرَّم' لايفعله مَن له أدنى حلم. [ردع الاخوان عن محدثات

آخر جمعۃ رمضان:۴۴]

''اس مقام پر مقصودی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک قضاء عمری کے بارے میں جو روایات ہیں' وہ جھوٹی اور موضوع ہیں اور تمام فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا کفارہ ہونے کے اعتقاد سے اس نماز کا اہتمام بدعت باطلہ ہے اور اس پر عمل اس طرح ہے جس طرح صلاۃ رغائب اور صلاۃ شعبان وغیرہما کی روایات پر' جن کے بارے میں محدثین نے موضوع و من گھڑت ہونے کی صراحت کی ہے۔ علماء نے اس بات کی بھی تصریح کر دی ہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا حرام ہے' نیز یہ بھی حرام ہے کہ موضوع حدیث کو موضوع نہ کہا جائے۔ ان دونوں کا ارتکاب کوئی نیم پاگل ہی کر سکتا ہے۔''

مولوی امجد علی صاحب بریلوی لکھتے ہیں: قضائے عمری کہ شبِ قدر یا اخیر جمعہ رمضان میں جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عمر بھر کی قضائیں اُسی ایک نماز سے ادا ہو گئیں' یہ باطل محض ہے۔ [بہارِ شریعت ۴:۳۹]

[۷۰۴] مَن قضى لمسلم حاجة كان كمن خدم الله عمره.

[تاریخ بغداد ۵:۱۳۰-۱۳۱' الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع :۳۳۹' الجامع الصغیر:۸۳۵' ۵۷۹۲]

''جس نے کسی مسلمان کی حاجت براری کی تو گویا کہ اُس نے عمر بھر اللہ کی خدمت کی۔''

اس کی سند اس طرح ہے: محمد بن عیسیٰ دہقان کہتے ہیں کہ میں ابوالحسین نوری احمد بن محمد المعروف بابن البغوی صوفی کے ساتھ جا رہا تھا' میں نے اُن سے سوال کیا کہ آپ کو سری سقطی کی کوئی بات یاد ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں سری سقطی نے معروف کرخی از سماک از ثوری از اعمش از سیدنا انس رضی اللہ عنہ از نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ روایت سنائی ہے۔ [تاریخ بغداد ۵:۱۳۰-۱۳۱]

اس کی اِسناد میں دو خرابیاں ہیں:

- اس کے اکثر راوی صوفی تو ہیں لیکن علم حدیث سے اُن کا کوئی تعلق نہیں لہٰذا اس معاملے میں صوفیاء پر مشتمل اس روایت کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔
- اعمش کی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں' چنانچہ حافظ مزی لکھتے ہیں:

روى عن أنس بن مالك رضي الله عنه ولم يثبت له سماع منه. [تہذیب الکمال ۱۲:۷۷]

اس لیے یہ روایت منقطع ہوئی' جو ضعیف ہوتی ہے۔

[٧٠٥]مَن كان أول كلامه لا إله إلّاالله ثم عاش ألف سنةٍ لم يُسأل عن ذنب واحد.

[شعب الامیان٦:٣٩٨' حدیث ٨٦٤٩]

''جس شخص کا اول کلمہ لا إله إلّاالله ہو اور آخری کلمہ لا إله إلّاالله ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو کسی گناہ کے بارے میں اس سے پوچھا نہیں جائے گا۔[فضائل ذکر:١٠٧]

شیخ الحدیث صاحب نے یہ روایت عوام کے سامنے پیش کر دی ہے کہ اس موضوع روایت پر عمل کر کے اپنے نامہ اعمال کو گناہوں سے سیاہ کر لیں کیونکہ جب گناہوں کے بارے میں پوچھا نہ جائے تو پھر ڈر کس بات کا؟ اور پھر یہ کہ شیخ الحدیث صاحب نے معترضین کا منہ بند کرنے کے لیے عربی میں یہ عبادت لکھ ماری: موضوع' ابن مَحْمُويَةُ وأبوه مجهولان اور اس کا ترجمہ نہ لکھا کیونکہ کتاب عوام الناس کے لیے لکھی گئی ہے اور عوام عربی سے اچھی طرح واقف ہیں' تو پھر ترجمہ سے کیا حاصل؟

شیخ الحدیث صاحب کی اس عربی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کے دو راوی ابن محمویہ اور اس کا باپ دونوں مجہول ہیں۔

ہم شیخ الحدیث صاحب سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ جناب والا! کلمہ طیبہ کی فضیلت کے بارے میں کیا کوئی صحیح حدیث موجود نہیں کہ آپ اس موضوع روایت کا سہارا لیتے ہیں؟ اور کیا اس روایت سے مسلمانوں کو کھل کر بدعملی کرنے کی تعلیم نہیں مل رہی؟

امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ یہ متن غریب [ضعیف] ہے۔

[شعب الایمان٤:٣٩٨]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔

[میزان الاعتدال٤:٣١' لسان المیزان٥:٣٧٣]

علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اس کے دو راوی مجہول اور ایک راوی ضعیف ہے۔[تذکرۃ الموضوعات:٢١٠]

حافظ ذہبی تلخیص الموضوعات فرماتے ہیں: یہ ساری آفت محمویہ یا اس کے بیٹے محمد نے ڈھا دی ہے۔[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ٢:٣٦٥]

اس کا ایک راوی ابراہیم بن مہاجر بن مسمار منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر١:٣٢٨' التاریخ الصغیر

[۲۶۴:۲]

[٤٠٦] مَن كانت تجارته الطعام باتَ وفي صدره غِلٌّ للمسلمين.

[منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد۲:۲۱۹]

''جو شخص بنیت گرانی غلہ کو روک رکھے تو اس کے دل میں مسلمانوں کی بدخواہی بھری رہتی ہے۔''

[جواہر الفقہ ۲:۹۲]

اس روایت کو نقل کرنے میں کئی تسامحات ہیں:

– منتخب کنز العمال کے مصنف نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ رواہ ابو نعیم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، حالانکہ حافظ ابو نعیم نے ان الفاظ میں اس روایت کو ہرگز نقل نہیں کیا ہے بلکہ اُن کے الفاظ یہ ہیں: مَن كانت تجارته الطعام ليست له تجارة غيرها كان خاطئاً أو باغياً.

[حلیۃ الاولیاء ۷:۱۲۸]

– پھر حافظ ابو نعیم نے عبدہ نامی راوی کی سند سے اسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر اور محمد ابن کثیر کوفی کی سند سے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ خود متردد ہیں کہ اسے مرفوع حدیث مان لیں یا موقوف؟ جب کہ مفتی صاحب جزم کے ساتھ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بتاتے ہیں۔

– مفتی صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے یعنی: ''جو شخص بنیت گرانی غلہ کو روک رکھے۔'' وہ قطعاً اِن الفاظ کا ترجمہ نہیں، اِس کا سیدھا سادہ ترجمہ یہ ہے کہ: جو غلے کی تجارت کرتا ہے تو اس کے دل میں ساری ساری رات مسلمانوں کی بدخواہی بھری رہتی ہے۔

مفتی صاحب نے اعتراض سے بچنے کے لیے ترجمہ میں تاویل کی ہے۔

آیئے میں آپ کو اس کی اسنادی حیثیت بتادوں۔

–اس کا ایک راوی ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے۔[تقریب التہذیب:۱۳۳، ترجمہ:۲۵۵]

–اس کو مرفوع بنانے والا راوی راوی محمد بن کثیر القرشی الکوفی ابو اسحاق ہے، جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: شدید ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

[العلل و معرفۃ الرجال۳:۲۵۱-۲۵۲، نص:۵۱۰۹]

مزید فرماتے ہیں: ہم نے ان کی روایات کو پھاڑ ڈالا۔

[العلل ومعرفۃ الرجال۳:۲۵۱-۲۵۲‘ نص:۵۸۶۴]

امام علی بن المدنی فرماتے ہیں: ہم نے اس سے عجائب وغرائب لکھے اور پھر اُن پر قلم پھیر لیا۔

[تہذیب التہذیب۹:۳۶۲]

اسی منکر الحدیث راوی نے ایک ضعیف موقوف روایت کو مرفوع بنا کر نقل کیا ہے اور مفتی صاحب اس کے معنی میں تاویل کے درپے ہوئے۔ صاف بتاتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک نہیں ہے تو اچھا ہوتا!

[۷۰۷]مَن كَثُرَتُ صلاتُه باللَّيل حَسُنَ و جهُه بالنَّهارِ.

[سنن ابن ماجۃ‘ کتاب اِقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا[۵] باب ماجاء فی قیام اللیل[۱۷۴] حدیث:۱۳۳۳‘ الفردوس‘ حدیث:۵۵۵۰‘ الجامع الصغیر‘ حدیث:۸۹۸۹‘ اخبار اصبہان۱:۳۵۸‘ تاریخ بغداد۱:۳۴۱]

’’جو شخص راتوں کو زیادہ نمازیں پڑھے گا اس کا چہرہ دن کو خوب صورت ہوگا۔‘‘

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یہ جھوٹ ہے اور اس کا راوی جھوٹا ہے۔[تاریخ بغداد۱۳:۳۸]

حافظ ابن حبان‘ حافظ عقیلی‘ حافظ سخاوی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت بے اصل اور موضوع ہے۔ [المجروحین۱:۲۳۹‘ ترجمہ:۲۰۷‘ الضعفاء الکبیر۱:۱۷۶‘ فتح المغیث۱:۲۴۷‘ المقاصد الحسنۃ:۱۱۶۹‘ الاسرار المرفوعہ:۳۴۳‘ المصنوع:۱۹۲‘ فیض القدیر۶:۲۱۳]

حافظ ابن حجر ہیثمی لکھتے ہیں: محدثین اس روایت کے موضوع ہونے پر متفق ہیں۔

[الفتاوی الحدیثیۃ:۲۲۴‘ سوال:۱۳۲]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: اسے حافظ سیوطی نے کئی طرق سے اللآلی المصنوعۃ میں نقل کیا ہے لیکن کوئی بھی سند جھوٹے اور مجہول راوی سے خالی نہیں۔[الفوائد المجموعۃ:۳۵]

اصل بات یہ ہے کہ محدث کبھی کبھار حدیث سناتے وقت ایک خاص اسناد کا ذکر کرتا ہے۔ درمیان میں کوئی عارضہ پیش آ جاتا ہے اور وہ حدیث بیان کرنے کے بجائے کوئی اور گفتگو کرنے لگ جاتا ہے۔ سامع خیال کرتا ہے کہ جس حدیث کے لیے محدث نے سند بیان کی تھی وہ یہی گفتگو ہے‘ چنانچہ وہ کلام جس کو وہ حدیث تصور کرتا ہے‘ اس سے اخذ کر کے اس کو روایت کرنے لگتا ہے‘ اس

روایت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔امام حاکم فرماتے ہیں: ثابت شریک نامی راوی کے یہاں آیا۔شریک اس وقت حدیث املا کراتے ہوئے کہہ رہا تھا: ہمیں یہ حدیث اعمش نے سنائی اس نے ابوسفیان سے اور اس نے جابر سے سنی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔اس کے بعد شریک خاموش ہو گئے تاکہ طالب علم لکھ لے' جب ثابت کی طرف دیکھا تو از راہ مذاق کہا: جورات کو زیادہ نمازیں پڑھتا ہے' دن کو اُس کا چہرہ خوب صورت دکھائی دیتا ہے' یہ بات شریک نے ثابت کے زہد و تقویٰ کے پیش نظر کہی تھی۔ثابت نے اس کو حدیث کا متن سمجھ لیا اور اس کی روایت کرنے لگا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۲: ۳۰۵' ترجمہ:۹-[۳۱۷]' مسند شہاب ۱: ۲۵۵' حدیث: ۴۱۲' تنزیۃ الشریعۃ المرفوعۃ ۲: ۱۰۶]

[۷۰۸] مَن كسح مسجداً أو رَشَّهُ كان كأنه حَجَّ أربع مائة حجة' وغزا أربع مائة غزوة' وصام أربع مائة يوم' وأعتق أربع مائة نسمة. [تاریخ اصبہان ۱: ۱۰۹' ۱۱۷]

''جس نے مسجد میں جھاڑو دی' یا اس میں پانی چھڑکا تو گویا کہ اس نے چار سو حج ادا کیے۔چار سو غزوات میں شرکت کی' چار سو دن کے روزے رکھے اور چار سو غلاموں کو آزاد کیا۔''

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے اس کی سند میں سلیمان بن داود منقری الشاذ کونی ہے جو امام ابن معین کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔امام صالح بن محمد کہتے ہیں کہ الشاذ کونی بڑا حافظ حدیث تھا لیکن احادیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔امام بغوی فرماتے ہیں ائمہ نے اسے کذاب کہا ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۲۰۶' لسان المیزان ۲: ۸۴-۸۵]

[۷۰۹] مَن كسح مسجداً من مساجد الله فكأنما غزا معي أربع مائة غزوة' وكأنما حج مائة حجة' وكأنما عتق أربع مائة نسمة' وكأنما صام أربعمائة سنة.

[الفردوس' حدیث: ۵۵۰۴]

''جس نے اللہ کی مساجد میں سے کسی ایک مسجد کی صفائی کی تو گویا کہ اس نے میری معیت میں چار سو جنگیں لڑیں۔سو حج ادا کیے۔چار سو غلاموں کو آزاد کیا اور چار سو سال کے روزے رکھے۔''

حافظ مقدسی' حافظ ابن جوزی' حافظ ذہبی اور امام محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: اس کی سند میں محمد بن عبداللہ الانصاری ابوسلمۃ ہے جو منکر الحدیث اور کذاب تھا۔اس کی جھوٹی روایات میں سے ایک روایت یہی ہے۔ [العلل المتناہیہ ۱: ۴۰۲' تذکرۃ الموضوعات' مقدسی: ۲۳۱' حدیث: ۸۷۷' تذکرۃ

الموضوعات، ہندی: ۳۷، میزان الاعتدال ۳: ۵۹۸]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: اس کے موضوع ہونے کے آثار نمایاں ہیں۔ [الفوائد المجموعۃ: ۲۷]

[۷۱۰] مَن لم تَنْهَهُ صلاته عن الفحشاء و المنكر فلا صلاة له.

[تفسیر ابن کثیر ۲: ۴۵۲، سورۃ العنکبوت ۲۹: ۴۵]

''جس شخص کو اس کی نماز نے فحشاء اور منکر سے نہ روکا اس کی نماز کچھ نہیں۔''

[فضائل نماز: ۵۷، معارف القرآن ۶: ۶۹۷]

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے، جن میں سے ہر ایک پر مفصل گفتگو کی جاتی ہے۔

– عمر بن ابی عثمان، حدثنا الحسن، عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

اس سند میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں:

– ۱: عمر بن ابی عثمان نامی راوی کا دنیائے روایت میں کہیں اتا پتا نہیں کہ کون تھا، کیسے تھا، ثقہ تھا یا ضعیف؟ تلاش بسیار کے باوجود کہیں بھی اس کا ترجمہ نہ مل سکا۔

– ۲: حسن بصری کا سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع صحیح سند سے ثابت نہیں۔

[الجرح والتعدیل ۶: ۶۹۷، السنن الکبریٰ، بیہقی ۱۰: ۷۰، ۸۱]

– ۳: حسن بصری مدلس تھے۔ [تعریف اہل التقدیس: ۵۶، ترجمہ: ۴۰]

اور تدلیس میں مشہور و معروف تھے اور ضعفاء تدلیس سے کرتے ہیں۔ [سیر أعلام النبلاء ۴: ۵۸۸]

اور اُن یہ روایت معنعن ہے، جب کہ ایسے راوی کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

– اس سلسلہ کی دوسری روایت بطریق ابو بکر محمد بن احمد المسور، از مقدام بن داود، از علی بن معبد، از ہشیم، از یونس از حسن بصری، از رسول اللہ ﷺ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

من لم تنهه صلاته عن الفحشاء و المنكر لم تزده من الله إلا بعداً.

[مسند الشہاب ۱: ۳۰۵، ترجمہ: ۳۴۵، حدیث: ۵۰۸]

''جس کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں، اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔''

قضاعی کی یہ روایت مرسل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کو براہ رست روایت کرنے والا راوی کوئی

صحابی نہیں بلکہ طبقہ سوم کے تابعی حسن بن یسار بصری ہیں جن کے متعلق امام ابن سعد فرماتے ہیں:
آپ ایک جامع عالم، بلند رُتبہ فقیہ، روایت میں ثقہ مامون و محفوظ، شب زندہ دار، عابد فصیح اور حسین وجمیل تھے، جو مسند روایت بیان کرلے وہ درست ہے لیکن جو روایت مرسل بیان کریں وہ حجت نہیں۔ [طبقات ابن سعد۷: ۱۵۷-۱۵۸، تہذیب الکمال۶: ۱۲۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ومراسیله لیست بذاك. [سیر أعلام النبلاء۴: ۵۷۲]
''ان کی مرسل روایات کوئی شے نہیں۔''

-اس سلسلہ کی تیسری روایت بطریق یحییٰ بن ابی طلحہ از ابو معاویہ از لیث از طاؤس از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً جس کے الفاظ یہ ہیں:

مَن لم تنهه صلاته عن الفحشاء والمنكر لم يزدد من الله إلّا بعداً.

[المعجم الکبیر۱۱: ۴۶، ۱۱۰۲۵، تفسیر ابن کثیر۳: ۴۵۶، مسند الشہاب ۱: ۳۰۵، ترجمہ: ۳۴۵، حدیث: ۵۰۹]

''جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ بجائے اللہ کے قُرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔ [فضائل نماز: ۶۷]

اس میں تین اسنادی کمزوریاں ہیں:

-۱: اس کا ایک راوی یحییٰ بن طلحہ یربوعی ہے، جس کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: لیس بشیئ تھا۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۶۴۱]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: طبقہ دہم کا لین الحدیث راوی ہے۔
[تقریب التہذیب: ۶۲۳، ترجمہ: ۷۵۷۳]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو اس کے ترجمہ میں نقل کرنے کے بعد محدث علی بن جنید کا یہ قول نقل کیا ہے: كَذِبٌ وزُورٌ. [میزان الاعتدال۴: ۳۷۸]
''یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے۔''

-۲: ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف اور مضطرب الحدیث تھا۔ [فتح الباری۴: ۱۶۷، ۱۶۹]
سیئ الحفظ اور متروک تھا۔ [فتح الباری۱۰: ۱۳۸، تقریب التہذیب: ۴۹۵، ترجمہ: ۵۶۸۵]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہوا۔ اسانید گھڑنے لگا۔ مراسیل کو مرفوع بناتا تھا جس کے باعث متروک ٹھہرا۔ [المجروحین۲: ۲۳۷، ترجمہ: ۹۰۳]

امام نووی فرماتے ہیں: علماء کا اس کے ضعف، اضطراب حدیث اور اختلال ضبط پر اتفاق ہے۔
[تہذیب الاسماء واللغات، قسم اول ۲: ۷۵]

–۳: ایک راوی مشہور تابعی طاؤس ہے جو مدلس تھا۔ [تعریف اہل التقدیس: ۳۸، ترجمہ: ۱۴]
جب کہ اس کی یہ روایت معنعن ہے۔

حافظ ابن کثیر اِن روایات کو نقل کر کے لکھتے ہیں: والأصح في هذا كله الموقوفات عن ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم والحسن وقتادة والأعمش وغيرهم، والله اعلم.
[تفسیر ابن کثیر ۳: ۴۵۷]

''ان میں سے کوئی بھی روایت مرفوع نہیں ہے بلکہ یہ سیدنا ابن مسعود، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم اور حسن، قتادۃ اور اعمش وغیرہ کے اپنے اقوال ہیں، جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔'' [معارف القرآن ۶: ۶۹۷]

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: هذا الحديث ليس بثابت عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم لكن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر كما ذكر في كتابه، وبكل حال فالصلاة لاتزيد صاحبها بُعداً، بل الذي يصلي خير من الذي لايصلي، وأقرب إلى الله منه ولو كان فاسقاً. [مجموع الفتاوی ۲۲: ۵]

''یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعاً ثابت نہیں البتہ یہ بات صدفی صد درست ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی سے رُک جانے کا حکم دیتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں صراحۃً موجود ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَاءِ وَالۡمُنۡکَر [سورۃ العنکبوت ۲۹: ۴۵] بہر حال نماز پڑھنا کسی بھی نمازی کو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے کا باعث نہیں بنتی۔ نمازی آدمی بے نمازی آدمی سے بہر حال بہتر ہے اگر چہ نمازی فاسق اور گناہ گار ہی کیوں نہ ہو۔''

[۷۱۱] مَن لَّمۡ يَصبِرۡ على بلائي، ولم يَرۡضَ بقضائي، فَلۡيَتَّخِذۡ رَبًّا سِوَائي.

[المعجم الکبیر ۲۲: ۳۲۱، حدیث: ۸۰۷، الاستیعاب: ۱۲۴، بذیل ترجمہ: بسر بن عبداللہ [۲۲۳] وقال: وليس هذا الإسنادُ بالقوي، تاریخ دمشق ۲۱: ۶۰، ۴۳: ۲۰۹ [دوبار] ۵۴: ۱۱۰]

''[اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں]: جو کوئی میری [لائی ہوئی] مصیبت پر صبر نہ کرے اور میرے فیصلے پر راضی نہ ہو تو وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب پکڑے۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ اس میں سعید بن زیاد بن فائد بن زیاد بن ابی ہند الداری

ہے جو اسے اپنے باپ' دادا کی سند سے روایت کرتا ہے' جب کہ امام ازدی فرماتے ہیں:
سعید بن زیاد متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال۲: ۱۳۸' ترجمہ: ۳۱۸۳' مجمع الزوائد ۷: ۲۰۷]
اس روایت کو امام بیہقی نے درج ذیل الفاظ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے:
مَن لَّمْ يَرْضَ بقَضائي وقَدَرِي فَلْيَلْتَمِسْ رَبًّا غيرِي. [شعب الایمان ۱: ۲۱۸' حدیث: ۲۰۰]
لیکن اس کی سند میں علی بن یزداد بن محمد ابوالحسن الصائغ الجوہری الجرجانی ہے' جس کے بارے میں حافظ سہمی [حمزہ بن یوسف بن ابراہیم] لکھتے ہیں: غیر معروف اور معروف رُواۃ سے بے بنیاد روایتیں نقل کرتا ہے اور مُتَّہَمُ [جھوٹ بولنے سے بدنام] ہے۔ [تاریخ جرجان: ۳۱۰' ترجمہ: ۵۳۱]
اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں: شيخٌ لإبن عدي' مُتَّهَمٌ' روى عن الثقات أوابد.
[میزان الاعتدال ۳: ۱۶۳' ترجمہ: ۵۹۶۹]
''حافظ ابن عدی کا شیخ ہے۔ جھوٹ بولنے سے بدنام ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے بے بنیاد روایتیں نقل کرتا ہے۔''
حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام حاکم کے حوالے سے اس روایت کے بارے میں لکھا ہے:
هذا إسنادٌ مُظْلَمٌ' لا أصل له. [لسان المیزان ۴: ۱۶۸' ترجمہ: عصام بن اللیث السدوسی [۴۱۰]
''اس کی سند تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہ روایت بے اصل ہے۔''
[۷۱۲] مَن لم يقل عَلِيٌّ خيرُ الناسِ فقد كفر. [تاریخ بغداد ۳: ۱۹۲]
''جو علی رضی اللہ عنہ کو تمام لوگوں سے بہتر نہ جانے تو بے شک وہ کفر کا مرتکب ہوا۔''
امام جورقانی اور امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے۔
[الاباطیل ۱: ۱۶۸' الموضوعات ۱: ۳۴۷]
اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی محمد بن کثیر ہے' جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کی تمام روایات مقلوب ہوتی ہیں۔ [تاریخ بغداد ۳: ۱۹۲]
حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اسے عبداللہ بن جعفر تغلبی [ثعلبی] نے جو ثقہ نہ تھا محمد بن کثیر الکوفی سے روایت کی ہے جو ضعیف تھا' اور یہ روایت باطل ہے۔
[میزان الاعتدال ۲: ۴۰۴' لسان المیزان ۳: ۲۶۸]
[۷۱۳] مَن ماتَ غريباً مات شهيداً. [مسند الشہاب ۱: ۲۲۷' حدیث: ۳۴۹]

''جو غریب الوطنی میں مرا' شہید مرا۔''

اس کی سند میں ابورجاء خراسانی ہے جس کا نام عبداللہ بن واقد ہے۔ حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:
مُظْلَمُ الحدیث [تاریک حدیث والا] ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۴۱۹' ترجمہ:۱۲۲-[۱۰۸۹]
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ امام احمد اُن کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ شاید بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہوئے ہوں۔ تدلیس بھی کیا کرتے تھے۔

[تقریب التہذیب:۳۶۲' ترجمہ:۳۶۸۷]

پس یہ روایت شدید ضعیف ہوئی۔

[۷۱۴] مَن ماتَ غريباً مات شهيداً' ووُقِيَ فَتّاني القبر وغديَ ورِيحَ عليه برزقه من الجنة. [شعب الایمان ۷:۱۷۴' حدیث:۹۸۹۵' اِحیاء علوم الدین ۴:۴۹۶]

''جو غریب الوطنی میں مرا' شہید مرا' منکر ونکیر سے اُسے بچایا گیا اور اسے صبح وشام جنت میں سے رزق دی جائے گی۔''

حافظ بیہقی لکھتے ہیں: تَفَرَّدَبه إبراهيم بن أبي يحيى الأسلمي. [شعب الایمان ۷:۱۷۴]

''ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی اس کو نقل کرنے میں منفرد ہیں۔''

ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی کے بارے میں امام مالک سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: نہ تو حدیث کے معاملے میں ثقہ ہے اور نہ دین کے معاملے میں۔ امام یحییٰ القطان فرماتے ہیں: کذّاب تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: عبداللہ بن مبارک اور دوسرے لوگوں نے اس سے روایت لینا ترک کر دیا ہے۔ قدری اور جہمی تھا۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کذّاب اور رافضی تھا۔ امام نَسائی اور امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [میزان الاعتدال ۱:۵۷-۵۸' ترجمہ:۱۸۹]

حافظ ابو احمد الحسن بن عبداللہ العسکری فرماتے ہیں: یہ دراصل مَنْ مَاتَ مُرابِطاً مات شهيداً تھا جس میں ابراہیم بن ابی یحییٰ نے تصحیف کرکے یوں بنا دیا۔ [تصحیفات المحدثین ۱:۱۳۴]

[۷۱۵] مَن مَرَّ بَيْنَ [على] المقابر فقرأ قل هو الله أحد إحدى عشرة مرةً ثم وهب أجرها أجرها للأموات أعطى من الأجر بعدد الأموات.

[مسند دیلمی' اِتحاف السادة المتقین ۱۰:۳۷۱' مراقی الفلاح:۱۱۷]

''جو کسی مقبرے کے پاس سے گزرے اور گیارہ بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو

بخش دے تو اُس مقبرہ میں دفن کئے ہوئے مُردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔''

امام دیلمی نے اس کی روایت باقاعدہ طور پر کسی استاذ سے حاصل نہیں کی ہے' بلکہ اسے ایک نسخے سے نقل کیا ہے' جس کی سند یوں ہے: عبداللہ بن احمد بن عامر' از احمد بن عامر' از علی رضا۔

اس نسخہ کے بارے میں حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ نسخہ سرسرا موضوع اور باطل ہے اور اسے عبداللہ بن احمد یا اس کے باپ احمد بن عامر نے وضع کیا ہے۔

[میزان الاعتدال ۲: ۳۹۰' لسان المیزان ۳: ۲۵۲]

[۷۱۶] مَن نسي أن يسمي على طعامه فليقرأ قل هو الله أحد إذا فرغ.

[عمل الیوم واللیلۃ' ابن سنی: ۲۱۸' حدیث: ۴۶۰' الاذکار' نووی ۱: ۲۶۶' حدیث: ۵۷۹]

''جو بھول کر کھانا شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' نہ پڑھے اسے چاہئے کہ کھانے کے بعد سورۃ الاخلاص پڑھے۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: اس روایت کے ثبوت میں شک ہے۔ [زاد المعاد ۲: ۴۰۰]

اس کی سند میں حمزۃ بن ابی حمزۃ جعفی نصیبی ہے جو متروک اور حدیث وضع کرنے سے بدنام تھا۔

[تقریب التہذیب: ۲۱۵-۲۱۶' ترجمہ: ۱۵۱۹]

علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات: ۱۴۱]

[۷۱۷] مَن وَسَّعَ على نفسه وأهله يومَ عاشوراءَ وَسَّعَ اللّٰه عليه سائرَ سَنَتِهِ.

''جس نے اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال پر عاشورا کے دن فراخ دلی سے خرچ کیا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اُسے فراخ دلی سے دے گا۔''

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے:

طریق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ: سیدنا جابر سے یہ دو طرق سے منقول ہے:

پہلا طریق: فضل بن حباب از ہشام بن عبدالملک طیالسی از شعبہ از ابو الزبیر از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [الاستذکار ۳: ۳۳۱]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: وهذه أصحُّ طُرُقِهِ. [الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ: ۲۲۹' روایت: ۳۹۵]

''اور اس روایت کی یہ صحیح ترین سند ہے۔''

جب کہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: روی عنه ابن عبدالبر في الإستذكار من طريقه حديثاً منكراً جِدًّا، ما أدري من الآفةُ فيه. [لسان المیزان ۴: ۴۳۹، ترجمہ: ۱۳۴۰]

''حافظ ابن عبدالبر نے اس [ابوخلیفہ فضل بن حباب] سے الاستذکار میں ایک شدید منکر روایت نقل کی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس [کی سند] میں آفت کون ہے؟''

آگے لکھا ہے: ''حافظ ابن عبدالبر کے تینوں شیوخ اور اُن کے شیخ محمد بن معاویہ بن الاحمر — جو سنن کو امام نَسائی سے روایت کرتے ہیں — کو حافظ ابن حزم وغیرہ نے ثقہ لکھا ہے پس ظاہر تو یہ ہے کہ ساری غلطی ابوخلیفہ فضل بن حباب کی ہے اور شاید ابن الاحمر [محمد بن معاویہ] نے اُن کی کتابیں جل جانے کے بعد یہ روایت اُس سے سنی ہو۔'' [لسان المیزان ۴: ۴۳۹-۴۴۰، ترجمہ: ۱۳۴۰]

اس کے علاوہ اس روایت کے ضعف کی ایک علت یہ بھی ہے کہ اس کا راوی ابوالزبیر [محمد بن مسلم المکی] تدلیس کرنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ [تعریف اہل التقدیس: ۱۰۸، ترجمہ: ۱۰۱-[۳۵]

اوران کی یہ روایت مُعَنْعَنْ ہے۔

دوسرا طریق: محمد بن یونس از عبداللہ بن ابراہیم غفاری از عبداللہ بن ابی بکر ابن اخی محمد بن المنکدر از سیدنا جعفر مرفوعاً۔ [شعب الایمان ۳: ۳۶۵، حدیث: ۳۷۹۱]

امام بیہقی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔ ہمارے نزدیک اس حکم میں تساہل سے کام لیا گیا ہے۔ یہ روایت درج ذیل علتوں کے باعث موضوع ہے:

— اس کا راوی محمد بن یونس بن موسیٰ ابوالعباس کُدَیْمِي کذاب ہے۔ حافظ ابن عدی لکھتے ہیں:
وضع وسرقہ حدیث سے بدنام ہے اور ایسے راویوں سے روایات سننے کا مدعی ہے جن سے اس کی ملاقات ہی ثابت نہیں۔ ہمارے عام مشائخ نے اس سے روایت نقل کرنا چھوڑ دیا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۵۵۳، ترجمہ: ۱۵۹-[۱۷۸۰]

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: ثقات کے نام پر احادیث وضع کرتا تھا اور اس نے ایک ہزار سے زائد روایتیں وضع کی ہیں۔ [المجروحین ۲: ۳۳۲، ترجمہ: ۱۰۲۰]

— اس کا ایک راوی [محمد بن یونس بن موسیٰ کا استاذ] عبداللہ بن [ابی عمرو] ابراہیم غفاری ہے جس کے بارے میں امام حاکم لکھتے ہیں: ضعفاء کی ایک جماعت سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

[المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱: ۱۶۶، ترجمہ: ۹۱]

طریق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ہیصم بن شداح از اعمش از ابراہیم از علقمہ از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ **مرفوعاً بلفظ**: من وسَّعَ علی عیاله یوم عاشوراء لم یزل في سعةٍ سائر سنته.

[المعجم الکبیر ۱۰:۷۷، حدیث: ۱۰۰۰۷]

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس میں ہیضم بن شداخ ہے جو شدید ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ۳:۱۸۹]

حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: شعبہ اور اعمش سے تباہ کن روایات نقل کرتا ہے، اس کی روایت سے استدلال واحتجاج درست نہیں اور پھر زیر بحث روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔

[المجروحین ۲:۴۴۶، ترجمہ: ۱۱۷۲]

امام عقیلی لکھتے ہیں: یہ راوی مجہول اور یہ روایت غیر محفوظ ہے اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں۔ [الضعفاء الکبیر ۳:۲۵۲]

اس روایت کو امام بیہقی نے شعب الایمان [۳:۳۶۵، حدیث: ۳۷۹۲] میں نقل کیا ہے جس میں ہیصم بن شداخ الوراق کا شاگرد علی بن مہاجر البصری ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

علي بن مهاجر عن هیصم بن شداخ، لا یُدرَی مَن هو؟ والخبر موضوع.

[میزان الاعتدال ۳:۱۵۸، ترجمہ: ۵۹۵۰]

''علی بن مہاجر جو ہیصم بن شداخ سے روایت کرتا ہے، کسی کو نہیں معلوم کہ کون ہے؟ اور یہ روایت موضوع ہے۔''

طریق سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: محمد بن ذکوان از یعلیٰ بن حکیم از سلیمان بن ابی عبد اللہ از سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ **مرفوعاً بلفظ**: مَن وسَّعَ علی عیاله وأهله یوم عاشوراء وسَّعَ اللّٰه علیه سائر سنته.

[شعب الایمان ۳:۳۶۶، حدیث: ۳۷۹۵]

اس کا ایک راوی محمد بن ذکوان مولی الجہاضم البصری ہے جو منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر ۱:۹۷، ترجمہ: ۲۰۶، الضعفاء الکبیر ۴:۶۵]

اس کا ایک اور راوی سلیمان بن ابی عبد اللہ ہے جو مجہول بالنقل ہے اور اس کی روایت غیر محفوظ ہوتی ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴:۶۵]

طریق سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ: محمد بن اسماعیل جعفری، از عبد اللہ بن سلمۃ الربعی، از محمد بن عبد اللہ ابن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعۃ، از ابِ اُو از سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ **مرفوعاً بلفظ**:

مَن وسَّعَ على عياله في يوم عاشوراءِ أوسعَ اللّٰه عليه سَنَتَهٗ كلها.

[المعجم الأوسط ۶:۴۳۲، حدیث:۹۳۰۲]

امام طبرانی اس روایت کونقل کر کے لکھتے ہیں: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔ محمد بن اسماعیل جعفری اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔[معجم اوسط ۶:۴۳۲]

اورمحمد بن اسماعیل بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بارے میں حافظ ابوحاتم لکھتے ہیں: منکر الحدیث ہےاور محدثین کواس کی بابت کلام ہے۔

[الجرح والتعدیل ۷:۱۸۹، ترجمہ:۱۰۷۳]

اس قسم کی دو روایتیں امام بیہقی نے شعب الایمان ۳:۳۶۶[حدیث:۳۷۹۳، ۳۷۹۴] میں نقل کی ہیں جن میں سے ایک کی سند میں عَمَّنْ حَدَّثَهٗ عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ اور دوسری میں عن رجل عن أبي سعيد رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں جو ان کی اِسنادی حیثیت کو گرادیتی ہے۔

روایت: مَنْ وَسَّعَ على أهله يوم عاشوراء کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔[الغماز علی اللماز:۱۸۹، حدیث:۲۳۳]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: إنما يُروَى هذا من قول محمد بن المنتشر، والحديث غير محفوظ، ولايثبت هذا عن رسول اللّٰه في حديث مسند.

[التذکرۃ، زرکشی:۱۳۸، الباب الخامس فی الفضائل، حدیث:۱۸۱-[۳۵]

''اسے محمد بن منتشر کے قول کے طور پر روایت کیا جاتا ہے اور یہ غیر محفوظ حدیث ہے اور رسول اللہ ﷺ سے کسی مسند حدیث میں ثابت نہیں ہے۔''

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: موضوعٌ مكذوبٌ على النبي ﷺ......ورواية هذا كله عن النبي ﷺ كذبٌ ولكنه معروفٌ من رواية سفيان بن عيينة عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن أبيه قال: بلغنا أنه وسَّعَ على عياله.. وأهل الكوفة كان فيهم طائفتان: طائفةٌ رافضةٌ يظهرون موالاة أهل البيت، وهم في الباطن إمَّا ملاحدةٌ زنادقةٌ، وإمَّا جُهَّالٌ وأصحابُ هوى، وطائفةٌ ناصبةٌ تبغض عليًّا وأصحابه. [مجموع الفتاوی ۲۵:۱۳۶]

''من گھڑت اور جھوٹی ہے اور نبی اکرم ﷺ سے اس روایت کے کل طرق جھوٹے ہیں، ہاں البتہ یہ سفیان بن عیینہ از ابراہیم بن محمد بن المنتشر از ابِ اُو معروف ومشہور ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں یہ

روایت پہنچی ہے۔ اہل کوفہ میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک گروہ اُن لوگوں کا ہے جو اہل بیت سے محبت و موالات ظاہر کرتے ہیں لیکن باطن میں ملحد اور زندیق ہیں یا جاہل اور بدعتی ہیں' دوسرا گروہ ناصبیوں کا ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں۔''

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: قال سفیان بن عیینة: جربناهُ منذ ستین عاماً فوجدناه صحیحاً وإبراهیم بن محمد کان من أهل الکوفة' ولم یذکر ممن سمع هذا' ولا عمن بلغه' فلعل الذي قال هذا من أهل البدع الذین یبغضون علیًّا رضی اللہ عنہ وأصحابه' ویریدون أن یقابل الرافضة بالکذب' مقابلة الفاسد بالفاسد' والبدعة بالبدعة' وأما قول ابن عیینة فإنه لا حجة فیه' فإن اللّٰه سبحانه أنعم علیه برزقه' ولیس في إنعام اللّٰه بذلك ما یدل علی أن سبب ذلك کان التوسیع یوم عاشوراء' وقد وسع اللّٰه علی مَن هم أفضل الخلق من المهاجرین والأنصار رضی اللہ عنہم ولم یکونوا یقصدون أن یوسعوا علی أهلیهم یوم عاشوراء بخصوصه' وهذا کما أن کثیرا من الناس ینذرون نذراً لحاجةٍ یطلبها فیقضي اللّٰه حاجته فیظن أن النذر کان السبب. [مجموع الفتاویٰ ۲۵:۳۱۳]

''سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: ہم نے اسے ساٹھ سال سے آزمایا اور درست پایا۔ ابراہیم بن محمد اہل کوفہ میں سے تھے اور انہوں نے اس راوی کا نام نہیں لیا ہے جس سے اُنہوں نے یہ روایت سنی اور نہ اُس شخص کا نام لیا ہے جس سے اُنہیں یہ روایت پہنچی ہے' معلوم ہوتا ہے کہ اسے اُن مبتدعین نے وضع کیا ہے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں سے عداوت رکھتے ہیں اور وہ روافض [کی بدعت] کا جواب جھوٹ سے دینا چاہتے ہیں اور فاسد کا مقابلہ فاسد سے اور بدعت کا مقابلہ بدعت سے کرتے ہیں' رہا ابن عیینہ کا ارشاد سو اس میں کوئی دلیل و حجت نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنی نعمت سے نوازا لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ صوم عاشوراء کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو۔ جو افضل الخلق تھے۔ اپنے فضل سے نوازا لیکن یہ بات ثابت نہیں کہ اُنہوں نے بالخصوص یوم عاشورا کو اپنی اہل و عیال پر فراخ دلی سے خرچ کیا ہو اور یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ بہت سے لوگ اپنی حاجت براری کے لیے کوئی مَنّت مان لیتے ہیں تو اُن کی حاجت تو اللہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں اور اُن کا خیال ہوتا ہے کہ اس کا سبب اُن کی نیاز و مَنّت ہے۔''

امام بیہقی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذه الأسانید وإن کانت ضعیفة فهي إذا ضم بعضها إلی بعضٍ أخذت قوةً.

[شعب الایمان ۳:۳۶۶، المقاصد الحسنة: ۶۷۴، ۶۷۵، الدرر المنتثرة: ۲۲۹]

''یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب یہ ایک دوسرے سے مل جائیں تو قوت پکڑتی ہیں۔''

محدث البانی لکھتے ہیں: ولا نراهُ صواباً لأن شرط تَقَوِّي الحديث بكثرة الطرق، وهو خُلُوُّها من متروك أو متهم، لم يتحقق في هذا الحديث. [تمام المنة: ۴۱۰]

''ہم اس رائے کو درست نہیں جانتے اس لیے کہ کثرتِ طرق سے کسی حدیث کے قوی ہونے کا ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے سارے طرق متہم اور متروک راوی سے یکسر خالی ہوں اور یہی شرط اس روایت میں متحقق نہیں۔''

[۷۱۸] مَن وُلِدَ له ثلاثة فلم يسم أحدهم محمداً فهو من الجفاء.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۴۳۷، ترجمہ: ۱۰-[۵۸۰]

''یہ بے وفائی ہے کہ کسی کی اولاد تین تک پہنچے اور وہ ان میں سے کس کا نام محمد نہ رکھے۔''

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۴۳۷]

اس کا راوی ابو الولید خالد بن یزید العمری المکی ہے جو امام یحییٰ بن معین اور امام ابو حاتم کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔ [الجرح والتعدیل ۳:۳۶۰]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اسے مُحَمَّشْ بھی کہتے ہیں۔ سخت منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [المجروحین ۱:۲۸۶، ترجمہ: ۳۰۵]

[۷۱۹] مَن وُلِدَ له ثلاثة فلم يسم أحدهم محمداً فقد جهل.

[المعجم الکبیر ۱۱:۵۹، الکامل فی الضعفاء ۶:۲۳۶، ترجمہ: ۱۶۱۷، الجامع الصغیر، حدیث: ۹۰۸۴]

''جس کی اولاد تین تک پہنچے اور وہ ان میں سے کسی ایک کا نام محمد نہ رکھے تو بے شک اُس نے جہالت کی۔''

— اس کا راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ ثقہ تھا لیکن اخیر عمر میں شدید اختلاط کا شکار ہو گیا اور اس کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کی روایتیں آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو گئیں جن میں جدائی مشکل ہو گئی اس لیے اس کی روایات بالکلیہ متروک ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۴۹۵، ترجمہ: ۵۶۸۵]

علامہ محمد بن طاہر ہندی فرماتے ہیں: اس کا راوی لیث متروک ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات: ۸۹]

- نیز اس کی سند میں مصعب بن سعید ہے جس کی کچھ روایات نقل کرنے کے بعد حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ بلایا اور مناکیر ہیں۔ [میزان الاعتدال ۴: ۱۳۰]

[۷۲۰] مَن وُلِدَ له مولودٌ فسماه محمداً تبرُّكاً به كان هو والولد في الجنة.

''جس کے ہاں بچہ ہوا اور اس نے برکت کی خاطر اس کا نام محمد رکھا تو وہ اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔''

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں اس کی سند میں مُتَکَلَّمٌ فِیہِ راوی ہیں۔ [الموضوعات ۱: ۱۵۷]

حافظ ابن القیم اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: اس بارے میں ایک مستقل جزء لکھی گئی ہے جو سراپا موضوع ہے۔ [المنار المنیف: ۶۱، الاسرار المرفوعۃ: ۴۱۵]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اس کی سند حسن ہے۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱: ۱۰۶، فیض القدیر ۶: ۲۳۸]

یہ روایت بے اصل اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دخول جنت کی شرط یہ نہیں لگائی کہ کسی کا نام احمد یا محمد ہو بلکہ یہ شرط لگا دی ہے کہ اس کا عقیدہ درست اور عمل سنت کے مطابق ہو۔ میں نہیں جانتا کہ اس میں حسن کہاں سے آیا، جب کہ اس کی سند میں حامد بن حماد عسکری ہے اور حافظ ذہبی کی تصریح کے مطابق اس وضعی روایت کی مصیبت اس نے ڈھا دی ہے۔

[میزان الاعتدال ۱: ۴۴۷]

حرف النون

[۷۲۱] نادِ علیًّا مُظھرالعجائب تَجِدہُ عَوُناً فی النوائب

[الامنُ والعُلا، مولوی احمد رضا خان بریلوی:۱۳]

''علی رضی اللہ عنہ کو پکارو کہ مظہر عجائب ہیں، تو انہیں اپنی مصیبتوں میں اپنا مددگار پاؤ گے۔''

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں: شیعوں کے مفتریات اور اکاذیب میں سے ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ:۳۶۸، بذیل حدیث:۵۹۵]

[۷۲۲] ناکح الید ملعون . [فتح القدیر۲:۳۳۰، تخریج الفروع علی الاصول۳۷۲]

''مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔''

امام شرف الدین یحییٰ الرہاوی نے امام نسفی کے شرح المنار کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔

[المصنوع:۱۹۹، الاسرار المرفوعۃ:۳۶۰، کشف الخفاء ۱:۴۳۱، تخریج الفروع علی الاصول:۳۷۳]

[۷۲۳] نَبات الشعرفي الأنف أمان من الجذام.

''ناک میں بالوں کا اُگ آنا جُذام سے امن کی علامت ہے۔''

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے۔

طریق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا: [مسند ابی یعلی ۷:۳۳۲، حدیث:۴۳۶۸، المعجم الأوسط۱:۲۰۰، حدیث:۶۷۲، تاریخ بغداد۱۲:۴۳۷، تاریخ جرجان:۱۹۰، ترجمہ:۲۶۸، الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۴۹، المطالب العالیۃ۲:۳۵۵، حدیث:۲۴۵۹]

اس طریق کا مرکزی راوی ابوالربیع السمان [اشعث بن سعید] ہے، جس کے بارے میں امام ہُشَیم فرماتے ہیں: جھوٹ بولا کرتا تھا۔ [الکامل فی الضعفاء۲:۴۸، ترجمہ:۲۰۰]

امام جوزجانی لکھتے ہیں: احادیث میں واہی تھا۔ [احوال الرجال:۹۳، ترجمہ:۱۳۶]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ حدیث باطل ہے۔ [الکامل فی الضعفاء۲:۴۹]

امام ابن حبان فرماتے ہیں یہ روایت باطل اور بے اصل ہے۔ [المجروحین۱:۱۹۴، ترجمہ:۱۰۴]

خطیب بغدادی اور ابن حبان ۲: ۸۰۷۴ کی روایت کا راوی یحییٰ بن ہاشم السمسار ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: ثقات پر احادیث وضع کرتا اور اَثبات سے معضلات کی روایت کرتا تھا، اس لیے اُس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ [المجروحین ۲: ۴۷۷، ترجمہ ۱۲۱۷]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: احادیث وضع کرتا اور اس کی چوری کیا کرتا تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۹: ۱۲۰، ترجمہ: ۲۱۵۳]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [الضعفاء والمتروکین: ترجمہ: ۶۳۸]

طریق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ: [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۴۷]

اس کی سند میں شیخ بن ابی خالد صوفی بصری ہے اور حافظ ابن عدی کی تصریح کے مطابق اس کی تمام روایتیں باطل ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۴۷]

امام عقیلی لکھتے ہیں: حماد بن سلمۃ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ [زیرِ نظر روایت بھی ایسی ہی ہے] حالانکہ مجہول راوی ہے اور اس کی تمام روایات منکر اور بے اصل ہوتی ہیں۔ [الضعفاء الکبیر ۲: ۱۹۷]

طریق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ دیگر: [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۲۶۲]

اس کی سند میں حمزۃ بن ابی حمزۃ نصیبی ہے۔ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا اس کی تمام روایات منکر و موضوع ہوتی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۲۶۲]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین: ترجمہ: ۱۳۹]

امام احمد فرماتے ہیں: مطروح الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۳: ۲۱۰]

طریق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ: [اخبار اصبہان ۱: ۱۱۶، الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۱۶، بلفظ: الشَّعرُ في الأنف أمانٌ من الجذام]

اس کی سند میں دو خرابیاں ہیں:

– اس کا ایک راوی الاعمیٰ ہے جس کا نام مذکور نہیں۔

– ایک اور راوی عمر بن موسیٰ بن وجیہ الوجیہی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: منکر الحدیث اور متروک الحدیث تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۱۳، ترجمہ: ۱۱۸۷]

یہ بھی لکھتے ہیں: ظاہر باہر ضعیف ہے اور اس کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کرتے ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۲۳، ترجمہ: ۱۱۸۷]

[۷۲۴] نحنُ ولدَعبدالمطلب سادة أهل الجنة:أنا وحمزة وعلي وجعفر والحسن الحسين والمَهدِي. [سنن ابن ماجۃ' کتاب الفتن[۳۶] باب خروج المہدی[۳۴] حدیث:۴۰۸۷]
''ہم عبدالمطلب کی اولاد جنتیوں کے سردار ہیں: میں' حمزہ' علی' جعفر' حسن' حسین اور مہدی۔''
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس کے راوی علی بن زیاد یمامی کا درست نام ابوالعلاء عبداللہ بن زیاد ہے' جو طبقہ نہم کا ضعیف راوی ہے۔ [تقریب التہذیب:۴۳۲' تہذیب التہذیب ۷:۲۷۴]
امام بخاری فرماتے ہیں: عبداللہ بن زیاد منکر الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۵:۹۵' ترجمہ:۲۶۹]

[۷۲۵] نِعمَ الرجل الفقيهُ في الدين'إن احتيج إليه انتفع 'وإن استغني عنه أغنى نفسه.
[تاریخ ابن عساکر ۴۸:۲۰۳' حدیث:۱۰۸۴۷ 'مشکاۃ المصابیح' حدیث:۲۵۱]
''دین کا علم رکھنے والا سب سے بہتر ہے' اگر کوئی اس کے سامنے اپنی حاجت پیش کرے تو نفع پہنچا دیتا ہے' اور اگر اُس سے استغناء برتی جائے تو وہ لوگوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔''
اس کی سند میں عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب علوی ہے جو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق متروک تھا۔ [میزان الاعتدال ۳:۳۱۵]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: اپنے آباء واجداد کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے' اس لیے اس کی روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے۔ [المجروحین ۲:۱۰۳' ترجمہ:۷۰۷]
یہ روایت بھی اُس نے اپنے آباءواَجداد سے ہی بیان کی ہے' نیز ابن عساکر سے لے کر عیسیٰ بن عبداللہ تک سند بھی ثابت نہیں۔

[۷۲۶] نِعم العبدُ صهيبٌ لو لم يَخَفِ اللّٰه لم يعصِهِ.
[مغنی اللبیب ۱:۱۵۷'۲۷۱' شرح التصریح ۲:۲۵۸' حاشیۃ الصبان علی الاشمونی ۴:۲۵' شرح الکافیۃ لابن مالک ۲:۳۹۰]
''صہیب رضی اللہ عنہ کتنے اچھے بندے ہیں۔ اگر انہیں اللہ کا ڈر نہ ہوتا تب بھی وہ گناہ نہ کرتے۔''
مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں: یعنی' ان کو گناہ سے بالطبع نفرت ہے۔
[لغات الحدیث:۱۲۱' باب الصاد مع الہاء]
امام زرکشی لکھتے ہیں: اس روایت میں بکثرت قیل وقال ہوتا رہا ہے لیکن مجھے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں۔ [التذکرۃ:۱۲۲' حدیث:۱۵۷]

ملا علی قاری نے امام بہاء الدین سبکی کی کتاب شرح التلخیص کے حوالے سے لکھا ہے: تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے کتب حدیث میں مرفوعاً یا موقوفاً یہ حدیث میں نہیں ملی۔

[الاسرار المرفوعة: ۳۵۷، بذیل حدیث: ۵۶۴]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: یہ بے اصل ہے۔ [الدرر المنتثرة: ۱۹۶]

[۲۷] نِعمَ المُذَكِّرُ السُّبحَةُ. [الفردوس ۴: ۲۵۹، حدیث ۶۷۶۵، الحاوی للفتاوی ۲: ۳]

''تسبیح [مالا، شمار دانہ، منکے۔ فضائل ذکر: ۱۶۵] اچھا یاد دلانے والا ہے۔'' [فضائل ذکر: ۱۶۵]

اس کی سند میں محمد بن ہارون بن عیسیٰ بن منصور ہاشمی ہے، جس کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اس کی روایت کردہ اکثر احادیث مناکیر ہوتی ہیں۔ [تاریخ بغداد ۳: ۳۵۶]

یہ بھی فرمایا ذاہب الحدیث تھا اور وضع احادیث سے متہم تھا۔ [تاریخ بغداد ۷: ۴۰۳]

امام دارقطنی اس کا ذکر ضعفاء میں کرتے ہیں۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۴۹۶]

مولانا عبدالحی لکھنوی نے شیخ الامیر کے حوالہ سے لکھا ہے: و لا تظهر صحته، و يحتمل تفسير السُّبحة بصلاة النافلة. [ظفر الامانی: ۳۱۸]

''اس روایت کا صحیح ہونا ثابت نہیں، اور پھر اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ السُّبحَةُ سے مراد نفل نماز ہو۔''

اور آگے اپنی رائے ان الفاظ میں لکھی ہے: على تقدير صحة الحديث تفسيره بسبحة الصلاة هو الصواب فإنه قد استعملت السُّبحةُ كثيراً في الأحاديث بهذا المعنى وقد صحَّ أن السبحة المعروفة لم تكن في زمن رسول الله ﷺ. [ظفر الامانی: ۳۱۸]

''یہ روایت اگر صحیح ہو تو اس میں السُّبحَةُ سے مراد نماز ہی ہے، اور یہی درست ہے، اس لیے کہ ایک تو احادیث میں السُّبحَةُ بکثرت نماز پڑھنے کے معنی میں وارد ہوا ہے، اور دوسرا یہ کہ معروف منکے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہیں ہوا کرتے تھے۔''

پھر یہ روایت درج ذیل احادیث صحیحہ کے خلاف ہے:

– سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رأيت رسول الله ﷺ يعقد التسبيح بيمينه.

[سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ [۲] باب التسبیح بالحصیٰ [۳۵۹] حدیث ۱۵۰۲، سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹]

باب منہ [۲۵] حدیث:۳۴۱۰، المستدرک ۱:۵۴۷]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے داہنے ہاتھ سے تسبیحات گنتے دیکھا۔"

-رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواتین سے فرمایا تھا: علیکن بالتسبیح و التهلیل و التقدیس، و اعقدن بالأنامل فإنهن مسئولات و مستنطقات.

[سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ [۲] باب التسبیح بالحصیٰ [۳۵۹] حدیث:۱۵۰۱، سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] باب فی فضل التسبیح والتہلیل والتقدیس [۱۲۱] حدیث:۳۵۸۳]

"تسبیح تہلیل اور تقدیس کا ورد کیا کرو اور اپنے اوراد کو انگلیوں پر شمار کیا کرو کیونکہ ان انگلیوں کو بھی حساب دینا ہوگا۔"

[۷۲۸] نومُ الصائمِ عبادةٌ، و صَمتُه تسبيحٌ، و عمله مضاعَفٌ، و دعاؤه مستجابٌ، و ذنبه مغفورٌ.

[شعب الایمان ۳:۴۱۵، احادیث:۳۹۳۷، ۳۹۳۹، الجامع الصغیر، حدیث:۹۲۹۳، احیاء علوم الدین ۱:۲۳۱]

"روزہ دار کی نیند عبادت، اس کی خاموشی تسبیح، اس کا عمل باعث اجر کثیر، اس کی دعا مقبول اور اس کے گناہ معاف ہیں۔"

یہ روایت موضوع اس لیے کہ:

-اس کا راوی عبد الملک بن عمیر القرشی الکوفی امام احمد کی تصریح کے مطابق قلیل الحدیث اور کثیر الغلط ہونے کے ساتھ ساتھ منکر الحدیث بھی تھا۔ [الجرح والتعدیل ۵:۳۶۱، ترجمہ:۱۶۹۹]

-اس کا ایک راوی سلیمان بن عمر النخعی احد الکذابین ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۱:۲۳۱]

-جب کہ ایک راوی معروف بن حسان ضعیف ہے۔ [شعب الایمان ۳:۴۱۶]

[۷۲۹] نَومُ العالِمِ عبادةٌ. [احیاء علوم الدین ۱:۳۴۳]

"عالم کی نیند عبادت ہے۔"

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت مرفوعاً بے اصل ہے۔ [الاسرار المرفوعۃ:۳۵۹]

[۷۳۰] نهى رسول الله ﷺ أن يصلي الإنسان إلى نائم أو متحدث.

[المجروحین ۱:۹۳، ترجمہ:۵]

''رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی کسی سوئے ہوئے شخص یا بے وضوء آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس لیے کہ:

– اس کی سند میں ابان بن سفیان المقدسی ہے جو فضیل بن عیاض اور دوسرے ثقہ اصحاب حدیث کے نام لے لے کر موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المجروحین ۱:۹۳' ترجمہ:۵]

– اُس صحیح روایت کے خلاف ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے وقت نماز پڑھتے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے سامنے لیٹ کر سوتی تھیں اور آپ ﷺ اور قبلہ کے مابین حائل ہوتیں۔

[المجروحین ۱:۹۳' العلل المتناہیۃ ۱:۴۳۴' میزان الاعتدال ۱:۷' لسان المیزان ۱:۲۱-۲۲]

[۷۳۱] نَهيتَ الناسَ آنفاً أن يغالوا في صداق النساء' والله تعالى يقول في كتابه: و آتَيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا[سورۃ النساء ۴:۲۰] فقال عمر رضی اللہ عنہ: كل أحد أفقه مِن عمر مرتين أو ثلاثاً' ثم رجع إلى المنبر' فقال للناس: إني كنت نهيتكم أن تغالوا في صداق النساء' ألا فليفعل رجل في ماله مابدا له.

[السنن الکبریٰ' بیہقی ۷:۲۳۳' سنن سعید بن منصور ۱:۱۶۶-۱۶۷]

''کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو مخاطب کیا کہ عورتوں کے مہروں میں زیادہ مال نہ دیا کرو۔ اس پر عورت کھڑی ہو کر کہنے لگی: قرآن عزیز میں تو اس سلسلے میں قِنْطَارٌ [خزانہ] کا ذکر موجود ہے تو آپ اس کام سے ہمیں منع کیوں کر رہے ہیں؟ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر کوئی عمر سے زیادہ دین کو سمجھنے والا ہے۔ میں نے تمہیں مہر میں کثیر مال خرچ کرنے سے منع کیا تھا' اب ہر کوئی اپنے مال میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے۔ امام بیہقی اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند منقطع ہے۔ نیز اس کا راوی مجالد بن سعید قوی راوی نہیں' اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔

[تقریب التہذیب:۵۴۹' ترجمہ:۶۴۷۸]

اس کا ایک شاہد بھی روایات میں پایا جاتا ہے' جسے امام عبدالرزاق [نے مصنف ۶:۱۸۰' حدیث:

۱۰۴۲۰] نے ذکر کیا ہے۔
لیکن اس میں دو اسنادی کمزوریں ہیں۔
— اس کی سند منقطع ہے کیونکہ ابو عبد الرحمٰن السلمی جس کا نام عبداللہ بن حبیب بن ربیعۃ ہے کی روایت خلفائے راشدین میں سے صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کسی اور سے نہیں۔
[تاریخ یحییٰ بن معین ۲:۲۰۱، ۴:۶۷۰، نص: ۳۱۸۰]
—اس کا ایک راوی قیس بن ربیع الاسدی ہے، جو اگر چہ سچا تھا لیکن اس کا حافظہ بڑھاپے میں جواب دے چکا تھا اس کے مسودات میں اس کے بیٹے نے کچھ ایسی روایات داخل کی تھیں جو اصلاً اُس کی روایتیں نہ تھیں، وہ غفلت کے باعث ان روایات کو اپنی جان کر بیان کرتا تھا۔
[تقریب التہذیب: ۴۸۷، ترجمہ: ۵۵۷۳]
[۷۳۲] نِيَّةُ المؤمنُ خيرٌ مِن عمله. [المعجم الکبیر ۶:۱۸۵، شعب الایمان ۵:۳۴۳، تاریخ بغداد ۹:۲۳۷، حلیۃ الاولیاء ۳:۲۵۵، مسند شہاب ۱:۱۱۹، ترجمہ: ۱۰۳، حدیث: ۱۴۷، ۱۴۸]
''مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔''
امام ابن دحیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کا راوی یوسف بن عطیہ متروک الحدیث ہے۔
[التذکرۃ: ۳۹، حدیث: ۲۴، الاسرار المرفوعۃ: ۳۵۹]
امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔
[شعب الایمان ۵:۳۴۳]
حافظ ابو نعیم اس کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔ [حلیۃ الاولیاء ۳:۲۵۵]
امام ہیثمی معجم کبیر کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: اس کی سند میں حاتم بن عباد بن دینار الجرشی ہے، جس کا ترجمہ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ [مجمع الزوائد ۱:۶۱، ۱۰۹]
حافظ عراقی فرماتے ہیں: اسے طبرانی نے دو سندوں سے نقل کیا ہے، اور دونوں سندیں ضعیف ہیں۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۴:۳۶۶]
— مسند شہاب کی حدیث: ۱۴۷ کی سند میں یوسف بن عطیہ بن ثابت ابو سہل ہے جو متروک ہے۔
[تقریب التہذیب: ۶۴۲، ترجمہ: ۷۸۷۳]
اسی سند میں محمد بن حنیفہ ابو حنیفہ قصبی واسطی بھی ہے، جس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے

ہیں: قوی نہیں۔[میزان الاعتدال۳: ۵۳۲]

– مسند شہاب کی حدیث: ۱۴۸ کی سند میں عثمان بن عبداللہ شامی ہے جس کی کئی روایات موضوع ہیں، اور احادیث وضع کرنے سے متہم ہے۔[المغنی فی الضعفاء ۲: ۴۲۶، ترجمہ: ۴۰۳۳-۴۰۳۴]

پھر اسی سند میں میں بقیہ بن ولید بھی ہے جو مدلس ہے، جب کہ اس کی یہ روایت معنعن ہے۔

[۷۳۳] الناس نيامٌ فإذا ماتوا انتبهوا.

[طبقات شعرانی: ۱۱۲، ترجمہ: سہل بن عبداللہ تستری [۱۴۹]، احیاء علوم الدین ۴: ۲۳]

''سب لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب یہ مرجائیں گے تب بیدار ہوجائیں گے۔''

حافظ عراقی لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت مرفوع نہیں ملی البتہ اس کی نسبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی جاتی ہے۔[المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۲۳]

حافظ سخاوی، حافظ سیوطی، امام شوکانی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۶۹۱، الدرر المنتثرۃ: ۱۹۷، الفوائد المجوعۃ: ۲۵۶، الاسرار المرفوعۃ: ۳۵۳]

[۷۳۴] النبيذُ وضوء مَن لم يجدِ الماء. [سنن الدار قطنی ۱: ۷۵، السنن الکبریٰ، بیہقی ۱: ۱۲]

''جس کو پانی نہ ملے وہ نبیذ سے وضوء کرلے۔''

امام جورقانی فرماتے ہیں: یہ باطل ہے کیونکہ اس کا راوی مسیّب بن واضح عن مبشر بن اسماعیل اس روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہے اور مسیّب کثرت سے غلطیاں کرتا تھا اور اوہام کثیرہ میں مبتلا تھا وہم میں مبتلا ہوکر اس روایت کو مرفوع بنادیا حالانکہ یہ عکرمہ کا قول ہے۔

[الاباطیل ۱: ۳۳۴، العلل المتناہیۃ ۱: ۳۵۸]

اس کی ایک اور سند میں یوسف بن بحر الشامی الساحلی قاضی حمص ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: حدیث میں قوی نہیں۔ ثقات سے منکر روایات کو روایت کرتا ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۵۱۰، ترجمہ: ۲۵-[۲۰۷۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس کی منکر روایات میں زیر بحث روایت بھی نقل کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۴۶۳، لسان المیزان ۶: ۳۱۸]

[۷۳۵] النُّجوم أمانٌ لأهل الأرض من الغرق، وأهل بيتي أمانٌ لأمتي من الإختلاف، فإذاخالفتها قبيلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب إبليس. [المستدرک ۳: ۱۴۹]

''ستارے اہل زمین کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہلِ بیت میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہے، پس عرب کا جو قبیلہ ان سے اختلاف کرے گا وہ ابلیس کا گروہ بنے گا۔''

امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے، جس کو رد کرتے ہوئے حافظ ذہبی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں: موضوع ہے۔ اس کے: راوی ابن ارکون اور خلید دونوں ضعیف ہیں۔

[تلخیص المستدرک ۳:۱۴۹]

۔ ابن ارکون: اسحاق بن سعید بن ارکون دمشقی کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ثقہ نہیں۔ [میزان الاعتدال ۱:۱۹۲، ترجمہ: ۷۶۱]

۔ خلید بن دعلج ابو عمرو سدوسی کو امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں: ثقہ نہیں تھا۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں: متین راوی نہیں اور امام ابن حبان کہتے ہیں: بکثرت خطأ کرنے والا تھا اور پھر زیر بحث روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۶۶۳، ترجمہ: ۲۵۵۵]

[۷۳۶] النظر إلی علي [رضی اللہ عنہ] عبادة.

[المستدرک ۳:۱۴۱، المعجم الکبیر ۱۰:۷۶، ۱۱:۱۱۰، الکاشف عن حقائق السنن ۲:۵۵۰]

''علی [رضی اللہ عنہ] کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [تلخیص المستدرک ۳:۱۴۱]

یہ بھی فرماتے ہیں: اسے ہارون بن حاتم نے وضع کیا ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۲۸۳، ۴۰۱، ۴۰۲]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: لا یصح شیئ منها فإنه لا یخلو کل سند منها عن کذاب أو مجهول لا یعرف حاله، وهو شیعي. [البدایة والنهایة ۷:۳۳۰]

''اس سلسلے میں کوئی شے بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی بھی سند کذاب یا مجہول اور شیعہ راوی سے خالی نہیں۔''

[۷۳۷] النظر إلی الوجه الجمیل عبادة.

''خوب صورت چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔''

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: ہمارے شیخ حافظ ابن تیمیہ سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو

انہوں نے فرمایا: یہ باطل ہے اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے۔ کسی نے بھی صحیح سند کے ساتھ اسے روایت نہیں کیا بلکہ یہ موضوعات میں سے ہے اور یہ مسلمانوں کی اِجماع کے خلاف ہے اس لیے کہ کوئی بھی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ اجنبی عورت یا اَمرد کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور جس شخص کا خیال یہ ہو کہ یہ عبادت ہے اُسے کہا جائے گا کہ توبہ کرے۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے ورنہ [حکومت] اسے قتل کرے گی اس لیے کہ کچھ نظر حرام' کچھ مکروہ اور کچھ نظر مباح ہیں۔

[روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین:۱۲۲' الاسرار المرفوعۃ:۳۵۵' المصنوع:۲۰۲]

[۷۳۸] النظر إلى الوجه الحسن يجلو البصر والنظر إلى الوجه القبيح يورث الكلح.

[تاریخ بغداد۳:۲۲۶]

''خوب صورت چہرہ کو دیکھنا آنکھوں کو جلا بخشا ہے اور بدصورت چہرے کو دیکھنا باعث پریشانی ہے۔''

حافظ ابن عدی اور خطیب بغدادی فرماتے ہیں: اس کا راوی ابوسعید حسن بن علی عدوی مشہور وضاع ہے' غیر معروف راویوں سے روایات بیان کرتا ہے اور اس کی روایات عمومی طور پر موضوع ہوتی ہیں۔ [تاریخ بغداد۷:۳۸۲' الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۱۹۵' ترجمہ:۱۰۵-[۴۷۴]

حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اسے ابوسعید نے وضع کیا ہے۔ [الموضوعات۱:۱۶۳]

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: اسے بعض زنادقہ نے وضع کیا ہے۔ [المنار المنیف:۶۲]

[۷۳۹] اَلنَّظَرُ إلى وجه عَلِي رضي الله عنه عبادة.

[المستدرک۳:۱۴۲' حلیۃ الاولیاء۵:۵۸' تاریخ بغداد۲:۵۱]

''[سیدنا] علی [رضی اللہ عنہ] کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [تلخیص المستدرک۳:۱۴۲]

اس کا راوی ابوسعید الحسن بن علی العدوی احادیث وضع کرتا تھا اور احادیث کی چوری کرتا تھا۔

[تاریخ بغداد۷:۳۸۲' الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۱۹۵' ترجمہ:۱۰۵-[۴۷۴]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اہل بیت سے متعلق موضوع روایات بنایا کرتا تھا۔ [الکامل فی ضعفاء

الرجال۳: ۲۰۵]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: ایسے اساتذہ سے روایات نقل کرتا ہے جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی اور پھر وہی روایت اُن اساتذہ کی سند سے روایت کرتا ہے جن سے اس کی ملاقات ثابت ہو۔ احادیث وضع کرتا تھا اور یہ روایت – اور تو اور – حدیث کا علم رکھنے والے عوام بھی اس کے موضوع ہونے میں شک نہیں کرتے۔ [المجروحین ۱: ۲۹۲، ترجمہ: ۲۲۳]

[۷۴۰] النظر إلى وجه المرأة الحسناء والخضرة يزيدان في البصر.

[حلیۃ الاولیاء۳: ۲۰۱، ۲۰۲، تہذیب تاریخ دمشق کبیر۵: ۳۸۴]

''خوب صورت عورت کے چہرے اور سبز چارے کو دیکھنا بصارت کو بڑھا دیتے ہیں۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: اس کا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حارث ابوالفضل صرف اسی ایک باطل روایت کا راوی ہے۔ [میزان الاعتدال۳: ۶۲۷]

علامہ مناوی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [فیض القدیر۶: ۳۰۰]

[۷۴۱] النظر في مِرآةِ الحجام دناءَةٌ. [تاریخ بغداد۶: ۱۱۵]

''سینگی لگانے والے کے آئینہ میں دیکھنا کمینہ پن ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ:

– اس کا ایک راوی ہُشَیم ہے جو ابراہیم بن عطیہ کی سند سے تدلیس کر کے بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ [التاریخ الکبیر۱: ۳۱۱، المجروحین۱: ۱۰۶، ترجمہ: ۱۹]

– ایک اور راوی ابراہیم بن عطیہ ثقفی ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: اس کے ہاں مناکیر ہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں: متروک تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں: اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ [میزان الاعتدال۱: ۴۸، لسان المیزان۱: ۸۰، ۸۱]

امام ابن معین فرماتے ہیں: یہ ابراہیم کسی شے کے برابر نہیں تھا۔ [التاریخ۱: ۳۴۰]

حرف الهاء

[۷۴۲] هَبَطَ عَلَيَّ جبرئيل فقال: يا محمد ! إن الله يقرئك السلام و يقول لك : إني حَرَّمْتُ النارعلى صلب أنزلك منه وبطن حملك و حجر كفلك فقلت: يا جبرئيل بين لي'فقال: أما الصلب فعبد الله ' وأما البطن فآمنة بنت وهب ' وأما الحِجر فعبد يعني: عبدالطلب و فاطمة بنت أسد.

''جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لے آئے اور کہنے لگے: اے محمد! اللہ کی طرف سے آپ پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اُس پیٹھ کو جہنم پر حرام قرار دیا ہے جس سے تمہیں پیدا کیا اور اُس بطن [پیٹ] کو بھی جہنم پر حرام قرار دیا ہے جو تیرا وزن اٹھا چکی اور اس گود کو بھی جس میں تیری کفالت ہوئی ہے' میں نے کہا مجھے اس کی وضاحت کیجئے' اس پر جبریل علیہ السلام فرمانے لگے: صلب [پیٹھ] سے مراد عبداللہ' بطن سے مراد آمنہ بنت وہب اور گود سے مراد عبدالمطلب اور فاطمہ بنت اسد ہیں۔''

امام جورقانی' امام ابن جوزی اور علامہ شوکانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کی سند کے کئی راوی مجہول اور لا پتا ہیں۔

[الاباطیل والمناکیر ۱:۲۲۳' الموضوعات ۱:۲۸۴' الفوائد المجموعۃ: ۳۲۱]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا راوی یحییٰ بن حسین علوی رافضی ہے جس نے جہالت کا مظاہرہ کر کے اس کو وضع کر دیا ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۳۶۸]

اس صحیح حدیث کے معارض ہے' جس میں مذکور ہے: إِنَّ أبي و أباك في النار.

[صحیح مسلم' کتاب الایمان [۱] باب بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار ولا تنالہ شفاعۃ [۸۸] حدیث: ۳۴۷' مسند ابی عوانۃ ۱:۹۹' سنن ابی داؤد' کتاب السنۃ [۳۴] بابٌ فی ذراری المشرکین [۱۸] حدیث: ۴۷۱۸' مسند احمد ۳:۱۱۹' ۲۶۹' المعجم الکبیر ۴:۲۷' ۲۸' ۲۲۰]

''بے شک میرا اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں۔''

اس صحیح حدیث کے بھی معارض ہے جس کا مضمون یہ ہے: زار النبي ﷺ قبر أمه فبكى و أبكى مَن حوله، فقال: استأذنت ربي في أن أستغفر لها، فلم يؤذن لي.

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز [۱۱] باب استئذ ان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ [۳۶] حدیث: ۱۰۵-[۹۷۶] سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز [۱۵] بابٌ فی زیارۃ القبور [۸۱] حدیث: ۳۲۳۴، سنن نسائی، کتاب الجنائز [۲۱] باب زیارۃ قبر المشرک [۱۰۱] حدیث: ۲۰۳۴، مسند احمد ۲: ۴۴۱]

''نبی اکرم ﷺ نے اپنے والدہ کے قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے اور اپنے اردگرد ساتھیوں کو بھی رلایا اور فرمایا: میں اپنے رب سے اُن کی مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔''

[۷۴۳] هل تدري يا ابن أم عبد: كيف حكم الله في مَن بغى مِن هذه الأمة ؟ قال: الله ورسوله أعلم، قال: لا يجهز على جريحها، و لا يقتل أسيرها، و لا يطلب هاربها، و لا يقسم فيئها.

[المستدرک ۲: ۱۵۵، تفسیر الکشاف ۴: ۳۶۵، بذیل تفسیر سورۃ الحجرات ۴۹: ۹ بلوغ المرام: ۳۶۱، حدیث: ۱۱۹۲]

''اے ابن ام عبد! [سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے] کیا تو جانتا ہے جو اس امت میں سے باغی ہو جائے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے زخمی کو ختم نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کی قیدی کو مارا جائے نہ ہی بھاگ جانے والے کی تلاش کی جائے اور نہ ہی اس کا مال غنیمت تقسیم کیا جائے۔''

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کا راوی کوثر بن حکیم متروک ہے۔ [تلخیص المستدرک ۲: ۱۵۵]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: کوثر متروک ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اس کی روایتیں باطل ہوتی ہیں۔

[الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۴: ۳۶۵]

امام ہیثمی فرماتے ہیں: اسے بزار نے مسند میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ایک ہی سند سے نقل کیا ہے، جس میں کوثر بن حکیم ضعیف اور متروک راوی ہے۔ [مجمع الزوائد ۶: ۲۴۳]

کوثر بن حکیم کے بارے میں امام احمد بن محمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس کی روایت کردہ احادیث

باطل ہوتی ہیں۔[الجرح والتعدیل ۷:۶۷۱؛ میزان الاعتدال ۳:۴۱۶]

[۷۴۴] هلاكُ أمتي في ثلاثٍ: في العصبية، والقدرية، والرواية من غير ثبتٍ.

[المعجم الكبير ۱۱:۴۷، حديث: ۱۱۱۴۲؛ الكامل في ضعفاء الرجال ۸:۴۳۸؛ المعجم الصغير ۱:۱۵۸؛ المعجم الأوسط ۲:۳۶۵، حديث: ۳۵۵۵]

’’میری امت کی ہلاکت تین چیزوں سے ہوگی: عصبیت، اِنکارِ تقدیر، اور غیر ثقہ راویوں سے حدیث کی روایت۔‘‘

– معجم کبیر اور الکامل فی الضعفاء کی روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سند سے ہے، جس کی سند میں ہارون بن ہارون منکر الحدیث راوی ہے۔[زوائد البزار، حافظ ابن حجر عسقلانی: ۲۳]

– معجم صغیر اور معجم اوسط کی روایت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مگر:

– اس کا راوی محمد بن ابراہیم شامی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[المجروحین ۲:۳۱۸، ترجمہ: ۱۰۰۳]

– اس کا راوی سوید بن عبدالعزیز متروک الحدیث ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴:۴۹۱]

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: هذا حديث انفرد به بقية عن أبي العلاء، وهو إسنادٌ فيه ضعفٌ، لا تقوم به حجة، ولكنا ذكرناه ليعرف، والحديث الضعيف لا يُرفعُ، وإن لم يُحتج به، ورُبَّ حديث ضعيف الإسناد صحيح المعنى. [التمهید ۱:۴۸]

’’اس روایت کو نقل کرنے میں بقیہ ابوالعلاء سے منفرد ہے، اس کی سند ضعیف اور نا قابلِ اِحتجاج ہے، ہم نے اس کی معرفت کے حصول کے لیے اسے نقل کیا ہے، اور ضعیف حدیث کو بالکلیہ رد نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ کبھی کبھار ضعیف سند والی روایت معناً صحیح ہوتی ہے۔‘‘

حرف الواو

[۷۴۵] وَالْعَصْرِ، وَنَوَائِبِ الدَّهْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ وَاِنَّهٗ لَفِیْهِ إِلٰی آخِرِالدَّهْرِ.

[تفسیر ابن جریر ۱۲: ۶۸۴، نص: ۳۷۹۱۰، مستدرک حاکم ۲: ۵۳۴]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ آپ سورۃ العصر اس طرح پڑھتے: وَالْعَصْرِ، وَنَوَائِبِ الدَّهْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ وَاِنَّهٗ لَفِیْهِ إِلٰی آخِرِالدَّهْرِ.''

یہ روایت نادرست ہے اس لیے کہ:

–۱: یہ امت کے اجماعی عقیدہ ''حفاظت قرآن مجید'' کے بالکل خلاف ہے۔

–۲: یہ شاذ قراءت ہے۔[تفسیر نیشاپوری ۶: ۵۵۸، اضواء البیان ۹: ۲۰۴]

–۳: اس کا راوی عمرو ذومرۃ ہمدانی ہے۔ جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں:

غیر معروف ہے۔[التاریخ الکبیر ۶: ۳۳۰، ترجمہ: ۲۵۴۸]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ابواسحاق کے علاوہ کوئی اور اس سے روایت نہیں لیتا۔ غیر معروف ہے اور ابواسحاق کے اُن مجہول مشایخ میں سے ہے جن سے ابواسحاق کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۲۴۴، ترجمہ: ۳۳۶-[۱۳۰۴]

[۷۴۶] وَإِلَيك يرجع السَّلام فحينا ربنا بالسَّلام وأدخلنا دارك دارالسلام.

مسنون دعا: أللهم أنت السلام کے بعد یہ الفاظ عمومی طور پر پڑھے جاتے ہیں جب کہ علامہ طیبی فرماتے ہیں: روایات حدیث میں ہمیں یہ الفاظ نہیں ملے۔

[الکاشف عن حقائق السنن ۳: ۱۰۵۷، بذیل حدیث: ۹۶۱]

ملا علی قاری امام جزری کے شرح المصابیح کے حوالہ سے لکھتے ہیں: لاأصل له، بل مختلق بعض القصاص. [مرقاۃ المفاتیح ۳: ۴۰، بذیل حدیث: ۹۶۰، المصنوع: ۲۶۸]

''بالکل بے اصل واَساس اور بعض واعظین کے وضع کردہ الفاظ ہیں۔''

[۷۴۷] وُزِن حبرالعلماء بدم الشهداء فرجح عليهم.

[تاریخ بغداد۲:۱۹۳،میزان الاعتدال۳:۵۱۸]

’’علماء کی روشنائی کوشہداء کے خون کے ساتھ تولا جائے گا‘ تو علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔‘‘

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

– اس کی سند میں محمد بن الحسن بن از ہر بن حبیر بن جعفر غیر ثقہ راوی ہے جو ثقہ راویوں سے موضوع روایات لیا کرتا تھا اور یہ روایت اُس نے وضع کی ہے۔[تاریخ بغداد۲:۱۹۴،العلل المتناہیۃ ۱:۷۱]

–اس کی سند میں محمد بن جعفر بن عباس بھی ہے جو وضع حدیث سے مُتَّہَمُ تھا۔

[المقاصد الحسنۃ:۵۹۵،الاسرار المرفوعۃ:۳۰۳]

[۷۴۸] و كان تحته كنز لهما [سورۃ الکہف۱۸:۸۲] كان لوحاً مِن ذَهَبٍ مكتوباً فيه:بسم الله الرحمن الرحيم ، عجبتُ لمن يؤمن بالقدر كيف يحزن،عجبت لمن يؤمن بالحساب كيف يغفل عجبتُ لمن يعرف الدنيا و تقلبها بأهلها كيف يطمئن لها ، لا إله إلّا الله محمد رسول الله.

[تفسیر ابن جریر۸-۲۶۸-۶۹،زاد المسیر ۳:۱۰۴،تفسیر القرطبی۱۱:۳۸،تفسیر ابن کثیر۲:۱۱۰]

’’وہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر نصیحت کے مندرجہ ذیل کلمات لکھتے ہوئے تھے:بسم الله الرحمن الرحيم. تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر غمگین کیونکر ہوتا ہے۔تعجب ہے اس شخص پر جو اس پر ایمان رکھتا ہے کہ رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے پھر ضرورت سے زیادہ مشقت اور فضول قسم کی کوشش میں لگتا ہے۔تعجب ہے اُس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر خوش وخرم رہتا ہے۔تعجب ہے اُس شخص پر جو حساب آخرت پر ایمان رکھتا ہے پھر غفلت کیسے برتتا ہے۔تعجب ہے اُس شخص پر جو دنیا اور اس کے انقلاب کو جانتا ہے پھر کیسے اس پر مطمئن ہو کر بیٹھتا ہے۔لا إله إِلّاالله محمد رسول الله۔‘‘ [معارف القرآن،مفتی محمد شفیع صاحب۵:۶۰۹]

اس کی سند میں ابین بن سفیان ہے،جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں:اس کی تمام

روایات غیر محفوظ اور منکر ہوتی ہیں، انہوں نے زیر بحث روایت اُس کے مناکیر کے نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۴۷-۷۵]

[۷۴۹] وُلِدَ لرسول الله ﷺ مِن خديجة بمكة عبدالعزى والقاسم وماتا قبل الإسلام.

[التاریخ الصغیر، امام بخاری ۱:۳۰]

''مکہ مکرمہ میں بعثت سے قبل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے رسول اللہ ﷺ کے دو بیٹے تولد ہوئے جن میں سے ایک کا نام عبدالعزیٰ اور دوسرے کا نام قاسم تھا اور دونوں بعثت سے پہلے وفات پا گئے۔''

یہ روایت قطعاً غلط ہے اس لیے کہ:

- عبدالعزیٰ [عزیٰ دیوی کا بندہ] نام رکھنا شرك في التسمية ہے اور انبیاءِ کرام قبل از نبوت بھی شرک اور دوسرے کبائر وصغائر سے معصوم ہوتے ہیں۔
- اس کا مرکزی راوی اسماعیل بن ابی اویس ہے جس کے بارے میں امام ابن معین فرماتے ہیں: ضعیف العقل اور ليس بشئ تھا۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں: شدید غفلت کا شکار تھا۔

[الجرح والتعدیل ۲:۱۸۱، سیر اَعلام النبلاء ۱۰:۳۹۲]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اپنے خالو مالک سے ایسے غرائب وعجائب کو نقل کرتا ہے جس میں کوئی اور اس کا ساتھ نہیں دیتا۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۵۲۷، ترجمہ:۱۵۱]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ آدمی اگرچہ نیکی سے مشہور تھا، جس کے باعث امام بخاری اور امام مسلم نے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن بلا خوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ صاحبِ تفردات اور صاحب ِ مناکیر تھا جو اُس کی وسعتِ علمی کو بدنام کردیتا ہے۔[سیر اَعلام النبلاء ۱۰:۳۹۳]

[۷۵۰] ولد الزنا لايدخل الجنة. ''ولد زنا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت زبان زد عوام ہے، لیکن یہ ثابت نہیں بلکہ صاحبِ قاموس قاضی مجدالدین شیرازی نے سفر السعادۃ میں لکھا ہے کہ یہ باطل ہے۔

[الاسرار المرفوعۃ:۳۶۲، المصنوع:۲۰۴]

[۷۵۱] ویلکما من أمر کما بھذا.

[تاریخ طبری ۲:۲۹۶، ۲۹۷، حوادث ۶ ہجری، البدایۃ والنہایۃ ۴:۲۶۴]

''تمہارا بُرا ہو، تمہیں ایسا کرنے کا کس نے کہا ہے؟''

کہا جاتا ہے کہ فارِس کے فرمانروا کسریٰ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی بھیج دیئے، جنہوں نے داڑھیاں منڈوائیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی طرف دیکھا تو یہی بات ارشاد فرمائی۔

داڑھی رکھنا سنت متواترہ سے ثابت ہے۔ کوئی نبی یا صحابی ایسا نہیں ہوا جس نے داڑھی منڈوائی ہو۔ داڑھی منڈوانا مجوس اور مشرکین کا وطیرہ رہا ہے۔ مجھے اس روایت کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ اس روایت میں کئی اسنادی کمزوریاں ہیں:

– اس کا راوی محمد بن حمید رازی ہے جس کے متعلق امام جوزجانی فرماتے ہیں بدمذہب اور غیر ثقہ ہے جس کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ [احوال الرجال، ترجمہ: ۳۸۲]

محدث اسحاق بن منصور فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا کہ محمد بن حمید جھوٹا تھا۔

[تاریخ بغداد ۲:۲۶۳، تہذیب الکمال ۲۵:۱۰۳]

– ایک راوی سلمۃ بن فضل ابرش ہے جو ''رے'' کا قاضی تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۴:۸۴]

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ہم لوگ سلمۃ بن فضل کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو پھینک کر شہر ''رے'' سے نکل گئے تھے۔ [التاریخ الکبیر ۴:۸۴]

– اس کا ایک راوی محمد بن اسحاق امام المغازی ہے جو سچا تو تھا لیکن مدلّس تھا، شیعہ اور قدری بھی تھا۔ [تقریب التہذیب: ۴۹۸، ترجمہ: ۵۷۲۵]

اور یہ روایت ہے بھی معنعن، جب کہ مصطلح الحدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ صحیحین سے باہر مدلس راوی کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

[۷۵۲] الوردالأبیضُ خلق مِن عرقي لیلۃ المعراج، والوردالأحمر خلق مِن عرق جبریل والورد الأصفر خلق من عرق البراق. [الفردوس بماثور الخطاب، حدیث: ۷۲۶۹]

''سفید گلاب شب معراج کو میرے پسینہ سے بنایا گیا جب کہ سرخ گلاب جبریل کے پسینہ سے اور پیلے رنگ کا گلاب براق کے پسینہ سے بنایا گیا۔''

امام نووی فرماتے ہیں: اس باب میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔

[فتاوی الامام النووی:۱۵۹،سوال:۳۴۱]

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں: اس کے راوی: سعید بن محمد اور حسن بن عبد الواحد دونوں مجہول ہیں اور یہ روایت موضوع ہے، جسے کسی بے علم نے وضع کیا ہے، اور اسے اس اِسناد پر چڑھا لیا ہے۔

[تاریخ مدینۃ دمشق۱۳:۱۳۱، ترجمہ:۱۳۶۲]

حافظ سخاوی اپنے استاذ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے، اور اُن سے پہلے حافظ ابن عساکر نے بھی اسے موضوع ہی تسلیم کیا ہے۔[المقاصد الحسنۃ:۲۱۶]

ملا علی قاری بھی اسے موضوع کہتے ہیں۔[الاسرار المرفوعۃ:۳۶۱،المصنوع:۲۰۳]

[۷۵۳] الوضوءُ علی الوضوءِ نورٌ علی نورٍ. ''وضو پر وضوء کرنا روشنی پر روشنی ہے۔''

[مشکاۃ المصابیح، حدیث:۴۲۳، اِحیاء علوم الدین۱:۱۳۵]

حافظ منذری فرماتے ہیں: مجھے اَحادیثِ رسول اللہ ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہ مل سکی۔

[الترغیب والترہیب۱:۱۶۳]

حافظ عراقی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔[المغنی عن حمل الاسفار۱:۱۳۵]

[۷۵۴] الوقت الأول من الصلاۃ رضوان اللّٰہ، والوقت الآخر عفو اللّٰہ.

[سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ[۲] باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل[۱۲۷] حدیث:۱۷۲، المستدرک ۱:۱۸۹، سنن الدارقطنی۱:۲۴۹، السنن الکبریٰ، بیہقی۱:۴۳۵]

''نماز کا اول وقت [میں پڑھنا] اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخری وقت [میں پڑھنا] اس کی معافی ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ:

اس کا راوی یعقوب بن ولید بن ابی ہلال ازدی کذاب، وضاع اور متروک الحدیث تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۸:۴۷۰]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ منکر الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ متروک تھا اور اس نے جو حدیث روایت کی ہے وہ موضوع ہے۔

[الجرح والتعدیل ۹:۲۱۶]

[۷۵۵] الولایةُ أفضل من النبوة.

''ولایت نبوت سے افضل ہے۔''

مولانا حسین احمد صاحب مدنی [۱] لکھتے ہیں: کسی حدیث کا جملہ نہیں ہے، بعض اکابر طریقت کی طرف نسبت کیا جاتا ہے، کسی قطعی اور منصوص مجمع علیہ امر کے خلاف کسی شخص کا بھی قول معتبر نہیں ہوسکتا۔ [مکتوبات شیخ الاسلام ۱:۲۰۲]

[۷۵۶] الولد سرأبیه. ''بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے۔''

حافظ سخاوی، امام حوت بیروتی، امام محمد طاہر ہندی، امام ابن الدیبع، ملا علی قاری اور امام زرکشی فرماتے ہیں: یہ روایت بے اصل ہے اگرچہ زبان زد ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۷۰۶، اسنی المطالب: ۲۴۴، تذکرۃ الموضوعات: ۱۳۰، تمییز الطیب من الخبیث: ۲۰۷، التذکرۃ: ۱۵۹، حدیث: ۲۱۴، الاسرار المرفوعۃ: ۳۶۲]

اس روایت پر یہ بھاری بھرکم اعتراض بھی موجود ہے کہ انبیاء کرام میں بعض ایسے تھے جن کے والد مشرک تھے، اور بعض ایسے تھے جن کی اولاد مشرک تھی۔

---

(۱) سید حسین احمد بن سید حبیب اللہ، شوال ۱۲۹۶ھ = اکتوبر ۱۸۷۹ء کو دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب میں بوقت گیارہ بجے بمقام بانگرمئو، ضلع اناؤ، ہند میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مفتی عزیز الرحمٰن اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی جیسے لوگوں سے فیض حاصل کیا۔ ۱۳۱۶ھ کو اپنے والد ماجد کی معیت میں مدینہ منورہ چلے گئے اور مسجد نبوی میں درس حدیث کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۳۳۵ھ کو انگریز بہادر نے اُنہیں مالٹا میں اسیر کیا اس لیے کہ تحریک آزادیٔ ہند کے روح رواں تھے۔ ۱۳۷۷ھ = ۱۹۵۷ء کو دیوبند میں وفات پائی۔

[بیس بڑے مسلمان: ۴۵۹-۵۴۰]

حرف الياء

[۷۵۷] يأتيكم عكرمة بن أبي جهل مؤمناً مهاجراً، فلا تسبوا أباه، فإن سَبَّ الميت يؤذي الحي، ولا يبلغ الميت، فلما بلغ باب رسول اللهﷺ استبشر، و وثب له رسول الله ﷺ قائماً على رجليه، فرحاً بقدومه. [المستدرک۳:۲۴۱]

''تمہارے پاس عکرمہ بن ابی جہل مومن اور مہاجر بن کر آئیں گے، تم اس کے سامنے اُس کے باپ کو برا بھلا نہ کہو، کیونکہ مردہ کو برا بھلا کہنا میت کو تو پہنچتا نہیں البتہ زندہ لوگوں کو تکلیف دیتا ہے جب عکرمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نہایت خوش ہوئے اور ان کو عزت دینے کی خاطر آپ اپنی جگہ سے سیدھے کھڑے ہو گئے۔''

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ:

– اس کا ایک راوی محمد بن عمر بن محمد واقدی ہے، جس کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں: اس کی کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہوتی ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: احادیث میں ہیر پھیر کیا کرتا تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل۸:۲۱] امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: لیس بشيئ تھا۔ [التاریخ۲:۵۳۲، ۳:۱۶۰]

– اس کا ایک راوی ابوبکر بن عبداللہ بن ابی میسرہ ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال۴:۵۰۳، ۵۰۴]

– اس کا ایک اور راوی ابوحبیبہ ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کوئی نہیں جانتا کہ کون ہے۔ [میزان الاعتدال۴:۵۱۳]

[۷۵۸] يا أباهريرة! إذا توضأت فقل: بسم الله و الحمدلله، فإن حَفَظَتَك لاتستريح تكتب لك الحسنات حتى تُحدِثُ من ذلك الوضوء. [المعجم الصغیر، طبرانی۱:۷۳]

''ابو ہریرۃ! جب تم وضوء کرو تو بسم اللہ والحمد للہ پڑھو، جب تک تمہارا یہ وضوء باقی رہے گا اُس وقت تک تمہارے محافظ فرشتے تمہارے لیے برابر نیکیاں لکھتے رہیں گے۔'' [کامل نماز:۱۰۷]

حافظ ابن حجر اور علامہ محمد طاہر ہندی فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

[لسان میزان الاعتدال ۱:۹۸، تذکرۃ الموضوعات:۳۱]

اس کا ایک راوی ابراہیم بن محمد بن ثابت انصاری صاحب مناکیر تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۵۶]

اس کا ایک راوی عمرو بن ابی سلمہ ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم فرماتے ہیں: اس کی روایت سے استدلال واحتجاج نہ کی جائے۔ امام ساجی فرماتے ہیں: ضعیف تھا۔ امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کی حدیث وہم کا شکار ہوتی ہے۔[میزان الاعتدال ۳:۲۶۲]

امام طبرانی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمرو اِس کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔

[المعجم الصغیر ۱:۳۷، نتائج الافکار ۱:۲۲۷]

[۷۵۹] یاابن عوف، إنك من الأغنياء، و لن تدخل الجنة إلّا زحفاً، فأقرض الله يطلق قَدَمَيك، قال: وما الذي أقرض يارسول الله؟ قال: تتبرأمما أمسيتَ فيه، قال: أمِنُ كله أجمع يارسول الله؟ قال: نعم، فخرج وهويَهتم بذلك، فأتاه جبريل فقال: مُر ابن عوف فليضف الضيف، وليطعم المساكين، وليبدأ بمن يعول، وليعط السائل، فإذا فعل ذلك كان تزكية ماهو فيه.

[طبقات ابن سعد ۳:۱۳۱، المستدرک ۳:۳۱۱، الاولیاء ۱:۹۹، تاریخ ابن عساکر ۳۵:۲۶۴]

”ابن عوف! تمہارا تعلق مالداروں سے ہے، اور تم سرین پر گھسٹ کر جنت میں داخل ہوگے اس لیے اللہ کو قرض دے دو تا کہ تیری ٹانگیں آسانی کے ساتھ چلنے لگیں۔ انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! میں اللہ کو کیا چیز قرض دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج شام تک تیرے پاس جو کچھ بھی ہے اُس سے ہاتھ کھینچ لو۔ انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول سب سے؟ آپ ﷺ نے ہاں میں جواب دیا، اس پر وہ باہر نکلے تا کہ اپنے سارے مال کو اللہ کی مال میں خرچ کرے، اتنے میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے: ابن عوف رضی اللہ عنہ سے کہہ دیجئے کہ مہمان نوازی کرے، مساکین کو کھانا کھلائے۔ قریبی رشتہ داروں سے ابتدا کرے اور محتاج کی مدد کرے۔ وہ جب یہ سب کام کر ڈالے تو اس کا مال پاک صاف ہوگا۔“

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی جراح بن منہال امام نسائی کی تصریح [الضعفاء، ترجمہ:۱۰۳] کے مطابق متروک الحدیث تھا۔[الموضوعات ۲:۱۳]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: هذا حديث باطلٌ، لا يصح عن رسول الله ﷺ فإن أحد رُواته خالد بن يزيد ابن أبي مالك، قال الإمام أحمد: ليس بشيئ، وقال ابن معين: واهٍ، وقال النسائي: غير ثقة، وقال الدارقطني: ضعيفٌ، وقال يحيى بن معين: لم يرض أن يكذب على أبيه حتى كذب على الصحابة رضي الله عنهم. [عُدَّةُ الصابرين: ۱۹۸]

''یہ روایت باطل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں، اس لیے کہ اس ایک راوی خالد بن ابی یزید بن ابی مالک ہے، جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: لیس بشیئ تھا۔ امام ابن معین فرماتے ہیں: نہایت کمزور تھا۔ امام نَسائی فرماتے ہیں: غیر ثقہ تھا۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: ضعیف تھا۔ امام یحییٰ بن معین یہ بھی فرماتے ہیں: اپنے والد پر جھوٹ تو پہلے سے بولتا تھا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جھوٹ بولنے سے باز نہیں رہا۔''

[۷۶۰] یارسول الله! أفنقضيهما إذا فاتتا؟ قال: لا. [معرفۃ السنن والآثار ۲:۲۷۲]

''رسول اللہ ﷺ سے نماز ظہر کے بعد والی دو سنتوں کے متعلق پوچھا گیا: اگر ہم سے یہ فوت ہو جائیں، تو کیا ہمیں انہیں پڑھ لینا چاہئے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں۔''

امام ابن حزم فرماتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔ [المحلی ۲:۲۷]

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ روایت ضعیف ہے۔ [معرفۃ السنن والآثار ۲:۲۷۲]

یہ الفاظ مذہبی تعصب کے بناء پر وضع کئے گئے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: يا بنت أبي أمية سألتِ عن الركعتين بعد العصر، وإنه أتاني ناسٌ من عبدالقيس فشغلوني عن الركعتين اللتين بعد الظهر فهُما هاتان.

[صحیح بخاری، کتاب السہو [۲۲] بابٌ اذا کلم وہو یصلی فاشار بیدہ واستمع [۸] حدیث: ۱۲۳۳، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا [۶] باب معرفۃ الرکعتین اللتین کان یصلیہما النبی ﷺ بعد العصر [۵۴] حدیث: ۷۹۴- ۸۳۴]

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھیں، میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: قبیلہ عبدالقیس کے کچھ افراد میرے پاس آئے تھے جس کے باعث میں نے ظہر کی آخری دو رکعتیں نہیں پڑھیں جسے میں نے ابھی پڑھا۔''

[۷۶۱] يارسول الله! كم الأنبياء؟قال:مئة ألف وعشرون ألفاً قلت:يارسول الله! كم الرسل من ذلك؟قال:ثلاثمائة وثلاثه عشرجماً غفيراً.

[المستدرک۲: ۵۹۷، صحیح ابن حبان۱: ۲۸۸، حدیث: ۳۲۶، موارد الظمآن: ۵۰۸، حدیث: ۲۷۹، حلیۃ الاولیاء ۱: ۱۶۶-۱۶۸، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر۶: ۳۵۶، فتح الباری۶: ۳۶۱، عمدۃ القاری۱۲: ۳۵۹]

''سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! انبیاء کی تعداد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، میں نے دوبارہ پوچھا: ان میں رسول کتنے تھے؟ فرمایا: تین سو تیرہ کا جمِ غفیر۔''

اس کی سند میں ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ بن یحییٰ غسانی ہے، جس کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: میرا یقین ہے کہ اس نے کبھی بھی علم حاصل نہیں کیا اور کذاب تھا۔

[الجرح والتعدیل۲: ۱۴۳، میزان الاعتدال۱: ۷۳]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ابراہیم بن ہشام اس روایت کے بیان میں عن ابیہ عن جدہ منفرد ہے۔

امام ابوزرعۃ فرماتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا تھا۔ [میزان الاعتدال۱: ۷۲-۷۳]

نیز اس کی سند میں یحییٰ بن سعد شہید بھی ہے، جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: ابن جریج کا نام لے کر مقلوب روایات بیان کرتا ہے، جب یہ منفرد ہو تو قابلِ احتجاج نہیں۔

[المجروحین۲: ۴۸۲، ترجمہ: ۱۲۲۲]

اس راوی کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں تھا۔ [تلخیص المستدرک۲: ۵۹۷]

نیز فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ کہ متروکین میں سے ہے۔ [میزان الاعتدال۴: ۳۷۸]

نیز اس کی سند میں ابن جریج: عبدالملک بن عبدالعزیز بھی ہے جو قبیح تدلیس کا مرتکب تھا اور اُن روایات میں تدلیس کیا کرتا تھا جنہیں کسی مجروح وضعیف راوی سے سنا ہوتا۔

[تعریف اہل التقدیس: ۹۵]

جب کہ یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی معنعن روایت ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔

[۷۶۲] ياساريَ الجبل......

یہ کہانی کئی اَسناد سے منقول ہے:

۞ ابن وہب عن یحییٰ بن ایوب عن ابن عجلان عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ [شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ

والجماعۃ' لا لکائی ۲: جزء: ۷' صفحہ: ۷۷۵' حدیث: ۲۵۳۷' دلائل النبوۃ' بیہقی ۶: ۳۷۰]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن عجلان صدوق ہونے کے باوجود مدلس تھا۔[تعریف اہل التقدیس: ۱۰۶' ترجمہ: ۹۸-[۳۲]

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مدلس راوی کا عَنْ کے لفظ سے روایت کرنا صحتِ حدیث میں قادح ہے' جب تک وہ سمعتُ یا أخبرنا یا حدثنا جیسے الفاظ سے سماع کی تصریح نہ کرے یا اس کا کوئی ثقہ تابع نہ مل جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ امام عقیلی کی تصریح کے مطابق محمد بن عجلان نافع سے روایت کرنے میں اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے۔[الضعفاء الکبیر ۴: ۱۱۸' ترجمہ: ۱۶۷۷]

۞ ابن عجلان حدثنی ایاس بن قرۃ. [شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ' لا لکائی ۲: جزء: ۷' صفحہ: ۷۷۵' حدیث: ۲۵۳۷' دلائل النبوۃ' بیہقی ۶: ۳۷۰]

یہ روایت بھی نا قابل استدلال ہے اس لیے کہ مرسل ہے اور ایاس بن قرۃ اپنے سے آگے کا سلسلہ نہیں بتاتا' جب کہ مرسل روایات کے بارے میں امام مسلم لکھتے ہیں: والمرسَلُ من الرواياتِ في أصلِ قولنا وقولِ أهل العلمِ بالأخبار ليس بحجة.[صحیح مسلم' مقدمہ ۱: ۳۰]

''ہمارے اور روایات کو جاننے والے کے اصل قول میں مرسل روایت حجت نہیں۔''

اس لیے یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے نا قابل استدلال ٹھہری۔

۞ فرات بن سائب عن میمون بن مہران عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔[اسد الغابۃ ۲: ۳۸۰]

فرات بن سائب کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: متروک ہے۔

[الضعفاء الصغیر' ترجمہ: ۲۹۷]

امام نسائی بھی اسے متروک ہی کہتے ہیں۔[الضعفاء والمتروکین' ترجمہ: ۴۸۸]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کی روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں اور میمون بن مہران سے اس کے منقولہ روایات مناکیر ہوتی ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۱۳۶' ترجمہ: ۱۲-[۱۵۷۰]

اس کی یہ روایت میمون بن مہران سے ہی ہے اس لیے منکر ہے۔

— حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے واقدی کی روایت اُس کے مشائخ سے نقل کی ہے۔

[البدایۃ والنہایۃ ۷: ۱۲۵' الاصابۃ ۲: ۳' ترجمہ: ۳۰۳۴]

محمد بن عمر بن محمد واقدی کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں: اس کی کتابیں جھوٹ کا پلندہ ہوتی ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں: احادیث میں ہیر پھیر کیا کرتا تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۸: ۲۱]

امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں: لیس بشيئ تھا۔ [التاریخ ۲: ۵۳۲، ۳: ۱۶۰]

– حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے سیف بن عمر کی اپنے مشائخ سے روایت نقل کی ہے۔ [البدایۃ والنہایۃ ۷: ۱۲۴، الاصابۃ ۲: ۳، ترجمہ: ۳۰۳۴]

سیف بن عمر کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یہ بالاتفاق متروک ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۱: ۲۹۲، ترجمہ: ۲۷۱۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: موضوع روایات بیان کرتا ہے۔ [المجروحین ۱: ۴۳۹، ترجمہ: ۴۳۷]

اس تفصیلی جائزہ سے معلوم ہوا کہ یہ روایت نادرست ہے اور کثرت طرق کی وجہ سے قطعاً حسن کے درجہ تک نہیں پہنچتی۔ حافظ زیلعی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

وَكَمْ مِّنْ حَدِيْثٍ كَثُرَتْ رُوَاتُهُ، وَتَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ وَهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيفٌ.

[نصب الرایۃ ۱: ۳۵۹-۳۶۰]

''کتنی ہی ایسی روایتیں ہیں جن کے راوی کثیر، اور سندیں بہت ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں۔''

[۷۶۳] يا سَلمان لا تَبغَضني فتُفارقَ دِينك، قلت: يارسول الله! كيف أبغضك وبك هدانا الله؟ قال: تبغض العرب فتبغضني.

[سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] باب مناقب فی فضل العرب [۷۰] حدیث: ۳۹۲۷، مسند احمد ۵: ۴۴۱، المستدرک ۴: ۸۶، المعجم الکبیر ۶: ۲۳۸، احادیث: ۶۰۹۳-۶۰۹۴، تاریخ بغداد ۹: ۲۴۸]

''[سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:] سلمان! مجھ سے عناد نہ رکھو ورنہ دین سے نکل جاؤ گے۔ سلمان [رضی اللہ عنہ] نے کہا: میں آپ سے عداوت کیوں کر رکھوں گا جب کہ آپ ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عربوں سے دشمنی کرو گے تو مجھ سے دشمنی کرو گے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ:

– اس کے راوی شجاع بن الولید کے بارے میں امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: احادیث کے معاملہ میں سست ہے، شیخ ہے، مضبوط راوی نہیں، نا قابل استدلال ہے اور قابوس کی سند سے عربوں کے بارے میں منکر روایت نقل کی ہے۔ [الجرح والتعدیل۴:۳۷۹، ترجمہ:۱۶۵۴]

– قابوس کے متعلق امام ابن سعد لکھتے ہیں: اس میں کمزوری ہے اور اس کی روایت نا قابل استدلال ہوتی ہے۔ [الطبقات الکبریٰ۶:۳۳۹]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اس کا حافظہ بے کار تھا، اپنے والد سے بے اصل واساس روایات بیان کرنے میں منفرد ہوتا ہے، اکثر وبیشتر مرسل روایت کو مرفوع بناتا ہے اور موقوف کو مسنَد۔ [المجروحین۲:۲۱۹، ترجمہ:۸۸۲]

– ابوظبیان کی سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں:

سمعت محمد بن إسماعيل يقول: أبو ظبيان لم يُدرك سلمان. [سنن ترمذی۵:۶۸۰]

اس قسم کی ایک روایت حافظ ابونعیم نے [حِلیۃ الاولیاء۷:۲۷۰ میں] موصولاً ذکر کی ہے، لیکن:

– ۱: اس کی سند میں احمد بن علی بن محمد العمی ہے، جس کا ترجمہ مجھے نہ مل سکا۔

– ۲: اس کا ایک راوی خالد بن عبدالرحمٰن مخزومی مکی متہم ہے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: ذاہب الحدیث اور متروک ہے۔ [الجرح والتعدیل۳:۳۴۲]

[۷۶۴] ياعائشة أماعَلِمتِ أن أجسادنا نبتت على أرواح أهل الجنةِ، فماخرج مِنّا مِن شيئ ابتلعه الأرض. [تاریخ بغداد۸:۶۲، الوفاء۲:۴۸۸، الخصائص الکبریٰ۱:۱۷۵]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کے بیت الخلاء سے نکل جانے کے بعد میں بیت الخلاء کی صفائی کے لیے اندر داخل ہوجاتی، تو مجھے وہاں کوئی شے نظر نہ آتا تھا، جس کا میں نے اُن ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہمارے اجسام جنتیوں کے اَجسام کی طرح ہیں، جب ہم کوئی بول و براز کرتے ہیں، تو زمین اُس کو نگل جاتی ہے۔''

اس کا راوی حسین بن علوان ہے، جس کے بارے میں امام ابن مَعین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ محدث ابویحییٰ فرماتے ہیں: ہشام بن عروۃ اور ابن علوان کی سند سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ [زیر بحث روایت بھی ہشام بن عروۃ کی سند سے ہے] محدث ابوصالح فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام نَسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ امام ازدی فرماتے ہیں: کذاب اور

خبیث تھا۔امام دارقطنی بھی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔[تاریخ بغداد۸:۶۳-۶۴]
پس یہ روایت موضوع ہوئی' اس لیے اس سے کسی فضیلت وکمال کا اِثبات نہیں کیا جا سکتا۔

[۷۶۵]یاعائشة إن الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعاً هُم أصحاب البدع و أصحاب الأهواء' ولیس لهم توبة' أنا منهم بریئ وهم مني برآء.

[المعجم الصغیر۱:۲۰۳'نوادرالاصول۱:۴۳۹'اصل:۱۶۳]

''عائشہ! جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے' وہ بدعتی لوگ ہیں' جو اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں' اُن کا کوئی توبہ نہیں' میں اُن سے بری ہوں اور وہ مجھ سے۔''

دین میں بدعت قابل صد مذمت اور قابل صد نفرین عمل ہے' مجھے یہاں اس حدیث سے بحث کرنی ہے۔امام ہیثمی لکھتے ہیں کہ اسے طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا ہے اور اس کی سند میں بقیة ابن ولید اور مجالد بن سعید ہیں' جو دونوں ضعیف ہیں۔[مجمع الزوائد۱:۱۸۸]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی بقیة ہے جو مدلس تھا اور اس کی یہ روایت معنعن ہے لہٰذا نا قابل استدلال اور ضعیف ٹھہری۔بقیہ کے بارے میں امام ابومسہر کہتے ہیں:

احذرأحادیث بقیَّة و کُن منها علی تقیَّة فإنها غیر نقیَّة.[الکامل فی ضعفاء الرجال۲:۲۵۹]

''بقیہ کی روایات سے بچتے رہو اور ان کی روایات سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ اس کی روایات غیر ستھری ہوتی ہیں۔''

مجالد بن سعید قوی راوی نہیں۔آخری عمر میں اِختلاط کا شکار ہوئے تھے۔

[تقریب التہذیب:۵۴۹'ترجمہ:۶۴۷۸]

[۷۶۶]یاعباس!إن الله تعالی بدأ بي هذا الأمر و سیختمه بغلام من ولدك یملأها عدلاً کما مُلِئَتُ جوراً' وهو الذي یصلي بعیسی علیه السلام.

[تاریخ بغداد۴:۱۱۷' تہذیب تاریخ دمشق کبیر۷:۲۴۶'۲۴۷' التصریح بما تواتر فی نزول المسیح:۲۱۶]

''اے عباس! بے شک اللہ تعالیٰ نے اس دین کو میرے ذریعے ظاہر کیا اور اس کا خاتمہ تیرے ایک نوخیز بیٹے کے ہاتھوں ہوگا' وہ ظلم وستم کے بعد اسے عدل وانصاف سے بھر دے گا اور اسی کی اقتدا میں عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:اس کی سند میں احمد بن حجاج الصلت ہے' جو اِس روایت کی آفت ہے۔

خطیب بغدادی سے تعجب ہے کہ اس روایت کو نقل تو کر لیا لیکن اس کا ضعیف ہونا بیان نہ کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کا ضعیف ہونا ظاہر ہے۔[میزان الاعتدال ۱: ۸۹]

نیز اس کی سند میں محمد بن مخلد بھی ہے، جو امام مالک اور دیگر رُواۃ سے بواطیل کو روایت کرتا ہے۔
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۵۰۳، میزان الاعتدال ۴: ۳۲]

[۷۶۷] یاعثمان تقتل وأنت تقرأ سورة البقرة فتقع قطره من دمك على فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وتعبث يوم القيامة أميراً.[المستدرک ۳: ۱۰۳]

''عثمان! تم سورۃ البقرہ پڑھتے ہوئے قتل کیے جاؤ گے۔ تمہارے خون کا ایک قطرہ آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر گرے گا اور روز قیامت تمہیں امیر بنا کر اٹھایا جائے گا۔''

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: یہ خالص جھوٹ ہے جو احمد بن محمد جعفی کی کارستانی ہے۔
[تلخیص المستدرک ۳: ۱۰۳]

[۷۶۸] یا عِکراش هذاالوضوء مما غيرت النار.
[سنن ترمذی، کتاب الاطعمۃ [۲۶] باب ماجاء فی التسمیۃ فی الطعام [۴۱] حدیث: ۱۸۴۸]

''رسول اللہ ﷺ نے کھانا کھانے کے بعد اپنے ہاتھ دھو لیے اور ہتھیلیوں کی تری کو چہرہ انور پر مَل کر فرمایا: عِکراش! یہ اُن لوگوں کا وضوء ہے، جو آگ پر پکائی ہوئی چیز باوضوء ہونے کی حالت میں کھائیں۔''

امام ترمذی اس روایت کو غریب [ضعیف] کہتے ہیں۔[سنن ترمذی ۴: ۲۵۰]

اس کا راوی عبیداللہ بن عِکراش ہے جس کے بارے امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی حدیث ثابت نہیں ہوتی۔[التاریخ الکبیر ۵: ۳۹۴، ترجمہ: ۱۲۶۷]

[۷۶۹] یاعلي! إتخذ لك نعلين من حديد وأفنهما في العلم.

''علی! اپنے لیے لوہے کے جوتے بنواڈالو اور طلب علم میں انہیں فنا کرو۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ کا کلام نہیں ہے۔[مجموع الفتاویٰ ۱۸: ۱۷۵]

یہ روایت موضوع ہے۔[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۲۸۴، الاسرار المرفوعۃ: ۶۷۳، المصنوع: ۲۱۳، الفوائد المجموعۃ: ۲۸۵، تذکرۃ الموضوعات، محمد طاہر پٹنی: ۲۰]

حافظ ذہبی حافظ سیوطی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: علی رضی اللہ عنہ کے وصایا سب کے سب باطل ہیں

ماسوائے ایک کے جس کے الفاظ یہ ہیں: أنت مني بمنزلة هارون من موسى غير أنه لا نبي بعدي. [میزان الاعتدال ۳:۵۳۹،۴۵۳۹، اللآلی المصنوعۃ ۲:۳۷۴،۳۷۵، المصنوع ۴:۲۳۴]

[۷۷۰] ياعلي! إذا كنتَ صائماً في شهر رمضان فقل بعد إفطارك: أللهم لك صُمتُ، وعليك توكلتُ، وعلى رزقك أفطرتُ، يُكتبُ لك مثلُ مَن كان صائماً مِن غير أن ينقص من أجورهم شيء. [المطالب العالیۃ ۱:۲۹۰-۲۹۱، حدیث:۹۹۵]

''اے علی! تم جب رمضان میں روزہ رکھو تو اسے کھولنے کے بعد یہ دعاء پڑھو: أللهم لك صُمتُ، وعليك توكلتُ، وعلى رزقك أفطرتُ تمہارے لیے سارے روزہ داروں کے روزہ کے برابر اجر و ثواب لکھا جائے گا بغیر اس کے کہ اُن کے اجروں میں سے کوئی کٹوتی ہو۔''

– اس کا ایک راوی حماد بن عمرو نصیبی ہے جو متروک الحدیث، منکر الحدیث اور کذاب تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [میزان الاعتدال ۱:۵۹۸، ترجمہ:۲۲۶۲]

– ایک راوی سری بن خالد ہے، جو غیر معروف ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اُس کا نام لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور لکھا ہے کہ حماد بن عمرو نصیبی سے روایت لیتا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۴:۲۸۴، ترجمہ:۱۲۲۱]

[۷۷۱] ياعمار! مَن تَقَلَّدَ سيفاً أعان به علياً على عدوه قلده الله يوم القيامة وِشاحَين مِن دُرٍ، ومَن تقلد سيفاً أعان به عدو عليٍ قلده الله يوم القيامة وِشاحَين من نار.

[تاریخ بغداد ۱۳:۱۸۶-۱۸۷]

''عمار! جو کوئی علی [رضی اللہ عنہ] کی حمایت میں تلوار اٹھائے گا تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے سونے کے دو جڑاؤ پیٹیوں سے نوازیں گے اور جو علی [رضی اللہ عنہ] کے دشمنوں کی حمایت میں تلوار اٹھائے گا تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اسے آگ کی دو پیٹیاں دے گا۔''

اس کی سند میں معلیٰ بن عبدالرحمٰن ہے، جس کے متعلق امام عقیلی نے نقل کیا ہے کہ جب معلیٰ بن عبدالرحمٰن کا وقت قریب آ گیا تو اسے کہا گیا کہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو، اس پر وہ کہنے لگا مجھے امید ہے معافی مل جائے گی کیونکہ میں نے فضائل علی [رضی اللہ عنہ] میں ستر حدیثیں وضع کی ہیں۔

[الضعفاء الکبیر ۴:۲۱۵، میزان الاعتدال ۴:۱۴۹]

خطیب بغدادی اس راوی کے بارے میں اس زیر بحث کے بعد لکھتے ہیں: امام ابن المدینی نے فرمایا ہے: ضعیف الحدیث تھا۔ احادیث وضع کرتا تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا۔ [تاریخ بغداد ۱۳:۱۸۷]

امام جورقانی اورامام ابن جوزی فرماتے ہیں: اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔[الاباطیل ۱:۱۸۱، الموضوعات ۳:۱۱-۱۲]

[۷۷۲] یاعم! إن اللہ إبتدأالإسلام بي وسیختمه بغلام من ولدك، وهو الذي يتقدم عیسی بن مریم علیہ السلام.

[تاریخ بغداد ۳:۳۲۳، ۳۲۴، حلیۃ الاولیاء ۱:۳۱۵، تہذیب تاریخ دمشق کبیر ۷:۲۴۷، کنز العمال ۷:۱۸۸، التصریح بما تو فی نزول المسیح:۲۱۴]

”اے چچا عباس! اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے ہاتھوں شروع کیا اور اس کا خاتمہ تیرے ایک بیٹے کے ہاتھوں ہوگا جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے پہلے آئے گا۔“

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ:

– اس کی سند میں الاہزبن عبداللہ تیمی بغدادی ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: مجہول ہے اور منا کیر کی روایت کرتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۴۵۹]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: مجہول ہے اور ثقات سے منا کیر نقل کرتا ہے۔[میزان الاعتدال ۴:۳۵۶]

– اس کی سند میں محمد بن نوح بن سعید بن دینار المؤذن بھی ہے، جو اس کو اپنے باپ دادا کی سند سے نقل کرتا ہے۔حافظ ذہبی فرماتے ہیں: مجہول ہے اور اس کی یہ روایت جھوٹی ہے۔

[میزان الاعتدال ۴:۵۷]

[۷۷۳] یامحمد [صلی اللہ علیہ وسلم] لا أعذب بالنار من سمی بإسمك.

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو تیرے نام پر نام رکھے میں اُسے آگ سے عذاب نہیں دوں گا۔“

یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کا راوی احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط اپنے باپ داد سے ایک ایسے نسخہ کی روایت کرتا ہے جس میں از حد ”بلایا“ ہیں، اس کی کوئی بھی روایت قابل اِستدلال نہیں کیونکہ کذاب تھا۔[میزان الاعتدال ۱:۸۲، ۸۳، لسان المیزان ۱:۱۳۶]

حافظ ابوالعباس تقی الدین الحرانی فرماتے ہیں: محمد نام رکھنے کی فضیلت کے بارے میں جو روایات ہیں وہ سب کے سب موضوع ہیں۔[تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱:۱۷۴]

[۷۷۴] یامعاذ! إذا کان في الشتاء فغَلِّس بالفجر، وأطل القراءةَ قدرمایطیق الناس، ولا تُمِلَّهُم، وإذا کان الصیف فأسفربالفجر، فإن اللیل قصیرٌ، والناس ینامون، فأمهلهم

حتی یَدّارکوا. [شرح السنۃ۲:۱۹۹‘حدیث:۳۵۶]

’’معاذ! سردیوں میں فجر کی نماز سویرے تاریکی میں پڑھا کرو‘اورلوگ جتنا برداشت کریں اُتنی مقدار میں قراءت طویل پڑھواوراُن کو تنگ مت کرو۔گرمیوں میں چونکہ راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اورلوگ سوتے رہتے ہیں‘اِس لیے فجر کی نماز خوب روشنی ہونے پر پڑھو‘تا کہ سب لوگ نماز میں شریک ہوسکیں۔‘‘

یہ روایت شدید ضعیف ہے‘اس لیے کہ اس کا راوی جراح بن منہال (۱) متروک الحدیث ہے۔

[الضعفاء والمتروکین‘نسائی‘ترجمہ:۱۰۳‘دارقطنی‘ترجمہ:۱۵۰]

امام بخاری فرماتے ہیں: منکرالحدیث ہے۔[الضعفاء الصغیر‘ترجمہ:۵۱]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: بہت برا آدمی تھا۔شراب پیتا اوراحادیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔

[المجروحین۱:۲۵۹‘ترجمہ:۱۹۵]

امام برقی فرماتے ہیں: جھوٹ بولنے سے مُتَّہَم تھا۔[لسان میزان الاعتدال۲:۱۰۰]

اس بارے میں احناف کا محقق مذہب وہ ہے جسے امام طحاوی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

فالذي ينبغي الدُّخول في الفجرفي وقت التغليس‘والخروج منهافي وقت الإسفارعلى موافقة مارويناعن رسول الله ﷺ وأصحابه‘وهوقول أبي حنيفة وأبي يوسف‘ومحمد ابن الحسن رحمهم الله تعالى. [شرح معانی الآثار۱:۱۸۴]

’’مناسب یہ ہے کہ فجر کی نماز تاریکی میں شروع کی جائے اورخوب روشنی میں جا کر ختم کی جائے یہ نبی اکرم ﷺ اورآپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا‘اوریہی امام ابوحنیفہ‘امام ابویوسف اورامام محمد کا مذہب ہے۔‘‘

---

(۱) شرح السنۃ میں جراح بن منہال کے بجائے منہال بن جراح لکھا ہے‘اس بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

قال ابن الجوزی:قلَّبَ ابن اسحاق إسمه فسماه:المنهال بن الجراح‘ **قلتُ**: و كذا قَلَّبَه يوسف بن أسباط‘وقع كذلك في كتاب الطهارة من شرح السنة للبغوي. [لسان المیزان۲:۱۰۰‘ترجمہ:۴۰۴]

’’امام ابن الجوزی فرماتے ہیں: ابن اسحاق نے اس کے نام میں قلب کیا ہے اورجراح بن منہال کے بجائے منہال بن جراح لکھا ہے۔میں[ابن حجر] کہتا ہوں: اسی طرح یوسف بن اسباط بھی اس میں قلب کا شکار ہوئے ہیں‘جیسا کہ امام بغوی کی شرح السنۃ میں منہال بن جراح لکھا ہے۔

اور امام ابن ہمام لکھتے ہیں: روی الحسن عن أبي حنيفة في الفصل بين أذان الفجر والصلاة، قال: يؤذِّنُ ثم يمكث قدر عشرين آيةً ثم يُقيم، وهذا يقتضي أن يشرع وأطراف الغلس قائمة. [فتح القدیر ا:۲۲۶]

''امام حسن نے امام ابوحنیفہ سے صبح کی اذان اور نماز کے درمیانی وقفہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ صبح کی اذان اور صلوۃ کے مابین بقدر بیس آیت کے انتظار کے بعد جماعت شروع کی جائے، جو اس بات کا متقاضی ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے میں شروع کی جائے''۔

[۷۷۵] يا معاوية إذا كَتَبْتَ كتاباً فضع قلمت على أذنك فإنه أذكر لك.

[الفردوس، حدیث: ۱۰۸۸، الجامع الصغیر، حدیث: ۸۳۶، تہذیب تاریخ دمشق ۷:۵۲]

''معاویہ! تم جب خط لکھ چکو تو اپنے قلم کو اپنے کان کے اوپر رکھو، اس لیے کہ ایسا کرنا بہت یاد دلانے والا ہے''۔

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی ابراہیم بن زکریا واسطی ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: ثقات سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۴۱۲، ترجمہ: ۸۶]

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۱:۱۰۱]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: ثقات کے نام سے روایات وضع کرتا تھا۔ [المجروحین ۱:۱۱۴، ترجمہ: ۳۰]

-اس کا ایک اور راوی عثمان بن مقسم ہے، جو ضعیف اور لیس بشيئ **تھا۔** [التاریخ ۲:۳۹۶]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۱۰۰]

-اس کا ایک راوی عمرو بن ازہر ہے، جس کے بارے میں امام جوزجانی فرماتے ہیں: غیر ثقہ تھا۔ [احوال الرجال: ۱۰۸]

امام بخاری فرماتے ہیں: جھوٹ بولنے سے بدنام تھا۔ [التاریخ الکبیر ۶:۳۱۶]

امام احمد بن حنبل اسی راوی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [تاریخ بغداد ۱۲:۱۹۳]

-اس کا ایک راوی یونس بن عطا بن عثمان الصُّدائی ہے۔ [جیسا کہ المجروحین ۲:۴۹۴، ترجمہ: ۱۲۴۳، میزان الاعتدال ۴:۴۸۲، اور لسان المیزان ۶:۳۳۳] **میں ہے جو اسے حمید الطّویل سے نقل کرتا ہے لیکن**

اس یونس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: حمید الطّویل کی سند میں موضوع احادیث کو نقل کرتا ہے۔[المدخل إلی الصحیح ۱:۲۴۱' ترجمہ: ۲۳۳' لسان المیزان ۶:۳۳۳]

[۷۷۶] یاوائل حُجر: إذا صلیت فاجعل یدیك حذاء أُذُنیك' والمرأة ترفع یدیها حذاء ثدییها. [المعجم الکبیر ۲۲:۲۰' حدیث:۲۸]

''اے ابن حُجر! جب تم نماز پڑھو تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھوں کو چھاتی کے برابر اٹھائے''۔

[مجموعۃ رسائل مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ۲:۱۰۰' کتاب سبیل الرسول پر ایک نظر:۳۲۳' خواتین کا طریقہ نماز' مفتی عبدالرؤف سکھروی:۳۹]

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں؛ اس کی سند میں ام یحییٰ بنت حجر بن عبدالجبار راویہ ہے جسے میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد ۲:۱۰۳' ۹:۳۷۴]

عجیب بات ہے کہ یہ لوگ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے تو استدلال کرتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ اپنے استاذ حماد سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کے استاذ ابراہیم نخعی کے سامنے کسی نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجود میں جاتے ہوئے رفع الیدین کیا تھا تو ابراہیم نخعی نے فرمایا:

أعرابي' لایعرف شرائع الاسلام لم' یصل مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم إلا صلاةً واحدةً.

[جامع المسانید خوارزمی ۱:۳۵۸]

''وائل بن حجر ایک بدو تھے جو شرائع اسلام کو نہیں جانتے تھے اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ایک نماز پڑھی ہے۔''

[۷۷۷] یجیئ في آخر الزمان رجل یقال له محمد بن کرام' یحیی السنة والجماعة' هجرته من خراسان إلی بیت المقدس کهجرتي من مکة إلی المدینة.

''آخری زمانہ میں ایک آدمی پیدا ہوگا جس کا نام محمد بن کرام ہوگا جو اہل السنّت والجماعۃ کے مسلک کو زندہ کرے گا' وہ خراسان سے بیت المقدس کو ہجرت کرے گا جیسا کہ میں نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی ہے۔''

یہ روایت موضوع اور باطل ہے کیونکہ ایک تو اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں اور دوسرے اس

کی سند میں اسحاق بن محمشاد ہے جو بڑا کذاب وخبیث تھا اس نے قلت حیا کے سبب اسے وضع کیا ہے' وہ مذہب کرامیہ (۱) کے لیے احادیث وضع کرتا تھا' اسی نے محمد بن کرام کے فضائل ومناقب سے متعلق جھوٹی اور موضوع روایات پر مبنی ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

[الاباطیل ۱:۲۹۱' الموضوعات ۲:۵۰' میزان الاعتدال ۱:۲۰۰' لسان المیزان ۱:۳۷۵]

[۷۷۸] یدخُلُ فقراء المسلمین الجنة قبل الأنبیاء بأربعین خریفاً. [مسند احمد ۳:۳۲۴]

''مفلس مسلمان انبیاء سے چالیس خریف قبل جنت میں داخل ہوں گے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا دارومدار عمرو بن جابر ابوزرعۃ حضرمی پر ہے' جس کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ہالک تھا۔ ابن لہیعۃ کہتے ہیں: کم عقل تھا اور کہا کرتا تھا: علی رضی اللہ عنہ بادلوں میں ہیں۔ ہمارے پاس بیٹھا کرتا تھا اور جب بادل دیکھتا تو کہتا: علی رضی اللہ عنہ اس بادل میں گزر گئے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے منکر روایتیں نقل کی ہیں [زیر بحث روایت بھی اُن ہی کی سند سے ہے] اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ امام نَسائی فرماتے ہیں: ثقہ راوی نہیں ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۲۵۰]

نیز صحیح حدیث میں اَنبیاء کے بجائے اَغنیاء کا لفظ ہے۔ دیکھئے: سنن ترمذی' کتاب الزہد [۳۷] باب ماجاء ان فقراء المہاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائہم [۳۷] احادیث: ۲۳۵۳-۲۳۵۴۔

[۷۷۹] یُدعَی الناس یوم القیامة بأمهاتهم ستراً من اللّٰه عز و جل علیهم.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۵۵۸' ترجمہ: ۱۷۳]

''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ لوگوں کا پردہ رکھنے کے لیے اُن کی ماؤں کے نام سے انہیں پکاریں گے۔''

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کا راوی اسحاق بن ابراہیم طبری منکر الحدیث ہے اور یہ روایت

---

(۱) محمد بن کَرّام کے متبعین' جن کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جسمیت کے قائل تھے اور کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قرار کئے ہوئے ہے اور وہ جوہر ہے۔ مرجئہ کے عبادت گزاروں میں سے تھا۔ محمد بن کَرّام' کشَدّاد' إمام الکرامیة' القائلُ بأن معبوده مُستَقِرٌّ علی العرش' وأنه جوهرٌ.

[القاموس المحیط ۲:۱۵۱۹' مادۃ: کرم' التبصیر فی الدین: ۱۱۱' الفرق بین الفرق: ۲۱۵]

اسی سند کے ساتھ منکر المتن ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۵۵۸-۵۵۹]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: شدید منکر الحدیث ہے۔ ثقات سے موضوعات نقل کرتا ہے' اس کی روایت کا لکھنا جائز نہیں سوائے تعجب کے۔[المجروحین ۱:۱۴۸' ترجمہ:۶۲]

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اسحاق اس سے مُتَّہَم ہے۔

[الموضوعات ۳:۲۴۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ روایت منکر ہے۔

[میزان الاعتدال ۱:۱۷۷' ترجمہ:۷۱۹' لسان المیزان ۱:۳۴۴' ترجمہ:۱۰۶۹]

حافظ سیوطی ان اساطین علم حدیث کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **قلت:** له طريق آخر أخرجه الطبراني. [اللآلی المصنوعة ۲:۳۷۳]

''میں کہتا ہوں: یہ ایک اور سند سے بھی منقول ہے جس کی تخریج حافظ طبرانی نے کی ہے۔''

حافظ ابن عراق لکھتے ہیں: هو من طريق أبي حذيفة إسحاق بن بشر' وهو كذابٌ وضَّاعٌ' فلا يصلح شاهداً. [تنزیہ الشریعة المرفوعة ۲:۳۸۱' حدیث:۱۶]

''طبرانی کی روایت شاہد نہیں بن سکتی اس لیے کہ اس کا راوی ابو حذیفہ اسحاق بن بشر ہے جو کذاب اور وضاع تھا۔''

[۷۸۰] يسلم الرجال على النساء' ولا يُسلم النساء على الرجال.

[عمل الیوم واللیلة' ابن السنی :۱۲۳' حدیث:۲۴۴]

''نرینہ' زنانیوں کو سلام کریں گے لیکن زنانیاں مَردوں کو سلام نہیں کریں گی۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے' اس لیے کہ:

- اس کی سند میں مکحول ہے' جو مدلس تھا۔[میزان الاعتدال ۴:۱۷۷] اور اس کی یہ روایت معنعن ہے۔
- مکحول کے علاوہ اس کی باقی سند یوں ہے: سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی از بشر بن عون شامی از بکار بن غنم از مکحول۔

اسی سند کے متعلق امام ابن حبان اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اسی سند کے ساتھ تقریباً چھ صد احادیث کا ایک نسخہ منقول ہے جو سراسر موضوع ہے۔[المجروحین ۱:۲۱۶' ترجمہ:۱۳۵' میزان الاعتدال ۱:۳۲۱]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اسے ابونعیم نے عمل الیوم و اللیلة میں نقل کیا ہے لیکن اس کی سند واہی

[نہایت کمزور] ہے۔[فتح الباری۱۱:۳۴]

حافظ ابن حجر یہ بھی لکھتے ہیں: امام ابن بطال لکھتے ہیں: مردوں کا عورتوں کواور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا جائز ہے اس شرط پر کہ فتنہ میں پڑنے سے امن ہو۔ مالکیوں نے فحشاء کے سد باب کے طور پر بوڑھی اور جوان عورت کا قید لگایا ہے جب کہ کوفیوں کے نزدیک عورتوں کا مردوں کوسلام کرنا مشروع نہیں ہے۔ اگر ایک مجلس میں مرد وعورتیں مشترک موجود ہوں تو ان کوسلام کرنا جائز ہے اور آپس میں سلام کا تبادلہ بھی جائز ہے کیونکہ اس صورت میں فتنہ میں مبتلا ہوجانے کا خوف نہیں ہے۔[فتح الباری۱:۳۴-۳۵]

[۷۸۱]یشفع یوم القیامة ثلاثةٌ:الأنبیاء،ثم العلماء،ثم الشهداء.[سنن ابن ماجۃ' کتاب الزہد [۳۷] باب ذکر الشفاعۃ [۳۷] حدیث:۴۳۱۳' جامع بیان العلم وفضلہ۱:۱۶۰' حدیث:۱۵۲]

''قیامت کے روز تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے: پہلے انبیاء' پھر علماء اور پھر شہداء۔''

اس روایت کی سند شدید کمزور اور نا قابل استدلال ہے' اس کا راوی عنبسۃ بن عبدالرحمٰن القرشی ہے' جو متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے اور احادیث وضع کیا کرتا ہے۔

[میزان الاعتدال۳:۳۰۱]

[۷۸۲]یَعْفُور (۱) [گدھا]

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک گدھا تھا جس کا نام یَعْفُور تھا جو فروۃ بن عمرو نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سیاہ رنگ کا گدھا رسول اللہ ﷺ کو غزوہ خیبر میں ملا۔ اُس نے آپ ﷺ سے کلام کیا تو نبی ﷺ نے اُس سے نام کے بارے میں پوچھا' اُس نے کہا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا کیے جن پر صرف انبیاء کرام ہی سواری کرتے رہے' جن میں سے میں تنہا رہ گیا ہوں اور انبیاء میں سے آپ اکیلے رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے آپ کو اپنے اوپر سوار ہوجانے کے لیے کھڑا ہوں۔ آپ سے پہلے میں ایک یہودی کے پاس تھا لیکن میں نے اُسے اپنے اوپر سواری کرنے نہیں دیا' وہ مجھے بھوکا رکھتا اور میری پیٹھ پر لاٹھیاں برساتا رہتا تھا۔ نبی ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ میں نے تمہارا نام

---

(۱) اصل میں یَعْفُور ہرن کے بچے کو کہا جاتا ہے' یہ گدھا چونکہ نہایت تیز رفتار تھا اس لیے اُسے یہ نام دیا گیا۔

یعفور رکھا۔ یعفور! کیا تمہیں گدھیوں کا شوق ہے؟ اُس نے نفی میں جواب دیا رسول اللہ ﷺ اس گدھے پر سواری کرتے تھے اور جس آدمی سے آپ ملنا چاہتے' یعفور اُس کے گھر کے دروازے کو اپنے سر سے کھٹکھٹاتا' جب وہ شخص باہر نکل آتا تو اسے اشارہ کرتا کہ رسول اللہ ﷺ اُسے بھلا رہے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تو اس گدھے نے دل برداشتہ ہو کر ابوالہیثم بن تیہان کے کنوئیں میں خود کو گرا دیا اور کنواں اُس کا قبر بنا۔

امام ابن حبان یہ سارا قصہ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور اس کی اِسناد لیس بشیئ ہے۔ [المجروحین۲:۳۲۸' ترجمہ: محمد بن مَزید: ۱۰۱۴' فتح الباری ۶:۵۹]

[۷۸۳] یقول اللّٰہ عزَّوجَلَّ للعلماء یوم القیامۃِ إذا قعد علی کرسیہ لقضاء عبادہ: إنِّي لم أجعَلْ عِلمِي وحُکمي فیکم إلَّا وأنا أرِیدُ أن أغفِرَلکم علی ما کان فیکم ولاأُبالي. [المعجم الکبیر۲:۸۴' حدیث:۱۳۸۱]

''قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حساب کے لیے اپنی کرسی پر بیٹھ جائیں گے تو علماء سے فرمائیں گے: میں نے اپنے علم اور اپنی حکمت سے تمہیں اس لیے نوازا تھا کہ میں تمہیں معاف کروں' خواہ تمہارا عمل کچھ بھی ہو۔''

یہ روایت موضوع ہے' اس کا مرکزی راوی علاء بن مسلمۃ ابوسالم ہے' جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: عراقی محدثین سے مقلوبات اور ثقہ راویوں سے موضوعات نقل کرتا ہے' کسی بھی حالت میں قابل استدلال نہیں ہے۔ [المجروحین۲:۱۷۷' ترجمہ:۸۱۷]

امام ابوالفتح ازدی فرماتے ہیں: نہایت برا آدمی تھا' اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ کون سی روایت کہاں سے نقل کی' جو شخص اسے جانتا ہے اُس کے لیے اس سے روایت لینی جائز نہیں۔ علامہ محمد ابن طاہر مقدسی فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [تاریخ بغداد۱۲:۲۴۱' تہذیب الکمال۲۲:۵۴۰]

[۷۸۴] یکون في أمتي رجلٌ' إسمہ النعمان وکنیتہ أبوحنیفۃ' ھو سراج أمتي.

[جامع المسانید۱:۱۴' تاریخ بغداد۱۳:۳۳۵' مناقب موفق ۱:۱۰' ۱۱' تانیب الخطیب: ۳۰]

''میری امت مین نعمان نامی ایک شخص ہوگا اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی' وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔''

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن سعید بورقی اس کو نقل کرنے میں

منفرد ہے۔[تاریخ بغداد۱۳: ۳۳۵]

بورقی کے متعلق امام سلیمان بن جابر فرماتے ہیں: ۳۰۰ ہجری کے بعد احادیث وضع کرنے والوں میں سے ہے۔ علامہ حمزہ سہمی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے اس کی مکذوبہ روایات میں یہی روایت بطور مثال پیش کی ہے۔

[میزان الاعتدال۳: ۵۶۶، لسان المیزان ۵: ۱۷۸، ۱۷۹]

اس کی ایک اور سند میں مامون بن احمد السلمی ہے، جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ ظاہر میں کرامیہ کے مذہب پر تھا اور باطن کی حالت اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اور پھر اس کی یہ مکذوب روایت بطور مثال پیش کی ہے۔

[المجروحین۲: ۳۸۳-۳۸۴، ترجمہ: ۱۰۹۴]

امام حاکم فرماتے ہیں: ہرات کا باشندہ تھا۔ بڑا کذاب وخبیث تھا۔ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا تھا۔[المدخل إلى الصحيح۱: ۲۲۶، ترجمہ: ۲۰۶]

علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: دجال اور وضاع تھا۔ مشہور کذابین اور وضاعین میں سے تھا۔

[قانون الموضوعات: ۲۸۷]

اس کی ایک اور سند میں احمد بن عبداللہ جویباری ہے، جس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: کذاب تھا۔[المدخل إلى الصحيح ۱: ۲۲۶، بذیل ترجمہ: ۲۰۶]

مزید فرماتے ہیں: خبیث وکذاب تھا۔ فضائل اعمال میں اس نے کئی ایسی روایات وضع کی ہیں جن کا لکھنا اور بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔[المدخل إلى الصحيح۱: ۲۲۶، ترجمہ: ۲۰۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: دجالوں میں سے ایک دجال اور کذاب تھا۔

[المجروحین۱: ۱۵۴، ترجمہ: ۲۹]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: جھوٹ بولنے میں ضرب المثل تھا۔[میزان الاعتدال۱: ۲۸۳]

امام جورقانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع اور باطل ہے۔[الاباطیل ۱: ۲۸۳]

[۷۸۵]يكون في هذه الأمة رجل يقال له الوليد، هو أشد على هذه الأمة من فرعون على قومه.

''میری امت میں ایک آدمی ولید نام کا ہوگا جو فرعون سے بڑھ کر اس امت پر تشدد کرنے والا

ہوگا۔"

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ باطل ہے۔ یہ نہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اور نہ کسی صحابی کا۔

[المجروحین ۱:۱۳۳، ترجمہ:۴۳]

اس کا راوی اسماعیل بن عیاش ہے جو ثقہ تو تھا لیکن آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوگیا تھا۔ لاعلمی میں غیر صحیح روایات کو بیان کرنے لگا، اسی وجہ سے وہ چھوڑ دینے کا مستحق ٹھہرا۔

[الموضوعات ۲:۴۶، نہایۃ الاغتباط:۵۶]

[۷۸۶]يلتقي الخضر و إلياس كل عامٍ في الموسم فيحلق كل واحد منهما رأس صاحبه . [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۵:۱۵۵]

"خضر والیاس علیہما السلام ہر سال حج کے موسم میں ملاقات کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کے سر صاف چٹ کر کے ایک دوسرے سے رخصت ہو جاتے ہیں۔"

– اس کی سند میں الحسن بن رزین ہے جس کے بارے میں امام عقیلی، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: مجہول الروایۃ ہے۔

[الضعفاء الکبیر ۱:۲۲۴، ۲۲۵، میزان الاعتدال ۱:۴۹۰، لسان المیزان ۲:۲۰۵، ۲۰۶]

– حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۱۷۵، ترجمہ:۹۲[۴۶۲]

– یہ سند معنعن ہے جب کہ اس کا مرکزی راوی ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز ہے، جو بدترین اور قبیح ترین تدلیس کا شکار تھا اور مجروح رُواۃ سے تدلیس کیا کرتا تھا۔ [تعریف اہل التقدیس:۹۵]

– حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: وہ احادیث جن میں سیدنا خضر علیہ السلام کی حیات کا ذکر پایا جاتا ہے سارے کے سارے جھوٹ ہیں اور اُن کی حیات میں کوئی ایک بھی روایت صحیح نہیں۔

[المنار المنیف:۶۷]

[۷۸۷]يُنادي مُنادٍ يوم القيامة: غُضُّوا أبصاركم حتى تمر فاطمة بن محمد النبي ﷺ.

[تاریخ بغداد ۸:۱۴۲]

"قیامت کے روز اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا کہ آنکھیں بند کرو، تا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گزر جائے۔"

یہ روایت اس لیے نا قابل اعتبار و نا قابل اعتماد ہے کہ اس کا ایک راوی جارٌ لحماد بن سلمة [حماد بن سلمۃ کا ہمسایہ] ہے، جس کا نام سند میں نہیں لیا گیا ہے۔ اب یہ کیسے معلوم ہو کہ ثقہ راوی تھا یا غیر ثقہ؟ محدثین ایسی روایت پر اعتماد نہیں کرتے۔

[۷۸۸]یُوزَنُ مداد العلماء یوم القیامة بدم الشهداء فیرجح مِدادهم علی دمائهم أضعافاً مضاعفةً.

[ادب الاملاء والاستملاء:۱۶۳، جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۷۴، الفردوس، حدیث:۸۸۳۹]

''قیامت کے روز علماء کی روشنائی کو شہداء کے خون کے ساتھ تولا جائے گا، تو علماء کی روشنائی شہداء کے خون پر کئی گُنا وزنی ہو جائے گی۔''

حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر اور امام مناوی فرماتے ہیں: یہ متن موضوع ہے۔

[میزان الاعتدال ۳:۵۱۷، لسان المیزان ۵:۱۲۵، فیض القدیر ۶:۴۶۶]

– امام ابن عبدالبر کی پیش کردہ روایت میں اسماعیل بن زیاد ہے جو موصل کا قاضی اور متروک راوی تھا۔ محدثین نے انہیں جھوٹا کہا ہے۔ [تقریب التہذیب:۱۴۶، ترجمہ:۴۴۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: دجال تھا۔ حدیث کی کتابوں میں اس کا تذکرہ اس پر رد کیے بغیر جائز نہیں۔ [المجروحین ۱:۱۳۸، ترجمہ:۵۰]

– سمعانی اور دیلمی کی پیش کردہ روایت کے اکثر راویوں کا کتب اسماء رجال میں کوئی اتا پتا نہیں۔

– اس قسم کی ایک اور روایت کے بارے میں امام ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں ہارون بن عنترہ ہے جو منکر روایات کو روایت کرتا ہے، نیز اسی سند میں یعقوب قمی بھی ہے جو ضعیف تھا۔

[العلل المتناہیۃ ۱:۷۲]

[۷۸۹] یوقف عبدان بین یدي الله، فیأمر بهما إلی الجنة، فیقولان: ربنا بما نستأهل الجنة ولم نعمل عملاً تجازینا؟ فیقول لهما: عَبْدَيَّ أدخلا الجنه، فإني آلیت علی نفسي أن لا یدخل النار من إسمه محمد ولا أحمد. [الموضوعات ۱:۱۵۷]

''دو بندے اللہ کے سامنے لا کر کھڑے کر دیے جائیں گے، اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ انہیں جنت لے جایا جائے، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کے بدلے ہمیں جنت کا مستحق بنایا جا رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندو جنت چلے جاؤ

کیونکہ میں نے اپنی ذات کی قسم اٹھائی ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا وہ کبھی جہنم نہیں جائے گا۔‘‘
حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: اس روایت کی کوئی اصل نہیں کیونکہ اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ ابن تمیم ہے، جس سے احتجاج و استدلال درست نہیں۔ [الموضوعات ۱: ۱۵۷]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: حدیث اس کا فن نہیں۔ روایات میں قلب [ہیر پھیر] کیا کرتا تھا اگر چہ بذات خود نیک آدمی تھا۔ [المجروحین ۱: ۳۷۳، ترجمہ: ۴۹۰]
حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: هذا مُناقِضٌ لما هو معلومٌ من دينه ﷺ: أنَّ النارَ لا يُجارُ منها بالأسماء و الألقاب، و إنما النجاة منها بالإيمان و الأعمال الصالحة. [المنار المنیف: ۵۷]
’’یہ روایت دین محمدی ﷺ کے صریح مناقض و مخالف ہے کیونکہ عذاب سے نجات ناموں اور القاب کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد پر ہوتا ہے۔‘‘
حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور ہرگز رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں۔
[المنار المنیف: ۶۱، الاسرار المرفوعہ: ۴۱۵]

[۷۹۰] يوم صومكم يوم نحركم.
’’تمہارے روزے کا دن تمہارے عید قربان کا دن ہوگا۔‘‘
حافظ سخاوی، علامہ ابن الدیبع، حافظ سیوطی، ملا علی قاری اور علامہ عجلونی فرماتے ہیں: یہ روایت جھوٹی اور بے اصل ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۴۵۷، تمییز الطیب من الخبیث: ۲۲۳، الاسرار المرفوعۃ: ۳۸۰، المصنوع: ۲۱۹، الدرر المنتثرۃ حدیث: ۴۶۳، کشف الخفاء ۲: ۵۴۰]

[۷۹۱] يوم كلَّمَ اللّٰه موسى كان عليه جُبَّةُ صُوفٍ، و كساء صوفٍ، و كُمَّةُ صُوفٍ.
[سنن ترمذی، کتاب اللباس [۲۵] باب ماجاء فی لبس الصوف [۱۰] حدیث: ۱۷۳۴، المستدرک ۱: ۲۸، ۲: ۳۷۹]
’’جس دن اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف بخشا اُس روز آپ علیہ السلام صوف کا جُبَّہ پہنے ہوئے تھے، اُن کی چھوٹی ٹوپی صوف کی تھی، اور آپ کی اِزار بھی صوف ہی کی تھی۔‘‘
امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، اس کا راوی حمید اعرج ابن علی کوفی ہے، میں نے جس کے بارے میں امام بخاری سے سنا ہے کہ منکر الحدیث تھا۔
[سنن ترمذی ۴: ۱۹۷]
اس روایت کی دوسری کمزوری یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن حارث زُبیدی

نجرانی کی سماع ثابت نہیں۔[تاریخ الدوری۲:۳۰۰]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: سیدنا ابن مسعودؓ کی سند سے ایک نسخہ کی روایت کی روایت کرتا ہے جو سراسر موضوع ہے، جس روایت میں یہ منفرد ہو وہ نا قابل استدلال ہوتی ہے، پھر زیر بحث روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔[المجروحین۱:۳۱۹، ترجمہ:۲۶۶]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: حمید بن علی [عطاء/ ابن عبداللہ/ ابن عبید] ملائی اعرج کوفی منکر الحدیث تھا۔ حدیث کے باب میں قوی نہیں تھا اور پھر زیر بحث روایت مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال۳:۴۷]

علامہ مقدسی لکھتے ہیں: اس کی سند میں حمید بن عطاء الاعرج ہے جو منکر الحدیث تھا۔

[معرفۃ التذکرۃ:۲۵۸، حدیث:۱۰۲۸]

امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: حمید یہاں ابن قیس الاعرج نہیں، جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔[المستدرک۱:۲۸]

حافظ ذہبی اس موقع پر خاموش رہے ہیں، لیکن جب انہوں نے المستدرک۲:۳۷۹ میں بھی یہی بات لکھی تو حافظ ذہبی نے اُس پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھا: وإنما غَرَّهُ أنَّ في الإسناد حميد بن قيس، كذا، وهو خطأٌ، إنما هو حميد الأعرج الكوفي ابن علي أو ابن عمار، أحد المتروكين، فظنه المكي الصادق. [تلخیص المستدرک۲:۳۷۹]

''امام حاکم تسامح کا شکار ہوئے، اُن کا خیال ہے کہ یہ راوی حمید بن قیس ہیں جو ثقہ تھے، لیکن اس کا راوی حمید اعرج کوفی ابن علی [ابن عمار] کوفی ہے، جو متروک تھا اور اُنہوں نے غلطی سے اسے مکی تصور کیا جو صادق تھے۔''

[۷۹۲]يومٌ من إمام عادلٍ أفضل من عبادةِ سِتِّينَ سَنَةٍ.

[المعجم الکبیر۱۱:۲۶۷، حدیث:۱۱۹۳۲، المعجم الأوسط ۳:۳۳۴، حدیث:۴۷۶۵، نصب الرایۃ۴:۶۷ حدیث:۶۵۱۳]

''عادل حاکم کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

یہ روایت ضعیف ہے۔ معجم کبیر کی سند میں تین راوی [سعید ابو غیلان شیبانی، عفان بن جبیر الطائی اور ابو حریز ازدی] غیر معروف ہیں۔

اور معجم اوسط کی سند میں عبد الرحمٰن بن حسین الصابونی کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کیسے ہیں' ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟

اس کتاب کی پہلی اشاعت کی تیاری ۲۶ جمادی الثانیۃ ۱۴۳۲ھ = ۲۹ مئی ۲۰۱۱ء کو ہوئی جب کہ دوسری اشاعت کی تیاری ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ = ۱۱- اگست ۲۰۱۲ء کو ہوئی۔

میں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے احادیث وافعال سے جھوٹی' ضعیف' منکر' بے بنیاد اور بے اصل واَساس روایات کی نفی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔

میری اس محنت میں اگر کوئی خوبی ہے تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہے جس کا میں شکر ادا کرتا ہوں اور اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو میرے نفس اور شیطان کی طرف سے ہے' جس کی میں مغفرت طلب کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ میری اس عاجزانہ خدمت کو اپنے دربار میں قبول ومنظور فرمائے اور اسے میرے لیے' میرے والدین' اساتذہ' تلامذہ اور میرے اَحباب کے لیے اجرِ آخرت کا ذریعہ بنا دے۔ أللھم آمین.

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف

عفا اللہ عنہ' و غفر ذنوبہ' وستر عیوبہ

۲۸- رجب ۱۴۳۴ھ = ۶- جون ۲۰۱۳ء

علمی فہارس

فہرس آیات

فہرس احادیث وآثار صحیحہ

–ماء زمزم لما شرب له:۴۹
–مَن حَدَّثَ عَنِّي بحديثٍ يُرَى أنه كذبٌ فهوأحدالكاذِبين:۱۱
–مَن دفنتم اليوم هاهنا:۵۰۱
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار:۱۲،۹۸،۱۰۱
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ]:۱۲
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ]:۱۳
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ]:۱۴
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ]:۱۴
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ]:۱۴
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ]:۱۵
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ]:۱۵
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ]:۱۵
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ]:۱۵
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا سعید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ]:۱۵
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ]:۱۵
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ]:۱۶
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما]:۱۶
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما]:۱۶
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداًفليتبوأمقعده من النار. [سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما]:۱۶
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداًفليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ]:۱۷
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداًفليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ]:۱۷
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداًفليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ]:۱۷
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداًفليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ]:۱۷
–مَن كذبَ عَلَيَّ متعمداًفليتبوأ مقعده من النار. [سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ]:۱۷

فہرس احادیث وآثار ضعیفہ وموضوعہ ۞

۞ دائیں جانب حدیث کا مسلسل نمبر ہے جب کہ بائیں جانب صفحہ نمبر ہے۔

–٦٨٢:مَن قاد مكفوفاً أربعين خطوةً غفرله مامضى من ذنوبه:٦٦٣
–٦٨٣:مَن قاد مكفوفاً أربعين ذراعاً أدخله اللّٰه الجنة:٦٦٤
–٦٨٤:مَن قال:جزى اللّٰه محمداً عنا ما هوأهله'أتعب سبعين كاتباً ألف:٦٦٤
–٦٨٥:مَن قال:سبحان اللّٰه وبحمده غرس اللّٰه له ألف نخلة في الجنة أصلها:٦٦٥
–٦٨٦:مَن قال في ديننا برأيه فاقتلوه:٦٦٥
–٦٨٧:مَن قال في كل يوم مائة مرةً:لاإله إلّاااللّٰه الحق المبينُ'كان له أماناًمن :٦٦٥
–مَن قال:لاإله إلّاااللّٰه خلق اللّٰه من تلك الكلمة طائراًله سبعون الف لسان:٦١
–٦٨٨:مَن قال:لاإله إلّاااللّٰه غفر له ذنوب خمسين سنة'قيل:يارسول اللّٰه من لم:٦٦٦
–٦٨٩: مَن قال:لاإله إلّاااللّٰه من قلبه خالصاً'ومَدَّهابالتعظيم كَفَّرَاللّٰه عنه أربعة:٦٦٦
–٦٩٠:مَن قال:لاإله إلّاااللّٰه وحده لاشريك له'أحداًصمداً'لم يلد ولم يولد ولم:٦٦٧
–٦٩١:مَن قالَ للمدينةِ يَثْرِبَ فليقل:أستغفراللّٰه ثلاثاً'هي طَيْبَةٌ'هي طَيْبَةٌ'هي طَيْبَةٌ:٦٦٧
–٦٩٢:مَن قام ليلتي العيدين محتسباً للّٰه لم يمت قلبه يوم تموت القلوب:٦٦٩
–٦٩٣:مَن قرأ حٰمٓ الدُّخان في ليلةٍ أصبح يستغرله سبعون الف ملكٍ:٦٦٩
–٦٩٤:مَن قرأ حٰمٓ التي يُذكر فيها الدُّخان في ليلة الجمعة أصبح مغفوراً له:٦٧٠
–٦٩٥:مَن قرأ خلف الإمام فلا صلاة له:٦٧٠
–٦٩٦: مَن قرأ خلف الإمام مُلِئَ فوه ناراً:٦٧٠'٥٦
–٦٩٧:مَن قرأخلف الإمام لم يصب الفطرة:٦٧١
–٦٩٨:مَن قرأ سورة العنكبوت وسورة الروم في ليلة الثلاثة والعشرين:٦٧١
–٦٩٩:مَن قرأفي الفجر:اَلَمْ نَشْرَحْ واَلَمْ تَرَ كَيْفَ'لم يرمد:٦٧١
–٧٠٠:مَن قرأ القرآن وتلاهُ وحفظه أدخله اللّٰه الجنة وشَفَّعَه في عشرة من:٦٧١
–٧٠١:مَن قرأَ الواقعة في كل ليلةٍ لم تصبه فاقةٌ أبداً:٦٧٢
–مَن قرأَ الواقعة في كل ليلةٍ لم تصبه فاقةٌ أبداً'قال:وقد أمرتُ بناتي أن يقرأنها:٦٧٢
– مَن قرأَكل ليلةٍ:اِذَاوَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لم يصبه فقرٌ أبداً'ومن قرأكل ليلةٍ:٦٧٣
–٧٠٢: مَن قرأ يٰسٓ أصبح مغفوراً له:٦٧٤

فہرسِ اصطلاحات

فہرس اَعلام

[جن کے مختصر تراجم [حالات زندگی] اس مجموعہ میں لکھے گئے ۔]

عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی، از علی بن جعد، از قاضی ابو یوسف، از حصین از شعبی:

عامر بن شراحیل

[ولادت: ١٩ھ=٦۴٠ھ، وفات: ١٠٣ھ=٧٢١ء]

فرماتے ہیں:

مَا كُذِبَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَا كُذِبَ عَلٰى عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ٢: ۴۵١، ترجمہ: حارث بن عبداللہ اعور، تذکرۃ الحفاظ ١: ٨٢، ترجمہ: علامۃ التابعین: شعبی [٧٦] سیر اعلام النبلاء ۴: ١۵۴، ترجمہ: حارث اعور [۵۴]، ۴: ٣٠٧، ترجمہ: شعبی [١١٣]

''اس امت میں جتنا جھوٹ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر بولا گیا اُتنا جھوٹ کسی اور پر نہیں بولا گیا۔''

فہرس رُواۃ

[جن کی جرح یا تعدیل کی گئی]

غیبت گناہِ کبیرہ ہے اور قرآن عزیز نے اس سے سختی کے ساتھ روکا ہے:

و لا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا. [سورۃ الحجرات ۴۹:۱۲]

''اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔''

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''بعض خوش فہم کسی کی برائی کے ذکر کی ہر صورت کو غیبت قرار دیتے ہیں' ان کے نزدیک محدثین کا راویوں پر جرح کرنا کسی کے خلاف عدالت میں گواہی دینا کسی کے منکر پر نکیر کرنا' کسی کے خلاف تھانے میں رپٹ لکھوانا' کسی کے باب میں کسی مشورہ چاہنے والے کو اس کے کسی واقعی عیب سے آگاہ کرنا اور اس قبیل کی ساری ہی باتیں ہیں تو داخل غیبت لیکن یہ غیبتیں حکمتِ عملی کے تحت جائز کردی گئی ہیں۔ پھر وہ یہیں سے اپنے لیے ایک شرعی اصول یہ نکال لیتے ہیں کہ شریعت کی تمام حرمتیں ابدی نہیں ہیں اس وجہ سے انہیں بھی یہ حق حاصل ہے کہ ان کی حکمتِ عملی کسی حرام کو مباح کرنے کی اگر مقتضی ہو تو اس کو وہ جائز قرار دے سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دین کے خلاف ایک نہایت شدید قسم کا فتنہ ہے جس سے بہت سے نئے فتنوں کے دروازے کھل سکتے ہیں۔'' [تدبر قرآن ۷: ۵۱۰-۵۱۱]

فہرس مصادر و مراجع

[اس کتاب کے علمی منابع]

– آثار السنن، نیموی، مکتبہ امدادیہ ملتان، بدون تاریخ
– الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، عبدالحی لکھنوی، تحقیق: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، دار القرآن والسنۃ، ہوسئ، مردان، پاکستان ۱۴۳۱ھ = ۲۰۱۰ء
– ابوداود: حیاتہ وسننہ، لطفی الصباغ، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، بدون تاریخ
– اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین، مرتضیٰ زَبیدی، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۴
– اجوبۃ ابی زرعۃ الرازی علی اسئلۃ البرزعی، عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید رازی ابو زرعۃ، تحقیق: ڈاکٹر سعدی ہاشمی، الجامعۃ الاسلامیۃ، مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ = ۱۹۸۲ء
– اَحسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ طبع نہم، نومبر ۲۰۰۴ء
– اَحسن الفتاویٰ، مفتی رشید احمد لدھیانوی، ایچ ایم سعید اینڈ سنز، کراچی
– احوال الرجال، ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب، جوزجانی، المکتبۃ الاثریۃ، سانگلہ ہل، بدون تاریخ
– اِحیاء علوم الدین، محمد بن محمد بن محمد غزالی، دار المعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
– اخبار اصبہان، ابونعیم اصبہانی، لیڈن، مطبعۃ بریل، ۱۹۳۱ء
– اختصار علوم الحدیث، ابن کثیر: ابوالفداء اسماعیل، جمعیۃ التراث الاسلامی، کویت، ۱۴۱۴ھ = ۱۹۹۴ء
– اختلاف الحدیث: محمد بن ادریس شافعی، علی ہامش کتاب الام، تحقیق: محمود مطرجی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۹۳ء
– ادب الاملاء والاستملاء، عبدالکریم سمعانی، دار الباز مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۱ھ = ۱۹۸۱ء
– اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، طبع اول: ۱۳۹۱ھ = ۱۹۷۱ء
– ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، قسطلانی، دار المعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
– ارشاد طلاب الحقائق الیٰ معرفۃ سنن خیر الخلائق، ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی، مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ تحقیق: عبدالباری فتح اللہ السّلفی، طبع اول: ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۷ء
– ارشاد العقل السلیم الیٰ مزایا القرآن الکریم = تفسیر ابوسعود، قاضی ابوسعود محمد بن محمد العمادی، دار احیاء التراث

العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴ء
–اُسْدُ الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ' ابن الاثیر' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء
–اَسنَی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب' حوت بیروتی: سید محمد بن درویش' مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر
–اصولِ تحقیق' ڈاکٹر سعید اللہ قاضی' این' بی' پرنٹرز' پشاور ۱۹۹۲ء
–اصول السنۃ لرد البدعۃ' محمد طاہر' پنج پیر' مرکزی جماعۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ' پنج پیر' بدون تاریخ
–اصول الشاشی' محمد نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی سمرقندی' فاروقی کتب خانہ ملتان
–اِعراب القرآن' ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل ابن النحاس' تحقیق: ڈاکٹر زہیر غازی زاہد' عالم الکتب' بیروت'
۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵ء
–اَعلام العراق' محمد بہجۃ الاثری' مصطفیٰ البابی الحلبی' مصر' ۱۳۴۵ھ
–اَعلام الموقعین عن رب العالمین' ابن قیم' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۲۵ھ=۲۰۰۴ء
–اِقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم' حافظ ابن تیمیہ' تحقیق: ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل
دار العاصمۃ للنشر والتوزیع' سعودی عرب' ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۸ء
–اکابر علمائے دیوبند' محمد اکبر شاہ بخاری' ادارہ اسلامیات' لاہور' ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء
–اِکمالُ المعلم بفوائد مسلم' قاضی عیاض' دار الوفاء' المنصورۃ' ۱۴۱۰ھ=۱۹۹۸ء
–اِمداد الاحکام' مولانا ظفر احمد عثمانی' مکتبہ دار العلوم کراچی' ۱۴۳۰ھ=۲۰۰۹ء
–انتظار مہدی و مسیح' فنِ رجال کی روشنی میں' تمنا عمادی' الرحمٰن پبلشنگ کمپنی' کراچی
–انکار حدیث سے انکار قرآن تک' عبدالسلام رستمی' جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ علی منہاج السلف الصالحین'
زریاب کالونی' سعید آباد' پشاور' بدون تاریخ
–ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون' اسماعیل باشا ابن محمد امین البابانی البغدادی' المکتب الاسلامی
استانبول ۱۳۶۴ھ=۱۹۴۵ء
–الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاھیر' جورقانی' ادارۃ البحوث الاسلامیۃ' بنارس' ہند ۱۴۰۳ھ=۱۹۸۳ء
–الإتقان في علوم القرآن' سیوطی' مصطفیٰ البابی الحلبی مصر' ۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸ء
–الإجابة فیما استدرکته عائشة علی الصحابة' بدر الدین محمد بن بہادر زرکشی' المطبعۃ الہاشمیۃ بدمشق
۱۳۵۸ھ=۱۹۳۹ء
–الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الکاملة' عبدالحی لکھنوی' مکتب المطبوعات الاسلامیۃ' قاہرہ ۱۴۰۴ھ
=۱۹۸۴ء

—الاحسان في تقریب صحیح ابن حبان، ابن بلبان فارسی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء
—الإحکام فی أصول الأحکام، علی بن حزم، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
—الادب المفرد، امام بخاری: محمد بن اسماعیل، تحقیق: محمد ناصرالدین البانی، دارالصدیق، الجبیل، مکۃ المکرّمۃ ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء
—الاذکار من کلام سیدالابرار، نووی، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۱۷ھ=۱۹۹۷ء
—الإرشاد في معرفۃ علماء الحدیث، خلیلی: حافظ ابویعلیٰ خلیل بن عبداللہ خلیلی قزوینی، تحقیق: ڈاکٹر محمد سعید بن عمر ادریس، مکتبۃ الرشد، ریاض، بدون تاریخ
—الأسامي والکنیٰ، ابواحمد حاکم، تحقیق: یوسف بن محمد الدخیل، دارالغرباء الاثریۃ، مدینہ منورہ، ۱۹۹۴ء
—الإستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار، ابن عبدالبرقرطبی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء
—الإستیعاب في معرفۃ الاصحاب، ابن عبدالبرقرطبی، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۲۸ھ
—الأسرار المرفوعۃ في الأخبار الموضوعۃ، ملا علی قاری، تحقیق: محمد الصباغ، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۶ھ=۱۹۰۶ء
—الأسماء والصفات، بیہقی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت
—الإشارۃ إلی مذهب أهل الحق، ابواسحاق شیرازی، تحقیق: ڈاکٹر محمد الزبیدی، دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء
—الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ابن حجر عسقلانی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، بدون تاریخ
—الإعتصام، شاطبی: ابراہیم بن موسیٰ غرناطی، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء
—الأعلام، خیرالدین زِرِکلی، دارالعلم للملایین، بیروت ۱۹۷۴ء
—الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ، سخاوی، المکتبۃ الاثریۃ، لاہور، بدون تاریخ
—الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء، ابن عبدالبر، المکتبۃ الغفوریۃ العاصمیۃ، کراچی
—الانساب، عبدالکریم بن محمد سمعانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
—الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل، مجیرالدین حنبلی، دارالمعرفۃ مصر، ۱۲۸۳ھ
—بحوثٌ في تاریخ السنۃ المشرفۃ، ڈاکٹر اکرم عمری، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع چہارم، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴ء
—بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، سیوطی، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، بدون تاریخ
—بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ابوبکر کاسانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

—بداية المجتهد ونهاية المقتصد، قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۶ھ=۱۹۹۶ء

—بذل الماعون فی فضل الطاعون، حافظ ابن حجر عسقلانی، تحقیق: احمد عصام عبدالقادر الکاتب، دارالعاصمۃ، الریاض ۱۴۱۱ھ

—بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام، حافظ ابن حجر عسقلانی، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت، ۱۴۱۳ھ=۱۲۹۲ء

—بہشتی زیور، اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، بدون تاریخ

—بوادر النوادر، مولانا اشرف علی تھانوی، ادارۂ اسلامیات، لاہور

—بیس بڑے مسلمان، عبدالرشید ارشد، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، مئی ۱۹۹۹ء

—الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، احمد محمد شاکر، جمعیۃ التراث الاسلامی، کویت، ۱۴۱۴ھ= ۱۹۹۴ء

—البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ابونُجیم شیخ زین الدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

—البحر الزخار المعروف بمسند البزار، تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ ۱۴۰۹ھ

—البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، بدون تاریخ

—البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن التاسع، محمد بن علی شوکانی، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۴۸ھ

—البرہان فی علوم القرآن، بدرالدین زرکشی، دارالمعرفۃ بیروت، بدون تاریخ

—البلاغ، دارالعلوم کراچی کا مفتی اعظم نمبر

—البلاغ المبین، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی

—تاج العروس من جواہر القاموس، محمد مرتضی زَبیدی، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت، بدون تاریخ

—تاج التراجم، زین الدیم قاسم بن قطلو بغا، تحقیق: محمد خیر رمضان، دارالقلم دمشق، ۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲ء

—تاریخ ابن خلدون، المکتبۃ العلمیۃ، دمام، بدون تاریخ

—تاریخ اہل حدیث، محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، دسمبر ۲۰۰۰ء

—تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، دارالکتب العربیۃ، بیروت، بدون تاریخ

—تاریخ مدینۃ دمشق، ابن عساکر علی بن حسن بن ہبۃ اللہ، تحقیق: محبّ الدین ابوسعید، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

—تاریخ مکہ = اخبار مکۃ، ابوالولید محمد بن عبداللہ بن احمد الازرقی، دارالاندلس، بیروت، ۱۴۰۳ء=۱۹۸۳ء

—تاریخ الثقات، عجلی: احمد بن عبداللہ بن صالح، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی، دارالباز، مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۵ھ= ۱۹۸۴ء

– تاریخ الطبری، محمد بن جریر، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، بدون تاریخ
– تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالاندلس، ابوالولید عبداللہ بن محمد ازدی ابن الفرضی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء
– تاریخ المدینۃ المنورۃ، ابوزید عمر بن شبہ نمیری بصری، تحقیق: فہیم محمد شلتوت، بدون اسم الطابع والتاریخ
– تبیین کذب المفتری فی مانُسِبَ الی الامام ابی الحسن الاشعری، ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابن عساکر دمشقی دارالفکر، دمشق، ۱۳۹۹ھ
–تَبْيِيْنُ الْعَجَبْ بِمَا وَرَدَ فِيْ فَضْلِ رَجَبْ، ابن حجر عسقلانی، تحقیق: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، دارالقرآن والسنۃ، ہوسئ، مردان، پاکستان، ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء
– تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص، سیوطی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۴ھ = ۱۹۸۴ء
– تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر، سعید احمد پالن پوری، مکتبہ اشرفیہ لاہور، بدون تاریخ
– تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین من کلام سید المرسلین، قاضی شوکانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
– تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، فاران فاونڈیشن لاہور، ۱۴۲۱ھ = ۲۰۰۰ء
– تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، سیوطی، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۹ء
– تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بدون تاریخ
– تذکرہ علمائے ہند، رحمٰن علی، ترجمہ: محمد ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، ۱۹۶۱ء
– تذکرۃ الموضوعات، محمد طاہر پٹنی، ہندی، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۵ء
– تزکیہ نفس، امین احسن اصلاحی، فاران فاونڈیشن، لاہور، اپریل ۲۰۱۱ء
– تسکین الصدور فی تحقیق اَحوال الموتی فی البرزخ والقبور، مولانا محمد سرفراز خان صفدر ادارۂ نشر واشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، طبع دوم: ۱۳۹۹ھ = ۱۹۷۹ء
– تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ، ابن حجر عسقلانی، دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت ۱۴۱۶ھ = ۱۹۹۶ء
– تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس، ابن حجر عسقلانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۴ء
– تفسیر ابن ابی حاتم: عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس رازی، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۹ء
– تفسیر ابن جریر طبری، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۲ء
– تفسیر ابن کثیر، دارالقلم بیروت، بدون تاریخ
– تفسیر اَحسن الکلام، شیخ ابوزکریا عبدالسلام رستمی، جامعہ عربیہ لاشاعۃ التوحید والسنۃ، پشاور، اگست ۲۰۰۶ء

– تفسیر جلالین: جلال الدین محلی، سیوطی، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۲۶ھ = ۲۰۰۵ء
– تفسیر حقانی، ابو محمد عبد الحق حقانی، بیت العلم، لاہور
– تفسیر الخازن: علاء الدین علی بن محمد بغدادی، وحیدی کتب خانہ پشاور، بدون تاریخ
– تفسیر روح المعانی، سید محمود آلوسی بغدادی، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ھ = ۱۹۹۹ء
– تفسیر سراج المنیر: تفسیر الخطیب الشربینی، محمد بن احمد الخطیب الشربینی، تحقیق: ابراہیم شمس الدین
دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۵ھ = ۲۰۰۴ء
– تفسیر القرطبی: محمد بن احمد، تحقیق: عبد الرزاق المہدی، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء
۞ تفسیر زاد المسیر = زاد المسیر
– تفسیر ماجدی، مولانا عبد الماجد دریابادی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی
– تفسیر ماوردی = النکت والعیون: علی بن محمد، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
– تفسیر مظہری، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ
– تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی
– تفسیر نعیمی: مولانا نعیم الدین مراد آبادی، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی
– تفسیر نیشاپوری: غرائب القرآن ورغائب الفرقان، نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، دار الکتب العلمیۃ
بیروت، ۱۴۱۶ھ = ۱۹۹۶ء
– تفسیر الکشاف، جار اللہ محمود بن عمر زمخشری، مکتبۃ الشیخ، کراچی، بدون تاریخ
– تفسیر مدارک = تفسیر النسفی: عبد اللہ بن احمد، دار القلم بیروت، ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۹ء
– تقریب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، تحقیق: محمد عوامۃ، دار الیسر، مدینہ منورہ، ۱۴۳۰ھ = ۲۰۰۹ء
– تقیید العلم، خطیب بغدادی، دار احیاء السنۃ النبویۃ، نام طابع ندارد، ۱۹۷۴ء
– تلبیس ابلیس، ابن جوزی، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ
– تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، ابن حجر عسقلانی، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور بدون تاریخ
– تلخیص المستدرک، حافظ ذہبی، دار الکتاب العربی بیروت، بدون تاریخ
–تلقیح فھوم اھل الاثر فی عیون التاریخ والسیر، ابن جوزی، ادارہ احیاء السنۃ، گھر جاکھ، بدون تاریخ
– تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ، محمد ناصر الدین البانی، دار الرایۃ، ریاض، ۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۱ء
– تمییز الطیب من الخبیث، عبد الرحمٰن بن علی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۳ھ = ۱۹۸۳ء
– تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ابن عراق کنانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ = ۱۹۸۱ء

– توجیہ النظر الی اصول الاثر، طاہر بن صالح الجزائری، دار الباز مکۃ المکرّمۃ، بدون تاریخ
– تہذیب الاسماء واللغات، نووی، دار ابن تیمیۃ، قاہرہ ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء
– تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ابن زیدان، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ = ۱۹۸۴ء
– تہذیب الآثار، محمد بن جریر طبری، تحقیق: علی رِضا بن عبداللہ بن علی رِضا، دار المأمون للتراث، دمشق
۱۴۱۶ھ = ۱۹۹۵ء
– تہذیب التہذیب، ابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۴ء
– تہذیب السنن، ابن قیم، تحقیق: ڈاکٹر اسماعیل بن غازی مرحبا، مکتبۃ المعارف، ریاض، ۱۴۲۸ھ = ۲۰۰۷ء
– تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مزی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۲ء
– تہذیب اللغۃ، ابو منصور محمد بن احمد ازہری، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ = ۲۰۰۱ء
– توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار، محمد بن اسماعیل صنعانی، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، دار الکتاب العربی
قاہرہ، ۱۳۶۶ھ
– التاریخ، یحییٰ بن معین، جامعۃ الملک عبدالعزیز، مکۃ المکرّمۃ، ۱۳۹۹ھ = ۱۹۷۹ء
– التاریخ الاوسط، بخاری: محمد بن اسماعیل، دار الصمیعی، سعودی عرب، ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۸ء
– التاریخ الصغیر، محمد بن اسماعیل بخاری، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء
– التاریخ الکبیر، محمد بن اسماعیل بخاری، دار الباز، مکۃ المکرّمۃ، بدون تاریخ
– التذكرة في الأحاديث المشتهرة، بدرالدین زرکشی، دار الباز مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۶ھ = ۱۹۸۶ء
– الترغیب فی فضائل الاعمال، ابو حفص عمر بن احمد ابن شاہین، تحقیق: صالح احمد مصلح الوعیل، دار ابن الجوزی،
الدمام، سعودی عرب، ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۵ء
– الترغیب والترہیب، عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۸ھ = ۱۹۶۸ء
– التعریفات، جرجانی: علی بن محمد بن علی، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۲ء
– التقریب فی اصول الحدیث، نووی، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ = ۱۹۹۹ء
– التفسیر الکبیر، امام طبرانی، تحقیق: ہشام بدرانی، دار الکتاب الثقافی، اردن، ۲۰۰۸ء
– التفسیر الکبیر، فخر الدین رازی، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء
– التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح، عبدالرحیم بن حسین عراقی، المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ
۱۳۸۹ھ = ۱۹۶۹ء
– التلویح علی التوضیح، علامہ تفتازانی شافعی، مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ، کوئٹہ، ۱۳۹۸ھ

—التمہید لمافی الموطامن المعانی والاسانید، ابن عبدالبرقرطبی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء
—الثقات، ابن حبان: محمد، دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ=۱۹۷۳ء
—الثقات، عجلی: احمد بن عبداللہ بن صالح، تحقیق: ڈاکٹرعبدالمعطی قلعجی، دارالباز، مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴ء
—جاءالحق وزہق الباطل، احمد یارخان نعیمی، نعیمی کتب خانہ گجرات، بدون تاریخ
—جامع بیان العلم وفضلہ، ابن عبدالبرقرطبی، دارابن الجوزی، الدمام، سعودی عرب ۱۴۲۷ھ
—جامع التحصیل فی احکام المراسیل، صلاح الدین العلائی، عالم الکتب بیروت، ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۶ء
—جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، حافظ ابن رجب، تحقیق: شعیب الارناووط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء
—جامع الرسائل، حافظ ابن تیمیہ، تحقیق: ڈاکٹرمحمدرشادسالم، دارالمدنی، جدۃ، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۴ء
—جامع المسانید، خوارزمی، دارالفکر، بیروت، بدون تاریخ
—جلاءالافہام فی فضل الصلاۃ والسلام علی محمد خیرالانام ﷺ، حافظ ابن قیم، تحقیق: مشہور بن حسن آل سلمان دارابن الجوزی، دمام، سعودی عرب، ۱۴۲۹ھ
—جلاء العینین بمحاکمۃ الأحمدین، سیدنعمان خیرالدین الشہیر بابن الآلوسی البغدادی مطبعۃ المدنی، القاہرۃ، ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء
—جمہرۃ انساب العرب، ابن حزم، داراِحیاءالتراث العربی، بیروت، بدون تاریخ
—جواہرالفقہ، مفتی محمدشفیع دیوبندی، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۲۸ھ=۲۰۰۷ء
—جواہرالقرآن، شیخ القرآن غلام اللہ خان، مکتبہ رشیدیہ، راولپنڈی
—الجامع الصغیرفی احادیث البشیر والنذیر، سیوطی، دارالمعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
—الجامع لاحکام القرآن، قرطبی: محمد بن احمد، تحقیق: عبدالرزاق المہدی، دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء
—الجامع لأخلاق الراوي و آداب السامع، خطیب بغدادی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۷ھ=۱۹۹۶ء
—الجرح والتعدیل، ابوحاتم رازی، المکتبۃ العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
—الجواب الکافی لمن سال عن الدواءالشافی، ابن قیم، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ
—الجواہرالمضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، عبدالقادرقرشی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵ء
—الجوہرالنقي، علاءالدین بن علی الترکمانی، نشرالسنۃ، ملتان، بدون تاریخ
—چالیس علمائے حدیث، عبدالرشیدعراقی، نعمانی کتب خانہ، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء

– حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، شیخ احمد طحطاوی، المکتبۃ القدس، کوئٹہ
– حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، بدون تاریخ
– حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بدون تاریخ
– حِلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ
– حیاۃُ الانبیاء علیہم السلام بعد وفاتہم، حافظ ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی، تحقیق: الدکتور احمد بن عطیۃ اللہ الغامدی مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۱ء
– الحاوي للفتاوی، حافظ سیوطی، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ
– الحدیث والمحدثون، محمد محمد ابوزہو، رئاسۃ العامۃ لادارات البحوث، ریاض، ۱۴۰۴ھ=۱۹۸۴ء
– خصائل مسلمین ترجمہ مسائل اربعین، شاہ محمد اسحاق، ترجمہ: سجاد بخاری، تحقیق: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف مکتبہ تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی، ۱۴۲۹ھ=۲۰۰۸ء
– خطبات بہاولپور، ڈاکٹر حمید اللہ، نسخہ مصححہ بدستخط محمد حمید اللہ، ادارۂ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد اشاعت: چہارم، ۱۹۹۲ء
– خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر: محمد محبی، دارالکتب المصریۃ، مصر، ۱۲۸۴ھ
– خلافت وملوکیّت، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ، لاہور
– الخصائص الکبریٰ، حافظ سیوطی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، بدون تاریخ
– الخطط، احمد بن علی مقریزی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ= ۱۹۹۸ء
– الخلاصۃ فی علم اصول الحدیث، طیبی، دارالکتب العربیۃ، بیروت، بدون تاریخ
– الخیر الکثیر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ایچ ایم سعید اینڈ سنز، کراچی، بدون تاریخ
– درس ترمذی، مولانا محمد تقی عثمانی کی تقریر جامع ترمذی، ضبط وترتیب، تحقیق وتعلیق: مولانا رشید اشرف سیفی مکتبۃ الرشد، لسبیلہ چوک، کراچی، صفر ۱۴۱۴ھ
– درمنثور، جلال الدین سیوطی، تحقیق: نجدت نجیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۱ء
– دلائل النبوۃ، ابونعیم، دارالنفائس بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء
– دلائل النبوۃ، بیہقی، المکتبۃ الاثریۃ، لاہور، بدون تاریخ
– دُول الاسلام، حافظ ذہبی، تحقیق: حسن اسماعیل مروۃ، دارصادر بیروت، ۱۹۹۹ء
– دیوان ابی العتاہیۃ، دارالکتب العربی، بیروت، بدون تاریخ
– دیوان الضعفاء والمتروکین، وخلق من المجہولین وثقات فیہم لین، حافظ ذہبی، مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، مکۃ المکرّمۃ

–الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ' ابن حجر عسقلانی' دار نشر الکتب الاسلامیۃ' ملتان' بدون تاریخ

–الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ' ابن حجر عسقلانی' دار الجیل بیروت' ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۳ء

–الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' حافظ سیوطی' تحقیق: ڈاکٹر لطفی الصباغ' عمادۃ شؤون المکتبات' جامعۃ الملک سعود ریاض' ۱۴۰۳ھ=۱۹۸۳ء

–الدرر فی اختصار المغازی والسیر' حافظ ابن عبد البر' الکتب العلمیۃ بیروت

–ذیل تذکرۃ الحفاظ' الحسینی' دار احیاء التراث العربی بیروت' بدون تاریخ

–ذیل الجواہر المضیۃ' ملا علی قاری' میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی' بدون تاریخ

–راہ سنت' محمد سرفراز خان صفدر' ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ' ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء

–رجال صحیح مسلم' ابو بکر احمد بن علی ابن منجویہ اصبہانی' تحقیق: محمد حسن اسماعیل' دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء

–ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان' عبد الحی لکھنوی' ضمن مجموعۃ رسائل اللکنوی' ادارۃ القرآن کراچی

–رد المحتار علی در المختار' حاشیۃ ابن عابدین: محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی' مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ

–رسائل ومسائل' سید ابو الاعلیٰ مودودی' اسلامک پبلی کیشنز' لاہور

–رضائے مصطفیٰ' گوجرانوالہ

–روح المعانی' سید محمود آلوسی بغدادی' دار احیاء التراث العربی' ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء

–روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین' ابن قیم' دار الکتب العلمیۃ بیروت' بدون تاریخ

–ریاض الصالحین' نووی' مکتبۃ دار السلام دمشق' ۱۴۱۱ھ=۱۹۹۰ء

–رسالۃ الامام ابی داؤد السجستانی الی اہل مکۃ' مندرج در: ثلاث رسائل فی علم مصطلح الحدیث' مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب' ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء

–الرحلۃ فی طلب الحدیث' خطیب بغدادی' تحقیق: نور الدین عتر' دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۳۹۵ھ=۱۹۷۵ء

–الرد علی سیر الاوزاعی' ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' تحقیق: ابو الوفاء افغانی' دار الکتب العلمیۃ بیروت

–الرسالۃ' محمد بن ادریس شافعی' تحقیق: احمد محمد شاکر' تاریخ طبع ونام ناشر وطابع ندارد

–الرسالۃ القشیریۃ' ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری' دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸ء

–الرسالۃ المستطرفۃ لبیان کتب السنۃ المشرفۃ' محمد بن جعفر کتانی' دار الکتب العلمیۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵ء

–الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل' محمد عبد الحی لکھنوی' تحقیق: عبد الفتاح ابو غدۃ' مکتب المطبوعات الاسلامیۃ' حلب' ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء

—الروح، حافظ ابن قیم، تحقیق: ڈاکٹر بسام علی سلامۃ العموش، دار ابن تیمیہ، ریاض ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۵ء
—الروض الانف فی تفسیر ما اشتمل علیہ احادیث السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، سہیلی: عبدالرحمٰن بن عبداللہ
دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ = ۲۰۰۰ء
—الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم، ادارات البحوث الاسلامیۃ، مکۃ المکرّمۃ، بدون تاریخ
—زاد المسیر، ابن جوزی، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۲۲ھ = ۲۰۰۱ء
—زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ابن قیم، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء
—الزواجر عن اقتراف الکبائر، ابن حجر، مکی ہیثمی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ = ۲۰۰۵ء
—الزہد، امام احمد بن محمد بن حنبل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، بدون تاریخ
—سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، محمد ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۴۲۰ھ = ۲۰۰۰ء
—سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر، المرادی، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، بدون تاریخ
—سنن ابن ماجۃ، ترقیم: محمد فواد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۵ھ = ۱۹۷۵ء
—سنن ابی داؤد سجستانی، اعداد: عزت عبید الدّعّاس، دار الحدیث بیروت، ۱۳۸۸ھ = ۱۹۶۹ء
—سنن ابی داؤد طیالسی، مکتبۃ المعارف، ریاض، بدون تاریخ
—سنن الترمذی: محمد بن عیسیٰ، ترقیم: محمد فواد عبدالباقی، دار الکتاب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
—سنن الدارقطنی، دار نشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، بدون تاریخ
—سنن الدارمی، تحقیق: فواد احمد زمرلی، دار الریان قاہرہ، ۱۴۰۷ھ = ۱۹۸۷ء
—سنن النسائی، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدۃ، دار البشائر الاسلامیۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ = ۱۹۸۸ء
—سنن سعید بن منصور، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، بدون تاریخ
—سؤالات حمزۃ بن یوسف سہمی للدارقطنی، مکتبۃ المعارف ریاض، ۱۴۰۴ھ = ۱۹۸۴ء
—سؤالات البرقانی للدارقطنی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالرحیم محمد احمد القشقری، کتب خانہ جمیلی، لاہور، ۱۴۰۴ھ
—سیر اعلام النبلاء، ذہبی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۱۰ھ = ۱۹۹۰ء
—سیرۃ النبی ﷺ، شبلی نعمانی، دار الاشاعت کراچی، بدون تاریخ
—السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ، مولانا عبدالحی لکھنوی، سہیل اکیڈمی، لاہور
—السنن الکبریٰ، بیہقی، نشر السنۃ ملتان، بدون تاریخ
—السنن الکبریٰ، نسائی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان بنداری، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۱ھ = ۱۹۹۱ء
—السنن = شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ابوالقاسم ہبۃ اللہ لالکائی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۳ھ

–السیرۃ النبویۃ'ابن ہشام'دار اِحیاء التراث العربی بیروت'۱۹۸۵ء
–شاہ کار اسلامی انسائیکلوپیڈیا'سید قاسم محمود'الفیصل'لاہور'بدون تاریخ
–شذرات الذہب فی اخبار مَن ذہبَ'ابن عماد حنبلی'تحقیق:عبدالقادر ارناؤوط'دار ابن کثیر بیروت'۱۴۱۴ھ =۱۹۹۳ء
–شرح سنن ابن ماجۃ'مغلطائی'دار الباز مکۃ المکرّمۃ'بدون تاریخ
–شرح سنن النسائی'حافظ سیوطی'مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب'۱۴۰۹ھ=۱۹۸۸ء
–شرح صحیح مسلم'نووی'دار الفکر بیروت'بدون تاریخ
–شرح شرح نخبۃ الفکر'ملاعلی قاری'مکتبہ اسحاقیہ'کوئٹہ'بدون تاریخ
–شرح العقیدۃ الطحاویۃ'ابن ابی العز حنفی'تحقیق:ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
–شرح علل الترمذی'ابن رجب'رئاسۃ ادارات البحوث العلمیۃ'ریاض'۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸ء
–شرح العلامۃ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ'دار الکتب العلمیۃ'بیروت'۱۴۱۷ھ=۱۹۹۶ء
–شرح معانی الآثار'ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی'دار الکتب العلمیۃ بیروت'۱۴۰۷=۱۹۸۷ء
–شرح مواہب اللدنیۃ'قسطلانی'دار الکتب العلمیۃ بیروت'۱۴۱۷ھ=۱۹۹۶ء
–شرح نخبۃ الفکر'ابن حجر عسقلانی'مکتبۃ الغزالی دمشق'بدون تاریخ
–شرح نہج البلاغۃ'ابن ابی الحدید'مطبوعہ ایران ۱۹۵۹ء
–شرف اصحاب الحدیث'خطیب بغدادی'تحقیق:ڈاکٹر محمد سعید خطیب اوغلی'دار اِحیاء السنۃ النبویۃ'انقرۃ'۱۹۷۱ء
–شروط الائمۃ الخمسۃ'ابوبکر محمد بن موسی حازمی'مندرج در:ثلاث رسائل فی علم مصطلح الحدیث مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب'۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء
–شش ماہی نقطہ نظر'اپریل-ستمبر ۲۰۰۲'اسلام آباد
–شرح الشفاء'ملاعلی قاری'برہامش نسیم الریاض للخفاجی'دار الفکر بیروت'سن طباعت ندارد
–شرح المنہاج للبیضاوی فی علم الاصول'شمس الدین محمود عبدالرحمٰن اصفہانی'مکتبۃ الرشد'ریاض'۱۴۲۰ھ
–شعب الایمان'بیہقی'دار الکتب العلمیۃ بیروت'۱۴۱۰ھ=۱۹۹۰ء
–الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ'قاضی عیاض'مصطفیٰ بابی الحلبی'مصر'۱۳۶۹ھ=۱۹۵۰ء
–الشریعۃ'آجری:ابوبکر محمد بن حسین'دار الکتب العلمیۃ'بیروت'بدون تاریخ
–صحیح ابن خزیمہ'تحقیق:ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی'المکتب الاسلامی'بیروت'۱۴۱۲ھ=۱۹۹۲ء

– صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل، تحقیق: ابن باز، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴ء
– صحیح مسلم بن حجاج، ترقیم: محمد فواد عبدالباقی، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، بدون تاریخ
– صفۃ الصفوۃ، ابن جوزی، دار المعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
– صید الخاطر، حافظ ابن جوزی، دار ابن حزم، بدون تاریخ
– الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ، ابن تیمیہ، نشر السنۃ ملتان، بدون تاریخ
– الصارم المنکی فی الرد علی السبکی، محمد بن احمد بن عبدالہادی، تحقیق وتخریج: ابو عبدالرحمٰن السلفی، مؤسسۃ الریان بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۲ء
– الصحاح، اسماعیل بن حماد جوہری، دار العلم للملایین بیروت، ۱۳۷۶ھ=۱۹۵۶ء
– ضعیف اور موضوع روایات، محمد یحییٰ گوندلوی، جامعہ تعلیم القرآن ساہووالہ، سیالکوٹ، بدون تاریخ
– ضیاء النبی ﷺ، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
– الضعفاء الکبیر، عقیلی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
– الضعفاء والمتروکین، ابن جوزی، دار الباز، مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء
– الضعفاء والمتروکین، دارقطنی، دار القلم بیروت، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۵ء
– الضعفاء والمتروکین، نسائی، دار القلم بیروت، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۵ء
– الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ=۲۰۰۲ء
– طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی، الفیصل ناشران کتب لاہور، جون ۱۹۹۲ء
– طبقات ابن سعد = الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، دار صادر بیروت، بدون تاریخ
– طبقات الحفاظ، سیوطی، دار احیاء التراث العربی بیروت، بدون تاریخ
– طبقات الحنابلۃ، قاضی ابو الحسن محمد بن ابی یعلیٰ، دار المعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
– طبقات الشافعیہ الکبریٰ، عبدالوہاب بن علی سُبکی، فیصل عیسی البابی الحلبی، مصر، بدون تاریخ
– طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا، ابو الشیخ، ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ=۱۹۸۹ء
– طبقات المفسرین، محمد بن علی بن احمد داوودی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۳ھ=۱۹۸۳ء
– طحطاوی علی مراقی الفلاح، شیخ احمد طحطاوی، المکتبۃ القدس، کوئٹہ
– طرب الاماثل بتراجم الافاضل، عبدالحی لکھنوی، دار ارقم، بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۸ء
– الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، دار صادر بیروت، بدون تاریخ

–الطبقات الکبریٰ، شعرانی: عبدالوہاب بن احمد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء
–ظفرالامانی فی مختصرالجرجانی، محمد عبدالحی لکھنوی، الجامعۃ الاسلامیۃ اعظم گڑھ، ہند، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء
–عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی، ابن العربی المالکی، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۵ء
–عجالہ نافعہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بدون تاریخ
–عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین، حافظ ابن قیم، تحقیق: محمد عثمان الخشت، دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ
–علاج نبوی ﷺ اور جدید سائنس، ڈاکٹر خالد غزنوی، الفیصل ناشران کتب لاہور، جون ۱۹۹۲ء
–علل الحدیث، ابن ابی حاتم، المکتبۃ الاثریۃ، سانگلہ ہل، بدون تاریخ
–عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، محمود بن احمد عینی، مصطفی البابی الحلبی مصر، ۱۳۹۲ھ=۱۹۷۲ء
–عمل الیوم واللیلۃ، حافظ ابوبکر احمد بن محمد الدینوری ابن السنی، تحقیق: بشیر محمد عیون، مکتبۃ دارالبیان، دمشق ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء
–عمل الیوم واللیلۃ، امام نسائی، تحقیق: ڈاکٹر فاروق حمادۃ، المکتب التعلیمی السعودی بالمغرب، ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء
–عیون الاخبار، ابن قتیبہ، تحقیق: ڈاکٹر یوسف علی الطّویل، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء
–العِبَر فی خَبرِ مَن غَبر، حافظ ذہبی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
–العرف الشذی شرح سنن الترمذی، املاء: محمد انور شاہ بن معظم شاہ کشمیری، تصحیح: شیخ محمود شاکر، دار اِحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۵ھ=۲۰۰۴ء
–العلل ومعرفۃ الرجال، امام احمد، تحقیق: وصی اللہ عباس، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
–العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیۃ، ابن جوزی، دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، بدون تاریخ
–غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام، البانی، المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ=۱۹۸۰ء
–غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ابن الجزری، مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۵۱ھ=۱۹۳۲ء
–غذاء الالباب شرح منظومۃ الآداب، محمد بن احمد بن سالم سفارینی حنبلی، تحقیق: محمد عبدالعزیز الخالدی دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۲ء
–الغریبین فی القرآن والحدیث، ابوعبید احمد ہروی، المکتبۃ العصریۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء
–الغماز علی اللماز فی الموضوعات المشہورات، نورالدین ابوالحسن السمہودی، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء
–الغنیۃ لطالبی طریق الحق، عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ الجیلانی، تحقیق: محمد خالد عمر، مکتبہ اسامہ بن زید، حلب ۱۴۱۶ھ=۱۹۹۶ء

– عوارف المعارف، الملحق باحیاء علوم الدین، دارالمعرفۃ، بیروت، بدون تاریخ
– فتاویٰ عزیزی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، یو۔پی، انڈیا
– فتاوی الامام النووی، دارالفکر دمشق، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۹ء
– فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ابن حجر عسقلانی، دارنشر الکتب الاسلامیۃ لاہور، ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء
– فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، محمد بن علی بن محمد شوکانی، دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء
– فتح القدیر شرح الہدایۃ، ابن ہمام: محمد بن عبدالواحد، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ
– فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، عبدالرحیم بن حسین عراقی، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ=۲۰۰۰ء
– فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للعراقی، سخاوی: محمد بن عبدالرحمٰن، المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ=۱۹۶۸ء
– فتح الملہم بشرح صحیح مسلم، مولانا شبیر احمد عثمانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۶ء
– فجر الاسلام، احمد امین، دارالکتاب العربی بیروت، بدون تاریخ
– فضائل اعمال، شیخ الحدیث محمد زکریا، خواجہ محمد اسلام لاہور، بدون تاریخ
– فضائل درود شریف، شیخ الحدیث محمد زکریا، خواجہ محمد اسلام لاہور، بدون تاریخ
– فضائل ذکر، شیخ الحدیث محمد زکریا، خواجہ محمد اسلام لاہور، بدون تاریخ
– فضائل رمضان، شیخ الحدیث محمد زکریا، خواجہ محمد اسلام لاہور، بدون تاریخ
– فضائل قرآن، شیخ الحدیث محمد زکریا، خواجہ محمد اسلام لاہور، بدون تاریخ
– فضائل نماز، شیخ الحدیث محمد زکریا، خواجہ محمد اسلام لاہور، بدون تاریخ
– فضائل القرآن، ابوعبید قاسم بن سلام، تحقیق: وہبی سلیمان غادجی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۶ھ
– فہرس الفہارس والاثبات ومعجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات، محمد عبدالحی بن عبدالکبیر الادریسی الکتانی دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۲ھ=۱۹۸۲ء
– فوات الوفیات، محمد بن شاکر الکتبی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء
– فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، عبدالعلی فرنگی محلی، قُم، ایران، ۱۳۶۴ش
– فیض الباری علی صحیح البخاری، محمد انور شاہ کشمیری، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ=۲۰۰۵ء
– فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، محمد عبدالرؤف مناوی، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ
– الفتاوی الحدیثیۃ، ابن حجر ہیتمی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۸ء
۞ الفردوس = مسند دیلمی

–الفوائد، ابوالقاسم تمام بن محمد رازی، تحقیق: حمدی عبدالمجید سلفی، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۲ھ
–الفوائد البہیۃ فی تراجم الحنفیۃ، عبدالحی لکھنوی، دار ارقم، بیروت، ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۸ء
–الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، محمد بن علی شوکانی، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ
– قاعدۃٌ جلیلۃٌ فی التوسل والوسیلۃ، ابن تیمیہ: احمد بن عبدالحلیم، منشورات الکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۰ھ = ۱۹۷۰ء
– قانون الموضوعات، محمد طاہر پٹنی، ہندی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ = ۱۹۹۵ء
– قصیدۂ بردہ، بوصیری، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، بدون تاریخ
– قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، محمد جمال الدین قاسمی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۳۹۹ھ = ۱۹۷۹ء
–القاموس المحیط، محمد بن یعقوب فیروز آبادی، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء
–القول البدیع في الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، تحقیق: محمد عوامۃ دار المنہاج، جدۃ، ۱۴۲۸ھ = ۲۰۰۷ء
– کبیری [حلبی کبیر]: غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی، شیخ ابراہیم الحلبی، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۹ھ = ۱۹۷۹ء
– کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، ۱۹۹۳ء
– کتاب الام، محمد بن ادریس شافعی، تحقیق: محمود مطرجی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۹۳ء
– کتاب الرد علی البکری = الإستغاثة في الرد علی البکري، حافظ ابن تیمیہ، تحقیق: ڈاکٹر عبداللہ بن دُجین السہلی، مکتبۃ دار المنہاج، ریاض، ۱۴۲۶ھ
– کتاب السنۃ، ابن ابی عاصم، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ = ۱۹۰۸ء
– کتاب المراسیل، ابوحاتم رازی، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل، بدون تاریخ
– کتب فضائل پر اشکالات اور اُن کے جوابات، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، مکتبہ دینیات، لاہور
– کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، عجلونی: اسماعیل بن محمد، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۵ء
– کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، کاتب چلپی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بدون کراچی
– کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ، شیخ عبدالوہاب شعرانی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۸ھ = ۱۹۸۸ء
– کلیات اقبال [اردو] شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
–الکاشف عن حقائق السنن، طیبی، مکتبۃ نزار مصطفیٰ، مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء
–الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ، ذہبی، دار الکتب الحدیثیۃ قاہرہ، ۱۳۹۲ھ = ۱۹۷۲ء

–الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف، حافظ ابن حجر عسقلانی، مکتبۃ الشیخ، کراچی، بدون تاریخ
–الکامل فی ضعفاء الرجال، ابن عدی: عبداللہ جرجانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء
–الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث، سبط ابن العجمی، دار المعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
–الکفایۃ فی علم الروایۃ، خطیب بغدادی: احمد بن علی، المکتبۃ العلمیۃ، مدینہ منورہ، بدون تاریخ
–الکلم الطیب، حافظ ابن تیمیہ، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، ۱۳۹۲ھ
–لباب النقول فی اسباب النزول، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۳ء
–لحظ الالحاظ بذیل تذکرۃ الحفاظ، تقی الدین محمد بن فہد مکی، دار احیاء التراث العربی بیروت، بدون تاریخ
–لسان المیزان، ابن حجر عسقلانی، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ
–لغات الحدیث، وحید الزمان، میر محمد کتب خانہ کراچی، بدون تاریخ
–لغات القرآن، پرویز، ادارہ طلوع اسلام لاہور، ۱۹۸۴ء
–اللالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، سیوطی، تحقیق: صلاح بن محمد بن عویضۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ=۱۹۹۶ء
–ماہ نامہ الحق، اکوڑہ خٹک، اکتوبر ۲۰۰۰ء
–ماہ نامہ الشریعۃ گوجرانوالہ، امام اہل سنت نمبر، جولائی–اکتوبر: ۲۰۰۹ء
–ماہ نامہ گلستان اسلام، سرگودہا، اکتوبر ۱۹۹۹ء
–مجالس الابرار، عربی اردو، مطبعۃ المجیدیۃ، کان پور، ۱۳۳۲ھ
–مجمع الزوائد، نور الدین ہیثمی، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
–مجموع الفتاوی، ابن تیمیہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء
–مجموعہ تفاسیر فراہی، امام حمید الدین فراہی، ترجمہ: مولانا امین احسن اصلاحی، فاران فاونڈیشن، لاہور، ۱۹۹۱ء
–مختصر سنن ابی داود، منذری، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
۞ مدارک التنزیل=تفسیر النسفی: عبداللہ بن احمد، دار القلم بیروت، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۹ء
–مراسیل ابن ابی حاتم، المکتبۃ الاثریۃ، سانگلہ ہل، پاکستان
–مراسیل ابی داود، تحقیق: شعیب ارناووط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
–مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ملا علی قاریؒ، المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرّمۃ، بدون تاریخ
–مسدس حالی: خواجہ الطاف حسین، فضلی سنز کراچی، ۱۹۹۹ء
–مسند ابی داوٗد طیالسی، مکتبۃ المعارف ریاض، بدون تاریخ

–مسند ابی عوانۃ: یعقوب بن اسحاق، دار الباز مکۃ المکرّمۃ، بدون تاریخ
–مسند ابی یعلیٰ الموصلی: احمد بن علی، دار المامون للتراث دمشق، ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء
–مسند احمد بن محمد بن حنبل، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ=۱۹۷۸ء
–مسند احمد، تحقیق: احمد محمد شاکر، دار الحدیث، قاہرۃ، ۱۴۱۶ھ=۱۹۹۵ء
–مسند حمیدی: عبداللہ بن زبیر حمیدی، المکتبۃ السلفیۃ مدینہ منورہ، بدون تاریخ
–مسند دیلمی: فردوس الاخبار بمأثور الخطاب المخرج علی کتاب الشہاب، حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی تحقیق: فؤاز احمد زمرلی، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء
–مسند الشہاب، قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ القضاعی، تحقیق: حمدی عبدالمجید السّلفی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۵ء
–مشکاۃ المصابیح، محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، تحقیق: سعید اللحام، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ=۱۹۹۱ء
–مشکل الآثار، ابوجعفر طحاوی، دار صادر بیروت، بدون تاریخ
–مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجۃ، شہاب احمد بن ابی بکر بوصیری، دار الکتب الحدیثیۃ، عابدین، قاہرہ
–مصابیح السنۃ، حسین بن مسعود بغوی، دار الباز مکۃ المکرّمۃ، ۱۴۰۷ھ=۱۹۸۷ء
–مُصَنَّف ابن ابی شیبۃ، تحقیق: محمد عوامۃ، المجلس العلمی، جوہانسبرگ، افریقہ، ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء
–مُصَنَّف عبدالرزاق، تحقیق: حبیب الرحمٰن اعظمی، اِدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی، ۱۴۱۶ھ=۱۹۹۶ء
–معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی، بدون تاریخ
–معارف القرآن، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، فرید بک ڈپو دہلی، ہند، ۲۰۰۱ء
–معالم التنزیل=تفسیر البغوی: حسین بن مسعود الفراء البغوی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۳ء
–معالم السنن، شرح سنن ابی داوٗد، خطابی، دار الحدیث بیروت، ۱۳۸۸ھ=۱۹۶۹ء
–معجم لغۃ الفقہاء، محمد رواس قلعہ جی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، بدون تاریخ
–معجم الادباء، یاقوت بن عبداللہ حموی، دار اِحیاء التراث العربی بیروت، بدون تاریخ
–معجم البلدان، یاقوت بن عبداللہ حموی، دار اِحیاء التراث العربی، ۱۳۹۹ھ=۱۹۷۹ء
–معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
–معجم المؤلفین المعاصرین، محمد خیر رمضان یوسف، مکتبۃ الملک فہد الوطنیۃ، ریاض، ۱۴۲۵ھ=۲۰۰۴ء
–معرفۃ علوم الحدیث، ابوعبداللہ حاکم، تحقیق: ڈاکٹر سید معظم حسین، المکتب التجاری، بیروت، ۱۹۷۷ء
–معرفۃ التذکرۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت

۱۴۰۶ھ=۱۹۸۵ء
–معرفۃ السنن والآثار، بیہقی، تحقیق: سید کسروی حسن، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء
–معرفۃ الصحابۃ، ابو نُعیم اصفہانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۲ء
–معرفۃ علوم الحدیث، ابو عبداللہ الحاکم، دار الکتب المصریۃ، ۱۹۳۷ء
–مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ، طاش کبری زادہ، طبع: حیدر آباد، ہند، ۱۳۲۹ھ
–مقالات اِصلاحی، اَمین اَحسن اِصلاحی، فاران فاونڈیشن، لاہور، صفر ۱۴۱۲ھ=اگست ۱۹۹۱ء
–مقالات الالبانی، جمع وتدوین: نور الدین طالب، دار اطلس ریاض، ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۱ء
–مقالات الکوثری، محمد زاہد الکوثری، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، بدون تاریخ
–مقام حدیث، ادارہ طلوع اسلام لاہور، بدون تاریخ
–مقدمۃ ابن الصلاح، المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ=۱۹۶۹ء
–مقدمہ ابن خلدون، عربی ایڈیشن: مؤسسۃ جمال بیروت، بدون تاریخ
اردو ایڈیشن: ترجمہ: سعد حسن خان، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، بدون تاریخ
–مقدمۃ فی اصول التفسیر، حافظ ابن تیمیہ، دار الکتب الاسلامیۃ، دمام، سعودی عرب، ۱۳۹۰ھ
–مقیاس حنفیت، محمد عمر اچھروی، دار المقیاس اچھرہ، لاہور، ۱۳۹۹ھ
– مکتوبات شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، ترتیب: مولانا نجم الدین اصلاحی، اردو بک سٹال، لاہور، بدون تاریخ
–ملفوظات محدث کشمیری، مرتب: مولانا سید احمد رضا بجنوری، ادارہ دعوت اسلام، جامعی یوسفیہ بنوریہ کراچی
–مناقب الامام الاعظم، الکردی، بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، بدون تاریخ
–مناقب الشافعی، بیہقی، تحقیق: احمد الصقر، دار التراث، قاہرہ، بدون تاریخ
–منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ، ابن تیمیہ، المکتبۃ السلفیۃ لاہور، ۱۳۹۶ھ=۱۹۷۶ء
–موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان، نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ
–مُوَافَقَةُ الخُبْرِ الخَبَرَفِي تخريج أحاديث المختَصَر، حافظ ابن حجر عسقلانی، تحقیق: حمدی عبد المجید السّلفی، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۱۹ھ=۱۹۹۸ء
–موَضح اوہام الجمع والتفریق، خطیب بغدادی، تحقیق: ڈاکٹر عبد المعطی امین قلعجی، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۷ھ
–موضوعات الصغانی، تحقیق: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، دار القرآن والسنۃ، ہوسئی، ۲۰۱۲ء
–موَطا امام مالک بن انس، ترقیم: محمد فواد عبد الباقی، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، بدون تاریخ
–موسوعۃ اعلام القرن الرابع عشر والخامس عشر الہجری فی العالم العربی والاسلامی، ابراہیم بن عبداللہ الحازمی،

دارالشریف للنشر والتوزیع، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۱۹ھ
—مؤطا امام محمد، نور محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی، بدون تاریخ
—مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ، محمد یوسف، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۶ء
—میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ذہبی، دارالمعرفۃ بیروت، بدون تاریخ
—المبسوط، امام سرخسی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی
—المجروحین من المحدثین، ابن حبان، دارالصمیعی، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۰ھ=۲۰۰۰ء
—المجمع المؤسس للمعجم المفهرس، ابن حجر عسقلانی، دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲ء
—المجموع شرح المہذب، نووی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۲ء
—المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، رامہرمزی، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ
—المحلّٰی بالآثار، حافظ علی بن حزم، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ازہر، مصر، ۱۳۵۲ھ
—المدخل الی السنن الکبری، ابوبکر بیہقی، تحقیق: ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی، دارالکتب، بیروت، بدون تاریخ
—المدخل الی الصحیح، ابوعبداللہ الحاکم، تحقیق: ابراہیم بن علی، مکتبۃ العبیکان، بیروت ۱۴۰۴ھ=۱۹۸۴ء
—المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل، ابوعبداللہ الحاکم، دارابن حزم، بیروت، ۱۴۲۳ھ=۲۰۰۳ء
—المراسیل، ابوحاتم رازی، المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل، بدون تاریخ
—المستدرک علی الصحیحین، ابوعبداللہ الحاکم، دارالکتاب العربی بیروت، بدون تاریخ
—المستصفی من علم الاصول، محمد بن محمد بن محمد غزالی، قُم، ایران، ۱۳۱۴ش
—المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، ملاعلی قاری، مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب، ۱۴۱۴ھ=۱۹۹۴ء
—المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ، ابن حجر عسقلانی، عباس احمد الباز مکۃ المکرّمۃ، بدون تاریخ
—المعجم الأوسط، طبرانی: سلیمان بن احمد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء
—المعجم الصغیر، طبرانی: سلیمان بن احمد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۳ھ=۱۹۸۳ء
—المعجم الکبیر، طبرانی: سلیمان بن احمد، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۴ھ
—المعجم المختص بالمحدثین، ذہبی، مکتبۃ الصدیق، الطائف، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء
—المغازی: محمد بن عمر واقدی، تحقیق: ڈاکٹر ماسدن جونس، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۲۷ھ=۲۰۰۶ء
—المغني، ابن قدامۃ المقدسی، تحقیق: رائد بن بصری، بیت الافکار الدولیۃ، الریاض، ۲۰۰۴ء
—المغنی عن حمل الأسفار في تخريج ما في الأحياء من الأسفار، برہامش احیاء علوم الدین، زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی، دارالمعرفۃ بیروت، بدون تاریخ

—المغنی فی الضعفاء، ذہبی، بدون نام طابع وتاریخ طبع

—المفردات فی غریب القرآن، راغب: حسین بن محمد اصفہانی، دارالمعرفۃ بیروت، بدون تاریخ

—المُفهم لما أُشكل من تلخيص كتاب مسلم، احمد بن عمر قرطبی، دارابن کثیر دمشق، ۱۴۲۰ھ=۱۹۹۹ء

—المقاصدالحسنة فی بیان كثيرمن الاحاديث المشتهرة على الالسنة، سخاوی: محمد عبدالرحمٰن، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ=۱۹۸۵ء

—الملل والنحل، ابوالفتح محمد عبدالکریم، شہرستانی، دارالفکر، بیروت ۱۴۲۲ھ=۲۰۰۲ء

—المنار المنيف فی الصحيح والضعيف، ابن قیم، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، مصر، بدون تاریخ

—المُنْتَظَم فی تاريخ الامم والملوك، ابن جوزی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۲ء

—المنتقَى من منهاج الإعتدال، حافظ ذہبی، الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ، سعودی عرب، ۱۴۰۹ھ

—المؤتلَف والمُختلَف، دارقطنی، تحقیق: موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر، دارالغرب الاسلامی بیروت ۱۴۰۶ھ=۱۹۸۶ء

—الموافقات فی اصول الشریعۃ، شاطبی: ابراہیم بن موسیٰ غرناطی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

—الموضوعات، ابن جوزی، المکتبۃ السلفیۃ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ=۱۹۶۶ء

—المیزان الکبریٰ، امام شعرانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

—الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث، ذہبی، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، حلب، ۱۴۲۰ھ

—نبیٔ رحمت ﷺ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء

—نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار، حافظ ابن حجر عسقلانی، تحقیق: حمدی عبدالمجید السّلفی، دارابن کثیر، بیروت ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء

—نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، عبدالحی حسنی، طیب اکادمی ملتان، ۱۴۱۲ھ=۱۹۹۱ء

—نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ، زیلعی: عبداللہ بن یوسف، مؤسسۃ الریان بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء

—نفحۃ العرب، اعزاز علی امروہی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، بدون تاریخ

—نماز اہل السنۃ والجماعۃ، متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی لاہوری روڈ، سرگودہا، طبع دوم: جنوری ۲۰۱۲ء.

—نماز مسنون، کلاں، صوفی عبدالحمید سواتی، ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

—نماز کی کتاب، اکرام الحق، مکتبہ اسلامیہ، راولپنڈی

–نوادرالاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادرعطا، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲ء

–نورالصباح فی ترک رفع الیدین بعدالافتتاح، حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی، ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، طبع سوم: ۱۴۲۱ھ=۲۰۰۰ء

–نہایۃ الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط، علاءالدین علی رضا، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۰۸ھ=۱۹۸۸ء

–نیل الابتہاج بتطریزالدیباج، احمد بابا التنبکی، کلیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ، طرابلس، ۱۳۹۸ھ=۱۹۸۹ء

–نیل الاوطار، شوکانی، دارالحدیث قاہرہ، بدون تاریخ

–النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصروالقاہرۃ، ابن تغری بردی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۳ھ=۱۹۹۲ء

–النکت علی کتاب ابن الصلاح، ابن حجرعسقلانی، الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ=۱۹۸۴ء

–النکت والعیون=تفسیر ماوردی: علی بن محمد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، بدون تاریخ

–النورالسافرعن اخبارالقرن العاشر، عبدالقادرعیدروس، تحقیق: ڈاکٹر احمد حالو، دارصادر، بیروت، ۲۰۰۱ء

–النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ابن الاثیر: مبارک بن محمد، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ=۱۹۹۷ء

–وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، منشورات الرضی، قُم، ایران ۱۳۶۴ش

–الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، ابوالحسن علی بن احمد واحدی، دارالقلم دمشق، ۱۴۱۵ھ=۱۹۹۵ء

–الوفاء بحقوق المصطفیٰ ﷺ، ابن جوزی، دارالفکر بیروت، بدون تاریخ

–ہدی الساری مقدمۃ فتح الباری، ابن حجرعسقلانی، دارنشرالکتب الاسلامیۃ لاہور، ۱۴۰۱ھ=۱۹۸۱ء

–ہدیۃ العارفین: اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، اسماعیل باشا بغدادی، مکتبۃ المثنیٰ بغداد، ۱۹۵۱ء

–ہفت روزہ حرمت اسلام آباد، جلد ۱۴، شمارہ ۲۶

–الہدایہ، مرغینانی، متن فتح القدیر، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان

آج

۱۳ شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ=۳۰-اگست ۲۰۱۲ء کو فہارس کی ترتیب سے فراغت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ کی حفاظت کا ذریعہ بنادے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

وأنا العبد الضعیف النحیف

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف